وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ
وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ

الصراط السوی

فی

احوال المہدی عج

مصنفہ

جناب فضائل و فواضل مآب مولانا مولوی سید محمد سبطین السرسوی اعلی اللہ مقامہ

ناشر: منیجر البرہان بکڈپو ۳۵ - بدھشٹر روڈ - کرشن نگر - لاہور

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ

اندرون موچی دروازہ - لاہور ۸

فہرست مضامین کتاب مستطاب الصراط السوی فی احوال المہدیؑ

بسم الله الرحمن الرحيم

والنجم اذا هوى والشمس والضحى والليل اذا سجى والنهار اذا تجلى ويس وطه
قد ضل الانسان وطغى ان راه استغنى وعصى ربه فغوى واستحب العمى على الهدى
وآثر الحيوة الدنيا وما يفنى ورکض الآخرة وما يبقى والآخرة خير وابقى. کذب بالحسنى
وتولى وجعل القرآن هزوا وتجنبه ولا يتجنبه الا الاشقى الذى يصلى النار الكبرى
ثم لا يموت فيها ولا يحيى فما الآخرة خير له من الاولى. ترك امام الهدى و
انكر وجوده وكذب وافترى. وكثر ما ادعى فيما ليس له ما يرجى لحسن المثوبة
من الامامة والنبوة دعا الناس الى نار تلظى ثم لا يتذكر ما سعى ولا يخشى و
اذا ذكر بآيات ربه. عبس وتولى ثم ادبر يسعى ولا تنفعه الذكرى ولم يعلم
ان النار له المأوى وان الى ربه المنتهى. ظهر الفساد فى البر والبحر وعلى وملئت
الارض ظلما وجورا اذ يغشيها من الفسق والفجور والالحاد ما يغشى. نصبت اعلام
الضلالة والغواية ونكست رايات الرشد والهدى وانمحت معالم الصدق والصفا
وبيع الانفع الاعلى بالاخس الادنى اظلمت اقطار الارض من غياهب الجهالة وعم ريب
العمى فيا ربنا الاعلى الذى خلق فسوى وقدر فهدى بعد فارتفع فى السموات العلى
قرب فشهد النجوى يعلم السر وما يخفى ولا يعزب عنه عدد قطر الماء ولا نجوم
السماء ولا سرا فى الريح فى الهوى ولا دبيب النمل على الصفا وهو بالافق الاعلى.
انجز ما وعدت لحبيبك وعدك الاوفى فقلت له فلسوف يعطيك ربك فترضى
فاظهر ابن نبيك المصطفى وابن وليك المرتضى وابن فاطمة الزهراء. الحجة
المجتبى والمهدى المرتجى الكلمة التامة والآية العظمى الامام لمن اتقى والهادى
لمن اهتدى والمسيح لمن استشقى. بقية الانبياء خاتم الاوصياء خليفة الاتقيا
وسدرة المنتهى كاشف الغطاء صاحب الدولة القاهرة والصولة الظاهرة
والكرة البيضاء والغيبة الكبرى. الطامس لآثار الضيق والاهواء والجامع الكلم

عَلَى التَّقْوٰى۔ اَلْقَاطِعُ لِحَبَائِلِ الْكِذْبِ وَالْاِفْتِرَآءِ وَالْمُؤَلِّفُ لِشَمْلِ الصَّلَاحِ وَالرِّضَآءِ
وَجْهُ اللّٰهِ الَّذِیْ یَتَوَجَّهُ اِلَیْهِ الْاَوْلِیَآءُ وَبَابُ اللّٰهِ الَّذِیْ مِنْهُ یُؤْتٰی۔ اَلطَّالِبُ بِذُحُوْلِ
الْاَنْبِیَآءِ وَاَوْلَادِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْاٰخِذُ لِثَارِ الْمَقْتُوْلِ بِكَرْبَلَا۔ اَلْمُظَفَّرُ عَلٰی مَنِ اعْتَدٰی عَلَیْهِ وَ
افْتَرٰی اَلْمُضْطَرُّ الَّذِیْ یُجَابُ اِذَا دَعَا۔ اَلْمُدَّخَرُ لِتَجْدِیْدِ الْمِلَّةِ وَالشَّرِیْعَةِ الْبَیْضَآءِ
اَلْمُؤَمَّلُ لِاِحْیَآءِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْغَرَّآءِ وَالْمُنْتَقِمُ مِنَ الْعِدٰی اَلْمُبَشَّرُ بِالْاَوْلِیَآءِ وَ
الْمَذْكُوْرُ فِیْ زُبُرِ الْاَنْبِیَآءِ۔ اَلْمَعْرُوْفُ فِی الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی وَالْمَنْعُوْتُ فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی
صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی۔ اَلْمُؤَیَّدُ بِمَلَآئِكَةِ السَّمَآءِ وَالْمَدْعُوُّ بِخَلِیْفَةِ اللّٰهِ۔ اَلْمُكَمِّلُ
لِشَرَآئِعِ الْاَنْبِیَآءِ صَاحِبِ یَوْمِ الْفَتْحِ وَنَاشِرُ رَایَةِ الْهُدٰی۔ الَّذِیْ وَعَدَ اللّٰهُ اَنْ یُّظْهِرَ
بِهٖ دِیْنَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ اَهْلُ الْغَیِّ وَالْعَمٰی وَیَمْلَأُ بِهِ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا۔
اَلصَّمْصَامُ الْمُنْتَضٰی وَالسَّیْفُ الْمَسْلُوْلُ عَلَی الْعِدٰی۔ اَلْحُجَّةُ ابْنُ الْحَسَنِ الْاِمَامُ الْمُنْتَظَرُ
الْمَنْصُوْرُ بِالْاٰیٰتِ الْكُبْرٰی۔ اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ فَرَجَهٗ وَسَهِّلْ مَخْرَجَهٗ وَاَوْرِدْنَا مَنَاهِلَهُ الرَّوِیَّةَ
فَتَرْوٰی وَیُشْفٰی غَلِیْلُ صُدُوْرِ اَهْلِ الظَّمَاءِ وَتَنْتَفِعُ مِنْ عَذْبِ مَآئِهٖ فَقَدْ طَالَ الصَّدٰی
وَاَعْمِمِ اللّٰهُمَّ بِهٖ بِلَادَكَ وَاَحْیِ بِهٖ عِبَادَكَ وَانْتَقِمْ بِهٖ مِنْ خَالَفَكَ وَلَا تَتْرُكْ عَلَی
الْاَرْضِ اَحَدًا مِّمَّنْ عَصٰی وَغَوٰی وَتَرَكَ سَبِیْلَ الْهُدٰی وَاَرِنَا سَیِّدَنَا وَاِمَامَنَا یَا شَدِیْدَ
الْقُوٰی۔ اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا وَّنَرَاهُ قَرِیْبًا۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ
وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی
وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ
بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا
یُشْرِكُوْنَ۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الَّذِی
ارْتَضٰی۔ اِذْ اَوْحٰٓی اِلَیْهِ مَآ اَوْحٰی اِذْ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَمَا
ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی وَلَهُ الْحَمْدُ
فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی۔

(۱) دیانتِ اسلام، کا مبنیٰ اصول نظریہ و براہین عقلیہ ہیں۔ اور یہی اس کی حقیقت و صداقت کی دلیل ہے۔ عقل، وجود انسان میں ہادی اوّل ہے۔ اور اسی واسطے کلام حمید مجید میں جابجا غور و فکر کرنے اور عقل سے کام لینے کی ترغیب دلائی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ "اے پیغمبر ان سے قصص امم سابقہ و انبیاء سابقین بیان کر تاکہ یہ لوگ ان میں غور و فکر کریں۔ اور ان سے عبرت حاصل کریں" إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ "بیشک اس میں اہل فکر کے لئے بہت سی نشانیاں موجود ہیں" وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ "اہل فکر کے لئے ہم اپنی آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں" لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ "ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے اس میں تمہارا ذکر تمہارے لئے عبرت ہے۔ پس تم کیوں اس پر عقل سے کام نہیں لیتے" أُفٍّ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ "حیف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے ہو کہ یہ پتھر کی مورتیں جن کو تم نے خود اپنے ہاتھ سے تراشا ہے اور جو محض بے حس و بے شعور ہیں۔ نہ تم کو کوئی نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان۔ قابل عبادت نہیں ہیں" إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ "ہم نے اس کلام پاک کو ایک کتاب فصیح کی صورت میں نازل کیا ہے۔ کہ شاید تم لوگ اس میں تدبر کرو" وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ "وہ اپنی نشانیاں تمہیں دکھاتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ تم عقل سے کام لو۔ اور غور کرو" اور اسی مضمون کی بہت سی آیات ہیں۔ جن میں تدبر و تامل و تعقل اور تفکر کی رغبت دلاتا ہے۔ اور اسی واسطے کہ اصول حقہ دیانت اسلامیہ تماماً اصول عقلیہ و فطرتِ عالم کے مطابق ہیں۔ اور حق کو دلائل و براہین سے لینے کا حکم دیتا ہے۔ منکرین سے برہان طلب کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ "اگر تم اپنے دعوے بت پرستی و کفر وغیرہ میں سچے ہو۔ تو اس کی دلیل قطعی و یقینی بیان کرو" اور فرماتا ہے۔ کہ دین کو بصیرت سے حاصل کرو۔ اور ہمارا پیغمبر بصیرت کے ساتھ دین کی دعوت دیتا ہے۔ قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي "اے پیغمبر کہہ دو کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس راستے سے بصیرت کے ساتھ لوگوں کو خدا کی دعوت دیتا اور بلاتا ہوں۔ میں بھی اور جس نے میرا اتباع کیا ہے وہ بھی از روئے بصیرت دعوت دیتا ہے" پیغمبر سمجھ کر اور بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہے۔ اور لوگوں کو بصیرت ہی کے ساتھ بلاتا ہے کہ سمجھ کر دین کو اختیار کریں۔ اندھا دھند نہ آئیں۔ اور اندھی تقلید کی سخت مذمت فرماتا ہے۔ اور ان لوگوں کو سرزنش

فرماتا ہے۔ جو اندھا دھند رسومات لایعنی اور عقائد مہملہ باطلہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جب ان سے دلیل و برہان طلب کیا جاتا ہے۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ اپنے آبا و اجداد کو ایک طریقے پر پایا۔ اور ہم بھی انہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ جو لوگ آیاتِ الٰہی، صحیفۂ قدرت، قانونِ فطرت میں غور و فکر نہیں کرتے اور اندھوں، بہروں اور احمقوں کی طرح ان کو دیکھتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ ان کو خدا چارپایوں سے بدتر فرماتا ہے۔ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ان کے دل ہیں مگر ان سے ادراک نہیں کرتے۔ ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے نہیں دیکھتے۔ ان کے کان ہیں مگر وہ نہیں سنتے۔ یہی لوگ مثل چارپایوں کے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر اور بھٹکے ہوئے اور یہی دراصل غافل کہلانے کے مستحق ہیں"۔

لیکن عقل کی جلا علم سے ہوتی ہے۔ اور تجربہ و مشاہدہ شہادت دیتا ہے۔ کہ علمِ انسان بہت تھوڑا اور محدود ہے اور اسی کی تائید وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ (نہیں دیا گیا ہے تم کو علم میں سے مگر بہت ہی تھوڑا سا) سے ہوتی ہے جس کی تفصیل آئندہ معلوم ہو گی۔ اس لئے ہماری عقل تمام حقائق و ماہیات اور جملہ اصول فطریہ اور قوانین قدرت پر احاطۂ تامہ نہیں رکھتی۔ اور جہاں تک احاطہ رکھتی بھی ہے وہ بھی کلیات پر نہ جزئیات پر۔ اور خدا جو ہر ایک کو تعقل کی ترغیب دیتا ہے۔ اور ہر ایک مخالف و مخاصم سے برہان (دلیل قطعی) طلب کرتا ہے۔ ضرور ہے کہ اس نے جو کتاب نازل کی ہے۔ وہ تمام اصول عقلیہ فطریہ و جملہ قوانین قدرت پر حاوی ہو۔ اور ہر ایک امر اس میں مطابق و موافق قانون قدرت ہو۔ کیوں کہ صحیفۂ قدرت اس کی کتاب وجودی و فعلی ہے۔ اور قرآن شریف کتاب قولی۔ اور اس کا قول و فعل دونوں موافق ہونے ضروری ہیں۔ اور اس لئے چاہیئے۔ کہ مبین و مفسر و مبلغ جو اس کو ہمارے پاس لایا ہے وہ بھی عقل کل اور جملہ حقائق پر حاوی ہو۔ ورنہ وہ ایسے قانون کا مبلغ و معلم و مفسر و مبین نہیں ہو سکتا۔ لہذا کتاب خدا برہان مطلق ہے۔ اور مبلغ کتاب اور اس کا رسول بھی برہان مجسم اور ہر ایک شے بدلائل و براہین عقلیہ و فطریہ روشن ہے۔ اور اسی واسطے فرماتا ہے۔ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا تحقیق کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے برہان مجسم آیا ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف نور درخشاں نازل کیا ہے"۔ پس جب ہماری عقول ناقص ہیں اور ہمارے علوم ناقص۔ اور کتاب خدا مطابق و موافق قانون فطرت و صحیفۂ قدرت ہے۔ اور پیغمبر عقل کل و نور مجسم ہے۔ مدرک احکام صحیفۂ وجودی کے ساتھ کتاب اللہ و رسول اللہ ہے۔ اور بحکم "مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ" وہ رسول اپنی طرف اور اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے وحی خدا ہے۔ جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔ ایک دوسرے سے جدا اور دو چیزیں نہیں ہیں۔ قولِ خدا اور قولِ پیغمبر دونوں ایک ہی ہیں۔ صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ اس لئے اگرچہ اصول و احکام اسلام تمام تر فطرتِ عالم اور اصول عقلیہ کے مطابق ہیں۔ مگر بمقامِ وثوق و اعتماد ہیں ہم ناقص العقول ناقص

السلام کے لئے کتاب اور سنت (حدیث رسولؐ) کا مقدم رکھنا ضروری ہے۔ قوانین الٰہیہ پر ہم اپنی عقل ناقص کے اختراعات کو مقدم نہیں رکھ سکتے۔ ہمارا از روئے عقل ہی یہ فرض ہوا۔ کہ ہم اپنی عقل کو قانون الٰہی اور بیان رسالت پناہی سے صحیح و درست اور اس کے مطابق و موافق کریں۔ نہ کہ قوانین الٰہیہ کو خواہ مخواہ اپنی خواہش اور اختراعات عقلیہ کے مطابق تاویلیں کریں۔ جو ہماری عقل کے مطابق ہو۔ اس کو اختیار کریں۔ اور جو اس کے مطابق نہ ہو اس کو رد کریں۔ اور صاف انکار کر بیٹھیں۔ مقتضائے عقل یہ ہے۔ کہ جہاں تک ہمارے ادراکات عقلیہ و معلومات صحف الٰہی و قانون خدائی کے موافق ہوں۔ ان کو صحیح سمجھیں۔ اور جہاں مخالف ہوں اور ہماری عقل کی رسائی نہ ہو۔ وہاں ٹھہر جائیں اور غور کریں۔ عقل انسان کو مطلق العنانی کی کبھی اجازت نہیں دیتی۔ اَلْعَقْلُ عِقَالٌ عقل انسان کے لئے ایک حد مقرر کرتی ہے۔ اور اس سے باہر نہیں جانے دیتی۔ نیز روکتی ہے۔ فریضۂ عقل یہ ہے۔ کہ نہ تو ہر ایک کے قول و فعل کی بلا تدبر و تفکر پیروی کی جائے۔ اور نہ قانون قدرت صحیفۂ فطرت و آیات الٰہی کی اپنی عقل و سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے تکذیب کر دی جائے۔ جبکہ مسلم ہے کہ عَدَمُ الْوِجْدَانِ لَیْسَ یَدُلُّ الْعَدَمِ۔ کسی چیز کا نہ پانا۔ ہمارا اس تک نہ پہنچنا۔ اس کا ادراک نہ کرنا یا اس کی حقیقت کو نہ پہچاننا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اور اس لئے کسی چیز کا محض اس لئے انکار کر دینا اور اس کی تکذیب کرنا کہ وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ دانائی نہیں محض بے عقلی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہمارا علم اور احاطۂ عقلی نہایت محدود ہے۔ اور بہت سی معلومات و ادراکات میں ہم غلطی کرتے ہیں۔ اور ایک مدت کے بعد غلطی پر مطلع ہوتے ہیں۔ اور اکثر نہیں بھی ہوتے۔ کلام خدا اور بیان رسولؐ کی طرف رجوع کئے بغیر چارہ نہیں۔ بنا بریں ہم اس کتاب میں یہی اصل مقدم رکھیں گے۔ کہ ہر ایک امر کو خدا کے قانون قولی و فعلی و بیان عقل کل ذوات مطلق سے ثابت کریں۔ اور جہاں تک ہماری رسائی ہے۔ قانون قولی کو قانون فعلی و صحیفۂ قدرت سے مطابق کرتے جائیں۔ اور عقل و نقل دونوں ساتھ ساتھ رہیں۔ تاکہ پڑھنے والوں کو اطمینان حاصل ہو۔ پہلے سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ جو امر یقینی و قطعی طور پر کتاب اللہ (قرآن شریف) اور سنت رسولؐ (حدیث شریف) سے مطابق صحیفۂ قدرت و قانون فطرت ثابت ہو جائے۔ وہ کسی استبعاد عقلی سے (یعنی اس کہنے سے کہ یہ ہماری عقل سے بعید ہے۔ ہماری سمجھ سے باہر ہے) باطل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ محض تخیلات باطلہ و قیاسات رکیکہ واہیہ یا تعصبات جاہلانہ اس کے بطلان کا باعث ہو سکیں۔ اگر ایسا ہو۔ تو دنیا میں حق و باطل و صدق و کذب کوئی چیز نہ رہے گا۔ اور کسی کی صداقت و حقانیت پر کوئی دلیل قائم نہ ہو سکے گی۔ حالانکہ یہ مسلم و محقق و جملہ اہل عالم میں متفق علیہ ہے۔ کہ سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ۔ حق حق ہے اور باطل باطل۔ تمام بنی آدم بلا استثناء اس میں متفق ہیں۔ کہ رحم اچھا ہے۔ ظلم برا ہے۔ عدل و انصاف حق ہے اور ظلم و بے انصافی باطل۔ سچ اچھا ہے اور جھوٹ برا۔ وغیرہا۔ اور اسی واسطے ایسے اصول عقلیہ کو مستقلات عقلیہ کہتے ہیں۔ یقین کے مقابلہ میں ظن و گمان و قیاس کوئی چیز نہیں۔ نہ دینی امور میں اور نہ دنیاوی معاملات میں دلائل کے ہوتے توہمات و تخیلات و قیاسات رکیکہ واہیہ محض بے بنیاد ہیں۔ ہاں وہ اہل باطل کو مایہ ناز سمجھتے رہے ہیں اور سمجھتے ہیں۔

جو نورِ عقل سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ دینِ الٰہی کی بنا ہرگز ظن و قیاس پر نہیں۔ فَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا "ظن ہرگز حق کی راہنمائی نہیں کر سکتا"۔ وَاِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ "بعض گمان گناہ شمار ہوتے ہیں"۔ اور رد مجید حق عزّ و جلّ ظن اور اہلِ ظن یعنی گمان پر عمل کرنے والوں کی مذمت اور ان کو سرزنش فرماتا ہے۔ وَاِنَّ دِيْنَ اللهِ لَا يُصَابُ بِالْقِيَاسِ "دینِ خدا قیاس سے حاصل نہیں ہو سکتا"۔ اوّل ہلاک کنندۂ انسان قیاس ہی ہے۔ اور عالم میں اوّل فتنہ قیاس ہی سے پیدا ہوا ہے اور اوّل قیاس کنندہ شیطان ہے۔ کہ اپنے جسم کو جسمِ آدمی پر قیاس کر کے معرفتِ مقامِ نبوت و خلافتِ الٰہیہ سے محروم رہ کر ہمیشہ کے لئے مردود و ملعون و رجیم ہوا۔ اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں آدمی اسی تقلید میں اس قیاس فاسد کی بدولت گمراہ ہو گئے۔

جب ایک امر ممکن اور مطابق فطرتِ عالم مؤید بمستقلاتِ عقلیہ اور مستند بکتاب و سنت ہو۔ وہ صرف اس کہنے سے کہ "ہم ایسا نہیں ہو سکتا"۔ "یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا"۔ "یہ ہوتا۔ تو یوں ہوتا"۔ "ایسا ہے۔ تو یوں کیوں نہیں ہے"۔ باطل اور رد نہیں ہو سکتا۔ چون و چرا اور ما اگر چہ مگر چہ و چنانچہ۔ لما و بما و اینما و لم و لا و لیت و لعل و غیرہ دلائلِ عقلیہ و براہینِ قطعیہ و نصوصاتِ قرآنیہ و احادیثِ متواترہ صحیحہ کو ساقط و باطل نہیں کر سکتے۔ جو لوگ ایسے تخیلات و توہمات و خیالات رکیکہ واہیہ اور اس قسم کی فضول و مہمل بکواس سے امورِ قطعیہ یقینیہ میں شک و شبہ کر بیٹھتے ہیں۔ یہ ان کے ضعفِ ایمانی و عدمِ معرفتِ احکامِ اسلام کی دلیل ہے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ "جس بات کا علم و یقین نہ ہو جائے محض تخیلات و قیاسات کی بنا پر اس کے پیچھے لگ جانا خلافِ دیانت و مقتضائے عقل ہے۔ کفار و مشرکین جو منکرِ نبوت و رسالت ہیں۔ اور وہ ملحد اور دہریئے جو وجودِ خدا سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے انکار اور تکذیب کا مبنیٰ بھی اسی قیاس اور ایسے ہی تخیلات پر ہے (جیسا کہ آئندہ مفصل بیان ہوگا) ورنہ دلائلِ بیّناتِ پیغمبری کبھی بھی در اصل غلط و باطل و قابلِ عدم و ثوق و اعتماد نہ تھیں اور نہ ہیں۔ اور آیاتِ الٰہیہ کبھی فی الحقیقت محلِ شک و ریب نہیں ہو سکتیں۔ اَلْحَقُّ اَبْلَجُ "حق ہمیشہ روشن و درخشاں ہے"۔ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ "زمین میں خدا کی بیشمار نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود تمہارے وجود میں اور تمہارے نفسوں میں موجود ہیں۔ کیا تم بصیرت سے کام نہیں لیتے اور غور نہیں کرتے"۔ ان استبعادات و شبہات و تخیلات و توہمات۔ و قیاسات اور جاہلانہ تعصبات سے نہ نبی کی نبوت باطل ہوئی۔ اور نہ رسول کی رسالت اور نہ خدا کی ربوبیت و الوہیت منکرین نے اپنی ہی دنیا و آخرت خراب کی اور یہی حال ان کے قدم بقدم چلنے والوں کا ہوگا۔ اَتٰۤى اَمْرُ اللهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

(۲) اہلِ اسلام میں یہ بھی مسلم و محقق ہے۔ کہ آیاتِ کلامِ حمید مجید بعض محکم ہیں۔ اور بعض متشابہ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ "بعض آیاتِ قرآن محکم ہیں اور بعض دوسری متشابہ اور آیاتِ محکمات ہی اصل مرجع کتاب ہیں۔ اور متشابہات محتاجِ تاویل ہیں۔ کیوں کہ متشابہات وہی ہیں جن میں

چند معنی کا احتمال ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ مقصود خدا و مطلوب الٰہی ایک ہے۔ لہذا اس کو اصل کی طرف لوٹانا اور اس کی تاویل کرنا ضروری ہوا۔ اور تاویل سوائے خدا اور کوئی نہیں جانتا۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ کیونکہ تاویل کے معنی معنی ظاہری و مفہوم ظاہری کو اصل حقیقت کی طرف لوٹانا ہے۔ اور اصل حقائق کا اولاً و بالذات جاننے والا خدا ہے۔ اور بعد ازاں واقف حقائق و ماہیات اس کے اس قانون کا مبلغ اور اس کا رسولؐ ہے جو بتعلیم الٰہی سب کا علم رکھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ مبلغ قانون ہے۔ اور بعد پیغمبرؐ وہ شخص جس کو یہ قرآن پہنچا اور اس کے ذریعہ سے وہ ہادی اُمت اور ان کو ڈرانے والا قرار پایا۔ أُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ مجھ کو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں اور ہدایت کروں۔ اور وہ شخص جس کو میرے بعد یہ قرآن پہنچے۔ بعد پیغمبرؐ وہی عالم تاویل و عالم اصل حقائق ہے۔ جس کو کل علم قرآن من جانب اللہ عطا ہو گیا ہے۔ اور جن کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہے۔ کیونکہ اصل حقائق پر اطلاع انہی لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جن کو خالق حقائق و ماہیات اور خود صاحب کلام تعلیم دے۔ اور یہی اشخاص بعد پیغمبرؐ اوصیاء و خلفاء اور جانشین پیغمبرؐ ہیں۔ جیسا کہ آئندہ ثابت ہو گا۔ پس بعد پیغمبرؐ وہی عالم حقائق و عالم تاویل ہوئے۔ لہذا عالم تاویل خدا ہوا یا وہ جس کو وہ تعلیم دے۔ اور وہ اس کا پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کے اوصیاء ہیں اور وہی راسخون فی العلم ہیں۔ جن کے علم میں تغیر و تبدل و زوال نہیں ہے۔ اور ان کی ذات کے ساتھ قائم و ثابت ہے۔ علماء جن کا علم ہر روز بدلتا رہتا ہے۔ اور ایک دوسرے سے اختلافات رکھتے ہیں۔ ہرگز راسخون فی العلم نہیں کہلا سکتے۔ پس ہر صورت میں خواہ اللہ پر وقف یا والراسخون فی العلم پر۔ اور راسخون فی العلم پر عطوف۔ بعد خدا تاویل کے جاننے والے پیغمبرؐ اور اوصیاء پیغمبرؐ ہیں اور وہ چونکہ تمام محکم و متشابہ کا علم رکھتے ہیں۔ ان کا قول یہ ہوتا ہے۔ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ اور راسخون فی العلم جو کہتے ہیں۔ کہ ہم اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ کل کا کل محکم و متشابہ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ اور سب حق و صدق ہے۔ اور نہیں عبرت حاصل کرتے مگر اہل عقل۔ چنانچہ یہی اوصیائے پیغمبرؐ و ابواب علوم نبویؐ علیہم السلام اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ نَحْنُ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ وَنَحْنُ نَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ وَرَسُولُ اللهِ أَفْضَلُ الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ قَدْ عَلَّمَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ جَمِيعَ مَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ التَّنْزِيلِ وَالتَّأْوِيلِ وَمَا كَانَ اللهُ لِيُنْزِلَ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يُعَلِّمْهُ تَأْوِيلَهُ وَأَوْصِيَاؤُهُ مِنْ بَعْدِهِ يَعْلَمُونَهُ كُلَّهُ۔ ہم ہی راسخین فی العلم ہیں۔ ہم قرآن کی تاویل جانتے ہیں اور رسول خدا افضل الراسخین فی العلم ہیں۔ اللہ نے ان کو تاویل و تنزیل کا کل علم دے دیا ہے۔ اور خدا ایسا نہیں ہے کہ اپنے پیغمبرؐ پر ایک چیز نازل کرے۔ اور اس کا علم اس کو نہ دے۔ اور اس کے اوصیاء اس کے بعد کل تنزیل و تاویل کو جانتے ہیں۔

پس جو دوسرا شخص بلا تعلیم الٰہی فہم تاویل قرآن کا دعوے کرے۔ کاذب اور مفتری ہے۔ وَمَنْ أَظْلَمُ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جو خدا پر افترا کرے۔ اور جھوٹ بولے۔ علماء اگر جان سکتے ہیں۔ تو محض ظاہر محکمات کو نہ تاویل متشابہات۔ نہ باطن و حقائق کو اور نہ تفاصیل جزئیات و علل احکام۔ مگر جو بڑے ایمان ہیں۔ اور جن کے دلوں میں مرض نفاق و کجی ہے۔ وہ متشابہات ہی کو اپنا دام تزویر بناتے ہیں اور فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ چنانچہ خدا ان الفاظ میں ان کی خبر دیتا ہے۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ یعنی لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے۔ اور سیدھے ہی نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ متشابہات ہی کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ و فساد برپا کریں۔ اور حسب دلخواہ اس کی تاویلیں گھڑ گھڑ کر لوگوں کو دام تزویر میں پھنسا کر دین کو لوٹنے اور خوش قیمت سلطانوں و نبوریہ کے عوض حق بیچیں۔ آیات متشابہات کی اپنے دل سے تاویلیں گھڑ کر دیانت اسلام کو خراب اور اپنی دنیا کو آباد کرنا اوّل بیدینی ہے۔ آیات محکمات چونکہ ام الکتاب اور مرجع کتاب ہیں۔ اس لئے مسلمان کے لئے ضروری و لازمی ہے کہ متشابہات کو محکمات کی طرف رد کرے۔ اگر ان کے مخالف نہ ہوں اور مطلب حل ہو جائے۔ اور بعض آیات بعض کی تفسیر کر دیں تو بہتر۔ ورنہ واجب ہے کہ قول پیغمبر کی طرف رجوع کیا جائے۔ جو مبیّن قرآن و مفسر قرآن و عالم تاویل و تنزیل و تمثیل قرآن اور خدا کی زبان گویا ہے۔ اور بعد اس کے قول وصی کی طرف۔ اور صحیح تاویل قرآنی وہی ہے۔ جو صحیح قول پیغمبر یا وصی پیغمبر کے مطابق و موافق ہو۔ اپنے دل سے اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے۔ ہزار تاویلیں بنا لینا ممکن ہے۔ مگر اس کو دیانت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے اس کی قرارگاہ جہنم میں ہے) مسلّم و متفق اہل اسلام ہے۔ اپنی رائے سے تفسیر کرنا بھی موجب جہنم ہے چہ جائیکہ تاویل۔

پس محکم و متشابہ کے سوا قرآن میں عموم و خصوص ہے۔ اطلاق و تقلید ہے۔ ابہام و تبیین ہے۔ اجمال و تفصیل ہے۔ اور نسخ و ترجیع ہے۔ اور عام کی تخصیص مطلق کی تقلید۔ مبہم کا بیان و تفسیر۔ مجمل کی تفصیل اور ناسخ و منسوخ کی تمیز و تشخیص ضروری و لازمی ہے۔ اور قرآن کی بعض آیات تو بعض دوسری آیات کی تقلید یا تخصیص یا تفصیل کرتی ہیں۔ لیکن ہر ایک تفصیل و تعمیم و تخصیص ظاہری الفاظ قرآن سے معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ کام مبیّن قرآن اور مبلّغ قرآن اور معلّم قرآن ہی کا ہے۔ اور اوّل مبیّن و مفسر و مبلّغ اور معلّم قرآن پیغمبر ہے۔ خدا نے اس کو تعلیم دیا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ رحمان نے قرآن پڑھایا۔ اور وہ دوسروں کو تعلیم دیتا ہے۔ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ تمہیں کتاب و حکمت پڑھاتا ہے۔ اور بعد پیغمبر وہی اوصیائے پیغمبر معلّم و مبلّغ و مبیّن قرآن ہیں۔ جو علم من جانب لدنی رکھتے ہیں۔ لہذا جو آیات قرآن میں مثلاً مطلق ہیں۔ ان کی تقلید اور جو مبہم ہیں ان کا بیان و تفسیر اور جو مجمل ہیں ان کی تفصیل اگر خود دوسری آیات میں موجود ہو تو بہتر ورنہ ضروری و لازمی ہے۔ کہ اصل مبیّن و مفسر و مبلّغ و معلّم قرآن کی طرف رجوع کیا جائے۔ ان کے اتباع بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اور جو تفصیل و تفسیر وہ کریں۔ وہ صحیح اور درست ہے۔ تمام تفاصیل و تفاسیر پر احاطہ ہم ناقص العلوم کے لئے محال ہے۔ یہ کتاب ایک کتاب ہے۔ اور اس

میں جملہ علوم ہیں نہایت اختصار و اجمال کے ساتھ۔ کیوں کر بلا معلم اور استاد اس کا علم ہم کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جبکہ معمولی معمولی کتابیں اور معمولی علوم بلا استاد حاصل نہیں ہوتے۔ کتاب پیغمبر پر نازل ہوئی ہے نہ ہم پہ۔ پس وہی اس کا حقیقی علم رکھتا ہے۔ اور ہم سے بیان کرنے اور ہم کو سمجھانے کے لئے اور ہمیں تعلیم دینے اور ہم پہ تلاوت کرنے کے واسطے پیغمبر آیا ہے مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ اے پیغمبر ہم نے نہیں نازل کیا ہے تجھ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ تو بیان کر دے ان سے وہ تمام باتیں جن میں یہ اختلاف رکھتے ہیں۔ پس مُنَزَّل علیہ پیغمبر ہے نہ ہم لوگ۔ اور لوگوں سے بیان کرنے والا پیغمبر۔ پس اگر ہم لوگ خود اس کی تمام کلیات و جزئیات و تفصیلات و تاویلات و تفسیرات کو نہ سمجھیں۔ تو کوئی ہرج اور کوئی اعتراض نہیں جبکہ مبین و مفسر ان کے لئے موجود ہے۔ اس کو پہچانیں اور اس سے لیں۔ اگر کتاب تمام تفاصیل حقائق کتاب خود بتلا دیتی اور خود ہی معلم و ہادی ہوتی۔ تو پھر یقیناً پیغمبر کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اور اس لئے پیغمبر مفسر و مبیّن قرآن ہو کر آیا ہے۔ اور ہمیں قرآن اس سے لینے کی ضرورت ہے۔ اور بلا اس کی پیروی کے چارہ نہیں۔ صحیح تفسیر و تاویل وہی ہے۔ جو مبین و مفسر قرآن بتلائے۔ پس یہ ثابت ہو جائے۔ کہ فلاں بات پیغمبر نے بیان فرمائی ہے۔ فلاں آیت کی یہ تفسیر کی ہے۔ فلاں آیت سے یہ استنباط کیا ہے۔ اور ظواہر قرآن کے خلاف بھی نہ ہو۔ تو پھر خواہ اس کی علت سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ اس کو مان لینا ہمارا فرض ہے۔ ہاں سمجھنے کی کوشش کرنا ممنوع نہیں۔ لیکن نافہمی سے انکار کر دینا بے دینی ہے۔ اور مطابقت حدیث و آیت کے یہی معنی ہیں۔ کہ ظواہر آیات مخالف و متناقض احادیث نہ ہوں۔ ورنہ مطابقت بلفظہٖ محال ہے۔ فافہم ؛

(۳) احادیث بھی مثل آیات قرآن محکم۔ متشابہ۔ عام۔ خاص۔ مطلق۔ مقید۔ مبہم۔ مبیّن۔ مجمل۔ مفصل اور ناسخ و منسوخ ہیں۔ کیونکہ رسول اور اوصیاء رسول مامور ہوتے ہیں۔ کہ ہر ایک شخص سے اس کے علم و فضل و عقل و فہم اور ہر موقع و مقام کے مطابق و موافق عمل کریں: کلموا الناس علےٰ قدر عقولہم۔ پس جس طرح آیات میں متشابہ کی تاویل۔ عام کی تخصیص مطلق کی تقیید۔ مبہم کی تبیین و تفسیر۔ مجمل کی تفصیل اور ناسخ و منسوخ کی تفتیش و تشخیص کے لئے مبین و مفسر قرآن رسول خدا اور اوصیاء رسول کے اقوال اور دوسری آیات مفسرہ و مفصلہ کے جمع کرنے اور ان میں تطابق و توافق کرنے اور ان کی اصل مراد و مفاہیم و مصادیق معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی بعد صحت و قطعیت حدیث عمومات کی تخصیص اطلاقات کی تقیید اور متشابہات کی تاویل صحیح معلوم کرنا اور ناسخ و منسوخ کو پہچاننا ضروری ہے۔ تاکہ ان کے اصل مفہوم و معنی معلوم ہوں۔ اسی واسطے جمع بین الاحادیث ایک اہم مرحلہ ہے۔ اور اس لئے حدیث کے محض الفاظ ظاہریہ پر دارو مدار نہیں ہو سکتا۔ ان میں بھی تدبر و تفکر و تعقل ضروری ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ خواہ مخواہ اپنا ولی مدعا اور اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے حدیث کی تاویل کر لی جائے۔ بلکہ جو حال آیات کا ہے۔ وہ ہی احادیث کا۔ فافہم ؛

(۴) یہ امر اہلِ اسلام میں متفق علیہ ہے۔ کہ اسلام میں جھوٹی حدیثیں بہت بنائی گئی ہیں۔ اور آنحضرتؐ پہ
افترا کیا گیا ہے۔ بلکہ آنحضرتؐ کے زمانے ہی میں جھوٹی حدیثیں بننے لگ گئی تھیں۔ اور آپ نے مجمع عام میں بر سر منبر
فرمایا: "اَیُّھَا النَّاسُ کَثُرَ عَلَیَّ الْکَذَّابُوْنَ اَلَا وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ" لوگو! آگاہ
رہو۔ کہ مجھ پر جھوٹ بولنے والے اور افترا کرنے والے بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس آگاہ رہو کہ مجھ پر عمداً جھوٹ بولے گا۔
اس کی جگہ جہنم میں ہو گی۔ ماضی وقت سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور منافقین لباس اسلام میں "تخریب اسلام کے لئے جھوٹے
اقوال پیغمبرؐ کی طرف منسوب کر کے مشہور کرتے تھے۔ مگر ان کے مسلمان صورت ہونے اور بظاہر بڑے متدین و متشرع و متقی
نظر آنے کی وجہ سے بعض سیدھے سادے مسلمان مان لیتے اور ان سے احادیث یاد کر لیتے تھے۔ اور اس نادانستگی کی وجہ
سے ان کی تکذیب نہ کر سکتے تھے۔ اگر وہ جانتے کہ یہ لوگ جھوٹے اور دراصل دشمن اسلام ہیں۔ کبھی ان سے قبول نہ کرتے
پھر بنی امیہ کے زمانے میں فضائل بنی امیہ بیان کرنے اور اہل بیتؑ کا نام مٹانے کی غرض سے جس قدر احادیث وضع کی
گئیں۔ وہ ان پر مزید ہیں۔ اور اسی وجہ سے اہل اسلام میں احادیث مجعولہ و موضوعہ کا وجود متفق علیہ ہے۔ اور اسی واسطے
صحیح و غیر صحیح اور موضوع و غیر موضوع کے پہچاننے کے لئے اصول مقرر کئے گئے ہیں۔ روات و رجال کی جانچ پڑتال
کی جاتی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں جھوٹی حدیثوں کا یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ محمد ابن اسمٰعیل بخاری فرماتے ہیں۔ کہ میں نے چھ لاکھ
حدیثیں دیکھیں۔ جن میں سے یہ چھ ہزار انتخاب کی ہیں۔ جو صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ یعنی باقی پانچ لاکھ چورانوے ہزار ان
کے نزدیک یقینی اور قطعی طور پر باطل اور موضوع و مجعول ثابت ہوئیں۔ اور جو صحیح ثابت ہوئی ہیں یا مانی گئی ہیں۔ وہ بھی
اصول علم حدیث اور درایت کی رو سے نہیں۔ بلکہ اپنے علم و فہم و قیاس کی رو سے استخارہ دیکھ دیکھ کر انتخاب کی ہیں۔
اور کتاب میں لکھی ہیں۔ اور اس لئے اب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ جو احادیث ان کتب میں درج کی گئی ہیں۔ وہ یقینی طور
پر صحیح ہیں۔ اور ان میں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔ ابھی ایسی احادیث موجود ہیں۔ جن کو علمائے محققین فریقین صحیح تسلیم نہیں کر سکتے
جیسا کہ مثلاً صحیح بخاری ہی میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھ پر یونس بن متی کو فضیلت و ترجیح نہ دو۔" حالانکہ خدا اپنے
پیغمبرؐ کو قرآن میں صاف حکم دیتا ہے: "فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْتِ" اے
پیغمبرؐ ایسا صبر کرو۔ جیسا کہ بڑے بڑے انبیاء اولو العزم نے کیا ہے۔ اور مثل صاحب حوت (یونسؑ) نہ ہو۔ حضرت یونسؑ
انبیاء اولو العزم میں بھی داخل نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ جناب ختم المرسلینؐ سے افضل ہو جائیں۔ مسلمۂ اہل اسلام ہے۔ کہ آنحضرتؐ
جملہ انبیاء سابقین سے افضل ہیں۔ اور کلام حمید مجید کی بہت سی آیات دال ہیں۔ بلکہ تمام انبیاء سابقین حضرتؐ کی
امت میں داخل ہیں۔ اسی طرح خدا کا جہنم میں اپنی ٹانگ ڈالنا اور جہنم کا پُر ہو جانا وغیرہ وغیرہ ایسی صحیح میں مذکور ہیں۔ جن کو
علماء محققین اسلام تسلیم نہیں کرتے۔ اس واسطے یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اب ان میں تدبر و تفکر و تامل و تعقل۔ جرح و تنقید
تجریح و تعدیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس لئے دیانت اسلامؐ مقتضائے عقل اور ہمارے مذہب کا یہ مقتضا ہرگز

نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم کہیں کہ فلاں کتاب حدیث بالکل صحیح ہے۔ اور کلام خدا سے دوسرے درجے پر ہے۔ اور جس طرح کلام الٰہی میں شک و شبہ کرنا موجب کفر ہے۔ اس طرح کتاب کی احادیث میں شک و شبہ اور جرح و قدح موجب کفر و خروج از اسلام ہے۔ نہیں بلکہ جس طرح اب سے پہلے احادیث کی تنقید و تنقیح و تجریح و تبدیل کی ضرورت تھی اب بھی ہے۔ خصوصاً جبکہ اخذ و انتخاب و نقل احادیث میں یہ بھی خیال رکھا گیا ہو مسلم بن الحجاج فرماتے ہیں۔ کہ جابر بن یزید جعفی کو ستر ہزار (یا پچاس ہزار) حدیثیں یاد تھیں۔ جو سب کی سب بسلسلہ ذہبیہ و نسبت مقدسہ آنحضرتؐ سے منقول تھیں۔ لیکن رواۃ نے اس سے اس لئے ان احادیث کو نہ لیا۔ کہ وہ رجعت کا قائل ہو گیا تھا جو معتقدات شیعہ سے ہے۔ (پچاس ہزار احادیث رسول خدا اس لئے ترک کر دی گئیں۔ کہ راوی شیعہ تھا۔ اور محدث اور جامع احادیث سُنّی المذہب۔ یہی طریقہ محدثین نے دوسرے رواۃ کے ساتھ بھی برتا ہوگا۔ اور وہی حدیث لی ہوگی جو اپنے خیال کے مطابق ہوگی اور راوی اپنا ہم مشرب۔ بنابریں احادیث کی تنقید و تنقیح کی اشد ضرورت ہے۔ نفس قول عالم یا کتاب دراصل حجت شرعی اور مدرک احکام دینی نہیں ہے۔ بلکہ علماء و محدثین رواۃ احادیث اور اپنی سمجھ اور عقیدے کے موافق ان کے سمجھانے اور پہنچانے والے ہیں۔ اور اس لئے جو کچھ انہوں نے مناسب سمجھا لکھ گئے۔ اور جو کچھ انہیں اچھا لگا یا ثابت ہوا۔ جمع کر گئے۔ ان کے حرف حرف کو وحی الٰہی سمجھنا تعلیم اسلامی نہیں ہے۔ پھر کیسا ہی عالم جید کیوں نہ ہو۔ غلطی و خطا و سہو و نسیان اس سے ممکن ہے۔ کیونکہ معصوم نہیں ہے۔ وَكَمْ تَرَكَ الْأَوَّلُونَ لِلْآخِرِينَ۔ پہلے پچھلوں کی تحقیق کرنے کے لئے بہت کچھ باقی اور نامعلوم چھوڑ گئے ہیں۔ اگر من حیث المجموع تمام علماء فرق اسلامیہ جو تہتر نہیں۔ بلکہ اب تہتر ہزار ہیں۔ باستثناء بعض جمع کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ رطب و یابس سب کچھ لکھ گئے ہیں۔ اور جہاں انہوں نے کچھ تعلیم نبوی کو ظاہر کیا ہے۔ وہاں انہوں نے دنیا میں کوئی عقیدہ باطلہ ایسا نہیں چھوڑا ہے۔ جس کو اپنی کتب میں درج نہ کر لیا ہو۔ اور دیانتِ اسلامی میں نہ گھسا دیا ہو۔ اور سب کو بحیثیت مجموعی آگے رکھ کر دیکھنے سے اسلام بالکل ایک مسخ شدہ صورت میں نظر آتا ہے۔ اور کفر و اسلام میں کوئی فرق و حد فاصل نہیں پائی جاتی۔ الّا وہ لوگ جو ابواب علوم نبویہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور صرف انہی کے اقوال پر دار و مدار رکھتے ہیں۔ مگر ان اقوال متضادہ و متباینہ علماء اسلام سے اصل دیانت اسلامیہ معاذ اللہ جھوٹی و باطل ثابت نہیں ہو سکتی۔ دیانت اسلامیہ کا دار و مدار ان کے اقوال پر نہیں ہے۔ بلکہ اصول فطریہ و مستقلات عقلیہ و اصل کتاب اللہ و اصل قول پیغمبر پر ہے۔ اور براہین و دلائل قطعیہ اسلام اپنے مقام پر محقق و مسلم ہیں۔ پس جب احادیث و اقوال علماء کا یہ حال ہے۔ تو اقوال علما سے گزر کر احادیث سے جانچنے اور پرکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور جب تک اصول فطرت۔ آیات محکمہ قدرت۔ مستقلات عقلیہ اور کتاب و سنت مساوی و موافق و مطابق نہ ہوں یقین قطعی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جب کوئی امر دیانت اسلام میں اصول فطریہ و مستقلات عقلیہ آیاتِ قرآنیہ احادیث نبویہ کے مطابق و موافق ثابت ہو جائے۔ تو پھر وہ ہرگز قابل انکار نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ عام

عقول اس کو ادراک نہ کر سکتی ہوں۔ یا عوام اس پر اطلاع نہ رکھتے ہوں۔ اور اس کی جزئیات و خصوصیات و کیفیات پر احاطہ نہ رکھتے ہوں۔ چہ جائیکہ منافقین و خوارجین و مرتدین و منکرین نبیؐ و قول نبیؐ و مکذبین آیات صحیفہ خدائی کے تخیلات و توہمات و قیاسات فاسدہ رکیکہ و دعا یہ اس کو باطل کر سکیں۔

لیکن تطابق کا مسئلہ بھی نہایت ہی اہم اور مشکل ہے۔ اور یہ عام لوگوں کا کام نہیں ہے۔ جب تک کہ کوئی شخص تمام اصول فطرت عالم و قانون قدرت پر احاطہ نہ رکھتا ہو۔ وہ کس طرح ان سے احادیث یا آیات کو مطابق کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح جو تمام آیات اور ان کے اصلی مفاہیم و مصادیق پر حاوی نہ ہو۔ وہ کیوں کر احادیث کو ان سے مطابق کر سکتا ہے۔ اور احادیث کے آیات قرآنی سے مطابق کرنے یا نہ کرنے میں بعض حضرات کو سخت غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔ اور وہ دراصل اس کا مطلب ہی نہیں سمجھے۔ کہ جو حدیث کتاب اللہ کے مطابق ہو۔ اس کو لو۔ اور جو اس کے مطابق نہ ہو۔ اس کو طرح کر دو۔ وہ اس سے یہ سمجھے ہیں۔ کہ جس حدیث کے الفاظ ظاہریہ الفاظ قرآنی یا ان کے ظاہری مفہوم سے بالکلیہ مطابق ہوں۔ اس کو لو۔ حالانکہ ایسا ہونا محال ہے۔ کیونکہ ثابت اور مسلم ہے۔ کہ پیغمبرؐ مفسر و مبین قرآن ہے۔ اور احادیث نبویؐ یا متشابہات کی تاویل ہیں۔ یا اجمالات کی تفصیل ہیں یا ابہامات کے مفاہیم کی تفسیر۔ پس اگر تاویلات آیات متشابہات قرآن میں اسی تفصیل سے بجنسہ موجود ہوتیں۔ جس طرح کہ پیغمبرؐ نے احادیث میں بیان فرمائی ہیں۔ تو پھر پیغمبرؐ کے بیان کرنے اور احادیث کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور اسی طرح اگر آیات مجملہ کی جملہ تفاصیل آیات ہی میں مذکور ہوتیں۔ اور مبہمات کی تفاسیر مندرج ہوتیں۔ تو کسی حدیث کی ضرورت ہی نہ تھی۔ قرآن میں آیات متشابہات ہیں۔ ان کی تاویلات عالم تاویل خدا کی زبان اور اس کے مبلغ و رسولؐ نے بیان فرمائی ہیں۔ قرآن میں اجمالات ہیں۔ ان کی تفصیل پیغمبرؐ نے کی ہے۔ قرآن میں عمومات ہیں۔ ان کی تخصیص مبین قرآن نے فرمائی ہے۔ اور ان کے موارد بتلائے ہیں۔ قرآن میں اطلاقات ہیں۔ اور جو احکام مطلق ہیں۔ ان کی تقییدات پیغمبرؐ نے بیان کی ہیں۔ یہ سب باتیں با تفصیل کہ جن کو ہر شخص سمجھ سکے قرآن میں اس طرح مذکور نہیں ہیں۔ اس لئے مطابقت و موافقت قرآن و حدیث کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ جملہ احادیث لفظ بلفظ قرآن سے مطابق ہوں۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے۔ کہ ظہر کی نماز چار رکعت پڑھو۔ اور اسی طرح عصر اور عشاء کی اور مغرب کی تین رکعت پڑھو۔ اور صبح کی دو رکعت پڑھو۔ اس تفصیل سے قرآن میں یہ الفاظ نہیں مل سکتے۔ وہاں نماز کی نہ دو رکعت کا ذکر ہے اور نہ تین کا اور نہ چار کا۔ یا یوں رکوع کرو۔ یوں سجود کرو۔ سجدے میں یہ پڑھو۔ رکوع میں یہ پڑھو تشہد اس طرح ادا کرو۔ سلام اس طرح پھیرو۔ بلکہ ظاہر الفاظ میں ان احکام کا ذکر ہی نہیں ہے۔ نہ تکبیرۃ الاحرام کا ذکر ہے۔ نہ نیت کا۔ نہ قرأت خاص کا نہ ذکر رکوع و سجود کا۔ نہ بطریق مرسوم قیام و قعود کا۔ نہ تشہد و سلام کا۔ پس اگر مطابقت کے یہ معنی لئے جائیں۔ تو نماز بھی سر سے اڑ جاتی ہے۔ کیونکہ نماز انہی افعال و اعمال کی صورت مجموعی کا نام ہے۔ پھر ان احادیث میں سے ایک کی بھی کسی آیت سے علی الظاہر مطابقت نہیں ہوتی۔ بلکہ دراصل اس صورت کذائی نماز کا بھی قرآن میں مذکور

نہیں ہے۔ صرف لفظ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ آیا ہے۔ کہ صلوٰۃ کو قائم کرو۔ درآنحالیکہ لغت عرب میں صلوٰۃ کے لغوی معنی صرف
اس عبادت مخصوصہ کی ہیئت کذائی نہیں ہے۔ لہٰذا بنا بریں قرآن سے ان احادیث میں سے کوئی بھی مطابق نہیں پس
نماز ہی کو خیر باد کہہ دینا چاہیے۔ اور اس طرح زکوٰۃ کا کوئی تعین قرآن میں نہیں ہے۔ اور نہ لفظ زکوٰۃ کے لغوی معنی بطریق
شرعی معروف ہے۔ اور اس صورت سے سوائے چند حدیثوں کے کل کی کل غیر مطابق کتاب اللہ ثابت ہوتی ہیں۔
اور دین برائے نام ہی رہ جاتا ہے۔ اور احکام کی صورت محض مجمل و مبہم باقی رہ جاتی ہے۔ تطابق کا یہ مقصد ہرگز
نہیں ہو سکتا اور نہ یہ ممکن ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ میں ابہام ہے۔ پیغمبر نے اس کو بیان کر دیا اور بتلا دیا۔ صَلُّوْا كَمَا
رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ نماز پڑھو جس طرح مجھ کو پڑھتے دیکھتے ہو۔ اس میں اجمال ہے۔ اس کی تفصیل کر دی۔ کہ
اتنی رکعت ان ان اوقات میں پڑھا کرو۔ اور اسی طرح زکوٰۃ۔ خدا نے حکم دیا۔ کہ مال کو پاک کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پیغمبر
نے اس کی تفسیر کر دی۔ کہ اس طرح سے دیا کرو۔

بیشک قرآن میں سب کچھ ہے اور ہر چیز کا بیان ہے۔ لیکن نہ ہر شخص کے لئے بلکہ اس کے لئے جس پر نازل
ہوا ہے۔ جس کو خدا نے تعلیم دیا ہے اور جس کو اس کا معلم بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس واسطے دراصل مدرک و منشاء اسلام و
احکام پیغمبر ہی ہے۔ اور اسی واسطے خدا نے حکم دے دیا ہے۔ کہ اس کا کلام خدا کا کلام ہے۔ اور اس کی اطاعت خدا
کی طاعت ہے۔ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا جو کچھ بھی پیغمبر فرمائے اور حکم
دے اس کو لے لو اور عمل کرو۔ اور جس چیز سے بھی منع کرے۔ اس سے باز رہو۔ پس اصل بیانات فرائض و
تعلیم پیغمبر ہی ہے۔ اور بغیر اتباع پیغمبر مسلمان کو چارہ کار نہیں۔

مطابقت حدیث و قرآن کے یہ معنی ہیں۔ کہ نص آیت قرآن خلاف حدیث نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی حدیث میں یہ ہو۔ کہ ہر ایک
کام میں دوسرے بھائیوں کی مدد کرو۔ خواہ وہ ظلم ہو یا گناہ۔ تو آیۂ مبارکہ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
اس کے مخالف ہے۔ کہ ظلم و گناہ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد نہ کر دیا۔ مثلاً حدیث میں یہ ہو۔ کہ اختلاف ڈلوانا بہتر
اور خدا کی رحمت ہے۔ تو خلاف نص آیت قرآنی ہے۔ "مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا
فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ہم نے نہیں نازل کیا تجھ پر قرآن مگر اس لئے کہ تو بیان کر دے ان سے وہ باتیں
جن میں وہ اختلاف رکھتے اور جھگڑتے ہیں۔ اور اس اختلاف کو اٹھا دے۔ اور یہ رفع اختلاف اور وجود اتفاق اہل ایمان
کے لئے رحمت و ہدایت ہے۔ پس قرآن رفع اختلاف کو رحمت کہتا ہے۔ اس لئے حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" میری امت
کا اختلاف رحمت ہے مخالف قرآن ہے۔ مگر یہ کہ تاویل کی جائے اور اختلاف کے معنی آمد و رفت وغیرہ لئے جائیں۔ یا یہ
کہ مثلاً اگر حدیث میں ہو۔ کہ خدا لڑکے کی صورت ہے۔ اور اس کے پاؤں نیلم کے ہیں۔ اور پنڈلی بلور کی سی۔ تو یہ حدیث
صاف و صریح آیت قرآن لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وغیرہا کے خلاف ہے۔ اور اس لئے یہ قابل تسلیم نہیں ہیں۔ لیکن

یہ کہ ظہر کی نماز چار پڑھا کرو۔ اور مغرب کی تین پڑھا کرو۔ اس کے خلاف کوئی آیت قرآن میں موجود نہیں ہے۔ کہ جس میں خدا فرماتا ہو۔ کہ ظہر و عصر کی چار نہ پڑھا کرو۔ اور مغرب کی تین پڑھنا حرام ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو یہ احادیث خلاف قرآن ہیں۔ اور جب ایسا نہیں ہے۔ تو ان احادیث کو خلاف قرآن نہیں کہہ سکتے۔ قرآن میں اجمالی حکم ہے۔ پیغمبرؐ نے اس کی تعیین کر دی۔ اور اس کو بیان فرمایا۔ اور وجود پیغمبرؐ قرآن ناطق ہے۔ علم عالم کے پاس ہوتا ہے نہ کتابوں میں۔ خذ والعلم من افواہ العلماء۔ فتدبر فیہ۔ ایسی صورت میں تمام احکام کے قرآن سے نکالنے اور سمجھنے یا ہر امر کو قرآن سے مطابق کرنے کا دعوے کرنا اول انکار نبوت ہے۔ جس تواتر سے ہم کو قرآن پہنچا ہے۔ اسی تواتر سے احادیث پہنچی ہیں۔ پس اگر کوئی حدیث از روئے علم حدیث بلحاظ صحت و ثوق روات و رجال و اسناد صحیح ثابت ہو جائے۔ تو وہ محض اس وجہ سے رد نہیں کی جا سکتی۔ کہ اس کا مدرک ہمیں قرآن میں نہیں ملتا۔ یا ہم اس کو مطابق نہیں کر سکتے۔ جبکہ مسلم ہے۔ کہ قرآن ہم پر نازل نہیں ہوا ہے۔ اور ہم اس کے تمام حقائق و بواطن پر احاطہ نہیں رکھتے ہیں۔ اور وہ نہایت ہی مختصر کتاب ہے۔ جس میں تمام عوالم کے علوم صرف رمز و کنایہ درج ہیں۔ اور بصورت اعجاز نازل ہوئی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ احادیث صحیحہ بزرگوں و فرمائشات اوصیاء و رسولؐ کا مدرک قرآن میں نہیں ہے۔ ضرور ہے۔ مگر قرآن پر احاطہ تامہ رکھنے والوں کے لئے۔ نہ ہر کس و ناکس کے لئے رسولؐ و اوصیاء رسولؐ ہر ایک امر کو قرآن سے معلوم کر سکتے ہیں اور نکال سکتے ہیں۔ نہیں بلکہ قرآن ان کا باطن ہے اور وہ قرآن ناطق۔ اسی واسطے علماء محققین نے یہ فرمایا ہے۔ کہ جو حدیث ایسی ہو۔ کہ صحیح ہو۔ اور اصول حدیث سے معلوم ہو جائے۔ کہ پیغمبرؐ یا امامؑ نے ضرور ایسا فرمایا ہے۔ مگر تمہاری سمجھ میں اس کا مطلب نہیں آتا۔ یا اس کا مدرک تمہیں قرآن میں نہیں ملتا اور تم مطابق نہیں کر سکتے۔ تو اس کا علم انہی کی طرف رد کر دو۔ مگر اس حدیث کا نرا انکار کر دو۔ یا اس کی تکذیب کرو یہ شان دیانت و ایمان نہیں ہے۔ یہ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ جملہ فرمائشات نبویؐ پر ایمان لانا ضروریات دین سے ہے۔ بلکہ خود انہی حضرات نے فرمایا ہے۔ کہ حدیث آل محمدؐ صعب مستصعب ہیں۔ نہیں ایمان لاتے اس پر مگر ملک مقرب یا نبی مرسل یا وہ مومن جس کے دل کا خدا نے ایمان سے امتحان کر لیا ہے۔ پس جب کوئی حدیث آل محمدؐ تم پر وارد ہو۔ اور تمہارے دل اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور اسے پہچان لو۔ تو اس کو قبول کر لو۔ اور جس سے تمہارے دل کراہیت کریں۔ اور اس کو نہ پہچانو۔ اس کو خدا۔ رسولؐ اور عالم آل محمدؐ کی طرف رد کر دو۔ اور سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ ہلاک ہونے والا وہ ہے کہ جب کوئی شخص حدیث بیان کرے کہ جس کو یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ تو کہے خدا کی قسم یوں نہیں ہے اور یوں نہیں ہو سکتا۔ اور انکار کر دے۔ اور انکار کرنا ہی کفر ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ جب کوئی حدیث بطرق صحیحہ مروی ہو۔ اور اس کا مطلب ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ تو اس کا علم صاحب حدیث پر چھوڑ دیں۔ مگر انکار نہ کریں۔ انکار کرنا کفر ہے۔

(۵) خروج مہدی آخر الزمانؑ تمام اہل اسلام میں متفق علیہ ہے۔ اور اس باب میں ہزاروں کی تعداد میں احادیث و روایات اور نیز آیات قرآن اور اقوال علماء و فقہاء و متکلمین کتب اسلامیہ میں مندرج ہیں۔ اور اہل اسلام میں حضرت مہدیؑ کے

متعلق اختلاف صرف بعض جزئیات میں ہے۔ اور جملہ میرانین اور فلسفین و متکلمین کے نزدیک یہ مسئلہ طے شدہ ہے۔ کہ کسی امر اور کسی واقعہ کی بعض جزئیات اور خصوصیات میں اختلاف اس کی نفی یا عدم کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اصل مدلل و مبراہن بدلائل و براہین ہو۔ جیسا کہ مثلاً نبوت خاتم النبیین و حقیقت و صداقت اسلام و کتاب اسلام مبرہن و مدلل اور ثابت و محقق ہے۔ اور دین اسلام برحق۔ اس لئے اہل اسلام اور فرق اسلامیہ کا اختلاف خصوصیات جزئیات میں اختلاف بطلان اسلام یا عدم اسلام کی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے تمام اہل اسلام باستثناء معدودے چند جو الشاذ کالمعدوم کا حکم رکھتے ہیں۔ خواہ متکلمین ہوں یا فقہاء فلسطین ہوں یا متکلمین عباد ہوں یا زہاد۔ قیصرخ ہوں یا صوفیاء کرام وغیرہم سب کے سب امام آخر الزمانؑ و مہدیؑ امت کے خروج کے منتظر ہیں۔ اور چونکہ خصائص و علائم امام آخر الزمانؑ معین و مقرر و معلوم ہیں۔ اس لئے وہ کبھی کسی جھوٹے مدعی مہدویت کے قائل نہیں ہوئے اور نہ اب ہیں۔ اسلام کے دو بڑے فرقوں میں بڑا اختلاف اس بات میں ہے۔ کہ شیعہ مہدی آخر الزمانؑ کے وجود کے قائل ہیں اور غائب جانتے ہیں۔ اور بعض سنی حضرات قائل ہیں کہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ پیدا ہوں گے اور ظہور فرمائیں گے۔ لیکن علماء محققین اہل السنت والجماعت جن کے اقوال و تحریرات و کتب عام طور پر معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ اور وہ جامع یا راوی احادیث نبویہ ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر جمیع جزئیات و خصوصیات میں شیعوں سے اتفاق رکھتے ہیں۔ اور قائل ہیں کہ امامؑ موجود و غائب ہیں لہٰذا اس لئے غیبت امام اور وجود دونوں ہی فرقوں میں مانا جاتا ہے۔ محض شیعوں سے مخصوص نہیں ہے۔ اور اب تو بحمداللہ علماء و خصوصاً صلحاء و عباد و زہاد و شیوخ میں سے رہا سہا اختلاف بھی تقریباً مفقود و معدوم ہوتا جاتا ہے۔ اور سب ظہور کے منتظر اور گھڑیاں گن رہے ہیں۔ اور زمانۂ ظہور کو قریب ثابت کر رہے اور لکھ رہے ہیں۔ اور اس واسطے معترضین۔ مخالفین اور منکرین نبوت خاتم النبیینؐ کے شبہات و توہمات کا جواب جملہ اہل اسلام پر فرض و لازم ہے بحیثیت مسلمان ہونے کے جس طرح اہل تشیع جواب کے ذمہ دار ہیں۔ اسی طرح اہل سنت بھی۔ اور مبصرین ایسا ہی کرتے ہیں اور من حیث المجموع دیانت اسلامیانہی میں دائر و سائر ہے۔

بنا بریں تمام اہل اسلام و کتب علماء اسلام و کتاب اللہ و سنت رسولؐ اور دلائل عقلیہ و براہین قطعیہ نظریہ کے مقابلہ میں عقلاء کے نزدیک چند خود غرض اشخاص اور چند جہال کے تخیلات و اختراعات و افتراءات اس اسلامی مسلمہ مسئلہ کو باطل نہیں کر سکتے۔ اور ان کی ایسی کوشش خیال محال ہے۔ ”اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی“ ایسی تند و تیز و ازلی ابلہ فریبیوں اور معاندین فرشتوں کے گرد و غبار سے مطلع آفتاب امامت اہل بصیرت کی نظروں میں کبھی گرد آلود نہیں ہو سکتا۔ ”فَاِنَّ الشَّمْسَ لَا تَتَغَطّٰی“۔ آفتاب پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ ایسا کرنے والے اور نور امامت و نبوت کو بجھا کر بھی مارمار بجھانے کی کوشش کرتے والے خدا اور رسولؐ سے مقابلہ کرنے اور لڑنے والے ہیں۔ اور عنقریب اس کا خمیازہ اٹھائیں گے۔ چونکہ یہ مسئلہ تمام اہل اسلام سے متعلق ہے۔ اور منکر امام مہدیؑ اور مدعی مہدویت و عیسویت وہی دراصل منکرین نبوت خاتم النبیینؐ ہیں۔

نہ اہل اسلام۔ لہٰذا جو کچھ اس کتاب میں لکھا جائے گا۔ وہ انشاء اللہ نفس دیانت اسلامیہ کے مطابق اور اس کی حمایت میں ہوگا۔ اور اس لئے نقل اقوال و جمع احادیث میں دونوں اسلامی فرقوں کی کتابوں کو مساوی درجے میں رکھا جائے گا۔ اور اس طرح سے سوائے منکرین اسلام بلکہ منکرین خدا اور کسی کو انکار کا موقع نہ رہے گا۔ اور جمیع فرق اسلامی اس سے مستفید ہوں گے اوصاف، خصائص اور علائم امام قرآن، حدیث اور روایات و اقوال علماء میں اس وضاحت سے مذکور ہیں۔ کہ اگر انسان کچھ بھی دین کا خیال رکھتا ہو۔ اور خدا سے ڈرتا ہو۔ اور نور ایمان دل میں رکھتا ہو۔ یا کم سے کم انصاف پسند دل پہلو میں رکھتا ہو۔ وہ یقین کر سکتا ہے اور جان سکتا ہے۔ کہ وہ امام کون ہے۔ اور اس مہدی آخر الزمان سے مراد کونسا شخص ہو سکتا ہے۔ اور وہ اوصاف کس پر صادق آتے ہیں۔ وہ خصائص کن میں پائی جاتی ہیں۔ مگر عوام میں بہت زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے۔ جو خصائص و اوصاف و علائم امام آخر الزمان پر احاطہ و اطلاع تو کیا نفس دیانت اسلام اور معرفت نبی و امام سے بھی بالکلیہ بے بہرہ ہیں۔ وہ جانتے ہی نہیں۔ انہوں نے سنا ہی نہیں اور پڑھا ہی نہیں۔ کہ نبی فی الحقیقت کہتے کس کو ہیں۔ اس میں کیا صفت ہوتی ہے۔ اس میں اور عام انسانوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔ وہ کیوں کر نبی ہوتا ہے۔ اور امامت کیا شے ہے۔ امام کن اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ دراصل دیانت اسلامیہ ہے کیا۔ اور بنائے اسلام کیا چیز ہے۔ ہمیں مسلمان کہلانے کے لئے کم سے کم کن باتوں کی ضرورت ہے۔ اور ان کی مثال بالکل ایسی ہے۔ جس طرح راستے سے بالکل نابلد انسان اور کسی شہر یا منزل مقصود سے بالکل ناآشنا مسافر جو اپنے ہمراہ کوئی واقف کار رہبر نہ وماہ برادر یا دی نہیں رکھتا۔ اور جنگل میں ادھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے۔ جدھر سے کوئی آواز سنتا ہے اُدھر چل دیتا ہے۔ جہاں کہیں آگ سلگتی دیکھی اور روشنی کی جھلک دکھلائی دی۔ اسی سمت ہو لیا۔ کبھی گاؤں کے کتوں کی آواز کے پیچھے ہو لیا اور کبھی گدھوں کی۔ اور راستے میں جس نے جدھر کو بہکا دیا۔ اُدھر ہی کو منہ اُٹھا کے چل دیا۔ اور جس نے راہنما اور راہبر ہونے کا اظہار کیا۔ خواہ وہ قطاع الطریق ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے پیچھے لگ لیا۔ اور وہ نہیں جانتا۔ کہ یہ کہاں لئے جا رہا ہے۔ اور مجھے کہاں جا ڈالے گا۔ اور کس چاہ ہلاکت و ضلالت میں جا دھکیلے گا۔ خطۂ پنجاب باستثناد مخصوصین ماشاءاللہ اس باب میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ زمین زرخیز ہونے کے ساتھ مذہب خیز بھی ہے۔ اور یہ سیدھے سادے دین اور حدود دینیہ سے بے خبر غریب ہر ایک پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور ذرا تامل نہیں کرتے۔ نہ یہ دیکھتے ہیں کہ مدعی کون ہے۔ اور نہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ ہمیں کہاں کو بلا رہا ہے۔ اور کہاں لئے جا رہا ہے۔ اگر یہ ایسے سیدھے نہ ہوتے اور دماغ سے کام لیتے۔ اور دین سے واقف ہوتے اور جانتے۔ کہ ہادی دین نبی یا امام کیسا اور کون ہوتا ہے۔ تو ممکن نہ تھا کہ ہر روز نئے مذہب ایجاد ہوتے اور معمولی لوگ نبوت و امامت، مہدیت و عیسویت کا دعوے کرتے۔ اور ایک نوفان بے تمیزی اُٹھاتے۔ نبوت کا انکار ہے۔ ختم نبوت کی تکذیب

ہے۔ قرآن کی تحریف بلکہ تنسیخ ہو رہی ہیں۔ احادیث نبویہ کو ترک نہیں پائمال کیا جا رہا ہے۔ اور پھر ایسا کرنے والے مسلمان کہلاتے اور مسلمانوں میں شامل نظر آرہے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان غافلوں کو بیدار کرنا بھی چاہتا ہے۔ تو بھی نہیں اُٹھتے۔ گویا اہل اسلام سے غیرت۔ غیرت اور احساس دینی بلکہ شرم و حیا بھی جاتی رہی ہے۔ اس طوفان بے تمیزی کے مقابلہ میں "البرھان" نے معارف نبوت و امامت و اوصاف و خصائص نبیؐ و امامؑ بیان کرکے جو اسلامی خدمت کی ہے۔ اس کو اہل درد اور بابصیرت لوگ ہی محسوس کرتے ہیں۔ اور وہی اس کی قدر کرتے ہیں۔ ورنہ اگر عام مومنین اس کی کماحقہٗ دستگیری و امداد کرتے۔ تو آج تک بہت کچھ کر چکا ہوتا۔ مگر اہل اسلام ہیں کہ اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ مگر باوجود اس کس مپرسی کی حالت کے چند مفید و نادر کتابیں بھی اسی مقصد اشاعت معارف اسلام و ہادیان دینؑ میں شائع کر چکا ہے۔ اور اب یہ خاص ناچیز تحریر جناب مہدیؑ آخر الزمان حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہٗ کے باب میں "الصراط السوی فی احوال المہدیؑ" کی صورت میں ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ انشاءاللہ یہ کتاب معارف دینیہ میں صراط مستقیم کا کام دے گی۔ اور معرفت امامت و امام علیہ السلام میں ہادی برحق ثابت ہوگی۔ اس کو اول سے آخر تک پڑھنے اور سمجھنے کے بعد کوئی مسلمان کسی جھوٹے مدعی نبوت و امامت کے دام تزویر میں نہ آسکے گا۔ اور اچھی طرح جان جائے گا۔ کہ امام مہدیؑ جس کے ظہور کے اہل اسلام منتظر ہیں۔ کون ہیں۔ اور ان کے سوا کبھی کسی دوسرے کی طرف رُخ نہ کرے گا۔ بشرطیکہ دین کو ایک ضروری چیز سمجھے۔ اور اس کا احساس رکھتا ہو۔ خداوند عالم اہلِ اسلام کو اس کے پڑھنے اور عمل کرنے اور مجھ کو اس کی تکمیل و تتمیم کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور یہ ادنےٰ خدمتِ دین خلعتِ قبولیت امام عالی مقام علیہ السلام سے سرفراز ہو۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل

باب اوّل

(ذکر ضرورتِ امام و وجودِ امام علیہ السلام)

فصل

(دلائل عقلیہ و فطریہ)

یہ بات مانی ہوئی بلکہ بدیہی و ضروری ہے۔ کہ کسی امر کی تحقیق و تصدیق کے لئے سب سے افضل اور سب سے اوثق دلیل دلیلِ فطری ہے۔ یعنی جو امر مطابق فطرتِ عالم ہو۔ اس کے حق ہونے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ حتّٰی کہ ملحد اور دہریئے بھی اس کی صداقت و حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔ اور جب فطرتِ عالم اور صحیفۂ قدرت جو فعل خدا ہے اور صحیفۂ قولی اور کلام اللہ دونو مطابق و موافق ہوں۔ تو پھر ایسے امر کی صداقت میں شک و شبہ کو دل میں جگہ دینا اوّل انکار و تکذیب آیاتِ الٰہی اور شریعتِ عقل سے رُوگردانی ہے۔ کیونکہ فطرتِ عالم اور آثارِ فطریہ خدا کی کتاب فعلی ہے۔ اسی واسطے خالق عالم خود تمام عالم کو کتاب سے تعبیر کرتا ہے۔ اور اس کا تذکرہ فرماتا ہے۔ قَالَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ (وقتِ حساب و کتاب لوگوں سے وہ لوگ جن کو علم اور ایمان فطرۃً عطا کیا ہوا ہے کہیں گے کہ تم لوگ اس روز قیامت تک کتاب خدا میں رہے ہو) اس کتاب سے یہی صحیفۂ عالم مراد ہے۔ اور ہر انسان اسی کتاب کے کلمات تامہ یا ناقصہ میں داخل ہے۔ اور اس کے اسماء و افعال و حروف سے خارج نہیں ہو سکتا۔ فان الکلمۃ اسم وفعل وحرف اور کلام اللہ خدا کی کتاب قولی ہے۔ پس جب کتاب قولی و کتاب فعلی یا صحیفۂ تکوین و مصحفِ تدوین دونو مطابق ہوں۔ تو اس کی صداقت و حقیقت ہر گز قابل شک و ریب نہیں۔ چنانچہ غیر اسلامی حکماء بھی اس کے قائل ہیں کہ جب ورک آف گاڈ (خدا کا فعل) اور ورڈ آف گاڈ (خدا کا قول) دونو مطابق ہوں۔ تو ایسے امر کی صداقت لازمی و ضروری ہے۔

لیکن فعل خدا کی تحقیق و تشخیص اور اسی طرح قول خدا کی تشخیص البتہ مشکل امر ہے۔ جیسا کہ سابقاً اشارہ کیا گیا۔ خصوصاً فعل خدا اور فطرتِ عالم اور یہی سب سے اہم و اقدم ہے۔ اگر اوّل فعل خدا اور قانونِ قدرت و صحیفۂ فطرت کی تصدیق و تحقیق

ہو جائے۔ تو پھر کلام خدا کی بھی تصدیق ہو جاتی بہت ممکن ہے۔ کیونکہ جو کلام فعل خدا کے مطابق ہوگا۔ وہی حق و صدق ہے
اور جو خلاف فطرت عالم و فعل خدا ہو۔ وہ کاذب و باطل۔ اور جو اس کے کلام خدا ہونے کے مدعی ہیں وہ جھوٹے۔ اور
اس طرح سے سچی کتب آسمانی اور مصنوعی کتب میں جو خدا کی طرف منسوب کر دی جاتی ہیں۔ اور ان کو کلام خدا بتلایا جاتا ہے۔
آسانی سے تمیز ہو سکتی ہیں۔ جس کتاب کی تعلیم خلاف فطرت ہو۔ وہ کبھی حق اور کلام خدا اور الہامی کتاب نہیں کہی جا سکتی۔
برحق کتاب اللہ اور کلام خدا وہی ہے۔ جس کا لفظ لفظ و حرف حرف مطابق تعلیم فطری و کتاب وجودی و مصحف تکوینی
ہو۔ مگر اس کے لئے اوّل ضروری و لازمی ہے۔ کہ معنیٔ فطرت معین ہوں۔ اور اس کے آثار و خصوصیات پر اطلاع۔ ورنہ
مطابقت ناممکن ہوگی۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جنہوں نے فعل خدا اور فطرت عالم کے معنی ہی نہیں سمجھے چہ جائیکہ
اس کے آثار پر اطلاع رکھتے ہوں۔ اور اسی وجہ سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ بعض عوام جہال اور اندھے
مقلد جنہوں نے جوہر عقل کو معطل و بیکار رکھ کر فاسد و ناقص کر دیا ہے۔ وہ ہر ایک امر کو جو عالم میں واقع ہو رہا ہے فعل خدا
ہی کہتے ہیں۔ اچھا بھی خدا ہی کرتا ہے۔ اور برا بھی۔ زید کی چوری بھی خدا کا فعل اور عمر کا زنا بھی بکر کا احسان و نکوکاری
بھی ڈرگ آن گاڈ ہے اور خالد کی اسائت و بدکاری بھی۔ اور جب یہ خیال ہے۔ تو پھر حق و باطل صدق و کذب۔
ظلم و عدل۔ رحم و بیرحمی۔ نیکی و بدی اور برائی و بھلائی میں کوئی فرق و تمیز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہر شے اور ہر فعل و حرکت و
سکون فعل خدا ہے۔ اور ہر چیز فعل خدا ہے۔ وہ حق و صدق اور خیر محض ہے۔ کیونکہ خدا خود خیر محض ہے۔ وَالْخَيْرُ لَا
يَصْدُرُ مِنْهُ إِلَّا الْخَيْرُ خیر سے سوائے خیر کے اور کچھ صادر ہی نہیں ہو سکتا۔ تو کیوں کر ممکن ہے۔ کہ اس کے
ایک فعل مثلاً زنا کو برا کہیں اور شر قرار دیں۔ اور دوسرے فعل یعنی عفت و پاکدامنی یا عدل و احسان کو اچھا اور خیر کہیں۔
پس سارے امور سارے اقوال تمام افعال و اعمال خیر ہیں اور حق و صدق۔ کیونکہ افعال خدائی ہیں۔ اور اس لئے
حق و صدق۔ کذب و باطل۔ ظلم و رحم۔ جور و عدل۔ احسان و اسائت۔ خیر و شر اور حسن و قبح کوئی چیز نہیں۔ اور تمیز و
تفریق بین الاشیاء و بین الافعال الاعمال والاقوال غلط و باطل ہے۔ حالانکہ یہ امر بدیہی البطلان ہے اور فطرتِ عالم کے
بالکل خلاف ہے۔ کہ اشیاء و امور و افعال و اعمال و اقوال میں تفریق و تمیز نہ ہو۔ فطرتِ عالم اور فطرتِ انسانی بتلا رہی
اور شہادت دے رہی ہے۔ کہ ان امور میں ضرور تفریق و تمیز ہے۔ اور اچھائی۔ برائی۔ جھوٹ۔ سچ۔ نیکی۔ بدی۔ خیر و شر
دو چیزیں ہیں۔ کانشنس انسانی ضرور اشیاء عالم میں تمیز و تفریق کرتا ہے۔ اور سب کو ایک حکم میں داخل نہیں کرتا۔ یہی وجہ
ہے کہ بعض امور میں جمیع بنی نوع انسان متفق ہیں۔ مثلاً یہی صدق و کذب و ظلم و رحم و عدل و جور و خیانت و امانت وغیرہا
میں کوئی فرد افراد عالم سے ایسا نہیں ہے۔ جو صدق کو برا اور کذب کو اچھا کہتا یا دونوں کو ایک ہی سمجھتا ہو۔ یا ظلم کو نیک جانتا اور
رحم کو برا خیال کرتا ہو۔ وغیر ذالک۔ اور اسی لئے ان کو مستقلات عقلیہ کہتے ہیں۔ کہ ان میں کسی عاقل کو اختلاف ہی نہیں ہے۔
خواہ کوئی مذہب رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ بلکہ خدا کا بھی قائل ہو یا نہ ہو۔ انسانی فطرت و کانشنس کبھی تسلیم نہیں کرتا۔ کہ یہ سب ایک

ای میں۔ اور فرق نہیں ہے۔ اور جب یہ ہے کہ یہ امر خلاف فطرت انسانی ہے۔ تو یہ بھی بالکل غلط و باطل ہے۔ کہ دُنیا میں
جو کچھ واقع ہو رہا ہے۔ سب فعل خدا ہی ہے۔ شرک بھی خدا کا فعل اور توحید بھی۔ کفر بھی فعل خدا ہے۔ اور ایمان
بھی وغیر ذالک۔ ایک بیٹا اپنے باپ کا وارث ہو کر مالک تخت و تاج شاہی ہوا۔ وہ بھی فعل خدا۔ ایک شخص نے
وارث تخت و تاج کو قتل اور اس کے گھر بار کو تاخت و تاراج کر کے تختِ سلطنت حاصل کیا۔ وہ بھی فعل خدا ہے۔
ایک شخص کو مظہر کمالات بنا کر خلعتِ نبوت و رسالت و امامت سے آراستہ کیا۔ وہ بھی فعل خدا ہے۔ دوسرا جھوٹا
دعوے کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے لگا۔ وہ بھی فعل خدا۔ وعلےٰ ہذا القیاس۔ ایسے اصول اور یہ خیالات مہمل و لغو اور نظام عالم
کو درہم و برہم کرنے والے مبنی بر فتنہ و فساد ہیں۔ جن کے مفاسد کا شمار قطعاً نا ممکن ہے۔ تمام احکام شرائع اور جملہ اصول
تمدن و معاشرت باطل و بیکار ٹھہرتے ہیں۔ اور قوانین حدود و سزا و جزا لغو و بیفائدہ اور مہمل قرار پاتے ہیں۔ اور یہ ایسی اصل
ہے۔ کہ اس کو کوئی عاقل بصیر قبول نہیں کر سکتا۔ اور نہ کبھی اہل ملل و مذاہب نے تسلیم کیا ہے۔ ہاں وہ جہال جنہوں نے
عقل کو جہالت کی نذر کر دیا ہے وہ ایسی لغویات کے قائل ہو سکتے ہیں اور تھے۔ چنانچہ قبل ظہور نور محمدی اکثر مشرکین عرب
یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے خداوند عالم ایک جنگ کے موقع کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں سے
خطاب کر کے فرماتا ہے۔ یَظُنُّونَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاہِلِیَّۃِ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ
وہ خدا کے ساتھ زمانہ جاہلیت کا سا ناحق گمان بد رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کیا ہم کو بھی اپنے امر میں کچھ اختیار نہ ہے؟ اور
کہتے ہیں۔ کہ ہمیں کچھ اختیار ہوتا۔ تو یہاں قتل نہ ہوتے۔ اپنے کو بچا لیتے۔ پس زمانہ جاہلیت میں لوگ خدا کی نسبت
ایسی بدگمانیاں رکھتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے۔ اور اسی خیال کے بعض مسلمان بھی تھے۔
جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ لیکن ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ فطرتِ عالم اس کے بالکل برخلاف ہے۔ اور اس
لئے یہ خیال قطعاً باطل اور غلط محض ہے "فطرت" کے معنی لغتِ عرب میں شگافتہ کرنے (چیر نے) کے ہیں
اور "فاطر" خداوند عالم ہے۔ جس نے گویا ظلمتِ عدم کو شق کر کے نور وجود عطا کیا ہے۔ اور کتم عدم سے منصۂ
وجود پر بٹھایا ہے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ میں نے اپنے روئے باطنی اور توجہ روحانی
کو اس ذات کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ جس نے زمین و آسمان کو خلق کیا ہے۔ اور عدم سے وجود دیا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰہِ
الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا یہ فطرت الہی اور خلقتِ خداوندی ہے۔ جس پر اللہ نے لوگوں کو خلق کیا ہے۔ پس فطرت
خلقتِ اولی و سرشتِ اشیاء ہے۔ اور جو آثار من حیث الفطرۃ و الخلقۃ ان سے صادر ہوتے ہیں۔ آثار فطریہ کہلاتے
ہیں۔ اور جو خواص و خصوصیات و کیفیات و اقتضاآت ان میں بالفطرۃ اور ان کی سرشت میں پائے جاتے ہیں خصائص
فطریہ کہلاتے ہیں۔ مثلاً ادویہ کی کیفیت، خاصیت اور ان کے آثار۔ اور مثلاً پانی فطرۃ اور اصل خلقت میں سرد ہے
اگر کوئی کہے کہ پانی کی اصل خاصیت گرم ہے۔ تو خلافِ فطرت ثابت ہوگا۔ اسی طرح انسان فطرۃً محتاج خبیر

خلق کیا گیا ہے۔ اور بالطبع محتاج تمدن بنایا گیا ہے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ انسان کو کسی دوسرے کی احتیاج نہیں ہے یا انسان تمدن کا محتاج نہیں ہے۔ تو یہ حکم خلاف خلقت وفطرتِ انسانی ہوگا وغیر ذالک۔ پس فطریات اصل خلقت اور نے اور سرشت اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور کسی دوسرے کے اختیار وارادے کو اس میں دخل نہیں ہے۔ اور خالق و فاطر اشیاء خدا ہے۔ اور اسی لئے یہ آثار ان میں رکھے ہیں۔ اور وہ افعال خدائی کہلاتے ہیں۔ اس لئے جو قانون خدا بنائے گا۔ اور جو بات فرمائے گا۔ وہ ہرگز ان آثار فطریہ اور اس قانون فطرت اور اس صحیفۂ قدرت کے خلاف نہ ہوگا۔ پس خلق اولی اور آثار خلقی جو مقام تکوین ہے فعل خدا ہے۔ کیونکہ خلق کرنا اسی کا کام ہے "هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ" کیا خدا کے سوا بھی کوئی ان کا خالق ہے۔ جیسا کہ خدا نے کسی کو مخلوق کیا ہے۔ ویسا ہی اس کے لئے حکم بھی کرے گا۔ اور وہی اس کی تعیین کرے گا۔ مثلاً اس نے کہا۔ کہ آدمؑ میرا خلیفہ ہے۔ تو ضرور اوصاف خلافت خدائی اس میں خلق کئے ہوں گے۔ اور اس کو اپنی صفات کا آئینہ بنایا ہوگا۔ وغیر ذالک۔ اور بعد خلق وایجاد مخلوقات سے جو افعال بطور ارادہ واختیار صادر ہوتے ہیں۔ مثل نیکی۔ بدی۔ صدق۔ کذب۔ زنا و عفت۔ امانت و خیانت اور انسان کے افعال تکلیفیہ مثل صوم و صلوٰۃ وغیرہ۔ یہ آثار فطریہ نہیں ہیں۔ اگر یہ آثار فطریہ ہوتے۔ تو ان میں تفاوت واختلاف ہی نہ ہوتا۔ اور سب انسان مثلاً ایک حالت میں ہوتے۔ اور ایک سے ہی افعال ان سے صادر ہوتے۔ کیونکہ خالق ایک ہے "مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ" کیا تم خلق رحمانی میں کوئی تفاوت دیکھتے ہو۔ غرض شرور ات فعل خدا نہیں۔ اور نہ وہ مجعول بالذات ومخلوق بالذات ہیں بلکہ بالعرض۔ فافہم وتدبر فیہ۔ یہاں سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ لاء آف نیچر کے جاننے اور تمام قوانین فطرت اور صحیفۂ قدرت پر مطلع ہونے اور دیکھنے کا وہ شخص مدعی ہو سکتا ہے۔ جو جمیع موجودات ومخلوقات عوالم علوی وسفلی پر احاطہ تامہ رکھتا ہو۔ ہاں بعض فطریات ضرور ایسی ہیں۔ جو ہمیں معلوم ہیں۔ اور انسانی معلومات میں پائی جاتی ہیں۔ انہی بعض کی بنا پر ہم تطابق و توافق قانون فطرت و صحیفِ قولی اس کتاب میں دکھلائیں گے۔ تاکہ معلومات کے ذریعہ سے غیر معلومات پر اطلاع اور ان کا یقین حاصل کر سکیں۔ اور اسی حیثیت سے ہم چند دلیلیں ضروریاتِ وجود امامؑ پر لکھیں گے تاکہ کسی کو انکار کا موقع باقی نہ رہے۔ اور پھر ان کی مزید تائید دوسری آیاتِ الٰہی اور نیز قول آیۃ الکبریٰ حضرت پیغمبر خدا سے کریں گے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ؂

پہلی دلیل یہ امر بدیہی اور ضروری ہے۔ کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی مل جل کر زندگی بسر کرنے والا ہے۔ یہ اپنی زندگی کے لوازمات وضروریات کو تنہا بنفس نفیس مہیا کرنے سے عاجز ہے۔ نہ اکیلا اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔ اور نہ اپنی نسل کو قائم وباقی رکھ سکتا ہے۔ اس لئے اس کے واسطے ضروری اور واجب ہے۔ کہ اپنی ضروریات وخواہشات ولوازمات معیشت کے حاصل کرنے میں اپنے بنی نوع سے مدد لے۔ اور

ان کے ساتھ مل جل کر بسر کرے۔ اور انسان کے لئے تمدن و اجتماع ضروری ہوا۔ تو اجتماع کو نزاع و فساد لازم ہے۔
کیونکہ انسان مختلف الطبع ہیں۔ اور حرص و طمع و شہوت و غضب و حب مطلوب و مرغوب ہر ایک میں موجود ہے۔
اور ایک جگہ رہنے اور مجتمع ہونے سے اور بہت سے اسباب تغلب و فساد پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور حرص و طمع و شہوت
و حب دنیا کا مقتضا یہ ہے۔ کہ انسان اپنی حدود سے تخطی کرتا ہے۔ اور اپنی ہر ایک خواہش کو پورا کرنا چاہتا ہے
اور اپنے حقوق سے زائد کا طالب ہوتا ہے۔ اور چونکہ دوسرا بھی انہی صفات سے متصف ہے۔ وہ بھی یہی خواہشات
رکھتا ہے۔ اور اس میں سب دنیا ہے۔ اس لیے اس کو قبول نہ کریگا۔ کہ کوئی دوسرا اس کا حق لیلے اسکو چھوڑ کر
اپنی خواہشات و ضروریات پوری کرے یا ضرورت سے زیادہ لیلے۔ اس لیے یہ اس کے دفاع پر آمادہ ہوگا۔ وہ لینا
چاہے گا۔ اور یہ مانع ہوگا اور رد کیگا۔ اور قوت غضبیہ انتقام و دفاع پر تیار ہو جائے گی اور نزاع پیدا ہوگا۔ چنانچہ
روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور اپنے حقوق سے زیادہ طلب کرنے اور دوسرے پر غصہ چاہنے کے نزاعات کو ہم بچشم خود
معائنہ کرتے ہیں۔

پس ضروری ہوا۔ کہ بنی نوع انسان کے لئے ایک قانون تمدن مرتب کیا جائے۔ جو ان کے افراد و انواع
اشخاص کے ان جملہ حقوق افرادی و اجتماعی کی حفاظت کرے۔ جو انسان کو بحیثیت انسان شایان و مناسب ہیں۔
اور ان کو اس نزاع و فساد سے روکے۔ جن کا انجام ظلم اور آپس میں تنافر کا پیدا ہونا ہے۔ جو موجب اختلال نظام عالم و
انجام تمدن ہے۔ اور نیز چاہیئے کہ یہ قانون جامع اور حاوی ہو جملہ ضروریات افرادی و اجتماعی۔ نوعی و شخصی کو اور
ہر ایک کے حقوق کا واقعی طور پر لحاظ رکھا گیا ہو۔ تاکہ اس قانون کے موافق ہر فرد انسان اپنے حقوق سے آگاہ ہو۔
اور ان کو حاصل کر سکے۔ اور ان سے زیادہ نہ لے سکے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ انسان بالطبع ایک قانون کا محتاج ہے۔
اور یہ احتیاج اس کی فطرت میں داخل ہے۔ اور چونکہ خالق انسان ہی نے اس کو ایک خاص مصلحت و حکمت سے
محتاج اجتماع و محتاج قانون پیدا کیا ہے۔ لہٰذا ضروری و لازمی ہے۔ کہ خدا ہی اس احتیاج کو رفع بھی کرے
اور اس کے اسباب دے۔ ورنہ انسان کا اس حیثیت سے خلق کرنا بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اس خلقت کا
نتیجہ اجتماع ہے۔ اور اجتماع کو لازم ہے نزاع۔ اور نزاع چاہتا ہے ایک قانون اجتماعی فطرتی کو۔ اور قانون
خدا نے بنایا نہیں یا اس کے اسباب مہیا نہیں کیے۔ تو ضروری ہوا کہ نزاع و فساد نوع انسانی میں قائم رہے۔ اور
اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ اور تناسل منقطع۔ اور نوع انسان رفتہ رفتہ ہلاک اور
نیست و نابود۔ لہٰذا اس کا خلق کرنا محض عبث ہوا۔ اور فعل عبث کا صدور حکیم مطلق سے محال ہے۔ پس ضروری و
واجب ہوا۔ کہ خود اس احتیاج کو رفع کرے۔ اور ایک قانون تمدنی مرتب کر دے۔

شبہ یہاں یہ شبہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ بیشک انسان محتاج قانون تمدن ہے۔ لیکن اس قانون کو

خدا کے بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ انسان خود بنا سکتا ہے۔ اور بناتا ہے۔ اور نظام عالم چلتا ہے۔ جواب
اس شبہ کا یہ ہے۔ کہ وہ قانون جس کی واقعی طور پر نوع انسان کو ضرورت ہے۔ اور جس سے حقیقی نظام عالم قائم رہ سکتا
ہے۔ وہ قانون ہے۔ جو جامع اور حاوی جمیع ضروریات اجتماعی و انفرادی ہو۔ اور جس میں تمام افراد و انواع کے جملہ
حقوق کا واقعی طور پر مساوی لحاظ رکھا گیا ہو۔ اور ایسا قانون انسان خود نہیں بنا سکتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اوّل تو یہ
تمام ضروریات انسانی من حیث الاجتماع والانفراد پر احاطہ نہیں رکھتا۔ اور جس چیز کا علم ہی نہیں ہے اس کا قانون
کیسے بنا سکتا ہے۔ تمام ضروریات اجتماعی و انفرادی پر احاطہ رکھنے والا اور تمام جزئیات و کلیات کا عالم اور
تمام آئندہ پیدا ہونے والے تغیرات و انقلابات و ضروریات زمانیہ۔ مکانیہ و فصیلیہ کا جاننے والا ان کا خالق و
صانع ہی ہے۔ اور اس لئے اصلی اور حقیقی اور صحیح قانون اسی کا بنایا ہوا ہو سکتا ہے۔ انسان ناقص العقل و ناقص
العلم کا بنایا ہوا قانون ایسا نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ نہیں بنا سکتا۔ **قانون قانون خدائی ہے۔** دوم اس لئے کہ تمام
نوع انسان اسی علت میں مبتلا ہے۔ جس کی وجہ سے قانون بنانے کی ضرورت ہے۔ یعنی حرص و بخل و شہوت و غلبہ و
حب دنیا۔ اور جب تمام نوع انسان اس صفت میں مشترک ہے۔ تو قانون بنانے والا شخص یا جماعت بھی اس میں
گرفتار ہے۔ اور ہم اس سے واقعی طور پر بے خوف نہیں ہو سکتے۔ اور ہرگز اطمینان نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے
بنائے ہوئے قانون میں شہوات نفسانیہ اور خواہشات انسانیہ اور اغراض شخصیہ کو دخل نہ ہوگا۔ اور یہ قانون ہر
اعتبار سے عدل حقیقی پر مبنی ہوگا۔ اور اس میں تمام لوگوں کے حقوق کا مساوی لحاظ رکھا گیا ہوگا۔ اور وہ شخص
جو انسان کے بنائے ہوئے قانون سے آگاہ نہیں۔ اور نفس الجملہ انسان کے حقوق اجتماعی و انفرادی کو جانتے
ہیں۔ وہ ہرگز اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ کہ یہ قانون ہرگز ایسے نہیں ہوتے۔ جن کی فطری طور پر انسان کو ضرورت
ہے۔ اور جن کا انسان فطرۃً مستحق ہے۔ اور اس کے ان حقوق کی کماحقہٗ حفاظت نہیں ہوتی جن کا انسان استحقاق
فطری رکھتا ہے۔ اس لئے یہ قانون انسان نہیں بنا سکتے۔ خدا ہی بنا سکتا ہے۔ اور اسی کے لئے ضروری
ہے۔ کہ جب اس نے انسان کو ایسا پیدا کیا ہے۔ تو اس کی اس احتیاج کو رفع کرے۔ اور اس کے لئے ایک
قانون مرتب کرے۔ اور جملہ عقلاء و حکماء و علماء ملل و مذاہب آسمانی ہمیشہ قائل رہے ہیں اور ہیں۔ کہ نوع انسان
اور عالم انسانی کبھی قانون الٰہی سے خالی نہیں رہا۔ اور یہ کہ بلحاظ تغیرات زمانی و مکانی اور شخصیات انسان ہمیشہ
اس قانون کی تجدید و تکمیل ہوتی رہی ہے۔

پھر جس طرح بنی نوع انسان کو قانون الٰہی کی ضرورت فطری ہے۔ اسی طرح مجری قانون کی بھی ضرورت ہے
یعنی ایک ایسے شخص کی جو ان قوانین کو صحیح طریقہ پر عمل میں لائے۔ اور عدالت کے ساتھ ان میں جاری کرے۔ اور
حق دار کو حق دلائے۔ ظالم و غاصب حقوق سے مظلوم کا بدلہ لے۔ کیونکہ قانون خود کچھ نہیں کر سکتا۔ اور خود کسی کو

اپنا تابع و مطیع نہیں بنا سکتا۔

قانون فطری طور پر ایک حاکم چاہتا ہے۔ پس اگر وہ مجری قانون انہی افراد میں سے ہو۔ جو ان صفات مذکورہ سے متصف ہیں۔ جن کی وجہ سے اس قانون بنانے اور اس قانون کے نافذ کرنے والے کی ضرورت ہے۔ تو وہ ہرگز صحیح طریقہ پر اس قانون کو جاری نہ کر سکے گا۔ بلکہ اجرائے قانون میں سب کے حقوق کو مساوی نہ رکھ سکے گا۔ اور اس سے اطمینان حاصل نہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے حقوق سے زیادہ نہ لے۔ کسی پر ظلم نہ کرے۔ بلکہ اس سے بھی امن نہ ہوگا۔ کہ وہ بعض خواہشات و ضروریات کو پورا کرنے اور غلبہ و تسلط حاصل کرنے کے لئے قانون کی بعض دفعات کو بدل دے۔ یا حسب دلخواہ تاویل کرے۔ اور اپنی طرف پھیر لے۔ یا اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے قانون کی پرواہی نہ کرے۔ چنانچہ شاہانِ اسلام میں یہ باتیں موجود رہی ہیں اور تواریخ شاہد ہیں۔ لہٰذا اس قانون کے جاری اور نافذ کرنے اور عمل میں لانے کے لئے اور اس ضرورت کے رفع کرنے کے لئے خدا پر لازم ہے۔ کہ ایسا شخص خلق کرے۔ جو ان صفات سے متصف نہ ہو۔ اور اس میں حرص و طمع و شہوت غالبہ و حُبِ دُنیا نہ ہو۔ اور وہ باطناً ان تمام افراد انسانی سے جدا اور علیحدہ ہو۔ جس کی نسبت اغراض شخصیہ و شہوت نفسانیہ کا گمان ہی نہ ہو سکے۔ وہ خدا سے دوسرے درجے پر ختمی ہو۔ کہ سوائے خدا کے اور کسی کا محتاج نہ ہو۔ اور کسی کے مال و دولت و عزو جاہ و منصب و مرتبہ کی اُسے ضرورت نہ ہو۔ لہٰذا من جانب اللہ ایک مجری قانون کا وجود ضروری ہے۔ جو تمام انسانوں سے معناً جدا اور صورتاً ان کے مشابہ ہو۔ تاکہ اس سے مانوس ہو سکیں۔ اور غیر جنس دیکھ کر نفرت نہ کریں۔ نیز اس میں کوئی ایسی صفت خاص اور ایسی علامت ہو۔ جو اس کے منجانب اللہ مقرر ہونے اور اس کے خدائی حاکم اور مجری قانون ہونے کی دلیل و حجت ہو سکے اور شناخت کیا جا سکے۔ کہ یہ خاص برگزیدہ خدا اور منتخب شدۂ الٰہ ہے۔ خدا چونکہ قادر مطلق و غالب و قاہر ہے۔ اور سب عاجز و مغلوب و مقہور۔ اس لئے چاہیئے کہ وہ بندۂ خدا و برگزیدۂ اللہ دوسرے درجے پر قادر و غالب و قاہر ہو۔ کہ باقی سب اُس کے مقابلہ میں عاجز ہوں۔ اور یقین کر لیں۔ کہ بیشک یہ خدائی فرستادہ ہے۔ اور ان سے فرق دبالا ہے۔ نیز اگر وہ ایسا قادر و قاہر غالب نہ ہو۔ اور ان سب کو نہ دکھلائے۔ کہ یہ خدائی صفات کا نمونہ سب پر غالب ہے۔ وہ اپنے کمال قدرت سے ایسے کام کر سکتا ہے۔ جو ان تمام افراد انسانی میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ تو وہ ہرگز اس کے مطیع نہ ہونگے اور اس کا حکم نہ مانیں گے۔ اور اس لئے اجرائے قانون کا مقصد جو اس کے بھیجنے کی غرض ہے۔ پورا نہ ہوگا۔ لہٰذا ایسے فرستادہ خدا اور مجری قانون قادر کی بالفطرت انسان کو ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں مجری قانون الٰہی وہ ہو سکتا ہے۔ جو اس قانون کا کما حقہٗ علم رکھتا ہو۔ اور قانون الٰہی کا واقعی علم اسی کو ہو سکتا ہے۔ جو خدا کا پڑھایا ہوا ہو۔ جب تک وہ تمام ضروریات اجتماعی و انفرادی پر مطلع نہ ہو اور تغیرات زمانی و مکانی و نوعی اور شخصی کو نہ جانے۔ ان ضروریات انسانی سے قانون کو مطابق نہیں کر سکتا۔ اور اس کا اجراء صحیح طور پر نہیں کر سکتا۔ پس اس کا عالمِ ضروریات و عالمِ قانون

معلّم تعلیم الٰہی ہونا ضروری ہے۔ اور ایسے فرستادۂ خدا و منتخبِ خدا اور معلّم تعلیم الٰہی صاحبِ علم و قدرت کو جو من جانب اللہ ایک قانونِ الٰہی کے ساتھ اجرائے قانون کے لئے دلائل صداقت و بیّنات کے ساتھ آئے۔ اور خود اس کا وجود فرستادۂ خدا و برگزیدۂ خدا ہونے کی دلیل ہو۔ حکمائے ناموسِ خدا۔ ناموسِ اکبر اور اصطلاحِ شرع میں حجۃ اللہ (نبی، رسول اور امام) کہتے ہیں ؎

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ فطرتِ عالم مقتضی ہے۔ اور انسان بالفطرت محتاج ہے۔ اور عقل شہادت دیتی ہے۔ کہ زمانے میں جب تک زمانہ ہے۔ اور جب سے ہے۔ حجۃ اللہ کا وجود ضروری ہے۔ اور زمانہ کبھی حجۃ اللہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور حجت اللہ یا نبی ہے یا رسول یا امام۔ مثل حضرت آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ وغیرہم۔ اور اسی مزلدیت فطریہ سے کہ حجت اللہ کا وجود دُنیا میں ضروری ہے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اگر نبوت ختم ہو جائے۔ اور کوئی اس صفت سے متصف اور اس لقب سے ملقب نہ کہلائے۔ تو بھی دُنیا حجۃ اللہ (امامؑ) کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اور ہم ثابت کریں گے۔ کہ نبوت ختم ہو چکی۔ یعنی اسم نبوت آیۂ قرآن شاہد ہے کہ رسول محمد مصطفےٰ خاتم النبیینؐ ہیں۔ لہٰذا دنیا میں نبی کا وجود نہیں ہے۔ اور اس لئے امام موجود ہے۔ اور دُنیا ہرگز وجودِ امام سے خالی نہیں ہے۔ وجودِ امام سے انکار اصل نبوت اور قانونِ قدرت و صحیفۂ فطرت اور آیاتِ الٰہی سے انکار کرنا ہے۔ اہلِ ملل و مذاہب نہیں بلکہ غیر مذہب بھی اگر عقل سلیم و صحیح رکھتے ہوں۔ اور تعصب جاہلانہ سے کام نہ لیں تو عقلاً وجودِ امام۔ پیشوا۔ ہادی۔ ریفارمر کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے۔ اور ہرگز اس اصل سے اختلاف نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر اختلاف ہوگا۔ تو تشخیص میں ہوگا۔ کہ ایسا کون ہے۔ اصل وجود میں عقلاً اختلاف نہیں ہو سکتا۔ باعثِ اختلاف تعصب یا جہالت ہے۔ غرض شہادتِ عقل و فطرتِ عالم و فطرتِ انسانی ثابت ہے۔ کہ امام دُنیا میں ضرور موجود ہونا چاہیے اور ہے۔ وھو المطلوب۔

دُوسری دلیل فطرتِ عالم یہ بھی شہادت دیتی ہے۔ کہ دُنیا میں کوئی نوع انواعِ عالم سے ایسی نہیں ہے۔ جس کی جماعت کا کوئی پیشرو اور نگہبان نہ ہو۔ اور وہ جماعت اس کی متابعت کر کے اور اس کے پیچھے چل کر ترقی کرے۔ اور نسل اور شخص کو باقی رکھ سکے۔ جس گلّے کا نگہبان نہ ہو۔ وہ کبھی محفوظ اور باقی نہیں رہ سکتا۔ واقف کار جانتے ہیں۔ کہ صحرا اور جنگل میں بھی جو جانور رہتے ہیں۔ انکا بھی انہی میں سے ایک پیشرو ہوتا ہے۔ اور وہ سب اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور اس کے اشارہ و ہدایت کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اور اسی کی تدبیر سے اپنے کو دشمنوں سے بچاتے ہیں۔ حتیٰ کہ چیونٹیوں کی جماعت ایک پیشرو رکھتی ہے۔ شہد کی مکھیاں پیشوا سے خالی نہیں ہوتیں۔ جو یعسوب النحل کہلاتا ہے۔ وہ سب پر حاکم ہوتا ہے۔ اور سب کو ان کی حیثیت کے موافق کام تقسیم کرتا ہے۔ اور ان کے حقوق و درجات کا لحاظ رکھتا ہے۔ شہد اور چھتے کی حفاظت کرتا ہے۔ اگران میں یہ سردار اور یعسوب نہ ہو۔ جو قدرت

واقعیت میں لئی سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی ان کا انتظام درست نہ رہ سکے۔ اپنے مقصد کو باحسن وجہ انجام نہ دے سکیں۔ بلکہ ہر ایک غالب و قوی مغلوب و ضعیف کو ہلاک کر دے۔ اور آخر کار سارا جتھا اور ساری جماعت فنا ہو جائے:

بلکہ اگر خود نفس انسان میں غور کیا جائے۔ اور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ انسانی اعضاء و جوارح اگرچہ خود صاحب قوت و حس ہیں۔ مگر ایک حاکم مدبر و پیشوا رکھتے ہیں۔ اور بلا اس کے چارہ کار نہیں۔ آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سنتے ہیں۔ زبان چکھتی ہے۔ ناک سونگھتی ہے اور ہاتھ چھوتا ہے۔ مگر یہ اپنے تمام محسوسات و معلومات میں قلب کے محتاج ہیں وہ ان کی معلومات و محسوسات کے اچھے برے کی تمیز کرتا ہے۔ ان کے شکوک و شبہات کو رفع کرتا ہے۔ اگر قلب نہ ہو۔ تو یہ سب حیرت میں پڑے رہیں۔ جو کچھ یہ اعضاء و جوارح و حواس خمسہ ظاہریہ محسوس کرتے ہیں۔ وہ حس مشترک لیتی ہے۔ اور وہ اپنے خزانہ خیال کو پہنچاتی ہے۔ وہ واہمہ کو دیتا ہے۔ اور قوتِ واہمہ قوتِ حافظہ کو۔ اور اس سے قلب لے کر ان میں تدبیر و تصرف کرتا ہے۔ اگر قلب ان کا پیشوا اور مدبر و متصرف نہ ہو۔ تو یہ سب بیکار ثابت ہوں اور کام سے رہ جائیں۔ پس خدا نے ان اعضاء و جوارح انسانی کی جماعت کو بلا مدبر و حاکم متصرف اور پیشوا نہیں چھوڑا:

حکایت۔ ہشام بن الحکم و عمرو بن عبید:۔

ہشام۔ عمرو بن عبید سے کیا تمہارے آنکھ ہے؟

عمرو بن عبید۔ اے لڑکے یہ کیسا مہمل سوال ہے؟

ہشام۔ یہی پوچھنا ہے۔

عمرو بن عبید۔ پوچھ۔ اگرچہ احمقانہ سوال ہے:

ہشام۔ کیا تمہارے آنکھ ہے؟

عمرو۔ ہاں! ہے:

ہشام۔ اس سے کیا دیکھتے ہو؟

عمرو۔ رنگ اور صورتیں:

ہشام۔ کیا تمہارے ناک ہے؟

عمرو۔ ہاں!

ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟

عمرو۔ بو سونگھتا ہوں:

ہشام۔ کیا تمہارے منہ ہے؟

عمرو۔ ہاں! ہے ؛
ہشام۔ اس سے کیا کہتے ہو؟
عمرو۔ چیزوں کا مزہ پہچانتا ہوں ؛
ہشام۔ کیا تمہارے زبان ہے؟
عمرو۔ ہاں! ہے ؛
ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟
عمرو۔ کلام کرتا ہوں ؛
ہشام۔ کیا تمہارے کان ہے؟
عمرو۔ ہاں ہے ؛
ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟
عمرو۔ اس سے آوازیں سنتا ہوں ؛
ہشام۔ کیا تمہارے ہاتھ ہے؟
عمرو۔ ہاں ؛
ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟
عمرو۔ اس سے پکڑتا اور چھوتا ہوں ؛
ہشام۔ کیا تمہارے قلب ہے؟
عمرو۔ ہاں ہے ؛
ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟
عمرو۔ اس سے جو کچھ ان اعضاء و جوارح پر وارد ہوتا ہے۔ اور یہ محسوس کرتے ہیں۔ اُس میں تمیز کرتا ہوں ؛
ہشام۔ تو کیا یہ اعضاء و جوارح قلب سے مستغنی اور بے پروا نہیں ہیں؟
عمرو۔ نہیں۔ یہ اس کے محتاج ہیں ؛
ہشام۔ یہ کیوں کر ہے۔ حالانکہ وہ صحیح و سالم ہیں؟
عمرو۔ اے لڑکے جب یہ اعضاء و جوارح اس میں شک کریں۔ جو انہوں نے دیکھا۔ سونگھا۔ چکھا۔ سنا اور چھوا ہے۔ تو اس کو قلب کی طرف رد کرتے ہیں۔ اور اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ شک کو باطل کر دیتا ہے اور یقین کو کامل کرتا ہے ؛

ہشام۔ تو خدا نے قلب کو ان اعضاء و جوارح کا شک و شبہ دور کرنے کے لئے قائم کیا ہوا ہے!

عمرو۔ ہاں۔ ایسا ہی ہے۔

ہشام۔ تو پھر قلب کا وجود ان اعضاء و جوارح انسانی کے لئے ضروری ہوا۔ ورنہ یہ تو قائم و مستقیم نہیں رہ سکتے؟

عمرو۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ بلا قلب یہ کچھ نہیں کر سکتے۔

ہشام۔ اے ابو مروان! خدا نے تیرے اعضاء و جوارح کو بے امام و پیشوا کے نہیں چھوڑا۔ جو ان کے لئے صحیح کو صحیح حق کو حق کرتا ہے۔ اور شک سے یقین دلاتا ہے۔ اور اپنی اس مخلوق (نوع انسان) کو اسی حیرت و شک و اختلافات میں چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کے لئے کوئی امام اس نے خود مقرر نہیں کیا۔ جس کی طرف رجوع کریں۔ تا کہ اپنے شکوک و شبہات و حیرت و اختلافات کو بغرض رفع اس کے سامنے پیش کریں۔ تیرے اعضاء کے لئے تو امام قائم کر دیا۔ اور مخلوقات کو یونہی حیرت و شک و اختلاف میں بلا امام چھوڑ دیا؟

عمرو بن عبید یہ سن کر حیران و مبہوت و خاموش رہ گیا۔ اور دیر کے بعد بولا۔ "کیا تو ہشام ہے"؟ اور بعد تعارف گلے سے لگایا۔ اور اپنی جگہ بٹھایا۔

پس فطرت عالم اسی پر مبنی ہے۔ کہ خدا نے کسی نوع کسی قوم کسی جماعت حتیٰ کہ جماعت اعضاء و جوارح انسانی کو بھی بلا پیشوا کے نہیں چھوڑا۔ اور ہر ایک جماعت کے لئے ایک پیشوا کی ضرورت ہے۔ اور اس لئے ناممکن ہے کہ نوع انسان کبھی وجود امام سے خالی رہے۔ بلکہ انسانی ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی جماعت پیشوا اور مدبر و متصرف حاکم چاہتی ہے۔ چنانچہ مشاہدہ ہے اور بالفطرۃ انسان مجبور ہیں۔ کہ اپنے میں ایک حاکم۔ سردار۔ مدبر۔ متصرف تسلیم کریں۔ ایک گھر کا انتظام کبھی درست نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ گھر میں ایک بڑا نہ ہو۔ جس کی ہر ایک بات مانے اور حکم پر چلے۔ اور وہ ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھے۔ اور انتظام خانہ درست رکھے۔ جس گھر میں کوئی بڑا شخص اور صاحب حکم نہ ہو۔ کبھی سرسبز نہیں ہو سکتا۔ اہل دیہات باوجود جاہل اور غیر متمدن ہونے اور اپنی ضروریات و حقوق کے سمجھنے کے فطرۃً مجبور ہوتے ہیں۔ کہ اپنے گاؤں اور اپنی جماعت میں ایک مقدم (پیشوا) تسلیم کریں۔ اور اپنے جزوی معاملات و تنازعات میں اس کی طرف رجوع کریں۔ اور گاؤں کی تمدنی و اجتماعی حالت درست کرے۔

اسی طرح ہر ایک شہر میں ایک حاکم و مدبر و متصرف کی ضرورت رہے۔ اگر شہر میں حاکم نہ ہو کبھی حالت اجتماعی درست نہیں رہ سکتی۔ بلکہ اہل شہر زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اسی طرح تمام ملک میں ایک حاکم و متصرف بادشاہ کی ضرورت ہے۔ جس کی طرف تمام نزاعات منتہی ہوں۔ اور تمام حکام اس کے تحت حکم۔ تا کہ تخلف نہ کر سکیں۔ اور اسی طرح سے بالفطرۃ تمام نوع انسانی عالم میں ایک وجود کو مقتضی ہے جو مرجع کل ہو۔ اور ہر ایک حکم و ہر ایک ناحق فیصلہ اس کی طرف منتہی ہو۔

اور اس کا حکم اور آخری فیصلہ حکم ناطق سمجھا جائے۔ اور جس کے حکم میں پھر شک و شبہ اور خطا و غلطی کا احتمال نہ رہے۔ اور ایسا شخص نبی ہو سکتا ہے۔ جو صفات عامہ ناس حرص و طمع و شہوت نفسانی و حب دنیا سے منزہ و مبرا، خطاء و غلطی سے محفوظ اور جملہ امور کا عالم اور جاننے والا ہو۔ اور ایسا شخص وہ ہے۔ جو من جانب اللہ تعلیم یافتہ۔ برگزیدہ منتخب شدہ ہو۔ ورنہ یہ سلسلہ حکام لامتناہی کبھی اور کہیں ختم نہ ہو۔ اور تسلسل محال لازم آئے گا۔ اور مقصد اصلی اصلاح نوع انسان، بقاء نظام تمدن حاصل نہ ہوگا۔ یعنی حقیقی اور اصلی مقصد اور مدعا نہ ہمارا فرضی اور خیالی۔ اس لئے خدا پر لازم و واجب ہے۔ کہ وہ ایسے شخص کے وجود سے عالم کو خالی نہ رکھے۔ جس کی یہ صفات مذکورہ ہوئیں۔ اور جس کو ہم حجۃ اللہ۔ نبی۔ رسول اور امام کہتے ہیں۔ دنیا میں یا رسول موجود ہو۔ یا امام۔ جب رسول نہیں ہے۔ تو امام کا وجود ضروری و لازمی ہے۔ نام جدا جدا ہیں۔ ورنہ اصل ما بہ النبوت و امامت ایک ہی ہے۔ پس فطرتِ عالم اور فطرتِ انسانی دلالت کرتی ہے۔ کہ کوئی جماعت کوئی نوع کوئی قوم فطرۃً وجود پیشوا سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اور اس اصل کے نشان اطراف عالم اور خود وجود انسانی میں موجود ہیں۔ اور اسی واسطے انہی کی طرف اشارہ کرکے خدا فرماتا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ ضرور ہم اپنی نشانیاں آفاق و اطراف عالم اور خود اس کے نفسوں میں دکھلاتے ہیں۔ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ زمین میں اہل یقین کے لئے ہماری بیشمار نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود انسانوں کے نفسوں میں۔ تو وہ کیوں چشم بصیرت وا نہیں کرتے۔ اور اس کو نہیں دیکھتے۔ پیشوائے خلق امام زمان اور قطب موجودات عالم سے انکار کرنا صریح آیات الٰہی کی تکذیب کرتا ہے۔ خدائی منتخب شدہ پیشوائے خلق سے دنیا کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ یہ فطرتِ عالم اور فطرتِ انسان اور عقل کے بالکل خلاف ہے۔ اور اسی لئے امام خلق ضرور موجود ہے۔ وَهُوَ الْمُرَادُ۔

تیسری دلیل

بعض قدیم حکماء اور اکثر آج کل کے فلاسفر قائل ہیں۔ کہ اجزاء فردیہ عالم امکان چار صفتیں رکھتے ہیں۔ اوّل وہ متحد الذات و مختلف الصفات ہیں۔ دوم وہ ایک حرکت طبعی رکھتے ہیں۔ سوم وہ ایک کشش طبعی رکھتے ہیں۔ چہارم ہر جزو قوی اپنی بقاء کے لئے ضعیف کو فنا کرتا جاتا ہے۔ اور اسی اصل کو قانون تنازع البقاء کہتے ہیں۔ یعنی ہر ایک اپنی بقاء کے لئے متنازع ہے۔ اور ہر ایک قوی چاہتا ہے۔ کہ ضعیف کو فنا کرکے خود باقی رہے۔ اور ان چاروں اصول کو نوامیس اربعہ کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسی پر تنوع انواع عالم کا دار و مدار ہے۔ حرکت اور کشش کے ذریعے یہ اجزاء آپس میں ملتے ہیں۔ اور ملتے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک قوی ضعیف کو فنا کرتا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے ایک عرصہ کے بعد ایک جسم ان سے بن جاتا ہے۔ اور چونکہ مختلف اوصاف رکھتے ہیں۔ اس لئے وقتاً فوقتاً مختلف انواع و اجسام ان سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہمیں یہاں جملہ نوامیس کے اثبات و ابطال سے بحث نہیں ہے۔ جن میں سے بعض بدیہی البطلان ہیں۔ بلکہ صرف قانون چہارم تنازع سے یہاں بحث منظور ہے۔ اور یہی ایک اصل

ایسا ہے۔ جس پر فطرت عالم بالصراحت شہادت دیتی ہے۔ اور مشاہد و محسوس ہے۔ بلکہ ایک جسم مرکب کے بعض اجزاء مادیہ کا جلد فناء ہو جانا اور بعض کا دیر تک باقی رہنا ہر روز ہمارے تجربے اور مشاہدے میں ہے۔ اور محتاج دلیل و برہان نہیں ؛

پس یہ تنازع بقاء صرف اجزاء فردیہ مادیہ ہی میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ مرکبات میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ضرور ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ جو چیز اجزاء فردیہ کی فطرت و طبیعت میں داخل ہے۔ وہ مرکب میں بالکلیہ مفقود نہیں ہو سکتی۔ ہاں حالت ترکیب میں کچھ کمی بیشی اور تغیر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ قانون تمام انواع مادہ۔ جمادات و نباتات و حیوانات میں موجود ہے۔ اور حیوانات میں بہت زیادہ محسوس ہر ایک قوی حیوان اپنی جنس اور غیر جنس کے ضعیف کو فنا کرنا چاہتا ہے۔ نہیں بلکہ کرتا ہے۔ بڑے درندے چھوٹے جنگلی جانوروں کو ہلاک و فنا کرتے ہیں۔ شکاری پرندے غیر شکاری ضعیف پرندوں کو کھاتے رہتے ہیں۔ اور ہلاک کرتے ہیں۔ حشرات الارض میں ہر قوی ضعیف کو فنا کرتا رہتا ہے۔ پانی کے جانوروں میں بڑے جانوروں کی غذا چھوٹے ہیں۔ بڑی مچھلیاں چھوٹیوں کو کھا جاتی ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس کوئی نوع کوئی جنس اس قانون سے خالی نہیں۔ پھر حضرت انسان جس کی جنس مشترک حیوان ہے۔ اور جو ان تمام اجزاء مادیہ کا مجموعہ ہیں۔ جو تمام انواع ماتحت میں پائے جاتے ہیں۔ وہ کب اس قانون سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ اس میں جس طرح اور صفات اجزاء مادیہ اور اوصاف انواع ماتحت بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اسی طرح یہ صفت بھی اس میں بدرجہ کمال موجود ہے۔ بلکہ بعض فرشتہ صورت درندہ صفت انسانوں کا تو مطمح نظر اور منتہائے خیال یہی ہے۔ اور اسی کو اپنی زندگی کا مقصد و مدعا سمجھتے ہیں۔ کہ باقی تمام بنی نوع انسان کو فنا کر دیا جائے۔ اور یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ اس میں خود ان کی فنا ہے۔ کیونکہ انسان محتاج تمدن ہے۔ اور جب کوئی نہ رہے گا۔ تو یہ بھی نہ رہے گا۔ اور نسل آدم منقطع ہو جائے گی ؛

پس تنازع بقاء انسانوں میں سب سے زیادہ موجود ہے۔ اور خلقت عالم سے مقصود بھی یہی انسان ہے نہ دوسرے موجودات۔ بلکہ باقی تمام اس کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ "وَخَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" جو کچھ کہ زمین میں ہے۔ وہ سب من حیث المجموع نوع انسانی ہی کے لیئے ہے۔ لہٰذا بقاء نوع انسان اور اس کی ترقی جسمانی و روحانی بھی ضرور خالق و صانع عالم کو مطلوب و منظور ہے۔ لہٰذا یہاں خطرۃً دو چیزیں پائی گئیں۔ اوّل نوع انسان میں قانون تنازع بقاء بالفطرۃ معرض ہلاکت و فنا میں ہے۔ دوم یہ کہ فطرت عالم و حکمت خداوند عالم ضرور چاہتی ہے کہ حکمت و مصلحت مقتضی ہو۔ بقاء نوع انسانی کو چاہتی ہے۔ اور یہ ایک قسم کا تناقض ہے۔ کیونکہ تنازع فطری بقاء کو منافی و مناقض ہے تنازع بقاء کے ہونے سے۔ بقاء نوع انسان ممکن نہیں۔ اور اس لئے مقصد خالق و صانع اور غرض و غایت الٰہی فوت ہوئی۔ اور یہ محال ہے۔ لہٰذا ضروری و لازمی ہوا۔ کہ یا تو تنازع بقاء نوع انسانی میں نہ ہو۔ یا اگر بقاء

نوعِ انسانی مطلوب ہے۔ تو اس تنازع کے دفع کرنے کے لئے کوئی تدبیر اور سبب فطرۃً پیدا کیا جائے۔ لیکن تنازع بقاء موجود ہے۔ لہذا رفع تنازع کا ہونا لازمی ہے۔ اور وہ اس طرح ممکن ہے۔ کہ عالم میں ہمیشہ ایک ایسا وجود موجود ہو۔ جو اس صفت تنازع سے مستثنیٰ ہو۔ اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے جس پر خاص عنایت الٰہی ہو۔ اور وہ خدا کے بعد دوسروں کا دستِ نگر نہ ہو غنی و مستغنی ہو۔ اور یہ کہ وہ ایسا قادر و عالم ہو۔ کہ اپنے تصرف علمی اور قدرت قاہرہ سے اس تنازع بقاء کو دفع کر سکے ظالم کو ظلم سے روکے۔ اور مظلوم کی فریاد رسی کرے۔ مفسدین کا قلع قمع کرے۔ اور نوع انسان میں اصلاح۔ اسی کو اصطلاح میں حجت خدا۔ نبی و امام کہتے ہیں۔ پس ثابت ہوا۔ کہ قانون تنازع بقاء فطری وجود حجتِ خدا کو مقتضی ہے۔ لہذا زمانہ کبھی وجود حجت خدا سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور بعد خاتم النبیینؐ ایسے اور اس صفت سے متصف امام حجۃ اللہ کا وجود ضروری و لازمی ہے۔ اور اس لئے امامؑ اس وقت بھی موجود ہے۔ وَاِنَّ الْاَرْضَ لَا تَخْلُوْا مِنَ الْحُجَّۃِ حجت خدا سے زمین کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ وجودِ امامؑ کے منکر مکذب قانون قدرت ہیں۔ جو لوگ چشم بصیرت سے ان حالات و واقعات و تنازعات عالم پر اطلاع رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ اور مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ اگر انسان اپنی اسی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ اور کوئی امر من جانب اللہ اس کو اس کے ظلم اور دل بخواہانہ حرکات سے روکنے والا پیدا نہ ہوتا۔ تو آج تک نوع انسانی کب کی فنا ہو چکی ہوتی۔ اور اگر انبیاء وغیرہم کو بھیج کر خدا وقتاً فوقتاً مفسدین کا قلع قمع کر کے نوعِ انسانی کی ترکیب نہ کرتا۔ اور اسبابِ باطنی بقاء نوع انسانی کے نہ پیدا کرتا۔ تو آج زمین پر انسانوں میں سے کوئی متنفس نظر نہ آتا۔ اور اس وقت اگر نوع انسان کو اپنی آزاد حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ اور کسی قوتِ قاہرہ سے نہ روکا جائے اور کسی حجۃ اللہ سے مفسدین کا قلع قمع نہ کیا جائے۔ تو تھوڑے عرصے میں تمام کی تمام نوع انسانی فنا ہو جائے گی۔ اور ہر قوی ضعیف کو فنا کر کے دنیا کا خاتمہ کر دے گا۔ ضروری و لازمی ہے۔ کہ حجت اللہ عالم کی اصلاح کرے۔ دنیا ہرگز وجودِ حجت اور امامِ زمانہ مصلح عالم سے خالی نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ وَھُوَ الْمَطْلُوْبُ اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ فَرَجَہٗ۔

فصل

(دلائلِ عقلیہ فطریہ بمنصوصاتِ قرآنیہ)

چوتھی دلیل حالات و واقعاتِ عالم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ہر روز مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ ہر انسان خواہ کسی مذہب ملت کا پابند ہو یا نہ ہو اس کا قائل ہے کہ سچ اچھا ہے اور جھوٹ برا ہے جیسا کہ ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ ہر ایک انسان سلیم الطبع صحیح العقل سچ کو اچھا جانتا ہے۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں

جیسا کہ نہیں سچ بُرا ہے جھوٹ اچھا ہے۔ اور اختلاف مذاہب اس عقیدے میں مؤثر نہیں یعنی باوجود اختلاف مذاہب
اس میں اختلاف نہیں۔ بلکہ سب متفق ہیں۔ اگرچہ بسبب غلبہ خواہشات نفسانیہ یا وساوس شیطانیہ یا مراسم تقلیدیہ
یا بوجہ تعلیم و تربیت و صحبت مربی و معلم و مصاحب کے وہ جھوٹ بولنے کے مرتکب ہی کیوں نہ ہو رہے ہوں یا بمقتضائے زمان
اس کو پالیسی میں شمار کرتے ہوں۔ یا فیشن میں داخل جانتے ہوں۔ مگر جھوٹ کو اچھا کبھی نہیں کہیں گے ان کا کانشنس
کیسا ہی مر گیا ہو جھوٹ کی خوبی پر گواہی نہ دیگا۔ اور سچائی کو بُرا نہ کہے گا۔ اور اسی واسطے ہر ایک انسان سچائی کو پسند
کرتا ہے سچائی کو تلاش کرتا ہے۔ اور سچے کو چاہتا ہے۔ اور اپنے مذہب و ملت اور اپنے کو اپنے پیشواؤں اور مقتداؤں
کو سچا جانتا ہے۔ پس سچائی پر سچ کی تلاش سچ کی متابعت انسانی سرشت میں داخل ہے۔ اور فطرت انسانی
اسی کو مقتضی ہے۔ اور گویا فطرت انسانی انسان کا ہر ایک عضو بلکہ انسان کا ہر ایک موئے بدن زبان حال سے کہہ رہا
ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اور سچائی کو نہ چھوڑو۔ پس کون شخص ہے جو خلاف فطرت انسانی
سچ کو بُرا کہے۔ اور سچ کو سچ جان کر اس کی مخالفت کرے۔ اور اسی طرح فطرت انسانی بمقتضائے ذاتی عالم میں ہمیشہ ایک
صادق کے وجود کو مقتضی ہے ہر زمانے میں صادق موجود ہونا چاہیے جس کی طرف فطرت انسانی مائل اور اس کی
مقتضی ہے۔ پس فعل خدا فطرت عالم اور خدا کی کتاب وجودی اور مصحف تکوینی ہے۔ اب ہم دیکھیں کہ خدا کا صحیفہ قولی اور کتاب
تشریعی کیا حکم دیتے ہیں آیا اس فطرت کے موافق ان کا حکم ہے یا مخالف؟ فَقَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔ یَا أَیُّہَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ ع ۱۵) اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ
ہو جاؤ۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ کتاب تکوین و کتاب تدوین فعل خدا و قول خدا دونوں متفق و یک زبان ہیں۔ دونوں
پکار رہے ہیں۔ کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور "ورک اوف گاڈ" اور "ورڈ اوف گاڈ" دونوں مطابق ہیں
لہٰذا اس اصل کی صداقت و حقیقت میں کسی انسان عاقل کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ خدا زبان فعلی و زبان قولی
سے تمام اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ سچوں کی معیت میں رہو۔ تو ضرور ہے کہ سچے موجود بھی ہوں ورنہ تکلیف مالا یطاق
یہ حکم لغو اور غیر قابل عمل ہوگا۔ پس بحکم کتاب تکوین و فطرت عالم و کتاب تدوین و کلام خداوند عالم وجود صادقین ہر زمانے
میں ضروری ہے۔ اور وہ صادقین ایک گروہ خاص علاوہ دیگر مومنین ہے۔ جن کی متابعت کا تمام مومنین کو حکم ہے
اس لئے جو شخص اس سے انکار کرے۔ اور کہے کہ نہیں۔ زمانہ وجود صادق سے خالی رہتا ہے۔ تو کاذب مفتری
علی اللہ مکذب آیات الٰہی ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا۔ مگر سارے سچے مومنین اس جماعت
صادقین مطلق میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ مامور و آمر اور مطیع و مطاع تابع و متبوع۔ حاکم و محکوم و امام و ماموم و مقتدی و
مقتدا میں مغایرت ضروری ہے۔ وہی تابع سے وہی متبوع۔ وہی مطیع وہی مطاع۔ اور وہی آمر اور وہی مامور نہیں ہو سکتے
قال آیۃ مجیدۃ وَمِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْہُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْہُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ

وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورہ احزاب) یعنی مومنین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھا دیا۔ جو انہوں نے
خدا سے کیا تھا۔ ان میں سے بعض اپنے مدعا زندگی کو پورا اور اپنی تکلیف کو ادا کر گئے! اور بعض ابھی منتظر
حکم خدا ہیں۔ جب حکم خدا ہو گا۔ اپنی تکلیف ادا کریں گے۔ اور تمام روئے زمین عدل و داد سے پُر کر دیں گے۔
اور ظلم و کذب کا نام صفحۂ ہستی پر باقی نہ چھوڑیں گے۔ یَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا اور انہوں نے کسی امر کو ذرا بھی تبدیل
نہیں کیا ہے۔ جو کچھ عہد کیا گیا۔ پورا پورا ادا کر دیا۔ کسی امر الٰہی میں مخالفت نہیں کی۔ جو تبدیلی واقع ہو۔ یہ آیت ان صادقین کی خبر دیتی
ہے۔ اس آیت سے علاوہ اس کے کہ ایک صادق منتظر حکم الٰہی کا زمانہ میں موجود ہونا ثابت ہے۔ یہ بھی ثابت ہے۔ کہ وہ
صادقین جن کی متابعت اور معیت کا اہل اسلام کو حکم ہے۔ انہی اہل اسلام اور امت محمدی ہی میں سے ہیں۔ نہ ان کے غیر
یہود و نصاریٰ یا خاص بنی اسرائیل سے۔ غیر کی معیت و متابعت اہل اسلام پر کسی حال میں واجب و لازم نہیں۔ بلکہ درست
و جائز نہیں۔ فافہم۔ غرض یہ صادقین اہل اسلام و اہل ایمان ہی سے ہیں۔ لیکن وہ کچھ ایسی صفات خاصہ سے مختص ہیں
جو عام مسلمانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اور وہ صفات عہد و لوازم عہد ہیں۔ کہ انہوں نے جو عہد خدا سے کیا تھا۔
اس کو بالکل پورا کر دکھایا۔ اور ذرا اس سے مخالفت اور اس میں کمی اور تغیر و تبدیلی نہیں کی۔ نہ ظاہراً نہ باطناً۔ نہ
صورۃً نہ معناً۔ اور اوّل عہد الٰہی یہ ہے۔ "اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ۔ اے بنی آدمؑ کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لے لیا ہے۔ کہ تم شیطان کی عبادت اور اس کی متابعت نہ کرو
کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ مگر بنی آدم اس پر قائم نہ رہے۔ اور باستثناء بعض سب نے شیطان کی متابعت کر لی۔
چنانچہ اللہ جل شانہ خبر دیتا ہے "وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" البتہ
شیطان نے ان کے باب میں اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ پس سب نے اس کی متابعت کر لی سوائے مومنین کی ایک جماعت کے یہ
شیطان نے وقت مہلت کہا تھا۔ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ میں سوائے تیرے مخلص
بندوں کے باقی تمام بنی آدم کو بہکاؤں گا" چنانچہ جو اس نے کہا تھا۔ وہ سچ ہوا۔ سوائے ایک مختصر جماعت کے باقی سب نے
اس کی متابعت کر لی۔ پس سارے مومن یقیناً سچے نہیں ہیں۔ اور ان پر صادقین کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہی مختصر جماعت
وہ صادقین ہیں۔ جو اپنے عہد پر ہر طرح سے قائم و ثابت رہے ہیں۔ اور کسی امر میں شیطان کی متابعت نہیں کی۔ نہ ظاہراً
نہ باطناً نہ صورۃً نہ معناً۔ نہ اوّل عمر میں نہ آخر عمر میں۔ نہ کسی چھوٹے امر میں نہ بڑے میں۔ کیونکہ اگر کسی ادنےٰ سے امر میں بھی شیطان
کی متابعت کر لیتے۔ تو عہد مطلق الٰہی سے خارج ہو جاتے۔ اور صادق مطلق نہ کہلاتے۔ اور وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ان کی
صفت میں نہ آتا۔ اس لئے کہ حضرت آدمؑ نے اگرچہ گناہ کوئی نہیں کیا۔ اور واقعی ان سے خطا سرزد نہیں ہوئی۔
مگر چونکہ انہوں نے شیطان کی قسم پر اعتبار کر لیا۔ اور خود خدا سے درخت کی بابت نہ پوچھا۔ اور رفع نہی کی تحقیق نہیں
کی۔ عہد مطلق الٰہی سے خارج ہو گئے اور اس پر قائم نہ رہے۔ جیسا کہ خدا خبر دیتا ہے۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ
وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ

عَزْمًا۔ اور پہلے ہم نے آدم سے عہد لیا تھا۔ اس نے ترک اولیٰ کیا۔ اور ہم نے اس کے لئے عزم بالجزم نہ پایا۔ حضرت
چنے ہیں گروہ مثل صاحبان اولوالعزم۔ لہذا محض بصورت ظاہری قول شیطان پر عمل کرنے سے انسان بعض عہد الٰہی سے خارج
ہو جاتا ہے۔ اگرچہ گنہگار نہ بھی ہو۔ اور عصمت میں فرق نہ آئے۔ بلکہ فی الحقیقت قسم اسم باری تعالےٰ عزوجل پر فقط عمل کرنے والا
ہو نہ شیطان کی متابعت کرنے والا۔ اس لئے عہد مطلق کامل پر قائم وہی ہیں۔ جنہوں نے اوائل سے اواخر عمر میں بھی متابعت
شیطان نہیں کی ہے۔ اور کوئی ظاہری صورت بھی ایسی پیش نہیں آئی ہے۔ اور یہی معنی ہیں عصمت مطلقہ کے۔ پس صادقین
معصومین کاملین ہیں۔ اس واسطے کہ صدق سے مراد بھی یہاں صدق مطلق کلی ہی ہے۔ کیونکہ اگر مطلق صدق یا صدق
جزئی مراد ہو۔ تو کوئی مسلمان بھی اس سے خالی نہ پایا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر کوئی مسلمان ایسا بھی فرض کیا جائے۔
جس نے تمام عمر میں کوئی عمل نیک نہ کیا اور دین میں سچا نہ ہو۔ لیکن قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ میں وہ ضرور سچا ہے۔
کیونکہ یہ بھی نہ ہو۔ تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اور یہاں مسلمان فرض کیا گیا ہے۔ پس اس لحاظ سے تمام اہل اسلام خواہ وہ کیسے
ہی فاسق و فاجر کیوں نہ ہوں صادقین میں داخل ہو جائیں گے۔ حالانکہ آیت صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ وہ صادقین
تمام مسلمان اور اہل ایمان نہیں ہیں۔ کیونکہ تمام مسلمانوں کو ان کی متابعت کا حکم ہے۔ اور تابع غیر متبوع ہوتا ہے۔
اگر ایسا ہو۔ تو تابع و متبوع دونوں ایک ہو جائیں گے۔ پس ضرور صدق سے مراد صدق مطلق ہے۔ یعنی صدق فی القول،
صدق فی النیت۔ صدق فی العزم۔ صدق فی الوفا۔ صدق فی العمل۔ اور صدق فی مقامات الدین وغیرہ یعنی
الشریعۃ۔ ہر ایک قسم کا صدق ان میں پایا جاتا ہو۔ اگر امور مذکورہ میں سے کسی ایک امر میں بھی صادق نہ ہوگا۔ تو صادق
مطلق نہ کہلائے گا۔ پس صدق مطلق و عصمت مطلقہ متغایر المفہوم اور متحد الصدق ہیں۔ معصوم مطلق ہی صادق مطلق
کہلا سکتا ہے اور صادق کا خطاب پا سکتا ہے۔ بہر کیف وجود صادق پر نقل خدا و قول خدا فطرت عالم احکام عقل و نقل
عالم دونوں شاہد ہیں۔ اور نفس سرشت انسانی مقتضی ہے۔ کہ ہر زمانے میں ایک صادق معصوم موجود ہو۔ اور
چونکہ عصمت نوع بشر میں مختص ہے نبی اور امام سے۔ لہذا ثابت ہوا ہے۔ کہ صادق مطلق یا نبی ہے۔ یا امام
ہے۔ مگر اس وقت چونکہ نبوت ختم ہے۔ لہذا بکمال وضاحت ثابت ہوا۔ کہ وجود امام صادق مطلق و
معصوم برحق ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور صادق موجود و منتظر حکم خدا ہے۔ جس وقت
حکم ہوا۔ صدق کلی کو ظاہر فرمائے گا۔ وَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا بَعْدَ مَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا اور یہ
عصمت و صداقت اگر متحقق ہے تو صرف اہلبیت طیبین و طاہرین میں ہیں۔ اگر مسلمان عصمت کے قائل ہیں۔ تو صرف انہی
کے۔ اور وجود معصوم ضروری ہے۔ پس وجود معصوم اہلبیت ضروری و لازمی ٹھہرا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ سا شامل ہے۔ مگر ان
صادقین معصومین میں ایک فرد منتظر ہے۔ پس وجود امام منتظر سے انکار ممکن نہیں۔ اور ایک علامت صداقت یہ ہے کہ
صادق کے ظہور سے روئے زمین پر صدق و حق و عدل و داد ہوگی۔ اور کذب و باطل کا نام باقی نہ رہے گا۔ جب تک

یہ بات ظاہر نہ ہو۔ مدعی جھوٹا کاذب ہے نہ صادق۔ اور یہ حکم فطری و خلقی مطابق قول و فعل خدا ہے۔ اور اس کا منکر مکذب الٰہی کافر و مشرک ہے۔ صادق کا ہر ایک قول صادق ہوتا ہے۔ اور سچے ہر ایک امر حق میں ایک ہی قول رکھتے ہیں۔ ان کے قول میں اختلاف ہرگز نہیں ہوتا۔ دیکھو صادق برحق واصدق الصادقین یعنی خدا کا یہ قول ہے۔ کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور ایک نہ ایک سچا ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ صادق ابن جناب خاتم النبیین کے فرزند ارجمند منبع صدق و صفا معدن تسلیم و رضا امام ضامن ثامن حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں "اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَخْلُوْا عَنْ صَادِقٍ مِّنَ اللّٰہِ"۔

زمین ایک ایسے صادق کے وجود سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ جو من جانب اللہ صادق ہو۔ یعنی صادق منصوص من اللہ ہمیشہ زمین میں موجود رہتا ہے۔ صادق کی شناخت کے متعلق کلام حمید مجید میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں۔ ہم سب سے سہل الفہم اور معروف نزصرف دو آیتیں پیش کرتے ہیں۔ اور وہی شناخت صادق کے لئے کافی ہیں۔ اوّل خداوند عالم متقین خاص کی شان میں فرماتا ہے "وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ اور جو صدق لے کر آیا۔ اور جس نے صدق کی تصدیق کی۔ پس وہی متقی ہیں (زمر ع ۴) سچے متقی دو ہی ہیں۔ ایک وہ جو سچ لے کر آیا۔ اور دوسرا وہ جس نے اس سچ اور سچے کی تصدیق کی۔ اور مسلم ہے۔ کہ سچ کر لانے والے جناب محمد مصطفےٰ اصدق الصادقین امین ہیں۔ جو شریعت صادقہ مصدقہ و حقہ محقہ لے کر مبعوث برسالت ہوئے اور ان کے بعد متقی خاص وہ ہیں جنہوں نے حضرتؐ کی تصدیق کی۔ مثلاً جس وقت جناب رسول خدا نے دعوت اسلام شروع کی۔ اور بحکم آیہ شریفہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ" سب سے پہلے قریش کو جمع کیا۔ اور ان کی دعوت کی۔ اور بعد ازاں آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں خدا کی طرف سے رسولؐ ہو کر آیا ہوں۔ کہ تم کو نیکی کی راہ بتاؤں۔ اور خداوند وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دوں۔ تاکہ تم نجات پاؤ۔ اور جو شخص اس کام میں میری مدد کرے گا اور میرا ساتھ دے گا۔ وہی میرے بعد میرا بھائی میرا وزیر اور میرا خلیفہ اور میرا وصی ہو گا۔ تمام مورخین لکھتے ہیں۔ کہ تمام مجمع قریش میں کوئی نہ تھا۔ جو اس دعوت پر لبیک کہتا سوائے ایک سب سے کم سن لڑکے کے جس نے کھڑے ہو کر کہا" یا رسول خداؐ میں آپ کا ناصر و مددگار ہوں گا" اوّل حضرتؐ کی رسالت کی تصدیق کی اور ایمان لائے اور نصرت و یاری کا وعدہ کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ بیٹھ جاؤ۔ اور تین دفعہ حضرتؐ نے ایسا ہی کیا۔ اور تینوں دفعہ علیؑ نے یہی جواب دیا۔ تب آپ نے فرمایا۔ تو ہی میرے بعد میرا بھائی۔ میرا وزیر۔ میرا خلیفہ اور میرا وصی ہے۔ سچے کی تصدیق اور سچ کی حمایت سچائی کی علامت اور اوّل دلائل صداقت سے ہے۔ علیؑ نے ایسا ہی کر دکھایا۔ کہیں رسول خداؐ کا ساتھ نہ چھوڑا ہر جگہ مصدق رسولؐ و صداقت کے حامی رسولؐ صادق امین کے سینہ سپر ہے۔ دوم قُلْ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ جمعہ کہدو اے پیغمبر کہ اے یہودیو! اگر

تم یہ گمان کرتے ہو۔ کہ صرف تم ہی اولیاء اللہ ہو۔ اور کوئی نہیں۔ تو مرنے کی خواہش کرو اگر تم سچے ہو۔ پس طلبِ موت سچائی کی دلیل ہے۔ اور یہی اہم مرتبہ صداقت ہے۔ جو اس میں کامیاب ہو جائے۔ وہی سچا ہے۔ اور اسی کی متابعت و معیت دوسروں پر واجب ہے۔ اور واقعی جو سچے ہیں۔ وہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ طالبِ موت رہتے ہیں۔ اور موت سے کبھی نہیں ڈرتے۔ مثلاً قصۂ شبِ ہجرت اہل اسلام میں مشہور و معروف ہے اور قرآن میں مضمون۔ کہ جب حضرتؐ غار ثور کی طرف بحکم خدا تشریف لے گئے۔ تو حضرت علیؑ کو دشمنوں کے نرغے میں اپنے بستر پر سلا گئے۔ اور حضرت علیؑ تمام شب چادرِ رسولؐ اوڑھے بے خوف و خطر باوجود خطرۂ جان بستر رسولؐ پر سوتے رہے اور خداوند عالم نے اس جان نثاری کے صلے میں یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل فرمائی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ "اور بعض لوگ وہ بھی ہیں۔ جو محض خوشنودیٔ خدا کے لئے اپنی جان راہ خدا میں بیچ ڈالتے ہیں"۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرتؑ شدید سے شدید مقامِ خوف میں بھی مرنے سے نہیں ڈرے۔ کسی لڑائی سے نہیں بھاگے۔ حتیٰ کہ جنگ اُحد جہاں تقریباً تمام مسلمان بھاگ گئے تھے۔ اور حضرت رسولؐ کے دندان مبارک شکستہ ہو گئے تھے۔ اور زخمی پڑے ہوئے تھے۔ حضرت علیؑ برابر سینہ سپر رہے۔ اور جب آپ نے فرمایا۔ کہ اے علیؑ تم نے اپنے بھائیوں کا ساتھ نہ دیا۔ تو فرمایا۔ "لَا كُفْرَ بَعْدَ الْاِيْمَانِ يَا اَكْفُرُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ" ایمان لانے کے بعد میں کافر نہیں ہو سکتا۔ جو مومنین مقامِ خوف میں رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ وہ مومنین صادقین نہیں کہلا سکتے۔ پھر ان کی متابعت کیسی؟ اور وہ مومنین کے پیشوا کیسے ہو سکتے ہیں! سچے ہمیشہ طالب موت رہتے ہیں۔ اور کسی حال میں موت سے خوف نہیں کرتے۔ اور یہی علامت صداقت ہے۔ یہی علامتیں ان سچوں کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔ جن کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے:۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور سچے کی طلب

چونکہ فطرتِ عالم وجودِ صادق کو ہمیشہ مقتضی ہے۔ جناب خلیلؑ نے بھی اپنی ذریت کے لئے آخر زمان میں ایک سچے بلکہ لسانِ صدق کی خواہش کی۔ اور بارگاہ بے نیاز میں عرض کیا۔ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ۔ "امم آخرین میں میرے لئے ایک لسانِ صدق (سچائی کی زبان) قرار دے۔" یعنی میری ذریت میں سے امت آخر الزمان میں ایسا شخص پیدا کر جو سراسر صداقت لسانِ صدق (سچائی کی زبان) ہو۔ خداوند عالم نے یہ دعا قبول فرمائی۔ اور ارشاد ہوا۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ "اور ہم نے ان امم آخرین یعنی امت محمدی کے لئے علیؑ کو لسان صدق بنایا۔" بعض حضرات نے لفظ علی کو اسم صفت قرار دے کر اس کا ترجمہ "بلند" کر دیا ہے۔ جس سے آیت کے معنی بالکل مہمل ہو گئے۔ کہ ہم نے ان کے لئے ایک لمبی یا اونچی زبان صدق قرار دی۔ درآنحالیکہ زبان دراز معیوب ہے نہ ممدوح۔ علاوہ ازیں زبان کے لئے کسی صاحب زبان کی بھی ضرورت

ہے۔ نہ باں تنہا بلا وجود شخص غیر معقول و مقصود ہے۔ لہٰذا لسانِ صدق سے متصف کوئی وجود چاہیئے۔ اور وہ وجود علیؑ ابن ابی طالب ہے (تفصیل خلافتِ الٰہیہ میں آچکی ہے) بہرکیف یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ وجودِ امامِ منتظر (عج) جامع و معصوم بمقتضائے فطرتِ عالم و بضرورت مطابقت فعلِ خدا و قولِ خدا ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور امامِ منتظر کے منکر منکرِ آیاتِ الٰہی ہیں :

پانچویں دلیل فطرتِ انسان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ مشاہد و محسوس ہے۔ اور ہر ایک شخص جانتا ہے۔ کہ انسان از روئے ولادت نہیں بلکہ از روز انعقادِ نطفہ ایک محافظ و مربی کا محتاج ہے۔ بلا وجودِ مربی بقاءِ انسان محال ہے۔ ایک دن بھی انسان بلا وجودِ مربی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ بچۂ انسان کے لئے اگر زیرِ ولادت و حینِ ولادت سے مربی و محافظ موجود نہ ہو۔ تو بچہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ بلکہ جس قدر انسان بڑا ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر اس کی احتیاج زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ ایسا امر ہے۔ کہ جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ فطرتِ انسانی ہر روز مشاہدے میں ہے اور ہر کس و ناکس جانتا ہے۔ گویا فطرتِ انسانی کہہ رہی ہے۔ کہ میرے وجود میں آنے سے پہلے مربی موجود ہو۔ وجودِ مربی میرے وجود پر مقدم ہے۔ اور جس طرح فرد بحیثیت فرد محتاجِ مربی ہے۔ اسی طرح نوع بحیثیت نوع محتاجِ مربی ہے۔ نطرۃً قبل وجود خارجی نوعِ انسان وجودِ مربی کو مقتضی ہے۔ بلکہ نہ صرف انسان بلکہ حیوان بلکہ نبات بھی محتاجِ مربی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ حیوانات و نباتات بھی اعلٰے درجے کے کمالِ نوعی و شخصی پر بلا تربیتِ مربی نہیں پہنچ سکتے۔ جو تربیت یافتہ گھوڑا کمالاتِ فرسی رکھتا ہے۔ غیر تربیت یافتہ ہرگز نہیں رکھتا۔ ایک درخت مربی کی تربیت و حفاظت سے طرح طرح کے پھول دے سکتا ہے۔ اور اعلٰے درجے کے پھل لا سکتا ہے۔ بخلاف غیر تربیت یافتہ اور یہ تمام امور ہر روز انسان کے مشاہدے میں آتے ہیں۔ قابلِ شک و شبہ اور انکار نہیں ہیں :

پس انسان فطرۃً من حیث الافراد و الاجتماع مربی کو چاہتا ہے۔ اور وجودِ مربی مقدم ہے۔ اور یہ گویا فعلِ خدا ہے۔ کہ وہ فاطر السماوات والارض ہے۔ تو اب ہم دیکھیں کہ عالم میں ایسا ہے بھی یا نہیں! کیوں نہیں انسانی بچے کے وجود میں آنے سے پہلے والدین مربی موجود ہوتے ہیں۔ اور کوئی بچہ مربی سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر والدین فوت ہو جائیں۔ تو دوسرے عزیز وغیرہ مربی بن جاتے ہیں۔ غرض اگر خدا کو اس بچے کو زندہ موجود رکھنا ہے۔ تو مربی بھی ضرور دے گا۔ ہاں اگر اس کو زندہ رکھنا ہی منظور نہیں ہے۔ تو مربی بھی نہ ہوگا۔ اور نہ بوجہ عدمِ تربیت وہ مر جائے گا وجودِ انسانی ضرورِ مربی کو مقتضی ہے۔ اور انسان ضرور مربی رکھتا ہے۔ یہ تو من حیث الافراد ہے۔ من حیث الاجتماع بھی مربی کا وجود ضروری ہے۔ پس آیا نوعِ انسانی کے لئے عالمِ فطرت میں مربی وجود کیا گیا یا نہیں؟ اور وہ کون ہے؟ مسلم ہے۔ کہ اول مربی و حقیقی مربی اور مربیِ جمیع عوالم مواد و ارواح و نفوس و عقول

حیوان و نباتات و جماد خداوند رب العالمین ہے۔ اور بعد اس رب العالمین کے مربی انسان وہی ہو سکتا ہے۔ جو قائم مقام و خلیفہ و جانشین رب العالمین ہو۔ تو کیا عالم میں کوئی خدا کا خلیفہ و جانشین ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو خلاف خلافت عالم و فعل خدا ہے۔ اور یہ محال ہے۔ پس ضرور رب العالمین کا جانشین اس کی زمین میں موجود ہونا چاہئیے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ خدا نے نوع انسان کی خلقت سے پہلے اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اور فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں۔ قبل خلقت نوع بشر حضرت آدم خلیفہ خدا ابوالبشر خلق ہوئے اور نوع انسانی ایک سیکنڈ کے واسطے بے مربی نہیں چھوڑی گئی۔ اور کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ خدا خود بالفطرۃ انسان کو محتاج مربی قرار دے۔ اور مربی اس کے لئے خلق نہ فرمائے۔ انسان کا وجود مربی کو بالفطرۃ مقتضی ہونا فعل خدا اور رگ ارت گاڑ ہے۔ اور رب العالمین کا یہ فرمانا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (میں زمین میں اپنا جانشین بناؤں گا) قول خدا اور رگ اوت گاڑ ہے۔ اور فعل خدا و قول خدا موافق و مطابق ہیں۔ اس لئے زمانہ کبھی مربی نوع انسان کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتا۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ جو اس سے انکار کرتے ہیں۔ وہ دین فطری الٰہی سے خارج ہیں۔ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔ خلافت و نبوت حضرت آدم مسلمہ اہل اسلام ہے۔ اور حضرت آدم نبی اللہ و خلیفۃ اللہ ہیں۔ اور منکر ہمارے نزدیک ضروری دین کا منکر ہے۔ (تفصیل خلافت الٰہیہ او سالبرہان میں دیکھو)

یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ مربی نوع انسان خلیفہ و جانشین خدا یعنی پیمبر حق ہوتا ہے۔ لیکن نبی ایک اسم خاص ہے شخص خاص کے لئے ایک زمانہ محدود تک۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ عالم میں نبی کا وجود نہیں ہوتا۔ لیکن ایسے وقت میں وصی نبی و قائم مقام نبی کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ اور یہی سنت الٰہی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا اور ہر ایک نبی کا وصی ضرور ہوا ہے۔ لہذا زمانہ نبی یا وصی نبی سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔ پس مربی نوع انسان و خلیفہ خدا نبی و وصی نبی دونوں ہیں۔ اور دونوں میں سے ایک کا وجود ضروری ہے۔ اور اب چونکہ مربی کل ہادی سبل حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود ذی جود سے زمانہ خالی ہے لہذا اوصی رسول و امام امت کا وجود بحکم فعل خدا و قول خدا ضروری و لازمی ہے۔ اور وہی مربی عالم ہے۔ چنانچہ خداوند عالم امام ہی کو رب الارض مربی زمین فرماتا ہے۔ حَیْثُ قَالَ "وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا" زمین اپنے مربی کے نور سے چمک اٹھے گی۔ اور یہ مربی جس کے نور سے زمین روشن ہو گی حضرت امام مہدی آخرالزمان علیہ السلام ہیں (کذا فی التفسیر) پس بعد نبی امام مربی عالم ہوتا ہے۔ اور مربی کا وجود بالفطرۃ ضروری ہے۔ لہذا وجود امام فطرۃً ضروری و لازمی ہے۔ اور اس سے انکار کرنا فطرت ازلی سے منکر ہونا ہے۔ وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ۔

یہ بھی یاد رہے۔ کہ یہ تربیت موقوف باعضاء و جوارح جسمانیہ نہیں ہے۔ کہ مربی ہر ایک انسان کے گھر جا کر اس کو کھانا کھلاتا رہے، پانی پلاتا، نہلاتا دھلاتا اور اس کی مرہم پٹی کرتا ہے۔ حضرت آدمؑ جو خلیفۂ رب العالمین و مربی نوع بشر تھے۔ اس صورت سے کس کی تربیت کرتے تھے؟ بلکہ یہ تربیت اصلاً تربیت باطنی ہے۔ مربی در اصل روح نبی یا امام ہے۔ اور اس لئے اس کی تربیت کو ہم بحواس ظاہر یہ محسوس نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی تربیت میں مشغول ہے۔ خواہ ہم اسے محسوس کریں یا نہ کریں۔ تفصیل اس کی آئندہ آئے گی۔ یہ مربی مظہر رب العالمین ہے۔ اور یہ دوسری دلیل فطری ہے وجود امام پر۔ جو کسی طرح محل شک و ریب نہیں ہو سکتی۔

چھٹی دلیل لطیف مسلم ہے کہ اشرف مخلوقات انسان کی شرافت محض کمال علم پر موقوف ہے۔ اگر اس میں کامل ہے تو اشرف مخلوقات ہے۔ ورنہ ارذل کونات و اخس مخلوقات۔ یہ مقدمہ بدیہی و ضروری ہے۔ مشاہدہ شاہد اور فطرت انسان دال ہے۔ اور کلام خدا اس کا مؤید و مصدق۔ اَلْعَوَامُّ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ جاہل اور عوام مثل چار پایوں گائے۔ بیل، بھینس اور گھوڑے گدھوں کے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر۔ کیونکہ دیگر حیوانات سوائے انسان جتنے بھی ہیں، سب اپنا علم ضروری فطرۃً ساتھ لے کر آتے ہیں۔ اور اپنی ضروریات میں محتاج تعلیم غیر نہیں ہیں۔ بخلاف انسان کے کہ یہ بالفطرۃ محتاج تعلیم غیر ہے۔ اور شکم مادر سے علم ضروری لے کر نہیں آتا۔ جو اس کی شخصی اور نوعی۔ انفرادی و اجتماعی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ یہ فطرت انسان ہے۔ یہ فعل خدا یا خدا کا کام ہے۔ اور خدا کا کلام اس کے مطابق و موافق۔ كَمَا قَالَ عَزَّمَنْ قَائِلُهٗ ۔ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ یعنی فرماتا ہے۔ کہ نکالا تم کو شکم مادر سے اس حال میں کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اور تمہارے واسطے کان۔ آنکھ اور دل بنائے۔ اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ انسان علم ضروری میں محتاج تعلیم غیر ہے۔ اور آلات تعلم و تحصیل علوم کان۔ آنکھ اور دل ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان کا بچہ اگر قولاً و فعلاً مشاہدۃً و مصاحبۃً کسی طرح تعلیم نہ پائے۔ تو جاہل رہے گا۔ اور جب اسے علم حاصل نہ ہوا۔ تو لابد وہ چوپایوں سے بدتر ذلیل ہے۔ اور جو علم اتنا قلیل بحکم آیہ مجیدہ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ نہیں دیا گیا ہے تم کو علم مگر بہت تھوڑا سا) دیا گیا ہے۔ اس کی بقاء اور ظہور و بروز بھی صفائے جوہر عقل اور صحبت اہل صفا پر موقوف ہے۔ اور بیلا ان کے وہ مستقلات عقلیہ سے بھی خارج و خالی ہو گا۔ اور سفیہ و مخبوط کے درجے میں پہنچا ہوا۔ اگر ایک انسان کا بچہ مصاحبت انسان و صحبت اہل صفا سے دور جانوروں ہی میں پرورش کیا جائے۔ تو وہ مثل انہی جانوروں کے ہو جائے گا۔ اور سفیہ محض مخبوط مطلق بلکہ بدتر از حیوان نکلے گا۔ پس انسان بالفطرۃ محتاج معلم ہے۔ اور چاہیے کہ معلم ہمیشہ موجود ہو۔ بلکہ وجود معلم اس کے وجود سے مقدم ہے۔

دوسری صورت سے ہم دیکھتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں اور فطرت عالم اور سرشت انسانی انفراداً و اجتماعاً اس

شاہد ووال ہے۔ کہ علم تحصیلی و کسبی یعنی وہ علوم جو ہم کانوں سے سُن کر یا کُتب وغیرہ میں آنکھوں سے دیکھ کر حاصل کرتے ہیں ناقص ہیں۔ بلکہ در حقیقت اکثر و بیشتر غلط و باطل و خلافِ واقع۔ چنانچہ عارف حالات حکماء و فلاسفر جانتے ہیں۔ کہ یہ اصل مطابق واقع ہے۔ اور ان کا اختلاف ان کے ناقص العلوم ہونے کی روشن دلیل ہے۔ مثلاً تعریف علم حکمت یہ ہے "هُوَ عِلْمٌ بِاَحْوَالِ اَعْيَانِ الْمَوْجُوْدَاتِ عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهَا بِقَدْرِ الطَّاقَةِ الْبَشَرِيَّةِ یعنی موجودات عالم کی واقعی حقائق و ماہیات بقدر طاقت بشری جاننا علم حکمت کہلاتا ہے۔ اور یہ محقق و مسلّم ہے کہ حقائق و ماہیات اشیاء ایک ہی ہیں۔ مثلاً حقیقت شمس ایک ہے۔ حقیقت قمر ایک ہے۔ حقیقت حرکت شمس ایک ہے۔ ماہیت زمین ایک ہی ہے۔ بایں معنی کہ یا زمین ساکن ہے۔ یا متحرک یا گول ہے یا چپٹی۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ زمین بحیثیت زمین ساکن بھی ہو۔ اور متحرک بھی۔ آفتاب یا متحرک ہے یا ساکن۔ یا مرکز عالم ہے یا زمین کے گرد متحرک۔ وہ فضاء میں دائر و سائر ہے یا ایک آسمان کے جرم میں مثل نگینہ کے جڑا ہوا۔ افلاک یا موٹے موٹے جسم ہیں۔ کوئی لوہے کا ہے کوئی چاندی کا۔ کوئی سونے اور کوئی نیلم کا وغیرہ وغیرہ۔ یا نہیں۔ بلکہ ان کی حقیقت صرف یہ ہے۔ کہ وہ مجرائے سیارات ہیں۔ یا یہ کہ افلاک کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ وغیر ذالک ۔

اب ان کے محقق حکماء و فلاسفر مدعیان علم و حکمت کے اقوال دیکھتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کے بالکل مخالف آپس میں متضاد و متباین ہیں۔ ایک کہتا ہے۔ زمین گول ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ نہیں ہے۔ ایک کہتا ہے زمین متحرک ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ ساکن ہے۔ ایک کہتا ہے۔ آفتاب مرکز عالم ہے۔ اور زمین اس کے گرد حرکت کرتی ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ آفتاب زمین کے گرد گھومتا ہے۔ اور زمین مرکز عالم ہے۔ ایک کہتا ہے آسمان موٹے موٹے جسم ایثری ہیں۔ نہ وہ پھٹ سکتے ہیں نہ جڑ سکتے ہیں نہ وہ حرکت مستقیمہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ ان میں کوئی جسم گزر سکتا ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ کہ آسمان کوئی چیز نہیں۔ ان کا وجود ہی نہیں ہے۔ منتہائے نظر ہے۔ جس کو تم آسمان کہ رہے ہو۔ وغیر ذالک من الاختلافات۔ چند مسائل ایسے ہیں۔ جن میں حکماء نے المجملہ اتفاق رکھتے ہیں۔ ورنہ تمام مختلف فیہ ہیں۔ اور یہ مدعیان علم حکمت جو خدائی علوم حکمیہ و فلسفیہ سمجھے جاتے ہیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ اور ان کے اقوال متضاد و متباین ہیں۔ جس سے ہر عقلمند یہی نتیجہ نکالے گا۔ کہ یہ علوم جو صرف انسانی عقول کا نتیجہ ہیں۔ ضرور ناقص ہیں۔ اور یہ علوم یقینیہ نہیں کہلا سکتے اور قطعی طور پر محل وثوق و اعتماد نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ یہ تمام علوم بھی اصولاً معلمین خاص کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ اور تصرفاتِ عقلیہ حکماء محض فروعات و جزئیات علوم سے مختص و مخصوص ہیں (جیسا کہ آئندہ ثابت ہوگا) اور پھر بھی ناقص ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تعریفاتِ علوم بھی ناقص ہیں۔ بلکہ اکثر باطل ہیں۔ اگر یہاں ان کی تفصیل کی جائے۔ تو ایک کتاب بنے۔ حتےٰ کہ خود تعریفِ علم ہی ناقص ہے۔ اور ابھی تک حکماء یقینی طور پر معلوم نہیں کر سکے اور فیصلہ نہیں کر سکے۔ کہ علم کیا ہے۔ بعض

صورت حاصلہ فی الذہن کو علم کہتے ہیں۔ بعض حاضر عند المدرک یا عند العقل کو علم کہتے ہیں۔ بعض نفس حصول صورت علمیہ کو علم کہتے ہیں۔ اور بعض اسی کیفیت انجلائیہ کو جو بعد حصول صورت علمیہ نفس میں حاصل ہوتی ہے۔ بعض علم کو مقولۂ اضافت سے سمجھتے ہیں۔ کہ محض عالم و معلوم کے درمیان نسبت اور ایک تعلق کا نام علم ہے۔ اور بعض مقولۂ کیف قرار دیتے ہیں۔ کہ ایک کیفیت نفسانیہ کا نام علم ہے۔ اور بعض مقولۂ فعل سے۔ اور بعض مقولۂ انفعال سے یعنی تاثیر یا تاثر نفس علم ہے وغیرہ ذالک۔ تاانیکہ ایک مسئلہ میں چودہ چودہ اختلافات ہیں۔ مثلاً علم باری تعالیٰ کے متعلق حکماء کے بہت سے اقوال مختلفہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ اپنی ذات کو جانتا ہے۔ غیر کو نہیں جانتا۔ بعض کہتے ہیں۔ کلیات کا عالم ہے جزئیات کا نہیں ہے۔ بعض کا قول ہے۔ کہ خدا غیر متناہی امور کو نہیں جانتا۔ باقی کو جانتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں۔ وہ ہر ایک شے کو جانتا ہے۔ اور صور تمام اشیاء اس کی ذات میں قائم ہیں۔ بعض لکھتے ہیں۔ کہ وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے۔ ایک ایسی صفت کے ساتھ جو ممکنات سے ایک تعلق رکھتی ہے۔ بعض ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ حضور دہری کے ذریعہ ممکنات کو جانتا ہے۔ بعض ارتسام فرماتے ہیں۔ حضور اشراقی سے اشیاء کا عالم ہے۔ بعض نغمہ سرائی فرماتے ہیں۔ کہ مثل قائمہ و مثل افلاطونیہ ممکنات اس کو حاضر ہیں۔ بعض فرماتے ہیں۔ کہ خدا کو ممکنات سے اتحاد تام حاصل ہے اور اس لئے وہ ان کا عالم۔ بعض کہہ رہے ہیں۔ کہ بالذات تو اتحاد ہے۔ مگر بالاعتبار واجب و ممکن میں تغایر ہے۔ بعض کا فرمان ہے۔ کہ نفس ذات باری تعالیٰ انعکاس ممکنات کا آئینہ ہے۔ اور بعض ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ عقل اول کو تو بلاواسطہ جانتا ہے۔ اور باقی چیزوں کو عقول قدسیہ کے ذریعہ سے۔ کیا کسی عاقل بصیر کو اس سے یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ علم باری تعالیٰ کیا ہے۔ اور کیوں کر وہ تمام اشیاء کا عالم ہے۔ اور کیا ان کو علوم یقینیہ کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ علوم علوم ناقصہ ہیں۔ جہاں تک بھی اوپر چلے جایئے۔ اور کتنا ہی بڑے سے بڑا عالم فرض کر لیجئے نقص و احتمال غلطی اس میں موجود ہے اور نوع انسان من حیث ہر نوع ناقص العلم ہے۔ اور مجموعہ ناقص بھی ناقص تا اینکہ علم انسان آخر کار منتہی ہو کسی عالم پر جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔ اور یقین و اعتماد کلی و اطمینان مطلق اس سے حاصل ہو۔ مگر جن کے علوم اس قسم کے تحصیلی و کسبی ہیں۔ وہ اس صفت سے خالی ہیں۔ اور فطرت عالم اس پر شاہد ہے۔ کہ غلطی سے بری وہ شخص کیا جا سکتا ہے۔ جو معلم بتعلیم الٰہی ہو۔ اور علم اس کا لدنی وہبتی ہو۔ اور بلا اسباب ظاہریہ و آلات خارجیہ اس کو وحی و الہام سے مبدء فیاض سے حاصل ہوا ہو۔ یعنی جب تک علم مؤید و مصدق بعلم الہامی نہ ہو۔ محل وثوق و اعتماد نہیں ہو سکتا۔ اور صاحب وحی و الہام ہر نفس نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو یہ علوم علوم ناقصہ نہ ہوتے۔ بلکہ علوم صحیحہ یقینیہ ہوتے۔ اور مختلف نہ ہوتے۔ علوم کا نقص و اختلاف بلکہ تناقض و تباین خود دال ہے۔ کہ یہ علوم علوم الہامی و موہبتی نہیں ہیں۔ بلکہ صاحب الہام و صاحب علم موہبتی و معلم بتعلیم الٰہی خاص نفوس قدسیہ و ارواح قدسیہ حجۃ اللہ ہوتے ہیں۔ اور وہ انبیاء و ائمہ کہلاتے ہیں یعنی صاحبان درجہ رفیعہ و معلم الٰہی و مرجع و

پیشوائے خلق:

پس نوعِ انسان بالفطرۃ ہمیشہ وجودِ معلم یعنی صاحب علم موہبتی لدنی وصاحب وحی والہام کو مقتضی ہے۔ اور یہ خدا کا کام ہے۔ اور خدا کا کلام اس کا مؤید و مصدق و مبین و مفسر ہے۔ چنانچہ بہت سی آیات کلام الٰہی اس پر شاہد ہیں۔ اور پھر عالم فطرت میں اوّل وجود معلم ہی ہے۔ اور قبل متعلمین و نوعِ بشر حضرت آدمؑ ابوالبشر معلم نوعِ بشر خلق کئے گئے۔ اور علمِ موہبتی دے کر ان سے پہلے عالم میں بھیجے گئے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا حضرت آدمؑ کو خدا نے تمام اسماء سکھائے۔ چنانچہ صحف آدمؑ و تاریخ دیانت شاہد ہے۔ کہ حضرت آدمؑ تمام زبانیں جانتے اور بولتے تھے۔ اور ہر ایک شے کا نام جانتے تھے۔ خواہ اس وقت موجود تھیں یا نہ تھیں بلکہ جو چیزیں اب ایجاد ہوئی ہیں۔ اور ان کے نام رکھے جاتے ہیں۔ ان کے اسماء بھی جانتے تھے۔ اور کوئی زمانہ ایسے عالم معلم الٰہی سے خالی نہیں رہا۔ اور تعلیمات تماماً از روئے اصول انبیاء علیہم السلام پر منتہی ہوتی ہیں۔ اور اوّل مدرس علوم حضرت ادریسؑ ہیں۔ جنہوں نے علوم کا درس و تدریس شروع کیا۔ وجود معلم نوع بشر بالفطرت ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور اس سے انکار کرنا قانونِ فطرت سے اعراض اور تعلیمِ فطری سے انکار ہے۔ اور جب یہ ثابت ہے۔ کہ ایسا معلم صاحب علم موہبتی صاحب وحی والہام ہے۔ تو یہ تعلیم انبیاء و ائمہؑ ہی میں منحصر ہوئی کیونکہ یہی صاحب وحی والہام ہیں۔ چنانچہ خدا انبیاء کے حق میں فرماتا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ "اور نہیں مبعوث برسالت کئے ہم نے تجھ سے پہلے مگر اہل قریٰ میں سے وہی لوگ جن کو ہم وحی کرتے ہیں" اور ائمہ کے حق میں فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ "اور ہم نے ان کو امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ اور ہم نے ان کو فعل خیرات و اقامِ صلوٰۃ و ایتاء زکوٰۃ کی وحی کی ـــــ اور وہ ہماری ہی عبادت کرتے تھے" وحی شرط نبوت و امامت ہے۔ اور موحیٰ الیہ و ملہم نبی و امام ہی ہوتا ہے۔ لہذا بحکم فطرت عالم فعل خدا و قول خدا وجود نبی یا امام ہر زمانے میں ضروری ہے اور اس زمانے میں چونکہ بحکم خدا و نص الٰہی نبی ختم ہو چکے ہیں۔ لہذا امامت باقی۔ پس وجود معلم حقیقی و صاحب علم لدنی موہبتی امام خلق و پیشوائے برحق ثابت و مبرہن و محقق ہے۔ اور اس سے انکار، انکار آیات کتاب وجودی و قولی الٰہی اور افترا بر خدا ہے۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ اور اس کے خلاف حکم کرنا خلاف بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ و خلاف بِمَا فَرَطَ عَلَيْهِ اللّٰهِ ہے۔ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔ جو خلاف حکم خدا حکم کرے وہی کافر ہے۔ پس وجود امامؑ اس وقت میں ضروری و واجب ہے۔ اور یہی مطلوب ہے:

بعبارتِ اُخریٰ۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بعض ہزاروں بلکہ لاکھوں عقلاء و علماء اجماع و شوریٰ سے اور

اتفاق رائے سے ایک امر کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اور اس کو حسن اور مفید بتلاتے بلکہ مطابق عقل سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض دوسرے
عقلاء و علماء بدلائل و براہین اس کا مضر ہونا اور بطلان ثابت کر دیتے ہیں۔ بلکہ دوسرے وقت خود وہی علماء و عقلاء
جنہوں نے اس کو حسن قرار دیا تھا۔ اس کے قبح پر مطلع ہوتے ہیں۔ اور اس کو غلط و باطل سمجھ کر اس اصول کو تبدیل یا
ترمیم کر دیتے ہیں۔ یہ امور بآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ انسان ناقص العقل ہے۔ اور اس کے علوم ظنیہ ہیں
نہ یقینیہ۔ اور اس لئے وہ قابل اعتماد و اطمینان نہیں ہو سکتے۔ اور فطرتِ انسانی بزبان حال کہہ رہی ہے۔ کہ انسان علم
معلم تعلیم ربانی اور صاحب علم موہبتی لدنی کا محتاج ہے۔ اور اس کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔ کیوں کہ انسانی
ترقی کا دارومدار علوم پر ہے۔ اور علم وہی ہے۔ جو علم واقعی و حقیقی ہو۔ اور اگرچہ ان علوم کسبیہ سے جو فروعاً کسبیہ اور
اصلاً منتہی بعلوم لدنیہ ہیں بعض مدارج ترقی پر پہنچ سکتا ہے لیکن صحیح ترقی اور حقیقی ترقی اور کامل ترقی اور وہ
ترقی جس کے بعد تنزل نہیں ہے۔ وہ ترقی جس میں پستی کا احتمال نہیں ہے وہ اصولاً و فروعاً علوم حقیقیہ و علوم
یقینیہ قطعیہ پر موقوف ہے جس میں احتمال غلطی و خطا نہیں۔ انسان علوم میں ترقی کر رہا ہے۔ لیکن اگر علوم علوم حقیقیہ
قطعیہ ہوتے۔ تو نہ معلوم کہاں پہنچا ہوتا۔ اور کیا کر چکا ہوتا۔ اور جو ترقی کہ ان علوم ناقصہ سے مثلاً سو سال میں حاصل ہوئی
ہے۔ بلکہ ہزار سال میں ہوئی ہے۔ وہ علوم یقینیہ حقیقیہ سے چند سال میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اول خود ان
علوم کی تحقیق میں صدیاں گزر جاتی ہیں۔ بعد ازاں ان سے نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور فائدے اٹھائے جاتے
ہیں۔ جو فائدہ کہ مثلاً سائنس سے اہل یورپ نے صدیوں کی تحقیق کے بعد آج حاصل کیا ہے وہ اب سے
صدیوں پہلے حاصل کر سکتے تھے۔ اگر علوم کو صاحبانِ علوم حقیقیہ اور معلمانِ خدا سے لیتے۔ مثلاً حرکت زمین
و آفتاب و مرکزیت عالم کا مسئلہ آج ہزاروں برس کے بعد تحقیق ہوا ہے۔ اگر روحانی معلمین پر اعتماد کیا جاتا
تو کم سے کم اب سے تیرہ سو برس پہلے حل ہو چکا تھا۔ اور طے شدہ تھا۔ بلکہ اس سے ہزاروں برس پیشتر یا در
فائدہ کہ از روئے علم سائنس اب اٹھایا ہے۔ وہ اب سے ہزار برس پہلے اٹھایا جا سکتا تھا۔ یا آج صدیوں کی
تحقیق کے بعد معلوم کیا ہے۔ کہ فلک کوئی جسم نہیں ہے۔ اور سماوات کراتِ عالم کے گرد اور ان کے اوپر بخار
دو خانی رہتے ہیں۔ اور نہایت لطیف مادہ جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ اگر معلمین نوع بشر خصوصاً معلم اعظم
خاتم المعلمین کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے خدائی الفاظ پر اعتماد کیا جاتا۔ تو اب سے تیرہ سو برس پہلے یہ
حل تھا۔ کیونکہ کلام خدا فلک کی حقیقت ایسی ہی بیان کرتا ہے۔ کَمَا قَالَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ ہر ایک
سیارہ اپنے اپنے فلک میں (آسمان میں) تیر رہا ہے۔" جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ حکیم بطلیموس کے خیال کے
مطابق آسمان پانچ پانچ سو برس کی راہ کے موٹے موٹے ثقیل جسم نہیں ہے۔ جو نہ پھٹ سکیں نہ جڑ سکیں اور نہ ان
میں کوئی جسم گذر سکے۔ بلکہ مجرائے سیارہ کا نام فلک ہے۔ یعنی وہ فضا جس میں کوئی سیارہ حرکت کرتا ہے [illegible]

قابلِ غور ہیں۔ اور یہی حقیقتِ افلاک ارباب علوم نبی۔ اوصیاء پیغمبر دائرہ کے اقوال و فرمائشات سے ثابت ہوتی ہے جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں[1]۔ اسی طرح حقیقتِ سماوات کلامِ خدا سے یہ ثابت ہوتی ہے "ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ" پھر ارادۂ باری تطبیق سماوات کی طرف متوجہ ہوا۔ درآنحالیکہ وہ دخان (دود۔ دھوآں) تھے۔ پس سماوات بھی اجسامِ ثقیلہ کثیفہ نہیں ہیں۔ بلکہ دخانی و بخاری تیتے ہیں۔ آج ہزاروں برس کی تحقیقات کے بعد یہ معلوم کیا ہے۔ کہ جسم انسانی ہر مہینے نیا بدلتا رہتا ہے۔ اور خدا یوں فرماتا ہے۔ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ کیا ہم ایک دفعہ بنا کر اور خلق کر کے تھک گئے اور عاجز ہو گئے۔ نہیں بلکہ وہ ہمیشہ خلعتِ جدید کا لباس پہنے رہتے ہیں" یہ اس تحقیق حکماء سے کہیں اعلےٰ اور زیادہ ہے۔ جسم انسانی ہر ماہ نہیں بلکہ ہر دن بدلتا ہے۔ وقس علی ذٰلک ؛

خلاصہ یہ ہے۔ کہ حقیقی ترقی انسان کا دار و مدار علومِ حقیقیہ ہی پر ہے۔ اور علومِ حقیقیہ وہی ہیں۔ جو بلا اسباب ظاہریہ و آلاتِ خارجیہ من جانب اللہ بطورِ وحی و الہام کلامی عطا ہوئے ہوں۔ اور اس لئے نوعِ انسانی بالفطرۃ ایسے معلّم کی محتاج ہے۔ اور بحکم فطرتِ عالم و قولِ خدا و فعلِ خدا ایسے معلّم کا وجود ضروری ہے۔ اور ایسا معلّم اس زمانے میں امام ہے۔ لہٰذا وجودِ امام ضروری ہے۔ اور وجودِ امامؑ کا منکر خدا کی وجود کا اور قولِ کتاب اور خدا کے کلام اور کام کا منکر اور اس کا مخالف ہے۔ وھو المطلوب ؛

تنبیہ۔ یہاں بعض جہال کو یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ اب تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی و اوصیاء گزر چکے۔ اور حضرت خاتم النبیینؐ تمام تعلیمات کا خاتمہ کر چکے۔ اب کسی امام کی ضرورت نہیں ہے۔ اور انسان من حیث الفطرت اب کسی خاص معلّم رُوحانی کا محتاج نہیں ہے۔ مگر یہ شبہ تقریراتِ سابقہ سے خود رفع ہے۔ کیونکہ جو ضرورت جب تھی اب بھی ہے۔ علوم پہلے ناقص تھے اب بھی ہیں۔ عقول پہلے ناقص تھیں اب بھی ہیں۔ تمام افرادِ انسانی معصوم نہیں بن گئے۔ جن کے علوم و کلمات و افعال و اعمال میں احتمال غلطی و خطا نہ ہو۔ اور ان کے علوم عادیہ حقیقیہ یقینیہ سمجھے جائیں۔ جو اختلاف پہلے تھا۔ اب بھی موجود ہے۔ بلکہ زیادہ۔ اگرچہ اس کی علت تعلیماتِ انبیاءؑ کو چھوڑ دینا ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں زمانۂ ظہورِ نبی ہیں یا امامؑ میں ان لوگوں میں بالکل اختلاف نہ تھا۔ جو نبیؐ کو مانتے تھے۔ اور امامؑ کو پیشوا سمجھتے تھے اور ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ پیغمبرؐ زمانہ پیغمبری میں تمام اختلافات کو رفع فرما دیتے تھے۔ پس دلیل ایک ہی ہے۔ اور ضرورت ایک۔ اگر کسی وقت میں نوعِ انسانی معلّم رُوحانی کی محتاج تھی۔ تو اب بھی ہے۔ اِلّا یہ کہہ دیا جائے۔ کہ کبھی انسان محتاج پیغمبرؐ و امامؑ و معلّم رُوحانی نہ تھا۔ اور بعثت معلمین الٰہی معاذ اللہ

[1] اگر تفصیل تمام مسائل علمِ ہیئت کی دیکھنی ہو۔ تو کتاب "الید التمام" اور ترجمہ "الھیئۃ والاسلام" ملاحظہ

فضول و لغو ہے۔ ورنہ جو اوّل ضرورت کو تسلیم کرتا ہے وہ اب بھی کرے گا۔ جو پہلے انبیاء و اوصیاء و ائمہ کو مانتا ہے۔ وہ اب بھی مانے گا۔ اور وجود امامؑ کو تسلیم کرے گا۔ وجود امام آخر الزمانؑ کا منکر تمام انبیاء و اوصیاء کا منکر ہے۔ اور یہی قول پیغمبرؐ سے بھی ثابت ہے پس وجود امامؑ ہر اعتبار سے اور ہر حال میں ضروری ہے۔ اور یہ چھٹی دلیل ہے ضرورت وجود امامؑ پر۔ قال تعالیٰ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ "زمین میں ہماری نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہارے نفسوں میں ہماری آیات ودیعت کی ہوئی ہیں۔ پس تم کیوں بصیرت سے کام نہیں لیتے۔ اور کیوں خدا کی کتاب وجودی اور فطرت عالم کے اوراق کے مطالعہ سے اندھے بن رہے ہو۔" سِيرُوا فِي الْأَرْضِ "زمین کی سیر کرو۔ اور آیات سے عبرت حاصل کرو" وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ "اگر یہاں صحیفۂ عالم سے آنکھیں بند رکھیں۔ اور اس کتاب خدا کی ورق گردانی کرکے عبرت حاصل نہ کی۔ اور سبق نہ لیا۔ تو وہاں بھی اندھے ہی رہو گے۔ اور نورانی تجلیات سے محروم رہو" وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ

ساتویں دلیل عقلاء و حکماء کے نزدیک یہ بات مانی ہوئی ہے۔ بلکہ بدیہی و ضروری ہے۔ کہ ذات باری تعالیٰ کی کنہ کو جاننا اور ادراک کرنا جو واجب الوجود و قدیم و ازلی و ابدی ہے۔ انسان ضعیف البیان ممکن الوجود و حادث کے لئے ناممکن ہے۔ اور معرفت باری من حیث الدین ضروری ہے بلکہ اوّل دین ہے۔ اور تکلیف مابطاق خدا کی طرف سے قبیح ہے اور عقلاً و نقلاً مذموم ہے۔ پس جب اس نے اپنی معرفت کو واجب کیا ہے۔ تو اپنی معرفت کے اسباب و ذرائع بھی بہم پہنچا دئے ہیں۔ اور وہ اوّل اس کے آثار وجودیہ و آیات ہیں۔ ہر موجود و مخلوق واجب الوجود خالق کل کی ہستی اور اس کی وحدت کی نشانی ہے۔ ذرہ ذرہ اس کی قدرت و حکمت و علم پر دال۔ ہر موجود اس کی صفات کا مظہر ہے۔

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

اور جس پہاس کی قدرت شاہد اور فطرت اشیاء دال ہے۔ اور اس کا فعل شاہد۔ وہی کلام سے بھی ثابت ہے۔ اور یہی فرماتا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ "ہمیشہ ہم اپنی آیات اطراف و آفاق عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھاتے ہیں۔" انسان موجودات عالم اور آثار قدرت الٰہی اور اس کی مصنوعات لاتعداد ہی میں غور کرنے سے بہت کچھ معارف حاصل کر سکتا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں۔ کہ ہر ایک جنس اپنی جنس سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اور جو سبق اس کی صحبت اور اس کے مشاہدے سے حاصل کرتی ہے۔ دوسری جنس سے نہیں کرتی کیوں کہ غیریت نفرت اور دوری کا باعث ہوتی اور اجنبیت اس کو اس کے پورے مشاہدے اور معائنۂ آثار سے بعید رکھتی ہے۔ اور اسی اصل عقلی و فطری کے موافق انسان بھی اپنی ہی جنس سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔ اور جو سبق کہ وہ اپنی جنس کے دیکھنے اور اس کے آثار و افعال و اعمال مشاہدہ کرنے اور اس کی صحبت سے حاصل کرتا ہے۔ وہ غیر جنس سے نہیں کرتا پس ضروری

لازمی ہے۔ کہ انسان کی اس تعلیم کی تکمیل کے لئے خود اس کے نفس سے کامل و اکمل نمونہ صفات باری و آئینہ اوصاف خالق عالم
وسید دنیا میں تیار کرے۔ جو اطلاقاً خدا کا نمونہ کہلائے۔ اور مظہر الٰہی قرار پائے۔ اور اس کی معرفت کے لئے اس کی زمین میں
اس کا جانشین ہو۔ دوسرے بنی نوع اپنی جنس کے مظہر صفات و نمونہ اوصاف الٰہی کو دیکھ کر اپنے خالق و صانع کو پہچانیں۔
اور اس کے افعال و اعمال سے جو تماماً صراط مستقیم الٰہی میں ہوں۔ مشاہدۃً و مصاحبۃً راہ منزل مقصود پالیں۔ فطرت عالم
ایسے نمونہ خدا کے وجود کو ضرور مقتضی ہے۔ اور نوع انسان اپنی جنس میں سے ہمیشہ ایک ایسا آئینہ خدائی چاہتی ہے۔
اور عالم فطرت و خلقت میں ایسا ہی ہے بھی۔ اور خالق عالم و فاطر ارض و سماء نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور نوع انسانی کی خلقت
کی ابتداء اوّلاً ایسے ہی نمونہ صفات کاملہ و آئینہ اوصاف فاضلہ اور اپنے مظہر اور اپنے جانشین سے کی ہے۔ کما قال
اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً "میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں" یہ جانشین خدا مظہر و اوصاف خدا ہی
ہے۔ اور اس خلافت کے معنی وراثت صفات ہی ہیں۔ اور مظہر اوّل و اکمل و مرکز و معدن مظاہر عالم تمثل اعلائے الٰہی حضرت
خاتم اس خلافت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ "تحقیق کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر
بنایا" اس صورت سے صورت و شکل ظاہری جسمانی مراد نہیں ہے۔ کیونکہ خالق صفات مخلوق جسم و جسمانیات سے بری ہے۔
بلکہ صورت سے مراد صورت صفاتی ہے۔ اور مطلب یہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہِ الصِّفَاتِیَّةِ "خدا نے
آدم کو اپنی صورت صفاتی پر خلق کیا ہے۔ اور اپنے اوصاف و کمالات کا نمونہ اور اپنے جمال کا آئینہ بنایا ہے" پس
عالم میں بحکم کتاب وجودی و قولی وجود ایسے مظہر صفات و خلیفہ خدا کا ضروری و لازمی ہے۔ اور یہ
مظہر صفات نبی ہوتا ہے۔ اور بعد نبی اس اسم کا مستحق اور عہدے کی لائق وہ ہو سکتا ہے۔ جو
نبی کا جانشین و خلیفہ اور صفات نبوی کا مظہر اور اوصاف نبوتی کا آئینہ بلفظ رسول ہو۔ جو اصل و نسل و
حسب و نسب۔ جلال و جمال و صفت و کمال میں بمنزلہ رسول ہو۔ نور اس کا نور نبوی اور جسم اس کا جسم
پیغمبری۔ کمالات اس کے کمالات نبوتی ہوں۔ اور یہ وراثت صفات ذریت انبیاء ہی میں رہتی ہے۔ کما قال
عزّ و جلّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا
مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ "اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو جملہ عوالم پر برگزیدہ بنایا ہے۔ جو ایک
دوسرے کی ذریت اور سلسلہ مسلسلہ متصلہ میں" پس ضرور مظہر صفات الٰہی و نمونہ اوصاف خداوندی آئینہ جمال محمدی بعد
حضرت خاتم النبیین و سید المرسلین ان کی اصل و نسل و حسب و نسب و عترت و ذریت ہی سے ہے۔ اور عترت و ذریت
رسول بجز اولاد علی و بتول اور کوئی نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ بعد پیغمبر یہ مظہر خدا و خلیفہ خدا و جانشین محمد مصطفےٰ
ذریت رسولؐ اولاد علیؑ و بتولؑ سے ہے۔ نبوت حضرتؐ پر ختم ہے مگر ولایت و امامت باقی۔ پس
وجود امامؑ اس زمانے میں مسلم ہے۔ اور وجود امامؑ ذریت رسولؐ ہی سے ہے۔ اور یہی مقصود ہے

یہ ساتویں دلیل ہے وجود دائم ہر کہ مظہر صفاتِ الٰہی ضرور موجود ہونا چاہیئے۔ اور یہی حکم فطرت عالم وکلام خداوند عالم ہے۔ جو بات قول خدا و فعل خدا سے ثابت اور خدا کا کلام اور کام اس پر شاہد ہو۔ وہ کسی شبہ وہمی اور استبعاد عقلی سے باطل نہیں ہو سکتی۔ جو اس وقت میں ایسے مظہر کا انکار کرتے ہیں۔ ان کو اوّل جملہ مظاہر صفاتِ الٰہیہ برگزیدہ انسانوں انبیاء و اوصیاء انبیاء کا بھی انکار کر دینا چاہیئے۔ اور شاید اپنے ادعائے باطل کے ثابت کرنے کے لئے ایسا بھی کر دیں۔ لیکن پھر بھی مطلب پورا نہ ہو سکے گا۔ سلسلۂ خلافتِ الٰہیہ غیر منقطع ہے۔ فلا تخلوا الارض من خلیفة اللّٰہ یعنی کبھی خلیفۂ خدا سے خالی نہیں ہو سکتی ہے۔

آٹھویں دلیل انسانی فطرت کا معائنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نفس امارۂ انسانی انسان کو برائی کی طرف مائل اور برائی کا حکم کرتا ہے۔ اور خواہشات نفسانیہ و دواعی نفس شرارات کی طرف کھینچتی ہیں۔ اور من حیث الفطرة تمام انسان اس میں مساوی ہیں۔ کوئی انسان اس سے خالی نہیں۔ اور کسی کی بابت یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس کے تمام افعال و اعمال خیر ہیں۔ اور یہ بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان بالفطرت مقتدا و پیشوا چاہتا ہے۔ اور اقتدا اس کی سرشت میں داخل ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی مذہب۔ کوئی ملت۔ کوئی قوم اور کوئی فرد نوع انسانی اس سے قطعاً خالی نہیں۔ تمام ملل و مذاہب و فرق و اقوام عالم ایک بڑا ایک پیشوا رکھتی ہیں۔ حتےٰ کہ وہ حکماء و فلاسفر جو کسی نبی یا پیغمبر یا امام کے قائل نہیں۔ وہ بھی اقتداء و تقلید سے خالی نہیں ہیں۔ اپنے سے بڑے حکیم کی اقتداء کرتے ہیں۔ اور تمام اقوام جو مذہب آسمانی رکھتی ہیں۔ اپنے خیال میں اپنے پیشواؤں کو اپنے سے باین معنی جدا و ممتاز سمجھتی ہیں۔ کہ ان کے تمام اقوال و افعال کو خیر اور حسن جانتی ہیں۔ اور ان کو خطاکار و گنہگار نہیں سمجھتی۔ اپنے کو خاطی و گنہگار جانتی ہیں۔ اور ان کو گناہوں کا بخشوانے والا اور بدیوں کا دور کرنے والا۔ گناہوں سے پاک اور خطاؤں سے مبرا و منزہ جانتی ہیں اسی سے نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ وجود مقتدائے معصوم کو فطرتِ انسان متقضی ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اور ایسا ہی ہے۔ کیونکہ جس طرح معرفت کے لئے نمونۂ خدا کی ضرورت ہے۔ اور جنس انسان میں سے ایک مظہر خدا کا وجود ضروری ہے۔ اسی طرح افعال میں اقتدا و پیروی کے لئے ایک ایسے شخص کا وجود لازمی ہے۔ جو عالم افراد انسانی سے جدا اور ممتاز ہو۔ اور اس کے تمام افعال و اعمال خیر ہی خیر اور حد اعتدال و صراطِ مستقیم الٰہی پر ہوں۔ اور ایسے شخص کو جس کے تمام افعال و اقوال خیر ہی ہوں۔ اور شر اس سے ظاہر نہ ہوتا ہو۔ اور خیر مطلق کا مظہر ہو۔ اور اس کی نسبت شرارت و معصیت کا خیال ہی نہ ہو سکے۔ اور غلطی و خطا کا احتمال ہی نہ ہو۔ اور ہمیشہ ایسا ہی رہے۔ معصوم کہتے ہیں۔ پس جب تک کہ انسان میں شرارت و نفس امارہ ان النفس لامارة بالسوء موجود ہے۔ دنیا میں وجود معصوم مطلق لازم و ضروری ہے۔ اور عصمت مخصوص ہے نبی و وصی نبی سے۔ اور عصمت امت محمدی میں غیر از عترت رسول اور کسی میں نہیں۔ وہی معصوم ہیں۔ جو مطہر بتطہیر الٰہی ہیں۔ اور ایسی واسطے اہل اسلام میں سے جو عصمت کے قائل ہیں۔

وہ عصمت کو اس خاندان سے مخصوص کرتے ہیں۔ اور عصمت امامؑ کے قائل سب ائمہ اہلبیتؑ ہی کو امام مانتے ہیں۔ پس وجود پیشوائے معصومؑ ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور اس وقت امامِ معصومؑ موجود ہے۔ اور وہ ذریتِ رسولؐ سے ہی ہے۔ اور سلسلۂ اہلبیتؑ و ذریتِ رسولؐ میں امامِ معصومؑ بجز الحجۃ ابن الحسن العسکریؑ اور کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ وہو المطلوب :

دوسری تقریب۔ ہم اس دلیل کو خاص اہلِ اسلام کے لئے دوسری صورت سے عنوان کرتے ہیں۔ مسلّم ہے کہ جس وقت پیغمبر خاتم النبیینؐ نے انتقال فرمایا تین قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایک کافرین و مشرکین ظاہر بظاہر و ظاہراً و باطناً منکرین و مخالفین اسلام و پیغمبر اسلام تھے۔ خواہ یہود و ہنود یا نصاریٰ و مشرکین اطلاقی یا اور کوئی فرقہ ضالہ و کافرہ۔ دوسرے تھے مومن و مسلمان جو ظاہراً و باطناً مطیع اسلام و پیغمبرِ اسلام تھے۔ اور تیسری قسم کے وہ لوگ تھے جو بظاہر اپنے کو مطیع اسلام و فرمانبردار پیغمبرؐ کہتے تھے۔ اور باطناً منکرِ اسلام و مخالف پیغمبرؐ تھے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ ان تین قسم کے لوگوں کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ تقسیم عقلی بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ یا ایسے شخص ہوں گے جو ظاہراً اور باطناً کسی کے ماننے والے ہوں۔ یا ان کے مقابل اور ظاہراً و باطناً اس کے نہ ماننے والے یا بظاہر اقرار کرنے والے اور باطناً منکر و مخالف۔ ان کو منافق کہتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بظاہر مخالف ہوتے ہیں اور باطناً موافق۔ وہ کبھی کسی مصلحت اور ضرورت سے ایسا کرتے ہیں۔ اور یہ کوئی خاص فرقہ نہیں ہے۔ ہر ایک مطیع کو بعض وقت ایسی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ گروہ اور جماعتیں تین ہی ہیں۔ اور پیغمبرؐ کے زمانے اور اس کے بعد دنیا میں تین قسم کے لوگ تھے۔ اور وجود منافقین سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور قرآن شریف میں دو سو سے زائد آیات منافقین کے ذکر میں موجود ہیں۔ اور ایک سورہ خاص منافقین ہی کے باب میں ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ جب تیرے پاس آتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو رسول خدا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے۔ کہ تو ضرور رسول خدا ہے لیکن اللہ شہادت دیتا ہے۔ کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ زبان سے رسول خدا کہتے ہیں۔ اور دل میں (معاذ اللہ) کاذب جانتے ہیں۔ اور منکرِ پیغمبرؐ ہیں۔ سورۂ توبہ تمام منافقین ہی کی مذمت میں ہے۔ اور خود مدینہ میں منافقین موجود تھے۔ اور رسولؐ کے پاس و ہمراہ اور ہم صحبت رہتے تھے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ اور ان لوگوں میں سے جو اعراب میں سے تمہارے گرد و پیش ہیں بعض منافقین ہیں۔ اور اہل مدینہ میں سے بعض سخت منافق ہیں۔ اور منافقیت پر اڑے ہوئے اور سرکش۔ غرض وجود منافقین مسلّمات سے ہے۔ اور یہ بھی مسلّم ہے کہ گروہ اول یعنی کافرین و مشرکین مسلمان سے جدا و ممتاز تھے۔ لیکن منافقین جدا نہ تھے۔ وہ مسلمانوں میں ہی ملے ہوئے

تھے۔ اور ان کی کوئی خاص علامت نہ تھی۔ پیشانی پر نہ لکھا ہوا تھا۔ جو ہر کس و ناکس جاہل و عالم ان کو پہچان لے۔ اور تمیز کر سکے۔ کہ یہ مومن ہے اور یہ منافق ہے۔ کافرین و مشرکین جو معلوم اور جدا تھے۔ اُن کی تو کوئی مسلمان مسلمان ہو کر اقتداء کر ہی نہیں سکتا۔ رہ گئے اہل اسلام۔ ان میں مومنین و منافقین شامل و مشترک ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ بعد وفات پیغمبرؐ وہ دنیا سے معدوم نہیں ہو گئے۔ نہ آسمان پہ چلے گئے۔ نہ زمین میں دھس گئے۔ نہ دریا میں غرق ہوئے۔ اور نہ بعد پیغمبرؐ اپنا کفر و نفاق ظاہر کر کے ظاہر بظاہر سب کے سب مرتد ہو کر اسلام سے کلیتہً علیحدہ ہو گئے ضرور موجود تھے۔ اور ضرور انہی مسلمانوں میں موجود تھے۔ بلکہ قرآن شاہد ہے۔ کہ عمداً وہ تخریب اسلام کے لئے لباس اسلامی میں داخل ہوئے تھے۔ اور اکثر یہودیوں نے ایسا کیا تھا۔ اور اسی تدبیر سے وہ اسلام کو ضعف پہنچا سکے؛

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اہل اسلام بعد پیغمبرؐ کس کی اقتداء کریں اور کس کے قدم بقدم چلیں۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ نے ان کی بابت کیا حکم دیا ہے۔ اور کیا دستور العمل مقرر کیا گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ جس مسلمان کی بھی یا جس صحابی کی بھی اقتداء کر لیں۔ نجات یافتہ ہیں۔ تو یہ اعزاء بالشر کے دبے کو پہنچ جاتا ہے۔ اور حق مشتبہ رہ جاتا ہے۔ اور یقینی برأت ذمہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ وہ مقتداء اور پیشوا منافق ہو۔ بعبارت اُخریٰ ایسی صورت میں یقین نجات و فلاح و برأت ذمہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور خدا فرماتا ہے۔ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ جس بات کا یقین نہ ہو جائے۔ اس کی پیروی نہ کرو۔ البتہ اس سے ظن حاصل ہو سکتا ہے۔ اور "ظنوا بالمومنین خیرا" کے حکم سے یہ گمان ہو سکتا ہے۔ کہ غالباً یہ حق پر ہو۔ اور منافق نہ ہو۔ لیکن اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ظن بالکل مفید حق نہیں۔ اور اس سے ہرگز حقیقت ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس ضروری و لازمی ہے۔ کہ اہل اسلام میں کچھ نفوس ایسے ہوں۔ جن کی بابت منافقیت کا شبہ ہی نہ ہو سکے۔ اور خطاء و غلطی کا احتمال ہی نہ ہو۔ اور یقینی و قطعی طور پر معلوم ہو۔ کہ وہ برحق و مومن صادق ہے۔ اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے۔ جو یقینی طور پر معصوم ہو۔ اور عصمت اس کی ثابت اور معلوم و معروف ہو۔ تاکہ اس کی اقتداء یقینی برأت ذمہ اور صلاح و فلاح کا باعث ہو۔ اور احتمال و شک و شبہ باقی نہ رہے۔ پس وجود معصوم ضروریات دین و ضروریات فطریہ سے ہے۔ بلا وجودِ معصوم نجات ناممکن ہے۔ اور یقینِ فلاح و صلاح محال ہے۔ پس جب اسلام میں منافقین کا وجود ہے تو معصومین کا وجود بھی لازم ہے۔ ورنہ خدا اور رسولؐ دونوں پر الزام آتا ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ نہ صرف وجود معصوم ضروری ہے۔ بلکہ نص بر وجود معصوم بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جس طرح منافقیت کا کوئی خاص نشان نہیں ہے۔ اور پیشانی پہ ٹیکہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح معصومین کے لئے بھی علامت معین نہیں ہے۔ بلکہ عصمت ایک صفت باطنی ہے۔ اور صفات و آثار و افعال و اعمال سے پہچاننا ہر شخص کا کام نہیں۔ اور پھر اس کی شناخت کے لئے ایک مدت چاہیئے۔ کہ خبث نفس نکھر دو لبسا لہا معلوم ہو۔ اگر کوئی منافق اور خبیث النفس ہے۔ تو مدت تک اس کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ اور باطن کا

حال خدا جانتا ہے۔ اور وہ ہر ایک مومن و منافق کو پہچانتا ہے۔ پس چاہیئے کہ وہی اس کی تصریح کرے۔ اور اس کو منصوص فرمائے۔ اور اس کو معین کر دے۔ اور اس کا رسولؐ اس کا تعارف کرا دے۔ اور مسلم ہے۔ کہ معصوم رسولؐ ہے۔ اور اس کے بعد اہل اسلام میں اگر عصمت ہے۔ تو عترت و ذریت رسولؐ میں ہے۔ اور الحاق ذریت رسولؐ با رسولؐ بنص آیۂ قرآن مسلّم ہے۔ کما قال عزّ وجلّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ (اور جو مومن ہیں اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہے۔ ہم نے ان کے ساتھ ان کی ذریت کو ملحق کر دیا۔ اور ان کے عملوں میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا) رسولؐ کا افضل المومنین و اوّل المومنین بلکہ عین ایمان و حقیقت ایمان ہونا مسلم اور ذریت پیغمبرؐ نے بھی ضرور ایمان میں اتباع پیغمبرؐ کیا۔ پس الحاق ذریت پیغمبرؐ با پیغمبرؐ مسلم و محقق۔ جو ذریت رسولؐ کے ساتھ اور اس کا تبع ہوا۔ وہ بھی بذریعۂ ذریت رسولؐ ملحق بر رسولؐ ہو گا۔ اور جب ملحق بر رسولؐ ہو گیا۔ نجات پا گیا۔ رسولؐ کا بنص آیہ معصوم و مطہر مطلق ہونا اور عترت رسولؐ اہلبیتؑ نبوت و رسالت کا داخل تطہیر الٰہی ہونا مسلم و محقق و مبرہن۔ لہذا عصمت مطلقہ رسولؐ و ذریت رسولؐ سے خارج نہیں ہے۔ اور ذریت رسولؐ تطہیر میں شریک رسولؐ ہے۔ اور بعد پیغمبرؐ ذریت رسولؐ معصوم منصوص ہے پس وجود امام معصوم از ذریت رسولؐ بضرورت فطرت عالم و بحکم فعل و قول خداوند عالم ضروری و مسلم ہے۔ اور منکر وجود منکر و مکذب آیاتِ کتاب وجودی و کتاب قولی خلاق عالم۔ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ یہ آٹھویں دلیل ہے وجود امامؑ پر۔ اور یہ دلیل اگرچہ قریب و مشابہ ہے۔ دلیل اوّل سے۔ لیکن دو حاصل دونو ایک نہیں ہیں۔ صورت استدلال بغور ملاحظہ ہو۔ تفصیل کے ساتھ عصمت انبیاءؑ و ائمہؑ پر کسی اور موقع پر بحث کی جائے گی۔ اثبات وجود معصومؑ کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ ماحصل یہ کہ صدق و کذب و حق و باطل کی تحقیق و تصدیق و تمیز وجود معصوم پر موقوف ہے اور بغیر اس کے تمیز حق و باطل محال۔ حق ہمیشہ مشتبہ رہے گا پس وجود امام معصومؑ ہر زمانے میں ضروری و لازمی ہے۔ اور وہ حجۃ ابن الحسن علیہ السلام ہیں۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ

نویں دلیل

وجود مضل مطلق یعنی ابلیس لعین رجیم مسلّم اہل ملل و مذاہب ہے۔ اور کلام خدا اس پر ناطق ہے قال هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ (یہ شیطانی کام ہے۔ کیونکہ وہ دشمن اور کھلا کھلا مضل و گمراہ کرنے والا ہے (قصص ع ۲) اور قول شیطان یہ ہے وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ سوائے تیرے مخلص بندوں کے میں سب کو بہکاؤں گا۔ اور صفت اس کی یہ ہے۔ کہ دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اور وسواس خناس اس کا نام ہے۔ وہ انسانی رگ و پے میں خون کی طرح دوڑ جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ خالق شیطان بھی خدا ہے۔ اور اس نے اس کو مہلت بھی دے رکھی ہے۔ پس ضروری ہوا کہ اس مضل مطلق کے مقابل ہمیشہ ایک ہادی مطلق موجود رہے۔ جو علاوہ تعریف ظاہری و ہدایت خلق باطناً بھی مضل

سے کہیں بلا قت دور ہو۔ اور اس سے زیادہ منصرف ہو۔ جو جملہ وساوس شیطانی کو دور کر کے مومنین کے دلوں میں نور ایمان
بڑھاتا رہے۔ اگر شیطان کے ہوتے ہوئے اس کے مقابل وجود ہادی تسلیم نہ کیا جائے۔ تو انسان شرارت پر مجبور ہو
جائے گا۔ اور خدا کا شیطان کو موجود رکھنا اور مہلت دینا اغراء ہوگا۔ قال سبحانہ وتعالیٰ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ
قَوْمٍ هَادٍ۔ اے پیغمبر سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو پیغمبر بشیر و نذیر ہے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ اور
ہادی از ضرور یات فطریہ عالم ہے۔ اور ہادی بعد پیغمبر امام معصوم ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ مثل عامۂ ناس ہو۔ اور
خارج از عصمت۔ تو ہادی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ خود اس وقت میں محتاج ہادی ہوگا۔ اور جو محتاج ہادی ہو۔ وہ ہادی
نہیں ہے۔ کما قال عزوجل اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى
فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۔ کیا وہ شخص احق و سزاوار اتباع و اقتداء ہے۔ جو ہدایت الی الحق کرتا ہے۔ یا وہ جو ہدایت
نہیں پاتا۔ جب تک کہ اس کو ہدایت نہیں کی جائے۔ یعنی اپنی ہدایت میں خود محتاج ہادی ہے۔ پس تمہیں کیا
ہو گیا۔ کہ تم ایسا حکم کرتے ہو؟ پس ہادی وہی ہو سکتا ہے۔ جو بالفطرت ہدایت یافتہ ہو۔ اور محتاج ہادی [illegible]
نہ ہو۔ یعنی ہادی مہدی ہی ہو سکتا ہے۔ اور ہدایت فطری انہی کے واسطے ہے۔ جو مؤید بروح القدس
ہوتے ہیں۔ وَاَيَّدْنٰهُمْ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ اور ہم نے روح القدس سے ان کی تائید کی ہے۔ اور
شکم مادر سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتے ہیں۔ اور علم ان کا بوحی والہام الٰہی موہبتی ولدنی ہوتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ
بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور اسی طرح
ہم نے تیری طرف اپنے عالم امر سے ایک روح بھیجی ہے۔ تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔ لیکن ہم
نے اس روح کو نور بنایا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں
جس کو یہ روح نورانی عطا کر دیتے ہیں۔ وہ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے۔ اور تو لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت
کرتا ہے۔ جب تک کسی میں یہ روح موجود نہ ہو۔ وہ بالفطرت ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا۔ ہدایت یافتہ وہی
ہے۔ جو دارائے روح نورانی مورد وحی والہام اور بحکم خدا و بامر الٰہی ہدایت کرتے ہیں۔ اور ان صفات سے
متصف انبیاء و ائمہ ہی ہیں۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ
وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ۔ بالفاظ دیگر یہ وہ بندگان مخصوصین و مخلصین
ہیں۔ جن کو شیطان نے اغواء سے مستثنیٰ کیا ہے۔ اور ان کو وہ کسی طرح سے نہیں بہکا سکتا۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
الْمُخْلَصِيْنَ۔ پس وجود ہادی مطلق و صاحب علم لدنی و موہبتی و ہدایت فطری و عصمت مطلقہ ضروری
ہے۔ اور وجود مضل بالفطرۃ وجود ہادی کو مقتضی۔ اور کبھی زمانہ اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ صفات

بعد پیغمبرؐ بجز از ذریت نبیؐ و اولاد فاطمہؑ و علیؑ اور کسی میں ثابت نہیں ہوسکتیں۔ اور اولاد علیؑ میں سوائے حضرت حجۃؑ ابن الحسنؑ العسکریؑ اور کوئی ہادی و مہدی نہیں۔ پس وجود امام ہادی مہدیؑ مسلم و محقق ہے۔ اور انکار انکار و تکذیب آیات قرآنی وھو المطلوب۔

دسویں دلیل } تجربہ شاہد و مشاہدہ دال اور فطرت انسانی ناطق ہے۔ کہ علم اور کتاب کے پڑھنے اور سیکھنے کے لئے معلم اور مبین کی ضرورت ہے۔ کوئی علم کسی کتاب سے خود بخود نہیں آتا۔ کیوں کہ کتاب خود ناطق نہیں ہے۔ وہ کچھ نقوش و خطوط یا اصوات و الفاظ ہیں۔ یہ ہمیشہ اور ہر وقت مشاہد ہے اور تجربے میں ہے اور کلام خدا بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ کتاب کے لئے ایک مبین کتاب کی ضرورت ہے۔ اور خدا نے اپنی مکمل کتاب اور آخری کتاب کے ساتھ مبین کتاب بھی بھیجا ہے۔ فَقَالَ وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ‌ۙ وَهُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ نحل ۶۴ اور نہیں نازل کیا ہم نے تجھ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ اے پیغمبرؐ تو بیان کر دے ان سے وہ چیزیں جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ دراصل یہ کتاب باعث رفع اختلاف اہل ایمان کے لئے رحمت و ہدایت ہے۔ تو اس آیت سے ثابت ہے۔ کہ پیغمبرؐ مبین کتاب ہے۔ اور یہ کہ یہ بیان یا کتاب موجب رفع اختلاف ہے۔ اور رفع اختلاف ہی رحمت و ہدایت۔ پیغمبرؐ رفع اختلاف کے لئے آیا ہے۔ اور قرآن اختلاف مٹانے کے لئے اترا ہے۔ اور ایک اور آیت میں خدا فرماتا ہے۔ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ نحل ۴۴ اور ہم نے تیری طرف ذکر نازل کیا ہے۔ تاکہ تو بیان کر دے لوگوں سے۔ جو کچھ کہ ان کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ تفکر کریں۔ تو کتاب کے لئے مبین ضروری و لازمی ہے۔ اور تعلیم قرآن کے بعد مبین قرآن پیدا کیا گیا ہے۔ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ رحمان نے قرآن پڑھایا۔ ایک انسان کو خلق کیا۔ اور اس کو بیان سکھایا۔ اگر ہدایت اور تعلیم کے لئے محض کتاب کافی ہوتی۔ تو انبیاءؑ کے بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ پس اصل ہادی و معلم نبی ہے۔ کتاب قانون الٰہی ہے۔ جس کو بیان کرنے والا اور تعلیم دینے والا اور احکام کو جاری و نافذ کرنے والا پیغمبرؐ ہوتا ہے۔ بایں لحاظ کہ لوگوں کے لئے پیغمبرؐ آتا ہے۔ اور کتاب پیغمبرؐ کے لئے اترتی ہے نہ لوگوں کے لئے۔ لوگ صاحب کتاب و شریعت نہیں ہیں۔ پیغمبرؐ صاحب کتاب و صاحب شریعت ہے۔ اگر کہا جائے۔ کہ کتاب لوگوں کے لئے اترتی ہے۔ غلط و باطل ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو پھر سارے انسان نبی ہوں۔ اگر ایسا ہو۔ تو سب عالم کتاب ہوں۔ اگر ایسا ہو۔ تو اصل منزل کتاب وہی ہوں تو انبیاءؑ۔ اور یہ باطل ہے۔ پس صاحب کتاب پیغمبرؐ ہی ہے۔ کتاب اسی پر اور اسی کے لئے نازل ہوئی ہے۔ لوگوں سے وہ بیان کرتا ہے۔ لوگوں کو وہ تعلیم دیتا ہے۔ کتاب کسی کو عالم نہیں بنا سکتی۔ اور احکام کی تعلیم نہیں دے سکتی۔ اور عمل نہیں کرا سکتی۔ خود ہدایت نہیں کر سکتی۔ غرض مبین کتاب کتاب کے

ساتھ ہے۔ اور اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سے بعد پیغمبر بھی ایک مبین کتاب کی ہمیشہ ضرورت ہے۔ کیونکہ جو ضرورت اس وقت تھی اب بھی ہے۔ اب صرف دیکھنا یہ ہے۔ کہ مبین کتاب کون اور کس صفت کا انسان ہو سکتا ہے۔ بعض علماء اسلام یا خاص گروہ۔ صورت اوّل بالکل باطل ہے۔ اور مشاہدہ صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ علماء مبین کتاب نہیں ہیں۔ کیونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کتاب اختلاف مٹانے کے لئے اُتری ہے۔ پیغمبر اختلاف اُٹھانے کے لئے آیا ہے۔ اور اختلاف کا مٹنا ہی ہدایت و رحمت ہے۔ اور پیغمبر اسی کتاب (قرآن) سے ہر ایک اختلاف کو رفع فرماتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ان کے زمانے میں اہل اسلام میں اختلاف نہ تھا۔ لیکن تفسیر و بیان علماء اور ان کی تعلیم ان کے بالکل برعکس ہے۔ علماء کی تفاسیر ہر روز نت نئے اختلاف پیدا کرتی ہیں۔ علماء نئے نئے مذاہب ایجاد کرتے ہیں۔ اور مدرک قرآن ہی کو قرار دیتے ہیں۔ علماء کے اقوال ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس کا بدیہی نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ یا تو علماء حقائق و معارفِ قرآن کے عالم اور اس کے حقیقی معلم و مفسر و مبین نہیں ہیں۔ یا یہ کہ قرآن خود مجموعۂ اختلاف ہے۔ اور احکام متبائنہ متضادہ متناقضہ کا مجموعہ ہے۔ مگر اس کو کوئی مسلمان تسلیم نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ عقلاً و نقلاً باطل اور صریح آیات کے خلاف ہے۔ اگر قرآن میں اختلاف ہو۔ تو وہ کتاب خدا نہ ہو گی لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ اگر یہ منزل من اللہ اور خدا کا سچا کلام نہ ہوتا۔ تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔ مگر چونکہ خدا کا کلام ہے۔ اور خدا کے کلام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اس لئے اس میں بالکل اختلاف نہیں ہے۔ حقائق و معارفِ قرآنی ایک ہیں۔ تعلیم قرآن ایک ہے۔ صراطِ قرآنی ایک ہے۔ احکامِ قرآنی ایک ہیں پھر اختلاف کیسا؟ اختلاف کہاں سے آیا؟ یہ سب علماء کی نافہمی کا نتیجہ ہے۔ وہ حقائق قرآنی کے عالم نہیں ہیں۔ اگر وہ عالم حقیقتِ قرآن ہوتے۔ ہرگز اختلاف نہ ہوتا۔ ہرگز ایک کا قول دوسرے کی ضد و نقیض نہ ہوتا۔ کبھی ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق نہ کرتا۔ اور بڑے بڑے عالم و ائمہ علوم اس اختلاف میں مبتلا نظر نہ آتے۔ تمام مسلمان ایک ہوتے۔ ستر بہتر بلکہ ستر ہزار بلکہ ستر لاکھ فرقے پیدا نہ ہوتے۔ ایک خدا۔ ایک رسولؐ۔ اور ایک کتاب۔ توحید۔ نبوت اور معاد کے قائل مسلمان اس طرح تتر بتر نہ ہوتے۔ قرآن یوں پارہ پارہ نہ ہوتا۔ اسلامی جماعت اس طرح پریشان نہ ہوتی۔ اور اس طرح تباہ و برباد نہ ہوتی یہ سب نتیجہ ہے۔ علماء کے حقیقی عالمِ قرآن نہ ہونے اور دعوے کرنے اور سچے اور برحق عالمانِ قرآن و مفسرینِ کتابِ مبین کلام اللہ کو ترک کر دینے کا۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اور کیوں کر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کتاب جس کا دعوے تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہو جس کا اعلان لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ہو جس کا ادعا مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ہو جس کی تحدی فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ہو جس کی صفت وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا اگر کوئی قرآن ہے کہ پہاڑ

اس سے جل نکلیں۔ زمین قطع ہو جائے۔ مُردے بول اُٹھیں۔ بلکہ ہر ایک امر انجام پا جائے (تو وہ یہی قرآن ہے) اور جو عالمِ قرآن تھے۔ ایسا ہی کرتے تھے۔ ملاحظہ ہوں حالاتِ پیغمبرؐ اور اوصیاءِ پیغمبرؐ اور ان کے معجزات و کراماتؑ تصرفات یہ سب اسی قرآن سے تھا۔ یہ سب اسی کی برکت تھی۔ یہ علمِ قرآن ہی کا فیض تھا۔ شق القمر اس کا ایک کرشمہ اور تکلم نخلہ اس کا ادنےٰ معجزہ۔ اگر ہم عالمِ قرآن ہوتے۔ اگر اس کی حقیقت ہمارے وجود میں ہوتی۔ تو ایک آیت سے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے۔ سمندروں کو منجمد اور دریاؤں کو ساکن کر دیتے۔ ہم مُردوں کو جلاتے اور اپنی قوم کو زندہ کر کے آسمان ترقی پر پہنچاتے۔

قرآن معجزہ ہے۔ حقیقتِ معجزہ کو بشر نہیں جانتا ہے۔ اور توریت [illegible] اعجاز ہے۔ توریت بصورتِ اعجاز نہ اُتری تھی۔ اس سے تحدّی نہ کی گئی تھی۔ مگر اس میں ہدایت و نور تھا۔ اس سے اس سے حکم کہنے والے اور احکام نکالنے والے عوام نہ تھے۔ انبیاءؑ و اوصیاءؑ انبیاءؑ و علماء ربانی تھے۔ قرآن جو بصورتِ اعجاز نازل ہوا ہے۔ اس سے ہر کس و ناکس یا ماہر عربی داں کیوں کر اس کی حقیقت پر احاطہ رکھ سکتا ہے۔ ہرگز علماء مبین قرآن و حقیقی معلم قرآن نہیں بلکہ ضرور بعد پیغمبرؐ مبینِ کتاب و معلمِ قرآن ایک خاص جماعت ہے۔ اور وجودِ مبینِ کتاب و معلمِ کتاب ہر ایک زمانے میں ضروری ہے۔ اور ابوداؤد روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے عَلِیٌّ بَابُ عِلْمِیْ وَمُبَیِّنٌ لِاُمَّتِیْ مَآ اُرْسِلْتُ بِهٖ مِنْ بَعْدِیْ۔ یعنی علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے۔ اور میرے بعد میری کتاب کا مبین ہے۔ اس کی محبت ایمان ہے۔ اور بغض نفاق اس کی طرف دیکھنا راحت ہے۔ اور اس کی مودّت عبادت۔ پس بعد نبیؐ مبینِ قرآن بابِ علمِ نبیؐ ہے۔ اور بابِ علمِ نبیؐ کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔

حقیقتِ قرآن الفاظ و اصوات یا خطوط و نقوش یا تصوراتِ ذہنیہ نہیں ہیں۔ بلکہ ایک حقیقتِ علمیہ نورانیہ ہے جو وجودِ محمدیؐ میں ہے۔ وھی اشد اتحاداً خلقاً و باطناً بحقیقۃ المحمدیہ کما دل علیہ الآیات اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ تحقیق کہ یہ قرآن کریم ہے کتاب مکنون میں۔ قرآن صورت مفردہ ہے۔ جو زبانِ حق ترجمان محمدیؐ سے نکلی۔ اور کتاب حقیقتِ قرآن۔ حقائق علمیہ نوریہ متحد بروحِ محمدیؐ ہے۔ اور اس اعتبار سے کتاب و قرآن دو چیزیں ہیں۔ صورتِ مفردہ ظاہری کا نام قرآن ہے۔ اور حقیقتِ باطنی قرآن کتاب۔ اور قرآن کتاب وجودی میں ہے۔ اور وہ حقیقتِ نبویؐ ہے۔ کتاب مجمع و معدن حقائق ہے۔ اور قرآن اس کی تشریح و تفصیل مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ یہ قرآن ایسا نہیں ہے۔ جو غیر کی طرف سے افترا کیا گیا ہو۔ لیکن مصدق ہے اپنے سے پہلی کتب کا اور تفصیل ہے کتاب لاریب فیہ کی یعنی کتاب لاریب فیہ حقیقت نوریہ علمیہ متحد حقیقتِ نبویہ ہے۔ پس حقیقتِ قرآن کا عالم اور اس پر محیط و مطلع وہی ہو سکتا ہے۔ جس کی حقیقت عین یا جزو

حقیقتِ محمدی ہو۔ از ظاہراً و باطناً نفسِ رسول ہو۔ دونوں ایک نور کے دو ٹکڑے اور ایک اصل کے دو تنے ایک شاخ کے دو پھل ایک صدف کے دو موتی ایک کان کے دو پاکیزہ گوہر ایک آسمانِ علم و حکمت کے دو آفتاب ہوں۔ ایک مصحف کے دو سپارے اور ایک سورت کے دو آیے اور ایک آیت کے دو مصداق و مفہوم ہوں۔ بعد پیغمبرِ عالم حقیقتِ قرآن وہ ہو سکتا ہے۔ جو خلقاً و خُلقاً و منطقاً متصف بأوصافِ محمدی اور آئینہ جمالِ نبوی ہو۔ نبی کا پورا پورا عکس اس میں نظر آئے۔ یہ صفات غیر از ذریت و عترتِ رسول اور کسی میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ حقیقتِ قرآن حقیقتِ نورانیہ محمدیہ ہے۔ اور اس کو سوائے مطہرین کوئی مس کرہی نہیں سکتا۔ "لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ"۔ اور مطہر بعد پیغمبر ذریتِ پیغمبر ہے۔ "يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا"۔ چنانچہ امام ابو عیسیٰ الترمذی۔ ابن جریر۔ ابن المنذر۔ حاکم۔ ابن مردویہ۔ اور بیہقی نے جناب اُمِّ سلمہؓ سے اور امام مسلم۔ امام احمد۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم اور حاکم نے اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے اور ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن المنذر۔ طبرانی۔ ابن ابی حاتم۔ حاکم اور بیہقی نے واثلہ بن الاسقع سے اور ابن ابی شیبہ و احمد و ترمذی و ابن جریر۔ ابن المنذر۔ طبرانی۔ حاکم اور ابن مردویہ نے انسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آیتِ تطہیر میں حضرت محمد و علی و فاطمہ و حسنین داخل ہیں۔ اور انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور بعد ازاں ان کی اولاد و اہلبیت عترت وارثِ رسالت۔ ملاحظہ ہو ترمذی۔ مسلم۔ مسند احمد بن حنبل و رشفۃ الصادی وغیرہا۔ تفصیل باب اہل البیتؑ میں دیکھو۔

پس لابُد بعد پیغمبر حاملِ حقیقتِ قرآن ذریتِ پیغمبر ہے۔ اور وہی مبینِ قرآن ہیں۔ اور وہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں۔ جن کے سینوں میں قرآن موجود ہے۔ جس طرح وجودِ محمدی میں تھا۔ "بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ" بلکہ قرآن آیات بیّنات ہے سینوں میں ان لوگوں کے جن کو علم دیا گیا ہے۔ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیات کا مگر ظالمین"۔ یہی وہ نفوس طاہرہ و مطہرہ وجودِ محمدی و نورِ نبوی ہیں۔ جو قبل نزولِ ظاہری و اجراءِ احکامِ قرآنی عالمِ کتاب اللہ تھے۔ اس پر پہلے سے ایمان رکھتے تھے۔ اور قبل اس کے مسلمان تھے۔ "الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِن قَبْلِهِ هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ" اور وہ لوگ جن کو ہم نے پہلے ہی سے حقیقتِ کتاب عطا کر دی ہے وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے سچی کتاب ہے۔ اور ہم اس پر پہلے ہی سے ایمان لائے ہوئے ہیں"۔ یہی وہ عترتِ طاہرہ ہے۔ جس کو رسولِ خدا نے تالی کتاب اللہ ثانی ثقلین قرار دیا ہے۔ اور ان کو متحد قرار دیا ہے (اس بحث کی پوری تفصیل اگر دیکھنی ہو۔ تو البرہان جلد چہارم میں دیکھو۔ نیز اس کو ہماری کتاب خلافتِ الٰہیہ میں ملاحظہ کرو)۔

بہرحال وجودِ مبیّنِ قرآن ومعلّمِ کتاب ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور وہ ذریتِ عترتِ رسولؐ واہلِ بیتِ نبوت ورسالت وخاندانِ عصمت وطہارت سے ہے۔ اور وہی امامِ خلق ہے۔ ضروریاتِ فطریہ اس پر شاہد اور قرآن اس پر ناطق ہے۔

گیارھویں دلیل

دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے کہ نبوت ایک درجہ عالیہ ہے کما قال عزّوجلّ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ۔ "خدا درجات کا بلند کرنے والا صاحبِ عرشِ علم تقدیر وتدبیر ہے۔ وہ اپنے عالمِ امر سے ایک روحِ خاص اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ عطا کرتا ہے تاکہ وہ شخص اس روح کے ذریعے روزِ قیامت سے ڈرائے۔" مسلّم ہے کہ بشیر ونذیر پیغمبر کو کہتے ہیں۔ بَعَثَ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ "خدا نے انبیاء کو بھیجا۔ جو خوش خبری دینے اور ڈرانے والے ہیں" إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ "سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ تو منذر (ڈرانے والا) ہے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی مقرر ہے" اور آیۂ صدر سے ثابت ہے۔ کہ بشیر ونذیر ہونا۔ ایک روحِ خاص پر موقوف ہے۔ جو عطیہ خاصّہ الٰہیہ ہے۔ اور وہ عالمِ امر سے ہے نہ عالمِ خلق سے۔ اور اس لئے یہ روح مخصوص بہ نبی ہے۔ اور صدرِ آیت سے ثابت ہے کہ یہ ایک درجہ رفیعہ عالیہ ہے۔ جو ہر شخص کو عطا نہیں ہوتا۔ بلکہ جس کو اپنے بندوں میں سے چاہے عطا کرتا ہے اور یہ درجہ عطا کرنا اس روحِ خاص کا عطا کرنا ہے۔ اور آیۂ مجیدہ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ "خدا بلند کرتا ہے درجات اُن لوگوں کے جو تم میں سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور اُن لوگوں کے جن کو علم عطا کر دیا گیا ہے" سے ثابت ہے۔ کہ رفعتِ درجات وحصولِ مراتبِ عالیہ ایمان اور علم پر موقوف ہے۔ اور ایمان خود فرعِ علم ہے۔ اور علم مقدم۔ لہٰذا رفعتِ درجات صرف علم پر موقوف ہے۔ پس رفعتِ درجاتِ نبوت بھی علم ہی پر موقوف ہے۔ اور اوّل معیارِ نبوت علم ہی ہے۔ چنانچہ نبی اوّل واوّل نوعِ بشر کے مقابلہ میں ملائکہ سے علم ہی کی بابت سوال کیا گیا۔ اور اسی میں ان کا امتحان لیا گیا۔ اور اسی علم سے نبوت وخلافت حضرت آدمؑ ثابت ہوئی۔ اور علم ہی کی وجہ سے مکرم ومعظم ومسجودِ ملائکہ قرار پائے (چنانچہ متعدد طرق سے ہم اس کو البرہان کے نمبروں میں ثابت کر چکے ہیں۔ خصوصاً جلد دوم میں) نبوت علم پر موقوف ہے۔ اور علم ہی معیارِ نبوت ہے۔ اور علم باعثِ رفعتِ درجات اور علم ہی اوّل کمال واکمل کمالات ہے۔ کوئی نبی اس سے خالی نہیں ہوتا۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ معیارِ نبوت علمِ موہبتی لدنی ہے نہ علم کسبی تحصیلی کیونکہ علومِ کسبیہ علومِ ناقصہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر غلط وخلافِ واقع۔ پس ہر ایک نبی علمِ موہبتی رکھتا ہے۔ اور صدرِ آیت میں یہ ثابت ہوا ہے۔ کہ رفعتِ درجہ نبوت روحِ خاص نبوتی پر موقوف ہے۔ جو روحِ امری ہوتی ہے۔ اور اس سے بشیر ونذیر ہوتا ہے۔ اور

یہاں ثابت ہوا ہے کہ رفعتِ درجات علم پر موقوف ہے۔ اور معیارِ نبوت علم ہی ہے۔ پس بنا بر جمع بین الاصلین نتیجہ یہ نکلا کہ علمِ نبی اس روح سے ہے۔ اور وہ روح روحِ علمی ہے۔ جس کو یہ عطا ہو گئی۔ عالم ہو گیا۔ نہ کہ بایں کہ ماسوا اسماء ہو گیا۔ اس لئے کوئی نبی اس روحِ علمی سے خالی و عاری نہیں ہوتا۔ اصطلاحِ شرع اور قرآنی محاورے میں اس کو کتابِ وجودی سے تعبیر و تفسیر کیا جاتا ہے۔ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ "اللہ نے نبیوں کو بھیجا۔ درانحالیکہ وہ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ کتاب نازل کی۔" اس آیت کی رو سے ہر ایک نبی کے لئے کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ اور مَعَهُمْ سے ثابت ہے۔ کہ یہ کتاب ان کے وجود کے ساتھ معیت رکھتی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ کتاب جو ہر ایک نبی کے وجود کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور اس سے معیت وجودیہ رکھتی ہے۔ وہی علم ہے۔ جو معیارِ نبوت ہے اور جس پر نبوت موقوف۔ اور وارائے علمِ وجودی وہی روحِ خاص نبوتی ہے۔ اور وہی حقیقت کتاب ہے۔ نہ کتابِ مُنَزَّلِ تشریعی۔ یہی قولِ حضرت عیسٰے علیہ السلام سے بھی ثابت و واضح ہے۔ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا۔ "میں بندۂ خدا ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے۔ اور نبی بنایا ہے۔" اوّل کتاب ہے۔ بعد ازاں نبوت۔ پس یہ کتاب وہی کتاب ہے۔ جو مایۂ النبوت و موقوف علیہ نبوت ہے اور وہ علمِ وجودی و حقیقتِ کتاب ہے۔ نہ کتابِ تنزیلی۔ جو بعد بعثت مقامِ اجرائے احکام و اظہارِ نبوت ہے۔ یہ کتاب عیسوی یقیناً غیرِ انجیل تنزیلی ہے۔ کما قال عز و جل اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ الخ (سورۂ مائدہ ع ۱۵) "اے عیسٰے یاد کرو اس وقت کو جبکہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت اور توریت و انجیل تعلیم دی اور سکھائی۔" یہ کتاب غیرِ انجیل ہے۔ یہ حقیقتِ انجیل و حقیقتِ علمیہ ہے اور انجیل صورتِ تنزیلی و اجرائی۔ فافہم۔

غرض نبوت و رفعتِ درجات موقوف ہے روحِ علمی موہبتی پر۔ اور اسی کو کتابِ وجودی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ "البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ اور ان سب کے ساتھ ساتھ کتاب و میزان اتاری اور عطا کی۔" اور یہ سلسلہ بطورِ توارث ہمیشہ ذریتِ انبیاء میں جاری رہا ہے۔ اور ہر ایک نبی کے بعد اس کا جانشین وہی ہوا ہے۔ جو دارائے علمِ موہبتی لدنی اور حاملِ کتابِ حقیقی وجودی ہو۔ اور یہ خاصہ برگزیدگانِ خدا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ "تحقیق کہ اللہ تعالٰے نے آدم و نوح و آلِ ابراہیم و آلِ عمران کو تمام عالمین پر برگزیدہ کیا ہے۔ جو ذریت یک دیگر و سلسلۂ متصلہ ہے۔ اور اللہ ہر ایک بات کا جاننے والا اور سننے والا ہے۔" اور یہ اصطفاء اسی کتاب پر موقوف ہے۔ اور یہی کتاب بطورِ توارث

آئی ہے۔ قال سبحانہ وتعالیٰ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ "اور البتہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی۔ اور بنی اسرائیل کو کتاب وراثت میں دی۔ جو اہل عقل کے لئے ہدایت و عبرت ہے۔" (مومن ع ۶) مصدر آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ ہدایت موسوی اسی کتاب پر موقوف ہے۔ اور وہی کتاب بطور وراثت بنی اسرائیل میں رہی ہے اس سے زیادہ توضیح اس آیۂ مبارکہ میں ہے۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (حدید ع ۱۴) "اور ہم نے نوح اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور ہمیشہ کے لئے ان کی ذریت میں کتاب نبوت قرار دی۔" اور پھر خاص حضرت ابراہیمؑ کے حق میں فرماتا ہے وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (عنکبوت) "ہم نے ذریت ابراہیمؑ میں نبوت و کتاب قرار دے دی ہے۔" اور یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ ذریت ابراہیم میں باقی ہے۔ اسی بقاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خداوند عالم فرماتا ہے وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ. "ابراہیمؑ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی اولاد میں اس کو کلمہ باقیہ قرار دیا۔" یہ جعل جعل الٰہی ہے۔ اور قاعدہ کلیہ مسلمہ ہے۔ کہ انصراف مطلق کا فرد کامل مطلق کی طرف ہوتا ہے۔ اور جب تک کوئی تقیید حکم میں نہ ہو۔ حکم عام و کلی ہوتا ہے۔ لہٰذا بنص آیۂ کریمہ کتاب و نبوت ذریت حضرت ابراہیمؑ میں تا قیام قیامت باقی ہے۔ کیونکہ قید کسی وقت خاص کے لئے نہیں ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اولاد اسمٰعیلؑ میں ہی یہ سلسلہ قائم و باقی رہے گا۔ اس لئے کہ اس سلسلہ میں وارث کتاب وہ امت مسلمہ ہوگی۔ جو مثل پیغمبر مسلم مطلق ہے کیونکہ یہ کتاب ہی مایۂ النبوت ہے۔ اور حامل کتاب نہیں ہو سکتے مگر وہ نفوس قدسیہ جو متصف باوصاف پیغمبری ہوں۔" وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ..... رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ..... رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ الخ۔ "جب ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ خانہ کعبہ کی بنیادیں بلند کر رہے اور اس کو بنا رہے تھے۔ فرمایا۔ خداوندا ہم دونوں کو اپنا خاص مسلمان بنا۔ اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک ایسی ہی امت مسلمہ قرار دے اور اس امت مسلمہ میں اسی میں سے ایک کو پیغمبر بنا۔ یہ دعا یقیناً حضرت اسمٰعیلؑ و اولاد اسمٰعیلؑ سے مخصوص ہے۔ اور یہی کتب سابقہ سے بھی ظاہر ہے۔ کہ یہ دعا اسمٰعیلؑ و اولاد اسمٰعیلؑ ہی کے لئے تھی۔ جو قبول ہوئی۔ پس دوام و بقاء کتاب و اسلام نبوتی اولاد اسمٰعیلؑ ہی میں ہے نہ بنی اسرائیل میں۔ اور لابد سلسلہ بنی اسمٰعیلؑ میں یہ کتاب جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منتہی ہوئی۔ جو امت مسلمہ کے ایک فرد ہیں۔ اور حامل کتاب حقیقی وجودی آنحضرتؐ ہوئے۔ اور تا قیامت یہ کتاب یعنی علم موہبتی لدنی بنی ہاشم میں باقی رہے گا۔ کیونکہ یہ جعل جعل الٰہی اور فعل خدا ہے۔ وَلَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ "خلقت الٰہی کو کوئی بدل نہیں سکتا۔" یہ سنت خداوندی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا

سُنّتِ الٰہی کبھی نہیں بدل سکتی" اور کبھی اس سلسلے میں انقطاع واقع نہیں ہو سکتا۔ نبوت و کتاب جناب رسالتمآب ﷺ
تک پہنچی۔ لیکن بنص آیۂ کریمہ نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہو گئی۔ اور کتاب باقی رہی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ نبوت و کتاب میں
عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ جہاں نبوت ہے وہاں کتاب ضرور ہے۔ مگر جہاں کتاب ہے۔ وہاں نبوت
ضروری نہیں۔ کتاب لازم نبوت ہے۔ اور نبوت ملزوم نہ بالعکس۔ کتاب بعد نبوت بھی باقی ہے۔ فتدبر فیہ۔ اور
یہ بھی مسلّم ہے۔ کہ جناب ابراہیمؑ درجۂ امامت پر بھی فائز ہیں۔ جو بعد نبوت و خلت و رسالت عطا ہوا ہے۔
اور یہ بھی معلوم ہے۔ کہ مابہ الامامت بھی علم ہی ہے۔ کیونکہ رفعت درجات اسی پر موقوف ہے۔ پس جب
حضرت ابراہیمؑ درجۂ امامت پر فائز ہوئے۔ تو ضرور درجۂ علم میں بھی انبیاء سابقین پر زیادتی رکھتے ہوں گے۔
اور ضرور رکھتے تھے۔ اور وہ زیادتی یہ تھی۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
"اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو باطن زمین و آسمان دکھاتے ہیں" پس حضرتؑ علاوہ علم اسماء و مسمیات و مفاہیم علم حقائق
بھی رکھتے تھے۔ اور یہ علم بھی علم موہبتی لدنی ہے۔ بنابریں مابہ الامامت و موقوف علیہ امامت بھی وہی علم حقیقی
کتاب وجودی ہے۔ اور اس کی اس آیت سے بھی توضیح ہوتی ہے۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا
وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ الخ علم موہبتی لدنی موقوف ہے وحی الٰہی پر۔ اور وحی خاصہ نبوت و
امامت ہے۔ اس لئے مابہ النبوت و مابہ الامامت ایک ہی شے ہے۔ الغرض اولاد اسمٰعیلؑ میں وارث کتاب
وجودی جو مابہ النبوۃ و امامۃ ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے اور وہی حضرت وارث نبوت و
رسالت و امامت ہیں۔ قال عزّ وجلّ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ
یعنی "مستحق و سزاوار درجۂ ابراہیمیؑ وہ ہیں۔ جنہوں نے اس میں ان کا اتباع کیا۔ اور یہ نبی عربی مکی مدنی صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وقال وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا
الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا "اسی طرح ہم نے اے
ہمارے حبیبؐ تجھ کو ایک روح عالم سے عطا کی ہے۔ تو نہیں جانتا تھا۔ کہ کتاب کیا ہے۔ اور ایمان کیا ہے
لیکن ہم نے اس روح کو نور بنایا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت
کرتے ہیں۔ جس کو چاہتے ہیں یہ روح عطا کرتے ہیں" ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کتاب وجودی روح خاص
نبوتی کے ساتھ ہے۔ بلکہ اس کی ذات میں داخل۔ اور وہی روح روح علمی ہے۔ خداوند عالم حقیقت کتاب کو
بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ کہ اے حبیبؐ جس طرح پہلے انبیاء کو ہم کتاب وجودی عطا کرتے رہے ہیں۔
اسی طرح سے ہم نے تجھ کو بھی ایک روح خاص عطا کر دی۔ جس میں کتابت ہے۔ اور جو متحد بکتاب ہے۔ اور
پھر تصریح بھی کر دی۔ کہ جب تک یہ روح نہ تھی۔ تجھ میں کتاب نہ تھی۔ لیکن جب ہم نے یہ روح عطا کر دی تو

نور ہے۔ تو دانائے کتاب و عالم بن گیا۔ اس روح علمی کا عطا کر دینا ہی گویا کتاب وجودی کا عطا کر دینا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ کتاب اور روح قدس اور روح نبوتی اور روح عالم امری دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں یہ کتاب ہے۔ وہاں یہ روح بھی ہے۔ اور جہاں یہ روح ہے۔ وہاں کتاب وجودی بھی۔ دونوں نسبت تساوی رکھتی ہیں۔ پس پیغمبر وارث کتاب و نبوت ہے۔ مگر بعض آیۂ قرآن نبی آنحضرتؐ پر ختم ہو گئے۔ اور آپ کے بعد کسی پر لفظ نبی صادق نہیں آ سکتا۔ لہٰذا نبوت ختم ہے۔ مگر کتاب باقی اور حبل الٰہی ہمیشہ ہمیشہ قائم۔ اور بنصوص آیات وہ ذریت حضرت ابراہیمؑ و اولاد اسمٰعیلؑ ہی میں ہے۔ اور اسی امت مسلمہ میں ہے جس میں سے پیغمبرؐ ہے۔ اور وہ پیغمبر بنی ہاشم سے ہے۔ لہٰذا یہ کتاب بنی ہاشم میں ہے۔ اور بنی ہاشم میں سے یہ امت مسلمہ وارث نبوت ذریت ابراہیمؑ و عترت رسول ہے۔ پس کتاب ذریت رسولؐ میں تا قیام قیامت باقی۔ نبوت ختم ہے مگر درجہ ابراہیمی و مایہ النبوۃ باقی۔ پس دارائے علم موہبتی و کتاب وجودی وہ ائمہ ذریت حضرت رسولؐ و اہلبیت نبوت و رسالت ہیں۔

بعبارت دیگر۔ یہ کتاب متحد ہے روح قدس سے۔ اور بعد پیغمبر وہی حامل کتاب ہے جو صاحب روح قدس ہو۔ جس کا اثر وحی ہے۔ کتاب وجودی و علم موہبتی لدنی بجز اس روح قدس کے ممکن نہیں۔ نذارت و بشارت اسی روح پر موقوف ہے۔ ہدایت اسی روح پر مبنی ہے۔ اور صاحب روح قدس وہی شخص ہے جو نفس رسولؐ ہے۔ اور تمام اوصاف میں شریک پیغمبرؐ اور متصف باوصاف نبوتی ہے۔

بعبارت دیگر۔ یہ روح نور ہے۔ اور اس نور کے لئے محل بھی نورانی ہی چاہئے۔ اور یہ محل نورانی و حامل روح نورانی وہی ہو سکتا ہے۔ جو جزو نور محمدی ہو۔ جو مجسم نور ہے۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ۔ میں اور علیؑ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں وَقَالَ اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّسَائِرُ النَّاسِ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰى۔ میں اور علیؑ ایک اصل سے ہیں۔ اور باقی تمام لوگ مختلف و متفرق اصلوں سے (مودۃ القربیٰ۔ رشفۃ الصادی۔ مطالب السئول وغیرہا)۔ ان اوصاف سے متصف سوائے علیؑ و اولاد علیؑ ذریت ابراہیمؑ و عترت پیغمبرؐ میں اور کوئی نہیں۔ مسلم ہے کہ جو دارائے علم موہبتی لدنی و حامل کتاب وجودی و موقوف علیہ نبوت و امامت ہو گا۔ وہ بچپن ہی سے بلکہ وقت ولادت ہی سے عالم ہو گا۔ اور قبل نزول ظاہری قرآن یعنی اجرا احکام وہ قرآن کا عالم ہو گا۔ چنانچہ امام محمد بن محمود قزوینی شافعی وغیرہ سے مروی ہے۔ کہ جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے۔ تو جناب رسول خدا صلعم تشریف لائے حضرت علیؑ آنحضرتؐ کو دیکھ کر مسکرائے۔ اور فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور آپ کی طرف دیکھ کر قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اور سورۂ مومنون کو هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ تک تلاوت کیا۔

اس وقت جناب رسول خدا نے فرمایا۔ یا علیؑ تمہاری وجہ سے ان مومنین نے رستگاری پائی۔ اور روایاتِ امامیہ میں تمام قرآن کا پڑھنا مذکور ہے بلکہ کتب اربعہ کا۔ تفصیل ہماری کتاب خلافت الہیہ اور کشف الاسرار میں دیکھو۔ پس یہ تھا علم موہبتی لدنی اور یہ ہیں حامل کتاب وجودی۔ چنانچہ محمد بن محمد غزالی لکھتے ہیں یا ان علومھما التی تحیر فیھما العقول لم یکن علی سبیل التعلم فقط بل کانت کشفیۃ لدنیۃ ملکوتیۃ الھیۃ

یعنی وہ تمام علوم حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ جن میں عقول متحیر ہیں۔ محض کسبی و تحصیلی نہ تھے۔ بلکہ کشفی لدنی ملکوتی و الہی تھے۔ وقال العلم اللدنی یکون لاھل النبوۃ والولایۃ کما حصل للخضر و کما حصل لعلی بن ابی طالب علیھما السلام یعنی وہ فرماتے ہیں علم لدنی اہل نبوت و ولایت کو حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ خضرؑ اور علیؑ ابن طالبؑ کو حاصل ہوا تھا۔ یہی علم واقعی و علم حقیقی ہے۔ نہ علم کسبی و تحصیلی۔ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیس العلم بکثرۃ التعلم وانما ھو نور یقذفہ اللہ فی قلب من یشاء من عبادہ یعنی علم کثرت تعلم اور بہت سی کتابیں رٹ لینے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ علم نہیں ہے۔ پس علم تو ایک نور ہے۔ جس کو خدا اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس نہیں ہے علم مگر علم موہبتی لدنی۔ اور نہیں ہے معیار نبوت و امامت مگر علم لدنی۔ اور نہیں حاصل ہے یہ علم لدنی امتِ محمدی میں مگر علیؑ ابن ابی طالبؑ اور اس کے اجزاء نوریہ کو۔ نہیں حاصل ہوتا یہ علم نورانی مگر بذریعہ روح نورانی و روح قدس۔ اور نہیں ہیں مالک روح قدس نورانی مگر علیؑ و اولادِ علیؑ۔ پس وہی بعد پیغمبر حامل کتاب وجودی و دارائے علم موہبتی لدنی و وارثِ امامت ہیں۔ وقال عز وجل ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا پھر ہم نے کتاب کا وارث بنایا ان لوگوں کو جن کو ہم نے مصطفےٰ و برگزیدہ بنایا ہوا ہے۔ اور بندگان مصطفےٰ و مجتبےٰ و مرتضےٰ امتِ محمدی میں صاحب تطہیر اہلبیت طیبین و طاہرین ہی ہیں۔ پس وہی وارث علم محمدی و پیشوائے خلق ہیں۔ اور وجود ایسے امام معصوم کا جو عترتِ رسولؐ و اولادِ بتولؑ و ذریتِ خلیل سے ہے۔ ضروری و لازمی ہے۔ نبوت ختم ہو گئی۔ اور کتاب جدید بھی کوئی نہیں آئے گی۔ لیکن علمِ محمدی علمِ موہبتی لدنی کے یہ ضرور وارث ہیں اور یہ کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ جو شخص یہ کہے۔ کہ اس زمانے میں امام از عترتِ رسولؐ و ذریتِ خلیلؑ موجود نہیں ہے۔ وہ آیات مذکورہ وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب۔ وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب۔ وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ و ثم اورثنا الکتاب الخ کی صاف تکذیب کرتا ہے۔ اور فعل خدا و قول خدا کا منکر ہے۔ ممکن نہیں۔ کہ امام ذریت ابراہیمؑ حامل کتاب وجودی و دارائے علم موہبتی لدنی موجود نہ ہو۔ ان ھذا الا اختلاق یہ جعل الٰہی و فعل خدائی شبہات و توہمات و استبعادات منکرین و مرتدین سے باطل نہیں ہو سکتا۔ لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اس خلقتِ الٰہی میں تبدیلی نہیں۔ یہی

دینی محکم ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ان حاملانِ کتاب کی توصیف و تعریف اور ان کی تنصیص و تشخیص بہت سی آیاتِ قرآن میں موجود ہیں۔ مثل "من عندہ علم الکتاب" "والذین آتیناھم الکتاب یومنون بہ" (عنکبوت)۔ "والذین آتیناھم الکتاب یومنون بہ" (قصص) "بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم" وغیرہا جو اکثر البرہان میں بیان ہو چکی ہیں۔ اور پوری تفصیل سے کشف الاسرار میں بیان ہوئی ہیں۔ اور نیز خلافت الٰہیہ میں بھی مذکور ہیں۔ یہی وہ حاملانِ کتاب ہیں۔ جن کو پیغمبرؐ نے ثانی ثقلین و تالی کتاب اللہ قرار دیا ہے۔ اور گیارھویں دلیل یقینی و برہان قطعی ہے وجودِ امام علیہ السلام پر۔ کہ ہر زمانے میں ایک ایسا حامل کتاب وجودی نورانی و علم موہبتی لدنی از ذریتِ ابراہیمؑ و عترتِ رسولؐ موجود ہے۔ اور دنیا اس سے کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ "وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" وھو المدعیٰ

بارھویں دلیل آیۂ امامت ابراہیمیؑ "وَاِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" الخ خود ایک دلیل قطعی و برہان حق ہے وجودِ امامؑ از ذریتِ ابراہیمؑ پر۔ اس لئے کہ یہ بھی جعل الٰہی ہے۔ اور اس میں انقطاع و تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" (میں تجھے امام بنانے والا ہوں) کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے اس سوال کے جواب میں "وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ" (کیا میری ذریت میں سے بھی امام ہوں گے؟) خداوند عالم کا یہ فرمانا کہ "لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" (یہ عہدِ امامت ظالمین کو نہ پہنچے گا) اس کا یہ معنی ہے "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا وَجَاعِلُ صَالِحِیْ ذُرِّیَّتِکَ اَئِمَّۃً" یعنی تجھ کو امام بناؤں گا اور تیری ذریت کے صالحین کو امام بناؤں گا۔ اور صالحین وہی ہیں۔ جو ظلم جلی (شرک)، و ظلم خفی (جملہ معاصی) سے محفوظ و معصوم ہیں۔ اور اس میں کوئی قید وقت و زمان کی نہیں ہے۔ یعنی یہ نہیں ہے۔ کہ فلاں وقت اور فلاں زمانے تک امام ہوں گے۔ بعد میں نہ ہوں گے۔ بلکہ مطلق و عام ہے۔ اور جب تک دنیا کا وجود ہے اور صفحۂ روزگار پر ذریتِ ابراہیمیؑ کا نشان باقی ہے۔ بلکہ اگر روئے زمین پر ایک فرد انسان بھی موجود ہے تو امام از ذریتِ خلیل اللہؑ و عترتِ رسول اللہؐ ضرور موجود ہے۔ کبھی زمین اس امامِ خلق اور حجتِ خدا سے خالی نہیں ہو سکتی۔ پس یا تو دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا جائے۔ کہ یہ امامت ایک زمانہ خاص تک کے لئے محدود تھی۔ اور اس وقت اور زمان کی تعیین و تشخیص کی جائے۔ ورنہ وجودِ امامؑ کا قائل ہونا چاہیئے۔ یہ بھی مسلّم ہے۔ کہ اگر یہ امامت ابراہیمیؑ جعل الٰہی بلا انقطاع ثابت و قائم رہا تی ہے۔ تو وہ ضرور ذریت و عترتِ رسولؐ ہی میں ہے! اور ذریتِ رسولؐ میں اب سوائے حضرت حجۃ ابن الحسنؑ مہدی آخر الزمانؑ اور کوئی امام نہیں ہے۔ اس وقت وہی امامِ خلق ہیں۔ کیوں کہ اگر اس سلسلہ ذریتِ انبیاءؑ سے امامت کو جدا کیا جائے۔ اور کسی دوسرے سلسلہ میں قائم کی جائے۔ تو لابد انقطاع لازم آئے گا۔ خصوصاً جبکہ سیکڑوں برس کے بعد ختم نبوت کا انکار کر کے کوئی ہمارے سامنے امامِ خلق بنے۔ اور

مہدویت کا دعوے کرے۔ جو کتاب اللہ موجود ہے۔ اور آیۂ امامت ابراہیمی کتاب خدا میں مذکور ہے۔ اور قرآن کتاب بر حق اور اس کی ہر ایک آیت حق و صدق ہے۔ تو ضرور امام ذریت ابراہیمؑ و عترت خاتم النبیینؐ موجود و مسلم ہے۔ کیونکہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ نسل اسمٰعیلؑ میں وارث امامت ابراہیمؑ اوّل حضرت خاتم النبیینؐ ہوئے۔ آئندہ انہی کی ذریت اور عترت جو انہی کی اصل و فرد سے ہے وارث ہوئی۔ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ غیر از مہدیؑ آخر الزمان حجۃ ابن الحسنؑ اور کوئی نہیں۔ اس کے سوا ہر ایک مدعی مہدویت کاذب ہے۔ وجودِ امامؑ سے انکار یقیناً کتاب اللہ سے انکار کرنا ہے۔

تیرھویں دلیل قال سبحانہ و تعالیٰ وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمۡ وَ اَنۡتَ فِیۡھِمۡ (انفال ع ۴) نہیں عذاب کرے گا خدا ان پر درآنحالیکہ اے پیغمبرؐ تو ان میں ہے۔ یہ امر مسلمات اہل اسلام سے ہے۔ کہ امتِ محمدی کے لئے مثل امم سابقہ عذاب استیصالی نہیں ہے۔ جس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ پیغمبرؐ خاتم النبیینؐ ہے اگر نوع ہلاک کر دی جائے۔ تو بعد اس کے کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ جو تربیت نوع کرے۔ دوسرے اس لئے کہ نفس وجود محمدی رحمتِ واسعہ الٰہی ہے۔ وہ رحمۃ للعالمین ہے۔ رحمۃ للعالمین کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آ سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عذاب کل امتِ محمدی سے مرتفع ہے۔ اور یہی مطلب آیۂ مذکورہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمۡ وَ اَنۡتَ فِیۡھِمۡ کا ہے۔ کہ خدا اس لئے عذاب نہیں بھیجتا۔ کہ پیغمبرؐ ان میں ہے۔ اور اس کے وجود کی برکت سے وہ محفوظ ہیں۔ لیکن وجود روحانی باطنی پیغمبرؐ ہر زمان اور ہر مکان میں ساری ہے۔ خاص قوم اور ملک سے مخصوص و محدود نہیں۔ کیونکہ رحمۃ للعالمین ہے۔ اور اس رحمت سے تمام عوالم متمتع ہیں۔ بلکہ مراد اس وجود سے وجود ظاہری ہے۔ اور وجود ظاہری پیغمبرؐ امت محمدی میں اب موجود نہیں ہے۔ پھر عذاب کیوں مرفوع ہے؟ پس یا تو یہ کہا جائے۔ کہ یہ آیت درست نہیں ہے۔ کہ پیغمبرؐ کی وجہ سے عذاب مرتفع ہے۔ اور یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اب بھی پیغمبرؐ بوجود ظاہری موجود ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور دوسری آیات بھی اس کی مؤید ہیں کما قال عز و جل وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَھُمۡ بِبَعۡضٍ لَّھُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ فِیۡھَا اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡرًا (حج ع ۶) اگر خدا بعض نفوس کی وجہ اور برکت سے بعض دوسروں سے عذاب و بلاء کو دفع نہ کرے تو گرجا کلیسے مندر اور مساجد جن میں ذکر خدا ہوتا ہے سب منہدم و نیست و نابود ہو جائیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کچھ نفوس ایسے ہیں۔ جن کی برکت سے دنیا قائم ہے۔ اور وہ وجود و نفوس نہیں ہیں مگر نفوس محمدی و اجزائے محمدی۔ اور گویا اس وقت بھی پیغمبرؐ ان میں موجود ہے۔ یعنی وجود موجود ہے۔ جو نور محمدی اور اصل محمدی جزو محمدی ہے۔ اور وہ نہیں ہو سکتا مگر فرزند رسولؐ۔ پس فرزند پیغمبرؐ موجود ہے۔ جو جزو پیغمبری و جگر گوشۂ پیغمبرؐ و نفس رسولؐ ہے۔ اور آیت کی تفسیر میں یہ حدیث پیغمبری ہے۔ جو اس آیت کی تفسیر کے ذیل

میں علامہ ابن حجر و سید ابوبکر ابن شہاب الدین علوی وغیرہا سے مروی ہے۔ اَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ کَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ یعنی میرے اہل بیت اہل ارض کے لئے امان ہیں۔ علامہ ابن حجر اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ کہ جس طرح آنحضرتؐ ان کے لئے امان تھے۔ اسی طرح حضرتؐ کے اہل بیتؑ امان زمین و زمان ہیں۔ اور یہی مطلب ہے۔ آیہ مجیدہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ سے۔ اور یہی مقصود ہے اس آیہ مجیدہ کا لَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ " اگر خدا بعض کی برکت سے دوسرے لوگوں سے عذاب دفع نہ کرتا تو زمین فاسد ہو جاتی۔ لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ جیسا کہ اگر زمین و آسمان میں سوائے خدا کے اور بھی معبود ہوتے۔ تو زمین و آسمان خراب و فاسد ہو جاتے۔ پس زمین اس لئے باقی ہے۔ کہ معبود برحق صرف ایک ہے۔ چند نہیں ہیں۔ اسی طرح زمین اس سے فاسد نہیں ہوئی۔ کہ امام موجود ہے۔ اگر امام نہ ہوتا۔ تو زمین نیست و نابود ہو چکی ہوتی۔ وَلِذَا قِیْلَ فِی الْحَدِیْثِ لَوْ رُفِعَ الْاِمَامُ لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَھْلِھَا اگر امام زمین سے اٹھ جائے۔ اور موجود نہ رہے۔ تو زمین مع اہل زمین منخسف و نیست و نابود ہو جائے۔ پس وجود امام از اولاد رسولؐ کہ امان خلق و پناہ زمین و زمان ہے ہمیشہ موجود و باقی ہے۔ جب تک آسمان ہے اور جب تک زمین پانی پر قائم ہے۔ وجود امام اہل بیتؑ سے زمانہ خالی نہیں ہو سکتا۔ اور مسلم ہے۔ کہ ذریت رسولؐ و اولاد رسولؐ و اہلبیت نبوت و رسالت میں سوائے محمد بن الحسن العسکریؑ اور کوئی امام و حجۃ اللہ نہیں ہے۔ اور وہی اس وقت امام خلق و امان خلق ہے اور اسی واسطے وہ بزرگوار علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ کَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ در تحقیق کہ میں اہل زمین کے لئے امان ہوں۔ جس طرح کہ نجوم اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔ پس وجود امان خلق و امام خلق حضرت حجت مہدی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ محقق و مسلّم و ضروری و لازمی ہے۔ وھو المطلوب ؛

چودھویں دلیل

انسان کے مدنی بالطبع ہونے کو یہی بالفطرت لازم ہے۔ کہ بعض انسان بعض کی اطاعت کریں۔ دنیا میں کچھ مطیع ہوں اور کچھ مطاع۔ بعض تابع بعض متبوع۔ بعض حاکم بعض محکوم۔ بعض آمر بعض مامور۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو نظام تمدن بلکہ نظام عالم درست نہیں رہ سکتا۔ جس پر فطرت عالم شاہد ہے۔ جو درک اور نگاہ فعل خدا ہے۔ اور کلام خدا بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا "کیا یہ لوگ تیرے پروردگار کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ نہیں! ہم نے حیات دنیویہ میں ان کی معیشت کو اس طرح تقسیم کیا ہے۔ اور ایک کو دوسرے پر بدرجہا فضیلت دی ہے۔ کیوں! تاکہ ایک دوسرے کے تحت تسخیر ہیں۔" اگر سب ایک ہی درجے اور ایک ہی حیثیت میں رکھے

جاتے۔ تو کوئی کسی کا مسخر و مطیع نہ ہوتا۔ غرض آخر آیہ میں خداوند احکم الحاکمین نے اختلاف درجاتِ انسانی کی علت یہ بتلائی ہے کہ بعض کو بعض کا مطیع و مسخر رہنا نظامِ عالم کے لئے ضروری ولازمی ہے۔ پس اطاعت لازمہ انسانی ہے۔ اور انسان بالفطرۃ اپنے سے بڑے کی اطاعت و تعظیم کا عادی ہے۔ لیکن انسانی طبائع کو متبع حرص و طمع و حسد و بغاوت دیکھتے ہوئے اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ تمام نوعِ انسان خطا سے بری و محفوظ نہیں ہے عقلِ انسانی اور فطرتِ عالم ایک انسان کو دوسرے ہر ایک انسان کی اطاعتِ مطلقہ کا حکم ہرگز نہیں دے سکتی۔ ضرور ناس کے لئے ایک حد مقرر کرتی ہے۔ اور اس کے واسطے کچھ اصول و قواعد کی مقتضی ہے۔ لیکن جہاں شائبہ خطا نہ ہو۔ جو ذوات و نفوس امور مذکورہ لوازم طبیعہ انسانیہ حرص و طمع و حسد و بغاوت وغیرہا سے منزہ و مبرا ہوں۔ وہاں عقل اور فطرت دونوں اطاعتِ مطلقہ سے انکار نہیں کرتیں۔ اور اس لئے فطرتِ عالم اور فطرتِ انسانی اور نیز عقلِ انسانی اطاعت کی دو قسمیں یا دو نوعیں قرار دیتی ہے۔ ایک اطاعت جزئیہ دوسری اطاعتِ کلیہ مطلقہ۔ اطاعت جزئیہ کے افراد بیشمار ہیں بیٹے کو باپ کی، شاگرد کو استاد کی۔ محکوم کو حاکم کی اور رعیت کو بادشاہ کی اطاعت لازم ہے لیکن ایک حد کے اندر اور ایک قانون کے تحت ہیں۔ اور وہ قانون یہ ہے "لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ" جہاں خالق کی معصیت لازم آئے۔ وہاں کسی مخلوق کی اطاعت لازم نہیں۔ اطاعتِ مخلوق وہیں تک درست و جائز ہے۔ جہاں تک کہ خالق کی نافرمانی لازم نہ آئے۔ اور جس میں خالق ناراض نہ ہو۔ یہی مفہوم آیۂ مجیدہ کا بھی ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ "نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ اور گناہ و ظلم پر کسی کی مدد نہ کرو" یہ قاعدہ کلیہ تمام ان افراد انسانی کی اعانت و امداد و اطاعت و فرمانبرداری کو حاوی ہے۔ جو خطاء و نسیان و معصیت و اثم اور ظلم و جور سے بری اور محفوظ نہیں ہیں۔ اور یہی ایک مختصر اصل تمام افرادِ اطاعت جزئیہ کو شامل ہے۔ باقی رہی اطاعتِ مطلقہ۔ اور اسی کی تشخیص کی ضرورت ہے۔ کہ کوئی صاحبِ عقل جو وجودِ خالق و صانع عالم کا قائل ہے اس سے تو انکار نہیں کر سکتا۔ کہ خالق و صانع کی اطاعت اطاعتِ مطلقہ ہے۔ ہر ایک فرمانِ الٰہی کی فرمانبرداری بلا چون و چرا ضروری و لازمی ہے۔ البتہ دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا غیر از خدا بھی کسی دوسرے کی اطاعتِ مطلقہ جائز ہے یا نہیں؟ فطرتِ عالم اور عقلِ انسانی دونوں اس امکان کو بتلا چکی ہیں۔ کہ جو ذات اور نفس خطا و نسیان و حرص و طمع اور حسد و بغاوت سے منزہ ہو۔ اس کی اطاعتِ مطلقہ سے انکار نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن ہے۔ اب دیکھیں کہ خدا کا کلام ہمیں کیا ہدایت کرتا ہے۔ اور اس فطرتِ عالم کی کہاں تک تائید کرتا ہے فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء) "اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے اولی الامر کی"۔ اس میں تو شک ہی

نہیں۔ کہ ہر ایک رسول مطاع امت ہوتا ہے۔ کما قال عزوجل وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (نساء ع ۹) "نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے کہ باذنِ خدا اس کی اطاعت کی جائے" چونکہ آیت میں کوئی قید نہیں ہے۔ اس لئے مراد اطاعت سے اطاعتِ مطلقہ غیر مقید ہو گی۔ کیوں کہ جہاں کہیں اطاعت جزئیہ مراد ہے۔ وہاں اس کی حد معیّن کر دی گئی ہے۔ انسان کا اوّلین فرض والدین کی فرمانبرداری ہے۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ اگر غیرِ خدا کسی دوسرے کے لئے سجدہ جائز ہوتا۔ تو میں والدین کے سجدے کا حکم دیتا۔ لیکن ہر ایک امر میں ان کی فرمانبرداری لازم نہیں۔ کیونکہ وہ جائز الخطا ہیں۔ اور اسی واسطے فرمایا۔ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ فَلَا تُطِعْهُمَا "اگر تیرے والدین یہ کوشش کریں۔ کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک گردانے تو اس باب میں ان کی اطاعت نہ کر"۔ لہذا معلوم ہُوا کہ نبی کی اطاعت اطاعتِ مطلقہ ہے۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتا ہے مطلقہ خطا اس میں نہیں ہے۔ اس لئے بھی کہ فردِ کامل کی اطاعت اطاعتِ مطلقہ ہے۔ اور انصرافِ مطلق کا فردِ کامل ہی کی طرف ہوتا ہے۔ جیسا کہ علوم عقلیہ و حکمیہ میں ثابت ہے۔ لہذا اطاعت مقید بقید نہیں ہے۔ تو لفا عدہ مذکورہ اس سے مراد اس کی فردِ کامل ہی ہے۔ اور وہ اطاعتِ مطلقہ ہے۔ علاوہ ازیں خداوند عالم کی اطاعتِ مطلقہ میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اطاعتِ رسولؐ عین اطاعتِ خدا ہے۔ کما قال سبحانہٗ وتعالٰی وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ "جس نے رسولؐ کی اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی"۔ لہذا یقیناً اطاعتِ رسولؐ اطاعتِ مطلقہ ہے۔ یعنی اس کا ہر ایک حکم ماننا ضروری و لازمی ہے۔ کسی امر میں چون و چرا جائز نہیں۔ اور اس اطاعتِ مطلقہ کی تفصیل یہ ہے۔ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا "جو کچھ رسولؐ تمہارے پاس لائے اور حکم دے۔ اس کو لے لو۔ اور تسلیم کر لو۔ اور جس سے نہی کرے۔ اور روکے اس سے باز رہو"۔ "ما" اسمِ موصول ہے۔ جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔ ہر ایک حکم پیغمبرؐ ضروری و واجب التعمیل ہے۔ و ایضاً قال اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (انفال ع ۳) "جواب دو اور قبول کرو حکمِ خدا اور اس کے رسول کے حکم کو جس وقت بھی وہ پکاریں۔ حکمِ رسولِ خداؐ مثل حکمِ خدا ہر حال میں واجب التعمیل ہے خواہ انسان عبادتِ خدا ہی میں کیوں نہ مشغول ہو۔ چنانچہ صحاح اور دیگر کتبِ احادیث میں مروی ہے۔ کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس کو آواز دی اور بلایا۔ وہ چونکہ نماز میں تھا نہ آیا۔ بعد ختمِ نماز جب حاضرِ خدمت ہُوا۔ تو جنابؐ نے عدمِ تعمیل حکم کی وجہ دریافت کی۔ اس نے عرض کیا۔ کہ چونکہ نماز پڑھ رہا تھا حاضر نہ ہو سکا۔ فرمایا کیا تو نے نہیں سُنا۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ یہی معنی ہیں اطاعتِ مطلقہ کے کہ ہر ایک حکمِ پیغمبرؐ ہر حال میں واجب التعمیل ہے۔ بلکہ چونکہ اطاعتِ پیغمبرؐ اطاعتِ خدا ہے۔ اس لئے جو پیغمبرؐ کی اطاعت نہ کرے۔ اس کے تمام اعمال باطل ہیں قال عزوجل يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا

اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ" اے ایمان والو! اطاعت کرو خدا اور اس کے رسولؐ کی۔ اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔" جو عمل بھی اطاعتِ پیغمبرؐ سے خارج ہو۔ وہ باطل ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اطاعت سے مراد آیت میں اطاعتِ مطلقہ ہے۔ اور پیغمبرؐ مطاعِ مطلق ہے۔ لہٰذا یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اطاعتِ اولی الامرؑ بھی اطاعتِ مطلقہ ہے۔ اور وہ مطاعِ مطلق۔ ہر ایک حکم اس کا واجب التعمیل ہے۔ کیونکہ جس اطاعت کا حکم خدا نے اپنے پیغمبرؐ کے لئے دیا ہے۔ اُسی اطاعت کا اپنے اولیاء امور کے لئے دیا ہے۔ اس لئے لفظ "اطیعوا" مکرر نہیں لایا گیا ہے۔ اور بقاعدۂ عربیت و نیز باصول عقلیہ وہ اسی کو مقتضی ہے۔ کہ جو تعلق اس حکم کا رسولؐ سے ہے۔ وہی اولی الامرؑ سے ہے۔ پس جس طرح کی اطاعت پیغمبرؐ کی واجب ہے اُسی طرح اولی الامرؑ کی واجب ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اطاعتِ رسولؐ اطاعت مطلقہ ہے لہٰذا اطاعت اولی الامرؑ بھی اطاعتِ مطلقہ ہے پس اولی الامرؑ مثل پیغمبرؐ ہر حال میں مفترض الطاعۃ ہے۔ اور یہ اطاعت مطلقہ ان کے واسطے اسی وقت مسلّم ہو سکتی ہے۔ جبکہ حکم ان کا حکم خدا ہو۔ جیسا کہ حکم پیغمبرؐ حکم خدا ہوتا ہے اور وہ کوئی بات اپنی رائے اور اجتہاد سے نہ کہتے ہوں۔ بنابریں حکم اولی الامرؑ بھی مثل پیغمبرؐ حکم خدا ہے۔ اور اس لئے وہ مطاعِ مطلق ہیں۔ اور مفترض الطاعۃ ہیں۔ لیکن پیغمبرؐ سے تو ہر ایک شخص واقف ہے۔ صرف معلوم یہ کرنا ہے۔ کہ اولی الامرؑ کون ہے۔ جس کی اطاعت مثل پیغمبرؐ واجب ہے۔ اور وہ ہر حال میں مثل نبی مفترض الطاعت ہے۔ اور اس کا ہر ایک حکم واجب التعمیل ہے۔ یہاں اس کے متعلق تفصیلی بحث تو نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ صرف مختصر اعرض کریں گے۔ اس کے متعلق مہمل اور فضول احتمالات تو بہت ہیں۔ مگر خلاصہ خیالات و اقوال مفسرین و تحقیقات محققین دو صورتوں میں دائر ہیں۔ یعنی اولی الامرؑ یا خاص ائمہ و خلفاء رسولؐ ہیں۔ یا اپنے شاہانِ وقت۔ لیکن دوسری صورت کی صورت صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اطاعت سے مراد اطاعتِ مطلقہ ہے۔ اور اطاعتِ مطلقہ ایسے شخص کی ہو سکتی ہے جو خطا سے بری اور حرص و طمع و حسد و نفاق سے منزہ و مبرا ہو۔ کیونکہ جب ایسا نہیں ہے۔ تو اس کی رائے میں غلطی ممکن ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کوئی ایسا حکم دے۔ جو خلاف حکم خدا ہو۔ اس صورت میں اگر اس حکم کی اطاعت کی جائے۔ تو یہ اطاعت اطاعتِ کفر ہو گی۔ اس لئے کہ خدا صاف فرماتا ہے۔ "وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ" "جو خلاف ما انزل اللہ و حکم خدا حکم کرے۔ وہ کافر ہے۔" لہٰذا اس حکم کی اطاعت کرنے والے مطیع بھی کافر ہوئے۔ اور اطاعت اطاعتِ کفر۔ اور اطاعتِ کفر قطعاً باطل ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ایک جائز الخطاء انسان کا حکم یا فعل مبنی بر اثم و عدوان ہو۔ اور اس لئے اس کی اطاعت کرنے والے اس کے ظلم و جور اور گناہ میں شریک اور اس کے مددگار ہوں گے۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ"

وَالْعُدْوَانَ گناہ اور ظلم کے کام میں کسی کی مدد نہ کرو۔ بہت ممکن ہے۔ کہ ایک گنہگار اور جائز المعصیت انسان ایک
ایسا کام کرے۔ جو کارِ شیطانی اور معصیتِ خدا ہو۔ تو اس کی اطاعت کرنے والے بھی تبع شیطان ہوں گے۔ حالانکہ خدا
فرماتا ہے وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو۔ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ
اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا ہے۔ کہ شیطان کی عبادت
نہ کرو۔ پس اگر خدا ایسے جائز الخطا و جائز المعصیت انسان کی اطاعتِ مطلقہ کا حکم دے۔ اور اس کو مطاعِ مطلق
اس آیتِ اولی الامر میں قرار دے۔ تو تناقض صریح اقوالِ خداوند عالم علیم حکیم میں لازم آتا ہے۔ کہ خود کفر سے منع کرتا
ہے۔ اور خود ہی اطاعتِ کفر کا حکم دیتا ہے۔ خود ظلم سے روکتا ہے۔ اور خود ہی اطاعتِ ظالمین واجب کرتا
ہے۔ خود اتباعِ شیطان سے منع فرماتا ہے۔ اور خود ہی افعالِ شیطان کی پیروی اور اطاعت کا حکم دیتا ہے۔
اور یہ قطعاً محال ہے۔ لہٰذا یہ بھی محال ہے۔ کہ اطاعتِ مطلقہ کا مصداق اور آیت کا مورد شاہانِ وقت ہوں۔
کیونکہ کیسا ہی نیک بادشاہ کیوں نہ فرض کیا جائے۔ غلطی و خطا و معصیت سے محفوظ و معصوم تسلیم نہیں کیا
جا سکتا۔ علاوہ ازیں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مطاعِ مطلق وہ ہو سکتا ہے۔ جس کا حکم حکمِ خدا ہو۔ اور کوئی بات اپنی
رائے اور اجتہاد سے نہ کہے۔ اور یہ بات شاہانِ وقت کو ممکن نہیں۔ یہ بات صرف ان کو ممکن ہے۔ جو صاحبانِ
علمِ موہبتی اور مورد وحی ہوں۔ اور یہ صفت مخصوص ہے انبیاءؑ و ائمہؑ سے۔ کَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ وَجَعَلْنٰهُمْ
اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا
لَنَا عٰبِدِيْنَ۔ پس صاحبانِ وحی انبیاءؑ و ائمہؑ ہیں۔ لہٰذا انہی کا حکم حکمِ خدا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی طرف سے کچھ
نہیں کہتے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ بلکہ وہ مکرم و معظم بندگانِ خدا
ہیں۔ وہ کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے۔ اور وہ اسی کے امر پر عمل کرتے ہیں۔ پس اطاعتِ مطلقہ کے
مصداق بعد پیغمبرؐ وہ خلفاءؑ و اوصیاءِ پیغمبرؐ و ائمہؑ امت ہوں گے۔ جو مورد وحی و صاحبانِ علم لدنی موہبتی ہیں۔ دوسرے
لفظوں میں یوں کہئے۔ کہ اطاعتِ مطلقہ معصومِ مطلق کی ہو سکتی ہے۔ اور عصمتِ امتِ محمدی میں سوائے ائمہ اہلبیت
و صاحبانِ چادر تطہیر دوسرے کے لئے ثابت نہیں۔ بلکہ ممکن نہیں۔ اور اس لئے اطاعتِ مطلقہ بعد پیغمبرؐ
انہی کے لئے ہو سکتی ہے۔ اور وہی مثل رسولؐ مفترض الطاعۃ ہیں۔ اور ان کا ہر ایک حکم ہر حال میں واجب التعمیل
ہے۔ چونکہ یہ اولی الامرؑ ہیں خداوند عالم فرماتا ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ
اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الخ پس اگر تم میں کسی امر میں اختلاف و نزاع ہو۔ تو اس کو اللہ
اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹاؤ۔ اور رجوع کرو۔ اگر تم خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ اس سے معلوم
ہوا۔ کہ نشانِ ایمان یہی ہے۔ کہ ہم ہر امر متنازع فیہ کو خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رد کریں۔ اور خدا اور اس کا

رسولؐ جو فیصلہ دیں۔ اسی پر عمل کریں۔ لہذا ضروری اور لازمی ہے۔ کہ اس امر متنازع فیہ میں کہ بعد پیغمبرؐ واجب الطاعۃ و مفترض الطاعۃ ولی الامر کون ہے۔ بادشاہ یا امامؑ وقت؟ خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کریں۔ پس اگر خدا اور اس کا رسولؐ اس کی بابت کوئی فیصلہ دے دیں۔ تو وہی واجب العمل ہے۔ اور اسی کی اطاعت لازم۔ اور اگر ہم خدائی حکم اور فرمان پیغمبری کی اطاعت نہ کریں۔ اور فرمانبرداری کا ثبوت نہ دیں۔ تو بنص آیت قرآنی ہمارے اعمال باطل ہوں گے۔ بلکہ نتائج از اسپایہم ہو جائیں گے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم۔

اولی الامرؑ کی تشخیص کلام اللہ سے

بعد ثابت ہونے اس امر کے کہ اطاعت مطلقہ ان لوگوں کی واجب ہو سکتی ہے۔ جو دارائے علم موہبتی و صاحبان وحی ہوں۔ اور جن کا حکم حکم خدا ہو۔ اور یہ صفت یا نبیؐ کی ہے یا امامؑ کی۔ جیسا کہ گزرا۔ اور یہ کہ اولے الامرؑ کی اطاعت مطلقہ واجب ہے۔ معلوم ہے کہ اولی الامرؑ بعد پیغمبرؐ امام ہی ہو سکتا ہے نہ بادشاہ وقت اب صرف اس کے ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ آیا سلسلۂ امامت باقی ہے یا نہیں۔ اور ہے تو کہاں ہے اور آیا بعد پیغمبرؐ امامت پیغمبرؐ میں ایسے نفوس موجود ہیں۔ جو دارائے علم موہبتی مورد وحی ہوں۔ اور بعض دلائل سابقہ میں ہم خوب وضاحت کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ سلسلۂ امامت ابراہیمیؑ بنص آیہ و بجعل الٰہی تا روز قیامت باقی ہے۔ اور ہرگز منقطع نہیں ہو سکتا۔ اور اگرچہ نبوت ختم ہو گئی ہے۔ لیکن کتاب وجودی جس سے مراد وہ علم موہبتی لدنی ہے جو وجود کے ساتھ دیا جاتا ہے اور کسب و تحصیل کی وہاں مدخلیت نہیں ہوتی اور وہی مایہ الامامت بھی ہے ذریت ابراہیمؑ اور عترت رسول خاتم المرسلینؐ میں تا قیام قیامت باقی ہے۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ اطاعت مطلقہ کے مستحق اور اولی الامر کے مصداق ذریت رسولؐ اور عترت بتولؑ و ائمہ اہل بیت نبوت و رسالت ہی ہیں؛

چونکہ اسی آیہ اولی الامر میں خداوند عالم خود ارشاد فرماتا ہے۔ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والی الرسول (سورہ نساء ع ۸) اگر تم کسی شے میں تنازع کرو۔ تو اس کو خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رد کرو۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ ہم بھی اس کو خدا کی طرف رد کریں۔ اور دیکھیں کہ علاوہ دلائل مذکورہ و آیات سابقہ کلام حمید مجید اولی الامرؑ کی بابت ہمیں کیا ہدایت کرتا ہے۔ پس اولاً لفظ اولی الامر میں امر اطلاق کے ساتھ بلا کسی قید کے استعمال ہوا ہے۔ اور امر اسم جنس ہے۔ جو عموم کو مقتضی ہے۔ اور پھر اس پر الف لام داخل ہے تو بقانون عربیت یا تو اس امر سے مراد جنس امر ہے۔ اور شامل ہے تمام امور کو۔ یعنی خواہ امر بمعنی حکم ہو۔ جیسے کہ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی ۔ الخ۔ وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ خواہ امر بمعنی شغل و کار ہو۔ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ یا امر تدبیری ہو۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ

إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ "وہی تدبیر امر کرتا ہے۔ کوئی اس اساس میں اس کا شریک نہیں ہے مگر بعد اس کی اجازت
کے" یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ یا امر تکوینی ہو۔ کَمَا قَالَ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ
لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ "سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کا امر یہ ہے کہ جب اس نے کسی شے کا ارادہ کیا۔ تو کہا ہو جا
پس وہ ہو گئی" یا امر تکلیفی ہو۔ وَاَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ "اس نے حکم کیا ہے۔ کہ سوائے اس کے اور کسی کی
عبادت نہ کرو" لہذا اس صورت میں ولی امر نہ صاحب امر ہو۔ جس کے متعلق جنس امر الٰہی ہو۔ اور ہر امر اول اس کی
طرف نازل ہو۔ اور ایسا شخص عام شاہانِ وقت ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کہ ہر امر الٰہی ان سے متعلق ہو۔ اور اس میں
کسی شخص کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ یا امر سے مراد خاص امر ہے۔ اور الف لام تخصیص کے لئے ہے۔ تو مراد امر خاص
سے یا امر حکومتی ہے یا امر شریعتی۔ صورت اول کی بابت ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ حاکم غیر معصوم اور بادشاہِ
وقت کی اطاعت اطاعتِ مطلقہ نہیں ہے۔ لہذا وہ اس کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ اور اس لئے
امر سے مراد شریعت ہی ہے۔ اور صاحب امر صاحب شریعت اور صاحب شریعت غیر از عالم شریعت اور
ایسا عالم شریعت کہ اس کے کل و جزو و حقائق و ماہیات سب کا عالم ہو سوائے صاحبانِ علم موہبتی لدنی اور
کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس صورت میں بھی بحکم ظاہر آیہ شریفہ صاحب امر ائمہ اہلبیت ہی ہوں گے۔ جو وارث
کتاب نبوتی اور صاحبانِ علم لدنی ہیں۔ اور اگر امر سے امر حکومتی اور امر شریعتی دونوں مراد ہیں۔ تب بھی صاحب امر یہی
صاحبانِ شریعت و وارثانِ علم موہبتی ہو سکتے ہیں نہ اور کوئی۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے اور بعض حضرات
کہہ سکتے ہیں۔ کہ امر مضاف ہے طرف عباد کے تو معنی یوں ہوں گے۔ لہذا اولی الامر وہ ہے۔ جو والی امور عباد اللہ ہو
[illegible] ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ لیکن اس صورت میں بھی اولی الامر سے مراد شاہانِ وقت نہیں ہو سکتے۔
بلکہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں۔ جو من جانب اللہ متصرف امور مثل رسول اللہ ہوں۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ
"نبی مومنین پر خود ان کے نفوس سے زیادہ متصرف ہے۔" پس اولی الامر وہی ہیں۔ جو بعد رسول یہ تصرف رکھتے ہیں۔
اور وہ نہیں ہیں مگر وارثانِ نبوت۔ جیسا کہ ہم معنی ولایت میں بیان کریں گے۔

مزید توضیح۔ چونکہ قرآن شریف کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔ اس لئے آیہ
اولی الامر کی تفسیر بھی ایک دوسری آیت میں موجود ہے۔ اور وہ اولی الامر کے صریح معنی بتلاتی ہے۔ اور
وہ آیت یہ ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْہَا بِاِذْنِ رَبِّہِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ (سورۃ قدر) یعنی خدا
فرماتا ہے۔ کہ "شب قدر میں ملائکہ اور روح باذن خدا ہر ایک امر کے ساتھ نازل ہوتے ہیں" پس ایک تو
آمر یعنی اس امر کا بھیجنے والا ہے اور وہ خدا ہے دوسرا امر ہے۔ اور وہ کل امور الٰہی ہیں۔ تیسرا امر کا پہنچانے
والا ہے۔ اور وہ ملائکہ و روح ہیں۔ اور یہ تینوں اجمالاً معلوم ہیں۔ چوتھا صاحب امر چاہیئے۔ جس کے پاس امر بھیجا

جاتا ہے۔ کیونکہ خداوند عالم حکیم مطلق ہے۔ اور حکیم کوئی فعل لغو و بیفائدہ نہیں کرتا۔ ضرور ہے۔ کہ اس کے امر کا صاحب الامر جس کے پاس امر خدا نازل ہوتا ہے موجود ہو۔ اور مصداق آیۂ اولی الأمر یہی صاحبان امر ہیں۔ جن کے پاس ہر ایک امر خدا نازل ہوتا ہے۔ اور ملائکہ لے کر آتے ہیں۔ اور یہ بھی بدیہی ہے۔ کہ صاحب الامر جس کے پاس امر خدا نازل ہو۔ ایسا شخص ہو۔ جو امر خدا کو انجام دے سکے۔ اور وہ ذی شعور و صاحب ارادہ و اختیار ہو۔ اس لئے یہ قول کہ بالکل غلط و باطل ہے۔ کہ امر خدا شب قدر میں خانہ کعبہ کی چھت پر نازل ہوتا ہے۔ اور وہیں ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی چھت یا خانہ کعبہ صاحب الامر ہونے اور امور الٰہی انجام دینے کی قابلیت ہرگز نہیں رکھتے۔ یہ صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ شب قدر میں ملائکہ عام اور رائشی ہے کہ خانہ کعبہ میں نازل ہوں لیکن چاہیئے۔ کہ کسی کے پاس نازل ہوں۔ ضرور ہے۔ کہ صاحب امر کوئی ہو۔ جس کے پاس وہ خانہ کعبہ میں آئیں۔ اور وہ شخص صاحب ارادہ و اختیار ہی ہو سکتا ہے اور یہ آیت اس کی تفسیر کرتی اور بتلاتی ہے۔ کہ ملائکہ کہاں نازل ہوا کرتے ہیں۔ اور کن پہ اترا کرتے ہیں قالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ "خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ملائکہ کو روح کے ہمراہ نازل فرماتا ہے۔" اس سے صاف معلوم ہے۔ کہ ملائکہ بندگان خدا پر نازل ہوتے ہیں نہ محض خانہ کعبہ کی چھت پر۔ لیکن عام بندگان خدا پہ نہیں۔ بلکہ خاص پر جن پر کہ خدا چاہتا ہے اور جس کو اس نے اس کام کے لئے منتخب کیا ہوا ہے۔ اور صفت ان کی یہ ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ سورہ سجدہ "تحقیق کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور پھر اس پر مستقیم اور ثابت قدم رہے ہیں۔ ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔" آیۂ قالوا ربنا اللہ۔ سے ثابت ہے۔ کہ یہ لوگ جن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ مومنین امت ہیں۔ اور یہ چیز مابہ الایمان میں داخل ہے۔ اس لئے کہ خدا فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ "اے مسلمانو! ایمان لاؤ خدا اور اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اس پر نازل کی گئی ہے۔ اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی گئی ہے۔" پس یہ مومنین وہ ہیں۔ جو خدا اور رسولؐ و اس کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ سارے مومنین ایسے نہیں ہیں۔ جن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے وہ مومنین جن کی صفت استقامت علی الایمان ہے۔ اور یہ امر یقینی ہے۔ کہ سارے مومنین اس صفت سے متصف نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر اس کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ خدا خبر دیتا ہے۔ مَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُہُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَہُمْ مُّشْرِکُوْنَ "نہیں ایمان لاتے ہیں اکثر ان میں سے مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں" یعنی اکثر افعال شرک خفی ان سے سرزد ہوتے ہیں۔ خدا نے جو انسانوں نے عہد لیا تھا۔ اس کو سوائے بعض سب نے ترک کیا۔ چنانچہ شیطان نے جو کہا تھا۔ کہ وہ سوائے مخلصین کے باقی تمام بنی آدم کو بہکاؤں گا۔ اپنا کہا ہوا اس نے سچ کر دکھایا۔ اور خدا اس کی تصدیق فرماتا

ہے۔ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ "البتہ شیطان نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ سوائے مومنین کی ایک جماعت کے باقی سب نے اس کا اتباع کر لیا" اور پھر اس کی تخصیص کرتے ہوئے فرماتا ہے وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ "مومنین میں سے تھوڑے آدمی ہیں جنہوں نے اپنا عہد سچ کر دکھایا۔ جو انہوں نے خدا سے کیا تھا" فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا "بعض ان میں سے شہید ہو چکے۔ اور بعض منتظر شہادت ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی عہد الٰہی میں نہیں کی" اور عہد الٰہی یہ تھا أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ "اے بنی آدم کیا خدا نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا۔ کہ شیطان کی پیروی نہ کرو۔ اور اس کی اطاعت میں نہ آؤ" باستثناء بعض باقی تمام انسان کم و بیش مطیع و تبع شیطان ہیں۔ اور صراطِ مستقیم پر چلنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ پس وہ لوگ جو کسی ادنیٰ سے امر میں بھی تبع و مطیع شیطان ہو گئے۔ ہرگز محل و مہبط نزول ملائکہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ مخصوصین ہیں۔ جو خدا کے مخلص بندے اور صادق مصدق ہیں۔ جنہوں نے عہد الٰہی میں ذرا تبدیلی نہیں کی۔ اور وہ برگزیدگان خدا ہیں۔ جنہوں نے کسی امر میں شیطان کی متابعت نہیں کی۔ اور عہد الٰہی کو نہیں توڑا۔ دوسرے لفظوں میں وہ وہ نفوس قدسیہ ہیں۔ جو ابتدائے آفرینش سے تطہیر الٰہی پاک کئے گئے ہیں۔ اور ہر ایک قسم کے رجس و شرک سے پاک ہیں۔ سوائے ان کے جن کی تطہیر کی سند قرآن میں موجود ہو۔ اور کسی دوسرے کی نسبت ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ کسی امر میں تبع شیطان نہیں ہوئے۔ ہر ایک امر شیطانی سے محفوظ معصوم ہی رہ سکتا ہے۔ اور یہ صفت مخصوص ہے محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے۔

صراطِ مستقیم اور اس پر استقامت وہ اہم و مشکل مقام ہے۔ جس کی نسبت خدا اپنے پیغمبرؐ کو حکم دیتا ہے۔ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ "اے پیغمبرؐ جس طرح کہ تم کو حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح صراطِ مستقیم پر ثابت و قائم و مستقیم رہو۔ اس کی نسبت آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے۔ کہ سورۂ ہود نے میری کمر توڑ دی ہے۔ کہ اس میں بار عظیم میرے اوپر بار کیا گیا ہے۔ اور وہ یہی حکم استقامت ہے۔ وہ لوگ جن کی صفت وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ہے۔ وہ کب اس کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ خاتم النبیینؐ جیسا پیغمبر افضل المرسلینؐ و اول المسلمین و اول العابدین ہو۔ جو اس امتحان مشکل میں کامیاب ہو۔ بیشک آنحضرتؐ ہی اس امتحان میں بدرجۂ کمال کامیاب ہوئے اور اس کو خدا نے انہی کے لئے مخصوص کیا۔ اور بطور حصر و قصر فرمایا۔ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ "بتحقیق کہ تو مرسلین میں سے ضرور صراطِ مستقیم پر ہے" پس بعد پیغمبرؐ اس مرتبہ پر فائز وہی ہو سکتا ہے۔ جو مثل پیغمبرؐ ہو۔ جس کا نور نور محمدی اور جس کی روح روح قدس نبوی اور جس کا نفس نفس نبی ہو۔ جس کو خدا نے معصوم ہی خلق کیا ہو۔ دوسرے کو یہ مرتبہ ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ وہ مومنین کاملین جن کی صفت ثُمَّ اسْتَقَامُوا ہے اور

بعد پیغمبر صراط مستقیم پر قائم ہیں۔ وہ اہل بیت نبوت و رسالت ہیں" وان ھذا صراط علی مستقیم"۔ (دیکھو تفصیل خلافت الٰہیہ میں) پس وہی محل نزول ملائکہ ہیں۔ اور اس لئے وہ صاحبان امر الٰہی ہیں۔ جن کے پاس ملائکہ تمام امور الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اور اس لئے یہی وہ صاحبان امر و اولی الامر ہیں۔ جن کی اطاعت مطلقہ بعد پیغمبر واجب ہے۔ اور جن کا حکم حکم خدا ہے۔ اور اس لئے اس امر متنازع فیہ کا فیصلہ خداوند عالم نے یہ کیا۔ کہ اولی الامر ائمہ اہل بیت ہیں نہ شاہان وقت یا اور کوئی۔ اور انہی کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے ؛

یہ تو خدائی فیصلہ تھا۔ اب ہم بحکم خدا اس امر کو رسول خدا کی طرف رد کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ وہ حضرت جو مفسر قرآن و مبین قرآن و معلم قرآن اور خدا کی زبان ہیں اور جن کی صفت ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ہے۔ یعنی وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے۔ جو کچھ فرماتے ہیں وحی خدا فرماتے ہیں۔ اس میں کیا فیصلہ دیتے ہیں۔ لیکن فرمائشات پیغمبری اس باب میں اس قدر زیادہ ہیں۔ کہ تمام و کمال ایک مستقل مجلد میں بھی نہیں آسکتا۔ صرف ایک دو کا یہاں ذکر کیا جائے گا۔ اور بعض دوسرے ابواب میں مذکور ہوں گی۔ اخطب خوارزم جو محققین علماء اہل سنت سے ہیں۔ سلیمان راعی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ شب معراج ارشاد باری ہوا کہ ایمان لایا خدا کا رسول اس پر جو کچھ کہ من جانب اللہ اس پر نازل ہوا۔ میں نے عرض کیا اور مومنین بھی اس پر ایمان لائے۔ ارشاد ہوا۔ اے محمدؐ تو نے سچ کہا۔ تم نے مومنین پر کس کو چھوڑا؟ عرض کیا۔ بہترین امت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو ان پر اپنا جانشین و خلیفہ مقرر کیا۔ ارشاد ہوا۔ اے محمدؐ میں نے ایک مرتبہ زمین کی طرف توجہ کی۔ تو میں نے تمام اہل زمین میں سے تم کو پسند اور اختیار کیا۔ اور تیرے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا۔ میں محمود ہوں اور تو محمدؐ ہے۔ پھر دوبارہ نظر کی تو علیؑ کو ان میں سے چنا۔ اس کا نام بھی اپنے نام سے نکالا۔ میں علی اعلیٰ ہوں اور یہ علی ہے اے محمدؐ! میں نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور تم سب کی محبت کو اہل آسمان و زمین پر پیش کیا۔ جس نے قبول کیا۔ وہ مومن ہے۔ اور جس نے قبول نہ کیا۔ وہ کافر۔ اے محمدؐ! اگر کوئی میری عبادت کرے۔ یہاں تک کہ کثرت عبادت سے مثل خشک مشک کے ہو جائے اور تمہاری ولایت کا منکر ہو۔ تو اس کو نہ بخشوں گا۔ جب تک کہ اس کا اقرار نہ کرے۔ اے محمدؐ! تو چاہتا ہے۔ کہ ان کو دیکھے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ فرمایا۔ عرش کی جانب نظر کر۔ میں نے اس طرف دیکھا۔ تو علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و علیؑ ابن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسےؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسےؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ اور مہدیؑ کو دیکھا۔ کہ نور ان کے تاباں ہیں۔ اور سب مشغول نماز ہیں۔ اور نور مہدیؑ ان کے درمیان ستارے کی طرح درخشاں ہے۔ پھر ارشاد باری ہوا۔ اے محمدؐ! یہ سب حجج خدا اور ائمہ ہیں۔

ہیں۔ اور مہدیؑ ظالموں سے ظلم کا بدلہ لے گا۔ وہ دوستوں پر میری حجت ہے۔ اور دشمنوں سے انتقام لینے والا پس بعد رسولؐ حجج اللہ اور ائمہ ہر سے اہل بیت نبی ہیں۔ جن کے اسماء ذکر ہو چکے ہیں۔

اور صاحب کفایۃ الاثر نے جناب عائشہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ہمارے یہاں ایک آبدار خانہ تھا۔ جب آنحضرتؐ جبرئیلؑ سے ملاقات فرماتے تو وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ جبرئیلؑ آئے۔ تو حضرتؐ کو حسینؑ کی شہادت کی خبر دی۔ اور اس سرزمین کی مٹی دی۔ جس میں وہ قتل ہوں گے۔ آنحضرتؐ رونے لگے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا۔ اے محمدؐ گریہ نہ فرمایئے۔ حق سبحانہ وتعالےٰ قائم آل محمدؐ کے ہاتھ سے ظالمان امت سے جو حسینؑ کو قتل کریں گے بدلہ لے گا۔ آپ نے فرمایا۔ اے حبیبؐ لے جبرئیلؑ وہ قائم کون ہے؟ فرمایا نواں فرزند ہے اولاد حسینؑ سے۔ کیونکہ حسینؑ کا بیٹا علیؑ ابن الحسینؑ خاضع وخاشع ہو گا۔ اور علیؑ کا بیٹا محمد بن علی الباقرؑ۔ اور ان کا بیٹا جعفر صادقؑ۔ اور ان کا بیٹا موسیٰ دانقؑ۔ اور ان کا بیٹا علی الرضاؑ۔ اور ان کا بیٹا محمد الراغب فی اللہ۔ اور ان کا بیٹا محمد بن علیؑ۔ اور ان کا فرزند حسنؑ بن علیؑ مومن باللہ۔ اور حسنؑ سے ظاہر ہو گا۔ کلمۂ حق ونشان صدق ومظہر حق وحجت خالق۔ اس کی غیبت دراز ہو گی۔ پھر حق تعالےٰ اس کے ہاتھ پر اسلام کو ظاہر کرے گا۔ اور کفار کو قتل کرے گا۔

محدث جلیل جمال الدین روضۃ الاحباب میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب آیہ اولی الامر نازل ہوئی۔ تو ہم نے کہا۔ یا رسول اللہؐ ہم خدا اور اس کے رسولؐ کو تو جانتے ہیں۔ لیکن اولی الامر کون ہے۔ جن کی اطاعت کو خدا نے آپ کی اطاعت کے ساتھ ملایا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ وہ میرے بعد میرے خلیفہ ہیں۔ ان میں اوّل علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ پھر حسنؑ پھر حسینؑ۔ پھر علیؑ ابن الحسینؑ پھر محمد ابن علی المعروف فی التورات بالباقر۔ اے جابر جب تم ان سے ملو۔ تو میرا اسلام پہنچا دینا۔ پھر جعفرؑ بن محمدؑ پھر موسیٰ بن جعفرؑ۔ پھر علیؑ بن موسیٰؑ۔ پھر محمدؑ بن علیؑ۔ پھر علیؑ بن محمدؑ۔ پھر حسنؑ بن علیؑ پھر محمدؑ بن الحسنؑ المہدیؑ۔ جو زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا بعد اس کے کہ ظلم وجور سے پُر ہو گئی ہو گی۔

علامہ حموینی فرائد السمطین میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں اصحاب رسولؐ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ میں تمہیں خداوند کریم کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ تم کو معلوم ہے۔ جس وقت آیہ " یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" اور آیہ " انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔" نازل ہوئی۔ تو لوگوں نے رسول خدا سے عرض کیا۔ کیا یہ آیات خاص علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ فرمایا۔ ہاں ان کی اور میرے باقی اوصیاء کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ جو قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ان کو ہم سے بیان

کیجئے۔ کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا۔ اوّل علیؑ میرا بھائی میرا وصی میرا وارث اور جملہ مومنین کا میرے بعد ولی۔ پھر حسنؑ بن علیؑ پھر حسینؑ بن علیؑ۔ پھر اولاد حسینؑ کے نو امامؑ۔ قرآن ان کے ساتھ ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ نہ وہ ان سے جدا ہوگا اور نہ وہ اس سے جدا ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ سب اصحاب نے کہا۔ ہاں ہم نے رسول خداؐ سے سنا ہے اور ہم گواہ ہیں۔ ان احادیث سے صاف ثابت ہے۔ کہ ائمہؑ امت اور اولے الامرؑ اور اولیاء اللہ دوازدہ امامؑ ذریت رسولؐ ہی ہیں۔ اور انہی کی اطاعت واجب ہے۔ اور یہ کہ وہی ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ پس خدا اور رسول خدا دونوں کے فیصلہ سے معلوم ہوگیا۔ کہ اولے الامرؑ جن کی اطاعت بعد رسولؐ واجب ہے۔ وہ یہی دوازدہ امام علیہم السلام ہیں۔ یہیں سے یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ اس آیت کے حکم کی رو سے ایسے مطاع مطلق کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اگر حکم آیت کا عام ہے اور تمام مسلمانوں سے متعلق ہے۔ اور صرف زمانۂ رسولؐ ہی پر یا اس کے کچھ بعد ختم نہیں ہوگیا۔ تو لازم و واجب ہے۔ کہ ولی امر مطاع اس وقت اور ہر وقت موجود ہو۔ ورنہ اگر ولی امر کا وجود تسلیم نہ کیا جائے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ خدا نے ایک لغو و بیفائدہ حکم دیا ہے۔ ایک شخص کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اس شخص کو خلق نہیں کیا ہے۔ پس تسلیم کرنا چاہیئے۔ کہ امام از عترت رسولؐ جس کی صفات مذکورہ ہوئیں موجود ہے۔ اور اسی کی اطاعت واجب ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ یہ حکم قرآن بالکل قرآن معاذاللہ اس وقت منسوخ ہوگیا ہے۔ اور ہمارے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ اور یہ خروج از اسلام ہے۔ فتدبر فیہ:

اور یہ بھی ثابت و محقق و مسلم ہے۔ کہ اس سلسلہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام میں سے گیارہ امامؑ گذر چکے ہیں اور بارھواں امام مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ اور وہ محمد بن الحسن العسکری علیہ السلام ہی ہے۔ پس انہیں آیات و احادیث و مستقلات عقلیہ و دلائل فطریہ ثابت ہوا کہ حضرت امام مہدی آخر الزمانؑ حجۃ ابن الحسن العسکری علیہما السلام زندہ و موجود ہیں۔ وھوالمطلوب۔ ان کے سوا جو دعوے امامت و مہدویت کرے۔ مفتری و کذاب ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جو خدا پر جھوٹ تراشے۔ اور وہ مسلمان کہلاتا ہو۔ اور اسلامی نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور یہ قول بھی بالکل باطل ثابت ہوا۔ کہ امام مہدیؑ آئندہ پیدا ہوں گے۔ کیونکہ جب یہ ثابت اور معلوم ہوگیا۔ کہ وہ فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہی ہیں۔ تو یہ ناممکن ہے۔ کہ باپ کی وفات سے بیٹا ہزار برس بعد پیدا ہو۔ ان ھذا الا اختلاق یہ ہے چودھویں دلیل وجود امام مہدی آخر الزمان حضرت حجۃ ابن الحسنؑ پر۔ کہ وجود ولی امر مطاع مطلق تا قیام قیامت ہر زمانے میں ضروری ہے۔ فافہم وتدبر فیہ:

ایک اور تقریر ہم بعض دیگر رسائل میں لکھ چکے اور ثابت کر چکے ہیں۔ کہ عالم دو ہیں۔ عالم خلق کا اور عالم امر کما قال لہ الخلق والامر اور آئندہ ابواب میں معلوم ہوگا۔ کہ مخلوق عالم خلقی درجہ بدرجہ نشوونما پا کر ایک درجہ خاص ترقی پر پہنچ جاتی ہے۔ مگر شے عالم امری کی اس تدریج پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون جہاں ارادہ باری متعلق ہوا۔ فوراً ہو گئی۔ اور انبیاء و اوصیاء کی خلقت عالم امر سے ہے۔ اور یہ بات خاندان نبوت ہی سے مخصوص ہے۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت دکما سیجیٔ پس بعد رسولؐ اولی الامر وہی نفوس مبارکہ قدسیہ طاہرہ و مطہرہ ہیں۔ جن کی خلقت مثل رسولؐ عالم امر سے ہے۔ نہ عالم خلق سے۔ ان کی روح بھی عالم امر سے ہے۔ اور جسم بھی عالم امر سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ان اہلبیت طیبین طاہرین کے اور ان نفوس عالم امر کے سوا اور کوئی اولی الامر کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً وہ لوگ جن کی ولادت عالم اسلامی میں بھی نہ ہوئی ہو۔ چہ جائیکہ وہ مطہر و مزکی اور مصنوعین عالم امری ہوں۔ اولی الامرؑ بعد رسولؐ ذریت رسولؐ ہے۔ ؎

تنبیہ۔ ان بیانات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فخرالدین رازی جیسے علماء مفسرین کا یہ کہنا کہ "وجود معصوم ثابت نہیں اور اس لئے اولی الامر سے مراد اجماع ہے" مبنی بر عدم تحقیق ہے۔ دنیا میں وجود معصوم عقلاً ضروری ہے۔ آیات و احادیث کثیرہ اہل بیتؑ کی عصمت پر دال ہے۔ اور دونوں فریق اسلام میں احادیث موجود ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے اولی الامرؑ کی تشخیص فرما دی۔ اور اس کی تفسیر اہل بیتؑ سے کی ہے۔ چنانچہ بعض احادیث مذکور ہو چکیں اور بعض آئندہ ہوں گی باوجود ان امور کے پھر اجماع مبہم و مجہول کو اولی الامر مفترض الطاعۃ مثل رسولؐ قرار دینا نہ معلوم کس مصلحت پر مبنی ہے۔ جب ہر فرد نوع انسان غیر معصوم اور جائز الخطا ہے۔ اور یہ مسلم و محقق ہے۔ کہ مجموعہ ناقص کا ناقص ہوتا ہے۔ چند بے عقل مل کر عقلمند نہیں بن سکتے۔ چند سفہا اکٹھے ہو کر حکیم نہیں کہلا سکتے۔ چند اندھے جمع ہو کر صاحب بصارت۔ بینا نہیں بن سکتے۔ پھر جائز الخطا لوگوں کا مجمع کیوں کر رسول مقبول معصوم مطلق کا قائم مقام ہو سکتا ہے۔ اور ہر امر میں مفترض الطاعۃ سمجھا جا سکتا ہے۔ درآنحالیکہ اجماع کل افراد انسانی بحیث لا یشذ منہ فرد۔ غیر معقول و محال ہے اور بعض کا اجماع و اتفاق دوسرے مجمع سے متناقض و متباین۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اس اجماع کی بنا پر ایک ایک وقت میں پانچ پانچ اور سات سات خلیفہ رسول بن چکے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ کچھ مجمع ہو جاتا تھا۔ اور ایک دوسرے کے اجماع کی تکذیب نہ کر سکتا تھا۔ آیات قرآنی شاہد ہیں۔ کہ امور الٰہی میں کسی کا اجماع و اتفاق سند نہیں۔ اور ان میں کسی کو اختیار نہیں۔ وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ خدا جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے۔ خلق کرتا ہے۔ اور جس کام کے لئے چاہتا ہے اختیار کرتا ہے۔ لوگوں کے لئے کوئی اختیار نہیں ہے۔ اول مسئلہ خلافت آدمؑ پر اجماع و اتفاق ملائکہ اور ان کا شور سے مفید نہ ہوا اور سند نہ سمجھا گیا۔ حالانکہ ملائکہ معصوم ہیں۔ پھر کیونکر

ہو سکتا ہے۔ کہ غیر معصوم اور جائز الخطاء چند اشخاص کا مجمع خالق اکبر کا کام دے۔ اور اس کے مقابلہ میں مفترض الطاعۃ اُولی الامر بنا دے۔ اگر شوریٰ ہو سکتا ہے۔ تو محض اپنے معاملات اختیاریہ میں۔ چنانچہ آیہ ذیل سے صاف ظاہر ہے "وامرھم شوریٰ بینھم" "امرھم" و "بینھم" کے الفاظ پر اہل علم غور کریں۔ اس شوریٰ کو خدائی امور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ کہنا کہ کثرت رائے دلیل حقیقت و صداقت ہے باطل محض ہے۔ اور خدا اکثر مقام پر اس کی مذمت فرماتا اور ہماری ہی ہدایت کے لئے اپنے حبیبؐ سے کہتا ہے۔ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ۔ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون اے حبیبؐ اگر تو اکثر اہل الارض کی اطاعت کرے اور ان کی بات مان لے۔ تو وہ تجھ کو راہ خدا سے بھٹکا دیں۔ یہ لوگ تو صرف گمان پر چلتے ہیں اور اسی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور محض اٹکل سے باتیں کہنے والے ہیں۔ ان کو کیا خبر کہ حقیقت الامر کیا ہے۔ اور اس لئے از روئے علم و یقین کوئی حکم نہیں کر سکتے۔ ان ربک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین تحقیق کہ تیرا پروردگار ہی ان کو خوب جانتا ہے۔ جو راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور ان کو خوب جانتا ہے۔ جو راہ یافتہ اور ہدایت یافتہ ہیں پس معلوم ہوا۔ کہ حق کثرت و اکثریت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور اکثر لوگ گمان اور اٹکل سے حکم لگاتے ہیں۔ وان الظن لا یغنی من الحق شیئا ظن مفید حق نہیں ہو سکتا۔ جب وہ علم و یقین نہیں رکھتے۔ وہ کیا جانیں۔ کہ جس کو پیشوا یا امام و خلیفہ رسول بنائیں۔ وہ راہ خدا سے پھرا ہوا نہیں ہے۔ یا نہیں پھر جائے گا۔ یہ تو خدا ہی جانتا ہے۔ کہ کون راہ پر ہے۔ اور رہے گا۔ اور کون نہیں ہے۔ اور کون راہ سے رسولؐ کے وفات پاتے ہی پھر جائے گا افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم "اگر رسولؐ مر جائے یا قتل ہو جائے۔ تو تم الٹے پیر دین سے پھر جاؤ گے" ان کے حالات سے خدا ہی واقف ہے۔ پس وہی اطاعت کے لئے منتخب کر سکتا ہے نہ لوگ۔ یہی حق ہے ولکن اکثر الناس لا یعلمون "لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے" بل اکثرھم لا یعقلون "بلکہ بہت سے تو عقل ہی سے بے بہرہ ہیں" بل اکثرھم لا یومنون "نہیں بلکہ بہت سے تو خدا پر ایمان ہی نہیں رکھتے" واکثرھم للحق کارھون "بلکہ ان میں سے اکثر تو حق بات سے چڑتے ہیں" کیونکر حکم کرتے ہو۔ کہ اجماع مفترض الطاعۃ اولی الامر ہے۔ وان اکثرکم فاسقون "بالاکثر یقیناً بہت سے تم میں سے فاسق ہیں" وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون "اور نہیں مسلمان ہو سکتا ہے ان میں سے بہت سے مگر یہ کہ وہ در باطن مشرک ہیں" کیوں کر ممکن ہے کہ مجمع چند اصحاب قائم مقام رب الارباب ہو سکے۔ واقعاً اگر حق لوگوں کے آراء و اہواء کے موافق ہوتا اور ان کی متابعت کرتا۔ تو آج کب کی دنیا نیست و نابود ہو چکی ہوتی ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن بل اتینٰھم بذکرھم فھم عن ذکرھم معرضون "اگر حق لوگوں کی آراء و اہواء کی پیروی کرتا۔ تو ضرور آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب خراب و برباد ہو چکا ہوتا۔" دنیا فاسد ہو چکی ہوتی کہ حق لوگوں کی آراء و اہواء پر موقوف نہیں ہے۔ کبھی

لوگوں کی رایوں کے حوالے نہیں کیا گیا، بلکہ ہم نے ان کو ذکر (قرآن یا رسولؐ) دیا ہے۔ پس وہ اس ذکر سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اس کی اطاعت و پیروی نہیں کرتے۔ کیسا افسوس ہے۔ کہ قرآن اور رسولؐ کے ہوتے آراء و اہواء و اجماع پر دین کا دارو مدار قرار دیا جاتا ہے۔ جس کو حق سے کچھ نسبت نہیں۔ یا اھل الحق اتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا و من یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ؛

پھر نہج معصومین مطہرین منصوصین کے ہوتے اور باوجود تصریح خدا اور رسول خدا اجماع مبہم و مجہول کو حجت اور اولی الامر مفترض الطاعۃ قرار دینا بالکل غیر معقول ہے۔ یقیناً حکم آیت عام ہے۔ جس طرح زمانہائے گذشتہ کے مسلمان اس پر مامور تھے کہ اولی الامر کی اطاعت کریں۔ آج بھی ہیں۔ پس اگر اجماع اولوالامر ہے۔ وہ کہاں ہے۔ آج ہم کس کی اطاعت کریں۔ حنفی اجماع کی اطاعت کریں۔ یا شافعی کی۔ مالکی کی یا حنبلی کی۔ مقلدین کے اجماع کی یا غیر مقلدین کے اجماع کی مرزائیوں کے اجماع کی یا اہل القرآن کی۔ ترکی پارلیمنٹ کی یا ایرانی پارلیمنٹ کی۔ کس جماعت کی پیروی کریں۔ ان میں سے کون اولی الامر ہے۔ جس کی اطاعت واجب ہے۔ سلطان ٹرکی کی فرمانبرداری واجب ہے۔ یا قیصر ہند شاہنشاہ معظم کی۔ شاہ ایران کی جماعت کے ساتھ ہوں یا امیر کابل کی۔ یا سب کی۔ یا اس معصومؑ کی جو جزو نور محمدی و نفس رسولؐ اور ہادی و مہدیؑ من اللہ واجب الطاعۃ امامؑ ہے۔

پندرھویں دلیل کہ دُنیا کے حالات دیکھنے اور مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دُنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جن کا کام دُنیا کو گمراہ کرنا اور ان کو بُرے کاموں کی طرف راغب کرنا اور نفاق و شقاق و فتنہ و فساد برپا کرانا ہے۔ اور ہمیشہ کچھ ایسے نفوس پائے گئے ہیں۔ اور پائے جاتے ہیں اور وہ ہادی دین اور صاحب شریعت اور فرستادۂ خدا ہونے کا جھوٹا دعوے کرتے ہیں۔ اور الہام کے مدعی ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے لوگوں کو دین کے جال میں پھنسا کر ان کو دین و دُنیا سے کھو دیتے ہیں۔ ان کی حقیقت و اصلیت و حالت کی طرف خداوند عالم ان الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے۔ ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُھُمْ کٰذِبُوْنَ (الشعراء ع ۱۱) یعنی خداوند علیم علیم ہر ایک ظاہر و باطن اور دلوں کا جاننے والا خبر دیتا اور فرماتا ہے۔ "کیا میں تمہیں بتلادوں۔ کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟ یہ ہر جھوٹے بدکردار پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے کانوں میں پھونکتے ہیں۔ حالانکہ اکثر ان میں سے جھوٹے ہوتے ہیں۔ (بعض باتیں صحیح بھی نکل آتی ہیں)" اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ **اوّل** یہ کہ کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ **دوم** یہ کہ وہ لوگ جو منزل شیاطین ہیں۔ وہ ہیں۔ جو بڑے جھوٹے اور گنہگار و بدکار ہیں۔ **سوم** یہ کہ وہ شیاطین ان کو کچھ القا کرتے ہیں۔ **چہارم** یہ کہ یہ القا کرنے والے شیاطین اکثر جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹے ہوتے ہیں۔ مگر بعض باتیں سچ بھی نکل آتی ہیں۔ اور بعض باتیں جو سچ نکل آتی

ہیں۔ یہی لوگوں کی گمراہی کا بڑا سبب ہوتی ہیں۔ کیوں کہ یہ ایک فطری اصول ہے۔ اور عقلاء کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ باطل محض اور کذب صرف کی طرف انسان کی عقل کبھی مائل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس باطل اور کذب میں حق اور صدق کی کچھ آمیزش نہ ہو۔ چنانچہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں۔ خواہ وہ دہریہ ہی کیوں نہ ہوں۔ ان میں بھی کوئی نہ کوئی بات سچی ضرور ہوگی۔ تمام باتیں اور تمام اصول بالکل غلط و باطل نہ ہوں گے۔ پس ان جھوٹوں کے ان شیطانی القاءات میں علاوہ اپنی ذاتی مخترعات و تخیلات و وہمیات کے بعض باتیں سچ بھی ہوتی ہیں۔ اور بعض پیشگوئیاں شاذ و نادر طور پر کبھی صحیح بھی نکل آتی ہیں۔ انہی باتوں سے جہال اور دین کی حقیقت اور خدائی پیغامبر کی ماہیت اور معیار نبوت و رسالت سے ناواقف لوگ اکثر دھوکا کھا جاتے اور ان کے دام فریب میں آ جاتے ہیں۔ اور ایسے جھوٹے لوگوں کو پھنسانے کے لئے اس جھوٹے دعوے کے بعد بظاہر لوگوں کی نظروں میں اپنے کو بڑا نیک اور پارسا کہلاتے ہیں۔ کوئی شخص اس کہنے سے کہ آؤ تمہیں شیطان کی دعوت دیں۔ اور شیطان کا مرید و مطیع بنا دیں۔ اس کلام کو قبول نہ کرے گا۔ اس لئے شیطانی فعل کو عبادت و دین کی صورت میں ملمع کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک جھوٹا اور کاذب مدعی دیانت اور دین داری ہی کا دعوے کرتا ہے۔ بلکہ شیاطین کے اضلال کا طریقہ ہی یہ ہے۔ کہ دینی صورت میں لوگوں کو بہکائیں۔

بنی اسرائیل میں ایک عابد و زاہد تھا جس نے دُنیا کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ اور جنگل میں ہمیشہ عبادتِ خدا میں مشغول رہتا تھا۔ شیطان نے اپنے حوالی موالی اور ذریت کو جمع کر کے خطاب کر کیا کہ کون ہے جو اس عابد کو بہکائے اور اس کام کا بیڑا اُٹھائے۔ ایک نے بڑھ کر کہا۔ میں۔ پوچھا۔ تو کس طرح اس کو بہکائے گا۔ کہا عورت کے لباس سے۔ کہا۔ تو اس کام کا نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا۔ میں۔ پوچھا۔ تو کس طرح اس کے پاس جائے گا۔ کہا۔ لذاتِ دنیا شراب و کباب سے اس کو بہکاؤں گا۔ کہا۔ تو بھی اس کام کا نہیں ہے۔ تیسرے نے کہا۔ میں اس کام کو انجام دوں گا۔ پوچھا۔ تو کس صورت سے اس کے پاس جائے گا۔ کہا۔ میں عابدوں کو کار کی صورت میں اس کے پاس آؤں گا۔ اور اس دام میں اس کو پھنساؤں گا۔ کہا۔ تو بیشک اس کام کے لائق ہے۔ یہ شیطان بچہ اس عابد کے پاس ایک عابد و زاہد کی صورت میں پہنچا۔ اور اس کی جھونپڑی میں جا کر ایک طرف عبادت میں مشغول ہو گیا۔ عابد کچھ دیر تک عبادت کرتا۔ اور چونکہ انسان تھا۔ جب تھک جاتا آرام کرتا۔ اور رات کو سوتا بھی۔ شیطان چونکہ شیطان تھا۔ نہ سوتا اور نہ آرام کرتا تھا۔ برابر عبادت میں مشغول رہتا۔ جب اس عابد بنی اسرائیل نے اس شیطان کی یہ عبادت دیکھی۔ چونکہ اس کی حقیقت سے واقف نہ تھا۔ متعجب ہوا۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنی عبادت کو حقیر تصور کیا۔ اور اس سے دریافت کیا۔ کہ تو اتنی عبادت پر کیسے قادر ہوا۔ اس نے جواب دیا۔ پھر بھی سوال کیا۔ جواب نہ پایا۔ پھر تیسری دفعہ سوال کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں نے گناہ کیا تھا۔ پھر میں نے اس سے توبہ کر لی۔ اب جب اس گناہ کا خیال آتا ہے۔

تو آرام و نیند جاتی رہتی ہے۔ اور میں عبادت ہی میں مشغول رہتا ہوں۔ اس عابد بنی اسرائیل نے کہا۔ میں کس طرح سے
ایسی عبادت پر قادر ہوں اور کیا گناہ کروں۔ کہا۔ کہ تو دو درہم لے اور فلاں زانیہ کے مکان پر جا۔ اور اس سے اپنی
حاجت پوری کر۔ اور پھر توبہ کر۔ پھر تو جب اس فعل بد کو یاد کرے گا۔ تو خوفِ خدا سے نیند اور آرام بھول جائے گا۔ اور مجھ
جیسی عبادت پر قادر ہو جائے گا۔ اس نے کہا۔ میں نہیں جانتا۔ کہ درہم کیا ہوتے ہیں۔ اس نے اس کو دو درہم اپنے
پاس سے دیئے۔ اور وہ عابد گدڑی اوڑھے ہوئے زانیہ کا مکان لوگوں سے پوچھتا چلا الخ۔ غرض ہماری اس حکایت
سے یہی ہے کہ اکثر و بیشتر شیاطین لوگوں کو دین کے لباس میں مزین ہو کر بہکاتے اور گمراہ کرتے ہیں۔ اور اس
طرح سے ان کو جال میں پھنسا کر بطمع دنیا جمع کرتے اور ان میں عزت پاتے ہیں! اور لاکھوں اندھے مرید جمع کر لیتے
ہیں جیسا کہ ہم شیاطین انسانی کا حال روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ جب تک یہ کچھ سچائی کی باتیں نہ دکھلائیں۔ اور
دینداروں کی صورت نہ بنائیں۔ کوئی ایسا شخص جو طالب دین ہے ان کے دامِ فریب میں نہ آئے۔ اس لئے
یہ القاءاتِ شیطانی کچھ سچے بھی نکلتے ہیں۔ اور اسی طرح سے یہ جھوٹے مدعی کبھی کبھی بعض باتوں میں سچے نکل آتے
ہیں۔ اور شیاطین بعض خبریں اور پیشینگوئیاں ان کو سچی بتلا دیتے ہیں۔ کیونکہ شیاطین جو اکثر و بیشتر از قوم جن ہیں۔
بوجہ اپنے لطافت جسمانی اور ارواح خفیفہ ہونے کے عالم کون و فساد میں حادث ہونے والی بعض باتوں کا علم
رکھتے ہیں۔ اور وہی ان جھوٹے مدعیوں اور اپنے چیلوں کو تعلیم کر دیتے ہیں۔ جن کو جانتے ہیں۔ کہ یہ ان کے بھی استاد
بن جائیں گے۔ اور صورتِ انسانی اور لباس دیانت میں وہ کام کریں گے۔ جو یہ شیاطین جن ہرگز نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ
انسان ہم جنسوں ہی کے دامِ فریب میں زیادہ پھنس سکتا ہے۔ اسی واسطے خداوند عالم ایک مقام پر شیاطین انس کو
شیاطین جن سے مقدم ذکر فرماتا ہے۔ فقال وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي
بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ وَلِتَصْغَىٰ
إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ (انعام ع ۱۳)۔ اور
اسی طرح سے ہر نبی کے لئے دشمن قرار دئے ہیں جو شیاطین انس اور جن ہیں۔ جو دھوکہ دینے اور فریب میں ڈالنے کے لئے
ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتیں القاء کرتے اور کانوں میں ڈالتے ہیں۔ اور اگر تیرا پروردگار بجبر چاہتا۔ تو یہ ایسا نہ
کر سکتے۔ لیکن چونکہ خدا نے انسان کو فاعل مختار بنایا ہے۔ اس لئے ان کو اس حال میں چھوڑا ہوا ہے۔ کہ جو کچھ
وہ چاہیں کریں۔ اے پیغمبر تم ان کو ان کے جھوٹ اور افتراء کے ساتھ چھوڑ دو۔ اور اس لئے کہ کافروں اور مومنوں میں
تمیز ہو۔ اور ان لوگوں کے دل ان کی افتراء پردازی اور جھوٹ کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور اس کو پسند کریں۔ جو
دراصل روزِ جزا پر اعتقاد کامل نہیں رکھتے ہیں۔ اور سچے ایمان دار نہیں ہیں۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا۔ کہ
شیاطین ایک دوسرے کو القاء کرتے اور لوگوں کو فریب دیتے اور دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ اور شیاطین انس

شیاطین جن سے مقدم ہیں۔ یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس اور یہ شیاطین انس وہی منزل شیاطین اور مہبط ابلیس ہیں۔ جو دعوئے نبوت یا امامت یا ولایت کرکے لوگوں کو دام تزویر میں پھنساتے ہیں۔
اس آیت سے یہ بھی صاف ثابت ہے۔ کہ ایسے جھوٹے مدعیوں اور ان شیاطین کو خدا نے مہلت دی ہوئی ہے۔ تاکہ مومن و منافق کا امتحان کرے۔ اور منافق ان جھوٹوں کی طرف مائل ہوکر اور ان کی باتوں کو پسند کرکے سچے مومنوں سے بالکل جدا و ممتاز ہو جائیں۔ اور یہی حکم پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہے۔ کہ اے پیغمبر تم بھی ان کی افترا پردازی کے ساتھ ان کو چھوڑ دو۔ ورنہ اگر خدا ان کو جبراً ایسا کرنے سے روکتا۔ تو روک سکتا اور ان کو ہلاک کر سکتا تھا۔ لیکن مشیت الٰہی یہ نہیں ہے۔ بلکہ مشیت الٰہی یہی ہے۔ کہ جھوٹے اور سچے اور مومن و منافق ممتاز ہوں۔ اور ان کا امتحان ہو جائے۔ تاکہ سچے بالاستحقاق جزائے ایمان کے مستوجب ہوں۔ اور جھوٹوں پر حجت تمام کرنے کے بعد بالاستحقاق سزا دی جائے لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ۔ اور جو بچے اور نجات پائے اور حیات ابدی حاصل کرے۔ وہ بھی دلیل کے ساتھ جبراً خدا جھوٹوں کو ہرگز نہیں روکتا اور ان کو خدا ہلاک نہیں کرتا۔ اور مشیت ایزدی یہ نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا چاہتا۔ اور اس کی مشیت یہ ہوتی۔ تو وہ کر سکتا تھا۔

ایضاً ایک اور آیت ان شیاطین کی وحی اور القاء کی اور ان کے منزل علیہم کی خبر دیتی ہے وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ (انعام ع ۱۴) تحقیق کہ شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے اور ان کو القاء کرتے ہیں۔ تاکہ وہ تمہارے ساتھ دین میں جھگڑا کریں۔ اور جھوٹا دعوے کرکے مقابل ہیں صاحب دین و صاحب شریعت بنیں۔ اور اگر تم ایسے جھوٹوں اور ان مدعیان دیانت کی اطاعت کرو۔ تو تم یقیناً مشرک ہوگے۔ اس آیت سے بھی دو باتیں صاف معلوم ہیں۔ اول یہ کہ شیطان ضرور اپنے دوستوں کو اور ان لوگوں کو جو گویا ان کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور ان کے حامی و مددگار ہیں۔ وحی کرتے اور ان کے کانوں میں القاء کرتے ہیں۔ اور کچھ پھونکتے رہتے ہیں۔ اور ان شیاطین کا ان باتوں سے مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ ان کو سچے اہل دین اور اہل حق کے ساتھ لڑا دیں اور ان کو مقابل میں کھڑا کر دیں۔ اور مدعی بنا دیں۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ ایسے جھوٹے مدعیوں کی بات مانتے اور ان کی اطاعت کرتے اور ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب بلاشک و شبہ یقینی طور پر مشرک ہیں۔ کیونکہ وہ ان کو خدا کا فرستادہ بناتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں۔ وہ ان دیکھتے ہیں۔ کہ ان کو الہام ربانی ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ جو کچھ ان کو معلوم ہوتا ہے۔ القاء شیطانی ہے۔ خدا ان کو جھوٹا اور مفتری کہتا ہے۔ اور یہ اس کو سچا نبی یا امام کہتے ہیں اور خدا نے اس کو ئی

یا امام نہیں بنایا ہے۔ پس یہ لوگ خدا کے ساتھ شریک قرار دینے والے اور کھلم کھلے مشرک ہیں۔ کیوں کہ یہ مطلب ایک اور آیت سے بھی واضح ہے۔ کہ جو اپنی طرف سے کسی کو امام۔ نبی یا پیشوا بنائے۔ تو وہ مشرک ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ تیرا پروردگار جو کچھ اور جس چیز کو چاہتا ہے خلق کرتا ہے۔ اور وہ جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے۔ اختیار اور پسند کرتا ہے۔ لوگوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے کہ کسی کو نبی یا امام بنا لیں۔ پاک و پاکیزہ ہے خدا اس چیز سے جس کو وہ اس کے ساتھ شریک گردانتے ہیں۔" نبی یا امام کو خلق کرنا اور بنانا اور اس کام کے لئے پسند کرنا خدا کا کام ہے۔ جو اس کام میں اس کا شریک ہو۔ اور خدا کے نہ بنائے ہوئے نبی کو نبی یا امام بنائے اور مانے۔ وہ مشرک ہے۔

رفع شبہ ان جھوٹوں کے مرید اکثر لوگوں کو یہ فریب دیا کرتے ہیں کہ اگر مدعی جھوٹے ہوتے۔ اور ان کو الہام ربانی نہ ہوتا۔ تو یہ ہلاک ہو جاتے۔ کیوں کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے۔ کہ کوئی جھوٹا دعوے کرے۔ تو ہم اس کی رگ۔ گردن کاٹ دیں۔ پس چونکہ ان مدعیوں نے اپنے مرید پیدا کر لئے۔ اور ان کے خیال میں وہ کامیاب ہوئے۔ اور خدا نے ان کو ہلاک نہ کیا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ وہ سچے نبیؑ یا امام اور سچے ملہم بالہام ربانی تھے۔ اس عوام فریبی نے بہت سے جہال کو دام میں پھنسا لیا۔ کیونکہ وہ بیچارے نہ قرآن سے واقف ہیں اور نہ ان کی اصلیت سے آگاہ۔ کہ یہ اپنے جھوٹے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لئے کیا کیا افترا پردازیاں کرتے ہیں۔ اور وہ جھوٹ تراشتے ہیں۔ جو شیطان کو بھی نہ سوجھے تھے۔ اور نہ سوجھتے ہیں۔ یہاں ہم ناظرین کی تسلی اور اس دام تزویر کو توڑنے کے لئے وہ آیت قرآنی لکھتے ہیں۔ جس سے یہ حضرات فریب دیتے ہیں۔ وہی ھٰذہ

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (الحاقہ ع ۲ سورۃ ۲۹ پ) اے لوگو ایسا نہیں ہے جو تم کہتے ہو کہ یہ پیغمبر جھوٹا ہے اور لوگوں کا بتلایا ہوا کلام ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں ہر مرئی اور غیر مرئی شے کی تحقیق کہ یہ (قرآن) رسول کریمؐ کا قول ہے۔ اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ کہ دل سے گھڑی ہوئی باتیں ہوں۔ مگر تم تو بہت کم ایمان لاتے ہو۔ نہ یہ کسی کاہن اور افسون گر کی خیالی اور وہمی بات ہے۔ مگر تم تو بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ اور بہت کم عبرت لیتے ہو۔ یہ کہ سارے جہان اور سارے عالم کے پروردگار کا نازل کیا ہوا ہے۔ اور اگر یہ رسولؐ ہم پر اپنی طرف سے کوئی جھوٹ باتیں بنا لاتا۔ تو البتہ ہم اس کا ہاتھ

پکڑ لیتے۔ اور پھر اس کی رگ گردن کاٹ دیتے۔ اور تم میں سے ہمیں کوئی بھی نہ روک سکتا۔ تحقیق کہ یہ کتاب پرہیزگاروں کے لئے عبرت و نصیحت ہے۔ اور ہم ضرور جانتے ہیں۔ کہ تم میں سے بعض لوگ اس کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ اور یہ کہ یہ کلام کافرین کے لئے حسرت و افسوس ہے۔ حالانکہ اس میں شک نہیں۔ کہ یہ عین حق و صدق اور یقیناً برحق ہے۔ پس تو اے پیغمبرؐ اپنے پروردگار صاحب عظمت کے نام کی تسبیح پڑھ۔ اور اس کی عبادت میں مشغول رہ۔ انتہی۔

جو شخص قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے اور ذرہ بھر نور ایمان اس کے دل میں باقی ہے۔ اور اس کے دل میں کجی نہیں ہے۔ وہ ان آیات میں ادنےٰ تامل کے بعد کہہ سکتا ہے۔ کہ ان آیات کو اس مطلب سے کوئی تعلق نہیں جس کو مدعی بتلاتا ہے۔ کہ جو کوئی جھوٹا پیغمبر بنے اور جھوٹے الہام کا دعوےٰ کرے۔ خدا اس کی گردن مار دے گا۔ ظاہر مفہوم بلکہ منطوق ان آیات کا یہ ہے۔ کہ خدا ان آیات میں اپنے کلام اور اپنے پیغمبرؐ کی عظمت و حقانیت و صداقت کو بیان فرماتا ہے۔ کہ یہ رسولؐ کریم کا قول ہے۔ کسی شاعر کی تک بندی اور قیاسات شعریہ اور توہمات تخیلات کا نہیں ہیں۔ بلکہ کلام خدا ہے۔ اور تنزیل رب العالمین۔ اور پیغمبرؐ اس ہماری تنزیل ہمارے الہام اور ہماری وحی میں اپنی طرف سے کوئی بات زیادہ نہیں کرتا ہے۔ اگر محمدؐ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کے۔ اور ہماری وحی کے خلاف کرے۔ یا ہماری وحی میں اپنی طرف سے کچھ زیادتی کرے۔ تو ہم اس کو فوراً روک دیں۔ اور اس کی گردن کاٹ دیں۔ دوسرے لفظوں میں خدا کا مطلب یہ ہے۔ کہ پیغمبرؐ امین خدا اور امین وحی خدا ہے۔ وہ وحی الٰہی میں اپنی طرف سے کوئی بات زیادہ نہیں کرتا ہے۔ اور تصرف نہیں کرتا۔ اگر ایسا کرے۔ اور ہمارا امین اور امین وحی ہو کر اس میں خیانت کرے۔ اور اپنی طرف سے بھی کچھ ملا دے۔ تو ہم اس کو روک دیں۔ کیونکہ اگر ایسی صورت میں اس کو نہ روکیں۔ تو اغراء بالشر لازم آتا ہے۔ اس لئے ہمارا سچا پیغمبرؐ اور نبی برحق جس پر ہماری وحی نازل ہوتی ہے۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ یہ سب کچھ ہماری طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اور یہی حق و صدق ہے۔ جو کافرین پر گراں گزرتا ہے۔ اور تم میں سے بھی بہت سے لوگ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ہمارے امین وحی اور پیغمبر برحق کی نشان یہی ہے۔ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی وہ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ جو کہتا ہے۔ وحی الٰہی ہے۔ یہ وحی وحی شیطانی نہیں ہے۔ اور اس کو مثل مدعیان کاذبین شیاطین نے نازل نہیں کیا ہے۔ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ اس کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے ہیں۔ اور نہ ان کو یہ سزاوار ہے۔ اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ کہ وحی الٰہی کو اخذ کر سکیں۔ کیونکہ وہ وحی کے سننے سے محروم ہیں۔ یہ پروردگار عالمین کی تنزیل ہے۔ اور اس کے ساتھ ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ یہ وحی رحمانی ربانی ہے۔ نہ وحی شیطانی۔ جو اکثر و بیشتر جھوٹ ہو۔ پس اس

میں شان پیغمبرؐ اور شان کلام خدا کا بیان ہے۔ اور قرآن کی حقیقت و حقیقت و صداقت کا ذکر اور اسی میں خدا نے اس خیال باطل کی بھی رد کی ہے۔ کہ بعض لوگ جو آج کل کے عالم نما جاہل تعلیم یافتہ حضرات میں سے کہتے ہیں۔ کہ کچھ آیات تو خدا کا کلام ہے۔ اور بعض حضرت محمد صاحب کا کلام ہے (وغیرہ ذالک من الخرافات) ان آیات میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے۔ کہ دنیا میں کوئی جھوٹا مدعی نہیں ہوگا۔ اور جو جھوٹے الہام اور جھوٹا ملہم ہونے کا دعوےٰ کرے گا۔ اس کی گردن ماردیں گے۔ بلکہ اپنے پیغمبرؐ صادق امین کی امانت و صداقت کا ذکر کرتا ہے اور اگر اس کے مفہوم کو عام کیا جائے۔ تو زیادہ سے زیادہ مطلب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جو خدا کا سچا فرستادہ ہوتا ہے۔ اور واقعی اس کی طرف سے رسول ہوتا ہے۔ اور اس کی وحی اس کو آتی ہے۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور کوئی زیادتی نہیں کرتا۔ کیوں کہ ایسا کر سکتا ہے۔ حالانکہ خدا نے اس کو امین بنا کر بھیجا ہے۔ اگر وہ ایسا کرے۔ تو نبوت باطل ہو جائے۔ اور لوگوں پر حجت تمام نہ ہو۔ حق و باطل مشتبہ ہو جائے۔ اور بالفرض محال اگر کوئی خدا کا سچا فرستادہ ایسا کرے۔ تو فوراً خدا اس کو ہلاک کر دے۔ نہ یہ کہ کوئی دنیا میں جھوٹا مدعی نہ ہوگا۔ اور کسی پر شیطان نازل نہ ہوں گے۔ اور جو جھوٹا دعوےٰ کرے گا۔ اس کی گردن ماردیں گے۔

اگر یہ مفہوم اور معنی کو صحیح مان لیا جائے۔ تو ان تمام آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ جن میں خدا خبر دیتا ہے۔ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ ان کو القاء کرتے ہیں۔ اور وہ اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔ اور ہم ان کو نہیں روکتے۔ اگر ہم چاہتے۔ تو ایسا نہ کرنے دیتے۔ اور ان آیات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا نے ان جھوٹوں کو جن کو وحی شیطانی ہوتی ہے۔ مہلت دے رکھی ہے۔ اور پیغمبرؐ کو بھی یہی حکم دے رکھا ہے۔ کہ ان سے درگزر کرے۔ اور ان کو ان کی افتراء پردازی کے ساتھ چھوڑ دے۔ اور یہ مہلت دینا ان لوگوں کے لئے کچھ مفید نہیں ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ کافر گمان نہ کریں۔ کہ ہم نے جو انہیں مہلت دی ہے اور چھوڑ رکھا ہے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ ہم ان کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ ان کا گناہ اور بڑھے۔ اور جو کچھ وہ کرنے والے ہیں کر گزریں۔ اور جو کچھ ان کے اندر کفر و شرک و الحاد و نفاق و عناد ہے۔ سب ظاہر ہو جائے۔ اور مومن و منافق جدا جدا ہو جائیں" ؛

پس خدا کا کافرین۔ مشرکین۔ منافقین اور جھوٹے مدعیان نبوت و امامت کو مہلت دینا اور ان کا اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جانا ان کی حقانیت اور سچائی کی دلیل نہیں ہے۔ اگر خدا کا مہلت دینا اور ان کا کامیاب ہو جانا دلیل حقانیت و صداقت اور دلیل نبوت و امامت ہو۔ تو چاہیئے۔ کہ ابلیس لعین دنیا میں سب سے

بڑا و معاذ اللہ، پیغمبر مسیح زماں اور مہدی موجود ہو۔ کیونکہ خدا نے اس کو مہلت دی ہوئی ہے۔ اور وہ خداوند فاعل مختار وہ تمہارے مقابل اپنے مقصد میں ایسا کامیاب ہوا۔ کہ جو اس نے کہا تھا۔ کہ سوائے خدا کے بندگان مخلصین کے باقی سب کو بہکاؤں گا۔ اس کو سچ کر دکھایا۔ اور ایسا سچ کر دکھایا۔ کہ خدا خود تصدیق فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ سب نے اس کا اتباع کر لیا سوائے مومنین کی ایک جماعت کے۔ پس اس کا اپنے دعاوے اغواء و اضلال میں ایسا کامیاب ہونا اور اپنے پیرو اور مطیع پیدا کر لینا اس کے برحق ہادی۔ رہنما، مرشد اور مصلح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اور اسی طرح بہت سے جھوٹے دنیا میں اپنے خیال کے مطابق اپنے مقصد اغواء و اضلال اور مرید بنانے اور مال دنیا جمع کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ ان کے پیغمبر برحق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ خدا زبردستی گنہگاروں کو گناہ سے اور شیطانوں کو شیطنت سے اور گمراہ کنندگان کو گمراہی سے اور جھوٹوں کو کذب و افتراء سے نہیں روکتا۔ بلکہ اس نے ان کو اپنے افعال کا فاعل مختار بنایا ہے۔ ہر ایک کو راہ حق دکھا دی ہے۔ خواہ اس پر قائم رہے یا نہ رہے۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ہم نے اس کو (انسان کو) راہ دکھا دی ہے۔ خواہ اس پر شکر گزار رہے یا اس نعمت کا کفران کرے۔ ایک وقت خاص اور اجل معین تک ایسے تمام لوگوں کو مہلت دی ہوئی ہے۔ اگر وہ زبردستی کسی کو گناہ اور گمراہی وغیرہ سے روکتا۔ تو کسی مخلوق کی مجال نہ تھی۔ جو گناہ کرے۔ یا گمراہ ہو یا گمراہ کرے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے بہت سے باطل دین والے موجود ہیں۔ اور ہزاروں جھوٹے مدعیان دیانت گزر چکے ہیں۔ جن کے حالات سے تاریخ پُر ہے۔ کسی کو خدا نے نہ روکا۔ اور کسی کا ہاتھ نہ پکڑا۔ اور کسی کی گردن نہ ماری۔ یہ محض فریب دہی اور دھوکہ بازی اور عوام فریبی ہے۔ جہاں کو دام تزویر میں پھنسانے کے لئے یہ خدا پر افتراء پردازیاں کی جاتی ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ "اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جو خدا پر جھوٹ تراشے اور مسلمان کہلاتا ہو۔"

اگر خدا وعدہ عالم جھوٹوں۔ بدکاروں۔ گنہگاروں۔ فساق و فجار و مشرکین و کفاروں کو ان کی کرتوتوں کی بابت فوراً پکڑتا اور مواخذہ کرتا۔ تو آج روئے زمین پر ایک متنفس بھی باقی نہ ہوتا۔ لیکن اس نے مہلت دے رکھی ہے۔ اور ایک وقت خاص مقرر کیا ہوا ہے۔ کما قال عز و جل وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (نحل ع ۸) "اگر خدا لوگوں کے ظلم و نافرمانیوں کی گرفت کرتا اور ان کو پکڑتا۔ تو روئے زمین پر کسی جاندار کو باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ ایک وقت مقرر تک سب کو مہلت دیتا ہے پس جب وہ وقت آئے گا تو وہ ایک گھڑی آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے۔" نیز فرماتا ہے۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ

لَنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (کہف ع ۸) اگر خدا ان مکذبین و منکرین قرآن کو ان کی کرتوتوں کے عوض پکڑتا۔ تو فوراً عذاب نازل کر دیتا۔ مگر ان کے لئے تو ایک وعدہ گاہ اور ایک میعاد مقرر ہے۔ جس سے سوائے خدا کہیں پناہ نہ پائیں گے۔ اور اس سے بچ کر نہ جائیں گے۔" ان آیات صریحۃ الدلالات کو دیکھ کر کون مسلمان کہہ سکتا ہے۔ کہ خدا جھوٹے مدعی کو فوراً ہلاک کر دیتا ہے۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ یہ صریح جھوٹ اور خدا پر الزام اور قرآن پر افترا ہے۔ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ کیا تم قرآن کی بعض آیات پر ایمان رکھتے ہو۔ اور بعض پر نہیں رکھتے؟

بہر حال ان آیات کا ماحصل یہی ہے۔ کہ دنیا میں جھوٹے مدعیان الہام ہمیشہ رہے ہیں۔ اور ان کو ضرور الہام ہوتا ہے۔ مگر الہام شیطانی نہ وحی رحمانی۔ وہ مہبطِ ملائکہ نہیں ہیں۔ بلکہ مہبطِ شیاطین ہیں۔ اور لفظ "تنزل" جو صیغۂ مضارع ہے۔ دلالت کرتا ہے۔ تحدث و تجدد پر۔ یعنی کہ یہ سلسلہ ہمیشہ قائم ہے۔ شیاطین برابر اپنے اولیاء پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کو القاء کرتے ہیں۔ اور ایسے جھوٹے مدعیان وحی و الہام برابر موجود رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ منقطع نہیں ہو گیا۔ بنا بریں عدلِ الٰہی اور قانونِ قدرت اس کو مقتضی ہے۔ کہ اگر دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن پر شیاطین نازل ہو کر القاء کرتے اور وہ لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوتے ہیں۔ اور حق کو باطل سے مشتبہ کر دیتے ہیں۔ تو دنیا میں ان کے مقابل ہمیشہ کچھ ایسے نفوس رہیں۔ جو مورد وحی اور مہبطِ ملائکہ ہوں تاکہ وہ ابطال باطل و احقاق حق کریں۔ اور جھوٹے کے جھوٹ کو کھول سکیں۔ اور اپنی قوت روحانی باطنی سے مومنین کے دلوں کو ان کی گمراہی سے بچائیں۔ ورنہ انسان کفر پر مجبور یا کم سے کم معذور ہوں گے۔ اور حجت خدا قائم نہ ہو گی۔ پس ضروری اور لازمی ہے۔ کہ منزلِ شیاطین کی طرح ہمیشہ منزلِ ملائکہ موجود ہوں۔ اور کلامِ مجید سے یہی ثابت ہے۔ کہ فرماتا ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ (سورۃ قدر) یعنی نازل ہوتے ہیں ملائکہ اور روح باذن پروردگار ہر ایک امر کے ساتھ۔" نیز فرماتا ہے۔ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (نحل ع ۱) "خدا نازل کرتا ہے ملائکہ کو روح کے ساتھ جو اس کے عالم امر سے ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔" ان دونوں آیتوں میں صاف یہی ذکر ہے۔ کہ خدا اپنے برگزیدہ خاص بندوں پر ملائکہ نازل فرماتا ہے۔ اور وہ تمام امور کی ان کو خبر دے دیتے ہیں۔ اور ان تمام امور میں ان شیاطین کے القاءات اور ان کے وساوس بھی داخل ہیں۔ اور ان کے مکائد و حیل کا جو لوگوں کے گمراہ کرنے کے لئے کام میں لاتے ہیں۔ پس برگزیدگانِ خدا کو ان شیطانوں کی تمام شیطنت اور ان کے مکائد بھی سب معلوم رہتے ہیں۔ اور مومنین کاملین کے دلوں سے وہ ان کو دور کرتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ دونوں آیتوں میں "ینزل" اور "تنزل" بصیغۂ مضارع بیان کیا گیا ہے۔ اور خاصہ مضارع وہی تحدث و تجدد ہے۔ لہٰذا

ثابت ہے۔ کہ ہمیشہ یہ سلسلہ جاری رہا ہے اور رہتا ہے۔ اور ہمیشہ کچھ ایسے نفوس دنیا میں موجود رہتے ہیں۔ جن پر ملائکہ نازل ہوں۔ اور ان کو جمیع امور کی خدا کی طرف سے خبر دیں۔ اور ان مضلین کے مقابلہ میں ہادیان دین موجود رہیں اور مخلوق خدا پر حجت خدا قائم ہو۔ اور وہ نفوس جن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ صفت ان کی یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ مومنین کاملین ہیں۔ جو ہمیشہ صراط مستقیم الٰہی پر قائم و ثابت ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ اور یہ بھی ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اول صراط مستقیم پر قائم رہنے والے بلکہ عین صراط مستقیم اور اصل راہ مستقیم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کی نسبت خدا نے یہ سند دی ہے۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ تحقیق کہ تو مرسلین میں سے ہے اور ضرور صراط مستقیم پر ہے۔" اور بعد آنحضرت صراط مستقیم پر ثابت و قائم اور عہد خدا کو پورا کرنے والے اور کسی بات میں شیطان کی پیروی نہ کرنے والے جمیع نقائص و عیوب سے محفوظ اور معصوم مطلق وہ اوصیاء پیغمبر اور نفوس پیغمبری وارث علم محمدی مطہر بتطہیر الٰہی اہلبیت نبوت و رسالت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ہیں۔ پس وہی مہبط ملائکہ منزل وحی مورد الہام ربانی اور دلی امور اولے الامر ہیں۔ اور انہی پر ہمیشہ ملائکہ تمام امور الٰہی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دلیل سابق میں ہم مفصل ثابت کر چکے ہیں۔ **لہٰذا** نص آیات قرآنی و بدلائل عقلیہ و فطریہ اور بمقتضائے عدل الٰہی و قانون قدرت دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ منزل وحی اور مہبط ملائکہ اور مورد الہام ربانی کا وجود ضروری ہے۔ اور امت محمدی میں بعد محمد مصطفےٰ وہ نفوس جن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ مطہرین و معصومین اہلبیت نبوت و رسالت ائمہ عشر ہیں۔ جن میں سے گیارہ گزر چکے ہیں۔ پس بارھویں امام مہدی آخر الزمان بنص آیات قرآنی و بدلائل و براہین عقلی و فطری اس وقت زندہ و موجود ہیں۔ وَھُوَ الْمَطْلُوْب

تبصرہ ان آیات میں جن میں نزول ملائکہ کا ذکر ہے۔ ملائکہ کے ساتھ روح کا بھی ذکر ہے۔ شاید اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حامل وحی دراصل یہ روح ہے۔ اور یہی وہ روح قدس ہے۔ جو ائمہ و انبیاء سے مخصوص ہے۔ چنانچہ خدا تمام انبیاء کے باب میں فرماتا ہے۔ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ۔ اور اللہ نے اپنے پیغمبروں کی اپنی ایک روح خاص سے تائید کی ہے۔ پس یہی روح حامل وحی ہے۔ اور یہی بار نبوت و امامت برداشت کر سکتی ہے۔ جب تک نبی میں یہ روح خاص نہ ہو۔ اور اس روح سے اس کی تائید نہ کی جائے۔ وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک اور آیت میں خدا اس کی تصریح فرماتا ہے۔ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ خدا درجات کا بلند کرنے والا ہے۔ اور اپنے عالم امر سے ایک روح خاص اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس روح کے ذریعہ سے لوگوں کو روز قیامت سے ڈرائے۔" کما ھو ظاہر۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ نبی جو بشیر و نذیر

ہوا ہے۔ اسی روح خاص کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور یہی روح عام انسانوں اور نبی میں مابہ الامتیاز ہے۔ لیکن یہ روح ایک شے غیر مرئی ہے۔ اور ہر شخص اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور نہیں پہچان سکتا۔ کہ کس میں یہ روح خاص ہے۔ اس لئے کہ اس کے آثار سے پہچانا جاتا ہے کہ یہ روح موجود ہے۔ اور آثار علم اور تصرفاتِ علمیہ ہیں۔ چنانچہ چند مرتبہ ثابت کر چکے ہیں (اور کشف الاسرار میں مفصل لکھ دیا ہے) کہ ہر ایک نبی جس کی صفت یہ ہے۔ کہ وہ صاحب روح قدس ہوتا ہے۔ شکم مادر سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ ہرگز عام لوگوں کی طرح تحصیل علوم کا رواجی طور پر محتاج نہیں ہوتا۔ اور غیر خدا کسی سے کوئی علم حاصل نہیں کرتا۔ اس کے علم کا ذریعہ اور وسیلہ یہی روح ہوتی ہے۔ جس کا اثر وحی و الہام ہے۔ اور اس کو دوسروں کی تعلیم کی ہرگز احتیاج نہیں ہوتی۔ اور بہت موٹی بات ہے۔ کہ جب ایک شخص ایسا ہے۔ کہ خدا کی اس پر خاص عنایت ہے۔ اور اس کو خاص روح دی گئی ہے۔ اور اس کو وحی ہوتی ہے۔ اور خدا بذریعہ وحی و الہام علم تعلیم دیتا ہے۔ تو پھر کیونکر اس کو عام لوگوں کی تعلیم کا محتاج بنائے گا۔ **پس ایسا شخص ہرگز سچا مدعی الہام و وحی نہیں ہے** جو مثل دیگر انسانوں کے تعلیم رواجی کا محتاج اور دوسروں سے تعلیم پائی ہو۔ اور کسب و تحصیل سے علوم حاصل کئے ہوں۔ اور اس میں یہ روح خاص موجود نہ ہو۔ جو عام انسانوں میں نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ بعد اس روح کے وہ حامل وحی نہیں ہو سکتا۔ وحی اس روح خاص کا خاصہ ہے۔ جملہ انبیاء علیہم محض معلّم بتعلیم الٰہی ہوتے تھے اور کسی سے کوئی چیز حاصل نہ کرتے تھے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر تا حضرت خاتمؐ تمام انبیاءؑ کے حالات سے معلوم ہے۔ کہ علم ان کے وجود کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور یہ سب صرف خدا ہی کے پڑھائے ہوئے ہوتے تھے اور وقتِ ولادت سے ہی تصرفات اور آثار روح قدس ان سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور ان سے ایسی باتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ جو عام لوگوں سے نہیں ہو سکتیں۔ اور ان کی طاقت سے باہر ہیں۔ منجملہ ان کے یہ کہ پیدا ہوتے ہی آثار توحید ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت آدمؑ میں روح پھونکے جاتے ہی انہوں نے حمد خدا ادا کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کلمۂ توحید پڑھا۔ حضرت موسےؑ نے توحید کا اظہار کیا۔ حضرت عیسےؑ نے یہودیوں کے اعتراض پر ”اِنِّی عَبۡدُ اللّٰہِ ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا الخ ۔“ (میں بندۂ خدا ہوں۔ خدا نے مجھے کتاب (علم وجودی) دی ہے۔ اور مجھے نبی بنایا ہے) فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت پیدا ہوئے ”شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ“ فرمایا۔ اور اسی طرح ان کے بعد ان کے اوصیاء صاحبان وحی و مہبط ملائکہ سے آثار توحید و آثار روح قدس۔ چنانچہ جس وقت جناب امیر المؤمنینؑ پیدا ہوئے۔ تو کلمۂ توحید ادا کیا۔ اور رسولِ خداؐ کو سلام کیا۔ اور سورۂ مومنون کو ”ھُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ“ تک پڑھا۔ جیسا کہ کتب تواریخ شاہد ہیں (ملاحظہ ہو مطالب السؤل۔ در شفعۃ الصادی۔ ینابیع المودۃ۔ کفایۃ الاثر) اسی طرح ان کے بعد تمام اوصیاءؑ

سے ایسے ہی آثار توحید ظاہر ہوئے۔ اور وقتِ ولادت اوّل کلمۂ توحید پڑھنا خاصۂ نبوت و امامت ہے۔
اور اس سے پہچانا جاتا ہے۔ کہ یہ بچہ کوئی نبیؑ یا امامؑ ہے۔ اور یہ اسی روح قدس مبارک کا خاصہ ہے چنانچہ
تواریخ سے ثابت ہے۔ کہ جس وقت امام آخر الزمانؑ م ح م د بن الحسن علیہما السلام پیدا ہوئے۔ تو سر
آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور ہاتھ زمین پر ٹیک کر فرمایا شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُو
الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ پس نبیؑ یا امام روزِ ولادت ہی سے نبی یا امام ہوتا ہے۔
اور اسی وقت سے ایسے معجزات اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے کہ امام صاحب روح قدس۔
مورد وحی و الہام مہبط ملائکہ ہوتا ہے۔ اور جملہ امور عالم من جانب اللہ اس کے پاس نازل ہوتے ہیں۔
وہ جو خبر دیتا اور پیشگوئی کرتا ہے۔ سب سچ ہوتی ہیں۔ ہرگز کوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ جو کچھ بیان کرتا ہے۔
من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اور اس کے قول و فعل میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ جیسا وہ کہتا ہے ویسا ہی کرتا ہے
وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا خدا سے زیادہ کون سچی بات کہنے والا اور بتلانے والا ہے۔ سچے نبی یا امام کی
پیشگوئی کبھی کوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ لیکن جھوٹے نبی جو ہوتے ہیں۔ ان کی بعض پیشگوئیاں تو سچی ہو جاتی ہیں۔ مگر اکثر
جھوٹی ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کی وحی وحی شیطانی ہوتی ہے۔ ان کو الہام ہوتا ہے۔ مگر شیطان کی طرف سے۔ ان کو
القاء کیا جاتا ہے مگر شیاطین کی جانب سے۔ کہ اَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ اور وہ زیادہ تر جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ اسی
واسطے یہ مکار اور جھوٹے مدعی نبوت و امامت۔ مہدویت و مسیحیت جب دیکھتے ہیں۔ کہ ان کی خبریں اور پیشگوئیاں
صریح اس طریقے سے خلاف واقع ہوئیں۔ اور دروغ نکلیں۔ کہ سب نے محسوس کر لیا۔ اور اب ان کے جھوٹ
کی قلعی کھل جائے گی۔ تو وہ اپنی جھوٹی اور اپنے اختراعات و افترارات کو ثابت کرنے کے لئے انبیاءؑ
برحق پر بھی الزام لگانے لگتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ انبیاء بھی ایسی غلطیاں کر جاتے ہیں۔ اور ان کی بھی بعض پیشگوئیاں
غلط نکلی ہیں۔ یا یہ کہ العیاذ باللہ جناب رسول خداؐ کی بھی ساری پیشگوئیاں سچی نہیں ہوئیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ
پناہ بخدا ان کو خدا پر جھوٹ بولنے میں خوف ہوتا ہے نہ پیغمبر خدا پر افترا کرنے۔ ان کو عیب لگانے اور جھٹلانے
میں یہ بھی ان کے جھوٹے ہونے کی ایک اور بیّن دلیل ہے۔ جو شخص انبیاء کی نسبت اور آنحضرتؐ پر معاذ اللہ
الزام دروغ گوئی کا لگاتا ہے۔ وہ یقیناً منکرِ قرآن و مکذبِ پیغمبر و دشمن خدا و رسول خدا ہے۔ اور مفتری کذاب ہے۔
کتب تواریخ کو دیکھو۔ کہ انبیاءؑ پر ایسے الزام لگانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے کوئی جھوٹا ادعا کیا ہے۔
ورنہ تمام ملل و مذاہب کے علماء قائل ہیں۔ کہ برگزیدگانِ خدا۔ انبیاء اللہ یا اوتارِ خدا کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ یا ان کی
کوئی پیشگوئی خلاف واقع نہیں نکلتی۔ کوئی مذہبی آدمی یہ نہیں کہے گا۔ کہ فرستادۂ خدا کی بعض باتیں سچی ہوتی ہیں۔
اور بعض جھوٹی۔ یہ کاذبین و مکذبین ہی کا قول ہے۔ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْكَاذِبِيْنَ پھر کیف النبی

"ولو کان صبیا" نبی نبی ہی ہے اگرچہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ نبی ہی خلق کیا جاتا ہے۔ نبوت ہی پر مفطور ہوتا ہے۔ اور اسی طرح امام۔ وہ ہرگز محتاج تعلیم غیر نہیں ہوتا۔ ہرگز کسی امر میں جھوٹ نہیں بولتا۔ کوئی پیشگوئی اس کی خلاف نہیں ہوتی۔ پس وہ مدعی کاذب مہدویت وعیسویت جس کی بہت سی باتیں بہت سی پیشگوئیاں صریح خلاف واقع ظاہر ہو چکی ہوں۔ جس سے تمام باخبر لوگ واقف ہیں۔ وہ کبھی سچا ملہم نہیں ہو سکتا۔ اس زمانے میں امام برحق۔ پیشوائے دین۔ مورد وحی والہام الٰہی۔ مہبط ملائکہ ان کاذبین کے مقابلہ میں حضرت الحجۃ ابن الحسنؑ العسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابی طالب علیہم السلام ہیں اور وجود منزل وحی۔ مہبط ملائکہ بمقابل منزل شیاطین مورد وحی شیطانی ضروری ولازمی ہے۔

سولھویں دلیل

اہل بصیرت خصوصاً علماء وعرفاء وحکماء سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ خداوند عالم واجب الوجود۔ خیر مطلق۔ مجرد محض۔ بسیط بحت۔ قدیم ازلی وابدی۔ نور الانوار۔ مدبر السماوات والارضین کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے۔ کہ تدبیر وتصرف عالم زمانی جسمانی ظلمانی مادی میں خود بلا واسطہ بنفس نفیس مباشر ومرتکب ہو۔ بلکہ حکماء مشائیین محققین کے نزدیک ارتباط حادث زمانی بقدیم بلا واسطہ محال ہے۔ اس لئے اس کے مدبر الامور ملائکہ وغیرہ ہیں۔ اور جملہ اسماء حسنے خالق ورازق وعلیم وحکیم وباسط وحفیظ وغیرہا کے لئے مظاہر وجود یہ ہیں: "وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا" "اُدْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى" خدا کو پکارو یا رحمان کو پکارو۔ کسی نام کو لو۔ سب اللہ کے اسماء حسنے ہیں۔ وہی اللہ ہے وہی رحمان ہے۔ وہی رحیم ہے۔ وہی خالق ہے وہی رازق ہے۔ وہی علیم ہے وہی حکیم ہے۔ وہی قابض ہے وہی باسط ہے۔ وہی حافظ وحفیظ اور وہی قادر مختار قدیر ہے۔ ذات بسیط بحت رب العالمین جامع جمیع صفات کمالیہ خالقیت ورازقیت وباسطیت وقابضیت وقادریت وغیرہا ہے۔ اور اللہ جامع ان تمام کو۔ اور اسم وصفی خالقیت سے خالق۔ رازقیت سے رازق۔ عالمیت سے عالم۔ قادریت سے قادر اخذ کیا جاتا ہے۔ اور ان تمام اسماء کے مظاہر ہیں۔ کہ ایک صفت خاص کا ظہور اس عالم امکان زمانی میں بحکم وباذن رب العالمین اس کے مظہر سے ہوتا ہے۔ پس خدا مثلاً الخالق۔ الرازق۔ العالم۔ القادر۔ الحکیم۔ الحفیظ۔ الباسط۔ القابض ہے۔ اور مظاہر جدا جدا۔ مثلاً مظہر القابض حضرت عزرائیلؑ ملک الموت ہیں فعل قبض ارواح ملک الموت سے ظاہر وصادر ہوتا ہے۔ اور وہ بحکم القابض بالذات ارواح ونفوس کو قبض کرتا ہے۔ مظہر اسم الباسط حضرت میکائیلؑ ہیں۔ اور فعل بسط ارزاق ان سے صادر ہوتا ہے۔ اور جو کچھ مبدء فیاض سے صادر ہوتا ہے۔ حضرت میکائیلؑ کے واسطے سے مخلوق کو پہنچتا ہے مظہر اسم العلیم حضرت اسرافیل ہیں اور ظہور علم ان کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ مظہر اسم الحفیظ حضرت جبرئیلؑ ہیں۔ اور وہ حافظ اسرار الٰہی اور

حامل رہی ہیں۔ اسی طرح دیگر ملائکہ مقدسہ وعقول مجردہ ونفوس طاہرہ مطہرہ مظاہر اسماء حسنیٰ ہیں۔ اور انہی کو خدا مدبر الامور
فرماتا ہے۔ والمدبرات امراً یعنی قسم ہے ان نفوس کی جو مدبر امور ہیں لیکن چونکہ یہ مظاہر اسماء اللہ بحکم خدا و
باذن خدا و بحیثیت خدا تدبیر و تصرف کرتے ہیں۔ اور عالم رزق و خلق و علم وغیرہا پر من جانب اللہ موکل ہیں۔ ان کا فعل
خدا کا فعل ہے۔ اور اسی واسطے فعل قبض روح کو کبھی اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔ اور کبھی اپنے ملک موکل کی طرف
جو مدبر ہے۔ اور کبھی اولیاء امور کی طرف جن کے ماتحت مدبرات الامور ہیں۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا
یعنی وقت خدا نفوس کو قبض کرتا ہے۔ يَتَوَفّٰىكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ تم کو قبض کرتا ہے وہ فرشتہ جو
تمہارے اوپر موکل کیا گیا ہے۔ اس مثال سے بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ القابض فی الحقیقت خدا ہے۔ اور
ظہور فعل قبض مظہر القابض ملک الموت سے ہوتا ہے۔ وہ بحکم خدا روحوں کو قبض کرتا ہے۔ اور اسی طرح خدا جس کو
بھی علم و قدرت دے دے۔ وہ اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔
جناب سر اللہ فی العالمین علیہ السلام۔ جب سائل نے انہی آیات کی بابت سوال کیا۔ تو آپ نے
جواب میں فرمایا۔ ان اللہ اجل واعظم من ان یتولی ذلک بنفسہ فعل رسلہ و فعل ملائکتہ
فعلہ لانہم بامرہ یعملون یعنی خداوند عالم اس سے بزرگ و برتر ہے۔ کہ وہ فعل قبض روح کا بنفس نفیس
خود مباشر و مرتکب و متولی ہو۔ اور اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں کا کام خدا ہی کا کام ہے۔ کیوں کہ وہ
اس کے حکم ہی پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس سے تخلی و تجاوز نہیں کرتے۔ فاصطفی من الملائکۃ رسلا و سفرۃ
بینہ و بین خلقہ وھم الذین قال اللہ فیہم یصطفی من الملئکۃ رسلا ومن الناس یعنی اللہ نے
اپنے ملائکہ میں سے کچھ قاصد اور سفیر اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان مقرر کئے ہیں۔ اور اس کام کے لئے چن لئے
ہیں۔ اور انہی کی شان میں خدا فرماتا ہے۔ کہ اللہ منتخب کرتا اور چن لیتا ہے کچھ قاصد و سفیر فرشتوں اور انسانوں
میں سے۔ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الطَّاعَةِ تَوَلَّتْ قَبْضَ رُوْحِهٖ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ
الْمَعْصِيَةِ تَوَلَّتْ قَبْضَ رُوْحِهٖ مَلَائِكَةُ النَّقِمَةِ وَلِمَلَكِ الْمَوْتِ اَعْوَانٌ مِنْ مَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ
وَالنَّقِمَةِ" پس جو اہل طاعت میں سے ہوتا ہے۔ اس کے قبض روح کے متولی و کارکن ملائکہ رحمت ہوتے ہیں۔
اور جو گنہگار ہو۔ اس کی روح کے قبض کرنے والے عذاب کے فرشتے ہیں۔ اور ملک الموت کے بہت سے مددگار
رحمت و عذاب کے فرشتے ہیں۔" وفعلہم فعلہ وکل ما یاتونہ منسوب الیہ فاذا کان فعلہم فعل
ملک الموت ففعل ملک الموت فعل اللہ لانہ یتوفی الانفس علی ید من یشاء و یعطی و یمنع و یثیب
ویعاقب علی ید من یشاء وان فعل امنائہ فعلہ کما قال ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ اور ان فرشتوں کا
فعل ملک الموت کا فعل ہے۔ اور جب ان کا فعل ملک الموت کا فعل ہے۔ تو ملک الموت کا فعل خدا کا فعل ہے۔

اس لئے کہ وہ روح قبض کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ پر وہ چاہے۔ اور دیتا ہے اور روکتا ہے۔ اور ثواب پہنچاتا ہے۔ اور عذاب کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ سے چاہتا ہے۔ اور اس کے ایلچیوں کا فعل اسی کا کام ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ کہ وہ نہیں چاہتے اور نہیں ارادہ کرتے۔ تا اینکہ خدا چاہے۔ وہ تابع مشیت خدا ہوتے ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے ؛

ایضاً قال علیہ السلام۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یُدَبِّرُ الْاُمُوْرَ کَیْفَ یَشَآءُ وَیُوَکِّلُ مِنْ خَلْقِہٖ مَنْ یَّشَآءُ بِمَا یَشَآءُ۔ اللہ تعالٰے تدبیر امور کرتا ہے اور ان کو انجام دیتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ اور مقرر و مؤکل کرتا ہے اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے اور جس کام پر چاہے۔ لیکن ملک الموت۔ پس اس کو مؤکل کرتا ہے اپنے مخصوصین میں سے جس پر چاہتا ہے۔ اور دوسروں پر بعض قاصدین ملائکہ کو مؤکل کرتا ہے۔ اور ان ملائکہ کو جن کا قرآن کی ان آیات میں ذکر کیا ہے۔ ان کو مؤکل کرتا ہے ان لوگوں پر جن پر کہ چاہتا ہے تبارک و تعالیٰ یُدَبِّرُ الامور کَیْفَ یَشَآءُ اللہ تعالٰے بزرگ و برتر ہے۔ وہ جس طرح سے بھی چاہتا ہے۔ عالم میں تصرف اور اس کا انتظام کرتا ہے۔ فھو فعال لما یرید لا یُسْئَل عما یفعل وھم یسئلون۔ وہ فعال مایرید ہے وہ کچھ کرے۔ اس سے پوچھا نہیں جا سکتا۔ اور انسان مسئول ہیں۔ ولیس کل العلم یستطیع صاحب العلم ان یفسرہ لکل الناس یہ ممکن نہیں۔ کہ صاحب علم ہر ایک بات ہر شخص کو سمجھا سکے۔ اور اس کی تفسیر کر سکے۔ کیونکہ بعض لوگ قوی الایمان اور قوی الادراک ہوتے ہیں۔ اور بعض ضعیف الایمان و ضعیف الادراک۔ بعض متحمل ہو سکتے ہیں بعض نہیں ہو سکتے۔ ویکفیک ان تعلمان اللہ ھو المحیی والممیت انہ یتوفی الانفس علی ید من یشآء من خلقہ من ملائکتہ وغیرھم اے سائل تیرے لئے یہی کافی ہے۔ کہ یہ جان لے۔ کہ خدا مارنے اور جلانے والا ہے اپنی مخلوق و ملائکہ وغیرہ میں سے جس کے ہاتھ پر چاہے۔ اور جس ذریعہ و واسطہ سے چاہے۔ انتہی کلامہ ؛

بہرحال تدبیر و تصرف قبض ارواح کے اعتبار سے القابض کہلاتا ہے۔ اور تدبیر بسط کے لحاظ سے الباسط وغیر ذالک۔ اور ولایت مطلقہ اسی کی ہے۔ اور ولایت، و تصرف مطلق و کلی کے لحاظ سے۔ الولی کہلاتا ہے۔ فاللہ ھو الولی والی و متولی جملہ امور متصرف مطلق۔ مدبر کل اللہ ہی ہے۔ نہ اور کوئی۔ پس الولی بحیثیت تصرف جامع ہے الباسط۔ القابض۔ العلیم الحکیم۔ الرازق۔ الخالق وغیرہا کو۔ اور یہ تمام اس کے تحت میں ہیں۔ اور جس طرح تمام اسماء حسنے کے فرداً فرداً مظاہر ہیں۔ اسی طرح اس اسم الولی کا بھی ایک مظہر وجودی ہے۔ اور وہ جامع و حاوی ہے جملہ اسماء ماتحت اور فوق جملہ مظاہر اسماء ہے۔ اور ایسا مظہر جو فوق جمیع مظاہر ہو وہی ہو سکتا ہے۔ جو جملہ مخلوقات سے اقوی و اکمل و اعلےٰ و اشرف و افضل ہو۔ اس کی قدرت و علم

فوق قوت وعلم جبرائیلؑ ومیکائیلؑ واسرافیلؑ وعزرائیلؑ ہو۔ اور ایسا وجود اوّل مخلوق ومصنوع ہی ہو سکتا ہے۔ اور فلاسفوں کا اتفاق ہے۔ کہ اوّل مخلوق سب سے قوی تر ہوتا ہے۔ کیونکہ صانع مصنوع اوّل میں کمال صنعت کو کام میں لاتا ہے۔ تاکہ کمال مصنوع دلیل کمال صانع ہو اور آیات قرآنی واحادیث نبویؐ سے بھی ثابت ہے۔ کہ اوّل مصنوع ومخلوق وجودِ محمدی ہے۔ اور یہ بھی خداوند عالم یہاں فرماتا ہے۔ کہ ولی متصرف اور مظہر اسم الولی وہ ہی ہو سکتا ہے۔ جو مخلوقات سے پہلے ہو۔ اور ان پر تقدم رکھتا ہو فقال عزوجل افتتخذونه وذريته اولياء من دونی وھو لکم عدو بئس للظالمين بدلا ما اشهدتهم خلق السموات والارض ولا خلق انفسهم وما كنت متخذ المضلين عضدا (کہف ع) کیا مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو ولی بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ بہت برا عوض ظالمین نے اختیار کیا ہے۔ میں نے شیاطین اور اس کی ذریت کو نہ خلقتِ زمین وآسمان کے وقت حاضر کیا۔ اور نہ خود ان کی خلقتِ نفسانی کے وقت۔ اور میں گمراہ کنندگان کو قوتِ بازو نہیں بنا سکتا۔" اس آیت کا مفہوم یہی ہے۔ کہ ولی وہ ہو سکتا ہے۔ جو خلقتِ زمین وآسمان اور اپنی خلقتِ نفسانی وجسمانی کے وقت بوجود روحانی نورانی حاضر وموجود ہو۔ اور یہ خلقت اس کے سامنے ہوئی ہو۔ اور اس کا وجود سب سے مقدم ہو۔ اور آیات شاہد ہیں۔ کہ خدا کے سوا بھی اولیاء ہیں۔ پس وہ وہی ہوں گے جن کی یہ صفت ہے۔ اور یہی مصداق ہیں اس آیہ مجیدہ کا اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ" مائدہ رکوع ۹۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو مومنین ہیں۔ اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ درآنحالیکہ وہ راکعین ہیں۔ پس بلاشک وشبہ اوّل ولی کل ومتصرفِ مطلق بالذات خدا ہے۔ اور ولی دوم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم، جو اوّل مخلوق اور مظہر الولی ہیں۔ اور تیسرے درجہ میں اولیاء اللہ اور بھی ہیں۔ اور وہ وہی ہو سکتے ہیں۔ جو ان صفات ولایتِ مطلقہ میں شریک نبی ومثل نبی ونفس نبیؐ ہوں۔ اور تمام مخلوقات پر تقدم رکھتے ہوں۔ اور یہ صفات نہیں پائی جاتیں مگر انہی نفوس قدسیہ میں جو نور نبیؐ ونفس نبی ہیں۔ یعنی اہلبیت نبوت ورسالت وعترت ختمی مرتبت جن کے فرد اوّل علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اور اس پر اکثر مفسرین کا اتفاق ہے۔ کہ یہ آیتِ ولایت انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا یہی ولی امور ہے۔ اور اس کے ماتحت ملائکہ مدبر الامور ہیں۔ اور ہر حکم جو مبدء فیاض سے صادر ہوتا ہے وہ مظہر کل ہادی السبل مدینہ علم الٰہی مخزن اسرار خدائی جناب خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الکل نے الکل پر نازل ہوتا ہے۔ اور ان سے ان کے اوصیاء کو پہنچتا ہے۔ اور ان معادن علوم سے مدبر الامور کو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل واسطہ مطلق بین الخالق والمخلوق ہیں ونعم ما قیل فیہ:۔

ہرچہ موجود است از بالا و پست
ہوشیار است او و یا از عشق مست

از سماوات علا و لوح و عرش
وز ثریا و ثرے و دشت و فرش

از وجودِ احمدی موجود شد
جملہ از آں فیضِ صاحب جود شد

علتِ غائی موجوداتِ کل
او بود بر جملہ ہادی سبل

گر نہ بود او ہیچ موجودے نبود
مستند لولاک لبشنو از شہود

نورِ او تنویر ہر موجود کرد
مجتمع باشد وجود یا کہ فرد

پس عیاں نزد وے اسرارِ نہاں
سربسر از ایں جہان و آں جہاں

مختفی از وے نباشد ہیچ چیز
خواہ پستے باشد او یا کہ عزیز

جملہ کلیات و مفہوماتِ کل
نز او مشہود حتّےٰ برگ گل

نیست در آفاق و انفس سربسر
ذرہ کو ناید او را در نظر

زانکہ ہرچیزیکہ آید در وجود
از وے بر روئے او زیں در کشود

ورنہ کے موجود میشد از عدم
کے زدے بر صفحۂ امکاں قدم

پس ہمہ موجود اعلان و نہاں
از وجود اوست موجود و نہاں

ہست عزرائیلؑ و شیطاں سربسر
از ہمہ اجزائے عالم باخبر

ثلثہ[1] ملک کہ حاصل شدہ عالمند
خلق و رزق و موت را مستکملند

تا نباشند عالم و دانائے راز
کے تواند شد بہر جا کارساز

چوں نباشد احمدؐ آں بینائے کل
رہنمائے مطلق ہر دو سبل

او کتاب ناطق است و جبرئیلؑ
گفت احصیناہ از ربِ جلیل

ہم کتاب و ہم امامؑ است و مبیں
رطب و یابس مختفی از وئے مبیں

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا از احمدؐ شنو
تا شود روشن دلت چوں ماہِ نو

لوح محفوظ است و اثبات است و محو
سینہ و قلبش زوئے محو است سہو

ہرچہ موجود است اعلان و نہاں
از ہمہ مخلوق ایں ہر دو جہاں

جملہ در آئینۂ ذاتش ظہور
وار وے چوں عکس ماہ اندر بلور

ہرچہ شد موجود از کتم عدم
یا بامر حق با مکاں زد قدم

[1] میکائیلؑ و اسرافیلؑ و عزرائیلؑ ۔

بشود کنون احمد در وجود — از فیوضات خداوند ودود

وحی قرآن جملہ حق بے واسطہ — در دل احمد نمود از رابطہ

واسطہ مخلوق و خالق احمد است — ربط خیر از او اصم و مرید است

جزو از اجزاء بودے جبرئیلؑ — جزو بر کل کے تواند شد دلیل

جبرئیلؑ این آخرین چاکر بود — کے باعلام الہدے ماہر بود

لوح قلب احمد است وہیں قلم — عقل دے کا وزد بہر ہستی قدم

باطن احمد ہماں قرآن بود — راہنمائے راہ انس و جان بود

احمد از یک پردہ بکشاید ز دل — تا ابد جبرئیلؑ ماند پا بگل

ظاہر آرد باطن از اسرار او — مستنیر عالم کند ز انوار او

خادم آرد آرد معشوقے پیام — نخود عاشق باید آید در قیام

می نداند رمز عشق و عاشقی — دعوے عشق او کند گردد شقی

پس نہ جبرئیلؑ این ہمہ راز آورد — راز نبود گفتہ تا باز آورد

پردہ ہائے دل چہ پر بودے زراز — راز ہا از پردۂ او راست باز

ہین شدید القوۃ گر جبرئیلؑ بود — می ندید از اخذ اسرافیلؑ سود

زانکہ این بودے اشد القوۃ زر — وحی باید آورد ہین این نہ او

پس شدید القوۃ تعلیمش نمود — او نبد جبرئیلؑ بل قیوم بود

دبعض احادیث درروایات بحث اہل البیتؑ میں دیکھنی چاہئیں۔ اور تفصیل ہماری کتاب کشف الاسرار خصوصاً مقدمۂ کتاب اور خاتمہ میں ہے۔

واقعاً اگر مقام ولایت مطلقہ ومظہریت مطلقہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کے لئے ثابت نہ ہو۔ تو وہ ہرگز رحمۃ للعالمین کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ اور نبی مطلق نہیں کہلا سکتے۔ اور نہ ہی آپ وافی ہدایہ جملہ عوالم وکل ماسوے اللہ پر خدا کے بشیر ونذیر متصرف نہیں ہو سکتے۔ کَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا بزرگ وبرتر ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے سے تمام عوالم پر نذیر ہو۔

اسی اولویت وولایت مطلقہ کی طرف اشارہ ہے اس آیہ مجیدہ میں۔ اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ نبی مومنین کے نفوس پر خود ان سے زیادہ متصرف ہے۔ اور اسی اولویت اور ولایت

مطلقہ کا روزِ غدیر بجملہ حاضرین سے "اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ" کے الفاظ میں اقرار لیا تھا۔ اور سب نے "بلٰی" (ہاں کیوں نہیں) کہا تھا۔ اور اسی اولویت و ولایت کا اعلان حضرت علیؑ کے لئے کیا تھا۔ اور فرمایا تھا "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ" الخ جس کا میں مولےٰ ہوں۔ اس کا یہ علیؑ بھی مولےٰ والٰے بالتصرف و ولی مطلق ہے بعد آنحضرتؐ وصی برحق حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ولی مطلق ہے۔ مگر اطلاقات میں لفظ رسول مخصوص ہے آنحضرتؐ سے اور ولی مخصوص ہے حضرت ولایت مآبؑ سے۔ کیونکہ نبوت مقام حجاب ناموس اکبر ہے۔ اور ولایت مقام ظہور۔ اور علیؑ باب علم نبویؐ و ظہور کمالات نبویؐ ہے۔ یہی ولایت دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے لئے ثابت ہے۔ جو نفس پیغمبرؐ و نور محمدی ہیں۔ اور اس سے متحد ہیں۔ اسی واسطے آیۂ ولایت میں الفاظ بصیغہ جمع آتے ہیں نہ بصیغہ واحد۔ مثل "الذین۔ آمنوا۔ الذین۔ یقیمون۔ یؤتون۔ راکعون" اور یہ تمام جماعت راکعین ہے اور زکوٰۃ ادا کنندہ۔ کہ جو کچھ خدا سے پہنچتا ہے بوجہ واسطہ فیضان ہونے کے مخلوق کو پہنچا دیتے ہیں۔ اور زکوٰۃ خاص یعنی حضرت علیؑ سے حالتِ رکوع نماز میں انگشتری کا عطیہ۔ یہ بغرض تشخیص و تمیز ہے۔ تاکہ خدا لوگوں کو بتلا دے۔ کہ وہ راکعین جو واسطہ فیضان اور اولیاء امر ہیں۔ وہ یہ نفوس ہیں۔ جن کا ایک فرد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ ورنہ دراصل یہ رکوع بھی عام ہے اور یہ زکوٰۃ بھی عام۔ اور نہ رکوع سے حقیقی مراد رکوع نماز نہیں ہے (چنانچہ کشف الاسرار میں مفصل لکھا جا چکا ہے) بلکہ چونکہ نماز کے حالات سہ گانہ۔ قیام۔ رکوع۔ سجود میں رکوع حالتِ وسطی کا نام ہے۔ کہ نہ استقامت ذاتی ہے نہ فنا مطلق۔ اس لئے ان راکعین سے انہی وسائط فیضان الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ جو دو حالتیں رکھتے ہیں۔ ایک حالت ذاتی جسمانی۔ دوسری حالتِ روحانی ولایتی۔ بحیثیت روحانی و جنبۂ نورانی خدا سے لیتے ہیں۔ اور جنبۂ جسمانی سے مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ لہذا جملہ اولیاء امر اس صفت میں مشترک ہیں۔ اور یہی وہ راکعین مطلق ہیں۔ جن کی صفت "اَلرُّکَّعِ السُّجُوْدِ" ہے۔ اور جن مطہرین بتطہیر الٰہی کے لئے حضرت خلیل اللہؑ کو تطہیر خانہ کعبہ کا حکم ہوا تھا (ملاحظہ ہو بحث اہل البیتؑ) یہ ولایت جس طرح آنحضرتؐ کے لئے ثابت ہے۔ اسی طرح ان کے اوصیاءؑ و ائمۂ اہل بیتؑ کے لئے ثابت ہے۔ ؎

چوں علیؑ کا و ہم ز نور او بود ہر چہ دریں یافتہ شد زد بود
ایں دو یک نور اند چوں خورشید و ماہ نور بخشندے بہ اسفید و سیاہ
انما با ولی اللہ بیں تا بہ بینی اولویت را مبیں
اولویت در ہمہ خلق و امور باشد اوّل با خداوندِ غفور
بعد ازو با احمدؐ آنگہ با علیؑ مالکِ ملک ولایت را ولی
ایں علیؑ عام است در اثنا عشر ایں ولایت در ہمہ بیں منتشر

ایں علیؑ روئے خدا دستِ حق است گرچہ حق ز اعضاء مطلق مطلق است

بہرکیف یہاں سے بخوبی ثابت ہوگیا۔ کہ ولی تین ہیں۔ اوّل ولی مطلق وولی بالذات مالک الملک واحکم الحاکمین خداوند رب العالمین مدبر السمٰوات والارضین ہے۔ بعدازاں ولی مطلق ومظہر اولی پیغمبر خدا، رحمۃ للعالمین۔ اور بعدازاں اولیاء امور اجزاء نوریہ محمدیہ ائمہ اثنا عشر اہلبیت طیبین طاہرین۔ کیونکہ اس ولایت کی شرط تقدس نفس اور وجود ہے۔ اور یہ کہ جملہ مخلوقات سے اقرب واکمل واشرف واعلیٰ وافضل ہونا۔ اور یہ صفت جس طرح آنحضرتؐ کے لئے ثابت ہے۔ اس کے اجزاء نوریہ اور اس کی ذریت کے سب اوصیاؑ و ائمہؑ کے لئے بھی ثابت ہے۔ اور ولایت مطلقہ کے لئے نص آیات رہی مخصوص ہیں۔ اور چونکہ الولی خدا کا نام ہے۔ اور یہ ایسا اسم ہے۔ جو خدا کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ بخلاف نبی۔ رسول اور امام کے۔ کہ خدا کو ان اسماء سے نہیں پکار سکتے۔ اور خدا ہمیشہ سے اس صفت سے متصف اور اس اسم سے موسوم ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ کبھی ولایت مطلقہ الٰہی منقطع نہیں۔ لہٰذا اس کا مظہر بھی ہمیشہ موجود رہے گا۔ اور کوئی زمانہ ولی خدا سے خالی نہیں ہو سکتا۔

اور چونکہ ولی اور مالک امور اور متصرف تین ہیں۔ خدا۔ رسولؐ اور اس کے اوصیاؑ۔ اس لئے اطاعت بھی انہی تین کی واجب کی گئی ہے۔ خدا۔ رسولؐ اور اولے الامرؑ۔ ملاحظہ ہو آیۂ اولے الامر اور معنی اولے الامر۔ اور اولیاء امور اور ولی الامر اور صاحب الامر ایک ہی ہے۔ جو مصداق اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ میں ولایت مطلقہ ثالثہ کا ہے۔ وہی اطاعت مطلقہ میں اولے الامر کا ہے۔ پس عقل ونقل ونص آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہوا۔ کہ ولی اللہ کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے۔ جب تک کہ خدا ہے۔ اور اس عالم میں متصرف ہے۔ ولی خدا اور مظہر ولایت بھی ضرور موجود ہے۔ جب تک کہ خدا اس عالم زمانی کا مدبر ومتصرف ہے۔ ولی زماں بھی ضرور متصرف ومدبر ومالک ملک ولایت ہے۔ اور چونکہ یہ ولایت مطلقہ بعد پیغمبرؐ مخصوص ہے اوصیاء پیغمبرؐ اور ائمہ اہل بیتؑ سے۔ اور ائمہ اہل بیتؑ میں امامت ختم ہے مہدی آخرالزمان علیہ السلام پر۔ پس وجود مہدی آخرالزمان ولی دوراں برحقؑ مسلم ہے۔ اور اس ولی زماں کے وجود سے انکار کرنا خود ولایتِ الٰہی اور خدا کی خدائی سے انکار کرنا ہے۔

نتیجۃ المدعی وجود ولی زماں ضروری ہے۔ دنیا اس سے ہرگز خالی نہیں ہو سکتی اور وہ مہدی آخرالزمان حضرت حجت ابن الحسن العسکریؑ ہیں۔ جب تک کہ جبرئیلؑ ومیکائیلؑ واسرافیلؑ صفحۂ عالم پر جلوہ گر ہیں ولی زمانؑ بھی موجود ہے۔

ستر ہویں دلیل

مسئلۂ اہل اسلام بلکہ جمیع ملل ومذاہب آسمانی یہ ہے۔ کہ خالق وصانع عالم علیم وسمیع وبصیر ہر ایک بات کا جاننے والا اور ہر ایک شے کو دیکھنے والا۔ اور ہر ایک آواز کو سننے والا ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔ اور ان تمام صفات علم وسماعت وبصارت اور حاضریت و

ناظریت کو جامع لفظ شہید ہے چنانچہ اکثر مقام پر خداوند عالم اپنی ذات پاک کو اس سے متصف فرماتا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ۔ "تحقیق کہ اللہ ہر ایک شے پر شہید ہے (سورۂ حج، سورۂ نساء، سورۂ احزاب)
وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ "اور وہ ہر ایک شے پر شہید ہے" (سورۂ سباء) اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
شَہِیْدٌ (فصلت) "کیا تیرے پروردگار کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ کہ وہ ہر ایک شے پر شہید ہے"
ثُمَّ اللّٰہُ شَہِیْدٌ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ "پھر اللہ شہید ہے۔ اُن کے جملہ افعال پر جو کہ وہ کرتے ہیں" (یونس)۔
وَاللّٰہُ شَہِیْدٌ عَلٰی مَا تَعْمَلُوْنَ "اور اللہ شہید ہے اس پر جو کچھ کہ تم کرتے ہو" وغیر ذالک۔ اور یہ بھی معلوم
ہے۔ کہ شاہد اور شہید دو لفظ ہیں۔ اوّل اسم فاعل ہے۔ دوم صفت مشبہ۔ اور صفت مشبہ دلالت کرتی ہے
قیام و ثبوت صفت پر۔ اور جمع شاہد، شہود و اشہاد ہے۔ اور جمع شہید "شہداء" پس شہید وہ ہے۔ کہ صفت شہادت
اس کی ذات کے ساتھ ہو۔ نہ کہ اس کو عارض ہوتی ہو۔ شاہد (گواہ) کی شہادت بذریعہ علم ہو سکتی ہے۔ خواہ وہ اس کو
سماع و اخبار حاصل ہوا ہو یا بقرائن یا بالمشاہدۃ۔ جیسا کہ برادران یوسفؑ کہتے ہیں۔ وَمَا شَہِدْنَا اِلَّا
بِمَا عَلِمْنَا "اور ہم نے نہیں شہادت دی مگر وہی جس کا ہم کو علم تھا" اور اس طرح سے شَہِدَ شَاہِدٌ
مِّنْ اَہْلِہَا "زلیخا کے کنبے میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔ کہ اگر یوسفؑ کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو۔
تو یہ سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہو۔ تو وہ سچا ہے۔ اور یہ جھوٹی ہے۔ اور یہ شہادات
بالقرائن ہیں۔ اور شہید وہ ہے۔ جو اصل واقع پر حاضر و ناظر ہو۔ جیسا کہ شہادت زنا میں چار شہداء یعنی شہیدوں
کی ضرورت ہے۔ کہ جنہوں نے عین واقع کو بچشم خود دیکھا ہو۔ شہود سے زنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ جو بالقرائن
یا بالسماع خبر دیں۔ بلکہ شہید علی الاطلاق وہ ہے۔ جس کے نزدیک حضور و غیب۔ ستر و علن۔ وقوع و عدم و
قوع مساوی ہو۔ وہ قبل وقوع واقعات بھی ان واقعات کا ایسا ہی علم رکھتا ہو۔ جیسا کہ بعد وقوع۔ یعنی اصل
حقائق پر محیط ہو۔ اور یہ صفت اوّلاً و بالذات صرف خداوند عالم کی ہے۔ کہ وہ ازل سے تمام واقعات حادثات و
افعال و اعمال وغیرہا کا علم رکھتا ہے۔ یعنی علم احاطی نہ اخباری۔ اور سب پر محیط ہے۔ وَاِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ
"وہ ہر ایک شے پر محیط ہے" وَاَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا "اور اس کا علم ہر ایک شے پر احاطہ رکھتا ہے"
وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا "اور خدا ہر ایک شے پر محیط ہے" (نساء) اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ "اور اللہ
ان کے تمام افعال پر جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں احاطہ رکھتا ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ "تحقیق کہ میرا
پروردگار جو کچھ کہ تم کرتے ہو اس پر محیط ہے" وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِہِمْ مُّحِیْطٌ۔
لَا یَعْزُبُ عَنْہُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَاءِ وَلَا نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَلَا سَوَافِی الرِّیْحِ فِی الْہَوَاءِ وَلَا دَبِیْبُ
النَّمْلِ عَلَی الصَّفَا وَلَا مَقِیْلُ الذَّرِّ فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَاءِ "پانی کے قطرے، آسمان کے ستارے، ہوا کے جھونکے اور ان کی حرکات

صاف پتھر کی سطح پر چیونٹی کی رفتار اور اس کے نشانِ قدم اور غیر مرئی چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے سونے کی جگہ ۔ ذرات عالم ۔ ریگ صحرا ۔ وحوش وطیور کی آواز اور سمندر کی موجوں کا جاننے والا ہے ۔ کہ لَا تَخْفٰی عَلَیْہِ خَافِیَۃ "اس سے کوئی پوشیدہ ہونے والی پوشیدہ وغائب نہیں"۔ وَھُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ "عالم غیب عالم شہادت ہر ایک کا جاننے والا ہے"۔ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُحِیْطٌ ۔

کلام حمید مجید سے یہ بھی ثابت ہے ۔ کہ جس طرح خدا نے اپنی ذات پاک کو صفت شہیدیت سے متصف کیا ہے ۔ اسی طرح اپنے برگزیدہ بندوں انبیاء مرسلین کو بھی اسی صفت سے متصف فرمایا ہے ۔ چنانچہ فرماتا ہے ۔ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا (نساء ع) یعنی پس اس وقت مجرمین کا کیا حال ہوگا ۔ جبکہ ہم ہر ایک امت کے شہید کو لائیں گے ۔ اور اے پیغمبر (محمد) تجھ کو ان تمام شہیدوں پر شہید قرار دیں گے ۔ وَاَیْضًا قَالَ وَیَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا عَلَیْھِمْ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَجِئْنَا بِکَ شَھِیْدًا عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ (نحل ع) اور جس دن (روزِ قیامت) ہم ہر ایک امت میں انہی میں سے ان پر ایک شہید کو اٹھائیں گے ۔ اور تجھ کو (اے محمد) ان سب شہداء پر شہید لائیں گے ۔

ان آیات سے معلوم ہوا ۔ کہ انبیاء مرسلین بعد خداوند عالم بندگان خدا اور اپنی اپنی امتوں پر شہید اور ان کے اعمال و افعال پر حاضر و ناظر اور نگرانِ احوال ہیں ۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ اقرار فرماتے ہیں کُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ ۔ "جب تک میں ان (بنی اسرائیل) میں رہا ۔ ان پر شہید اور ان کا نگرانِ حال رہا"۔ پس انبیاء مرسلین نگرانِ احوال امم اور ان پر شہید ہیں ۔ اور گویا مظہر شہیدیت خداوند عالم ہیں ۔ اور وہ بالذات شہید ہے ۔ اور یہ بالعرض (بالعطائے قدرت روحانی نورانی جو اپنے مبعوث الیہم پر احاطہ رکھتی ہے ۔ کیونکہ معنی شہیدیت احاطہ ہیں ۔ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے ۔ لیکن انہی آیات مبارکات سے یہ بھی ثابت ہے ۔ کہ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین افضل المرسلین نبی مطلق اور جملہ ماسوائے اللہ پر مبعوث ہیں اور انبیاء علیہم السلام بھی حضرتؐ کی امت میں داخل ہیں جیسا کہ آیۂ میثاق انبیاءؑ و آیہ فرقان سے ظاہر ہے ۔ اسی طرح سے حضرتؐ تمام ماسوائے اللہ پر شہید ہیں ۔ اور ان تمام شہداء انبیاء پر بھی شہید اور ان کے نگران احوال ہیں ۔ اور اسی طرح سے بطور فخر و مباہات آپؐ نے فرمایا ہے ۔ اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ تَحْتَ لِوَآئِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔ "آدمؑ اور ان کے ماسوا سب روزِ قیامت میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے"۔ لہذا ثابت ہوا ۔ کہ مظہر مطلق شہیدیت حضرت ختمی مرتبت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔ اور وہ بعد خدا جملہ ماسوائے اللہ اور جمیع عوالم پر شہید ہیں ۔ اور یہ بھی مسلم و محقق ہے ۔ کہ یہ صفت شہیدیت ہمیشہ ذات واجب الوجود علیم و حکیم ازلی و ابدی و سمیع و بصیر مطلق کے لئے ثابت و قائم ہے ۔ اور وہ ہمیشہ اس صفت سے متصف اور ہر حال

اور ہر زمانے میں شہید ہے۔ اور حضرت خاتم الانبیاءؐ منصر مطلق شہیدیت خداوند عالم۔ بنا بریں بعد آنحضرتؐ بھی وجود
وبقاء مظہر شہیدیت مطلقہ ضروری ولازمی ہے۔ چنانچہ آیہ مجیدہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (سورہ بقرہ ع۱۷) اور اسی طرح سے ولے نفوس قدسیہ ہم
نے تم کو امتِ وسط بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر شہید ہو۔ اور رسولؐ تم پر شہید و نگران حالؐ دال ہے۔ پس معلوم ہوا۔
کہ ایک امت جس کو امتِ وسط کہا گیا ہے۔ وہ بھی شہید علے الخلق ہے۔ اور تحتِ رسولؐ (زیر نگرانی رسولؐ خاتم
النبیینؐ ہے۔ یعنی اس امتِ محمدی سے ہے۔ اور اسی شریعت محمدی کے پابند و مروج و مبلغ نہ خود صاحب شریعت
اور تشخیص اس امتِ وسط کی اس سے ہو سکتی ہے۔ کہ جب تک اوصاف خاصہ نبویؐ سے متصف نہ ہو۔ اور علم
احاطی نہ رکھتا ہو۔ شہید علے الخلق نہیں ہو سکتی ؛

نتیجہ یہ کہ شہید تین ہوئے۔ اوّل و بالذات خدا شہید ہے۔ اور ہر ایک جگہ اور ہر شے پر حاضر و ناظر ہے۔
اور ثانیاً و بالعرض شہید دوم حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور شہید سوم یہ امتِ وسط۔
اور تفسیر اس شہیدیت کی یہ آیہ مبارکہ ہے۔ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (توبہ ع۱۳) ”اور کہہ دو اے پیغمبرؐ کہ عمل کرو جو کچھ
کہ تمہارا دل چاہے۔ پس دیکھتا ہے تمہارے اعمال کو خدا اور اس کا رسولؐ اور کچھ مومنین خاص (المومنون)“ اس سے
بالصراحت ثابت ہے۔ کہ تمام بندگانِ خدا کے اعمال پر حاضر و ناظر اوّل خود خداوند عالم ذات سمیع و بصیر بالذات ہے۔
اور بعد ازاں اس کا رسول عربیؐ۔ اور اس کے بعد مومنین مخصوصینؑ۔ اور عاقل بصیر پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ یہی معنی
شہیدیت ہیں۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اس لئے اس مومنوں کا مصداق سوائے اسی امتِ وسط کے
جو شہید علے الخلق ہے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور خاص تشخیص ان مومنین کی آیۂ ذیل سے ہوتی ہے۔ کہ وہ مومنین
امتِ وسط اور شہید علے الخلق اور رسائی اعمال عباد کون ہیں؟ قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ
هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ
قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (حج ع۱۰) ”اے مومنو! رکوع کرو۔
سجود بجالاؤ۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور خیر مطلق کو بجالاؤ۔ تم ضرور رستگار ہو گے۔ اور راہ خدا میں وہ
جہاد کرو۔ جو حق جہاد راہِ خدا ہے۔ اس خدا نے تمہیں اس کام کے لئے چنا اور مجتبےٰ بنایا ہے۔ اور تمہارے اوپر دین
میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے۔ اسی نے تمہیں مسلمین کہا ہے پہلے بھی اور اس (قرآن)

ہیں بھی۔ تاکہ رسولؐ تم پر شہید ہو۔ اور تم تمام لوگوں پر شہید ہو۔ پس نماز کو قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور خدا کو محکم پکڑے رہو۔ پس وہی تمہارا مولیٰ و ولی ہے۔ پس وہ بہت اچھا مولیٰ اور اچھا مددگار ہے۔" یہ آیت صاف توضیح کرتی ہے۔ کہ یہ مومنین جن سے اس میں خطاب ہے۔ مومنین مخصوصینؑ ہیں۔ یہ خاص برگزیدہ و مجتبےٰ بندے ہیں۔ یہ شہید علی الناس ہیں۔ اور رسولؐ ان پر شہید ہے۔ اور یہ ذریت حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ اور انہی کو ان کے باپ ابراہیمؑ نے مسلمین کہا ہے۔ پس وہ مومنین خاص جو بعد رسولؐ نگران اعمال و افعال عباد اور راعیٔ اعمال خلق ہیں۔ یہی مومنین ذریت ابراہیمؑ خاص ہیں۔ ان کو پہلی کتب میں بھی مسلمان کہا گیا ہے اور اس کتاب پاک میں بھی۔ اور جہاں اس کتاب پاک و مقدس میں ان مسلمین کا ذکر حضرت ابراہیمؑ کی زبانی ہے۔ وہ یہ آیت ہے۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ... ... حضرت ابراہیمؑ مع حضرت اسمٰعیلؑ وقت بناء کعبہ دُعا فرماتے ہیں۔ "اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا خاص مسلم اور مطیع و منقاد مطلق بنا۔ اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک امت ایسی ہی مسلم بنا۔" .... رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ الخ "اے پروردگار ان میں انہی میں سے ایک فرد رسولؐ بنا کہ وہ ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔" اس آیت سے چند باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔ اوّل یہ دُعا حضرت ابراہیمؑ مخصوص ہے ذریت حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے۔ دوم یہ کہ اس اسلام سے فعلیت اسلام مراد ہے نہ قبولیت کیونکہ جس وقت یہ دُعا کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نبی تھے رسولؐ تھے اور خلیل اللہ تھے۔ نا ممکن ہے کہ رسولؐ غیر مسلم ہو۔ پس یہ دُعا نہیں ہے۔ کہ ہم کو مسلمان بنا دے کہ ہم تجھ پر اسلام لائیں۔ بلکہ مدعا یہ ہے۔ کہ جس طرح کہ ہم اعتقاداً مسلم مطلق ہیں۔ اسلام لائے ہوئے اور ہر ایک حکم کو تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ اسی طرح توفیق عنایت فرما۔ کہ یہی اسلام فعلیت میں بھی آئے۔ اور ہم جیسا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کر بھی دکھائیں۔ سوم اسلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک اسلام بالواسطہ۔ دوسرے اسلام بلا واسطہ۔ اسلام بالواسطہ عام لوگوں کا ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی نبی۔ رسول۔ امام یا کسی عالم کے ہاتھ پر اور اس کے واسطہ اور اس کی تعلیم سے خدا پر اسلام لاتے ہیں۔ اور اسلام بلا واسطہ وہ ہوتا ہے۔ کہ جہاں خدا اور اس مسلم کے درمیان اور کوئی رسول و فرشتہ وغیرہ واسطہ نہیں ہوتا۔ اور یہ اسلام انبیاءؑ کا اسلام ہے۔ چنانچہ خدا خاص حضرت ابراہیمؑ کی بابت فرماتا ہے۔ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ "جب اس کے پروردگار نے اس سے کہا کہ اسلام لا اور مطیع بن جا۔ تو اس نے کہا میں رب العالمین پر اسلام لایا اور اس کا مطیع بن گیا۔" چہارم یہ کہ جو دُعا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اور اسمٰعیلؑ کے لئے کی ہے۔ اور جو اسلام اپنے لئے مانگا ہے۔ وہی اپنی ذریت کی اس امت کے لئے کی ہے اور وہی مانگا ہے۔ اسی واسطے لفظ "جعل" مکرر نہیں لایا گیا ہے۔ اور جو لام اختصاص "لک" میں اپنے لئے استعمال کیا ہے۔ وہی اس امت کے لئے استعمال کیا ہے۔ اور اس کو اپنی طرح امتِ مسلمہ کہا

ہے:۔ نتیجہ یہ کہ یہ امتِ مسلمہ ذریتِ اسمٰعیلؑ میں سے وہ امت ہے۔ جس میں سے پیغمبرؐ عربی مبعوث ہوا۔ اور جس کا ایک فرد پیغمبرؐ ہے:۔ ششم چاہیئے کہ ضرور بالضرور یہ امتِ مسلمہ وقت بعثت و ظہور پیغمبرؐ مبعوث ہو۔ تاکہ رسولؐ اوّل اس پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرے۔ اور وہ اس کی تصدیق فرمائے۔ پس ضرور بالضرور وقتِ بعثت حضرت ختمی مرتبت و ظہور آنحضرتؐ امتِ مسلمہ از ذریتِ حضرت ابراہیمؑ مسلم باسلام نبوتی بلاواسطہ مثل حضرت ابراہیمؑ موجود ہو۔ اور اسلام انبیاء کا حال اس آیۂ مبارکہ سے معلوم ہے۔ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ کٰفِرُوْنَ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ (یوسف ع۵) میں نے ترک کیا ان لوگوں کی ملت کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور وہ روزِ آخرت کے منکر ہیں۔ اور میں نے اتباع کیا اپنے آباء و اجداد ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کی ملت کا ہم انبیاءؑ کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ کہ ہم خدا کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کریں۔" پس انبیاء علیہم السلام ابتدائے عمر سے آخر عمر تک چھوٹے و بڑے شرک سے پاک و صاف ہوتے ہیں۔ اور یہی مسلم مطلق ہیں۔ اور اسی اسلام سے متصف وہ امتِ مسلمہ ہے۔ جس میں سے پیغمبرؐ مبعوث ہوئے۔ اور وہ ان کا ایک فرد ہے۔ اور اوّل انہی پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کی۔ کیونکہ اگر ایسی امتِ مسلمہ موجود نہ ہو۔ اور ایسے پہلے سے مسلم باسلام نبوتی بلاواسطہ پیغمبرؐ موجود نہ ہوں۔ تو کون ہے۔ کہ ایک ایسے پیغمبرِ خدا کی تصدیق کرے۔ کون اس کو جانتا اور کون پہچانتا ہے۔ وہ ہی سب سے پہلے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اس کی تصدیق سے دوسرے اس پر اسلام و ایمان لاتے ہیں:۔

اور یہ مسلّم ہے۔ کہ پیغمبرؐ ذریتِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ میں سے بنی ہاشم میں سے مبعوث ہوئے ہیں۔ تو ضرور وہ امتِ مسلمہ بھی بنی ہاشم میں سے ہوگی۔ اور امتِ مسلمہ کی یہ صفت ثابت کی جا چکی ہے۔ کہ اس نے چشم زدن کے واسطے کسی قسم کا شرک نہ کیا ہو۔ اور بلاواسطہ پیغمبرؐ اسلام لائی ہو۔ اور مسلّم و محقق ہے۔ کہ ایسا شخص بنی ہاشم میں جبکہ آنحضرتؐ مبعوث برسالت ہوئے غیر از علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کوئی موجود نہ تھا۔ اور انہی کی صفت ہے لم یشرک باللّٰه طرفة عین ابدًا ایک چشم زدن کے واسطے کبھی شرک نہیں کیا۔ اور جملہ اہلِ اسلام حضرتؑ کو کرم اللّٰہ وجہہ کہتے ہیں۔ کہ کبھی کسی بت کے آگے سر خم نہیں کیا۔ لہٰذا اس امتِ مسلمہ میں یہ اوّل مسلم و مومن یعنی آنحضرتؐ کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ جس طرح کہ حضرت ابراہیمؑ کی حضرت لوط پیغمبرؑ نے تصدیق کی چنانچہ خدا خبر دیتا ہے۔ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ اور اس کے ساتھ لوطؑ ایمان لائے یعنی تصدیقِ نبوت فرمائی۔ اسی طرح سے حضرت علیؑ سے۔ جو پہلے ہی سے مسلم باسلام نبوتی موجود تھے۔ آنحضرتؐ کی تصدیق فرمائی اور ایمان لائے۔ اور اوّل مصداق مومنین حضرت علیؑ ہی ہیں۔ حافظ ابو نعیم ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا" پڑھا یعنی خدا نے قرآن میں کسی جگہ جملہ "یا ایہا الذین آمنوا" (اے ایمان والو! اے مومنو) نازل نہیں کیا۔ مگر یہ کہ حضرت علیؑ۔ اس رئیس مصداق جملہ مذکورہ اور اصل مقصود از اہل ایمان و مومن اول ہیں ؛

پس ثابت ہوا۔ کہ یہ مومنین جو سورۂ حج کی آخری آیات میں مذکور ہیں اور جو شہید علی الناس ہیں ذریت حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و بنی ہاشم سے ہیں۔ اور اول ان میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ رائی اعمال خلق وہی ہے۔ جو شہید ہے۔ لہذا آیۂ مجیدہ فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمؤمنون میں مصداق مومنین یہی ذریت ابراہیمؑ امت مسلمہ از بنی ہاشم ہیں۔ اور یہی شہید علی الخلق ہیں۔ اور آیۂ مجیدہ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّ شَهِيْدٌ "در روز قیامت ہر ایک نفس اس شان سے آئے گا کہ اس کے ساتھ سائق (ہانکنے والا) اور شہید ہو گا" سے ثابت ہے۔ کہ شہید قیامت میں ہر ایک نفس کے ساتھ ہو گا۔ اور اسی کے ساتھ اس کا حشر ہو گا۔ اور یہی يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا سے بھی ثابت ہے چنانچہ مذکور ہوا۔ اور آیہ مجیدہ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ "جس دن کہ ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے) دال ہے۔ کہ حشر ہر ایک امت کا اس کے امام کے ساتھ ہو گا۔ لہذا بنا بر جمع بین الآیتین نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ شہید جس کے ساتھ ہر ایک نفس کا حشر ہو گا۔ وہ امام ہی ہے۔ زمانۂ پیغمبرؐ میں خود پیغمبرؐ امام ہے۔ اور زمانۂ پیغمبرؐ کے مرے ہوئے لوگوں کا حشر پیغمبرؐ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ مگر بعد پیغمبرؐ شہداء اور ائمہ امت یقیناً امامؑ ہیں۔ اور ہر ایک زمانے کے لوگوں کا حشر اپنے زمانے کے امام کے ساتھ ہو گا۔ ورنہ اگر سب کے امام پیغمبرؐ عربی ہوں۔ اور سب کا حشر انہی کے ساتھ ہو۔ تو "من کل امۃ بشہید" اور "ندعوا کل اناس بامامہم" کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔ کیونکہ آنحضرتؐ تو جملہ ماسوئے اللہ پر رسولؐ۔ شہید اور ان کے امام ہیں۔ پھر ایک امت کے شہید اور ہر قوم کے امام کے کیا معنی؟ لہذا بعد پیغمبرؐ شہداء علی الخلق ائمہؑ ہیں۔ اور وہ ذریت ابراہیمؑ سے ہیں۔ اور مثل ابراہیمؑ مسلم مطلق و مسلم بلا واسطہ ہیں۔ اور انہوں نے ایک چشم زدن کے واسطے شرک نہیں کیا۔ اور اس وقت سے پہلے سے مسلمان تھے۔ جب کہ آنحضرتؐ نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور دعوت دی۔ اور آیات الٰہی کی تلاوت فرمائی۔ اور انہی کی بابت خدا ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا الخ (جن لوگوں کو ہم نے پہلے سے علم کتاب دے دیا ہے۔ وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب اس قرآن کی آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ بیشک یہ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔ اور ہم اس سے پہلے ہی مسلم تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کو ان کے صبر کی وجہ سے

دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔ "وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا" "اور ہم نے ان کو امام بنایا ہے جبکہ ان سے صبر ثابت ہوا۔ اور وہ ہمارے ہی حکم سے ہدایت کرتے ہیں"۔ اور یہ ائمہ اور شہداء علے الخلق ذریت ابراہیم وعترت خاتم النبیین علی واولاد علی ائمہ اثنا عشر ہی ہوئے۔ "إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ" "بتحقیق کہ اللہ تعالے نے مصطفےٰ اور برگزیدہ بنایا ہے آدمؑ و نوحؑ وآل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو تمام عوالم پر۔ جو ذریت یک دیگر ہیں۔ یہ سلسلہ اصطفاء ذریت ابراہیمؑ سے ہرگز خارج نہیں ہو سکتا۔ اور ائمہ اثنا عشر جو شہداء علے الخلق ہیں۔ اول ان کے علیؑ ابن ابی طالبؑ وآخر محمدؑ ابن الحسن العسکریؑ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ ہیں۔ لہذا گیارہ گزر چکے۔ اور بارھویں امام باقی ہیں۔ اور ان کا وجود ضروری ولازمی ہے۔ کیونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ وہ بعد پیغمبرؐ شہید علے الخلق ہیں۔ اور وجود شہید ہر زمانے میں اور ہر ایک امت کے لئے ضروری ہے۔ پس وجود امام زمانؑ مہدی امت شہید خلق اس زمانے میں ضروری ہے۔ اور وہ زندہ وموجود ہیں۔ اور وہی امام وقت ہیں نہ اور کوئی۔ کہ ھو المطلوب

اٹھارھویں دلیل

آیہ مجیدہ "وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا" میں جس میں ان شہداء کا ذکر ہے۔ ان شہداء کو امت وسط کہا گیا ہے۔ اور یہ کہ امت وسط اس لئے ان کو بنایا گیا ہے۔ کہ وہ شہید علے الخلق ہو سکیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ فیض مبدء فیاض خالق وصانع شے مستفیض کی قابلیت واستعداد کے موافق ہوتا ہے۔ جیسی اور جتنی جس کسی میں قابلیت و استعداد ہوگی۔ اتنا ہی افاضۂ فیض اس پر ہوگا۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ موجودات باعتبار شدت وضعف تاکد وجود قابلیات واستعدادات میں مختلف حیثیت رکھتے ہیں۔ جو وجود جتنا اکد واقوےٰ ہے اسی قدر اس میں قابلیت و استعداد اخذ فیض الٰہی واستفاضہ واستفادہ از مبدء فیاض زیادہ ہوگا۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ فیوضات مطلقہ الٰہیہ کی استعداد ہر موجود میں نہیں ہے۔ بلکہ قابل محض ومستعد مطلق وہ وجود ہے۔ جو سب سے اقوےٰ واکد واکمل ہے اور وہ وجود وہ ہے۔ جو اول موجود ومخلوق ومصنوع ہو۔ اور ایسا وجود وجود حقیقی محمدی ہے۔ لہذا وہی سب سے زیادہ قابل ومستعد ہے فیوضات الٰہی اور رحمات غیر متناہی کے لئے۔ اور اس لئے وہی وجود اقدس مظہر رحمت واسعہ الٰہی ہے۔ اور اسی وجہ سے رحمۃ للعالمین کے خطاب مستطاب سے مخاطب ہے۔ اور وہی خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ مطلقہ ہے۔ خدا سے لیتا ہے اور مخلوق کو پہنچاتا ہے (اس کی توضیح بعض احادیث نور سے مبحث اہل البیتؑ میں ہے۔ اور نیز دوسرے مقامات پہ بھی ہے)۔ اور آیۂ مذکورہ سے بالصراحت ثابت ہے۔ کہ اسی طرح سے ان نفوس قدسیہ کو جو شہید علے الخلق ہیں۔ خدا نے امت وسط قرار دیا ہے۔

پیغمبران پر شہید ہے۔ اور یہ تمام لوگوں پر شہید۔ پیغمبر واسطہ مطلقہ ہے۔ اور یہ بعد از پیغمبر واسطہ فیضان و امت وسط ہیں۔ اور جس طرح بدلائل یہ ثابت ہے۔ کہ وجود شہید علی الخلق ہر زمانے میں ضروری ہے۔ چنانچہ بیان ہوا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ وجود امت وسط و واسطہ فیضان الٰہی بین الخالق والمخلوق ضروری و لازمی ہے۔ آیۂ اس لفظ وسط سے جس طرح یہ ثابت ہے۔ کہ یہ امت وسط و واسطہ ہے درمیان خالق و مخلوق۔ اسی طرح بلحاظ اطلاق و عموم لفظ وسط یہ بھی ثابت ہے۔ کہ وہ ہر ایک لحاظ سے وسط ہیں۔ یعنی بلحاظ خُلق بھی اور بلحاظ خَلق بھی۔ چنانچہ خود لفظ وسط دال ہے۔ اور نیز اس لئے کہ مسلم و محقق ہے۔ کہ وجود جس قدر حد اعتدال میں ہوگا۔ اسی قدر ابقے واقوے واکمل ہوگا۔ اور یہ بھی ثابت شدہ ہے۔ کہ بقاء و نظام عالم اسی عدل پر مبنی ہے۔ اور اسی کی طرف آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَبِالعَدْلِ قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالاَرْضُ "اور خدا کے عدل ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں"۔ اور یہ عدل عدل تکوینی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی الخ امر شامل ہے امر تکوینی اور امر تکلیفی وغیرہ ہما کو۔ اور اول امر تکوینی و امر ایجادی ہے۔ جس کی بابت فرماتا ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ "سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کا امر یہ ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے"۔ اور اسی عدل تکوینی سے تمام اشیاء کو قائم و باقی رکھا ہوا ہے۔ اور اسی عدل سے انسان کو خلق کیا ہے۔ کما قال مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ "کس نے تجھے مغرور کر دیا ہے تیرے اس پروردگار کریم کی بابت۔ جس نے (اے انسان) تجھے خلق کیا اور درست بنایا۔ اور معتدل کیا اور حالت عدل پر خلق فرمایا"۔ پس امت وسط وہ ہے۔ جو بعدل تکوینی و عدل ایجادی کمال درجہ عدل و اعتدال پر خلقاً و خُلقاً جبل کی گئی اور بنائی گئی ہے۔ اور وہ اگر درجہ کمال عدل و وسط و اعتدال حقیقی میں نہ ہوتی۔ تو اس میں کمال قابلیت و استعداد قبول فیض مبدء فیاض بھی نہ ہوتی۔ اور وہ واسطہ فیضان اور امت وسط نہ ہو سکتی۔ اور شہید علی الخلق قرار نہ پاتی۔ وہ اس درجہ کمال عدل پر خلق ہوئی ہے۔ کہ دوسری مخلوقات اس درجہ عدل و اعتدال میں نہیں ہیں۔ اور اسی واسطے وہ دوسروں پر شہید اور نگران احوال اور من جانب اللہ ان پر حاضر و ناظر ہے۔ اور ان کے اعمال کو دیکھتی اور نگرانی کرتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ نفوس تمام اعمال و افعال پر احاطہ رکھتے اور ان کو دیکھتے ہیں۔ اور کوئی امر خلوت و جلوت کا ان سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور وہ روز قیامت گواہی دیں گے۔ سچوں کی تصدیق فرمائیں گے۔ اور جھوٹوں کی تکذیب کریں گے۔ اور ان کی امتوں کا حشر انہی کے سلسلہ ہوگا۔ اور جس طرح وہ از روئے خلقت و وجود کمال عدل و اعتدال حقیقی میں ہیں۔ اسی طرح از روئے اوصاف باطنہ و اخلاق۔ کمال حد اعتدال و عدل میں ہیں۔ اور عدالت جامع ہے جمیع مکارم اخلاق کو۔ اور اس لئے وہ بعد پیغمبر صاحب خُلق عظیم ہیں۔ کسی امر صغیر و کبیر و ادنے و اعلے میں جادۂ اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے۔ اور یہ معنی مستلزم ہیں عصمت مطلقہ کو

اور اس لئے وہ امت ضرور معصوم ہے:

یہاں سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ بعض نافہم حضرات کا یہ خیال خام کہ مراد اس امتِ وسط سے تمام امتِ محمدی ہے۔ اور وہ تمام دوسری امتوں کی گواہ ہو گی۔ اور ان کے اعمال و افعال کی شہادت دے گی "محض غلط و باطل مطلق ہے کیونکہ جو جو صفات اس امتِ وسط کی اجمالاً مذکور ہوئیں۔ ان میں سے ایک بھی تمام امتِ محمدی میں نہیں پائی جاتی۔ اوّل آیۂ مبارکہ میں صرف دو شہیدوں کا ذکر ہے۔ ایک پیغمبر ہے۔ دوسرے یہ امتِ وسط۔ امتِ وسط بلا استثناء تمام لوگوں پر شہید ہے۔ کیونکہ آیت میں "ناس" کا لفظ ہے۔ نہ یہود و نصاریٰ یا غیر از مسلمین۔ اور ناس میں تمام نوعِ انسان داخل ہے۔ پس تمام امتِ محمدی مشہود علیہم میں داخل ہوئی مثل دیگر اشخاص و امم۔ نہ شہداء و شاہدین میں۔ ورنہ لازم آئے گا۔ کہ خود ہی شاہد ہوں اور خود ہی مشہود علیہم۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف واقع و خلاف حکم آیہ ہے۔ اس لئے تمام امتِ محمدی وہ امتِ وسط نہیں ہو سکتی۔ جو شہید علی الناس ہے۔ بلکہ وہ خاص نفوس قدسیہ ہیں۔ دوم اس امتِ وسط اور شہداء علی الناس کی صفت یہ ہے۔ کہ وہ اعمالِ خلق کو دیکھتے ہیں۔ اور وہ بعد خداوند عالم باعطاء قوتِ نورانی من جانب اللہ ان پر احاطہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے خلوت و جلوت کے اعمال کو دیکھتے ہیں۔ کیونکہ لفظ "یرے" آیت میں مکرر نہیں ہے۔ جو رویت خدا کی طرف منسوب ہے۔ وہی ان کی طرف بھی منسوب ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ رویتِ خدا بالذات ہے۔ اور ان کی رویت بالعرض و من جانب اللہ۔ اور تمام امتِ محمدی میں یہ صفت ہرگز نہیں ہے۔ کہ وہ تمام انسانوں کے جملہ اعمال خلوت و جلوت کو دیکھتے ہوں۔ اور ان پر احاطہ رکھتے ہوں۔ اور اگر یرے سے علم مراد لی جائے۔ تو علاوہ اس کے کہ اس صورت میں نفی رویتِ اعمال از باری تعالیٰ لازم آتی ہے حالانکہ وہ سمیع و بصیر ہے اور ضرور ہر ایک شے کو دیکھتا ہے یہ محظور لازم آتا ہے۔ کہ تمام امتِ محمدی اس صفت سے بھی متصف نہیں ہے۔ کہ وہ تمام اعمال انسانی خلوتی و جلوتی کا علم رکھتی ہو۔ ایک شہر اور ایک محلہ تو کیا اپنے ہمسایہ کے معمولی اعمال کا علم ہمسایہ کو نہیں ہوتا پھر یہ کیا کہ مسلمانوں کو جملہ امم سابقہ و لاحقہ یہود و نصاریٰ و براہمہ و غیرہم کے جملہ اعمال کا علم ہو جائے۔ قطعاً محال ہے۔ اور عجیب یہ ہے۔ تو تمام امتِ محمدی ہرگز راعی اعمالِ خلق و شہید علی الناس نہیں ہو سکتی۔ اور ہرگز یہ صفت اس میں نہیں پائی جاتی۔ سوم مسلم و محقق ہے۔ کہ تمام مسلمانوں کی شہادت خود ان کے معمولی امور میں قبول نہیں ہوتی۔ اگر طلاق دیں۔ تو دو شاہدین عادلین کی ضرورت ہے۔ اور اسی طرح جمیع امور و دعاوی میں۔ پھر کیوں کر ممکن ہے۔ کہ تمام انسانوں کے برخلاف ان کی شہادت و گواہی قبول کر لی جائے۔ درآنحالیکہ ان میں فاسق و فاجر بھی ہیں۔ اور خاص مسلمانوں کی ہی نسبت خدا فرماتا ہے اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔ اے مسلمانو! تم سے ہر ایک شخص وارد جہنم ہوگا۔ یہ تیرے

پروردگار کی قضاء حتمی ہے۔ جو بدل نہیں سکتی۔ پھر وہاں سے ہم صرف ان لوگوں کو نجات دیں گے۔ جو متقی ہیں۔ اور گنہگاروں کو وہیں جہنم میں پڑا چھوڑ دیں گے۔" ان گنہگاروں اور مجرمین کی گواہی دوسروں کے حق میں کیا قبول ہو سکتی ہے۔ جبکہ دنیا میں فاسقین کی خبر کے متعلق یہ کلمہ صریح ہے۔ "اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا ..." "جب فاسق کوئی خبر لائے۔ تو اس سے اس پر گواہ طلب کرو۔ جب تک گواہ گواہی نہ دیں۔ اس کی بات نہ مانو۔ اور اس کی خبر نہ سنو۔" جب یہاں فاسقین کی بات نہیں سنی جاتی۔ تو قیامت میں یہ کیوں کر شاہد قرار پائیں گے۔ چہ جائیکہ شہید ہوں؟

اگر کوئی بے بصیرت یہ کہے۔ کہ پیغمبرؐ تمام مسلمانوں کو لوگوں کے اعمال کی خبر دیں گے اور پھر مسلمان گواہی دیں گے۔ تو یہ خلافِ عقل ولغو محض ہے۔ پیغمبرؐ خود کافی ہے اور وہ خود شہید ہے۔ ان کی شہادت کی پیغمبرؐ کو کیا ضرورت ہے۔ کوئی فائدہ اس مصنوعی شہادت میں مقصود نہیں۔ اور فعل حکیم بلا فائدہ ولغو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ خود ساختہ شہادت غیر مسموع بلکہ غیر معقول ہے۔ چہارم ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ شہید وہ امام ہے۔ کہ جس کے ساتھ لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور "يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ" سے ظاہر ہے۔ کہ تمام انسان بلا استثناء اپنے اپنے امام کے ساتھ بلائے جائیں گے۔ اور ان میں تمام مسلمان بھی داخل ہیں۔ پس اگر تمام مسلمان شہید اور امام ہوں۔ تو خود ہی امام اور خود ہی ماموم ہوں گے۔ اور ہر ایک مسلمان امام ہوگا۔ یہ بالکل خلافِ عقل ہے۔ امام غیر از ماموم ہے اور ہر مسلمان کبھی امام نہیں ہو سکتا۔ پنجم۔ یہ امتِ وسط وہ نفوس ہیں۔ جو ہر ایک اعتبار خلق و خلق سے حدِ اعتدال حقیقی و عدلِ واقعی پر خلق کئے گئے ہیں۔ اور یہ صفت عام مسلمانوں میں کیا خواص میں بھی نہیں۔ اس لئے یہ خیال کہ امتِ وسط سے مراد تمام امتِ محمدی ہے ایسا لغو ہے۔ کہ کوئی عاقل بصیر اس کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ چہ جائیکہ اس کا قائل ہو۔ اور اعتقاد رکھے۔ یہ امتِ وسط وہی نفوسِ قدسیہ شہداء علی الناس ہیں۔ جو خانۂ نبوت میں داخل اور صفاتِ نبویؐ سے متصف ایک نور کے ٹکڑے مظہرِ اوصافِ الٰہی ہیں۔ اور خاص اسی کے لئے بنائے اور چنے گئے ہیں۔ اور مخلوق کے درمیان واسطۂ فیضانِ خالق قرار دئے گئے ہیں "وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ۔" خدا جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے۔ اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے چن لیتا اور پسند فرماتا ہے۔" "وَهُوَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔"

آیاتِ سورۂ حج جس میں ان شہداء علی الناس کی بارہ صفتیں مذکور ہیں۔ اور جو خاص ذریتِ ابراہیمؑ و امتِ مسلمہ ہیں۔ ان میں اگر ہر ہر صفت میں غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ اوصاف غیر از ذریتِ ابراہیمؑ و عترتِ خاتم النبیینؐ اہلبیتِ نبوت و رسالت کسی میں پائے ہی نہیں جاتے۔ منجملہ ان اوصاف کے ایک وصف "اجتباء" ہے۔ اور متدبرین قرآن واقف ہیں۔ کہ لفظ "اجتباء" اخص برگزیدگان خدا و انبیاء مخصوصین پر

رلاجاتا ہے۔ اور تمام انبیاءؑ پر بھی اس عظیم الشان لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور سارے انبیاء مصطفٰے مجتبٰے نہیں
ہیں۔ لفظ اصطفاء انبیاء وغیر انبیاء وملائکہ وغیر ملائکہ کے لئے قرآن میں استعمال کیا گیا ہے۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ
الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اللہ ملائکہ میں سے کچھ رسولؑ انتخاب کرتا ہے۔ اور کچھ انسانوں میں سے
پس بعض ملائکہ مصطفٰے ہیں۔ اور بعض انبیاءؑ۔ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ
عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ
وآل عمرانؑ کو تمام عالم میں مصطفٰے بنایا اور انتخاب کیا ہے۔ جو ذریت یکدیگر ہیں۔ اور اللہ سب باتوں کا جاننے
والا اور سننے والا ہے۔ پس اس میں بندگان مصطفٰے انبیاء، وذریت انبیاء ہیں۔ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ وَ
زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ اللہ نے طالوت کو مصطفٰے بنایا اور اس کو منتخب کیا ہے۔ اور علم وجسم
میں زیادتی عطا فرمائی ہے۔ یہاں غیر نبی کو بھی مصطفٰے کہا گیا ہے۔ مگر یہ ضرور ہے۔ کہ یہ لفظ عوام کے لئے
نہیں ہے۔ بلکہ ضرور خاص برگزیدگان خدا ہی کے لئے ہے۔ اگرچہ نبی ہوں یا غیر نبی۔ لیکن اجتباء کا اطلاق
خاص خاص انبیاء پر ہوا ہے۔ کما قال وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ
رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران) اللہ ایسا نہیں ہے کہ وہ تم سب کو غیبت پر مطلع کرے اور اس کا علم دے دے
لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے اس کے لئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر
ہے۔ کہ سارے رسول مجتبٰے نہیں ہیں۔ بلکہ رسولوں میں سے خاص خاص مجتبٰے ہیں۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ
کے لئے آیا ہے۔ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ اسی طرح سے تیرا پروردگار تجھے چن لے گا۔ اور
مجتبٰے بنائے گا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے لئے فرماتا ہے۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ
يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تحقیق کہ ابراہیمؑ خدا کے
فرمانبردار اور حق کی طرف مائل رہنے والے بندے تھے۔ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ وہ شکر گزار تھے۔
نعمات الٰہی کے۔ اللہ نے ان کو چنا اور مجتبٰے بنایا۔ اور صراط مستقیم کی ہدایت کی۔ اور حضرت یونسؑ کے لئے
فرمایا ہے۔ فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ خدا نے ان کو مجتبٰے کیا اور صالحین میں سے بنا دیا۔
اور سورۂ انعام میں خداوند عالم حضرت ابراہیمؑ واسحقؑ ویعقوبؑ۔ نوحؑ وداؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ ایوبؑ ویوسفؑ۔
موسےؑ وہارونؑ۔ زکریاؑ۔ یحیٰےؑ وعیسےؑ واسمٰعیلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ اور ان کو چنا ہے۔
اور سیدھے راستے کی ہدایت کی ہے۔ اور یہی خدائی ہدایت ہے۔ جس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے
جس کو چاہتا ہے راہ نمائی کرتا ہے۔ اسی طرح سورۂ مریمؑ میں انبیاء ذریت انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے

فرماتا ہے۔ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا الخ یہ ان میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت کی ہے۔ اور مجتبٰے بنایا ہے۔

غرض کلامِ حمید مجید میں تامل و تدبر کرنے سے معلوم ہے۔ کہ اجتباء غیر انبیاء و خاص ذریتِ انبیاء اور کسی کے لئے ہرگز نہیں بولا گیا۔ اور انبیاء میں سے بھی مخصوصین کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں سورۂ حج میں ان شہداء و ذریتِ ابراہیمؑ کے لئے وہی لفظ اجتبٰے استعمال کیا گیا ہے۔ جو انبیاء مخصوصین و حضرت ابراہیمؑ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح سے ان کو مجتبٰے کہا گیا ھُوَ اجْتَبٰىكُمْ۔ پس جب یہ ایسے برگزیدہ و مجتبٰے ہیں۔ اور مرتبۂ نبوت میں شامل و داخل ہیں۔ تو کیوں کر یہ تمام امتِ محمدی ہو سکتے ہیں۔ یہ مرتبہ و مقام مخصوص ہے ذریتِ ابراہیمؑ و حضرتِ خاتم النبیین کے لئے۔ اور یہ مجتبٰے بندے وہ امتِ مسلمہ اسلامِ نبوتی ابراہیمیؑ ہیں۔ جن کا ایک فرد پیغمبر ہے۔ اور دوسرا علیؑ ابن ابی طالب۔ اور آخر مہدی آخر الزمانؑ پس یہی نفوسِ قدسیہ امتِ وسط و واسطۂ فیضانِ الٰہی و مظہرِ رحمتِ خداوندی ہیں۔ اور بعض آیات وجود اس امتِ وسط اور واسطۂ فیض کا زمانہ میں ضروری ہے۔ جب تک خدا ہے۔ اور خدا کا فیض اس عالم میں جاری ہے۔ یہ امتِ وسط بھی موجود ہے۔ اور چونکہ بارھواں اور آخری فرد اس امتِ وسط کا مہدی آخر الزماں ہے۔ لہذا بعد اپنے آباؤ اجداد دوازدہ امامؑ کے وہی واسطۂ فیض و مظہرِ رحمت ہے۔ اور وہ فرد اس وقت زندہ و موجود ہے اور اسی کے وسیلے سے فیوضاتِ الٰہیہ و رحماتِ قدسیہ ہم پہ نازل ہوتی ہیں۔ ہرگز زمانہ اس وجودِ مقدس سے خالی نہیں۔ یہ اٹھارھویں دلیل ہے وجودِ امامِ زماں مہدیؑ امت پر کہ واسطۂ فیضِ الٰہی ہمیشہ زمانہ میں موجود ہے۔ اور وہ غیر از محمد بن الحسن العسکریؑ اور کوئی نہیں۔ وھو المدعا۔

انیسویں دلیل[19]

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد)۔ یعنی اے پیغمبر سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ تو منذر ہے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ نذیر و منذر رسولؐ کی امت ہے۔ اور اس نام سے انبیاءؑ ہی پکارے جاتے ہیں۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ "اللہ نے انبیاءؑ کو بھیجا جو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے"۔ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ "بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسولؐ تھے"۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ "ہم نے ان میں ڈرانے والے رسولوں کو بھیجا"۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ "اے پیغمبر کہہ دو کہ میں ڈرانے والا ہوں"۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ "اور کوئی امت نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں ایک نذیر گزرا ہے"۔ قُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ "اے پیغمبر کہہ دو کہ میں ہی نذیرِ مبین ہوں"۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ "اور بس میں ہی نذیرِ مبین ہوں"۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (احزاب) اے نبی ہم نے تجھے شاہد و بشیر و نذیر اور داعی الی الحق اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔" پس اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ پیغمبر منذر و نذیر ہے۔ لیکن لفظ "انما" سے ظاہر و ثابت ہے۔ کہ منذریت آنحضرت پر ختم ہے۔ اور آپ کے بعد کوئی اور نذیر نہیں ہے۔ اور نبی خاتم النبیین کے لفظ سے ثابت ہے۔ اور اسی واسطے آخر جزو آیہ میں یہ ارشاد ہوا ہے " وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ " یعنی اے پیغمبر تم نذیر ہو۔ اور تمہارے بعد کوئی اور نذیر نہیں آئے گا اور کوئی نئی شریعت اور نئی کتاب نازل نہ ہوگی۔ اور بعد تمہارے ہر ایک قوم اور ہر زمانے میں ایک ہادی ہوگا۔ جو اسی شریعت و دین و کتاب سے ہدایت کرے گا۔ اور اسی دین اور کتاب و شریعت کی طرف بلائے گا۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ بعد پیغمبر خاتم النبیین ہر قوم اور ہر زمانے میں ایک ہادی کا وجود ضروری ہے۔ کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور اسی بنا پر ہمارا زمانہ اور یہ قوم بھی ہرگز ہادی سے خالی نہیں۔ کیونکہ اگر زمانہ ہادی سے خالی ہو۔ تو علاوہ اغراء بالشر و اغراء بالجہل و ظلم صریح و تکذیب آیۂ مجیدہ لازم آئے گی۔ جس کا صاف و صریح مفہوم نہیں بلکہ منطوق یہی ہے۔ کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ضروری ہے۔ اور کوئی زمانہ ہادی سے خالی نہیں ہو سکتا۔ بنابریں اب صرف یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ بعد آنحضرت ہادی کون ہے اور اس وقت کون ہادی ہے۔ اور اس کے لئے اوّل اوصاف ہادی کے جاننے اور معلوم کرنے کی ضرورت ہے کلام مجید کی بہت سی آیات اوصاف ہادی کو بیان کرتی ہیں۔ منجملہ ان کے نہایت صریح الدلالۃ آیت یہ ہے۔ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (یونس) ترجمہ: "آیا کیا وہ شخص جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے اس بات کا مستحق و سزاوار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے؟ یا وہ شخص کہ جو بلا دوسرے کے ہدایت کئے ہدایت نہیں پاتا اور اپنے ہدایت یافتہ و مہتدی ہونے میں دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسا کہتے ہو۔ اور غیر ہدایت یافتہ کو ہادی بناتے ہو۔ اور اس کی پیروی کرتے ہو۔"

اس آیۂ مبارکہ سے بکمال وضاحت ثابت ہے۔ کہ ہادی جس کی پیروی و اتباع تمام دوسرے لوگوں پر واجب ہے اور وہ سب کی راہ نمائی کرتا ہے وہ شخص ہونا چاہیئے۔ کہ جو خود ہدایت یافتہ ہو۔ اور اپنے ہدایت پانے میں خود دوسروں کی ہدایت کا محتاج نہ ہو اور "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" کی مضمون صادق نہ آئے۔ اور ایسا شخص جو کسی دوسرے کی ہدایت کا محتاج نہ ہو۔ وہی ہو سکتا ہے۔ جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ اور مؤید من اللہ ہو۔ اور شکم مادر سے ایسا ہی پیدا ہوا ہو۔ ورنہ اگر وہ بھی کسی دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے۔ تو تسلسل محال لازم آئے گا۔ اور "گر گرے کی عصا کش کرے دگر بود" صادق۔ پس

معلوم ہوا۔ کہ ہادی وہ ہو سکتا ہے۔ جو منجانب اللہ بلا واسطۂ غیر ہدایت یافتہ ہو۔ اور کسی امر میں ان کی راہ نمائی کا محتاج نہ ہو۔ جن کا ہادی مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہیں سے علماء اسلام نے یہ استنباط کیا ہے کہ "امام وہ ہے۔ جو کسی امر میں محتاج رعیت و ماموین نہ ہو" اور اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔ اب تحقیق کرنا چاہیئے۔ کہ بعد پیغمبرؐ ایسا شخص کون ہے۔ اور نیز یہ کہ ہدایات الٰہی میں سے وہ کون سی ہدایت ہے۔ جو اس ہادی سے مخصوص ہے۔ اور وہی معیار ہادیت ہے۔ کیونکہ بظاہر تو ہر ایک شخص کو خدا ہی ہدایت کرتا ہے۔ اور خدا ہی کی ہدایت ہدایت ہے" اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى" اور جس کو خدا ہدایت نہ کرے۔ اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا" وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ" جس کو خدا گمراہ کر دے اس کا کوئی ہادی نہیں " وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ" اور آیۂ ذیل سے ثابت ہے۔ کہ خدا نے ہر ایک شخص کو اور ہر ایک شے کو ہدایت کی ہے۔ "رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (طٰہٰ) ہمارا پروردگار وہ ہے۔ کہ جس نے ہر ایک شے کو اس کی مناسب خلقت عطا کی ہے۔ اور پھر ہدایت کی ہے۔ پس کوئی شے ہدایتِ خدائی سے خالی نہیں۔ کلام حمید مجید میں تفقہ کرنے سے منکشف ہوتا ہے کہ ہدایت الٰہی چند قسم کی ہے۔ مثلاً اوّل ہدایتِ فطری خلقی ہے۔ جیسا کہ اسی آیۂ مذکورۃ الصدر اور نیز "وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى" (جس نے کہ مقدر کیا اور ہدایت کی) سے ظاہر ہے۔ کہ یہ ہدایت ہدایتِ خلقی فطری ہے۔ اور یہ تقدیر تقدیر خلقی۔ اور کوئی شے اس ہدایت سے خالی نہیں۔ یعنی خدا نے ہر ایک شے میں ایک ایسا جوہر ملکوتی رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بالفطرۃ اپنے خالق و صانع کو پہچانتی اور فطرۃ اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض اوقات بعض افراد میں موانع خارجیہ یعنی ہوا و حِس طبعیہ و ساوس العادات اور نوامیس الامثال اس کے ظہور و بروز سے مانع ہوں۔ مگر اصل فطرت انسان میں ضرور موجود ہے۔ اور اگر انسان میں یہ جوہر نہ ہوتا۔ اور یہ استعداد اس میں نہ رکھی جاتی ہے۔ تو ہرگز خارج سے ہدایت کو قبول نہ کر سکتا تھا۔ اور خالق و صانع کو نہ پہچانتا۔ کیونکہ تاثیر خارجی کے لئے تاثر و انفعال و استعداد داخلی شرط ہے۔ اور اسی ہدایت فطری خلقی کو ہدایت بالعقل کہتے ہیں۔ اور اگر یہ ہدایت من جانب اللہ نہ ہوتی۔ تو کوئی نبی یا رسول اس کو ہدایت نہ کر سکتا" وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ"۔

دوم ہدایت بالنبی ہے۔ كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی "بعد ہبوط آدمؑ و شیطان لعین تمام بنی آدم و بنی جان وغیرہم کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے۔ تو جو تم میں سے اس کی پیروی کرے گا اس پر کوئی خوف اور رنج نہ ہوگا" (بقرع ۴) یہ ہدایت ہدایتِ پیغمبری ہے۔ اور اتباع پیغمبرؐ واجب۔ اور

روزِ قیامت وہی رستگار اور بے خوف ہے۔ جو متبع پیغمبر ہو۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ یہاں پیغمبرؐ کے لئے خدا نے ہدایت (ھُدًی) فرمایا ہے۔ ہادی نہیں کہا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ نفسِ وجودِ پیغمبرؐ ہدایت مجسم ہے۔ ان کے اقوال ہدایت ہیں۔ ان کے افعال و اعمال ہدایت ہیں۔ ان کے اخلاق ہدایت ہیں۔ اور ان کا خود وجود ہدایت و حجت اللہ و برہان توحید و مظہر اوصاف الٰہی ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ نبی ہادی من اللہ و الی اللہ ہے۔

سوم ہدایت ہدایت توفیقی ہے۔ یعنی جس وقت انسان بہ ہدایت عقل نبی کی معرفت حاصل کر کے بحکم خدا اس کا اتباع کرتا ہے۔ اور کسی کام میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور اس کے قدم بقدم چلتا ہے۔ تو خدا توفیقاتِ خیر اس کے لئے زیادہ کرتا اور درہائے نور کھول دیتا ہے۔ دل میں نور پیدا ہونے لگتا ہے۔ سینہ کھل جاتا ہے۔ اور نفس مقامِ اطمینان میں پہنچنے لگتا ہے۔ کما قال عزّ و جلّ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (عنکبوت) جو لوگ ہماری راہ میں سعی کرتے ہیں۔ ہم ضرور ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔ اور راہ دکھلا دیتے ہیں۔ بیشک اللہ نکو کاروں کے ساتھ ہے۔" وَقَالَ وَالَّذِیْنَ اھْتَدَوْا زَادَھُمْ ھُدًی (قتال)۔" اور جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اور ہدایت کر لیتے ہیں اللہ ان کی ہدایت کو اور بڑھا دیتا ہے۔" اور یہ ہدایت توفیقی ہے۔ اور اس کے درجات بیشمار ہیں۔ جو شخص جس قدر راہِ خدا میں ساعی ہے۔ اور اتباعِ پیغمبرؐ میں کوشاں۔ اُسی قدر اس کی توفیقات زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اور ابواب نورِ علم کھلتے جاتے ہیں۔ اور اسرار معارف منکشف ہوتے ہیں۔ اور یہ ہدایت موقوف ہے اتباعِ پیغمبرؐ پر۔ بلا اس کے ممکن نہیں۔

چہارم ہدایت ال‍ی صراطِ مستقیم ہے۔ جس کے لئے ہم سب ہر روز دعا کرتے ہیں۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ گویا یہ عام انسانوں کے لئے منتہائے توفیقاتِ الٰہی و عنایاتِ الٰہیہ ہے۔ اور گویا اثر و نتیجہ ہدایت ثالثہ یعنی ہدایتِ توفیقی وصولِ بصراطِ مستقیم ہے۔ اور چاروں ہدایتیں مسلسل ہیں۔ یعنی اگر پہلی ہدایت ہے۔ تو دوسری مفید ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ اگر کوئی بچہ بالفطرۃ مجنون یا عقل ناقص الخلقت پیدا ہوا ہو۔ تو ہدایتِ پیغمبری اس کے لئے ہرگز مفید نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر دوسری ہدایت نہ ہو۔ تو تیسری نصیب نہیں۔ یعنی توفیقِ الٰہی اتباعِ ہدایت دوم یعنی پیروی رسولؐ پر موقوف ہے اور اسی طرح اگر تیسری یا تینوں ہدایات مفقود ہوں۔ چوتھی یقیناً مفقود ہو گی۔ اور ہرگز ایسا شخص جو غیر عاقل ہو۔ یا متبع رسولؐ نہ ہو یا بوجہ معاصی و عدم اصلاح اعمال موردِ توفیقِ الٰہی نہ ہو اصل صراطِ مستقیم پر نہیں پہنچ سکتا۔ اور صراطِ مستقیم پر پہنچنا ہی انسان کی ہدایت کا مقصدِ اعلیٰ ہے۔ کیونکہ صراطِ مستقیم پر پہنچنا۔ گویا

خداوندِ عالم سے اتصال و قربِ منزلتی حاصل کر لینا ہے۔ اس لئے کہ خدا صراطِ مستقیم پر ہے مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کوئی متحرک ذی روح نہیں ہے مگر یہ کہ خدا اس کی پیشانی پکڑے ہوئے ہے۔ اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور اسی کی طرف جا رہا ہے۔ بیشک میرا خدا صراطِ مستقیم پر ہے۔ پس انسان بہ ہدایاتِ الٰہی و توفیقاتِ خداوندی و بسیر و سلوک سبیل ہوئی عمل صالحات صراطِ مستقیم پر پہنچتا ہے۔ لیکن اوّل آیہ سورۂ یٰسٓ سے معلوم ہے۔ کہ پیغمبر خاتم النبیینؐ اوّل ہی سے صراطِ مستقیم پر ہے۔ نہ یہ کہ یہ مراتب مذکور طے کرنے کے بعد صراطِ مستقیم پر پہنچا ہے يٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ اے یٰسٓ اے محمدؐ! قسم ہے قرآن کریم کی۔ بیشک تو مرسلین میں سے صراطِ مستقیم پر ہے۔ پس اوّل بالذات صراطِ مستقیم پر واجب الوجود ربّ العالمین ہے۔ اور ثانیاً و بالعرض ممکن واجب التحلو حضرت خاتم النبیینؐ رحمۃ للعالمین صراطِ مستقیم پر ہے۔ اور اس لئے کوئی بلا واسطہ و وسیلہ حضرت خاتم النبیینؐ صراطِ مستقیم پر نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ نبی ہو یا غیر نبی۔ اور شرائعِ انبیاء سابقین و سبیل اللہ ہیں۔ جو اس صراطِ مستقیم تک منتہی ہوتی ہیں۔ اور صراطِ نبوی متصل ہے صراطِ الٰہی سے وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (آلِ عمران ع ۱۱) "اور کیونکر تم خدا کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ اس کی آیات تم پر پڑھی جاتی ہیں۔ اور تم میں اس کا رسولؐ موجود ہے۔ اور جو شخص خدا سے وابستہ ہو جائے اور اس کو مضبوط پکڑے۔ وہ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا۔" وَهُوَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ

اس بیان سابقہ سے بخوبی واضح ہو گیا۔ کہ ان ہدایات رابعہ میں ایک ہدایت ہدایتِ رسولؐ ہے۔ اور بعد خدا وہی ہادیِ خلق ہے۔ اور باقی دو کو ہدایات اس کی اتباع پر مبنی و موقوف ہیں۔ اور چونکہ وہ ہادی ہے۔ تو وہ خود اس ہادیِ ثانوی کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ضرور اس امر میں تمام دوسرے انسانوں سے خارج ہے۔ جو دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہو تو وہ ہادی ہی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ ہدایتِ الٰہی جو ہادیانِ دینؑ اور انبیاءؑ سے مخصوص ہے وہ کونسی ہے؟ پس وہ ہدایت جو مخصوص ہے۔ انبیاءؑ و ہادیانِ دین سے یہ ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ "اور اسے ہمارے حبیبؐ اسی طرح ہم نے تجھ کو ایک روح اپنے عالمِ امر سے عطا کی ہے۔ تو خود نہیں جانتا تھا کہ حقیقتِ کتاب کیا ہے اور حقیقتِ ایمان کیا۔ لیکن ہم نے اس روح کو جو تجھے عطا کی ہے نور بنا دیا ہے۔ اور اس نور کے ذریعہ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ہدایت کرتے ہیں۔ اور بیشک تو ہی صراطِ مستقیم کی

طرف راہ نمائی کرتا ہے۔" یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ ہدایت پیغمبر اس روح نورانی سے ہے۔ اور یہ روح وہی روح اور نور ہے۔ جس کی بابت آنحضرت نے خود فرمایا ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ وَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ "سب پہلی چیز جو خدا نے خلق کی۔ وہ میری روح اور میرا نور ہے۔" اور یہ ہدایت بندگزین تمام یعنی انبیاء سے مخصوص ہے۔ اور مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کو اسی طرح ایک روح نورانی سے ہدایت کی جاتی ہے۔ اللہ جب ان کو وہ روح عطا کر دی جاتی ہے۔ اور وہ عالم و ہدایت یافتہ ہو جاتے ہیں۔ پھر کسی اور ہدایت اور ہادی کے محتاج نہیں رہتے۔ اور باقی تینوں ہدایات اس ہدایت روح نورانی کے تحت ہیں۔ اور تمام توفیقات و عنایات و رحمات الٰہیہ اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی روح نورانی پاک کو روح قدس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خاص انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے خدا فرماتا ہے۔ وَ اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ "اور ان سب کی اپنی ایک روح خاص سے تائید کی ہے۔" یہی روح انبیاء سے مخصوص ہے یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ "خدا اپنے امر سے ایک روح اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے (جس کو نبی بناتا ہے) عطا کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ اس روح کے ذریعہ سے ہدایت کرے۔ اور روز قیامت سے لوگوں کو ڈرائے۔" اور ہدایت حضرت آدمؑ و علم حضرت آدمؑ اسی روح سے تھا۔ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔

لہٰذا انبیاء محتاج ہادی خارجی نہیں ہیں۔ خدا کی طرف سے بالفطرۃ اس روح نورانی کے ذریعہ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ پس ہادی وہی ہو سکتا ہے۔ کہ جو یہ روح نورانی رکھتا ہو۔ بلا اس کے ہرگز ہادی نہیں ہو سکتا۔ بلا اس کے ہدایت غیر سے بے پروا نہیں ہو سکتا من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہادی وہی ہے۔ جس کی اس روح سے ہدایت کی گئی ہو۔ اور یہ روح ہرگز فرشتہ نہیں ہے۔ بلکہ اور شے ہے اور روح اور شے۔ اور خدا صاف فرماتا ہے۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ "وہ خدا نازل کرتا ہے ملائکہ کو ساتھ روح کے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔" روح اور فرشتہ دو چیزیں ہیں۔ اور ما انزال ملائکہ والقاء روح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فافہم و تدبر۔

پھر نبیج ہادی کے لئے صاحب روح قدس ہونا ضروری ہوا۔ اور نیز یہ کہ علم لدنی رکھتا ہو۔ کیونکہ ہدایت بلا علم غیر معقول ہے۔ اور مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ جب تک یہ روح نہ تھی علم کتاب نہ تھا۔ اور اس نور کے عطا ہوتے ہی علم کتاب حاصل ہو گیا۔ گویا روح نورانی اور علم کتاب ساتھ ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں یہ روح ہے۔ اور جب یہ روح ہے۔ علم کتاب و حقیقت کتاب بھی موجود ہے۔ اور جہاں حقیقت کتاب و علم کتاب ہے۔ یہ روح بھی موجود ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ ہادی

علم اپنے وجود کے ساتھ رکھتا ہے۔ اور صاحب علم لدنی و موہبتی ہے۔ بلکہ یوں کہئے۔ کہ وہ روح نورانی عین علم ہے۔ اور علم حقیقی غیر از نور اور کوئی شے نہیں ہے۔ اَلْعِلْمُ نُوْرٌ یَقْذِفُہُ اللّٰہُ فِیْ قَلْبِ مَنْ یَّشَآءُ "علم ایک نور ہے جس کو اللہ جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے"۔

بنابریں معیار ہادی روح قدس و علم لدنی موہبتی وجودی ہوا۔ لہٰذا اب یہ معلوم کرنا بہت آسان ہے کہ بعد ہادی السبل و خاتم الرسل و منذر کل ہادی لے الحق و راہ نمائے مطلق کون ہے۔ یعنی وہ شخص ہادی امت محمدی ہے۔ جو صاحب روح نورانی اور علم لدنی موہبتی وجودی ہو۔ یعنی وجود کے ساتھ علم لے کر آیا ہو۔ یا یوں کہئے۔ کہ بعد پیغمبرؐ ہادی الی الحق واسطے صراط مستقیم وہ ہے۔ جس کی نورانیت متصل بنورانیت محمدی روحانیت متصل بروحانیت نبویؐ علم متصل بعلم پیغمبریؐ اور اس کی راہ اس کی صراط منتہی بصراط خاتمیؐ۔ تاکہ وہ متصل بصراط الٰہی ہو۔ اور امت محمدی میں اس صفت سے متصف غیر از جزو نور محمدی علیؑ و اجزاء نور یہ علیؑ اور کوئی نہیں۔ قَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ھٰذَا صِرَاطُ عَلِیٍّ مُّسْتَقِیْمٌ "یہ علیؑ کا سیدھا راستہ ہے"۔ صراط مستقیم علوی متصل و منتہی بصراط نبویؐ ہے۔ اور وہ ہادی الی صراط اللہ۔ کما قال عزّ وجلّ اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ۔ "اے ہمارے حبیب بیشک تو ہی صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرنے والا ہے۔ اس اللہ کی صراط کی طرف جو کل زمین و آسمان و ما فیہما کا مالک ہے۔ آگاہ رہو۔ کہ تمام امور اسی کی طرف رجوع کرتے اور منتہی ہوتے ہیں"۔ یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ معیار ہادیت غیر از عترت رسولؐ علیؑ و اولاد علیؑ اور کسی میں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ نور علیؑ نور محمدی ہے۔ کما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ "میں اور علیؑ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں"۔ وقال خُلِقْتُ اَنَا وَاَھْلُ بَیْتِیْ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ "میں اور میرے اہلبیتؑ ایک ہی نور سے خلق ہوئے ہیں"۔ اور روح علویؑ و علم علویؑ روح و علم محمدی ہے۔ کیوں کہ ثابت کر چکے ہیں کہ علم کتاب خواہ اس سے حقیقت قرآن مراد ہو یا مطلق جنس کتاب روح محمدی کو لازم ہے۔ اور کتاب کو یہ روح و نورانیت اور کتاب محمدی بوراثت ذریت رسولؐ کے افراد مصطفےٰ کو پہنچی ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا "پھر ہم نے وارث بنایا ہے۔ کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا ہے"۔ اور آیۂ مجیدہ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ "سے ثابت ہے۔ کہ مصطفےٰ صرف ذریت انبیاؑ ہے۔ خصوصاً ذریت ابراہیمؑ۔ اور نیز خدا فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ "ہم نے ذریت ابراہیمؑ میں نبوت و کتاب کو قرار دے دیا ہے"۔ پس بجعل الٰہی نبوت و کتاب ذریت ابراہیمؑ میں

باقی ہے۔ لیکن ذریتِ اسمٰعیلؑ میں نبوت حضرت خاتم النبیینؐ پر ختم ہو گئی۔ اور اسی طرح کتاب بھی بایں معنی کہ قرآن کے بعد اور کوئی نئی کتاب الٰہی نہ ہو گی۔ مگر وراثتِ کتاب یعنی علمِ کتاب بطورِ وراثت ذریتِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے افرادِ مصطفٰے میں باقی ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس امت میں ذریتِ مصطفٰے از ابراہیمؑ عترت و ذریتِ رسولؐ اور ائمہ اثنا عشر ہیں۔ یعنی علیؑ و اولادِ علیؑ۔ بلکہ نہ مصطفٰے بلکہ مثل حضرت ابراہیمؑ سب کے سب مجتبٰے ہیں۔ وہ خاص بندگان مرتضٰے ہیں۔ لہذا وہی وارثِ کتابِ محمدی اور در رعایتِ نبوی ذوی ورا ثبت پیغمبری ہیں۔

احمد بن حنبل، عبداللہ بن حمید اور مسلم زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ "اللہ نے اولادِ اسمٰعیلؑ میں سے کنانہ کو منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو۔ قریش میں سے بنی ہاشم کو مصطفٰے بنایا۔ اور بنی ہاشم میں سب سے مصطفٰے میں محمد مصطفٰے ہوں۔" اور مسلم و ترمذی نے وائلہ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِیْ صُلْبِہٖ وَجَعَلَ ذُرِّیَّتِیْ فِیْ صُلْبِ عَلِیٍّ۔ یعنی "اللہ تعالٰے نے ہر ایک نبیؐ کی ذریت کو اس کے صلب سے قرار دیا۔ اور میری ذریت کو صلبِ علیؑ سے قرار دیا۔" قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَحْنُ اُوْرِثْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ فِیْہِ مَا تُسَیَّرُ بِہِ الْجِبَالُ وَقُطِّعَتْ بِہِ الْبُلْدَانُ وَیُحْیٰی بِہِ الْمَوْتٰی وَنَعْرِفُ بِہِ الْمَآءَ وَاُوْرِثْنَا ھٰذَا الْکِتَابَ فِیْہِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ "ہم ہی وارث ہوئے ہیں اس قرآن کے جس میں وہ آیات ہیں جن سے پہاڑ چل نکلیں۔ منازل بلاد قطع ہو جائیں۔ مُردے زندہ ہو جائیں۔ اور ہم اس سے پانی کو پہچانتے ہیں (جس کو سلیمانؑ نہ پہچانتے تھے۔ اور پرند خبر دیتے تھے)۔ اور ہم ہی اس کتاب کے وارث ہیں جس میں ہر شے کا بیان موجود ہے۔" بہرکیف مصطفٰے ذریتِ انبیاءؑ ہیں۔ اور اسی طرح ذریتِ خاتم الانبیاءؐ اور ذریتِ رسول اللہ ذریتِ فاطمہؑ اولادِ علیؑ ہے۔ اور کلامِ حمید مجید میں بھی لڑکی کی اولاد کو ذریت کہا گیا ہے۔ کَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَوَھَبْنَا لَہٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ کُلًّا ھَدَیْنَا وَنُوْحًا ھَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَھٰرُوْنَ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَزَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ وَمِنْ اٰبَآئِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ان آیاتِ مبارکہ میں حضرت عیسٰےؑ کو ذریتِ انبیاءؑ میں شامل کیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرتؑ بلا باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اور باپ کے سلسلے سے انبیاءؑ کی ذریت میں داخل نہیں ہیں۔ لیکن حضرت مریمؑ اولادِ انبیاءؑ

ہیں ہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ذریت کا لفظ عام ہے۔ اور شامل ہے انسان کی اس اولاد و نسل کو بھی جو لڑکی سے چلے۔ اور کلام حمید مجید میں ہر جگہ ایسے موقعوں پر ذریت ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ بنا بریں اولاد حضرت فاطمہ بنص قرآن ذریت رسول ہے۔ اور یہی بندگان مصطفےٰ و مجتبےٰ ہیں جو وارث کتاب پیغمبر و روحانیت و نورانیت محمدی ہیں۔ اور ان کی صراط متصل بصراط نبوی اور یہ ضرور ملحق بہ نبی ہیں۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ (طور) یعنی خدا فرماتا ہے: اور جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ اور ان کی ذریت نے ایمان میں ان کا اتباع کیا ہے۔ تو ہم ان کے ساتھ ان کی ذریت کو ملائیں گے اور ملحق کر دیں گے۔ اور ان کے عملوں میں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔ جبکہ عام مومنین کی ذریت کا یہ حال ہے۔ کہ وہ ان کے ساتھ بشرط اتباع ایمانی ملحق ہو گی۔ تو ذریت رسولؐ جو اسی نور محمدیؐ کا جز ہے۔ جو وارث علم نبی ہے۔ جو مثل رسولؐ امت مسلمہ ہے۔ اور یہ مجتبےٰ و مصطفےٰ ہے اور روحانیت و نورانیت میں شریک ہے۔ وہ کیوں کر رسولؐ سے ملحق نہ ہو گی؟ ذریت رسولؐ ضرور ملحق برسولؐ ہے۔ اور صراط ذریت رسول منتہی بصراط رسولؐ ہے۔ اور جس نے اس ذریت رسولؐ کے کسی ایک فرد کا اتباع کر لیا اور دامن پکڑ لیا۔ لابد رسولؐ سے جا ملا۔ اور جب رسولؐ سے جا ملا۔ تو خدا سے جا ملا۔ اور صراط مستقیم الٰہی پر پہنچ گیا۔ یہی وہ اصحاب و اوصیاء رسولؐ ہیں جن کی بابت فرمایا ہے بأيهم اقتديتم اهتديتم ان میں سے جس کا اتباع و اقتدار کر لیا۔ ہدایت پا گئے۔ پس بعد رسولؐ ہادی الی الحق و موصل الی اللہ علیؑ و اولاد علیؑ ہے۔ اور انہی میں معیار ہادیت موجود ہے۔ اور کوئی اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ یعنی وہ اس روح قدس و روح نورانی بھی یہی ہیں۔ اور جب وارث روح نورانی و روح قدس ہیں۔ اور وہ روح علمی ہے۔ تو ضرور صاحبان علم لدنی و علم وجودی ہوئے۔ اور وراثت کتاب سے ثابت ہے۔ کہ علم کتاب نبی انہی کے پاس ہے۔ لہٰذا وہی قائم مقام نبیؐ و وارث پیغمبرؐ و بعد نبیؐ ہادیان دین ہوئے۔

علاوہ ازیں ہادی کے لئے جو آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہے۔ ضروری ہے۔ کہ تمام مناہی و مناکر و معاصی و مآثم سے پاک و صاف ہو۔ ورنہ اگر خود بھی انہی میں آلودہ ہو۔ تو مقصد ہدایت فوت ہو جائے گا۔ اور غرض پوری نہ ہو گی۔ اس لئے عصمت لازمۂ ہدایت ہے۔ نیز ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ علم کتاب یا حقیقت قرآن اس روح قدس سے وابستہ ہے۔ اور وہ حقیقت پیغمبری ہے۔ اور قرآن وہ الفاظ مقروۃ ہیں۔ جو زبان مبارک پیغمبرؐ سے نکلے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ انه لقرآن كريم في كتاب مكنون لا يمسه الا المطهرون۔ تحقیق کہ یہ قرآن کریم کتاب مکنون میں ہے۔ نہیں مس کرتے اس کو مگر مطہر لوگ۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ کتاب مکنون روح نورانی محمدی یا حقیقت نبویہ ہے۔ جو روح نورانی

علی بلکہ عین علم ہے۔ اور یہ قرآن اسی میں ہے۔ اس کے وارث ہونے اور مس باطنی کرنے اور علی الشہور اس حقیقت نورانیہ علیہ کے سینہ بسینہ وارثان کتاب تک تطہیر کامل کی ضرورت ہے۔ یعنی تطہیر تکوینی باطنی۔ اور بنص آیہ قرآن مسلم و محقق ہے۔ کہ تطہیر کامل اور تطہیر الٰہی تکوینی غیر از اہلبیت پیغمبرؐ اور کسی کے لئے ثابت نہیں۔ پس وارث کتاب مطہرین و معصومین ہیں۔ اور وہی ہادیان دین و قائم مقام پیغمبرؐ ہیں۔ اور مطہرین اہلبیت پیغمبرؐ ہیں۔ لہذا ہادیان دین اہلبیت پیغمبرؐ علیؑ و اولاد علیؑ ہی ہیں۔ انہی کے لئے معیار ہادیت وجود روح قدس۔ علم لدنی وجودی اور طہارت باطنی و عصمت ثابت ہے۔ لہذا یہی بعد پیغمبرؐ ہادی خلق ہیں۔ اور یہی لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کے مصداق ہیں۔

کتاب ذخائر العقبیٰ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اَنَا الْمُنْذِرُ وَعَلِيٌّ الْهَادِيْ وَبِكَ يَا عَلِيُّ يَهْتَدِي الْمُهْتَدُوْنَ میں ڈرانے والا رسولؐ ہوں۔ اور علیؑ ہادی ہے۔ اور اے علیؑ تجھ ہی سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔ اسی مضمون کو ابن عساکر و ابن منجار وغیرہما سے ثعلبی و سیوطی نے نقل کیا ہے۔

ابو ایوب انصاریؓ وغیرہ سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے عمارؓ سے فرمایا۔ اے عمار رضؓ میرے بعد میری امت میں بہت خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اختلافات پڑیں گے۔ اور آپس میں تلوار چلے گی۔ اے عمارؓ جب تو یہ حال دیکھے۔ تو اس (علیؑ) کے ساتھ رہنا۔ اور اس سے جدا نہ ہونا۔ اگر تمام لوگ ایک وادی کی طرف چلیں۔ اور علیؑ اکیلا ایک وادی کی طرف جائے۔ تو اُدھر ہی جانا جدھر علیؑ جائے۔ اور لوگوں سے علیحدہ ہو جانا۔ يَا عَمَّارُ عَلِيٌّ لَا يَرُدُّكَ عَنْ هُدًى وَلَا يَدُلُّكَ عَلٰى رَدًى يَا عَمَّارُ طَاعَةُ عَلِيٍّ طَاعَتِيْ وَطَاعَتِيْ طَاعَةُ اللّٰهِ یعنی اے عمارؓ علیؑ تجھ کو ہدایت سے نہ موڑے گا۔ اور ہلاکت کی طرف راہ نمائی نہ کرے گا۔ اے عمارؓ علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور میری اطاعت خدا کی اطاعت۔ پس علیؑ کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہوئی۔ پس صراط علیؑ متصل بصراط نبیؐ ہے اور صراط نبیؐ منتہی بصراط الٰہی۔ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

حاکم و ابو القاسم الحسکانی وغیرہما نے بریدہ الاسلمی سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول خداؐ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا۔ اور علیؑ کا ہاتھ لے کر اپنے سینے پر رکھا۔ اور فرمایا۔ اَنَا الْمُنْذِرُ پھر اپنا ہاتھ علیؑ کے سینے پر رکھا۔ اور فرمایا۔ اَنْتَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اے علیؑ تو میرے بعد ہر قوم کا ہادی ہے۔ پھر فرمایا اَنْتَ مَنَارُ الْاَنَامِ وَغَايَةُ الْهُدٰى وَاَمِيْرُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ اَشْهَدُ عَلٰى ذٰلِكَ اَنَّكَ كَذٰلِكَ اے

علیؑ تو ہی تمام مخلوق کو بلانے اور دعوت دینے والا اور غایت ہدایت ہے۔ اور تو ہی امیر ہے متقیوں اور نکوکاروں کا اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ تو بیشک ایسا ہی ہے۔" اس حدیث سے علاوہ اس کے کہ علیؑ ہادی ہے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد تا قیام قیامت ہدایت خلق علیؑ سے وابستہ ہے اور علیؑ ہی ہر قوم کا ہادی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ علیؑ بصورت ظاہری ہر زمانے اور ہر قوم میں موجود نہیں ہے۔ پس مطلب یہی ہوا کہ علیؑ یا جزو علیؑ (اولاد) ہر زمانے میں موجود ہوگا۔ اور وہی ہادی ہوگا اپنے زمانہ کا۔ اور ہدایت انہی علیؑ و اولاد علیؑ سے وابستہ ہے۔ ہدایت خانۂ فاطمہؑ سے ہرگز کسی وقت میں خارج نہیں ہو سکتی۔ اور مناقب میں محمد بن مسلم سے مروی ہے۔ کہ صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا۔ کُلُّ اِمَامٍ هَادٍ لِكُلِّ قَوْمٍ فِي زَمَانِهِمْ یعنی ہر ایک امام ہادی ہے اپنے زمانے کی ہر قوم کا۔" اسی واسطے آیا ہے۔ "يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ اور باقر العلومؑ فرماتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ میں منذر ہوں۔ اور علیؑ ہادی ہے۔ اور واللہ یہ آیت ہم میں ہمیشہ رہی۔ یعنی ہم اولاد علیؑ میں ہمیشہ ایک امام ہادی رہا ہے۔

اب خوب واضح ہو گیا۔ کہ ہر قوم اور ہر زمانے کے لئے ہادی ضروری ہے۔ اور بعد آنحضرت صلعم ہادی خلق علیؑ و اولاد علیؑ ہے اور اس سے وجود امام ہادی مہدیؑ فرزند علیؑ بن ابی طالبؑ ضروری ہے۔ اور اس سلسلہ ائمہؑ میں اس وقت بجز مہدی آخرالزمانؑ حضرت محمد بن الحسن العسکری اور کوئی ہادی و امام نہیں پس موجود مہدیؑ امت ہادی خلق فرزند علیؑ ذریت فاطمہؑ عترت نبیؐ واجب و ضروری و لازمی ہے۔ دنیا ہرگز اس سے خالی نہیں ہے۔ وہ ضرور زندہ و موجود ہے۔ یہ انیسویں دلیل ہے وجود امامؑ پر کہ ہادی خلق موجود ہے۔ دنیا اس سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ مہدی آخرالزمانؑ ہی ہے۔ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ۔

بیسویں دلیل

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ "اور اللہ دعوت دیتا اور دار السلام کی طرف بلاتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی راہ نمائی کرتا ہے۔" بلا شک و شبہ خدا وند عالم ہی اوّل داعی الی الحق ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں۔ کہ دعوت خدا دو قسم پر ہے۔ ایک دعوت فطری فعلی مثل ہدایت بالعقل و بالآیات۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ "ہم ہمیشہ اپنی نشانیاں اطراف و آفاق عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھلاتے ہیں۔" دوم دعوت قولی ہے۔ اور وہ بذریعہ انبیاءؑ ہے۔ اور انبیاءؑ جو دعوت دیتے ہیں۔ از جانب اللہ و بجانب خدا و دار السلام دیتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے ہیں۔ ہر امر میں امر الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔ اور بامر خدا باذن خدا و بہ تعلیم خدا دار السلام اور صراط مستقیم کی طرف لوگوں کی راہ نمائی فرماتے ہیں۔ کَمَا اَخْبَرَ عَنْهُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً

وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ
الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ (انبیاء ع) ترجمہ جید مرتبہ ہو چکا ہے۔ "یَهْدُونَ بِأَمْرِنَا"
سے ظاہر ہے۔ کہ انبیاء اور یہ ائمہ خلق امر الہٰی کے تابع ہوتے ہیں۔ اور اسی کے حکم سے اور حکم کے مطابق
راہ نمائی کرتے ہیں۔ نیز قال وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا (سجدہ ع ۳) "ہم نے
ان میں سے امام بنائے ہیں۔ جب کہ ان سے صبر ثابت ہوا۔ اور وہ ہمارے ہی امر سے ہدایت کرتے ہیں۔" اور
اس سے واضح ہے۔ کہ گویا دوسرا داعی الی الحق والی اللہ پیغمبرؐ ہے۔ اور جملہ پیغمبرؐ داعیان حق ہیں۔ اور یہ دعوت
آنحضرتؐ پر ختم ہو جاتی ہے۔ اور حضرتؐ ختمی مرتبت آخری پیغمبر داعی ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔" اور یہی
داعی مطلق ہیں۔ کیونکہ جملہ عوالم پر مبعوث ہیں۔ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا
اور معلوم ہے۔ کہ جب داعی مطلق و داعی جمیع عوالم پیغمبر آ چکا۔ تو پھر کوئی پیغمبر نہ آئے گا۔ لیکن غور طلب یہ ہے
کہ آیا دعوت پیغمبریؐ آپ کی ذات مبارک کے ساتھ ختم ہو گئی یا نہیں؟ اگر ایسا ہے۔ کہ دعوت الی الحق
بھی آپ کے انتقال ظاہری کے بعد ختم ہو گئی۔ تو اس وقت سے اس وقت تک کا تمام زمانہ دعوت حق سے
خالی ہو گا۔ حالانکہ جو ضرورت داعی بلحاظ احتیاج انسان اس وقت تھی اب بھی ہے۔ پس ناممکن ہے۔ کہ
سلسلہ دعوت منقطع ہو۔ بیشک پیغمبری آنحضرتؐ پر ختم ہو گئی۔ اب کوئی نیا پیغمبرؐ اور نئی کتاب نہیں آئے گی۔
لیکن یہ شریعت اور یہ دین اور یہ کتاب قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔ لہٰذا ضرور ہے۔ کہ کوئی داعی
الی دین محمدؐ و دین الاسلام باقی رہے۔ ورنہ آنحضرتؐ ان لوگوں کے پیغمبرؐ نہ کہلائیں گے اور خاتم النبیین
نہ ٹھہریں گے۔ اور قرآن اور اسلام اسی زمانہ پیغمبریؐ سے مخصوص ہو گا۔ اور یہ باطل ہے۔ اور قرآن ہی
ہمیں ہدایت کرتا ہے۔ کہ دعوت قرآنی برابر جاری ہے۔ اور سب کے لئے ہے۔ حیث قال أُوحِيَ
إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ" مجھ کو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ کہ میں تم کو
اس سے ڈراؤں۔ اور جس کو یہ قرآن پہنچے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ قرآن سب کے لئے ہے۔ اور اس کی دعوت
عام ہے۔ اور اپنے وقت میں قرآن سے دعوت دینے والے پیغمبرؐ تھے۔ اور وہ اب موجود نہیں۔ مگر
قرآن ہے۔ تو اس سے دعوت دینے والے ضرور ہونے چاہئیں۔ جو داعی الی الحق ہوں۔ اور لوگوں کی
بھی راہ نمائی کریں۔ یعنی اس داعی دوم کے بعد داعی سوم بھی چاہیئے۔ چنانچہ آیہ مجیدہ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ
يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
(آل عمران ع ۱۱) اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک امت ہمیشہ ایسی رہے۔ جو خیر کی طرف بلائے اور

دعوت دے۔ اور نیکی کا حکم کرے اور بدی سے روکے۔ اور یہی لوگ دراصل رستگار ہیں۔ اس سے بکمال وضاحت ثابت ہے۔ کہ امت میں ایک جماعت ایسی ہے۔ جو داعی الی الحق ہے۔ اور کوئی زمانہ اُس امت سے خالی نہیں ہو سکتا۔

اس آیت سے چند امور مستنبط ہوتے ہیں۔ اوّل لفظ "منکم" سے ثابت ہے۔ کہ اس امت سے مراد ہر داعی الی الحق ہے تمام امتِ محمدی نہیں ہے۔ بلکہ بعض افراد خاص۔ دوم وَلْتَكُنْ سے ظاہر ہے۔ کہ یہ جماعتِ خاص ہمیشہ مسلمانوں میں موجود ہونی چاہیئے۔ سوم ان کی صفت یہ ہے کہ وہ مطلق خیر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور ان کا کام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ چہارم یہ ضرور رستگار و فلاح یافتہ ہیں۔

لہذا اب ان کی تشخیص کے لئے کہ امتِ محمدی میں یہ جماعت خاص اور یہ لوگ کون ہیں۔ جو داعی الی الحق و داعی الی الخیر ہیں۔ دو باتوں کی تحقیق کی ضرورت ہے۔ اوّل یہ کہ چونکہ وہ داعی الی الخیر ہیں۔ لہذا اول عالم خیر ہوں۔ کیونکہ اگر عالم نہ ہوں گے۔ تو دعوت بھی نہیں دے سکتے۔ اور چونکہ خیر اسم جنس ہے اور ال جنسی اس پر داخل ہے۔ لہذا ضرور بقاعدہ عربیت خیر سے کل خیر و مطلق خیر مراد ہے۔ یعنی جملہ خیرات جو عنداللہ خیرات ہیں۔ ان کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں۔ لہذا جملہ خیر و مطلق خیر و کل خیر کے عالم ہونے چاہئیں۔ ورنہ دعوت محال ہو گی۔ دوم یہ کہ ان کا علم عطائے الٰہی ہو۔ یعنی وہبتی۔ نہ کسبی و تحصیلی۔ کیونکہ علم حقیقی واقعی وہی ہو گا۔ جو خالق حقائق و ماہیات کی طرف سے ہو۔ ورنہ علم انسانی ناقص ہے۔ بسا اوقات انسان اپنے علم ناقص سے ایک شے کو اچھا اور خیر سمجھتا ہے اور دراصل وہ شر اور بری ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات ایک چیز کو برا سمجھتا اور شر جانتا ہے۔ اور اس لئے اس سے کراہیت کرتا ہے۔ اور دراصل وہ اس کے لئے خیر ہوتی ہے چنانچہ حق سبحانہ و تعالےٰ خبر دیتا ہے۔ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ممکن ہے کہ تم ایک شے کو دوست رکھو۔ اور وہ تمہارے لئے شر ہو۔ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم ایک شے کو مکروہ جانتے ہو۔ اور وہ تمہارے لئے خیر ہوتی ہے۔ پس اگر داعی الی الخیر ایسا شخص فرض کیا جائے۔ جس کا علم کسبی ہے اور خاص عطائے الٰہی اور موہبتِ خداوندی نہیں ہے۔ تو بجائے خیر کی طرف دعوت دینے کے شر کی طرف دعوت دے گا۔ اور فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا کا مصداق ہو گا۔ اس لئے وہ علماء جن کا علم تحصیلی کسبی ہے داعی الی الخیر نہیں ہو سکتے ایسے علماء علاوہ اس کے کہ احاطہ جمیع خیرات و کل خیر پیدا نہیں کر سکتے۔ شر واقعی اور خیر واقعی کی پوری تمیز بھی نہیں کر سکتے۔ اور وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا میں سب شامل ہیں۔ لہذا اس آیت کا مصداق اور آنحضرتؐ کے

بعد داعی الی الخیر اور داعی الی الحق وہی نفوس ہو سکتے ہیں۔ جو علم موہبتی رکھتے ہیں اور منجانب اللہ کل خیر پر احاطہ اور پھر آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ خود مرتکب مناہی نہ ہوتا ہو۔ اور ایسا شخص جس کی نسبت ارتکاب مناہی و مناکر کا خوف نہ ہو۔ اور اطمینان حاصل ہو۔ وہی ہو سکتا ہے۔ جس کی عصمت پر نص ہو۔ اور خدا نے بتلا دیا ہو۔ اور پیغمبرؐ نے مشخص کر دیا ہو۔ کہ ایسا شخص جو خلعت عصمت سے مخلع ہے فلاں ہے۔ اور جملہ صفات جو داعی الی الخیر و داعی الی الحق و آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر کے لئے ضروری ہیں۔ امت محمدی میں صرف اہلبیت طاہرین کے لئے تو ثابت و محقق ہیں۔ وہ صاحبان علم موہبتی بھی ہیں اور صاحبان عصمت و طہارت بھی۔ اور علم ان کا علم نبی ہے۔ اور وہ وارث علوم نبوتی ہیں۔ دوسرے کی نسبت ان اوصاف کا اثبات نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

بعبارت دیگر۔ بعد پیغمبرؐ داعی الی الحق اور دین محمدی کی طرف بلانے والا اور شریعت محمدی کی تبلیغ کرنے والا وہی ہے۔ جو عالم کتاب محمدی ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ علم قرآن اور اس کی حقیقت پر احاطہ صرف اہلبیت طاہرینؑ کو حاصل ہے۔ اور نیز اور بھی آیات دلالت کرتی ہیں۔ اور کلام حمید مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو "وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ" سے خارج ہیں۔ یعنی علم ناقص جزئی نہیں رکھتے بلکہ علم کلی رکھتے ہیں۔ اور اولوا العلم کا مصداق ہیں۔ چنانچہ ان کی نسبت خدا یوں فرماتا ہے۔ "وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ" ... اسی طرح سے اے پیغمبرؐ ہم نے تیری طرف کتاب نازل کی ہے۔ اور جن لوگوں کو ہم نے پہلے سے کتاب دے دی ہے۔ وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے بھی بعض اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہماری آیات کا دیدہ و دانستہ انکار کافر ہی کرتے ہیں۔ اور اے حبیبؐ تو تو اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھتا تھا۔ اور نہ اس کو خود اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو یہ مبطلین اس میں شک کرتے۔ اور ان کو واقعی شک کا موقع مل جاتا۔ بلکہ یہ کتاب (قرآن) تو آیات بینات ہیں سینوں میں ان لوگوں کے جن کو علم کلی عطا کر دیا گیا ہے۔ اور ہماری آیات کا انکار صرف ظالمین ہی کرتے ہیں" اس سے معلوم ہوا۔ کہ کچھ لوگ امت محمدی میں ایسے ہیں۔ جن کے سینوں میں علم قرآن ودیعت کر دیا گیا ہے اور ان میں وہ بطور آیات بینات موجود ہے۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں "اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ" کہا ہے وہاں کتاب سے علم کتاب ہی مراد ہے۔ اور انبیاء کی طرف منسوب ہے۔ اور اہل کتاب کو "اوتوا الکتاب" کہا

گیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں تدبر کرنے والے پر پوشیدہ نہیں (تفصیل اس کی رسالہ البرہان اور کشف الاسرار میں ملاحظہ ہو) اسی بنا پر اوتوا العلم اور اتیناہم الکتاب کا مصداق ایک ہی ہو گئے۔ اور آیۂ سورۂ قصص جس کو ہم مکرر لکھ چکے ہیں۔ صاف بتلاتی ہے۔ کہ وہ لوگ جو قبل نزول ظاہری قرآن علم قرآن رکھتے تھے اور پہلے ہی سے مسلم تھے۔ وہ امت مسلمہ باسلام نبوتی ذریت ابراہیمؑ و عترت رسولؐ ہے۔ اور وہی "والذین اتیناہم الکتاب" کا مصداق ہیں۔ پس اوتوا العلم کا مصداق بھی وہی ہیں۔ اور انہی کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہے۔ آیات بینات انہی کے سینوں میں ہیں۔ ان سینوں سے باہر آیات بینات نہیں۔ اور اسی واسطے یہ صاحبان اوتوا العلم زمانۂ پیغمبریؐ میں مشہور و معروف تھے چنانچہ خداوند عالم ان کا ذکر یوں فرماتا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتّٰى إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۔۔۔۔۔۔ یعنی فرماتا ہے۔ کہ اے حبیبؐ ان میں سے جو پاس بیٹھتے اور قرآن سنتے ہیں۔ وہ بھی ہیں۔ جو تیری طرف خوب کان لگاتے ہیں۔ اور غور سے سنتے ہیں۔ تا اینکہ جب تیرے پاس سے باہر جاتے ہیں۔ تو ان لوگوں سے جن کو علم عطا ہوا ہے کہتے ہیں۔ کہ ابھی پیغمبرؐ نے کیا فرمایا۔ یعنی خود نہیں سمجھتے۔ صاحبان اوتوا العلم و اہل العلم سے پوچھتے ہیں۔ اس لئے اُس زمانے میں یہ لوگ جو صاحبان علم ہیں مشہور تھے۔ اور انہی سے علم کتاب حاصل کیا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ دیکھ اور سُن چکے تھے۔ کہ جو شخص قبل نزول ظاہری قرآن و قبل بعثت پیغمبرؐ وقت ولادت قرآن کی تلاوت کرے۔ وہ ضرور مؤید من اللہ اور صاحب علم موہبتی لدنی ہے۔ اور پہلے سے علم قرآن رکھتا ہے جیسا کہ جناب امیر المومنینؑ کی نسبت ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس واسطے لوگ انہی سے آ کر علم کی بات پوچھتے اور علم کتاب حاصل کرتے تھے:

اور یہی مصداق و مورد وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ بھی ہیں۔ یعنی وہ شخص جس کے پاس علم جنس کتاب یا علم کل قرآن ہے۔ یہی ہیں۔ علمائے یہود یا عبداللہ سلام ہرگز اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ قرآن ان یہودیوں کے سینوں میں بطور آیات بینات موجود نہیں ہے۔ اور وہ قبل نزول حقیقت کتاب کے عالم نہیں ہیں۔ اور یہی اہل اسلام کے نزدیک محقق ہے۔ چنانچہ احادیث و روایات کثیرہ دال ہیں۔ اور ثعلبی و ابن المغازلی و ابونعیم وغیرہم نے ابن عباس و جابر بن یزید۔ سعید بن جبیر و سلیم بن قیس وغیرہم سے روایت کیا ہے۔ کہ من عندہ علم الکتاب علیؑ کی شان میں آیا ہے۔ اور سعید ابن جبیر سے جب دریافت کیا گیا۔ کہ من عندہ علم الکتاب کا مصداق کون ہے۔ اور کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ بن سلام یا اور کسی کی۔ تو کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ یہ عبداللہ بن سلام کی شان میں آئے! اس لئے کہ یہ آیت

گئی ہے۔ اور عبداللہ بن سلام مدینہ میں مسلمان ہوا ہے۔ اس سے تو علیؑ ابن ابی طالبؑ مراد ہیں۔ اور ابن عباس فرماتے ہیں: "من عندہ علم الکتاب" علیؑ ہیں۔ اور وہی عالم ہیں تفسیر و تاویل و ناسخ و منسوخ کے۔

صاحب ینابیع المودۃ بعض محققین علماء اہل السنت کی زبانی فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے نے اپنے حبیبؐ کو مبعوث برسالت کیا۔ بعد اس کے تمام انبیاؑ و خیر انبیاؐ سے ان کی رسالت کا عہد لیا۔ ولتؤمنن بہ ولتنصرنہ اور جبکہ خدا نے عرب اور خصوصاً قریش اور بالخصوص بنی ہاشم پر ابواب رحمت و سعادت و ہدایت کھول دئے۔ اور بنی ہاشم کے لئے مخصوصاً فرمایا وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک المخلصین ڈراؤ اپنے قریبی کنبہ اور مخلصین قبیلہ کو۔ تو عقل اسی کو مقتضی ہے۔ کہ بعد نبیؐ جمیع اسرار کتاب اللہ کا عالم کوئی شخص بنی ہاشم ہی میں سے ہو۔ کیونکہ فضل و عنایت الٰہی انہی سے مخصوص ہے۔ کیونکہ وہی سب سے اقرب الی النبی ہیں۔ اور یہ کہ یہ وہ شخص ہو کہ جو سب سے پہلے اسلام لایا ہو۔ تاکہ جملہ اسرار رسالت اور بدو وحی کا واقف ہو۔ اور یہ کہ ہر وقت وہ پیغمبرؐ کے ساتھ اور اس کی متابعت میں رہے۔ تاکہ اس کے تمام اعمال و افعال و اقوال سے باخبر ہو۔ اور بچپن ہی سے جملہ اعمال جاہلیت سے منزہ و مبرا ہو۔ تاکہ پیغمبرؐ کے اخلاق سے متخلق اور اس کے آداب سے متادب اور فرزند رشید کی مانند ہو۔ اور یہ شرطیں سوائے علیؑ کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اور عبداللہ بن سلام تو ہجرت کے بعد مسلمان ہوا ہے۔ اس کو ان آیات کے سبب نزول وغیرہ کی کچھ بھی خبر نہیں۔ جو قبل ہجرت نازل ہوئیں۔ اور وہ حق تاویل قرآن نہیں رکھتا۔ باوجودیکہ سلمان فارسیؓ جس نے تین سو سال اسرار انجیل و توریت و زبور کے سیکھنے میں اور کتب انبیاء سابقین کے پڑھنے میں صرف کئے۔ وہ "من عندہ علم الکتاب" کا مصداق نہیں۔ کیونکہ اس میں یہ تمام شرائط مذکورہ موجود نہ تھیں۔ پس عبداللہ بن سلام کیونکر "من عندہ علم الکتاب" کا مصداق ہو سکتا ہے۔ جس نے نہ انجیل پڑھی۔ اور نہ اس میں یہ شرطیں پائی گئیں۔ اور نہ اس سے وہ اسرار قرآن ظاہر ہوئے۔ جو یعسوب الدین امیر المومنین علیؑ سے ہوئے۔ چنانچہ آنجنابؑ کے خطبات وغیرہا سے ثابت ہے۔ اور فرمایا سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنَّ بَیْنَ جَنْبَتَیَّ عُلُوْمًا کَالْبِحَارِ الزَّوَاخِرِ "یعنی پوچھ مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کیونکہ میرے پہلوؤں کے بیچ میں (سینے میں) زخار سمندروں کی مانند علوم ہیں۔ اور جو اسرار و معارف و علوم و حکم اس کی اولاد کے ہادیان دین و ائمہ طاہرینؑ سے ظاہر ہوئے۔ انتہی۔

یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہے۔ اور جب یہی نفوس طاہرہ عالم کتاب پیغمبریؐ ہیں۔ تو پھر بعد پیغمبرؐ داعی الی الخیر و آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہادیان دین یہی ہو سکتے ہیں۔ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور جب اس امتِ داعی الی الخیر کی صفات یہ ہیں۔ تو ضرور وہ بہترین امم ہے

کوئی امت ان کے مقابل نہیں ہو سکتی۔ اور اسی وجہ سے خدا اس امت سے یوں خطاب فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو" ایمان اور مومنین کی تفسیر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اس آیت میں اخرجت" کا لفظ آیا ہے۔ جو دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ پہلے ہی سے موجود تھے۔ اور حجابہائے عالم و پردہ ہائے اسرار میں پوشیدہ تھے۔ کیونکہ اخراج کسی موجود چیز کے نکالنے ہی کو کہتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے ان کے سابق الوجود ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ وجود محمدی اوّل مخلوق ہے۔ اور اہلبیت محمدی جزو نور محمدی اور وہ بھی مثل آنحضرتؐ اوّل مخلوق ہیں۔ پس یہ انوار قدسیہ سب سے پہلے موجود تھے۔ اور اصلاب انبیاءؑ میں ودیعت چلے آتے تھے۔ اور اس زمانۂ پیغمبری میں نکالے گئے اور ظاہر ہوئے۔ چنانچہ احادیث نور محمدی صاف دلالت کرتی ہیں۔ اور اسی آیت کی تفسیر میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اول ما خلق اللہ نوری ابتدعہ من نورہ واشتقہ من جلال عظمتہ فاقبل یطوف بالقدرۃ حتی وصل الی جلال العظمۃ فی ثمانین الف سنۃ ثم سجد للہ تعظیما ففتق منہ نور علی فکان نوری محیطا بالعظمۃ ونور علی محیطا بالقدرۃ ثم خلق العرش واللوح والشمس وضوء النھار ونور الابصار والعقل والمعرفۃ وابصار العباد واسماعھم وقلوبھم من نوری ونوری مشتق من نور اللہ نحن الاولون ونحن الآخرون ونحن السابقون ونحن المسبحون ونحن الشافعون ونحن کلمۃ اللہ ونحن خاصۃ اللہ ونحن احباء اللہ ونحن وجہ اللہ ونحن جنب اللہ ونحن یمین اللہ ونحن امناء اللہ ونحن خزنۃ وحی اللہ وسدنۃ غیب اللہ ونحن معدن التنزیل ومعنی التاویل وفی ابیاتنا ھبط جبرئیل ونحن محال قدس اللہ ونحن مصابیح الحکمۃ ونحن مفاتیح الرحمۃ ونحن ینابیع النعمۃ ونحن شرف الامۃ ونحن سادۃ الائمۃ ونحن نوامیس العصر واحبار الدھر ونحن سادۃ العباد ونحن ساسۃ البلاد ونحن الکفاۃ والحماۃ والسقاۃ والرعاۃ وطریق النجاۃ ونحن السبیل والسلسبیل ونحن النھج القویم والطریق المستقیم من آمن بنا آمن باللہ ومن رد علینا رد علی اللہ ومن شک فینا شک فی اللہ ومن عرفنا عرف اللہ ومن تولی عنا تولی عن اللہ ومن اطاعنا اطاع اللہ ونحن الوسیلۃ الی اللہ والوصلۃ الی رضوان اللہ ولنا العصمۃ والخلافۃ

وَالْهِدَایَۃُ فِیْنَا النُّبُوَّۃُ وَالْوِلَایَۃُ وَالْاِمَامَۃُ وَمَعْدِنُ الْحِکْمَۃِ وَبَابُ الرَّحْمَۃِ وَشَجَرَۃُ الْعِصْمَۃِ وَنَحْنُ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی وَالْمَثَلُ الْاَعْلٰی وَالْحُجَّۃُ الْعُظْمٰی وَالْعُرْوَۃُ الْوُثْقٰی الَّتِیْ مَنْ تَمَسَّکَ بِھَا نَجَا ‌‌۔ یعنی "پہلے جو اللہ نے خلق کیا۔ وہ میرا نور ہے۔ اس کو اپنے نور سے اوّل اوّل بنایا۔ اور اپنے جلال عظمت سے نکالا۔ پس وہ حجاب قدرت کے گرد طواف کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اسی ہزار سال میں جلال عظمت تک پہنچ گیا۔ پھر اس نے تعظیماً خدا کا سجدہ ادا کیا۔ اور اس سے خدا نے نور علیؑ کو جدا کیا اور چیر کر نکالا۔ پس میرا نور تو عظمت کو احاطہ کئے ہوئے تھا اور علیؑ کا نور قدرت کو محیط تھا۔ پھر اللہ نے۔ عرش لوح۔ آفتاب۔ دن کی روشنی۔ آنکھوں کا نور اور عقل و معرفت اور لوگوں کے کان اور آنکھیں اور دل میرے نور سے خلق کئے۔ اور میرا نور نورِ خدا سے مشتق ہے۔ پس ہم (یعنی علیؑ و اولادِ علیؑ) ہی سب سے اوّل ہیں۔ اور ہم ہی سب سے آخر۔ ہم ہی سبقت کرنے والے ہیں اور ہم ہی تسبیح گزار اور شافع محشر ہیں۔ ہم ہی کلمۃ اللہ و مخصوصین و مقربینِ خدا ہیں۔ اور ہم ہی دوستِ خدا اور وجہ اللہ۔ ہم ہی جنب اللہ اور دستِ خدا ہیں۔ اور ہم ہی اس کے امین اور اس کی وحی کے خزینہ دار اور پردہ دار غیب الٰہی۔ ہم ہی معدن تنزیل معنی تاویل و مہبط جبرئیلؑ اور ہم ہی محل قدس الٰہی و مورد روح قدس ہیں۔ ہم ہی شمعہائے حکمت۔ کلید ہائے رحمت و چشمہائے نعمت۔ سردار ائمہ و شرف امت ہیں۔ ہم ہی ناموس زمان و علماء دہر اور سرداران عباد و حکام بلاد ہیں۔ ہم ہی کفیل رعیت۔ حامیٔ دین راعیٔ خلق اور ساقیٔ دہر و راہ نجات ہیں۔ ہم ہی سبیل ہیں۔ ہم ہی سلسبیل۔ ہم ہی راہِ قویم اور طریق مستقیم ہیں۔ جو ہم پر ایمان لایا۔ خدا پر ایمان لایا۔ جس نے ہمارے قول کو رد کیا۔ اس نے خدا کے کلام کو رد کیا۔ جس نے ہم میں شک کیا۔ اس نے خدا میں شک کیا۔ جس نے ہم کو پہچان لیا۔ اس نے خدا کو پہچان لیا۔ جو ہم سے پھرا۔ وہ خدا سے پھرا۔ جس نے ہماری اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی۔ ہم ہی خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور اس کی خوشنودی کا ذریعہ ہیں۔ اور ہمارے ہی لئے عصمت و خلافت و ہدایت ہے۔ اور ہم میں ہی نبوت و ولایت و امامت۔ اور ہم میں ہی معدن حکمت۔ باب رحمت اور شجرۂ عصمت۔ ہم ہی کلمۂ تقوےٰ و مثل اعلےٰ و حجت عظمےٰ اور وہ عروۃ الوثقےٰ (مضبوط رسی) ہیں۔ کہ جس نے اس کو پکڑ لیا۔ نجات پا گیا"۔

اس حدیث شریف میں ان تمام اوصاف و کمالات کی تصدیق ہے۔ جو ہم نے کلام حمید مجید و براہین نظریہ عقلیہ سے اہل البیتؑ علیؑ و اولاد علیؑ کے لئے دلائل مذکورہ میں ثابت کئے ہیں۔ اور اس میں تشریح ہے۔ کہ وہ سابقین مقربین بہترین امم جو داعی الی الخیر و داعی الی الحق ہیں۔ یہی نفوس مقدسہ ہیں۔ اور ضرور بعد پیغمبرؐ یہی ہادیان دین و داعی حق و پیشوائے خلق ہیں۔ اور یہی وہ امت ہیں۔ جن کا وجود بنص قرآن

ہر زمانے میں ضروری ہے۔ کبھی ان سے دنیا خالی نہیں ہو سکتی۔ اور مسلم ہے۔ کہ ان ائمہ اہلبیتؑ میں سے گیارہ بزرگوار وفات پا چکے ہیں۔ اور اب باقی اولاد علیؑ میں سے صرف حجۃ ابن الحسن العسکری ہیں۔ اور اس لئے اس وقت وہی داعی حق و ہادی خلق ہیں۔ اور ہرگز دنیا ان سے خالی نہیں۔ وہ ضرور زندہ و موجود ہیں۔ وَھُوَ المطلوب۔

اس آیت اور اس بیان سے واضح ہے کہ یہ امت جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے۔ وہ امت ہے۔ جس کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی یعنی امتِ مسلمہ جس کا ایک فرد پیغمبرؐ ہے۔ یہی خیر الامم ہیں۔ اور یہی امتِ وسط۔ اور انہی کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور یہی رستگار و فلاح یافتہ ہیں۔ جیسا کہ چند مرتبہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اس امت کی بابت آیت میں "اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" ہے ظاہر ہے۔ کہ امت محمدی کے تمام فرقوں میں ناجی اور حق پر وہی ہے۔ جو اس امتِ خیر الامم کے ساتھ ہے۔ ان کی پیروی کرتا ہے۔ اور ان کے اقوال پر چلتا ہے۔ اور انہی کی احادیث سے اپنے احکامِ دین اخذ کرتا ہے۔ اور انہی سے علمِ قرآن لیتا ہے۔ یعنی محمدؐ و اہلبیتؑ محمدؐ سے۔ اور یہ فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ ہے اور کوئی دوسرا اہلبیتؑ کی پیروی کا ادعا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دیگر تمام فرق اسلامی نے احکامِ دین اور علم قرآن کو ان سے نہیں لیا۔ اور ہرگز وہ اقوال اہلبیتؑ نبویؐ پر عمل نہیں کرتے۔

مروان سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ کچھ آدمی رأس الجالوت یہودیوں کے عالم اور جاثلیق نصرانیوں کے عالم کو ہمراہ لے کر آئے۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے راس الجالوت سے کہا۔ کہ کچھ تجھے خبر ہے۔ کہ حضرت موسےٰؑ کے بعد امت موسوی میں کتنے فرقے ہو گئے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ کتاب دیکھ کر بتلاؤں گا۔ آپؑ نے فرمایا۔ تجھ پر خدا کی مار۔ تو کس برتے پر لوگوں کا امام بنا ہوا ہے۔ اگر تیری کتاب جل جائے یا چوری چلی جائے اور اس وقت تجھے کوئی مسئلہ پوچھے تو کیا تو اس وقت بھی یہی جواب دے گا۔ کہ کتاب ہوتی تو بتلاتا۔ اس کے بعد حضرتؑ جاثلیق کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس سے دریافت کیا۔ حضرت عیسےٰؑ کے بعد نصاریٰ کے کتنے فرقے ہو گئے؟ اس نے کہا پینتالیس۔ فرمایا۔ خدا کی قسم تو بالکل جھوٹا ہے۔ میں توریت کو اس سے اور انجیل کو تجھ سے بہتر جانتا ہوں۔ امتِ موسےٰؑ کے اکہتر فرقے تھے۔ ستر ناری اور ایک ناجی۔ جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ "مِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ" اور موسےٰؑ کی قوم میں سے ایک جماعت تھی جو ہدایت بالحق کرتی تھی"۔ اور عیسےٰؑ کی امت کے بہتر فرقے ہوئے اکہتر ناری اور ایک ناجی۔ جس کی بابت خدا فرماتا ہے۔ "وَتَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ" یعنی ان میں سے کچھ لوگ ہیں۔ کہ جب آیات حق سنتے ہیں۔ تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے

ڈیڈبا آتی ہیں۔ اور امت محمدی کے تہتر[73] فرقے ہوں گے۔ بہتر[72] ناری اور ایک ناجی۔ چنانچہ انہی کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۔ اور ان میں سے جن کو ہم نے خلق کیا ہے ایک گروہ ہے۔ جو ہدایت بالحق و عدل بالحق کرتا ہے۔ اور یہ ہمارے پیرو شیعہ ہیں۔

اس حدیث شریف سے علاوہ اس کے کہ امت محمدی کے تہتر فرقوں میں سے ناجی اور بہشتی وہی فرقہ ہے۔ جو اہلبیت نبیؐ علیؑ و اولاد علیؑ کا پیرو ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا۔ جو عین حق و صدق ہے۔ اور جس کو بدلائل ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ علم وہی ہے۔ جو سینوں کے اندر ہو۔ اور من جانب اللہ عطا ہوا ہو۔ جو علم کسب و تحصیل کتابوں کے دیکھنے اور ان کے رٹ لینے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ علم نہیں ہے اور نہ وہ قابل اعتبار و اعتماد ہے۔ اور جن کا علم کسبی و تحصیلی و کتابی ہو۔ وہ کبھی پیشوائے خلق امام امت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ امام امت پیشوائے دین وہی ہیں۔ جو علم کتاب الٰہی سینے میں رکھتے ہیں۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ .... یعنی اہل بیت نبی۔ اور وہی امام خلق و ہادی دین و داعی الی الخیر و آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہیں۔ علماء میں بھی عالم کہلانے کا مستحق وہی ہے۔ جو کچھ سینے میں رکھتا ہو۔ اور علم در سینہ دارم نہ در سفینہ کا مصداق ہو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ امام و پیشوا وہ ہونا چاہیے۔ جو کسی سوال کے جواب میں عاجز نہ ہو۔ اور کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ یا کتاب دیکھ کر بتلاؤں گا۔ اور پوچھ کر کہوں گا۔ یہی حدیث نبویؐ میں وارد ہوا ہے۔ الحجة من لا يقول لا ادری یعنی حجت خدا وہ ہے۔ جو کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ اور جملہ منصف مزاج علمائے اسلام اس سے اختلاف نہیں کر سکتے۔ کہ یہ صفت سوائے اہل بیت نبوت و رسالت اور کسی میں ثابت نہیں ہو سکتی پس حجج اللہ و خلفاء اللہ وہی ہیں۔

یہ چند دلیلیں ان آیات قرآنی سے لکھی گئی ہیں۔ جو ضرورت امام پر دال ہیں۔ اور ہر ایک آیت سے جو دلیل میں پیش کی گئی ہے ایک خاص صفت اور علامت امام کی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی آیات ضرورت و وجود امام پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ جو اوصاف مخصوصہ کے ساتھ اس کے وجود پر دال ہیں۔ مگر چونکہ طوالت کا خوف ہے۔ لہذا دلائل قرآنیہ کو بالفعل یہیں ختم کرتے ہیں۔ ہاں اور ابواب کے ضمن میں آیات دیگر ذکر کی جائیں گی۔ اب یہاں صرف یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند احادیث نبویؐ ایسی ذکر کریں۔ جو اسی طرح ضرورت و وجود امام پر دال ہیں۔ تاکہ ان حضرات کے نور ایمانی میں اور اضافہ ہو۔ جو آنحضرتؐ کے فرمان کو مثل حکم خدا واجب التعظیم و واجب العمل جانتے ہیں۔ وهی هذه۔

فصل در احادیث نبویہ

اکیسویں دلیل حدیث مشہور و معروف و متفق علیہ فریقین ہے۔ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً اَلْجَاھِلِیَّۃِ۔ یعنی "جو اپنے زمانہ کے امامؑ کی معرفت حاصل کئے اور اس کو پہچانے بغیر مرجائے۔ وہ زمانۂ جاہلیت کی موت مشرک و کافر و بے دین مرتا ہے"۔ اور لفظ "اِمَامَ زَمَانِہٖ" سے بکمال صراحت معلوم ہے۔ کہ ہر زمانے میں امام کا وجود ضروری ہے جس کی معرفت ہر شخص پر واجب ہے۔ اور اس کی معرفت بغیر نجات ناممکن ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کا حشر و حساب اپنے امام و پیشواہی کے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ آیۂ مجیدہ "یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ" سے ثابت کیا جاچکا ہے۔ اور اسی آیہ مبارکہ سے یہ حدیث مستنبط ہے۔ اس لئے کہ امام ہر شخص کا وہ پیشوائے دین و مقتدا ہے۔ جس سے کہ وہ اپنے احکام و مسائل دین لیتا و اخذ کرتا ہے۔ اور اس کے تمام افعال و اعمال و اعتقادات اسی کی طرف منسوب و منتہی ہوتے ہیں۔ "فَاِنَّ الْاِمَامَ مَنْ یُؤْتَمُّ وَیُقْتَدٰی بِہٖ"۔ امام وہ ہے۔ جس کو اپنا پیشوا اور رہنبر دبنایا جائے۔ اور جس کی اقتداء و پیروی کی جائے۔ اور وہی مرجع و مآب ہو۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جو ایک مقتدا و پیشوا نہ رکھتا ہو۔ اگر وہ پیشوا مقرر کردۂ خدا و من جانب خدا ہے۔ تو امام برحق ہے۔ اور وہ اپنے مقتدیوں کو راہ حق پر لے جائے گا۔ اور وہ اس کے ساتھ داخل بہشت ہوں گے۔ اور اگر وہ خود ساختہ ہے۔ اور من جانب اللہ امام و پیشوا مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ اور بامر الٰہی ہدایت نہیں کرتا ہے۔ تو خود جہنمی ہوگا۔ اور اپنے مقتدیوں کو بھی جہنم میں لے جائے گا۔ فَاِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ نکوکار بہشت میں جائیں گے اور بدکار جہنم میں۔ اور ہر شخص کا حشر اس کے اسی پیشوا کے ساتھ ہوگا۔ جس کی وہ دنیا میں پیروی کرتا رہا ہے۔ اور جس کو اپنا مقتدا جانتا اور اس سے احکام و مسائل دین اخذ کرتا رہا ہے۔ اور جس کے قدم بقدم چلا ہے۔ خواہ حنفی ہو یا شافعی یا حنبلی یا مالکی۔ یا جعفری ہو یا اور کوئی احمدی و اسمٰعیلی و زیدی وغیرہم "یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ" پس امام سے تو کوئی شخص خالی نہیں ہے۔ اور اس کو جانتا اور کچھ نہ کچھ پہچانتا بھی ہے۔ لیکن محقق و مسلم اور بیان سابق سے ثابت ہے بلکہ مشاہدہ و تجربہ بھی شاہد ہے۔ کہ امام دو قسم کے ہیں۔ ایک امام حق اور ایک۔ امام باطل۔ اور ان دو قسم کے اماموں کا ذکر قرآن میں خدا نے فرمادیا ہے۔ امام حق کی نسبت فرماتا ہے وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا "ہم نے یہ امام خلق بنائے ہیں۔ جو ہمارے امر سے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں"۔ اور امام باطل کی نسبت فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ "اور ان کو ہم نے پیشوا بنادیا۔

ہے۔ کہ وہ لوگوں کو آتش جہنم کی طرف بلاتے ہیں" یہ ایسے امام ہیں۔ جو لوگوں کو جہنم کی طرف سے جاتے ہیں۔
اور وہ ایسے امام ہیں۔ کہ لوگوں کو بحکم خدا و بامر خدا صراط مستقیم الٰہی پر چلاتے اور راہ نمائی فرماتے ہیں[1]۔
اور آیہ مجیدہ میں "یَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا" اور آخر کے جملات "وَاَوْحَیْنَا اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَ
اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوةِ وَکَانُوْا لَنَا عَابِدِیْنَ" (اور ہم نے ان کو ہر ایک خیر کے کرنے
اور بجا لانے اور اقامۃ صلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ کی وحی کر دی ہے۔ اور وہ صرف ہماری ہی عبادت کرنے
والے تھے) سے معلوم و ثابت ہے۔ کہ امام حق و ہادی الی الحق وہی ہے۔ جو خدا کی طرف سے مقرر
کیا گیا ہے۔ اس کو امر خدا پہنچتا ہے۔ اور بامر خدا لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔
جو کچھ امر خدا اس کو پہنچتا ہے۔ وہ لوگوں کو پہنچا دیتا ہے۔ اور اس کو خدا نے ہر ایک امر خیر کی وحی کر دی ہے۔
اور اقامۂ صلوٰۃ و ادائے زکوٰۃ کا طریق وحی کے ذریعہ تعلیم دے دیا ہے۔ وہ خود ساختہ نماز نہیں پڑھتے بلکہ
خدا کی بتلائی ہوئی۔ اور اس لئے وہ سوائے خدا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ کیونکہ جو شخص اپنی رائے پر عمل کرتا
ہے۔ وہ دراصل اپنی عبادت کرنے والا ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ "اَرَئَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ"
(جاثیہ) کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ یعنی جو اس کا
دل چاہتا ہے۔ اور جو اس کی رائے ہوتی ہے۔ اور جو اس کی خواہش کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ اسی پر
عمل کرتا ہے۔ ایسا شخص اپنے نفس کی عبادت کرتا ہے۔ اور وہی اس کا معبود ہے۔ اور اس لئے یہ
مشرک ہے۔ عابد خدا نہیں ہے۔ عابد خدا اور موحد و مسلم وہی ہے۔ جو محض حکم خدا پر چلتا ہے۔ اور اس سے

[1] واضح ہو کہ ان دو آیتوں میں لفظ جعل آیا ہے۔ اور خدا کی طرف منسوب ہے۔ کہ دو قسم کے امام خدا نے بنائے ہیں۔
اور اس سے خداوند عالم فاعل شر و مصدر شر اور قرار پاتا ہے۔ اور اغرا بالشر لازم آتا ہے۔ اور یہ قطعاً محال ہے۔ اور ذات
باری تعالےٰ و تقدس سے اس کا صدور ناممکن ہے۔ پس آیہ اوّل میں جعل سے جعل اولی بسیط مراد ہے جو بمقام خلق و ایجاد
ہے۔ جیسا کہ لفظ یهدون و امونا سے صاف واضح ہے۔ کہ یہ ہدایت کے لئے خلق ہی کئے گئے ہیں۔ اور سب کچھ
بامر الٰہی کرتے ہیں۔ اور آیہ ثانیہ میں جعل جعل ثانوی ہے وهو تصییر الشیٔ شیئاً نہ جعل اولی۔ پس ائمۂ باطل کو خدا نے
اضلال و تضلیل کے لئے خلق نہیں کیا۔ بلکہ جب انہوں نے ہدایت حق کو قبول نہ کیا اور ائمۂ حق کے ساتھ نہ ہوئے۔
اور لوگوں کو گمراہ کرنے لگے۔ اور کسی طرح راہ حق پر نہ آئے۔ تو خدا نے بھی ان کو اسی حال میں چھوڑ دیا۔ اور ان
کو ان گمراہوں کا پیشوا قرار دے دیا۔ جو ان کے بہکانے میں آ گئے۔ پس ان کا ائمۂ اضلال و ائمۂ باطل بننا ان کے افعال
کا اثر و نتیجہ ہے۔ نہ خلق و ایجاد خدائی۔ شیطان کی شیطنت اور اس کا مردود و رجیم ہونا اس کی کرتوت ہے۔ نہ خدا
نے اس کو ایسا بنایا ہے۔ فافہم و تدبر۔

ذرا تخلف نہیں کرتا۔ اور جو شخص کسی دوسرے کی رائے پر چلتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے۔ وہ دراصل اس کی عبادت کرنے والا ہے۔ پس وہ شخص صاحب حکم اگر مقرر کردۂ خدا ہے۔ اور حکم خدا پہنچاتا ہے تو یہ عبادت خدا کی عبادت ہے ورنہ اگر اس کی رائے سے وہ حکم ہے تو یہ اسی کی عبادت۔ چنانچہ آیۂ ذیل اور اس کی تفسیر سے ظاہر ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ توبہ ع ۵ ان لوگوں نے اپنے علماء اور اپنے زہاد اور مسیح بن مریم کو بجائے خدا کے اپنا رب و معبود بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ ان کو سوائے خداوند وحدہ لاشریک کسی دوسرے کی عبادت کا حکم نہیں دیا۔ اس وحدہٗ لاشریک کے سوا اور کوئی معبود و قابل پرستش نہیں ہے۔ اُس کی ذات اقدس اس سے منزّہ و مبرّا ہے۔ جو یہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں!!

یہ تو معلوم ہے۔ کہ کوئی شخص بھی اپنے عالم کو خدا نہیں کہتا۔ اور اس کو معبود نہیں جانتا۔ اور نہ یہود و نصاریٰ ہی یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ چنانچہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تو بعض ان یہودیوں نے جو مسلمان ہو چکے تھے خدمت اقدس نبوی میں عرض کیا کہ یا حضرتؐ ہم یہود تھے اور ہم اپنی قوم میں رہتے تھے۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ کوئی یہود یا نصاریٰ اپنے عالموں اور زاہدوں کو اور صحرا نشینوں کو خدا نہیں جانتا اور رب نہیں سمجھتا۔ پھر خداوند عالم کیسے فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو معبود اور رب بنا لیا؟ فرمایا۔ لَيْسَ كَمَا تَذْهَبُ۔ یہ مطلب نہیں جو تو سمجھا ہے۔ یعنی بظاہر کوئی بھی ایسا نہیں کہتا۔ خدا کی قسم۔ ان لوگوں (عالموں زاہدوں) نے اپنی طرف نہیں بلایا۔ اور اپنے کو معبود نہیں کہا۔ اگر وہ ایسا کہتے۔ تو کوئی بھی ان کی بات نہ مانتا اور اپنی عبادت کراتے تو کوئی نہ کرتا۔ وَلٰكِنْ اَحَلُّوْا لَهُمْ حَرَامًا وَحَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ حَلَالًا فَعَبَدُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ -- یعنی انہوں (عالموں) نے ان کے لئے بعض حرام چیزوں کو اپنے فتوے سے حلال کر دیا۔ اور حلال کو حرام بنا دیا۔ اور لوگوں نے ان کی پیروی کی۔ اور ان کے ایسے فتووں پر عمل کیا۔ پس انہوں نے انہی کی عبادت کی۔ اس طرح سے کہ وہ خود سمجھے بھی نہیں۔ کہ وہ ان کی عبادت کر رہے ہیں!! پس معلوم ہوا۔ کہ جن لوگوں نے اپنی رائے سے فتوے دئے اور بامر خدا حکم نہ کئے۔ وہ مشرک ہو گئے۔ اور ان کے ماننے والے اور عمل کرنے والے بھی مشرک اور انہی کی عبادت کرنے والے۔ لہذا عبادت خدا وہی ہے۔ جو بحکم خدا و مطابق امر خدا ہو۔ اور ہادی برحق وہ ہے۔ جو بحکم خدا ہدایت کرے۔ اور اپنی طرف سے کوئی حکم نہ بدلے۔ اور رائے نہ دے۔ چنانچہ ہادیٔ برحق کا قرآن میں یہ قول ہے۔ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا۔

مَا يُوْحٰى اِلَیَّ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (یونس ۱۵) "مجھے یہ حق نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کچھ بدل دوں۔ میں تو صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ کو وحی کی جاتی ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں۔ کہ اگر میں خدا کی نافرمانی کروں (اپنی طرف سے کچھ زیادتی کمی کروں) کہ بڑے دن کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤں" اور خدا فرماتا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا۔ "اے پیغمبر ہم نے تجھ کو ایک شریعت عالم امری پر قرار دے دیا ہے۔ اسی کی پیروی کر" کسی پیغمبر یا امام برحق کو اختیار نہیں۔ کہ وہ شریعت میں اپنی طرف سے زیادتی کمی کر سکے۔ یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر سکے۔ اگر پیغمبر یہ کہے کہ میں فلاں چیز کو حرام کرتا ہوں۔ اور فلاں کو حلال۔ اور جو میرا حکم نہ مانے گا بس کو سزا دوں گا۔ پیغمبر اور ہادی برحق نہیں بلکہ مشرک اور ان ہی پیشواؤں میں سے ہے۔ جو آتش جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی کرنے والے لوگ پیشوائے اہل جہنم ہیں۔ ورنہ بظاہر کوئی شخص بھی نہیں کہتا۔ کہ وہ جہنم کی طرف بلاتا ہے اور صراط شیطانی کی راہ نمائی کرتا ہے۔ بلکہ حلال خدا کو حرام اور حرام کو حلال کر کے اور بلا استحقاق مسند فتوے و حکم و قضا پر بیٹھ کر لوگوں کو جہنم کی طرف عالمیت کے مقدس لباس میں در پردہ دعوت دے رہا ہے۔ "وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ" اور چونکہ مسلمانوں میں کثرت سے ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور ہیں۔ اور کچھ لوگ ان کے حکم پر چلتے ہیں۔ اور ان کو پیشوا اور امام مانا جاتا ہے۔ حالانکہ خدا نے ان کو یہ حکم نہیں دیا ہے۔ اور خدا نے امام نہیں بنایا ہے۔ اور امامت کے لئے خلق نہیں کیا ہے۔ اوصاف ائمہ ان میں قرار نہیں دئے ہیں۔ لہذا خدا اکثر مسلمین و مومنین کو مشرک فرماتا ہے۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ "نہیں ایمان رکھتے اکثر ان میں سے اللہ پر مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں" یعنی ان لوگوں میں سے جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان مومن کہلاتے ہیں بہت زیادہ مشرک ہیں۔ یہ مشرک وہی مشرک ہیں۔ جن کی تعریف اوپر ہو چکی۔ ورنہ بصورت ظاہری تو سب مسلمان موحد اور خدا اور رسول و کتاب اللہ کے قائل ہیں۔

اس مختصر بیان سے بخوبی ظاہر ہو گیا۔ کہ امام برحق وہی ہے۔ جو بحکم خدا ہدایت کرتا ہے۔ اور خدا کے حکم سے مقرر کیا گیا ہے۔ اور خدا نے اس کو اسی کام کے لئے خلق کیا ہے۔ اور ہر ایک امر کی وحی کر دی ہے۔ وحی لازم امامت ہے۔ جو امام ہے اس کو وحی ضرور ہو گی۔ اور غیر از خدا اس نے کبھی کسی کی عبادت نہیں کی ہے۔ اور اس کے برعکس امام باطل و داعی اہل النار ہے۔ اور چونکہ امام برحق منصوص من اللہ اور تابع حکم خدا ہے۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا۔ اس لئے وہ

اپنے نفس کو روکے رکھتا ہے۔ اور جب تک حکم خدا نہ پہنچے۔ ہر مصیبت و اذیت و تکلیف جانی و مالی اور جسمانی و روحانی پر صبر کرتا ہے۔ اگر ہاتھ روکنے کا حکم ہو۔ تو ہاتھ روکے رکھتا ہے۔ ہر گز نہیں اٹھاتا۔ خواہ کیسی ہی تکلیف پہنچے۔ اور اگر لڑنے کا حکم ہو جاتا ہے۔ تو لڑتا ہے۔ خواہ گھر ہی کیوں نہ تباہ ہو جائے۔ لہٰذا ایک صفت امام برحق کی صبر ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ یعنی جب ان کا صبر دیکھ لیا گیا اور امتحان کر لیا گیا۔ اور وہ مقام صبر میں ثابت قدم ثابت ہوئے۔ تو ان کو امام و پیشوائے خلق بنایا گیا۔ کہ وہ بامر خدا ہدایت کریں"۔

پس مقصود حضرت ختمی مرتبت صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ "لَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ" سے معرفت امام برحق ہے۔ یعنی اول انسان تمیز کرے۔ کہ امام حق و پیشوائے برحق و منصوص من اللہ کون ہے۔ اور پھر اس کی معرفت حاصل کرے۔ یعنی صرف یہ جاننا کافی نہیں۔ کہ فلاں امام برحق ہے۔ بلکہ اس کی معرفت باوصاف و آثار وجود یہ ضروری ہے۔ کیونکہ معرفت کی تعریف یہ ہے۔ اَلْمَعْرِفَةُ اِدْرَاكُ الشَّيْءِ بِاٰثَارِهٖ وَاَوْصَافِهٖ اس کے آثار و اوصاف سے ایک شے کا معلوم کرنا اور جاننا معرفت کہلاتا ہے۔ لہٰذا امام کے نام کا علم اجمالی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے اوصاف و آثار کی معرفت حاصل ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر اس نے اس امام برحق کو نہ پہچانا۔ یا پہچان کر اس کے ساتھ نہ ہوا۔ تو لابد امام باطل کے ساتھ ہوگا۔ اور اگر اسی حالت میں مر گیا۔ تو مشرک و کافر مرے گا۔ اور اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ اس لئے کہ امام ہر شخص کا وہی ہے۔ جو اس کا پیشوائے دین ہے۔ اور جس سے اس نے اپنے احکام و مسائل دین کر لیا ہے۔ اور جس کی طرف اس کے اعتقادات منتہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ ہر زمانے میں امام برحق و منصوص من اللہ کا وجود ضروری ہے۔ تاکہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔ اور اس سے اپنے دین کو لیں۔ اور اسی کی طرف اعتقادات منتہی ہوں۔ اور کبھی زمانہ ایسے امام برحق سے خالی نہیں ہو سکتا۔

یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ہر زمانے کے مسلمانوں کے امام حضرت ختمی مرتبت نہیں ہیں۔ وہ اپنے زمانہ ظاہری تک کے لئے تھے۔ اور اس وقت کے لوگوں کے پیشوا۔ اور جو اس زمانے میں مرے ان کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا۔ اور بعد آں حضرت امام وہ ہے۔ جو حضرت کی شریعت کو پہنچانے والا اور اس کی ترویج کرنے والا اور ان کی جگہ ان کا قائم مقام و خلیفہ و جانشین ہے۔ پس اگر وہ منجانب اللہ ہے۔ اور بامر خدا ہدایت خلق کرتا ہے۔ تو امام برحق ہے۔ ورنہ امام باطل۔ اور ہر زمانے میں ایسے اشخاص کا وجود ضروری ہے۔ اور امام برحق اور پیشوائے خلق اور خلیفہ رسول بارہ ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ دین برابر جاری اور قائم رہے گا یہاں تک کہ اس میں بارہ خلیفہ گزریں۔ پس جب تک دنیا میں

دین خدا موجود ہے۔ اور اسلام کا نام صفحۂ ہستی پر باقی۔ خلیفۂ برحق و امام برحق کا وجود زمانے میں ضروری۔ ورنہ ماننا پڑے گا۔ کہ معاذ اللہ دین خدا دنیا سے اُٹھ گیا۔ پس حدیث شریف "مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ" بالصراحت دال ہے۔ کہ امام زمانہ موجود ہے۔ اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور نہیں ہے امام برحق اور خلیفۂ دوازدہم مگر حجت ابن الحسن العسکری علیہم السلام (کما بیناہ) پس وجود اس جناب کا ضروری و لازمی ہے۔ وَھُوَ المطلوب

بائیسویں دلیل { حدیث مشہور و معروف و متفق علیہ بین الفریقین حدیث الثقلین ہے۔ اِنِّیْ تَارِكٌ اَوْ مُخَلِّفٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ الخ اس حدیث

شریف میں حضرت ختمی مرتبتؐ نے اپنے بعد ضرورت وجود امام اور قرآن ناطق کو بوضاحت بیان فرمادیا ہے۔ اور یہ بکمال صراحت دلالت کرتی ہے۔ کہ زمانہ کبھی امام اور خلیفۂ رسولؐ سے خالی نہیں رہتا۔ بعض احادیث میں اس خلافت کی یوں تصریح فرمادی ہے۔ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الْخَلِیْفَتَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ "میں تم میں دو خلیفہ و جانشین چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب خدا۔ دوسرے میری عترت اہل بیتؑ" ایک خلیفہ صامت ہے یعنی کتاب اللہ۔ اور دوسرا خلیفہ ناطق یعنی اہل بیتؑ۔ اور آخر حدیث میں ان دونوں جانشینوں کی نسبت یہ فرمایا ہے۔ کہ ان دونو سے تمسک رکھو گے۔ تو گمراہ نہ ہو گے۔ معلوم ہوا۔ کہ بعد آنحضرتؐ واجب الاتباع اہل البیتؑ اور واجب العمل کتاب اللہ ہے پس اہل بیتؑ ہی بعد آنحضرتؐ پیشوائے خلق و مقتدائے عالم ہیں۔ اور ان دونو سے تمسک کئے بغیر نجات ناممکن۔ اور پھر فرمایا اِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ یقیناً یہ دونو ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ نہ ہوں گے۔ تاآنکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں پس معلوم ہوا۔ کہ بقاء کتاب اللہ و اہل بیتؑ تا قیام قیامت ضروری ہے۔ اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور محقق ہے۔ کہ کتاب اللہ اس وقت موجود ہے۔ پس لازمی ہے۔ کہ امام از اہل بیتؑ و قرآن ناطق بھی موجود ہو۔ کیونکہ وہ کتاب اللہ کے ساتھ ہیں۔ نہ وہ ان سے جدا اور نہ یہ اُن سے۔ اگر اس وقت وجود امام از اہلبیتؑ تسلیم نہ کیا جائے تو وجود کتاب اللہ سے بھی انکار ضروری ہوگا۔ اور یہ ثابت و محقق ہے۔ کہ اہل البیتؑ مع آنحضرتؐ چہاردہ معصوم ہیں۔ اور جن میں سوائے جناب فاطمۃ الزہراؑ باقی دوازدہ امام ہیں۔ اور اس سلسلے میں گیارہ امام تا امام حسن العسکریؑ گزر چکے ہیں۔ اور بارھویں حضرت مہدی آخر الزمانؑ ہیں۔ لہذا وجود ان کا کتاب اللہ کے ساتھ ضروری و لازمی ہے۔ اور قرآن کے وجود کے قائل اور پیغمبرؐ پر ایمان رکھنے والے کسی صورت سے اس امام زمانؑ کا انکار نہیں کر سکتے۔ تفصیل اس حدیث اور اہل بیتؑ کی باب اہل البیتؑ میں

ملاحظہ ہو۔ غرض یہ حدیث یقیناً دلیل قطعی ہے وجود امام زمانؑ پر وَھُوَالْمَقْصُوْد

تیئسویں دلیل

حدیث مشہور و معروف و مسلم عند المسلمین حدیث سفینہ ہے۔ جو متعدد طرق سے مروی ہے۔ چنانچہ علامہ الحموینی فرائد السمطین میں سعید ابن جبیرؓ سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا " یا علیؑ میں شہر علم ہوں اور تو اس کا دروازہ ہے اور شہر میں داخل نہیں ہوا جا سکتا مگر دروازے سے۔ اور وہ جھوٹا ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے درآنحالیکہ تیرا دشمن ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے۔ کیوں کہ میں تجھ سے ہوں۔ اور تو مجھ سے ہے۔ تیرا گوشت پوست میرا گوشت پوست ہے۔ اور تیرا خون میرا خون اور تیری روح میری روح۔ تیرا باطن میرا باطن اور تیرا ظاہر میرا ظاہر (یعنی جسم و روح و ظاہر و باطن میں اتحاد رکھتے ہیں) ۔ سعید ہے وہ جس نے تیری اطاعت کی اور شقی ہے وہ جس نے تیری نافرمانی کی۔ متمتع ہوا نعمت دین سے جس نے تجھ کو دوست رکھا۔ اور خسارے میں رہا وہ جس نے تجھ سے دشمنی کی۔ کامیاب و رستگار ہوا جس نے تجھ کو پکڑا اور اتباع کیا۔ اور ہلاک ہوا وہ جو تجھ سے جدا ہوا۔ اے علیؑ تیری اور تیری اولاد کے اماموں کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے۔ جو اس پر سوار ہو لیا نجات پا گیا۔ جو اس سے ہٹ رہا وہ ہلاک ہوا۔ اور تو اور تیری اولاد مثل ستاروں کے ہے۔ كُلَّمَا غَابَ نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ جب ایک ستارہ غائب ہوا۔ تو دوسرا طالع ہو گیا۔ اور روز قیامت تک یہی سلسلہ رہے گا " حدیث نجوم اور بھی متعدد طرق سے مروی ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہو گا۔

اس حدیث مذکور میں آنحضرتؐ نے صاف تو ضیح فرما دی ہے۔ کہ دریائے ضلالت و جہالت سے نکالنے اور نجات دینے والی کشتی علیؑ و اولاد علیؑ ہی ہیں۔ اور یہ ایسے کوکب ہدایت ہیں۔ کہ ہمیشہ ان کا وجود ضروری ہے۔ جس وقت ان میں سے ایک ستارہ غائب ہو۔ فوراً چاہیئے کہ دوسرا طالع ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ دنیا ان نورانی ستاروں کی روشنی سے خالی ہو۔ اور کوئی کوکب درخشاں ان میں سے موجود نہ ہو۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ انہی ستاروں سے تو لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ انہی کے لئے حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ ۔ یہ میرے اصحاب صاحب وراثت نبوت و رسالت اور مجمع ظاہری و باطنی مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں جس کی اقتدا کرو گے۔ نجات پا جاؤ گے۔ یہ سب معصوم ہیں۔ اور ان سب کے لئے بہشت واجب ہے۔ بلکہ وارث فردوس بریں یہی ہیں۔ اور ان کے ساتھی ان کے ساتھ۔ ناممکن ہے کہ دنیا اولاد علیؑ کے امامؑ اور پیشوا سے خالی ہو۔ اور یقیناً ائمہ اولاد علیؑ میں سے گیارہ امامؑ گزر چکے۔ اب صرف بارھویں

امام باقی ہیں۔ وہی اس زمانے کے نجم ہدایت و آفتاب ولایت ہیں۔ چونکہ یہ اس سلسلہ کے آخری کوکب دُرّی ہیں۔ اور انہی کے وقت میں نورِ محمدی کمال ظہور کو پہنچے گا۔ اس لئے انہی کی شان میں آیا ہے۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا زمین اپنے مربی کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ اور وہ زمین کو عدل و داد و دین و ایمان سے پُر اور روشن کریں گے۔ اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ فَرَجَہٗ پس حدیث مذکورہ بالوضاحت دال ہے۔ کہ امام زمانؑ از اولاد علیؑ اس وقت موجود ہے۔ وہو المدعا۔

چوبیسویں دلیل[24] عن عبدالعزیز قال اَنَّ النَّبِیَّ قَالَ فِیْ کُلِّ خَلَفٍ مِنْ اُمَّتِیْ عَدُوْلٌ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یَنْفُوْنَ عَنْ ھٰذَا الدِّیْنِ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَاِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاْوِیْلَ الْجَاهِلِیْنَ اَلَا وَاِنَّ اَئِمَّتَکُمْ وَفْدُکُمْ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی فَانْظُرُوْا مَنْ تُوَفِّدُوْنَ (شرف النبوۃ۔ سیرۃ الملۃ ینابیع المودۃ) یعنی فرمایا۔ کہ میری امت کی ہر ایک نسل اور اولاد میں میرے اہل بیت میں سے ایسے عادل موجود رہیں گے۔ جو اس دین سے غالیوں کی تحریفات و مبطلین کے انتحالات و مداخلات اور جاہلین کی تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔ اور اے لوگو! یاد رکھو۔ کہ تمہارے امام خدا کی طرف پہنچانے والے وفد ہیں۔ پس تم غور کر لو۔ کہ کس کے ساتھ تم جاتے ہو۔

اس حدیث کا مطلب بھی واضح ہے۔ کہ ہمیشہ اہلبیت نبویؐ میں سے ایک نہ ایک امام عدل کا وجود ضروری ہے۔ کیونکہ اہل البیتؑ سے وہی ائمہ مراد ہیں۔ لہٰذا اس سے بھی وجود امام ثابت ہے ہرگز اس امام عادل سے جو عنقریب عدل و داد سے زمین کو پُر کرنے والا ہے۔ زمانہ خالی نہیں۔ بلاشک وہ امام عدل موجود ہے۔ وَھٰذَا مَا اَرَدْنَا۔

پچیسویں دلیل[25] عن الجابرؓ قال قال النبیؐ۔ لَاخَیْرَ فِیْ اُمَّۃٍ لَیْسَ فِیْھِمْ اَحَدٌ مِنْ وُلْدِ عَلِیٍّ یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ۔ اُس امت میں کوئی خیر نہیں۔ جس میں اولاد علیؑ میں سے کوئی شخص ایسا موجود نہ ہو۔ جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے (ینابیع) اس خیر کی رو سے اس زمانے کی امت بھی ہرگز ائمہ اولاد علیؑ کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتی۔ جو داعی الی الحق اور آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہو۔ کیونکہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ صفت خاص امام ہی کی ہے! اور وہ ائمہ اہلبیتؑ ہیں۔ پس یہ زمانہ بھی وجود امام از اہلبیتؑ و اولاد علیؑ سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا شخص موجود نہ ہو۔ تو دنیا میں کوئی خیر نہ ہو۔ حالانکہ دین محمدی جو اصل خیر و مجموعہ خیرات ہے موجود ہے۔ لہٰذا جبکہ دین محمدی موجود ہے تو خیر موجود ہے۔ اور خیر موجود ہے تو امام وقت جو اہل بیت نبویؐ و اولاد علیؑ سے ہے موجود ہے۔ وھو مقصودنا۔

چھبیسویں دلیل ۲۶ ابن المغازلی نے کتاب المناقب میں عبداللہ بن الحسن المثنیٰ سے بسلسلۃ الذہب جناب امام حسنؑ سے روایت کیا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میرے نانا نے ایک خطبے میں بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا۔ کہ اے لوگو میں عنقریب بلایا جاؤں گا۔ اور جواب دوں گا۔ اور میں تم میں دو بڑی چیزیں کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیتؑ چھوڑے جاتا ہوں۔ جب تک ان سے متمسک رکھو گے۔ کبھی گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونو ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تاآنکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ پس ان سے سیکھو۔ اور انہیں تعلیم نہ دو۔ کیونکہ وہ تم سے عالم تر ہیں۔ وَلَا تَخْلُوا الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَلَوْ خَلَتْ لَانْسَاخَتْ بِاَهْلِهَا اور زمین ان سے خالی نہیں ہوتی۔ اور اگر زمین وجود اہلبیتؑ سے خالی ہو جائے۔ تو مع رہنے والوں کے دھنس جائے۔ پھر فرمایا۔ بار الٰہا تو زمین کو کبھی اپنی حجت سے خالی نہ چھوڑے گا۔ تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو جائے اور تیرے دوست بیشک نہ جائیں۔ یہ لوگ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ اور قدر و منزلت میں خدا کے نزدیک بہت زیادہ۔ اور میں نے دعا کی ہے۔ کہ خدا علم و حکمت میری اولاد میں اور اولاد کی اولاد میں اور میری نسل اور نسل کی نسل میں روز قیامت تک کے لئے قرار دے۔ اور میری یہ دعا قبول کی گئی اس حدیث مبارک میں تصریح ہے کہ ایک امامؑ از اہلبیتؑ دنیا میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ اور دنیا اسی کے وجود سے قائم ہے۔ اور اگر امامؑ اہل البیتؑ کا وجود زمین پہ نہ ہو۔ تو زمین دھنس جائے اور دنیا فنا ہو جائے۔ لہذا ثابت ہے۔ کہ امام اہلبیتؑ نبوت و رسالت لنگر زمین و آسمان حضرت قائم آل محمد امام زمان علیہ السلام موجود ہے۔

ستائیسویں دلیل ۲۷ حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بروایت صادق آل محمد علامہ الحموینی نے روایت کیا ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ وَلَوْلَا مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنَّا لَانْسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا اگر زمین پر ہم میں سے ایک موجود نہ ہوتا۔ تو زمین مع اپنے رہنے والوں کے منخسف ہو جاتی۔ پھر فرمایا۔ وَلَمْ تَخْلُ الْاَرْضُ مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مِنْ حُجَّةِ اللّٰهِ فِيْهَا ظَاهِرٍ مَشْهُوْرٍ اَوْ غَائِبٍ مَسْتُوْرٍ وَلَا تَخْلُ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ مِنْ حُجَّةٍ فِيْهَا وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمْ يُعْبَدِ اللّٰهُ اور جب کہ خدا نے آدمؑ کو خلق کیا ہے۔ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں ہوئی۔ خواہ ظاہر و مشہور ہو یا غائب و مستور۔ اور روز قیامت تک خالی ہو گی۔ اگر حجت خدا زمین میں موجود نہ ہو۔ تو خدا کی عبادت نہ کی جائے پس وجود حجت خدا از اولاد جناب حسین علیہ السلام و امام وقت ضروری و لازمی ہے۔ کبھی زمین اس سے خالی نہیں ہوتی اور سلسلہ ائمہ اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام میں آخر امام حضرت حجتِ ابن الحسن العسکری علیہما السلام ہے۔ لہذا وجود اس جناب کا اجل ضروریات سے ہے۔

اٹھائیسویں دلیل ۲۸ کتاب المناقب میں سلیم بن قیس الہلالی سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَہٗ مَاتَ مِیْتَۃً الْجَاہِلِیَّۃِ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ۔ "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" فَکَانَ عَلِیٌّ ثُمَّ صَارَ مِنْ بَعْدِہٖ حَسَنٌ ثُمَّ حُسَیْنٌ ثُمَّ عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ ابْنِ الْحُسَیْنِ وَھٰکَذَا یَکُوْنُ الْاَمْرُ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَصْلَحُ اِلَّا بِاِمَامٍ۔ یعنی رسول خدا نے فرمایا۔ کہ جو اپنے امام وقت کو پہچانے بغیر مر گیا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے اولے الامر کی۔ پس وہ ولی الامر واجب الطاعت علیؑ ہیں۔ بعد ان کے ان کے بیٹے حسنؑ بعد ازاں حسینؑ اور ان کے بعد علیؑ ابن الحسینؑ۔ ان کے بعد محمدؑ بن علیؑ۔ اور اسی طرح سے برابر یہ امر ان میں رہے گا۔ کیوں کہ زمین بلا امام کے درست و صلاح پذیر نہیں ہو سکتی۔ صلاح زمین موقوف ہے وجود امام از اولاد حسین علیہ السلام پر۔

اس حدیث شریف سے علاوہ ضرورت وجود امام علیہ السلام اولے الامر کے معنی اور اس کی تشخیص بھی معلوم ہو گئی۔ کہ اولے الامر جس کی اطاعت واجب ہے امام مفترض الطاعۃ ہے نہ شاہان اسلام (ینابیع)

انتیسویں دلیل ۲۹ حضرت صادق آل محمدؐ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ایک حدیث طولانی کے ذیل میں فرمایا۔ لَا تُتْرَکُ الْاَرْضُ بِغَیْرِ اِمَامٍ یُحِلُّ حَلَالَ اللّٰہِ وَیُحَرِّمُ حَرَامَ اللّٰہِ وَھُوَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِہِمْ۔ یعنی "زمین بغیر ایسے امامؑ کے وجود کے نہیں چھوڑی جا سکتی۔ جو حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام کرے۔ اور یہی مقصود ہے اس قول باری تعالٰے سے کہ روز قیامت ہم ہر ایک شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے" حشر و نشر انسان کا امامؑ کے ساتھ ہے۔ اور دیانت وجود امام پر موقوف ہے۔ لہٰذا امام کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے (ینابیع)

تیسویں دلیل ۳۰ احمد بن اسحاق بن موفق سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت حسن العسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ دریافت کروں کہ آپ کے بعد امام کون ہے۔ قبل اس کے کہ میں سوال کروں آپؑ نے فرمایا۔ اے احمد حق تعالٰے ہرگز زمین کو وجود حجت سے روز قیامت تک خالی نہ چھوڑے گا۔ زمین اور اہل زمین کے لئے وجود حجت ضروری و لازمی ہے۔ تاکہ اس کے واسطے و وسیلے سے خیرات و برکات الٰہی زمین پر نازل ہوں۔ اور آفات و بلائیں دور رہیں (ینابیع وغیرہ)

اس حدیث سے بھی ثابت ہے۔ کہ زمین حجۃ اللہ سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ اور ضرور اسی وقت

امام زماں علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے ۔

اکتیسویں دلیل ۳۱ علامہ البحرینی نے خیثمۃ الجعفی سے حضرت باقر العلوم محمد بن العلیؑ بن الحسینؑ سے روایت کیا ہے ۔ کہ آپ نے ایک حدیث طولانی کے ذیل میں فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم امان ہیں اہل زمین کے لئے ۔ جس طرح کہ ستارے امان ہیں ۔ اہل آسمان کے لئے ۔ اور ہمارے ہی وسیلے سے آسمان قائم ہے اور زمین پر نہیں گرتا ۔ اور ہمارے ہی وسیلے سے خدا باران رحمت نازل فرماتا اور برکات زمین نکالتا ہے ۔ وَلَوْلَا مَا فِی الْاَرْضِ مِنَّا لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا وَلَمْ تَخْلُ الْاَرْضُ مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مِنْ حُجَّةٍ فِيْهَا اِمَّا ظَاهِرٍ مَشْهُوْدٍ اَوْ غَائِبٍ مَسْتُوْرٍ وَلَا تَخْلُوْا الْاَرْضُ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ مِنْ حُجَّةٍ فِيْهَا وَلَوْلَا ذَالِكَ لَمْ يُعْبَدِ اللّٰهُ ۔

اس وقت تک جو احادیث و اقوال تفسیر یہ ان دلائل میں نقل کئے گئے ہیں ۔ وہ اکثر و بیشتر کتب اہل السنت اور انہی کے علماء کے اقوال سے لئے گئے ہیں ۔ احادیث اہل البیتؑ کتب شیعہ میں جو ضرورت وجود امام و حجت خدا پر دال ہیں سیکڑوں سے زیادہ ہیں ۔ یہاں تبرکاً چند احادیث نقل کرتے ہیں ۔ جن کا سُنّی اور شیعہ کوئی انکار نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ سُنّی خود اس لئے ان کا انکار نہیں کر سکتے ۔ کہ ان کے یہاں کی احادیث کے موافق ہیں ۔ اور شیعوں کا ان کے اقوال پر ایمان ہی ہے ۔ ان کا نور ایمان اور زیادہ ہو گا ۔ اور اطمینان کامل حاصل ہو جائے گا ۔

بتیسویں دلیل ۳۲ ابن صدقہ نے صادقؑ آل محمدؐ سے اور آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ سے روایت کیا ہے ۔ کہ آپ نے کوفہ میں ایک طولانی خطبے کے ذیل میں فرمایا "پروردگارا تیری زمین کے لئے تیری حجت ضروری ہے ۔ جو تیرے دین کی طرف لوگوں کو ہدایت کرے اور تیرے علم کی تعلیم دے ۔ تا کہ تیری حجت باطل نہ ہو ۔ اور تیرے اولیاء اور ان کے پیرو بلا ہدایت گمراہ نہ ہو جائیں یا ظاہر غیر مطاع ہو یا پوشیدہ ۔ یا منتظر حکم خدا ۔ اگرچہ وہ بصورت ظاہری ان سے غائب ہو ۔ کیوں کہ اس کا علم اور اس کے آداب مومنین کے دلوں میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں ۔ اور وہ ان پر عمل کرتے ہیں ۔"

تینتیسویں دلیل ۳۳ حرث بن المغیرہ نے صادقؑ آل محمدؐ سے روایت کی ہے ۔ کہ آپ نے فرمایا ۔ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تُتْرَكُ اِلَّا بِعَالِمٍ يَحْتَاجُ النَّاسُ اِلَيْهِ وَلَا يَحْتَاجُ النَّاسَ وَيَعْلَمُ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ " زمین بلا ایک ایسے عالم کے نہیں چھوڑی جا سکتی ۔ جس کے لوگ محتاج ہوں ۔ اور اس کی طرف رجوع کریں ۔ اور وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو ۔ اور وہ جملہ حلال و حرام خدا کو جانتا ہو " یہ صفت پیغمبر اور امامؑ کی ہے ۔ کیونکہ وہ من جانب اللہ عالم ہوتے ہیں ۔ کسی علم میں لوگوں کے محتاج نہیں ۔ اور تمام لوگ چونکہ

علم الٰہی موہبتی نہیں رکھتے۔ ان صاحبان علم الٰہی کے محتاج ہوتے ہیں۔ اسی واسطے جملہ اہل اسلام اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ خلیفۂ رسولؐ و امام کسی امر میں دوسروں کا محتاج نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسے صاحب علم لدنی امام کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے ؛

چونتیسویں دلیل (۳۴) ابو اسحاق السبیعی نے جناب امیرؑ سے ایک خطبہ روایت کیا ہے۔ جس میں فرماتے ہیں۔ بار الٰہا بیشک تیری حجتوں کا وجود ضروری ہے۔ جو یکے بعد دیگرے لوگوں کو تیرے دین کی ہدایت کریں۔ اور تیرا علم سکھائیں۔ تاکہ تیرے اولیاء امور کے تبعین متفرق نہ ہو جائیں۔ اِمَّا ظَاهِرٍ غَيْرِ مُطَاعٍ اَوْ مُكْتَتِمٍ خَائِفٍ يَتَرَقَّبُ اِنْ غَابَ عَنِ النَّاسِ شَخْصُهٗ فِيْ حَالِ هُدَانَتِهِمْ فِيْ دَوْلَةِ الْبَاطِلِ خواہ ظاہر غیر مطاع ہو یا خائف منتظر حکم خدا اگرچہ سلطنت باطلہ میں وہ غائب ہو۔ لیکن دراصل وہ غائب نہیں ہوتا۔ اس کا علم قلوب مومنین میں پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور وہ مانوس رہتے ہیں اس چیز سے جس سے مکذبین وحشت کرتے ہیں۔ اور مشرکین انکار کرتے ہیں۔ الخ ؛

پینتیسویں دلیل (۳۵) صفوان سے مروی ہے۔ کہ حضرت رضاؑ نے فرمایا۔ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَخْلُوْ اِمَّنْ اَنْ يَكُوْنَ فِيْهَا اِمَامٌ مِنَّا۔ زمین ہم میں سے ایک نہ ایک امام کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتی۔ نیز فرمایا۔ ہم حجج اللہ ہیں۔ اور اس کی زمین میں اس کے خلیفہ اور اسی کے اسرار کے امین۔ اور ہم ہی کلمہ تقویٰ و عروۃ الوثقیٰ ہیں۔ ہم ہی شہداء اللہ اور اس کے نشانات ہیں۔ ہمارے ہی سہارے سے آسمان کھڑا ہے۔ اور باران رحمت نازل ہوتا ہے۔ "لَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ قَائِمٍ مِنَّا ظَاهِرٍ اَوْ خَائِفٍ وَلَوْ خَلَتْ يَوْمًا بِغَيْرِ حُجَّةٍ لَمَاجَتْ بِاَهْلِهَا كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ بِاَهْلِهٖ

چھتیسویں دلیل (۳۶) مرشد بن نوفل روایت کرتے ہیں۔ کہ علیؑ نے جناب رسول خداؐ سے دریافت فرمایا۔ اَمِنَّا الْهُدَاةُ اَمْ مِنْ غَيْرِنَا کیا ہادی ہم ہی میں سے ہوں گے یا ہمارے اغیار میں سے؟ فرمایا۔ مِنَّا الْهُدَاةُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ہادی روز قیامت تک ہم اہل بیتؑ ہی میں سے ہوں گے۔ ہمارے ہی ذریعہ سے اللہ نے لوگوں کو ضلالت شرک سے نکالا۔ اور ہمارے سبب سے ضلالت فتنہ سے نجات دے گا۔ اور ہمارے ہی وسیلے سے بعد ضلالت بھائی بھائی بن جائیں گے ؛

سینتیسویں دلیل (۳۷) حمزہ بن حمران صادق آل محمدؐ سے راوی ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا اثْنَانِ لَكَانَ اَحَدُهُمَا الْحُجَّةَ وَلَوْ ذَهَبَ اَحَدُهُمَا بَقِيَ الْحُجَّةُ۔ اگر زمین میں دو ہی آدمی باقی رہ جائیں۔ تو بھی ایک امام ہوگا۔ اور اگر ان میں سے ایک چلا جائے

تو امام باقی رہیگا [illegible] خدا سے زمین کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ وقال لن تخلوا الارض ساعۃ الا وفیہا
امام لا [illegible] ض من الحق۔ زمین ایک ساعت کے لئے امام سے خالی نہیں ہو سکتی
زمین کبھی حق [illegible] رہتی ۔

اڑتیسویں دلیل

[illegible] زرارہ سے روایت ہے۔ کہ حسینؑ بن علیؑ نے فرمایا۔ لو کان من علی الارض من
حجۃ اللہ لنقضت الارض ما فیہا والقت ما علیہا ان الارض
لا تخلوا ساعۃ [illegible] من الحجۃ ایک ساعت زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ اور اسی زرارہ
نے روایت کی [illegible] فرمایا امامؑ نے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ امام اٹھ جائے۔ اور اس کے بعد اس کی
اولاد میں سے [illegible] ۔ اگر ایسا ہو۔ تو خدا کا غضب اہل زمین پر نازل ہو جائے۔

انتالیسویں دلیل

[illegible] باقر العلومؑ فرماتے ہیں۔ لو بقیت الارض یوما بلا امام منا لساخت
الارض باھلہا واعذبھم اللہ باشد عذابہ۔
یعنی اگر زمین ایک [illegible] ہم میں سے کسی امام بغیر رہ جائے۔ تو مع رہنے والوں کے منخسف ہو جائے۔
اور خدا لوگوں کو سخت عذاب میں مبتلا کرے۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنی زمین پر حجت قرار دیا
ہے۔ اور اہل زمین کے لئے امان بنایا ہے۔ اور برابر وہ امان میں رہیں گے۔ جب تک کہ ہم میں سے
کوئی نہ کوئی ان میں موجود ہے۔ جب اللہ یہ چاہے گا۔ کہ ان کو ہلاک کر دے۔ اور مہلت نہ دے۔ تو ہم کو
ان کے درمیان سے اٹھا لے گا۔ پھر جو چاہے گا ان کے ساتھ کرے گا۔ لن تخلوا الارض الا وفیہا منا
رجل یعرف الحق اور فرمایا۔ علیؑ اس امت کے عالم ہیں۔ اور علم وراثۃً پہنچتا رہتا ہے۔ اور ہم اہل البیتؑ
میں سے کوئی نہیں مرتا۔ مگر یہ کہ وہ ایسا شخص اپنے بعد اہل البیتؑ میں سے چھوڑ جاتا ہے۔ جو وہ علم رکھتا ہے
اور ویسا ہی عالم ہوتا ہے۔ اور فرمایا۔ وہ علم جو خدا نے آدمؑ کے ساتھ نازل کیا اٹھا نہیں لیا گیا۔ اور
علم ورثے میں پہنچتا رہتا ہے۔ اور ہر ایک علم و آثار و سنن انبیاء و مرسلین میں سے جو ہم اہل البیتؑ سے
مروی و منقول ہیں۔ وہ حاصل ہے۔ وان علیا صلوات اللہ علیہ عالم ھذہ الامۃ وانہ
لن یموت منا عالم الا خلف من بعدہ من یعلم مثل علمہ او ما شاء اللہ۔ اور وہ علم جو
آدمؑ کے وقت سے نازل کیا گیا ہے۔ وہ اٹھا نہیں۔ اور ہم میں سے کوئی عالم نہیں مرتا مگر یہ کہ اس کے
علم کا وارث رہا۔ ان الارض لا تبقی بغیر امام نیز فرماتے ہیں ان
الحجۃ لا تقوم للہ عزوجل علی خلقہ الا بامام حی
یعرفونہ۔

چالیسویں دلیل[۴۰] عبدالکریم راوی ہے۔ کہ جبرئیلؑ ایک رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ "خداوند عالم بعد تحفہ درود و سلام کے فرماتا ہے۔ کہ میں زمین کو ایک ایسے عالم بغیر نہ چھوڑوں گا۔ جو میری طاعت و عبادت اور میری ہدایت کو جانے۔ اور وہ ایک نبیؐ سے دوسرے نبیؐ تک باعثِ نجات خلق ہو۔ اور میں شیطان نہ چھوڑوں گا۔ کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ اور زمین میں حجتِ خدا و داعی الی الحق وہادی الی اللہ و عارف امر خدا موجود نہ ہو۔ میں نے ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی مقرر کر دیا ہے۔ جو سعیدوں کو نجات دے گا۔ اور اشقیاء پر حجت ہوگا"۔

اکتالیسویں دلیل[۴۱] ابو بریدالعجلی نے جناب باقر العلومؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ "رسول اللہؐ منذر ہیں۔ اور ہر زمانے میں ہم میں سے ایک ہادی رہے گا۔ جو ہدایت کرے گا لوگوں کو اس چیز کی طرف جو رسول اللہؐ لاتے ہیں۔ پس ہادی بعد رسولؐ علیؑ ہیں۔ اور پھر ان کے اوصیاءؑ یکے بعد دیگرے۔ وَقَالَ مَا ذَهَبَتْ مِنَّا وَمَا زَالَتْ مِنَّا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ روز قیامت تک ہدایت ہم میں سے زائل نہیں ہو سکتی۔ اور اسی آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فضیل سے فرمایا۔ كُلُّ اِمَامٍ هَادٍ لِلْقَرْنِ الَّذِي هُوَ فِيْهِمْ۔ یعنی ہر ایک امام ہادی ہے اس قرآن اور اس امت کا جس میں وہ ہے۔ وغیرہا من الاحادیث۔

یہ اکتالیس دلیلیں ہیں۔ اور ان دلائل عقلیہ و فطریہ و نقلیہ و قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ اس وقت زمانے میں مجریٔ قانونِ الٰہی۔ مُصلحِ عالم۔ رافعِ فساد۔ مُعلّمِ الٰہی۔ صادقِ امین۔ معصومِ مطلق۔ مربیِ عالم۔ امانِ زمین۔ خلیفۂ خدا۔ ہادیٔ دین۔ وارثِ ابراہیمؑ۔ مُطاعِ خلق۔ شہید علی الناس۔ مَثَلِ اعلیٰ۔ منزلِ ملائکہ۔ مہبطِ وحی۔ محلِ قدس۔ حاملِ کتاب۔ مبیّنِ قرآن۔ داعی الی الحق۔ واسطۂ فیضان۔ سفینۂ نجات۔ ثانیٔ ثقلین۔ عادلِ حقیقی۔ آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر۔ عارف بالحق۔ نجمِ ہدایت۔ شاہِ ولایت۔ رکنِ زمین و آسمان۔ ولی الامور۔ مدبرِ امر الٰہی۔ حجتِ خدا۔ وارثِ علوم انبیاءؑ۔ امامِ حق۔ مرکزِ انوار۔ جزوِ نورِ محمدی۔ وصیٔ رسولؐ۔ صاحب الزمان۔ بقیۃ اللہ و خاتم الاوصیاء موجود و بقید حیات ہے۔ جب تک خدا ہے۔ خدا کا دین ہے۔ خدا کی زمین ہے اور جناب ختمی مرتبت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مقدسہ ہے۔ حضرت امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ موجود ہے اور کوئی صاحب دیانت و انصاف و عقل سلیم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

اگرچہ اس ضمن میں اوصاف و تعرافِ امام بھی معلوم ہو گئی ہے۔ لیکن مزید توضیح و اطمینان خاطر کے لئے ایک علیحدہ باب میں تعریفِ امامت درج کرتے ہیں۔ تاکہ جھوٹے اور سچے امام میں ایسی تمیز ہو جائے۔ اور ایسی سند قائم ہو جائے۔ کہ پھر کوئی دھوکا نہ کھا سکے ؂

یہ بھی یاد رہے۔ کہ اکتالیس دلیلیں جو مع ضمنی دلائل پچاس سے بھی زیادہ ہیں۔ جس طرح وجود امام مہدی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثابت اور مشخص کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ جھوٹے مدعیان نبوت و امامت و مہدویت و عیسویت کے ابطال پر پچاسی سے زائد مستقل دلیلیں ہیں۔ جو نہ صرف ہندوستانی یا پنجابی جھوٹے مہدی کی امامت کو باطل کرتی ہیں۔ بلکہ کُل جھوٹے اماموں اور جھوٹے نبیوں کی امامت و نبوت کو باطل ثابت کرتی ہیں۔ اور ہر ایک دلیل میں ایک وصفِ خاص امام علیہ السلام ثابت ہے۔ اور ان اوصاف میں سے ایک بھی ان جھوٹے مدعی نبوت و امامت و مہدویت و عیسویت و بروزیت و مثالیت میں نہیں پایا جاتا۔ اور اسی لئے ہر ایک دلیل بجائے خود اس کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ فتدبر فیہ وانتظر الزیادۃ والتفصیل

بابِ دوم

(معیارِ امامت و تعریفِ امامؑ)

کسی چیز کی اصلیت و ماہیت کی جہالت و ناواقفیت کے ساتھ جب آبائی اندھی تقلید اور پھر اس کے ساتھ عصبیت و عداوت و اغراض شخصیہ و ذاتیہ بھی شامل ہو جائیں۔ تو کریلے اور نیم کی مثال صادقہ کے دس درجوں تک بھی صادق نہیں آسکتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اپنے خیال و اعتقاد۔ تقلید اور مطلوب و محبوب معتقد کی محبت میں انسان "حب الشیء یعمی و یصم" (محبت انسان کو اندھا و بہرہ بنا دیتی ہے) کا مصداق بن جاتا ہے۔ اور تحقیق حق سے منزلوں دور اور پھر اپنے مقابل کی

ہرایک اچھی سے اچھی بات قبیح ترین عیب معلوم ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے۔ کہ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا۔ اور دوسرے کی آنکھ کی پھلی بھی دور ہی سے دکھائی دینے لگتی ہے۔ اگر نہ بھی ہو۔ تو قوتِ خیال آنکھوں کے سامنے مجسم کر دکھاتی ہے۔ ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است　　گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اکثر اہل اسلام بوجوہات مذکورہ حدود اسلام و اصول اسلام سے ایسے بے خبر ہیں یا بن گئے ہیں۔ کہ ان کے کفر و اسلام میں فرق کرنا تقریباً محال ہوگیا ہے۔ توحید سے لے کر تا حدود و تعزیرات کوئی اصل ایسی نہیں رہی یا نہیں رکھی گئی۔ جو تبدیل و مسخ نہ کر دی گئی ہو۔ خصوصاً امامت ایسی مسخ شدہ صورت میں دکھلائی دے رہی ہے۔ اور دکھلائی جا رہی ہے۔ کہ اصل حقیقتِ امامت تک کسی کا طائر وہم بھی نہیں پہنچ سکتا۔ شاید اوصاف امام و حدود امامت ہی کے چھپانے کے لئے لفظ اور تعریف امامت ایسی عام کر دی گئی۔ کہ امامِ جمعہ و جماعت و امامِ فتوے و پیشوائے خلق و ماہرین فن سب ایک ہو گئے۔ اور کسی میں تمیز نہیں رہی۔ مسجد کے ملا اور مرجع انام و مربی عالم مساوی ہو گئے۔ یہاں تک کہ اب اہل اسلام خصوصاً اہل ہند میں لفظ امام کے اطلاق و تلفظ سے اوّل تبادر ذہن کا مسجد کے ملا کی طرف ہوتا ہے۔ بلکہ پڑھے لکھے بھی اس جہالت میں گرفتار ہیں۔ یا لوگوں کو دیدہ و دانستہ گمراہ اور جاہل بنا رہے ہیں۔ میں نے ایک اخبار میں بچشم خود ایک مضمون دیکھا۔ جس کی سرخی "یا ایہا الائمۃ" تھی۔ اور خطاب مسجد کے ملاؤں سے تھا۔ اور آیات "وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا"، "وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ" ان کی شان میں پیش کر کے ان کو ہدایت و تنبیہ کی گئی تھی۔ حالانکہ کلام حمید مجید میں یہ آیات انبیاء مرسلین ذریتِ حضرت ابراہیمؑ کی شان میں ہیں۔ تو گویا حضرت موسےؑ و عیسےؑ و اسحاقؑ و اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ اور مساجد کے ملاؤں اور پیشنمازوں کو ایک سٹیج پر دکھایا جا رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں کیا جہال کا خیال اس طرف منعطف ہو سکتا ہے کہ امامت ابراہیمیؑ و پیشوائی خلق کوئی ایسا مرتبہ ہے۔ جو خاص برگزیدگان خدا انبیاء مرسلین جیسے اشخاص سے مخصوص ہے۔ حالانکہ صاحب در مختار فرماتے ہیں۔ کہ "امامتِ کبریٰ رکن دین ہے۔ اور اسی واسطے مسلمانوں نے اس کے تقرر کو صاحب شریعت کے دفن پر مقدم رکھا۔" ؎

"اہل دنیا کار دنیا ساختند　　مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند"

کلامِ مجید میں اوصافِ امام وحدودِ امامت اس توضیح سے مذکور ہیں۔ کہ اہل دیانت کسی اور بیان اور کتاب کے محتاج نہیں۔ چنانچہ اکثر اوصاف ہم ذکر اور ثابت بھی کر چکے ہیں۔ لیکن حضرات اہلِ حل وعقد نے ان کو بالکل مجہول رکھا ہوا ہے اور بنا دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اگر ایک جاہل مطلق مجسمۂ عیوب ونقائص دعوئے امامت کرتا ہے۔ تو اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ اور کم سے کم یہ خیال تو بہت سے حضرات کو ہو جاتا ہے۔ کہ دیکھیں شاید اس میں کوئی بات ہو۔ اور شاید امام ہی ہو۔

فصل

منصبِ امامت

بہرحال لفظِ امامت مشترک ہے۔ شامل ہے امامتِ صغرےٰ (پیش نمازی) اور امامتِ کبرےٰ (مرجعیت انام وپیشوائی خلق) کو۔ اور لفظِ امام امام جمعہ وجماعت وامام خلق وپیشواء ومقتدائے عالم کو۔ اور ان دونوں کے درمیان بعد المشرقین اور دس نہیں بلکہ ہزار مرتبہ فرق زمین وآسمان ہے۔ اور جس کے ساتھ حشر ہوگا اور جس کی معرفت واجب ہے۔ یہی امام ہے نہ پیشنماز۔ اور یہ امامت ایک مرتبہ عالیہ ہے کہ اس سے فوق کوئی مرتبہ متصور نہیں۔ بسلسلۂ انبیاء علیہم السلام میں اوّل اوّل یہ منصب عالی جناب شجرۃ الانبیاء حضرت ابراہیم علےٰ نبیّنا وعلیہ السّلام کو من جانب اللہ عطا ہوا۔ حضرتؑ سے پہلے کوئی نبی مرسل وغیر مرسل اس نام سے نہیں پکارا گیا۔ اگرچہ وہ اپنے زمانے میں اپنی قوم کا ہادی اور مبلغ احکام تھا۔ مگر جمیع اقوال ونیز افعال میں مقتدائے کل نہ تھا۔ ان کے لئے اوّل حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے فرمایا "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔" درآنحالیکہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ مرتبۂ نبوت ورسالت اور خلت خاصہ پر فائز ہو چکے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے اشرف وافضل کوئی منصب تھا۔ جو آپ کو عطا کیا جاتا اور اس سے بہتر کوئی اور نام نہ تھا جس سے آپ اس وقت موسوم کئے جاتے۔

واضح رہے کہ نبوت موقوف ہے وجود روح قدس پر۔ اور وہ ایک روح خاص قدسی نورانی۔

ہے. جو انبیاء کو عطا کی جاتی ہے۔ اور نبی اور عام انسانوں میں ایسا ہی فرق ہے۔ جیسا کہ انسان اور دوسرے حیوانوں میں۔ ہر ایک انسان حیوان ہے۔ مگر عام حیوان اور انسان میں فصل ممیز روح انسانی ہے. جس کا اثر خاص نطق ہے. اور حیوان ناطق خاص اسی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور روح انسانی جامع ہے جملہ اوصاف حیوانیت کو مع شے زائد۔ یعنی اوصاف خاصہ انسانیہ۔ اسی طرح نبی اور عام انسانوں میں حد فاصل اور فصل ممیز روح نبوتی روح قدس نورانی ہے۔ اور وہ جامع و حاوی ہے۔ جملہ اوصاف و کمالات انسان کامل کو مع شے زائد۔ یعنی اوصاف و کمالات خاصہ نبوت۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلٰى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ۔ یعنی "خداوند عالم رُوح خاص اپنے عالم امر سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا اور القاء کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ روزِ قیامت سے ڈرائے"۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ یہ روح خاص ہے۔ خاص بندگان خدا کو دی جاتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے وہ بشیر و نذیر ہوگے ہیں۔ اور کار تبلیغ و نذارت انجام دیتے ہیں۔ وَقَالَ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوحِ عَلٰى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ "خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ ملائکہ کو روح کے ساتھ نازل فرماتا ہے"۔ اس آیت میں علاوہ اس تصریح کے کہ یہ نزول ملائکہ و روح خاص بندگان خدا پر ہوتا ہے نہ ہر ایک پر یہ بھی تشریح ہے۔ کہ ملائکہ اور روح دو چیزیں ہیں۔ روح ملک نہیں ہے اور ان کے خیال کی رد ہے جو اس روح کو فرشتہ کہتے ہیں۔

یہی روح خاص ہے جو حضرت آدمؑ کو عطا ہوئی۔ فَقَالَ "فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ"۔ روحی کی اضافت خدا کی طرف دلالت کرتی ہے۔ کہ یہ روح خاص برگزیدہ و مقرب مخلوق خالق عالم ہے۔ اور اس کو کمال قرب منزلت کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس روح قدس کو ساحت قدس قدوس سے خاص نسبت و تعلق ہے۔ اور یہی روح حضرت عیسٰےؑ کو عطا ہوئی۔ "وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ" اور یہ کلمۃ اللہ جو مریم کو القا کیا اور اس کی ایک روح خاص۔ اور پھر تمام انبیاء کے حق میں فرماتا ہے۔ "وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ"۔ "جملہ انبیاء کی خدا نے اپنی ایک روح خاص سے تائید کی ہے"۔ جب تک یہ روح نہ ہو تلقی وحی و تعلم عن اللہ جو صفت نبی ہے حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اکثر محققین نے اس کی تصریح کر دی ہے اور علامہ ابن خلدون نے بھی اپنے مقدمے میں اقرار ضرور کیا ہے۔ کہ عام نفوس بشریہ بحیثیت بشری تلقی وحی کلامی اور کلام اللہ سننے اور اخذ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ خاص نفوس ایک

علیحدہ صنف خلق کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ملاء اعلےٰ سے اتصال رکھتے ہیں۔ اور تلقی وحی کرتے ہیں۔ ماحصل یہی ہے۔ کہ عام نفوس انسانی تعلم عن اللہ اور تلقی وحی کلامی کی قابلیت نہیں رکھتے۔ یہ صنف علیحدہ ہی ہے۔ اور ہم کہتے ہیں۔ کہ نوع ہی علیحدہ ہے۔ اور مابہ الامتیاز یہی روح خاص روح قدس نورانی ہے۔ جو انہی مخصوصین و برگزیدگانِ خدا کو دی جاتی ہے۔ اور علم وجودی و قدرت برما تحت اس کے آثار وجودیہ ہیں۔ اور عصمت لازمہ روح قدس (پاک روح) جہاں یہ روح قدس ہے۔ عصمت ہے۔ اور جہاں نہیں۔ وہاں عصمت بھی نہیں (کما اشرنا الیہ سابقاً) جب تک یہ روح نہ ہو۔ نبی وحی رحمانی و القاء شیطانی میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ اور آثار اس روح پاک و روح علمی کے روز ولادت ہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسی واسطے ہر نبی کتاب وجودی لے کر آتا ہے۔ یعنی علم اپنے وجود کے ساتھ لاتا ہے۔ چنانچہ قصہ حضرت آدمؑ و حضرت عیسےٰ و حضرت اسحٰقؑ و حضرت اسمٰعیلؑ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ابراہیمؑ کو ایک علیم بچے کی بشارت دی۔ اور تمام انبیاء کے حق میں فرمایا۔ بَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ اللہ نے انبیاء مبشرین و منذرین کو بھیجا۔ اور ان کے ساتھ ہی ساتھ کتاب نازل کی۔ وغیر ذالک من الآیات (تفصیل ہماری کتاب کشف الاسرار میں دیکھنی چاہیئے)۔

اور قصہ حضرت ابراہیمؑ "إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا" و "وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا الخ" سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ نبوت و رسالت و امامت ایک ہی رشتہ ہے۔ مرتبۂ رسالت ہی پر فائز ہونے کے بعد عہدۂ امامت کا اظہار و اعلان کیا گیا ہے۔ پس لابد امام جامع ہے۔ انہی اوصاف مخصوصہ کو۔ یعنی وہ دارائے روح قدس نورانی علمی صاحب علم و قدرت طہارت و عصمت ہے۔ اور نتیجہ علم و قدرت۔ حکم و تصرف ہے۔ اور یہی اوّل معیار امامت ہے ان اوصاف کے بغیر کوئی امام امام و مرجع انام نہیں ہو سکتا۔ اور یہی امامت ذریت ابراہیمیؑ میں تا قیام قیامت باقی ہے۔ جیسا کہ باب اوّل میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ پس ائمہ ذریت ابراہیمؑ تماماً ان اوصاف سے متصف ہیں۔ اور لفظ "جاعلک" سے تصریح نص ہے۔ یعنی بلا جعل الٰہی کوئی نبیؑ نبیؑ اور امام امام نہیں ہو سکتا۔ چاہیئے کہ خدا ہی خود بلاواسطہ غیر یا بواسطہ اپنے رسولؐ یا امام کے اس کے نام کی تصریح کرے۔ جیسے کہ خلافتِ آدمؑ و داؤدؑ و امامت ابراہیمیؑ کی تصریح خود فرمائی ہے۔ اور دوسرے ائمہؑ کے اوصاف منصوص فرما کر پیغمبرؐ سے اعلان کرایا۔ پس نص الٰہی ضروری و

لازمی ہے اور داخل در معیار امامت ہے۔

تعریف امامت

ان بیانات کے بعد دیکھنا چاہیئے۔ کہ ڈیفی نیشن یعنی تعریفِ امامت کیا قرار پاتی ہے؟ اکثر متکلمین اسلام نے امامت کی تعریف یہ قرار دی ہے "اَلْاِمَامَۃُ رِیَاسَۃٌ عَامَّۃٌ نِیَابَۃً عَنِ النَّبِیِّ" یعنی امامت بطور نیابت از رسولؐ ریاست عامہ ہے۔ لیکن بیاناتِ سابقہ ونصوصاتِ قرآنیہ میں اونکے تامل کرنے سے ثابت ہے۔ کہ یہ تعریف جامع ومانع نہیں ہے۔ کیونکہ نیابت نبی کی قید سے حضرت ابراہیمؑ جیسے ائمہ اس تعریف سے خارج ہو گئے۔ کیونکہ وہ نائب نبی نہ تھے بلکہ خود رسولؑ تھے۔ اور منصب امامت انہی کو عطا ہوا۔ اور نیز اس میں داخل ہو گئے۔ وہ غیر مستحق امامت جنہوں نے نیابت رسولؐ میں ریاست حاصل کر لی حالانکہ اوصاف امامت ومعیار امامت ان میں موجود نہیں۔ اور وہ منصوص من اللہ امام نہیں ہیں۔ (کما لا یخفی علی المتامل) اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ مطلق امامت کی تعریف نہیں ہے۔ جس میں امامت پیغمبران بھی شامل ہو۔ بلکہ اس امامت کی صرف تعریف ہے۔ جو نیابت وخلافت رسول ہے۔ لیکن یہ بھی بدیہی البطلان ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ اسلام میں کوئی امامت نہیں ہے۔ بجز اس امامت ذریتِ ابراہیمیؑ کے۔ اور منشاء ومدرک اصل امامت یہی آیۂ مجیدہ ہے "وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" ہے۔ اور یہی ما بہ النزاع ہے۔ کہ بعد آنحضرتؐ ذریتِ ابراہیمیؑ میں کون امام ہے۔ یعنی ذریتِ ابراہیمیؑ میں۔ بنی اسرائیل میں تو مثل حضرت اسحاقؑ ویعقوبؑ وموسےؑ وغیرھم امام ہوئے تا حضرت عیسےؑ اور بنی اسمٰعیلؑ میں یہ منصب وعہدہ بجعل الٰہی اوّل آنحضرتؐ ختمی مرتبت کو پہنچا۔ اور آپ ہی اس کے اوّل وارث ہوئے۔ کما قال عز وجل "اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ" یعنی تمام لوگوں سے وراثتِ ابراہیمیؑ کے مستحق اور سزاوار وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ان کا اتباع کیا ہے۔ اور یہ پیغمبرؐ اور خاص اہل ایمان اور اللہ ولی مومنین ہے۔ پس ما بہ النزاع یہی امامت ابراہیمیؑ ہے۔ کہ بعد پیغمبر ختمی مرتبت وہ مومنین خاص کون ہیں۔ جو اس مرتبے پر سے فائز ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ امامت یقیناً قید نیابت نبی سے خارج ہے۔ اگرچہ بعد نبی ہے۔ مگر منصب وہی ہے۔ فتامل۔ دوم اگر یہ محض خلفاء رسولؐ کے لئے ہے۔ اور ریاست عامہ سے مقصود سلطنت وحکومت ہے۔ تو بھی یہ تعریف کسی خلیفۂ رسولؐ پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ کسی کو ریاست عامہ حاصل نہیں ہوئی۔ اور بعض تو عرب کی حدود سے باہر بھی نہ نکلے تھے چہ جائیکہ تمام زمین پر

حکومت عامہ ہو۔ سوم اس لئے کہ خلفاء رسول یا شوریٰ سے ہوئے تھے یا اجماع سے یا خود خلیفہ کی تصریح سے۔ پس ان کو ریاست عامہ حاصل نہ تھی۔ بلکہ رئیس دراصل وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے بنایا اور جو اُتار دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اور عزل کر سکتے ہیں۔ ان کا بنایا ہوا خلیفہ ان کا ماتحت ہے نہ کہ ان پر ریاست عامہ و حکومت تامہ رکھتا ہے۔ چہارم اگر یہ نیابت رسول ہے۔ اور نیابۃً عن النبی خلیفہ ہوئے تھے۔ تو چاہیئے کہ "عن النبی" ہوتے۔ یعنی پیغمبرؐ نے خود اپنے نائب مقرر کئے ہوتے۔ اور یہ خلفاء ایسے نہ تھے۔ اور نبی نے اپنے نائب منتخب نہ کئے تھے۔ بلکہ لوگوں نے کئے تھے۔ پس چاہیئے کہ وہ لوگوں کے نائب اور ان کے قائم مقام۔ رپریزنٹیٹو۔ ہوں۔ بہرکیف یہ تعریف جملہ افراد ائمہ کو شامل نہیں۔ بلکہ بعض موردیں نافی و ناقض امامت ہے اور اس لئے یہ صحیح تعریف نہیں۔ اور اس سے حقیقت امامت پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ اور کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ البتہ حضرت ابراہیمؑ و امامتِ ابراہیمیؑ سے علاوہ جعل الٰہی و عصمت چند چیزیں ثابت ہیں۔ اوّل یہ کہ "للناس" سے ثابت ہے۔ کہ آپ تمام انسانوں کے امام بنائے گئے۔ اس لئے کم سے کم ان تمام لوگوں پر آپ امام ہیں۔ جو اس وقتِ اعلان امامت سے تا قیام قیامت ہوں گے۔ بلکہ ظاہر لفظ اس سے بھی زیادہ عمومیت کا مستحق ہے۔ فافہم۔ اور یہ معلوم ہوا۔ کہ وجود امام مقدم ہے وجود ماموین سے۔ دوم علاوہ اعلان امامت یہ بھی ارشاد باری ہے۔ "وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔ اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو ملکوت آسمان و زمین دکھلاتے ہیں۔ حضرت آدمؑ کو صرف علم الاسماء دیا گیا تھا۔ اور مسمیاتؑ مصادیق اس میں داخل ہیں۔ مگر علم حقائق و ماہیات نہیں دیا گیا تھا۔ یہاں مقام امامت میں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ کو علاوہ علم اسماء و صور و مسمیات و مصادیق علم حقائق و بواطن بھی دیا گیا۔ اور ملکوت زمین و آسمان دکھلائے گئے۔ اور آپ سے پہلے یہ علم کسی نبی کے لئے ثابت نہیں ہوتا۔ پس آپ علم میں جملہ انبیاء سابقین اور جملہ ماموین سے افضل و اقدم ہیں۔ سوم جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا۔ "اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ" یہ لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ اور پکارو"۔ اور حکم بھی وہاں ہوا۔ جہاں کوئی انسان بجز آپ کے گھر کے آباد نہ تھا۔ یعنی وادی بے زراعت مکہ معظمہ میں۔ اور ارشاد باری یہ ہوا۔ کہ آواز دو۔ اور لوگوں کو بلاؤ۔ لوگ تمہاری آواز سے دور دراز ملکوں سے پیادہ و سوار آئیں گے۔ حضرتؑ نے آواز دی۔ اور اسی وادی بے زراعت وغیر آباد میں لوگوں کو پکارا۔ آیا کسی نے حضرتؑ کی آواز سُنی یا نہیں؟ اگر نہیں سُنی۔ تو پکارنا لغو ہوا۔ اور حکم خدا فضول و بے فائدہ۔ اور

ذاتِ پیغمبرؐ و خدا اس سے کہیں ارفع و اعلےٰ ہے۔ ضرور آواز سُنی گئی۔ نا ممکن ہے کہ آوازِ امام بیکار جائے۔ اور حکم خدا فضول ہو۔ پھر کس نے سنی؟ ان لوگوں نے جو دور دراز ملکوں میں آباد تھے۔ لیکن کیا۔ انہی لوگوں نے سُنی۔ جو اس وقت دور دراز ملکوں میں روئے زمین پر آباد تھے؟ اگر ایسا ہے۔ تو پھر حضرت للناس امام نہ ہوئے۔ بلکہ لبعض الناس کے امام ہوئے۔ اسی لئے ضروری و لازمی ہے۔ کہ تمام لوگوں کو آواز پہنچے۔ خواہ وہ پیدا ہو چکے تھے یا نہ ہو چکے تھے۔ بلکہ عالمِ ذری میں اُن کی ارواح و نفوس تھے۔ چہارم یہ کہ اس آوازِ ابراہیمیؑ کا اثر بھی اور حضرت کا تصرف بھی ضرور ظاہر ہوا کیونکہ اگر اثر ظاہر نہ ہو۔ اور کوئی قبول نہ کرے۔ تو بھی فضول ہے۔ ضرور ہے کہ کوئی نہ کوئی قبول کرے۔ اور اس دعوتِ ابراہیمیؑ پر لبیک کہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اور بعض ارواح نے لبیک کہا۔ اور جنہوں نے اس اوّل آوازِ ابراہیمیؑ اور حضرت کی دعوت پر لبیک کہا۔ وہی حج کو جاتے اور اسی دعوت پر لبیک کہتے۔ اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ اور یہ حاجیوں پر فرض ہے۔ اور اسی کو تلبیہ کہتے ہیں۔ **کتاب العلل** میں حضرت صادقؑ آلِ محمدؐ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا جب حضرت ابراہیمؑ خانہ کعبہ بنا چکے تو رکن پر چڑھے اور باآواز بلند پکارا هَلُمَّ الْحَجَّ هَلُمَّ الْحَجَّ" حج کی طرف جلدی کرو۔ حج کو آؤ۔ اور اگر آپ یوں فرماتے هَلُمُّوا اِلَى الْحَجِّ هلموا الی الحج تو وہی لوگ اجابت کرتے۔ جو اس وقت مخلوق ہو چکے تھے۔ لیکن "هلم الحج هلم الحج" فرمایا۔ اور ان لوگوں نے اجابت کی۔ جو ابھی اصلابِ رجال ہی میں تھے۔ پس جس نے دس مرتبہ ندا و اذانِ ابراہیمیؑ پر لبیک کہا۔ وہ دس حج کرے گا۔ جس نے پانچ دفعہ کہا۔ وہ پانچ حج کرے گا۔ اور اسی طرح جس نے ایک دفعہ کہا۔ وہ ایک ہی حج کرے گا! اور جس نے اس آوازِ ابراہیمیؑ پر لبیک نہیں کہا۔ وہ ایک بھی حج نہ کرے گا۔ اور جناب باقرِ علوم الاولین و الآخرین فرماتے ہیں۔ کہ جب خداوند عزوجل نے جناب ابراہیمؑ کو حکم دیا۔ کہ وہ لوگوں کو حج کے لئے پکاریں۔ تو مقام پر چڑھے اور کوہ ابوقبیس کے مقابل ہو گئے۔ اور لوگوں کو حج کے لئے پکارا فَاَسْمَعَ مَنْ فِىْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَاَرْحَامِ النِّسَآءِ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔ تو ان سب کو سُنایا جو قیامت تک باپ کی پشتوں اور ماں کے رحموں سے پیدا ہونے والے تھے۔ لفظ "اَسْمَعَ" صاف تصرفِ تام ندائے ابراہیمیؑ پر دال ہے۔ نیز مروی ہے۔ کہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ اذان دیتے کھڑے ہوئے۔ تو انگلیاں کانوں میں رکھیں۔ اور شرق و غرب ہر طرف متوجہ ہو کر پکارا ایها الناس کتب علیکم الحج الی البیت العتیق فاجیبوا ربکم "اے لوگو تم پر حج بیت اللہ فرض کیا گیا ہے۔ پس حکم خدا مانو اور اپنے پروردگار کی دعوت کو قبول کرو" فاجابوہ من تحت البحور السبع ومن بین

المشرق و المغرب الی منقطع التراب من اطراف الارض کلها و من اصلاب الرجال ومن ارحام النساء بالتلبیۃ لبیک اللھم لبیک ؎ یعنی "پس حضرت ابراہیمؑ کی اذان وندار پر تمام اطراف عالم میں خشکی و تری میں سے ماؤں کے رحموں سے اور باپوں کی پشتوں سے لبیک اللھم لبیک کہہ کر جواب دیا" اور بھی احادیث اس مضمون کی موجود ہیں۔ اور مطلب واضح ہے۔ کہ آواز حضرت ابراہیمؑ تمام لوگوں کو پہنچی۔ خواہ وہ کسی قطعہ زمین میں تھے خشکی میں تھے یا تری میں تھے۔ پیدا ہو چکے تھے یا نہ ہو چکے تھے۔ باپ کی پشت میں تھے یا ماں کے رحم میں۔ اور یہ معنی ہیں تصرف اور ندار امامت کے۔ اور یہ ہے شانِ امامؑ۔ لہذا اس سے حکم و تصرف ابراہیمیؑ ثابت ہے۔ بنا برین بیانات سابقہ و نیز دلائل باب اوّل کی رو سے تعریفِ امامت یہ قرار پائی ہے۔ اَلْاِمَامَۃُ رِیَاسَۃٌ عَامَّۃٌ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ حَیْثُ التَّقَدُّمِ وَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْحُکْمِ۔ یعنی امامت من جانب اللہ ریاست عامہ ہے بلحاظ تقدم فی الوجود و علم و قدرت و حکم"۔ یہ فصول اربعہ اور تقرر من اللہ امامت کے لئے لازمی ہے۔ اور یہ اوصاف نہیں پائے جا سکتے مگر اسی روح قدس کے ذریعہ سے۔ علم موہبتی لدنی وجودی اسی کا اثر ہے۔ اور طہارت و عصمت اسی کے لوازم سے ہے۔ نیز بیانات سابقہ و باب اوّل کے دلائل سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ جس طرح وجود امام وجود ماموین سے مقدم ہے۔ کہ امام پہلے سے موجود ہو۔ تاکہ کوئی امت اور کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہ رہے۔ اور خدا پر حجت قائم نہ ہو۔ کہ کوئی کہ سکے۔ کہ ہمیں بلا ہادی و رہنما کے چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح بعد وجود ماموین بھی وجود حجت و امام کی ضرورت ہے۔ کیونکہ حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا۔ اور وجود ماموین کے ساتھ بھی وجود امام و حجت خدا کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ نہ صرف باطناً جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ ان کے لئے جو ابھی خلق نہ ہوئے امام تھے۔ ظاہراً بھی مرجع انام و پیشوا و مقتدائے عالم قرار پائے۔ سب اس کی طرف رجوع کریں۔ اور اس سے احکام اخذ کریں۔ اسی میں سے یہ حدیث مستنبط و ماخوذ ہے۔ اَلْحُجَّۃُ قَبْلَ الْخَلْقِ وَمَعَ الْخَلْقِ وَبَعْدَ الْخَلْقِ یعنی حجتِ خدا وہ ہے۔ جو قبل خلق موجود ہو۔ خلق کے ساتھ ہو۔ اور خلق کے بعد بھی رہے"۔ اور ضرور یہ مرتبہ بعد رسولؐ ائمہ ذریت ابراہیمؑ میں تا قیام قیامت بجعل الٰہی ثابت ہے۔ اور وہ ان اوصاف سے متصف ہیں اور معیارِ امامت سب میں موجود ہے۔

امامتِ مطلقہ اس میں شک نہیں۔ کہ اگر حضرت ابراہیمؑ شجرۃ الانبیاء ہیں۔ اور تمام لوگوں کے امام۔ مگر تمام عوالم اور جملہ ماسوائے اللہ پر امام و رسولؑ نہیں ہیں۔ بخلاف

ہمارے پیغمبرؐ کے لئے نص آیۂ مجیدہ "تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا"
(بزرگ و برتر ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے بندۂ خاص پر قرآن نازل کیا۔ تاکہ وہ تمام عالمین پر نذیر ہو)
سے ثابت ہے۔ کہ جملہ عوالم پر آپ پیغمبر ہیں۔ اور کل ماسوائے اللہ آپ کے تحت نذارت ہیں۔
خواہ ملائکہ ہوں یا عقول قادسہ یا ارواح و نفوس و جن و انس و چرند و پرند وغیرہم۔ اور آیۂ میثاق نبیین
دال ہے۔ کہ تمام انبیاء بھی آپ کی امت میں داخل ہیں۔ اور آپ نبی مطلق ہیں۔ کوئی زمانہ اور کوئی
امت کوئی مخلوق آپ کی امت و رسالت سے خارج نہیں۔ اور یہی مطلب "كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ
الْمَاءِ وَالطِّينِ" کا ہے۔ کہ آپ اس وقت سے اوصاف نبوت و رسالت سے متصف تھے۔
جبکہ آدمؑ خلق بھی نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ جملہ علماء محققین نے اس کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو خصائص
کبریٰ۔ بحارالانوار وغیرہما۔ لہٰذا جب آپ کی نبوت مطلق و عام ہے۔ اور جملہ ماسوائے اللہ پر مبعوث
ہیں۔ اور کل موجودات بنص آیہ مبعوث الیہم و منذر الیہم۔ تو آپ کی امامت بھی مطلق و عام ہوئی۔
اور حضرت پیشوائے کل عوالم و مقتدائے جملہ ماسوائے اللہ ہوئے۔ اور اسی طرح آپ کے اوصیاء
بھی اسی مرتبہ امامت مطلقہ کے وارث اور حضرتؐ کے قائم مقام ہیں۔ اور اسی واسطے بعد خدا جملہ
عوالم پر شہید ہیں۔ اور اسی وجہ سے چرند و پرند و جن و انس وغیرہم کا ان حضرات کی طرف اپنی حوائج
میں رجوع کرنا اور استغاثہ کرنا کتب سیر و تواریخ سے ثابت ہے۔

اور جب رسالت و امامت و نیز ولایت آنجنابؐ کی جیسا کہ بیشتر ثابت کیا جا چکا ہے مطلق و عام
ہوئی۔ تو لابد علم آپ کا زیادہ ہوگا جملہ عوالم سے۔ اور قدرت آپ کی فوق قدرت منذرین و مبعوث
الیہم اور تعرف ان کا مطلق و کلی۔ اور یہ یقینی و قطعی ہے۔ چنانچہ آیۂ مجیدہ "أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ
الْمُسْلِمِينَ" و "وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ۔" وغیرہا اور احادیث کثیرہ متواترہ سے ثابت
ہے۔ کہ آپ کی روح نورانی اول مخلوق و اول ما صدر ہے (دیکھو خلافت الٰہیہ۔ کشف الاسرار اور البرہان)
اور باتفاق حکماء محققین اول مخلوق اقوئے و افضل و اشرف و اعلےٰ ہوتا ہے جملہ مخلوقات مصنوعات
سے۔ پس کوئی موجود موجودات عالم سے اوصاف و کمالات و علم قدرت میں مثل روح اعظم
نبویؐ و اول مخلوق و مصنوع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ثابت ہے۔ کہ عالم امکان اسی نور کی شعاعوں
سے روشن ہے۔ اور یہی وجود مقدس مرکز دائرہ امکان ہے جیسا کہ بابؑ اہل البیت میں مفصل معلوم ہوگا
اور نیز اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب کشف الاسرار سے دیکھنی چاہیئے۔

اور ارواح انبیاءؑ اسی نور اول کی شعاعیں ہیں۔ اور یہ مطلب آیات مجیدہ سے بھی واضح ہے کیونکہ

خداوند عالم جہاں کہیں ان انبیاء جزئیہ کی روح نورانی کا ذکر فرماتا ہے۔ وہاں "من تبعیض" ضرور موجود ہے مثلاً "نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي" اپنی روح میں سے اس میں میں نے پھونکا۔ "دروح منہ" اور اس کی روح میں سے وغیر ذالک۔ اور آنحضرتؐ کی روح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ "وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا"۔ اسی طرح سے ہم نے اے حبیبؐ ایک روح عالم امر سے تجھے دے دی" اور "لٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ" سے ثابت ہے۔ کہ یہ روح نور ہے۔ پس تمام انبیاءؑ اسی روح نورانی کی شعاعیں ہیں :

ختم نبوت — یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ نبوت مطلقہ و ختم نبوت ایک ہی مرتبہ ہے۔ کیوں کہ نبوت منتہائے ترقی انسانی اور ختم نبوت منتہائے نبوات۔ کہ اس کے اوپر کوئی مرتبہ نہیں۔ اور یہ مرتبہ عین مرتبہ نبوت مطلقہ ہے۔ کیونکہ نبی مطلق غیر از مخلوق اوّل اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ تقدم وجود ضروری ہے۔ مؤخر متقدمین پر حجت نہ ہوگا۔ پس اگر اس سے پہلے اور مخلوقات ہوں۔ تو وہ اس کی نبوت و رسالت سے خارج ہوں گی۔ اور جب کچھ موجودات و مخلوقات اس نبوت سے خارج ہو گئیں۔ تو نبوت بلحاظ مبعوث الیہم عام و مطلق نہ رہی۔ اور چوں کہ اس سے پہلے اور مخلوقات ہیں۔ اور ایک زمانۂ ماضیہ اس سے خالی ہے۔ لہذا۔ بحیثیت مکان بھی مطلق و عام نہیں۔ پس نبی مطلق مخلوق اوّل ہی ہو سکتا ہے۔ اور مخلوق اوّل اقرب و افضل و اشرف و اعلےٰ مخلوق ہے۔ کہ اس سے فوق کوئی مخلوق نہیں۔ کیونکہ اوّل تو اس کے اور مبدء فیاض و کمال حق کے درمیان کوئی اور وجود وسیلہ و فاصلہ نہیں ہے۔ اور وہی مخلوق اقرب الخلق الی الخالق ہے۔ پس اس سے اشرف و اعلےٰ و افضل اور کوئی مخلوق نہیں ہو سکتا۔ دوسرے ہر ایک صانع اوّل مصنوع میں کمال صنعت کو کام میں لاتا ہے۔ تاکہ اس کا کمال کمال صانع کی دلیل ہو۔ پس فوق مخلوق اوّل کوئی مرتبہ ممکن کے لئے نہیں ہے۔ اور مرتبہ ختم نبوت یہی ہے۔ لہذا نبی مطلق ہی خاتم النبیینؐ ہو سکتا ہے۔ اور جب یہ عالم ظاہر میں ظاہر ہو جائے۔ تو پھر اس کامل کے بعد اور کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ بعد تکمیل نبوت و تمیم شریعت و اتمام دین ناقص نبی اور اوّل سے ادنےٰ پیغمبر کو بھیجنا فعل قبیح ہے۔ اور اس مخلوق اوّل سے ہر ایک مخلوق ناقص ہے۔ لہذا بعد آپ کے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ قطعاً ناممکن ہے کہ بعد آنحضرتؐ کوئی نبی آئے۔ الّا جھوٹا اور مفتری "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ" :

مقام و مرتبہ و نورانیت آنحضرتؐ "دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ" اور "مَا كَذَبَ

الفؤاد ما رأى وَإِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى" سے ظاہر و باہر ہے یقیناً آپ فوق سدرۃ المنتہیٰ پہنچے۔ اور سدرۃ المنتہیٰ منتہائے ترقی عالم امکان ہے۔ علماً و عملاً اور کوئی خواہ ملک ہو یا انسان یا جن اس سے فوق مرتبہ ترقی نہیں رکھتا۔ جبرئیل امینؑ جیسا مقرب بارگاہ الٰہی اس سے فوق نہیں جاسکتا۔ اور "لَوْ دَنَوْتُ اُنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ" فرمادیتا ہے۔ اور آپؐ اس سے فوق عرش اعظم الٰہی تک پہنچتے اور جملہ حرالم انوار کو طے کرتے اور بچشم بصری ملاحظہ و معائنہ فرماتے ہیں۔ اور نہ آنکھ خیرگی کرتی ہے اور نہ غلط بینی۔ بعین حقیقت ملاحظہ انوار فرماتے ہیں۔ اور نورانیت میں جبرئیل امینؑ سے کہیں بالاتر ثابت ہوتے ہیں۔ تا اینکہ قاب قوسین کے مقام تک پہنچتے ہیں۔ جو منتہائے امکان ذاتی اور مقام اتصال قوس امکانی و قوس وجوبی ہے۔ اور "او ادنیٰ" مقام وجوب غیری یعنی مقام و مرتبہ و منزلت قرب و اتصال میں امکان ذاتی سے فوق وجوب بالغیر کے مقام تک پہنچے۔ کہ اس سے فوق بس مقام وجوب ذاتی و واجب بالذات ہے۔ بنابریں بعد اس مرتبہ و مقام کے ممکن کے لئے کوئی مرتبہ و درجہ متصور نہیں ہوسکتا۔ پس بعد آنحضرتؐ اگر کوئی مدعی دعوےٰ کرے۔ تو چاہیئے۔ کہ ربوبیت مطلقہ و الوہیت عامہ یعنی الٰہ العالمین ہونے کا مدعی فرعون ثانی بلکہ لاثانی بنے۔ اور کوس لمن الملکی بجائے لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ والمنکرون کلھم اھل النار وسیصلون دار البوار۔

آیۂ مجیدہ "شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا" سے ثابت ہے۔ کہ شریعت الٰہیہ آنحضرتؐ پر ختم ہوچکی۔ اور حضرت نوحؑ و حضرت ختمی مرتبتؐ کے درمیان محصور ہے۔ بعد آپؐ کے کوئی شریعت جدیدہ نہیں ہے۔ جو آپؐ کے بعد نئی شریعت کا مثل بابی یا بہائی وغیرہ مدعی ہو۔ الکذاب الکافر ین وسرد فتر مفترین ہے۔ اور "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا" آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا۔ اور اپنی نعمت پوری اور تمام کردی۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا، سے ثابت ہے۔ کہ دین الٰہی آنحضرتؐ کے ساتھ کامل ہوچکا۔ نعمت الٰہی پوری کردی گئی۔ اور اسلام ہر اعتبار سے مکمل و پسندیدہ ہوگیا۔ اب اس کے بعد جو تکمیل دین اسلام کا دعوےٰ کرے۔ وہ مکذب آیات الٰہی اور منکر اسلام ہے۔ اور دراصل کسی اور دین کا پیرو یا موجد۔ آیات مجیدہ "تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ" "وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ" "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"۔۔ یعنی اس آخری کتاب

(قرآن شریف) میں ہر ایک شے کا بیان فصیح موجود ہے۔ اور اس کتاب میں کوئی کمی باقی نہیں رکھی گئی۔ ہر ایک خشک و تر کا بیان اس میں موجود ہے۔ اور جو کچھ ضرورت تھی اور پیغمبر نہ جانتے تھے سب تعلیم دے دیا گیا۔ پھر نہ معلوم بعد آنحضرتؐ کوئی نیا مدعی نبوت خدا کی اصلاح کرے گا یا کتاب اللہ کی۔ یا پیغمبرؐ کو عدم تبلیغ کا الزام لگائے گا۔ (وکل ذالک شرک وکفر۔ (وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ)

پہلے منافقین کی تو یہ حالت تھی۔ کہ آیات متشابہات ہی کو اپنا دستور العمل بناتے تھے۔ اور جس طرح چاہتے تھے اپنی خواہش کے موافق ان کی تاویلیں گھڑ لیتے تھے۔ اور آیات بینات سے تمسک نہیں کرتے تھے کیونکہ ان میں انہیں خودساختہ تاویلوں کا موقع نہ ملتا تھا۔ اور ان کی تاویلیں کرتے تو علماء تو کیا جہال عرب بھی ان پہ ہنستے۔ مگر اب ایسے مجہول مطلق لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ متشابہات کے ساتھ آیات محکمات و بینات قرآنی کی وہ من گھڑت تاویلیں کرتے ہیں۔ جن کو سن کر گدھے بھی لات ماریں اور روتے ہنسنے لگیں۔ مگر جو جھوٹے پنجابی نبیؐ کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں۔ وہ بمصداق "حب الشئی یعمی و یصم" انہی بیہودہ معانی پر بغلیں بجاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اور یقین کر لیتے ہیں۔ کہ ان کے بروزی نبی کی آواگون والی جھوٹی نبوت حق ثابت ہو گئی۔ اور یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ ساری دنیا اندھی نہیں ہو گئی ہے۔ آیہ مجیدہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" از روئے قواعد علمیہ و اصول عقلیہ صریحۃ الدلالۃ ہے۔ اور اس کا صاف مطلب یہی ہے۔ کہ انبیاء رسول عربی پر ختم ہو گئے۔ اور ان کے بعد روز قیامت تک کوئی نبی نہ اٹھے گا۔ مگر چھوٹا۔ اور اس کی طرف ہم اکثر اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ لفظ خاتم النبیین کے خواہ کوئی بھی معنی لئے جائیں۔ ماحصل سب کا یہی ہے۔ لفظ خاتم کے تین ہی معنی ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کو وصف لیا جائے اور ختم کا اسم فاعل مانا جائے۔ تو معنی صاف ختم کرنے والا ہے۔ اور خاتم النبیین کا لفظی ترجمہ بلا کسی تاویل و تفسیر کے یہی ہے۔ کہ آنحضرتؐ پر انبیاء ختم ہو گئے۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اور یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا جو اس آیت کی تفسیر میں خود آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا یا علیؑ انا خاتم الانبیاء و انت خاتم الاوصیاء یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں تو خاتم الاوصیاء۔ میں نے انبیاء ختم کر دیئے۔ اور تو نے اوصیاء ختم کر دئے۔ اور اس معنی میں بہت سی احادیث ہیں۔ جن میں سے ابھی نقل ہوں گی۔ اور اگر خاتم اسم لیا جائے یعنی "ما یختم بہ" تو اس کے معنی مہر اور مہر کرنے والے کے ہیں۔ اور اس معنی کی رو سے خاتم النبیین کے دو معنی ہوں گے۔ ایک یہ کہ خاتم النبیین وہ ہے جس کی مہر پر نبی مبعوث

ہوتے ہیں۔ جس پر وہ مہر کردے۔ وہی نبی ہے۔ اور جس پر وہ مہر نہ کرے وہ نبی نہیں۔ اگر دعوے کرے تو جھوٹا ہے۔ یہ مہر والا نبی ہے۔ اور باقی سب انبیاء اس کی مہر سے نبی ہوا کرتے ہیں۔ پس اس صورت میں لازم ہے۔ کہ جتنے نبی ہیں۔ وہ سب اس سے پہلے آلیں۔ کیونکہ یہ مہر کنندہ جمیع انبیاء ہے۔ اور کوئی فرد نبی اس سے خارج نہیں ہے۔ سب اسی کی مہر کرنے کے بعد مبعوث ہوتے ہیں۔ اور جب یہ صاحب مہر نبی خود آگیا۔ تو پھر اس کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اور یہ معنی صاف بدلالت التزامی دال ہیں کہ بعد خاتم النبیین قیامت تک اور کوئی نبی نہ آئے گا۔ دوسرے معنی مہر کرنے والے کے یہ ہیں۔ کہ وہ تصدیق کنندہ جملہ انبیاء ہے اس عالم جسمانی میں۔ یعنی کل انبیاءؑ کا مصدق ہے۔ اور کل انبیاءؑ کا مصدق اس عالم جسمانی فی ظاہری میں وہی ہو سکتا ہے۔ جو سب سے آخر میں آئے۔ اور اس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ کیونکہ اگر اس کے بعد بھی نبی ہوئے۔ تو وہ ان کا مصدق نہ ہوگا۔ اور یہ اس کی تصدیق سے خارج ہوں گے۔ اور النبیین صیغہ جمع محلی باللام ہے۔ جو مفید استغراق ہے۔ اور کل افراد انبیاءؑ بلا استثناء شامل۔ پس انبیاءؑ کا اس کی تصدیق سے خارج ہونا خلاف فرض ہے۔ لہذا خاتم النبیین وہی ہو سکتا ہے۔ جو سب کے آخر میں آئے۔ اور سب کی تصدیق کرے۔ پس خاتم النبیین جناب محمد مصطفےٰؐ آخری پیغمبر اور سب انبیاءؑ سابقین کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور اسی کی شان پاک میں آیا ہے۔ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ۔ یعنی وہ تصدیق کرنے والے ہیں ان سب انبیاء کی جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور ان کی کتاب مصدق جمیع کتب و جنس کتب ہے۔ آیۂ میثاق انبیاء میں بھی یہی مذکور ہے۔ کما قال عزوجل

اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ؕ الخ۔۔ یعنی "یاد کرو اس وقت کو جب میں نے جمیع انبیاء سے عہد لیا۔ کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت دے کر دنیا میں بھیجوں۔ پھر تمہارے اوپر وہ رسولؐ آئے۔ جو تمہاری شریعتوں اور کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ تو تم سب اس پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی نصرت کرو۔" یعنی پھر یہ رسولؐ عربی جملہ انبیاء کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اور جب کل انبیاء کا مصدق ہے۔ تو پھر یہ خاتم النبیین اور آخر النبیین ہے۔ اور لازم ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔ کیوں کہ لفظ النبیین جنس انبیاءؑ اور کل افراد انبیاءؑ کو شامل ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ النبیین سے بعض انبیاءؑ مخصوصین مراد ہیں۔ اور پیغمبرؐ عربی صرف ان خاص انبیاء کے مصدق ہیں۔ تو اس کو دلیل و برہان سے ثابت کرنا چاہیئے۔ اور آیات و احادیث بالکل اس کے خلاف ہیں۔ اور یہ نص قرآنی ہے۔ اور نص قرآنی محض شبہ یا وہم و قیاس سے باطل نہیں ہو سکتی۔ اس کے مقابل ایسی ہی نص چاہیئے۔

جس میں تصریح ہو۔ کہ نبیین سے فلاں بعض انبیاءؑ مراد ہیں۔ اور رسول مقبول صرف ان کے مصدق ہیں۔ ورنہ ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ رسول عربیؐ کل انبیاءؑ کے مصدق اور آخر النبیین ہیں۔ ان کے بعد ہرگز کوئی نبی نہ ہو گا۔ دہرا نحو۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نبی بر حق وہی ہے۔ جس کی نبوت پر محمدؐ مصطفےٰ مہر کر دیں اور تصدیق فرما دیں۔ اور جس پر ان کی مہر نہ ہو۔ اور وہ تصدیق نہ فرمائیں۔ وہ یقیناً جھوٹا مفتری کذاب ہے۔ اور حضرت رسول مقبولؐ نے ہرگز ہرگز کسی بروزی اور ظلی نبی پنجابی کی نبوت پر مہر نہیں کی ہے اور تصدیق نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ بطور پیشگوئی تکذیب فرمائی ہے۔ پس پنجابی نبی کے جھوٹا ہونے میں کسی مسلمان کو شبہ کرنا خروج از اسلام ہے۔ فافہم۔ تیسرے معنی خاتم النبیین خاتم النبوۃ ہیں۔ بایں معنی کہ نبوت منتہائی ترقی انسانی ہے۔ اور ختم نبوت منتہائے ترقی نبوات۔ کہ اس سے اوپر کوئی مرتبہ نبوت نہیں ہے۔ اور یہی مطلب دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ کا ہے اور اس کی ہم تشریح کر چکے ہیں۔ اور ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس مقام و مرتبہ کے بعد کوئی مرتبۂ نبوت ہی نہیں ہے۔ جو کسی کو عطا کیا جائے۔ اور یہ مرتبہ جامع ہے۔ جملہ نبوات ماتحت کو مع شے زائد۔ اور اس خاتم النبیین اور اکمل الکاملین کے بعد کسی ناقص اور جزئی نبی کا آنا عقلاً محال ہے۔ اور جو شخص بعد ختمت خاتم النبیین دعوئے نبوت کرے۔ چاہیئے وہ فوق نبوت محمدؐ مصطفےٰ درجہ نبوت رکھتا ہو۔ اور آنحضرتؐ سے افضل و اکمل ہو۔ بلکہ ثابت ہے۔ کہ قاب قوسین کمال قوس امکانی ہے۔ ثم دنا و صعود۔ اور او ادنٰے مقام وجود خیری۔ اور اس مرتبہ سے فوق صرف مرتبہ واجب الوجود ہے۔ نہ مرتبہ ممکن الوجود۔ پس بعد خاتم النبیین مدعی نبوت دعوئے خدائی کرے۔ اور فرعون و نمرود ثانی بنے۔ ممکن نہیں ہے کہ بعد آنحضرتؐ کوئی نبی ہو۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ علماء محققین جانتے ہیں۔ کہ مدار دورہ زمانی سات پر مبنی ہے۔ اور ساتویں دور پر عالم جسمانی درجہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اور حد اعتدال میں آ جاتا ہے۔ تا دور ہفتم وقتاً فوقتاً انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ اور ایک کے بعد دوسرا آتا رہا۔ اور ہر ایک شریعت لاحقہ سابقہ کو منسوخ کرتی رہی ہے۔ جب دور ہفتم آیا۔ تو شریعت منحصر و محدود ہو گئی۔ اور ذاتاً و صفاتاً درجہ کمال کو پہنچ گئی۔ کما اشیر الیہ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ الخ۔ پس شریعت منحصر ہے بحضرت نوحؑ سے تا حضرت خاتم النبیینؐ۔ اور بعد خاتم النبیینؐ کوئی شریعت جدیدہ نہیں ہے۔ دین مکمل ہو گیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور نعمت الٰہی ہر طرح سے تمام و کمال کو پہنچا دی گئی۔ اتممت علیکم نعمتی۔ اور دین اسلام درجہ رضاء الٰہی کو پہنچ گیا۔ ورضیت لکم الاسلام دینا۔

اور اس لئے اب قیامت تک یہی نبوت ہے۔ یہی کتاب تبیان لکل شیٔ ہے۔ یہی شریعت محمدی ہے یہی دین اسلام محمدی ہے۔ دین کامل ہو چکا ہے۔ نعمت خدا پوری ہو چکی ہے۔ شریعت محدود ہو چکی ہے نبوت منتہائے ترقی کو پہنچ چکی ہے۔ اور یہی مطلب ہے اس آیۂ مجیدہ کا۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس "نہیں تجھ کو مبعوث کیا ہے اور رسول بنا کر بھیجا ہے مگر تمام لوگوں کے لئے" ناس اسم جنس ہے۔ اور الف لام جنسی اس پر داخل اور شامل ہے جملہ افراد انسانی کو۔ کوئی فرد انسانی اس سے خارج نہیں ہے۔ اور قیامت تک جتنے انسان ہوں گے۔ سب نبوت محمدی میں داخل ہوں گے۔ اور اگر بعد نبوت خاتم النبیین کوئی نبی تسلیم کیا جائے۔ خواہ بروزی ہو یا مثالی وغیرہما۔ تو یہ آیت غلط ثابت ہو گی۔ اگر اس زمانے میں سوائے محمد مصطفےٰ کوئی اور نبی مانا جائے۔ تو اس زمانے کے لوگ نبوت خاتم النبیین سے خارج ہوں گے۔ پس احمدی اور بابی و بہائی فرقے دائرۂ نبوت محمدی سے خارج ہیں اور آیۂ وما ارسلناک الا کافۃ للناس کے منکر و مکذب۔ اور نص قرآن کی تکذیب و انکار کفر صریح ہے۔ کیونکہ آیت یقیناً عموم پر دال ہے۔ کل جنس ناس کو شامل۔ ہرگز اس میں کوئی قید یا تخصیص کسی خاص زمان و مکان و قوم کی نہیں ہے۔ پس بعد آنحضرتؐ جو دعوئے نبوت کرتا ہے۔ وہ صاف آیۂ خاتم النبیین اور اس آیۂ مذکورہ کا مکذب اور اس زمانے میں نبوت محمد مصطفےٰ کا منکر ہے۔ اور دائرۂ اسلام سے یقیناً خارج۔ محمدی کسی کی نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور بابی بہائی مرزائی نہیں بن سکتا۔

اسی آیت کی تفسیر میں جناب رسول اللہؐ نے حسی مثال دے کر فرمایا ہے۔

میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ملے ہوئے ہیں۔ مجھ میں اور قیامت میں جدائی نہیں ہے میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی حائل نہیں ہے۔ قیامت میری نبوت پر آئے گی۔ اور اسی پر خاتمہ ہو گا۔ اور اسی واسطے فرمایا ہے۔ حلال محمد حلال الی یوم القیامۃ وحرام محمد حرام الی یوم القیمۃ۔" حلال محمدی روز قیامت تک حلال ہے۔ اور حرام محمدی روز قیامت تک حرام ہے۔" یہی دین ہے اور یہی اسلام ہے۔ اور کسی جدید نبوت کی طرف مائل اور قائل تو کیا اس کی صداقت میں شبہ کرنے والا بھی دین اسلام و دین محمدی سے خارج ہے۔ محمدی قیامت تک محمدی ہی رہیں گے۔ ہرگز بابی بہائی مرزائی احمدی نہیں ہو سکتے۔ فتامل فیہ۔

بعبارۃ اخریٰ آیہ خاتم النبیین وغیرہا اگر محکمات سے ہیں۔ تو ان کا مطلب صاف یہی ہے جو ہم نے عرض کیا ہے۔ اور تمام مفسرین۔ محققین و علماء اسلام لکھتے اور مانتے چلے آئے ہیں۔ اور

اگر آیہ متشابہ ہے۔ تو یقیناً متشابہ کی تاویل کا ہر شخص کو حق حاصل نہیں ہے۔ بلکہ تاویل اس کی خدا ہی جانتا ہے۔ یا وہ جس کو خدا تعلیم دے۔ اور یقیناً قرآن کے محکم و متشابہ کو خدا نے اپنے حبیب اور اپنے رسول کو مکمل تعلیم دی ہے۔ الرَّحمن علم القرآن الخ وعلمك مالم تکن تعلم اور مرتبہ دوم میں معلم کتاب و حکمت ہے۔ پس ہمیں اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئیے۔ کہ خود رسولؐ نے خاتم النبیین کی کیا تفسیر کی ہے۔ اور کیا معنی بتلائے ہیں۔ پس احادیث کثیرہ میں بطرق مختلفہ و بالفاظ متفاوتہ مروی ہے۔ کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کی نسبت فرمایا۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی "اے علیؑ تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو۔ جو ہارونؑ موسےٰ سے رکھتے تھے۔ لیکن حضرت ہارون نبیؑ تھے۔ مگر تم نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے" بعض احادیث میں فرماتا ہے۔ لا نبوۃ بعدی میرے بعد نبوت نہیں ہے میری نبوت کے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ ان احادیث کا صاف و صریح مطلب یہی ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا۔ اب انبیاء ختم ہو گئے۔ اور باقی تاویلات مہملہ فضول ہیں۔ لفظ بعد صاف بعدیت زمانی پر دال ہے۔ اور چونکہ کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے۔ اس لئے لابُد مطلق بعدیت کو شامل ہے۔ اور کسی وقت اور کسی زمان میں بھی بعد رسول اللہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا۔ تو ضرور زمان بعدیت کو محدود فرماتے۔ بلکہ مثل سنن انبیاءؑ اس کے آنے کی بشارت دیتے۔ مگر آنحضرتؐ نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ نہ زمان نفی کو محدود کیا ہے۔ اور نہ کسی آنے والے پیغمبرؐ کی بشارت دی ہے۔ یوں جھوٹا ادعا قابل سماعت نہیں ہو سکتا۔ جب تک کوئی مستند دلیل بیان نہ کی جائے۔ اور کوئی صحیح و مسلم حدیث مسلمہ اہل اسلام پیش نہ کی جائے۔ ورنہ یوں تو ہمیشہ جھوٹے مدعیان نبوت اپنے کو سچا ہی کہتے رہے ہیں۔ فضول بکواس اور ادعا کے لئے میدان وسیع ہے۔ انسان جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور جب اس نے اتنا بڑا جھوٹ بول لیا۔ کہ دعوٰے نبوت کاذبہ کیا۔ تو اس کے ساتھ اور جھوٹ بولنا اور افتراء کرنا معمولی بات ہے ؂

یہ بات بھی مسلم ہے اور بدلائل کثیرہ ثابت کر چکے ہیں کہ اہل بیت نبوت وارثان خانہ نبوت ہیں۔ اور جملہ اوصاف و کمالات نبوت میں شریک محمد مصطفےٰ ہیں۔ ان کی ایک ہی حقیقت ہے۔ ایک ہی نور ہے۔ صرف اصل و فرع کا فرق ہے۔ اور حضرات اہل البیت علیہم السلام نے جملہ اوصاف و کمالات محمدی کا دعوےٰ کیا ہے۔ ان کو ثابت کیا ہے۔ اور دلائل مفصل دی ہیں۔ اور اپنے وہ اوصاف و کمالات ثابت کئے ہیں۔ کہ عقول ان میں حیران ہوتی ہیں۔ بلکہ اس درجہ اوصاف و کمالات

اہل البیتؑ کتب اہل اسلام سُنّی اور شیعوں میں منقول اور مروی ہیں۔ کہ ان کو دیکھ کر جہاں ان کو خدا کہنے لگ گئے ہیں۔ مگر باوجود اس قدر اوصاف و کمالات بیان فرمانے اور مظہر اوصاف خدائی ہونے کے کسی امام اہل البیتؑ نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر اس کی نفی فرمائی ہے۔ اور لا نبوۃ بعد محمدؐ فرمایا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت نہیں ہے۔ جناب امیر المومنینؑ اپنے خطبات میں اکثر اس کی نفی فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ بعث اللہ محمدا رسول اللہ لانجاز عدتہ وتمام نبوتہ ۔ یعنی "خدا نے جناب محمدؐ رسول اللہ کو اپنا وعدہ پورا کرنے اور اپنی نبوت ختم اور تمام کرنے کے لئے مبعوث کیا" اور سید علی ہمدانی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا "یا علیؑ خدا نے مجھ کو اور تجھ کو اپنے نور سے خلق کیا۔ اور تجھے اور مجھے برگزیدہ و مصطفےٰ بنایا۔ پس مجھے نبوت کے لئے اختیار کیا اور تجھ کو امامت کے لئے جس نے تیری امامت کا انکار کیا اُس نے میری نبوت کا انکار کیا" اور نیز جناب امیرؑ فرماتے ہیں۔ "میں اور رسول اللہؐ ایک ہی سبیل پر ہیں۔ اور ایک ہی حقیقت رکھتے ہیں۔ مگر یہ کہ وہ اپنے نام (پیغمبرؐ) سے پکارے جاتے ہیں۔ اور مجھ کو نبی نہیں کہا جا سکتا"

یہ احادیث بھی صاف اتحاد علیؑ و نبیؐ پر دال ہیں۔ مگر ان کو نبی نہیں کہا جا سکتا۔ نبوت رسول اللہؐ پر ختم ہو گئی۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں کہلا سکتا اور جب اہل البیتؑ باوجود وارث نبوت بلکہ وارث جمیع نبوات ہونے کے بھی نبی نہیں ہو سکتے۔ تو پھر اور کوئی امتی کیوں کر نبی ہو سکتا ہے۔ جو دعوےٰ کرے۔ یقیناً جھوٹا ہے ؛

رسول اللہؐ نے کبھی اشارۃً بھی نہیں فرمایا۔ کہ ان کے بعد کوئی نبی آئے گا۔ بلکہ متعدد مواقع پر فرمایا۔ کہ اب نبوت تو ختم ہو چکی۔ اور بقاء دین اسلام اب وجود خلفاء سے وابستہ ہے۔ اور وہ منحصر و محدود ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لا یزال ھذا الامر عزیزاً ینصرون علی اعدائہم علیہ اثناعشر خلیفۃ کلھم من قریش " یہ امر اسلام برابر باعزت رہے گا۔ اس پہ بارہ خلفاء نصرت دین کریں گے۔ جو کل کے کل قریش سے ہوں گے"۔ قریب قریب یہی مضمون جمع الفوائد میں ہے۔ اور بعض احادیث میں قریش کی بھی تشریح ہے۔ کہ کون سے قریش خلفاء ہوں گے۔ یعنی بنی ہاشم۔ چنانچہ تحقیق خلفاء میں مذکور ہے۔ اور خلافت الٰہیہ میں مفصل لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی اسی کی تصریح ہے۔ کہ بعد رسول اللہؐ پیغمبری نہیں ہے صرف خلافت ہے۔ اور خلافت بارہ میں منحصر ہے۔ قیام دین اسلام تا روز قیامت بارہ خلفاء رسولؐ پر مبنی ہے۔ اور بارھویں

خلیفہ پر دنیا کا خاتمہ ہے۔ اور قیامت صغریٰ واقع ہوجائے گی۔ خلاصہ یہ کہ نبوت اور خلافت الٰہیہ میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے ہر نبی خلیفۃ اللہ ہے۔ مگر ہر خلیفۃ اللہ نبی نہیں ہے۔ کیونکہ نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہے۔ اور خلافت الٰہیہ باقی ہے۔ اور آپ کے بعد کے خلفاء خلیفۃ اللہ ہیں۔ مگر نبی اللہ نہیں ہیں۔ آپ کے بعد نبوت کا مدعی یقیناً کاذب و مفتری ہے۔ مسلمان مسلمان رہ کر بعد رسول خدا کسی کی نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ یہ امر ضروریات دین اسلام سے ہے۔ اور یقینی طور پر آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا مدعی اور نیز اس کا قائل رسول اللہ کی تکذیب کرنے والا بلکہ فی الحقیقت نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا منکر ہے۔ اور امت محمدی سے خارج ہے یعنی مع اپنے تمام اشیاع و اتباع کے۔

دفع شبہ - غرض از روئے اصول مسلمہ اسلامی بعد آنحضرتؐ دعوئے نبوت کسی طرح صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ یہاں ایک شبہ عوام کو ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمارا زمانہ ہادی سے کیوں خالی ہے۔ درآنحالیکہ خدا نے ہر قوم کے لئے ہادی بھیجا ہے۔ اور قرآن میں بھی خدا فرماتا ہے " ولکل قوم ھاد " اگر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور بعد آنحضرتؐ کے کوئی نبی نہیں ہے۔ تو بعد آنحضرتؐ ہادی کون ہے۔ اور ہمارا ہادی کون ہے؟ مگر جواب اس کا اسی آیت میں موجود ہے۔ کیونکہ صدر آیت یوں ہے " انما انت منذر ولکل قوم ھاد " سوائے اس کے نہیں ہے کہ اے محمدؐ تو ہی منذر ہے۔ اور اب کوئی منذر پیغمبر نہ آئے گا۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی رہے گا۔ اسی کی مکمل بحث باب اوّل میں آچکی ہے اور رسول اللہؐ نے تصریح فرما دی ہے۔ کہ بعد آنحضرتؐ کے ہادی کون ہے۔ اور ہم خود ہادی کی ضرورت ثابت کر چکے ہیں۔ ہادی بیشک ہر زمانے میں ضروری ہے۔ مگر ہدایت منحصر نبوت میں نہیں ہے۔ بلکہ غیر نبی بھی ہادی ہوتا ہے۔ ہمیشہ یا نبی رہا ہے یا وصی نبی۔ اور حقیقت الامر یہ ہے۔ اصل ہدایت کار خلیفۃ اللہ ہے۔ اور خلیفۃ اللہ نبی اور امام دونو ہوتے ہیں۔ پس جب نبوت ختم ہو گئی۔ تو ہادی امام خلق موجود ہے۔ اور بعد آنحضرتؐ خلفاء اللہ ہادی خلق ہیں۔ اور وہ بارہ ہیں۔ اور انہی پر دار و مدار بقاء و قیام دین ہے۔ پس ختم نبوت نفی ہادی پر دال نہیں ہے ہادی موجود ہیں۔ مگر نئی شریعت نہیں ہے۔ نیا دین نہیں ہے۔ نئی کتاب نہیں ہے۔ اور اس معنی میں خصم بھی ختم نبوت کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ ہاں بعد رسول اللہؐ ختم نبوت کے یہ معنی ہیں۔ کہ اب کوئی نیا دین نہ آئے گا۔ نئی شریعت نہ ہو گی۔ نئی کتاب نہ آئے گی۔ مگر نفی نبی نہیں ہے۔ نبی ہو گا مگر یہ چیزیں نہ ہوں گی۔ ہم کہتے ہیں۔ نبوت انہی چیزوں کا نام ہے۔ اگر یہ نہیں ہیں۔ تو نبوت بھی نہیں ہے۔ اور

ہدایت اور تجدید وتبلیغ شریعت محمدی کے لئے قیامت تک خلفاء اللہ جو امام خلق ہیں کافی ہیں۔ وہ اسی شریعت محمدی کے پہنچانے والے اور اس کو زندہ رکھنے والے ہیں۔ کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ہرگز بعد آنحضرت نبیؐ نہیں ہو سکتا۔ اسم نبی کسی پر صادق نہیں آسکتا۔ پس اسلام میں اگر بعد حضرت رسول مقبولؐ کوئی دعوے کر سکتا ہے۔ تو خلافت وامامت کا کر سکتا ہے۔ مگر وہ بھی بارہ کے اندر اندر۔ تیرھواں خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ بارہ خلفاء۔ اور ائمہؑ خلق ائمہ اہل البیتؑ ہیں۔ جن میں سے گیارہ گزر چکے ہیں۔ اور صرف ایک بارھویں کا انتظار ہے۔ اور وہی مہدی موعود وہدی منتظر ہے۔ اور وہ معین ومقرر ہے۔ اور تمام اوصاف وفضائل وکمالات وعلامات معین ومعلوم ہیں۔ اور وہ سوائے حضرت حجۃ ابن الحسنؑ العسکری اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جو اس کے سوا دعوے مہدویت کرے جھوٹا ہے۔ خواہ عربی ہو یا عجمی۔ ہندی ہو یا سندھی۔ یونانی ہو یا جاپانی۔ پنجابی ہو یا شیرازی۔ قادیانی ہو یا افغانستانی۔ کشمیری ہو یا لداخی۔ سب کی تردید یہ کتاب کرتی ہے جس میں تقریباً پانچ سو دلیلیں اثبات امامت ومہدویت حضرت حجۃؑ ابن الحسنؑ العسکری اور ابطال مہدویت وامامت غیر پر دال ہیں۔ اسی موضوع پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ دعوے مہدویت قطعاً باطل ہے۔ اور تفصیلی مباحث باب دفع شبہات میں آئیں گی۔ یہاں اسی قدر کافی ہے۔

اور یہ وہ دلائل ہیں جن سے کوئی اہل بصیرت انکار نہیں کر سکتا! وران سے کسی طرح مفر نہیں۔

ہاں اگر مفر ہے تو مجددیت کے پردے کی طرف۔ چنانچہ جو لوگ حقیقت امر سے واقف ہو گئے۔ یا وہ جو جماعت میں داخل ہونے کے باوجود نبوت ومہدویت قادیانی کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ وہ صرف ایک مجدد تھے۔ ہم کو ان سے خصوصیت سے بحث نہیں ہے۔ بلکہ عام طور پر ہر ایک قائل مجددیت سے ہے۔ اور ہم کہتے ہیں۔ کہ اوّل تو یہ اصل ثابت نہیں ہے۔ کہ ہر قرن میں ایک مجدد ہوتا ہے۔ اوّل اس کو ثابت کرنا چاہیئے۔ دوم تجدید شریعت محمدی کے لئے خلفاء رسولؐ اور اہل بیتؑ نبوت ورسالت اور بعد ازاں علماء شریعت کافی ہیں۔ ہرگز کسی خاص اصطلاحی مجدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بقاء دین محمدی کسی مجدد خاص کے وجود پر مبنی نہیں ہے بلکہ صاف فرما دیا ہے۔ کہ بقاء دین اسلام اور اس کی عزت اور اس کا قیام وقوام بارہ خلفاء پر ہے۔ سوم بالفرض اگر ہم تسلیم بھی کر لیں۔ کہ ہر زمانے میں یا ہر قرن میں یا ہر صدی میں ایک مجدد خاص کی ضرورت ہے۔ تو بھی ان کا ادعا درست نہیں ہوتا۔ کیونکہ جملہ اہل علم کے نزدیک مجدد کی یہ شان نہیں ہے۔ کہ وہ اپنی طرف سے شریعت پیغمبری میں کوئی کمی وبیشی بھی کرے۔ بلکہ وہ صرف ان رسوم شریعت کو

زندہ کرنے والا ہے۔ جو عدم عمل سے مٹ گئی ہیں۔ بے عمل لوگوں کو باعمل بنانا صرف مجدد کا کام ہو سکتا۔
ہے۔ اس سے زیادہ کا اگر مدعی ہو۔ تو وہ جھوٹا مجدد ہے۔ شریعتِ محمدی میں مجدد کا کام صرف یہ ہوگا۔
کہ وہ سنن نبویؐ کو زندہ کرے۔ اور محمدیوں کو باعمل محمدی بنائے۔ اور جب یہ ہے۔ تو پھر کسی کلمہ گو کو
کافر نہیں کہہ سکتا۔ اصول ثلثہ اسلامی توحید و نبوت و معاد کے قائل کو خارج از اسلام نہیں کہہ سکتا۔ پابند
صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ کو مشرک نہیں بتلا سکتا۔ وہ اپنے لئے خاص بیعت نہیں لے سکتا۔ اپنی اطاعت
کا حکم نہیں دے سکتا۔ اور جب یہ ہے۔ تو مجدد کی اسلام سے علیحدہ کوئی نئی جماعت نہ بنے
گی۔ کوئی نیا فرقہ تمام مسلمانوں سے جدا ایجاد نہ ہوگا۔ اور یہاں ایسا ہی ہے۔ مرزائی جماعت جسے
خارج تمام اہل اسلام قائل توحید و نبوت و معاد و صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ وغیرہا ضروریات دین سب
کافر بتلائے جاتے ہیں۔ جو ان کی بیعت سے خارج ہو۔ وہ جہنمی کہلاتا ہے۔ جس کے صریح یہ معنی ہیں۔
کہ یا معاذ اللہ وہ شریعت دین محمدی کو باطل سمجھتے ہیں یا اب منسوخ جانتے ہیں۔ یا مجددیت نہیں
ہے بلکہ خروج از اسلام اور ادعاء شریعت و نبوت جدیدہ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ نہیں اس
نے کوئی دعوے نبوت نہیں کیا۔ یا کوئی نئی بات دین اسلام میں ایجاد نہیں کی۔ تو یہ بدیہی البطلان ہے
اور آفتاب پر خاک ڈالتا ہے۔ اگر کوئی نئی بات پیدا نہیں کی ہے۔ اور کوئی جدید دعوے نہیں ہے
اور اسی قدیم دین اسلام کی تجدید ہے۔ اور اسی کی رسوم کو زندہ کیا گیا ہے۔ تو پھر یہ تفریق کلی کیسی ہے
کیوں تمام مسلمان ان کو دین اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور یہ کیوں کل اہل قبلہ اور امت محمدی کو
خارج از دین اور کافر جانتے ہیں۔ اور کسی مجدد کے لئے کسی زمانے میں یہ بات پیدا نہیں ہوئی۔ دکسی
مجدد نے کل اہل قبلہ کو کافر کہا ہے۔ اور نہ اہل اسلام نے کسی مجدد کو قطعاً دین اسلام سے خارج سمجھا
ہے۔ اور دور نہیں تو مجدد الف ثانی کا حال دیکھ لو۔ کیا ان کے زمانے میں یہی صورت پیدا ہوئی
تھی۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی مجدد سنن نبوی امتِ محمدی کو کافر کہہ دے۔ اور کل اہل قبلہ
کو اسلام سے خارج سمجھے۔ اور اپنے اوپر ایمان لانا فرض قرار دے۔ یہ محض ادعاء نبوت کاذبہ ہے۔
اور بابی تو کچھ نبوت سے بھی اوپر ترقی کر گئے۔ اور تمام اہل اسلام اور اہل قبلہ کو کافر جانتے ہیں۔ اور
بابیت ہی سے مرزائیت پیدا ہوئی ہے۔ اور بقول بعض علماء محققین مرزائیت کبھی بابیت کا نام
ہے۔ ورنہ اصل ایک ہی ہے۔ اور ہر حال میں یہ سلسلہ اضلال و تضلیل ہے۔ اور حق و تحقیق حق سے
منزلوں دور۔ خدا مسلمانوں کو اس دام تزویر سے محفوظ رکھے۔ اور توفیق نیک عطا فرمائے۔
کہ اس جال سے نکلیں اور راہ راست اختیار کریں ؛ یہاں ہم مانحن فیہ سے دور چلے گئے۔ اور

ضمنی بحث کو اصل سے زیادہ طول دیا۔ مگر امید ہے۔ کہ انشاء اللہ مفید ہوگی۔ اور بہت سے اہل بصیرت کو فائدہ بخشے گی۔ اب اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں:

بہرکیف یہاں سے بخوبی واضح ہوگیا۔ کہ مرتبہ نبوت میں طولی ترقی بعد آنحضرتؐ قطعاً ناممکن ہے اور لفظ خاتم النبیین اسی پر نص ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہ آئے گا۔ نبوت ختم ہے۔ شریعت ختم ہے۔ کتاب ختم ہے۔ اور دین اسلام کامل ہو چکا ہے۔ البتہ ظہور فعلی کمالات محمدی و اوصاف نبوتی و کمالات ربانی تا قیام قیامت حسب ضرورت زمان و مکان باقی ہے۔ اور وہ سلسلہ ولایت و امامت و خلافت الٰہیہ ہے۔ کیونکہ ظہور اوصاف محمدی و کمالات دین احمدی انہی نفوس طاہرہ مطہرہ مقدسہ نورانیہ سے ہوگا۔ جو جملہ اوصاف محمدی و علوم نبوتی کے وارث و والی ہیں۔ اور وہی بعد آنحضرتؐ امام خلق ہیں۔ لذا قال سبحانہ وتعالیٰ کل شیئٍ احصیناہ فی اِمَامٍ مبینٍ۔ ہر ایک شے کا ہم نے امام مبین میں احصاء کر دیا ہے۔" اور اس میں جمع ہے۔ اور یہ اسی طریق سے ہے۔ کہ علم کتاب محمدی بوراثت باطنی ان کو پہنچا ہے۔ فقال ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان لوگوں کو۔ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے اس کام کے لئے چن لیا ہے۔ اور مصطفےٰ بنایا ہے۔" اور آیہ مجیدہ "امۃ مسلمۃ لک" و آیہ آخر سورۃ حج یا ایہا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم...... ھو اجتبٰکم الخ و اِنّ اللہ اصطفےٰ آدم و نوحا و آلَ اِبْرَاھِیْمَ و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعضٍ" سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ ذریت انبیاء سے ہرگز خارج نہیں۔ اور یہ بندگان مصطفےٰ و مجتبےٰ جو وارث کتاب ہوئے بنی ہاشم و اہلبیت نبوت و رسالت ہیں۔ پس وہی بعد آنحضرتؐ ابواب علوم نبوی و امام مبین ہیں۔ اسی کی تصریح کرتے ہوئے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ "میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔" اور اسی طرح جو نفوس بعد حضرت علیؑ امام خلق ہیں۔ وارث علوم نبوتی ابواب علوم ہیں۔ کیونکہ امامت جناب ابراہیمؑ کو بعد نبوت و رسالت حاصل ہوئی۔ اور بعد ان حضرتؑ کے ان کی ذریت سے انبیاء مثل موسےٰ وغیرہ امام مستحق ہوئے۔ اور بعد ختم نبوت امام نہ ہوگا مگر وارث علم نبوت صاحب علم لدنی۔ فافہم۔ لہٰذا ظہور کمالات محمدی و دین احمدی و تکمیل فعلی۔ انہی ابواب علوم سے ہوگا۔ اور چونکہ بوجہ مصلحت الٰہی کمال ظہور فعلی خاتم الاوصیاء و آخر الائمہ مہدی آخر الزمان پر موقوف ہے۔ اور وعدۂ الٰہی ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ انہی کے ہاتھ پر پورا ہوگا۔ تمام ملل و

مذاہب باوجود کامل واکمل پیغمبرؐ کے آجانے کے جس کی پیشین گوئیاں انبیاءؑ سلف سے سنتے آتے تھے ایک آنے والے کے منتظر ہیں۔ اور تمام مسلمان ظہور مہدیؑ آخرالزمان کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہر انسان فطرۃً محسوس کر رہا ہے۔ کہ تکمیل فعلی و ظہور فعلی دین الٰہی کا ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ جیسا کہ نفس الامر میں واقع ہونا چاہیئے لہٰذا ایک دن ضرور آئے گا۔ جبکہ دین الٰہی کو تمام عوالم پر غلبہ تام حاصل ہوگا۔ اور تمام روئے زمین کے انسان ایک اور متحد اور متفق اور بھائی بھائی ہوکر مقصد تبلیغ پورا ہوگا۔ اور تمام روئے زمین پر ایک قانون تمدن قائم ہوگا۔ اور قومی۔ ملکی اور رنگ و روپ کی خصوصیتیں و تمیزیں اُٹھ جائیں گی۔ یوروپین و انڈین۔ انگلش و محمڈن وغیرہم سب ایک ہو جائیں گے۔ چنانچہ تشریحات آگے آتی ہیں۔

الحاصل معلوم ہوا۔ کہ نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہوگئی۔ مگر امامت و ولایت و خلافت جو مقام ظہور رہے باقی ہے۔ اور تاقیام قیامت رہے گی۔ اور یہ سلسلہ امامت ہرگز ذریت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بنی ہاشم و عترت رسولؐ و اہل بیت نبوت و رسالت سے خارج نہیں۔ یہ سلسلۂ ہدایت و پیشوائی کبھی ذریت انبیاء سے خارج ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ دوسرا جو دعوےٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ ذریۃ بعضھا من بعض ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ خاص فضل الٰہی ہے۔ جس کو خدا دیتا ہے۔ اُسی کو ملتا ہے۔ لوگوں کو اس کے حصول و عدم حصول میں دخل نہیں۔ ربک یخلق من یشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ۔ خدا جو چاہتا ہے خلق کرتا۔ اور جس کو چاہتا ہے کسی کام کے لئے اختیار و پسند کرتا ہے۔ وھو فعال لما یرید واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ وہی جانتا ہے کہ مقام نبوت و رسالت کہاں ہے اور کس جگہ قرار دیا ہے۔ امامت مجعول الٰہی ذریت ابراہیمؑ عترت رسولؐ و اہل بیت رسالت میں ہے۔ کون ہے جو تقاضائے الٰہی و جعل خداوندی کو بدل دے۔ لاتبدیل لخلق اللہ۔

فصل

معجزات امامت مطلقہ

مسلم جمیع اہل ملل و مذاہب ہے۔ کہ خداوند عالم "حی قیوم" ہے۔ اور جملہ ممکنات اسی سے قائم و باقی ہے۔ اور حکماء و فلاسفر قائل ہیں۔ کہ بقاء و قیام جمیع ممکنات معیت قیومیہ واجب الوجود سے ہے۔ اور آیۂ مجیدہ ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں اور جس حال اور

جس مرتبہ جس مقام میں ہو۔ اسی پر دال ہے۔ اور وہ اصل وبہ ابہ الحیاۃ وما بہ قوام الشئے جس سے معیت
قیومیہ متعلق ہوتی ہے۔ اور اصل باطن کون ہے۔ اصطلاح قرآنی میں "ملکوت شئے" کہلاتی ہے۔ اور
کوئی شئے از موجوداتِ عالم ملکوت سے خالی نہیں۔ جیسا کہ کوئی موجود معیت قیومیہ سے خارج نہیں
اور اسی واسطے ہر شئے از موجودات اسی ملکوت کے ذریعہ سے معرفت مبدء رکھتی ہے۔ اور تسبیح و
تحمید بجا لاتی ہے۔ ان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم بلا استثنار
ہر ایک شئے از موجودات عالم حمد الٰہی کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ یسبح للہ
مافی السموات والارض۔ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے سب خدا کی تسبیح کرتا ہے۔ اور
آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ لکل ذرۃ لسان ملکوتی ناطق بالتسبیح۔ ہر ایک ذرہ ذرات عالم
سے ایک زبان ملکوتی رکھتا ہے جو تسبیح الٰہی میں گویا ہے (تفصیل کشف الاسرار میں دیکھو) اور یہ بھی
مسلم ہے۔ کہ موجودات حسب تاکد وجود اختلاف رکھتی ہیں۔ جس موجود سے تعلق معیت قیومیہ
زیادہ ہے۔ وجود اس کا آکد و اقوئے ہے۔ اور ملکوت اس کا اقوئے و اکمل ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ تعلق
معیت قیومیہ سب سے زیادہ اس موجود اول و مصنوع اول سے ہے۔ جو مبدء فیاض سے مقرب
منزلتی سب سے زیادہ رکھتا ہے۔ اور اس کے اور خالق کے درمیان کوئی غیر واسطہ نہیں ہے
اور فوق جمیع ممکنات اوّل مظہر کمالات جلالیہ و جمالیہ الٰہیہ محیط بر مکان و زمان ہے۔ پس ملکوت اس کا
ملکوت عوالم امکانیہ سے اقوئے و اکمل ہے۔ جملہ ملکوت اس کے تحت اور وہ فوق جمیع ملکوت اشیاء
ممکنہ ہے۔ ولذا قال تبارک و تعالیٰ دبیدہ ملکوت کل شیءٍ۔ ملکوت کل اشیاء دست قدرت
الٰہی میں ہے۔ اور تصریح ید قدرت و تشریح مظہریت تامہ میں فرمایا۔ ان الذین یبایعونک یبایعون
اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ اے ہمارے حبیبؐ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔
اور تمہارے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں۔ وہ دراصل خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ اور خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ
کے اوپر ہوتا ہے۔ یعنی اے حبیبؐ تو دستِ خدا اور مظہر قدرت الٰہی ہے۔ اور جب دستِ محمدی
دستِ خدائی ہے۔ تو اس کا کام عین خدا کا کام ہے۔ لہذا فرمایا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ
رمٰی۔ اے حبیبؐ ہمارے تم نے خاک نہیں پھینکی جب کہ تم نے ہی پھینکی تھی۔ لیکن دراصل اللہ نے
پھینکی تھی۔ یعنی تمہارا ہاتھ دستِ خدائی ہے۔ اور اس سے جو ظاہر ہوا ہے وہ مصدر فیاض سے
صادر ہوا ہے۔ اور تم اس کے مظہر ہو۔
ثابت ہوا۔ کہ مظہر کمالات جلالیہ و جمالیہ الٰہیہ وجود محمدی ہے۔ اور دستِ محمدی دستِ خدائی و

بدعمالۂ الٰہی ہے۔ اور اسی طرح چشم محمدی عین اللہ۔ دلذا قال فسیری اللہ عملکم ورسولہ" خدا تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس کا رسول" والمومنون" اور مومنین خاص" رویت کا" مکرر ذکر نہیں "ریری" ایک ہی ہے۔ رویت محمدی رویت خداوندی د بقوت الٰہی و نورانی ربانی ہے۔ اور مثل اس کے احاطہ رکھتے ہیں۔ لکن خدا بالذات رائی اعمال و شہید ہے اور پیغمبر اور اس کے اوصیا مومنین بالعرض (کما مر ذکرہ) پس ملکوت محمدی فوق ملکوت جمیع اشیاء ہے۔ اور سب اس کے تحت ہیں۔ ملکوت آسمان و زمین و ملکوت زمین۔ ملکوت جن۔ ملکوت انس۔ ملکوت عقل و ملکوت ملک۔ ملکوت نار۔ ملکوت ما ملکوت تراب۔ ملکوت ہوا۔ اور یہ مسلمہ اہل عقل ہے۔ کہ کوئی شئے ماتحت مافوق پر احاطہ اور اس پر موثر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مافوق غالب و قاہر ہے ماتحت پر۔ اور اس میں مؤثر و اس پر متصرف۔ پس کرۂ ہوائی و ناری وغیر ذالک سب تحت ملکوت محمدی ہیں۔ ملائکہ در تحت ملکوت محمدی ہیں۔ انوار تحت نور محمدی ہیں۔ اور نور محمدی مرکز عالم انوار و ام الارواح ہے۔ اور اس لئے کوئی شئے اس کے تصرف و تاثیر کو حاجب و مانع نہیں ہو سکتی۔ وہ جس وقت بحکم الٰہی باذن خداوندی ارادہ کرے۔ چشم زدن سے پہلے عرش سے فرش تک جا اور آ سکتا ہے۔ اور وہاں پہنچ سکتا ہے جہاں کسی کو دخل نہیں۔ اور مقام اس کا مقام عرش الٰہی ہے۔ کیونکہ روح اس کی اس مقام سے اور مرکز اس کا مرکز انوار۔ اور ہر ایک شے اپنے مرکز کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور فوق مرکز نہیں جا سکتی۔ اگر مقام محمدی فوق سدرۃ المنتہٰی نہ ہوتا۔ تو جسم محمدی کبھی وہاں نہ پہنچ سکتا۔ اور نور محمدی فوق جمیع انوار نہ ہوتا۔ تو تمام عالم انوار کو طے نہ کر سکتا۔ اور چشم بصری معائنہ نہ کر سکتا۔ اور اگر ملکوت محمدی فوق ملکوت جمیع ممکنات نہ ہوتا۔ تو ان عوالم اور ان کرات سے نہ گذر سکتا۔ اور ملکوت محمدی قاہر و غالب بر ملکوت آب و آتش و ہوا نہ ہوتا۔ بلکہ مرکز ملکوت عناصر و مواد و ارواح و نفوس نہ ہوتا۔ تو عناصر کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکتا۔ قال الصادق پہلا وہ شخص جس نے روز الست بلٰی کہنے میں سب سے سبقت کی۔ وہ رسول اللہ ہیں۔ وذالک انہ کان اقرب الخلق الی اللہ تعالیٰ اور یہ اس لئے کہ وہ خدا کے سب سے مقرب بندے اور سب سے اقرب الی اللہ تھے۔ اور اس مقام میں تھے۔ کہ جب معراج کو گئے۔ تو ندا آئی اے محمد بڑھو۔ تم نے اس مقام پر قدم رکھا ہے۔ جہاں اس سے پہلے نہ کوئی ملک مقرب پہنچا۔ اور نہ نبی مرسل۔ ولو لا ان روحہ ونفسہ کانت من ذلک المکان لما قدر ان یبلغہ۔ اور اگر آپ کی روح اور آپ کا نفس اس مقام سے نہ ہوتے۔ تو ہرگز وہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ پس وہ قرب الٰہی میں اس درجے پر پہنچے ہوئے تھے جس کی بابت خدا فرماتا ہے۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ ای بل ادنی

یعنی وہ مقام قاب قوسین میں تھے بلکہ اس سے بھی قریب تر۔ یہ تصریح ہے۔ کہ اس روح و نفس محمدی کا مرکز و مقام عرش الٰہی ہے۔ اور اگر ان کی اصل وہاں سے نہ ہوتی۔ تو ہرگز وہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ (ردھا الٰی ما قلنا کا) یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ تصرفات و تاثیرات محمدی فوق تصرفات ممکنات ہیں۔ اور نہیں ہیں اعجازات مگر یہ تصرفات۔ ذاتِ محمدی عین معجزہ ہے۔ نورِ محمدی معجزہ ہے۔ روح محمدی معجزہ ہے۔

بعبارۃٔ اخرےٰ۔ اللہ ولی کل و متصرف کل ہے۔ کما قال اللہ ھو الولی۔ پس خدا تعالےٰ ولی بالذات و متصرفِ کل ہے۔ اور وجود محمدی اور وجود اوصیاء محمدی مظہر ولایت مطلقہ الٰہیہ اور تمام مظاہر تحت مظہر ولایت و تمام تصرفات تحت تصرف ولایتی ہیں۔ لہٰذا تصرف محمدی فوق تصرف جمیع ممکنات ہے۔ اور یہ عین اعجاز ہے۔ بعبارتِ دیگر وہ مظہر علم و قدرت الٰہی ہے۔ اور معجزات نہیں ہیں مگر تصرفات علم و قدرت۔ جس کا علم و قدرت زیادہ ہوگا۔ اس کا تصرف بھی زیادہ ہوگا۔ چنانچہ مشاہد و محسوس ہے۔ کہ جس قدر اس عالم میں علم زیادہ ہوتا جاتا ہے تصرفِ انسانی بڑھتے چلتے ہیں۔ اور روح انسانی قوت علمی و تاثیر نفس کے ذریعہ سے کرہ خاک سے گزر کر کرہ ہوا و کرہ ماء پر تصرف رکھتی ہے۔ اور آج روئے زمین پر پانی کے اندر اور ہوا کے اوپر وہ کام کرتا ہے۔ جو آج سے بیس سال یا تیس سال پہلے انسانی تصور میں نہیں آسکتے تھے۔ اور یہ صرف ایک قوت برقی کو کام میں لانے اور اس کے اثرات و تصرفات سے فی الجملہ واقف ہو جانے کا اثر و نتیجہ ہے۔ اور معجزات جمیع انبیاء ماسلف از قسم تصرفات علم و قدرت تھے۔ ہاں بعض معجزات ایسے ہیں۔ جو فوق قدرت ہیں۔ اور وہ ان کے مستجاب الدعوات و مقبول بارگاہ ایزدی ہونے پر دال ہیں۔ اور ان کے معجزات کہلاتے ہیں۔ چونکہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ انبیاء اپنے وجود کے ساتھ علم لے کر آتے ہیں۔ اور ان سے اسی حالتِ طفولیت میں کچھ نہ کچھ آثار وجودیہ علمیہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ چونکہ علم تحصیلی و کسبی رکھتے ہیں۔ اور ان سے تصرفات اس وقت ظاہر ہو سکتے ہیں جب ان علوم کو حاصل و کسب کریں۔ لہٰذا وہ بمقابل پیغمبر عاجز ہوتے ہیں۔ افعال پیغمبری معجزہ کہلاتے ہیں۔ یعنی عاجز کر دینے والے۔ اور یہی دلیل صداقت پیغمبر ہوتے ہیں۔ اور دلالت کرتے ہیں۔ کہ یہ خاص برگزیدہ خدا اور ملہم من اللہ و معلم بتعلیم الٰہی ہے۔ اور عام انسانوں میں سے نہیں ہے۔ اور علاوہ عہد طفولیت دوسرے اوقات عمر میں بھی پیغمبر سے ایسے تصرفات علمی ظاہر ہوتے ہیں۔ جو دوسرے انسان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ علم ہر پیغمبر کا علم فوق علم امت ہوتا ہے۔ تمام امت علم میں محتاج پیغمبر ہوتی ہے۔ اور پیغمبر محتاج امت نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ اپنے علم موہبتی لدنی کے ذریعہ سے وہ کام کر سکتا ہے جو دوسرے نہیں کر سکتے اور وہ اس کے مقابل ہمیشہ عاجز ہوتے ہیں۔ اور وہ صاحب اعجاز و معجز نما ہوتا ہے۔ اور چونکہ وہ تابع حکم خدا و امر الٰہی

ہوتا ہے۔ اور یہ علم وقدرت بھی عطیہ الٰہیہ ہے۔ اور بلا حکم خدا کچھ نہیں کرسکتا۔ اس لئے جو تصرفات بحکم خدا اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ فعل خدا کہلاتے ہیں۔ اور اسی واسطے علماء کہتے ہیں۔ کہ معجزہ فعل خدا ہے۔ اور نبی مظہر اس فعل کا ہوتا ہے۔ خصوصاً افعال مظہر مطلق ومظہر کامل ودست الٰہی ویداللہ خداوندی حضرت ختمی مرتبت جو محل مشیت الٰہی ہیں۔ اور اصل مقصود مَا یَشَاؤُنَ اِلّا اَنْ یَشَاءَ اللّٰہُ افعال خدائی کہلاتے ہیں۔ اگرچہ دراصل ان سے صادر وظاہر ہوتے ہیں۔ کما ذکر وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ فعل رمی۔ پیغمبر سے صادر وظاہر ہوا۔ لیکن چونکہ دست محمدی دست الٰہی ہے۔ اور بحکم ارادہ الٰہی صادر ہوا ہے۔ اس لئے منسوب ہے خدا کی طرف اور اصل مصدر فعل وہ ہے اور مظہر پیغمبر۔ نہ یہ کہ پیغمبر مثل شجرہ طور یا عصائے موسےٰ مظہر فعل الٰہی ہے۔ جن سے بارادہ واختیار فعل صادر نہیں ہوتے۔ جیسا کہ بعض قشریین خیال کرتے ہیں۔ فتامل فیہ (تفصیل البرہان میں دیکھو)۔

یہاں سے یہ شبہ بھی دفع ہوگیا۔ جو بعض حضرات کیا کرتے ہیں۔ کہ معجزات انبیاءؑ وائمہؑ تصرف در محالات ہیں۔ کیونکہ محال سے تعلق قدرت کا نہیں ہوتا۔ بلکہ تصور محال بھی محال ہے۔ اس کا وجود دراصل ذہن میں بھی نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ خارج میں ہو۔ مثلاً ایک شے ایک ہی وقت میں اور آن میں موجود بھی ہو اور معدوم بھی۔ ایک شے ایک ہی آن میں ایک ہی جہت سے حار بھی ہو۔ اور بارد بھی۔ ایک شے اصلاً مادی بھی ہو اور وہی مجرد بھی۔ ایک شے قدیم بھی اور اُسی جہت سے اور معنی سے حادث بھی۔ واجب بھی ہو اور ممکن بھی۔ ایک شے ایک ہی جہت سے تاریک بھی اور روشن بھی۔ نور بھی اور ظلمت بھی وغیرہا۔ غرض محال سے قدرت کا کوئی تعلق نہیں۔ اور معجزات ہرگز محالات سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ ممکنات سے رکھتے ہیں۔ کوئی محال وجود میں نہیں آسکتا۔ اور نہ کسی عالم متکلم اسلامی نے یہ کہا ہے۔ کہ معجزہ محال سے تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ تمام لکھتے ہیں۔ کہ معجزہ خرق عادت ہے۔ یعنی پیغمبر خلاف عادت عامہ ایک کام کرسکتا ہے۔ مثلاً عام عادت عامہ یہ ہے۔ کہ بچہ پیدا ہوتے ہی عالم نہیں ہوتا۔ بلکہ تحصیل وکسب سے عالم بنتا ہے۔ اور ایک بچہ پیدا ہوتے ہی عالم ہوتا ہے اور آثار علم اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ظہور علم یا تصرف علمی یا تصرف قدرتی وقت ولادت یا وقت رضاعت یا وقت عبادت معجزہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ خلاف عادت وخرق عادت ہے۔ اگر تمام بچے روز ولادت سے عالم پیدا ہوتے ہوں۔ یہ فعل معجزہ نہ کہلائے۔ اور خلاف عادت نہ ہو۔ اور بچے کا عالم پیدا ہونا محال نہیں ہے۔ پس تعلق اس اعجاز کا محال سے نہ ہوا۔ اسی طرح مثلاً ایک وقت اور ایک نبیؐ کے زمانے میں عام لوگ ہوا میں نہیں اڑ سکتے۔ اور ایک شخص ہوا میں اُڑ کر دکھلائے اور وہ بھی بلا اسباب ظاہریہ۔ اور دوسرے تمام عاجز ہیں۔ تو یہ بھی معجزہ کہلائے گا۔ اور ہوا میں اڑنا قطعاً محال عقلی نہیں ہے۔ ہاں

خلافِ عادت ہے۔ اور اگر ایک زمانہ ایسا ہو۔ کہ سب یا بہت سے لوگ ایسا کر سکتے ہوں۔ اور ہوا میں اڑ سکتے ہوں۔ تو یہ فعل معجزہ نہ کہلائے گا۔ لیکن اس حیثیت سے وہ معجزہ ہو گا۔ کہ لوگ کسب تحصیل سے بذریعہ آلات و ادوات ایسا کرتے ہیں۔ اور نبی بلا آلات و اسباب ظاہریہ بلا کسب و تحصیل و مشق و ترقی ارتقائی۔ فافہم وعلیٰ ہذا القیاس کسی معجزے کا تعلق محال سے نہیں ہوتا ہے۔ اور تمام معجزات انبیاء تصرفات علمیہ ہیں۔ کیونکہ علم انبیاء ہمیشہ اپنی امت سے زیادہ ہوتا ہے۔ تصرفات علمیہ بھی ان کے زیادہ ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ معجزات انبیاء انہی چیزوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جس میں اس کے امتی کمال رکھتے ہیں تاکہ ان کا غرور ٹوٹے اور قائل ہوں۔ کہ یہ ہم سے فوق طاقت رکھتا ہے اور برگزیدۂ خدا ہے۔ اور اس کا علم ہم سے بالا ہے۔ اور اس کے افعال علم کسبی کا اثر نہیں۔ ورنہ ہم بھی ایسا کر سکتے۔ نیز چونکہ یہ بزرگوار معلم بتعلیم الٰہی ہوتے ہیں۔ اور بحکم خدا و باذنِ خدا ایسا کرتے ہیں۔ اسباب ظاہریہ و آلات ظاہریہ کے محتاج نہیں ہوتے۔ بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ وہ بلا اسباب و آلات ظاہریہ کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر معجز نما کے تصرفات علم اسباب باطنیہ پر ہوتے ہیں۔ جس زمانے میں جس علم کا دور ہوا ہے اس زمانے کے پیغمبر سے اس قسم کے تصرفات ظاہر ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت موسےٰ کے زمانے میں جادو کا زور تھا۔ اور وہ ایک شے کی صورت ظاہری دوسری صورت میں بدل دیتے تھے۔ رسیوں کو سانپ کی صورت میں لوگوں کی آنکھوں پر تصرف کر کے دکھلا سکتے تھے (وَسَحَرُوْا اَعْیُنَ النَّاسِ) انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔ اور نظر بندی کر کے دکھلا دی۔ اور رسیوں کو قوت خیالی سانپ دکھلاتی تھی۔ لیکن دراصل وہ سانپ نہ تھے۔ محض تخیل تھا۔ حضرت موسےٰ سے اسی قسم کا تصرف ایک لکڑی میں ظاہر ہوا مگر باطنی اور حقیقی لاٹھی سانپ بن گئی۔ اور ان کی تمام رسیوں کو نگل گئی۔ اور یہ تصرف واقعی حقیقی تھا۔ ورنہ اگر محض خیالی یا نظر بندی ہوتا۔ تو وہ رسیاں و چوب عصا میں معدوم نہ ہو جاتیں بلکہ اسی طرح باقی رہتیں۔ بعد رفع سحر رسیاں ہی دکھلائی دیتیں اور پائی جاتیں۔ اور اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ تصرف حقیقی تھا نہ خیالی۔ فرماتا ہے۔ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى۔ اس کو پکڑ اور خوف نہ کر۔ ہم عنقریب اس عصا کو اس کی پہلی سیرت (اصلیتِ باطنی) پر لوٹا دیں گے پس معلوم ہے کہ عصا کی سیرت بدل گئی تھی۔ اور اس کی سیرت سیرت چوبی نہ رہی تھی۔ نہ کہ صورت جیسا کہ جادوگروں کی رسیوں کی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو خدا فرماتا۔ سَنُعِيْدُهَا صُوْرَتَهَا الْاُوْلٰى۔ (ہم اس کو اس کی پہلی صورت کی طرف لوٹا دیں گے) حضرت عیسےٰ کے زمانے میں طب و حکمت کا زور تھا۔ اور بڑے بڑے اطباء موجود تھے۔ آپ سے اس وقت اس قسم کے تصرفات ظاہر ہوئے۔ جس میں جمیع اطباء عاجز تھے۔ حضرتؑ نے علم موہبتی الٰہی کے

ذریعے اور اذن خدا سے مُردے زندہ کئے۔ اندھے۔ بہرے۔ مبروص اچھے کئے۔ اور پرندے بنائے اور اُڑائے۔ یہ تمام تصرفات علیہ روحانیہ تھے۔ اور تمام ممکنات سے ہیں۔ چنانچہ خدا خبر دیتا ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ الخ یعنی فرماتا ہے۔ کہ یاد کرو اس وقت کو جب کہ اللہ نے کہا اے عیسےٰ بن مریمؑ یاد کر میری اُس نعمت کو جو کہ تجھ کو اور تیری والدہ کو دی گئی۔ جبکہ میں نے روح القدس سے تیری تائید کی۔ کہ تو گہوارے (شیر خواری وطفولیت) میں اور بڑا ہو کر باتیں کرتا تھا۔ یعنی جس طرح بڑا ہو کر باتیں کرتا تھا۔ اسی طرح سن طفولیت وشیر خوارگی میں کرتا تھا۔ اور دونو حالتیں یکساں تھیں۔ اور جبکہ تجھے کتابؑ حکمتؑ۔ توریتؑ اور انجیلؑ تعلیم دی۔ اور جبکہ مٹی سے پرندے کی صورت میرے حکم سے بناتا تھا۔ پس تو اس میں روح پھونکتا تھا۔ اور وہ میرے اذن سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور تو میرے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا تھا۔ اور میری اجازت سے قبروں سے مُردے نکال کر کھڑے کرتا تھا۔ اور جبکہ میں نے تجھے بنی اسرائیل کی دست درازی سے بچا لیا۔ جبکہ تو ان کے پاس آیات بینات لے کر آیا۔ اور کافر کہنے لگے۔ کہ یہ تو کھُلم کھُلا جادو ہے" الخ۔ یہاں خداوند عالم اپنی ان نعمات کو شمار کرتا ہے۔ جو اس نے حضرت عیسےٰ کو عنایت کیں۔ منجملہ ان عنایات کے مُردوں کا زندہ کرنا اور پرندہ بنانا ہے۔ مسلمۂ جملۂ اہل اسلام مفسرین ومتکلمین واہل سیر وتاریخ ہے۔ اور صاف وصریح ہے۔ کہ حضرتؑ مٹی سے پرند کی صورت بناتے تھے۔ لیکن نہ از خود بلکہ بحکم خدا۔ اور پھر اس میں روح پھونکتے تھے۔ اور وہ بحکم خدا پرند بن جاتا تھا۔ وان اللّٰه علی کل شیٔ قدیر۔ جہال اور جھوٹے مدعی اپنے دعوے کے اثبات کے لئے اور لوگوں کو فریب دینے کے واسطے بجائے مٹی کے لکڑی کا پرندہ بتلاتے ہیں۔ کہ معاذاللہ حضرت عیسےٰ بڑھیوں کی طرح لکڑی کا پرندہ بنا کر اس میں پیچ لگا کر ہوا میں اُڑا دیتے تھے قبحهم اللّٰه تعالیٰ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰه کذبا ...۔ گویا صاف خدا کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کی نعمت کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس کی قدرت نمائی کو نیست ونابود۔ لکڑی کی مورت بنا کر اس میں کل لگا کر اوپر اُڑانا کون سی بڑی نعمت الٰہی ہے؟ معمولی ترکھانوں کے بچے کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ مبصرین پر پوشیدہ نہیں۔ قاتلهم اللّٰه انّیٰ یؤفکون۔ غرض تصرفات علیہ پیغمبر

ہمیشہ فوق تصرفات اہل عالم ہوتے ہیں۔ اور اسی قسم کے تصرفات جس میں امتی دخل نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خاتم النبیینؐ کے زمانے میں عرب میں کمال صرف فصاحت و بلاغت کلام و زبان میں منحصر تھا۔ اپنی فصاحت کے مقابلہ میں عرب سب کو گونگا اور بے زبان بولتے تھے اور اپنے اشعار پر فخر و مباہات کرتے تھے۔ حضرتؐ کا معجزہ اس کلام میں دکھلایا گیا۔ اور ان متکبرین و مدعیان فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں تحدی کی گئی۔ اور علے الاعلان کہا گیا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ تمہیں جو کمال دعوے فصاحت و بلاغت ہے تو اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ بلکہ ایک آیت ہی ایسی بنا لاؤ۔ تمام فصحاء و بلغاء اس تحدی کا جواب دینے سے عاجز رہے۔ کوششیں کیں۔ اور اپنے ہی نزدیک ناکامیاب ثابت ہوئے۔ بڑے جان و مال و اہل و عیال و مال و منال ضائع کئے۔ مگر اتنا نہ ہو سکا۔ کہ ایک ایسی کتاب یا ایک ایسی سورۃ بلکہ ایک آیت ہی بنا کر حضرتؐ کے سامنے پیش کرتے۔ اور دعوے کو غلط ثابت کر دیتے۔ اور جنگ و جدل سے محفوظ رہتے۔ مَا هٰذَا مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ یہ بشر کا کلام نہیں ہے کہہ کر خاموش رہ جاتے تھے۔ اور کچھ نہ بن پڑتا تھا۔ تو اس جادو بیانی کو سحر مبین کہہ کر دل ٹھنڈا کرتے تھے۔ یہی دعوے قرآن آج تک موجود ہے۔ اور بڑے بڑے عربی داں یہود و نصاریٰ موجود۔ مگر کبھی کسی کی جرأت نہ پڑی کہ اس کے جواب میں کچھ لکھ سکیں یا دعوے کریں۔ چہ جائیکہ ہندی اُلّو کہ جن کی زبان بھی درست نہیں اور عربی کیا اردو کا تلفظ صحیح نہیں کر سکتے وہ قرآن کا جواب لکھیں۔ إِنَّ هٰذَا إِلَّا عَجِيبُ الْعُجَابِ تَضْحَكُ مِنْهُ الثَّوَاكِلُ۔ یہ اعجاز کلام (قرآن) نہ صرف ترکیب و اسلوب کلام و محض فصاحت و بلاغت کی رو سے بلکہ جس طرح از روئے ترکیب کلامی و اسلوب معجزہ ہے۔ اسی طرح از روئے معانی و مطالب و مقاصد بلکہ اصل معجزہ اسی صفت باطنی کی رو سے ہے۔ اور جس طرح آج تک وہ مدعی ہے کہ اس جیسی ایک آیت فصاحت و بلاغت میں کوئی نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح مدعی ہے۔ کہ اس کی ایک ایک آیت میں جو مطالب و مقاصد و معانی و نکات و حقائق و دقائق اور اصول علوم پڑے ہیں۔ کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ قرآن حاوی و جامع ہے جملہ علوم و فنون کو۔ جو ایجاد ہو چکے ہیں اور ہو رہے اور جو قیامت تک ہوں گے۔ بلکہ وہ جن پر قیامت تک عوام مطلع اور متصرف نہ ہوں گے۔ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ ہر ایک کا بیان اس میں موجود ہے۔ اسی قرآن کی تعلیم کا ادنے اثر تھا۔ کہ جہال عرب صرف چند سال میں تمام عالم میں مشہور و معروف اور متمدن ترین اقوام عالم ہو گئے۔ اور ان کے علم و ہنر و تہذیب و تمدن کو آفاق عالم میں تسلیم کیا گیا۔ در آنحالیکہ نہ کوئی دار العلوم تھا۔ اور نہ کوئی یونیورسٹی و کالج۔ چند دن اس معلم حقیقی روحانی کی صحبت کا اثر

تھا۔ سہ

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

لیکن وہی لوگ جن میں قبول اثر کی قابلیت اور مستعد تھے۔ اور باقی "زمین شور سنبل برنیارد" کا مصداق ہے۔ قرآن نہیں ہے مگر تعلیم خدائی۔ اور معجزات پیغمبر نہیں ہیں مگر تصرفات علمیہ۔ جو کچھ بھی تصرفات علمی ہے وہ تصرف قدرتی اور استجابتِ دُعا کے کرشمے ہیں۔ خواہ حیوانوں سے باتیں کرتا ہو خواہ سنگریزوں کا گویا کرنا۔ خواہ چاہ خشک سے پانی نکالنا اور خواہ اشارہ انگشت مبارک سے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھلا دینا اور خواہ آفتاب کو لوٹا دینا وغیرہا۔

قدرت خاتم النبیین فوق جمیع انبیاء و دیگر موجودات ہے۔ علم پیغمبری فوق علوم عالم و علوم جملہ انبیاء ہے۔ اور بلحاظ کمال قرب الٰہی مستجاب الدعوات ہونے میں سب سے افضلیت و فوقیت مسلمہ اہل اسلام ہے۔ جو کچھ تمام انبیاء رکھتے تھے۔ وہ سب آپ میں جمع ہے مع شے زائد۔ پس جتنے معجزات و تصرفات دیگر انبیاء و غیر انبیاء رکھتے ہیں۔ وہ سب آپ رکھتے ہیں مع شے زائد۔ اور کتاب محمدی جامع ہے جمیع کتب ماسلف و جنس کتاب کو۔ و تبیان کل شے ہے۔ اور جس کا علم زیادہ ہے۔ اور قدرت بالا ہے۔ اس کا تصرف زیادہ۔ اور جس طرح علم محمدی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح تصرفات و معجزات محمدی کا بھی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ سہ

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی ادنیٰ شان ہے۔ کون ہے۔ جو اوصاف و کمالات و تصرفات محمدی کا احاطہ کر سکے اور ان کو حیطہ تحریر میں لا سکے۔ ہاں اجمالاً عارف اتنا کہہ سکتا ہے ع

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اور چونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ امامت بجعل الٰہی تا قیام قیامت ذریتِ ابراہیمؑ کے افراد مصطفےٰ و مجتبےٰ معصومینؑ میں قائم و باقی ہے۔ اور بعد آنحضرتؐ یہی مرتبہ امامت مطلقہ ہے۔ اور اسی طرح ولایت انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ختم ہے۔ اور نہ بعد آنحضرتؐ اسم نبی کسی پر صادق نہیں آ سکتا۔ آپ کے بعد کسی کو شریعت جدیدہ حاصل نہ ہوگی۔ اور کوئی نئی کتاب نہ آئے گی۔ کسی کو عہدۂ نذارت نہ ملے گا۔ لیکن مابہ النبوۃ والامامت والولایت والخلافت علوم نبوی و کتاب وجودی و کارنبی بوراثت ان اوصیاء نبی و ائمہ و اولیاء اللہ میں موجود۔ اور وہ من عندہ علم الکتاب کے مصداق ابواب علوم نبوی ہیں۔ قل کفیٰ باللہ شھیدا بینی و بینکم ومن عندہ

علم الکتاب کہ باتفاق مفسرین، محققین و محدثین متدینین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور بعد ازاں آپ کی اولاد میں بجعل الٰہی و بوراثت ہمیشہ ثابت ::

ابن المغازلی و حافظ ابو نعیم و ثعلبی وغیرہم نے نقل کیا ہے۔ کہ آیۂ مبارکہ مذکورہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوتی ہے۔ اور سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا۔ کہ "من عندہ علم الکتاب" کا مصداق کون ہے؟ کیا عبداللہ بن سلام ہے؟ فرمایا۔ نہیں۔ وہ کیونکر اس کا مصداق ہو سکتا ہے۔ یہ آیت مکہ میں نازل ہوتی ہے۔ اور عبداللہ مذکور بعد ہجرت مدینہ میں مسلمان ہوا ہے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت کے مصداق علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ جو کہ عالم ہیں تفسیر و تاویل و ناسخ و منسوخ قرآن کے۔ اور بطریق اہل البیتؑ بہت سی احادیث و روایات مروی ہیں۔ کلام اللہ خود شاہد ہے۔ ضرورت استدلال نہیں۔ آصف بن برخیا وزیر جناب سلیمانؑ کتاب کا تھوڑا سا علم رکھتے تھے۔ "قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ" - اور اس شخص نے جو کتاب کا کچھ علم رکھتا تھا کہا۔ میں تخت بلقیس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پس ادنیٰ علم کتاب کا یہ تصرف ہے۔ کہ ایک ماہ کی راہ سے چشم زدن سے پہلے تخت بلقیس اٹھا کر لا دیا۔ تو جو شخص جنس کتاب کا علم رکھتا ہو۔ اس کے تصرفات کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ چاہے تو چشم زدن سے پہلے مشرق و مغرب عالم کی سیر کر آتے۔ نہیں بلکہ چشم زدن میں فرش سے عرش تک جاتے اور آتے۔ اور سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر پہنچے۔ عبداللہ بن سلام میں یہ تصرف یہ طاقت کہاں۔ اس کا مصداق و مورد وہی ہے۔ جو بر سر عام بآواز بلند و بطور تحدی فرمائے "سلونی قبل ان تفقدونی" جو تمہارا دل چاہے پوچھو۔ یا جس کی شان میں شارح بخاری ابن حجر جیسے شخص بیان لیں۔ یلاحظ اللوح المحفوظ فی ذٰلک الوقت۔ یعنی حسنؑ کا حال عام لوگوں کا سا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس صغر سنی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو حدیث تمرۂ صدقہ بخاری وغیرہ میں اور اس کی شرح۔ اور علامہ غزالی جن کی شان میں فرمائیں۔ کہ علم لوح و قلم ان کے ادنیٰ علوم سے ہے۔ یا وہ جن کی شان میں رسولؐ مقبول حذیفہ یمانی سے فرمائیں۔ "علمہ علمی و علمی علمہ و نحن نعلم ما الکائن قبل کینونتہ" اس کا علم میرا علم ہے اور میرا علم اس کا علم۔ اور ہم ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے جان لیتے ہیں۔ یعنی حسینؑ بن علیؑ۔ اور مثل محمدؐ بن علیؑ بن الحسینؑ جو فرمائے۔ "وَلَدَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اَعْلَمُ کِتَابَ اللّٰهِ وَفِیْهِ بَدْءُ الْخَلْقِ وَمَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَفِیْهِ خَبَرُ السَّمَآءِ وَخَبَرُ الْاَرْضِ وَخَبَرُ الْجَنَّةِ وَخَبَرُ النَّارِ وَخَبَرُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَاَعْلَمُ ذٰلِکَ کُلَّهٗ کَاَنِّیْ

أَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ وَاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَيَقُوْلُ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا وَنَحْنُ الَّذِيْنَ اصْطَفَانَا اللّٰهُ جَلَّ شَانُهٗ وَاَوْرَثَنَا هٰذَا الْكِتٰبَ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی جناب محمد کو رسول اللہ نے وراثتاً جبکہ میں عالم تھا کتاب اللہ کا۔ اور اس میں ابتداء خلقت سے قیامت تک کا حال ہے۔ اور اس میں زمین و آسمان و جنت و دوزخ کی خبر ہے۔ اور کل گذشتہ و آئندہ کا علم۔ اور میں ان جملہ باتوں کو اس طرح جانتا ہوں۔ جیسا کہ میں اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اس کتاب میں ہر شے کا بیان موجود ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ ہم نے وارث بنایا ہے کتاب کا اپنے مصطفےٰ و برگزیدہ بندوں کو۔ اور وہ مصطفےٰ ہم ہی ہیں۔ اور خدا نے ہمیں ہی اس کتاب کا وارث بنایا ہے۔ جس میں ہر شے کا بیان ہے"۔ ظاہر ہے۔ کہ آپ آنحضرتؐ کی چوتھی پشت میں ہیں۔ مگر فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو رسول خداؐ نے جنا ہے۔ اور جس وقت سے جنا ہے اُسی وقت سے عالم کتاب ہوں۔ تو اس سے مطلب یہی ہے۔ کہ میں جزو نور محمدی ہوں۔ اور جب سے میرا نور آنحضرتؐ سے جدا ہوا ہے۔ اسی وقت سے عالم کتاب اللہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضراتؑ پیدا ہوتے ہی شکم مادر میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ بلکہ پیدا ہوتے ہی کتب اربعہ سُنا دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں حالات علیؑ ابن ابی طالبؑ و حضرت حجتؑ وغیرہما۔ کیونکہ نورانیت روحانی و جسمانی ان کی متحد ہے نور محمدی سے اور یہ سب ایک ہی اصل سے ہیں اور سب کی ایک ہی حقیقت۔ لذا قالوا وسلام اللہ علیہم اولنا محمد واوسطنا محمد واٰخرنا محمد وکلنا محمد "ہمارا پہلا بھی محمد ہے۔ بیچ کا بھی محمدؐ اور آخری بھی محمدؐ اور ہم سب کے سب محمدؐ ہیں"۔ چنانچہ اس کی پوری تشریح بحث اہل البیتؑ میں معلوم ہو گی۔ صادق آل محمدؐ جعفرؑ بن محمدؑ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کو ائمہ اہل بیتؑ نبی سے واضح کیا۔ اور انہی سے بواطن و اسرار چشمہائے علوم نبوی کو روشن کیا۔ جو ان کو بحق معرفت پہچانے۔ وہ ایمان کی حلاوت پائے گا اور اسلام کی خوبی دیکھے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے امام کو اپنی خلق کے لئے نشان ہدایت بنایا ہے۔ اور اپنی زمین پر حجت قرار دیا ہے۔ اور اس کو تاج وقار پہنایا ہے۔ اور اس کو نور جبار سے ڈھانپا ہے۔ جو ہمیشہ ایسے سبب آسمانی سے بڑھتا رہتا ہے۔ جس کے بارے کو کبھی انقطاع نہیں۔ اور فیض الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر اسی کے اسباب کے ذریعہ سے اور معرفت بندگان کو خدا قبول نہیں کرتا۔ مگر معرفت امام کے ذریعہ سے۔ کیونکہ وہی عالم وحی الٰہی اور سنن نبویؐ و حوادث زمانی کے مشتبہات و مشکوکات و معمون اور چیستانوں اور ان کے اسرار و غوامض کا جاننے والا ہے۔ پس ہمیشہ اللہ انتخاب کرتا رہا ہے ان کو اولاد حسینؑ سے۔ ہر ایک

امام کے بعد امام اس کو اس کے لئے چنتا اور برگزیدہ بناتا ہے۔ جو امام گذر گیا۔ اللہ نے اس کی اولاد میں ایک اور کو منصوب کر دیا۔ عَلَمًا بَيِّنًا وَمَنَارًا نَيِّرًا أَئِمَّةً مِنَ اللّٰهِ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ وَخِيَرَةً مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَنُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَصَفْوَةً مِنْ عِتْرَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اصْطَفَاهُمُ اللّٰهُ فِي عَالَمِ الذَّرِّ قَبْلَ خَلْقِ جِسْمِهِمْ عَنْ يَمِينِ عَرْشِهِ مَحْجُوبًا بِالْحِكْمَةِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَهُ وَجَعَلَهُمُ اللّٰهُ حَيَاةَ الْأَنَامِ وَدَعَائِمَ الْإِسْلَامِ مناقب ابن المغازلی وغیرہ۔ یعنی خدا نے ان کو نشان روشن اور منارۂ نور درخشاں اور ائمہ منصوص من اللہ بنایا۔ جو حق کی ہدایت کرتے اور اس پر عدل سے چلتے ہیں۔ جو بہترین ذریت آدم و نوح و ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و خلاصۂ عترت محمدی ہیں۔ اللہ نے ان کو عالم ذر میں قبل خلقت اجسام یمین عرش سے بنایا۔ اور اپنے علم غیب میں حکمت سے پوشیدہ رکھا۔ اور حیات عالم امکان و ارکان اسلام قرار دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ اِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور حضرت سر اللہ فی العالمین امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ من عندہ علم الکتاب کی تفسیر کرتے ہوئے اور علم سلیمانؑ و وزیر سلیمانؑ آصف بن برخیاء کا قصہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا اس کتاب کی نسبت فرماتا ہے۔ لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ اگر کوئی قرآن ایسا ہے۔ کہ اس سے پہاڑ چل نکلیں۔ زمین قطع ہو جائے۔ اور مردے زندہ ہو جائیں۔ بلکہ ہر ایک امر الٰہی انجام پا جائے۔ تو وہ یہی قرآن ہے۔ اور یقیناً ہم ہی اس قرآن کے وارث ہوئے ہیں۔ پس ہمارے پاس وہ ہے۔ کہ جس سے پہاڑ چل نکلیں۔ زمین قطع ہو جائے۔ اور مردے بول اٹھیں۔ اور ہم جانتے ہیں پانی کو ہوا کے تحت میں۔ جس کو سلیمانؑ نہ جانتے تھے۔ اور ہدہد ان کو بتلاتا تھا۔ اور نہیں ہیں جنس کتاب الٰہی میں آیات جن سے کوئی امر امور عالم سے مراد ہے اور جو انبیاء سابقین کو دی گئی تھیں مگر وہ کل کی کل اور وہ جملہ علم ہمارے پاس اس ام الکتاب میں پہنچا ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ مَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ۔ اور نہیں ہے زمین آسمان میں کوئی پوشیدہ چیز مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں موجود ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ اور جملہ حقائق وجود امام مبین علیہ السلام میں ودیعت کر دی گئی ہیں۔ اور محفوظ ہیں۔ صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں۔ کہ موسےٰ نے یوشعؑ بن نون کو وصی بنایا۔ اور یوشعؑ نے اولاد ہارونؑ میں وصیت کی۔ اور موسےٰ نے عیسےٰ کی۔

اور عیسٰی مسیح نے ہمارے نبی کی بشارت دی۔ جب عیسٰے نبی ہوئے۔ تو انہوں نے اپنی امت سے کہا۔
میرے بعد بنی اسمٰعیلؑ سے ایک نبی آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔ اور وہ میری اور تمہاری تصدیق کرے
گا۔ اور یہ وصیت وصایت اولاد ہارونؑ سے بوسائط مسیح تک پہنچی۔ اور ان کے بعد یہ وصیت
وصایت تراسین و مستحفظین میں جاری رہی۔ (قال اللہ تعالیٰ اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ
نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ
اللّٰہِ) اور ان کو مستحفظین اس لئے کہا۔ کہ یہ اسم اکبر کے یاد رکھنے والے تھے۔ اور یہ اسم اعظم ہی وہ
کتاب ہے۔ جس سے ہر چیز کا علم ہوجاتا ہے۔ اور ہر ایک نبی کے ساتھ یہی کتاب ہوتی ہے۔
(کما قال عز وجل وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ) یہ کتاب جو
ہر نبی کے وجود کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہی اسم اکبر و اسم اعظم ہے۔ جس سے ہر علم حاصل ہوجاتا ہے پس
میں کتاب آدمؑ ہے۔ کتاب ادریسؑ ہے۔ کتاب شیثؑ ہے۔ صحف نوحؑ و ابراہیمؑ و شعیبؑ ہوئے
ہیں۔ اور میزان شرائع و احکام الٰہی ہیں۔ قال عز وجل اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ
اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى اور وہ صحیفہ موسٰےؑ و ابراہیمؑ اسم اکبر ہی ہیں۔ پس برابر یہ وصیت
ایک عالم میں بعد عالم جاری رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اور اولاد مستحفظین نے آپ کو پہنچا دیا۔
پس جب آپ کی نبوت کے ایام پورے ہوگئے۔ تو اللہ تعالٰے نے پیغمبرؐ کو حکم دیا۔ کہ یہ اسم اعظم اور
میراث علم اور آثار نبوت اپنے وصی علیؑ ابن ابی طالبؑ میں قرار دے۔ کیوں کہ میں نے زمین کو
کبھی ایسے عالم کے وجود سے خالی نہیں چھوڑا۔ جس سے میری طاعت و ولایت
پہچانی جاتے۔ (یہ بھی ایک دلیل وجود امام زمانؑ ہے) اور وہ میرے ان بندوں پر حجت ہو۔
جو ایک نبی کے مرنے سے دوسرے نبی کے خروج تک پیدا ہوتے تھے۔ پس اسی سنت الٰہی کے
مطابق تو بھی علیؑ کو وصی بنا۔ پس آنحضرتؐ نے ہزار باب علم وصیت کئے۔ اور ہزار کلمات علمیہ وصیت
کئے۔ ہر کلمہ اور ہر باب سے ہزار باب اور ہزار کلمات نکلتے اور کھلتے ہیں (ینابیع المودۃ) یہ تصریح
ہے۔ اس کی کہ جو کچھ جمیع انبیاء سابقین رکھتے تھے۔ وہ آنحضرتؐ رکھتے ہیں مع اشیاء زائد
مختصہ بختم نبوت اور الکتاب شامل ہے جمیع کتب آسمانی و صحائف انبیاء کو۔ اور یہ کل علم امامؑ
کے پاس ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ چنانچہ کتاب المناقب میں بروایت ابوجارود
و بسلسلۃ الذہب حسین بن علیؑ سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو لوگوں نے دریافت
کیا۔ یارسول اللہؐ! یہ امام مبین توریت ہے یا انجیل یا قرآن۔ آپؐ نے فرمایا۔ کوئی بھی نہیں۔ استنے

میں میرے پدرِ بزرگوار علیؑ تشریف لے آئے۔ آپؑ نے فرمایا۔ یہ وہ امام مبینؑ ہے۔ جس میں خدا نے ہر ایک شے کے علم کا احصاء کر دیا ہے۔ اور عمار یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب امیرؑ کے ساتھ جا رہا تھا۔ کہ ایک وادی چیونٹیوں سے پُر دیکھی۔ میں نے کہا۔ یا امیرالمومنینؑ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ان کی شمار جانتا ہو۔ آپؑ نے فرمایا۔ ہاں میں ایسے شخص کو جانتا ہوں۔ جو ان کی تعداد جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے۔ کہ ان میں کتنے نر اور کتنی مادین ہیں۔ عمارؓ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنینؑ وہ شخص کون ہے۔ فرمایا۔ کیا تو نے نہیں پڑھا۔ کل شیءٍ احصیناہُ فی امام مبین۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے پڑھا ہے۔ فرمایا۔ پس میں ہی وہ امام مبینؑ ہوں۔ ایضاً

آنحضرتؐ نے خطبۂ غدیریہ کے ذیل میں فرمایا۔ "اے لوگو! سنو اور سمجھو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے ایک ولی اور امام نصب کیا ہے۔ جس کی اطاعت تمام مہاجرین و انصار و تابعین بدوی و شہری۔ عجمی و عربی۔ آزاد و غلام۔ چھوٹے بڑے۔ سفید و سیاہ۔ سب پر فرض ہے۔ اور ہر ایک موحد پر اس کا حکم جاری ہے۔ اس کا قول جائز اور امر نافذ ہے۔ اس کا مخالف ملعون ہے۔ اور تصدیق کنندہ مرحوم۔ جس نے اس کی بات سُنی اور اطاعت کی۔ اللہ اس کو بخش دے گا۔ اے لوگو یہ آخری مقام ہے۔ جہاں میں کھڑا ہوا ہوں۔ پس میری بات سنو۔ اور اطاعت کرو اپنے پروردگار کے امر کی۔ کیونکہ اللہ تمہارا مولےٰ اور معبود ہے۔ اور اس کے بعد اس کا رسول محمدؐ تمہارا ولی ہے جو کھڑا ہوا تم سے خطاب کر رہا ہے۔ پھر میرے بعد علیؑ تمہارا ولی اور امام ہے منجانب اللہ۔ پھر امامت میری ذریت میں ہے۔ جو صلب علیؑ سے ہے تا روزِ قیامت و ملاقاتِ خدا۔ نہیں ہے حلال مگر وہ جس کو خدا نے حلال کیا ہے۔ اور نہیں ہے حرام مگر وہ جس کو خدا نے حرام کیا ہے۔ اور اللہ نے مجھے جملہ حرام و حلال کی معرفت دی ہے۔ اور جو کچھ خدا نے مجھے کتاب و معرفت حلال و حرام تعلیم دی۔ میں نے وہ علم علیؑ کو پہنچا دیا۔ اور اے لوگو۔ مَا مِن عِلمٍ اِلّا وَقَد اَحصَاہُ اللہُ فِیَّ وَکُلُّ عِلمٍ عَلِمتُ فَقَد اَحصَیتُ فِی اِمَامٍ مُبِینٍ وَمَا مِن عِلمٍ اِلّا عَلَّمتُہٗ عَلِیًّا وَھُوَ الاِمَامُ المُبِینُ " کوئی علم نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اللہ نے وہ مجھے عطا کیا ہے اور مجھ میں جمع اور احصاء کر دیا ہے۔ اور جو کچھ مجھے علم ہوا۔ وہ میں نے امام مبین میں احصاء کر دیا۔ اور کل علم میں نے علیؑ کو دے دیا۔ اور وہی امام مبین ہے۔ پس اس سے گمراہ نہ ہو۔ اور اس سے نفرت نہ کرو۔ اور اس کی ولایت و امامت سے ناک نہ چڑھاؤ۔ کیونکہ وہی تمہیں حق کی طرف ہدایت کرے گا۔ اور باطل سے

بچلے گا اور اس سے رُکے گا۔ ولا تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم وہی اوّل وہ شخص ہے۔ جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی" الخ ؛

غرض امامِ مبین یہی بزرگوار ہیں۔ اور جملہ علوم انبیاءؑ سابقین و آنحضرتؐ انہی میں احصاء کیا گیا ہے۔ اور امام کا اطلاق کتاب پر نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن میں جہاں کہیں امام مبین آیا ہے۔ اس سے یہی مظاہر قدرت حجۃ اللہ مراد ہیں جیسا کہ خدا دو پیغمبروں ہی کے حق میں فرماتا ہے۔ انہما لبامام مبین تتل بر فیہ ولا تشب فان انشک فی امر اللہ کفر۔ کیونکہ بلا اس علم کے امامؑ امام نہیں ہو سکتا۔ صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں۔ جس کی وجہ سے میں مستحق امامت ہوا ہوں۔ وہ تطہیر اور طہارت ہے از ذنوب و معاصی۔ جو باعث جہنم ہوتے ہیں۔ اور علم مستور یا علم مکنون جس کی تمام مخلوق محتاج ہے۔ از قسم حلال و حرام۔ اور علم کتاب اور اس کے مخصوص اسرار اور عام حقائق و محکم و متشابہ اور دقائق اسرار و غرائب علوم و ناسخ و منسوخ۔" وکل شیء احصیناہ فی امام مبین و ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

یقیناً جو کچھ جملہ انبیاء سابقین کو پہنچا۔ وہ سب مع شے زائد حضرت خاتم النبیینؐ و افضل المرسلین کے پاس ہے۔ بلکہ اصل و منبع یہی ہیں۔ اور وہ کل بوراثت ائمہ اہل بیتؑ کو پہنچا پس ان کے تصرفات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ وہی دریائے ضلالت عالم امکان سے نجات دلانے والی کشتی نوحؑ ہیں۔ اور وہی عالم ملکوت آسمان و زمین۔ وہی آیات الٰہی کے ثعبان مبین وہی ید بیضاء۔ وہی دم عیسٰیؑ۔ وہی عوالم کو چشم زدن میں قطع کر سکتے ہیں۔ وہ چشم زدن میں عرش تک جا سکتے ہیں۔ اور وہ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ ان کا ملکوت مثل پیغمبرؐ فوق ملکوت عالم امکان اور ملائکہ و عقول تا دسہ ہے۔ اور مدبرات امر ان کے تحت حکم ہیں۔ اور وہی اولیاء تدبیر امر الٰہی۔ ولذا قال امیر المومنین فی العالمینؑ آنا سر الاسرار آنا شجرۃ الانوار آنا دلیل السموات و آنا انیس المسبحات آنا خلیل جبرائیل آنا صفی میکائیل۔ آنا قائد الاملاک آنا سمندل الافلاک آنا سریر المعراج آنا حفیظ الالواح آنا قطب الله یجود آنا البیت المعمور آنا مزن السحائب آنا نور الغیاهب آنا فلک اللجج آنا حجۃ الحجج آنا صاحب الخلائق آنا محقق الحقایق۔ آنا متول التاویل آنا مفسر الانجیل آنا خامس الکسا آنا تبیان النساء آنا الفقہ الایلاف آنا رجال الاعراف آنا سر ابراھیم آنا ثعبان الکلیم آنا ولی الاولیاء آنا وارثۃ الانبیاء آنا ادریس یار الملاجوس آنا حجاب

الغفور انا صفوة الجليل انا ايليا والانجيل انا شديد القوى انا حامل اللواء انا امام المحشر ۔ انا ساقی الکوثر انا قسیم الجنات انا مسخر النیران انا یعسوب الدین انا امام المتقین انا وارث المختار انا طهیر الاطهار انا مبید الکفرة انا ابو الائمة البررة انا قالع الباب انا مفرق الاحزاب انا الجوهرة الثمينة انا باب المدينة انا مفسر البينات انا مبين المشكلات ۔ انا النون والقلم انا مصباح الظلم انا سوال متى انا ممدوح هل اتى انا النبأ العظيم انا الصراط المستقيم انا الموصوف بالاصلاب انا جنب الله انا سر الحروف انا نور الظروف انا الجبل الراسخ انا العلم الشامخ انا مفتاح الغيوب انا مصباح القلوب ۔ انا نور الارواح انا روح الاشباح انا الفارس الكرار انا نصرة الانصار انا السيف المسلول انا الشهيد المقتول انا جامع القرآن انا تبيان البيان انا شقيق الرسول انا بعل البتول انا عمود الاسلام انا مكسر الاصنام ۔ انا صاحب الاذن انا قاتل الجن انا صالح المومنين انا امام المتقين انا امام ارباب الفتوة انا كنز اسرار النبوة انا المطلع على اخبار الاولين انا المخبر عن وقائع الاخرين انا قطب الاقطاب انا حبيب الاحباب انا مهدى الاوان انا عيسى الزمان انا والله وجه الله انا والله اسد الله انا سيد العرب انا كاشف الكرب انا الذى قيل فى حقى لا فتى الا على لا سيف الا ذوالفقار انا الذى قال الرسول فى شانه انت منى بمنزلة هارون من موسىٰ انا الليث بنى غالب انا علىؑ ابن ابى طالبؑ ...... ثم قال سلونى من طرق السماء فانى اعلم بها من طرق الارض سلونى قبل ان تفقدونى فان بين جنبى علوما كثيرة كالبحار الزواخر عليه الصلوٰة والسلام الى يوم القيام وعلى آله الكرام ما اتصل الليالى والايام انقله وصحّحه كمال الدين ابو سالم محمد بن طلحه الحلبى الشافعى قدس سره فى كتاب المعظم **الدر المنظم**

اس کلام امامؑ کی تشریح وتفسیر کے لئے تو ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ اور اس میں ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ لیکن غیر عربی داں احباب کے لئے مختصر ترجمہ کئے دیتے ہیں۔ کہ ولی اللہ برحق اپنی شان ولایت کے بعض اسرار کو ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ کہ میں رازوں کا راز اور شجرۂ انوار ہوں۔ میں آسمانوں کا راہ نما ہوں اور انیس نفوس تسبیح کنندگان۔ میں خلیل جبرئیلؑ ہوں اور دوست مخلص میکائیلؑ، میں سردار وقطب افلاک ہوں اور سر گروہ ملائکہ۔ میں باطن اخلاص وحق مبین امام مبین ہوں۔

اور محافظ و مستحفظ الواح رہتے۔ میں شب تاریک میں قطب ہدایت ہوں اور علوم و معارف سے پُر بیت معمور ربانی۔ میں اصل و جر بہ سحا بہاتے رحمت ہوں اور تاریکیوں کی روشنی۔ میں بحار ضلالت سے نجات دینے والی کشتی ہوں۔ مَنْ رَكِبَهَا نَجِيَ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرَقَ وَهَوىٰ اور میں ہی پیشواؤں کا پیشوا اور حجتوں کی حجت ہوں۔ میں ہی صدر نشین عالم خلق اور تحقیق کنندۂ حقائق عالم ہوں میں تاویل کتب سماوی کا جاننے والا اور انجیل کا مفسر ہوں۔ میں خامس اصحاب کساء ان اہل بیت نبوی سے ہوں جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ میں بیان روشن سورۂ نساء ہوں۔ میں ہی اصل الفت ہوں جس کا ذکر سورہ ذاریات میں ہے۔ اور میں ہی ان مردوں میں سے ہوں۔ جو روز قیامت اعراف پر کھڑے ہوں گے۔ اور دوست و دشمن اور مجرم و مخلص کی شناخت کریں گے۔ وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم میں سر ابراہیمؑ اور ثعبان کلیم ہوں۔ گلزار ابراہیمؑ اور اژدہائے کلیمؑ میرا کرشمۂ ولایت تھا۔ میں ہی ولی اولیاء اور وارث انبیاء ہوں۔ میں ہی وہ اوریا ہوں جس کا بیان زبور میں مذکور ہے۔ اور میں پردہ پروردگار غفور و رحیم اور اس کا مظہر ہوں۔ میں برگزیدۂ خداوند جلیل اور ایلیا ر انجیل ہوں۔ انجیل میں ایلیا کہلاتا ہوں اور قرآن میں علیؑ۔ میں زبردست قوتوں والا ہوں۔ اور حامل رایت محمدی و لواء محمدؐ ہوں ــــ میں ساقی کوثر اور امام محشر ہوں۔ مجھ سے لوگوں کا حشر ہوگا۔ یوم ندعوا کل اناس بامامھم میں ہی قاسم جنت اور روشن کنندۂ آتش ہوں۔ دوستوں کو بہشت میں پہنچاؤں گا اور دشمنوں کو آگ میں جلاؤں گا۔ میں سردار دین اور امام متقین ہوں۔ میں مددگاروں کا مددگار اور ہلاک کنندۂ کفار ہوں۔ اور میں ہی پدر ائمۂ طاہرین و معصومین و صالحین ہوں۔ میں باب خیبر کو اُکھاڑنے والا اور لشکروں کو شکست دینے والا ہوں۔ میں گوہر گراں بہائے امامت اور باب مدینہ نبوت و رسالت ہوں۔ میں مفسر آیات بینات اور مبین مشکلات ہوں۔ میں مفہوم نون والقلم اور شمع ہدایت خلق ہوں۔ اور میں ہی مراد مقصود متی نصر اللہ مجسمۂ نصرت خدا مظہر العجائب ہوں جنہوں نے الانبیاء میں آنحضرت محمد اُجھراً۔ میری ہی شان میں ہل اتیٰ آیا ہے۔ اور میں ہی مراد نباء عظیم اور صراط مستقیم ہوں۔ کاھدنا الصراط المستقیم۔ میں گوہر صدف امامت و ولایت و خلافت اور کوہ محیط علم و ہدایت ہوں۔ میں راز حروف کتاب تکوین اور نور اشباح و اجسام ہوں۔ میں مستحکم کوہ ہدایت اور نشان بلند ہوں۔ میں اسرار غیوب الٰہی کی کنجی اور قلوب مومنین کو نورانی کرنے والی شمع ہوں۔ میں نور و حیات ارواح اور روح و باطن اجسام و اشباح ہوں۔ میں فارس کرار غیر فرار اور نصرت انصار ہوں۔ میں سیف مسلول الٰہی اور شہید مقتول ہوں۔ میں جمع کنندۂ قرآن اور تفسیر و تبیان

بیان ہوں۔ الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان میں مقصود از بیان میں ہی ہوں۔ میں برادر رسولؐ اور زوج بتولؑ ہوں۔ میں رکن دعمود الاسلام اور بُت شکن ہوں۔ میں صاحب اذن اور مصداق تعیھا اذن داعیہ اور قاتل جن ہوں میں صالح المؤمنین اور امام المتقین ہوں میں پیشوائے ارباب فتوت ہوں اور کنز اسرار نبوت۔ میں مطلع ہوں اخبار اوّلین پر اور خبر دینے والا ہوں وقائع آخرین کی۔ میں تقیوں کا قطب اور دوستوں کا دوست ہوں میں مہدی دوران اور عیسٰے زمان ہوں۔ واللہ میں وجہ خدا ہوں۔ واللہ میں شیر خدا ہوں۔ میں سردار عرب ہوں۔ میں سختیوں کا دور کرنے والا اور حلال مشکلات ہوں۔ میں ہی وہ ہوں جس کی شان میں لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار آیا ہے۔ میں ہی وہ ہوں۔ جس کی شان میں رسول اللہؐ نے "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" فرمایا ہے۔ اور ہارون امت قائم مقام رسول میں ہی ہوں۔ میں لیث بنی غالب اور علیؑ ابن ابی طالب ہوں . . . پھر فرمایا۔ پوچھو مجھ سے آسمان کے راستوں کو۔ کیونکہ میں ان کا زمین کے راستوں سے زیادہ عالم ہوں۔ پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ کیونکہ میرے سینے میں مثل کار زخار علوم کثیرہ ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اس میں حضرتؑ نے مقام ولایت میں مظہر العجائب و مظہر الغرائب ہونے کا مفصلاً اظہار فرمایا ہے۔ اور یہی تصرف ولایتی باطنی روحانی تھا۔ جس کے ذریعہ سے ہر زمانے میں ہر ایک نبی کی نصرت فرماتے رہے۔ حضرت نوحؑ کی نصرت فرمائی۔ حضرت ابراہیمؑ کی نصرت فرمائی۔ حضرت موسٰےؑ کی نصرت فرمائی۔ دربار فرعون میں مسلح پرکشش سوار کی صورت میں نمایاں ہوئے۔ سلمان فارسی کو شیر سے بچایا۔ اور جناب رسول خاتم المرسلینؐ کی نصرت ظاہر بظاہر اور کھلم کھلا فرمائی۔ نصرت الانبیاءؑ سرًا و نصرت محمدؐ جہرًا۔ غرض آپ اوّل مظہر ولایت کے وارث و قائم مقام تیسرے ولی اللہ ہیں۔ تمام علوم و کمالات نبویؐ کے وارث ہیں۔ مگر چونکہ آپ کے لئے نبوت نہیں ہے۔ اور ولایت ہے۔ اور مقام ولایت مقام تصرف ہے نہ مقام تبلیغ۔ اور نیز باب مدینہ نبوت ہیں نہ شہر نبوت اور باب مقام ظہور ہے۔ اس لئے اظہار عجائبات وحل مشکلات اور عالم میں تصرفات اس مظہر العجائب کی ذات سے مخصوص ہیں۔ اور مہدی آخر الزمانؑ وارث علوم انبیاء و کمالات ائمہؑ و آخر الاوصیاءؑ ہیں۔ اور وقت آپ کا وقت ظہور ہوگا۔ اس لئے ان سے وہ خوارق عادات معجزات ظاہر ہوں گے۔ جو کسی سے نہیں ہوئے۔ ہر شے قوت سے فعل میں آجائے گی۔ اور جو کچھ کمون وبطون عالم میں ہے۔ ظاہر ہوگا۔ اور جو کمالات و تصرفات ولایتی و امامتی و خلافتی اب تک ظاہر نہیں۔

ہوئے ہیں آشکار ہو جائیں گے۔ اور نور محمدی اس دن فعلاً درجۂ ظہور د بروز کو پہنچے گا۔ اللھم عجل فرجہ وسہل مخرجہ؛

غرض مہدی آخر الزمانؑ فرزند نبیؐ و علیؑ اور وارث جمیع علوم نبوت و امامت آخر الائمہ و خاتم الاوصیاء ہیں۔ اور حضرتؑ ہی کا زمانہ زمانہ ظہور کہلاتا ہے۔ جتنی آیات الہٰی کہ کھوں غیب میں ہیں اس وقت تمام ظاہر ہوں گی۔ اور جو کچھ تمام انبیاء سابقین و اولیاء ماضین سے ظاہر ہوا ہے مع شئے زائد ان سے ظاہر ہوگا۔ اور ہر ایک اعجاز دکھلائیں گے۔ کیونکہ اس دن نور محمدی کے ظہور کامل کا وقت ہے۔ لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ اس وقت ایک مردہ نہیں ہزاروں مردے زندہ ہو جائیں گے ایک نہیں کتنے ہی لشکر پیادہ دریاؤں کو طے کریں گے۔ ایک نہیں سیکڑوں اصحاب مہدی ہوا کے راستے جائیں گے اور حاضر خدمت ہوں گے۔ تنہا نہیں مع اصحاب دوسرے کروں اور معراج پر تشریف لے جائیں گے۔ در و دیوار نہیں روئے زمین آپ کے نور سے روشن ہو جائے گی واشرقت الارض بنور ربھا عرب نہیں تمام انواع عالم مسلمان اور بھائی بھائی بن جائیں گے۔ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا والیہ ترجعون۔ اللھم عجل فرجہ

پس مہدی موعود وہ ہے۔ جو جملہ انبیاء و اوصیاء کے اوصاف و کمالات و معجزات و تصرفات کا وارث و مالک اور ان کا مظہر تام اور سب کا آخری مصداق ہے۔ جو کچھ اس سے ظاہر ہوگا۔ وہ نہ کسی نبی سے ظاہر ہوا اور نہ کسی وصی سے؛

فصل

مقام و مرتبۂ امامتِ مطلقہ

اس بیان مختصر سے معلوم ہو گیا۔ کہ امامت کیسا عظیم الشان مرتبہ و مقام ہے۔ اور عند اللہ اس کی کیا قدر و منزلت ہے۔ کون ہے جو اس کا احاطہ کر سکے یا اس کی حد پر مطلع ہو سکے وہ جانے جس نے دیا۔ یا وہ جانیں جن کو دیا گیا۔ اھل البیت ادری بما فی البیت۔ " گھر کا حال گھر ہی والے

خوب جانتے ہیں یہ خانۂ نبوت و رسالت و ولایت و خلافت و امامت سے واقف اہل البیتؑ وارثان نبوت و رسالت و خلافت و ولایت و امامت ہیں :

امامؑ کی تعریف امامؑ کی زبانی

اس لئے مناسب ہے کہ اس کی تعریف و توصیف بھی ان ہی حضرات کے کلمات ذکر کئے جائیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ اس کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ تاکہ نور ایمان سے قلوب مومنین روشن تر ہو جائیں۔ اور ان کی معرفت تامہ حاصل ہو کر ان کی عظمت بڑھے۔ اور معرفت و عظمت سے محبت اہل بیت پیدا ہو کر تقویٰ سے زیادہ ہو۔ اس کی توقیر و تعظیم کے ساتھ اس کے افعال و اعمال و اخلاق میں اس کی تاسی کریں۔ اور ان کے آداب سیکھیں۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔ کہ ان کی پیروی کی جائے۔ جو باعث نجات و فلاح دارین ہے۔ اللھم ارزقنا ؛

اکمال الدین۔ عیون الاخبار۔ معانی الاخبار و امالی اور اصول کافی میں عبدالعزیز بن مسلم سے مروی ہے کہ جب ہم جناب امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ مقام مرو میں تھے۔ پس بروز جمعہ ہم جامع مسجد میں گئے۔ اور وہاں امر امامت پر بحث شروع ہوئی۔ لوگوں نے مختلف رائیں ظاہر کیں۔ کسی نے کچھ کہا۔ اور کسی نے کچھ۔ جب میں اپنے امام برحق اور سردار مطلق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لوگوں کا خیال امر امامت میں بیان کیا۔ پس حضرت امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور فرمایا۔ یا عبدالعزیز جهل القوم وخدعوا عن آرائهم ان الله عز وجل لم يقبض نبيه صلى الله عليه وآله وسلم حتى اكمل له الدين وانزل عليه القرآن فيه تبيان كل شيء بين فيه الحلال والحرام والحدود والاحكام وجميع ما يحتاج اليه الناس كملاً فقال عز وجل ما فرطنا في الكتاب من شيء وانزل في حجة الوداع وهي آخر عمره صلى الله عليه وآله وسلم اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً وامر الامامة من تمام الدين ولم يمض صلى الله عليه وآله وسلم حتى بين لامته معالم دينهم واوضح لهم سبيلهم وتركهم على قصد سبيل الحق واقام لهم علياً علماً واماماً وما ترك شيئاً يحتاج اليه الامة الا بينه فمن زعم ان الله عز وجل لم يكمل دينه فقد رد كتاب الله ومن رد كتاب الله فهو كافر هل تعرفون قدر الامامة ومحلها من الامة فيجوز فيها اختيارهم ان الامامة اجل قدراً واعظم شاناً واعلى مكاناً وامنع جانباً وابعد

عجزوا من ان يبلغها الناس بعقولهم او ينالوها بارائهم او يقيموا اماما باختيارهم
ان الامامة خص الله عز وجل بها ابراهيم الخليل بعد النبوة والخلة مرتبة ثالثة
وفضيلة شرفه بها واشاد بها ذكره فقال انی جاعلك للناس اماما فقال الخليل
سرورا بها ومن ذريتی قال الله تبارك وتعالى لا ينال عهدي الظالمين فابطلت
هذه الاية امامة كل ظالم الى يوم القيامة وصارت في الصفوة ثم اكرمه الله
تعالى بان جعل في ذريته اهل الصفوة والطهارة فقال ووهبنا له اسحٰق ويعقوب
نافلة وكلا جعلنا صالحين وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات
واقام الصلوة وايتاء الزكوة وكانوا لنا عابدين فلم تزل في ذريته يرثها بعض
عن بعض قرنا فقرنا حتى ورثها عز وجل النبي صلى الله عليه واله فقال جل وتعالى
ان اولى الناس بابراهيم للذين اتبعوه وهذا النبي والذين امنوا والله ولي المؤمنين
فكانت له خاصة فقلدها صلى الله عليه واله وسلم عليا بامر الله عز وجل على رسم
ما فرض الله فصارت في ذريته الاصفياء الذين اتاهم الله العلم والايمان بقوله
جل وعلا قال الذين اوتوا العلم والايمان لقد لبثتم في كتاب الله الى يوم البعث
فهي في ولد علي خاصة الى يوم القيامة اذ لا نبي بعد محمد فمن اين يختار هؤلاء
الجهال ان الامامة هي منزلة الانبياء وارث الاوصياء ان الامامة خلافة الله
وخلافة الرسول صلى الله عليه واله وسلم ومقام امير المؤمنين وميراث الحسن
والحسين ان الامامة زمام الدين ونظام المسلمين وصلاح الدنيا وعز المؤمنين
ان الامامة اس الاسلام النامي وفرعه السامي بالامام تمام الصلوة والزكوة و
الصيام والحج والجهاد وتوفير الفيء والصدقات وامضاء الحدود والاحكام ومنع الثغور
والاطراف الامام يحل حلال الله ويحرم حرام الله ويقيم حدود الله ويذب عن دين
الله ويدعو الى سبيل ربه بالحكمة والموعظة الحسنة والحجة البالغة الامام كالشمس
الطالعة المجللة بنورها للعالم وهي في الافق بحيث لا تنالها الايدي والابصار
الامام البدر المنير والسراج الزاهر والنور الساطع والنجم الهادي في غياهب الدجى
واجواز البلدان والقفار ولجج البحار الامام الماء العذب على الظماء والدال على الهدى والمنجي
من الردى الامام النار على اليفاع الحار لمن اصطلى به والدليل في المهالك من فارقه فهالك

الامام السحاب الماطر والغيث الهاطل والشمس المضيئة والسماء الظليلة والارض البسيطة والعين الغزيرة والغدير والروضة الامام الانيس الرفيق والوالد الشفيق والاخ الشقيق والام البرة بالولد الصغير ومفزع العباد فی الداهیة الامام امین الله فی خلقه وحجته علی عباده وخلیفته فی بلاده والداعی الی الله والذاب عن حرم الله الامام المطهر من الذنوب المبرأ من العیوب المخصوص بالعلم الموسوم بالحلم نظام الدین وعز المسلمین وغیظ المنافقین وبوار الکافرین الامام واحد دهره لا یدانیه احد ولا یعادله عالم ولا یوجد منه بدل ولا له مثل ولا نظیر مخصوص بالفضل کله من غیر طلب منه له ولا اکتساب بل اختصاص من المفضل الوهاب فمن ذی الذی یبلغ معرفة الامام او یمکنه اختیاره هیهات هیهات ضلت العقول وتاهت الحلوم وحارت الالباب وخسئت العیون وتصاغرت العظماء وتحیرت الحکماء وتقاصرت الحلماء وحصرت الخطباء وجهلت الالباء وکلت الشعراء وعجزت الادباء وعییت البلغاء عن وصف شان من شانه او فضیلة من فضائله واقرت بالعجز والتقصیر وکیف یوصف بکله او ینعت بکنهه او یفهم شئ من امره او یوجد من یقوم مقامه ویغنی غناه لا کیف وانی وهو بحیث النجم من ید المتناولین ووصف الواصفین فاین الاختیار من هذا واین العقول عن هذا واین یوجد مثل هذا اتظنون ان ذلک یوجد فی غیر آل الرسول محمد کذبتهم والله انفسهم ومنتهم الاباطیل فارتقوا مرتقا صعبا دحضا تزل عنه الی الحضیض اقدامهم راموا اقامة الامام بعقول حائرة بائرة ناقصة وآراء مضلة فلم یزدادوا منه الا بعدا قاتلهم الله انی یؤفکون ولقد راموا صعبا وقالوا افکا وضلوا ضلالا بعیدا ووقعوا فی الحیرة اذ ترکوا الامام عن بصیرة وزین لهم الشیطان اعمالهم فصدهم عن السبیل وکانوا مستبصرین رغبوا عن اختیار الله واختیار رسوله الی اختیارهم والقرآن ینادیهم وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لهم الخیرة من امرهم سبحان الله عما یشرکون وقال عز وجل وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم وقال ما لکم کیف تحکمون ام لکم کتاب فیه تدرسون

ان لكم فيه لما تخيرون ام لكم ايمان علينا بالغة الى يوم القيمة ان لكم لما
تحكمون سلهم ايهم بذلك زعيم ام لهم شركاء فليأتوا بشركائهم ان كانوا
صادقين وقال عز وجل افلا يتدبرون القرآن ام على قلوبهم اقفالها ام طبع الله
على قلوبهم فهم لا يفقهون ام قالوا سمعنا وهم لا يسمعون ان شر الدواب
عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون ولو علم الله فيهم خيرا لاسمعهم ولو اسمعهم
لتولوا وهم معرضون ام قالوا سمعنا وعصينا بل هو فضل الله يؤتيه من يشاء
والله ذو الفضل العظيم فكيف لهم باختيار الامام والامام عالم لا يجهل وداع
لا ينكل معدن القدس والطهارة والنسك والزهادة والعلم والعبادة مخصوص
بدعوة الرسول ونسل المطهرة البتول لا مغمز فيه في نسب ولا يدانيه ذو حسب
في البيت من قريش والذروة من هاشم والعترة من الرسول والرضا من
الله عز وجل شرف الاشراف والفرع من عبد مناف نامي العلم كامل الحلم
مضطلع بالامامة عالم بالسياسة مفروض الطاعة قائم بامر الله عز وجل ناصح
لعباد الله عز وجل حافظ لدين الله الانبياء والائمة يوفقهم الله ويؤتيهم
من مخزون علمه وحكمه ما لا يؤتيه غيرهم فيكون علمهم فوق علم اهل زمانهم
في قوله جل وتعالى افمن يهدي الى الحق احق ان يتبع امن لا يهدي الا ان
يهدى فما لكم كيف تحكمون وقوله تبارك وتعالى ومن يؤت الحكمة فقد
اوتي خيرا كثيرا وقوله في طالوت ان الله اصطفه عليكم وزاده بسطة في العلم
والجسم والله يؤتي ملكه من يشاء والله واسع عليم وقال لنبيه انزل عليك
الكتاب والحكمة وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما
وقال في الائمة من اهل بيت نبيه وعترته وذريته ام يحسدون الناس على
ما آتاهم الله من فضله فقد آتينا آل ابراهيم الكتاب والحكمة وآتيناهم ملكا
عظيما فمنهم من آمن به ومنهم من صد عنه وكفى بجهنم سعيرا وان العبد
اذا اختاره الله عز وجل لامور عباده شرح صدره لذلك واودع قلبه ينابيع الحكمة
والهمه العلم الهاما فلم يعي بعده بجواب ولا يحير فيه عن الصواب فهو معصوم
مؤيد موفق مسدد قد امن من الخطاء والزلل والعثار

بخصه الله بذلك ليكون حجة على عباده وشاهدا على خلقه وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء
والله ذو الفضل العظيم فهل يقدرون على مثل هذا فيختارونه او يكون مختارهم
بهذه الصفة فيقدمونه تعدوا وبيت الله الحق ونبذوا كتاب الله وراء ظهورهم
كانهم لا يعلمون وفی كتاب الله الهدى والشفا فنبذوه واتبعوا اهواءهم
فذمهم الله ومقتهم واتعسهم فقال جل وتعالى ومن اضل ممن اتبع
هواه بغير هدى من الله ان الله لا يهدى القوم الظلمين وقال
فتعسا لهم وسحقا لا عمالهم قال كبر مقتا عند الله وعند الذين امنوا كذلك
يطبع الله على كل قلب متكبر جبار وصلى الله على النبی محمد وآله وسلم تسليما
كثيرا۔ ترجمہ لفظی: اے عبدالعزیز یہ لوگ بالکل ناواقف ہیں۔ ان کی رایوں نے ان کو دھوکا دیا
ہے۔ خداوند بزرگ و برتر نے جب تک دین اسلام کو کامل نہیں کر لیا اپنے نبیؐ کو اس جہان سے نہیں بلایا۔
ان پر قرآن نازل فرمایا۔ جس میں ہر شے کا بیان مفصل مذکور ہے۔ حلال۔ حرام۔ حدود۔ احکام اور کل
ضروریات انسانی کو اس میں بیان فرمایا ہے۔ پس ارشاد فرمایا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من
شیء۔ (ہم نے اس کتاب میں کوئی بات باقی نہیں رکھی) اور حجۃ الوداع میں جو حضرتؐ ختمی مرتبت
کی عمر شریف کا آخری حصہ تھا آیہ مجیدہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و
رضیت لکم الاسلام دینا (آج میں نے تمہارے لئے دین کو بلحاظ اوصاف کے کامل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت
کو تم پر تمام کر دیا ہے۔ اور میں نے تمہارے لئے یہی دین اسلام پسند فرمایا ہے) نازل فرمائی۔ اور امر
امامت اتمام دین سے ہے۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقبےٰ کو اختیار نہیں فرمایا جب
تک کہ اپنی امت کو معالم دین نہ بیان فرما دئے۔ اور واضح کر دیا ان کے راستے کو۔ اور ڈال گئے ان
کو راہ حق پر۔ اور قائم کر گئے ان کے لئے علیؑ کو علم اور امام۔ اور وہ ہر شے جس کی امت کو حاجت
تھی بیان فرمائی۔ پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے۔ کہ خداوند عالم نے اپنا دین کامل نہیں کیا۔ بالتحقیق اس
نے کتاب خدا کو رد کیا ہے۔ اور جو کتاب خدا کو رد کرتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ قدر
امامت کیا ہے۔ اور امت میں اس کا کیا کچھ محل و مقام ہے۔ کہ جائز ہو اس میں ان کو تصرف؟
بالتحقیق امامت کی قدر اور اس کی شان اور اس کا مکان اور اس کی اطراف و جوانب اور اس کی گہرائی اس
بات سے کہیں جلیل اور عظیم اور اعلےٰ اور محفوظ اور بعید ہے۔ کہ لوگ اپنی عقلوں سے اس تک پہنچیں۔
یا اپنی رایوں سے اس کو حاصل کریں۔ یا امام کو اپنے اختیار سے قائم کریں۔ امامت وہ ہے۔ کہ خصوصیت

عنایت فرمائی خدائے عزوجل نے اُس سے ابراہیم خلیلؑ کو بعد نبوت اور خُلت کے۔ پس امامت نبوت اور خلت کے بعد کا تیسرا درجہ ہے۔ اور وہ فضیلت ہے۔ کہ اس سے ان کو شرف عنایت فرمایا۔ اور اسی سے اُن کے ذکر کو محکم فرمایا۔ پس ارشاد ہوا۔ انی جاعلك للناس اماما۔ اے ابراہیمؑ میں تجھ کو لوگوں کا امام بناؤں گا۔ پس یہ سُن کر جناب خلیل اللہ اس مرتبۂ عظمےٰ سے خوش ہوئے۔ اور دریافت کیا۔ کہ کیا یہ مرتبہ میری ذریت کو بھی پہنچے گا۔ پس ارشاد ہوا۔ کہ ہاں پہنچے گا۔ مگر جو ظالم ہیں ان کو نہیں پہنچے گا۔ پس اس آیت نے ہر ظالم کی امامت کو قیامت تک کے لئے باطل کر دیا ہے۔ اور اس کو صرف معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں باقی رکھا ہے۔ پھر خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کی تعظیم و تکریم کے لئے اُن کی ذریت میں معصومین اور مطہرین کو خلق فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ ووھبنا له اسحق ویعقوب نافلة وکلا جعلنا صالحین وجعلناھم ائمة یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وکانوا لنا عابدین۔ ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ عنایت فرمائے۔ اور ان کو صالح بنایا۔ اور ہم نے ان کو امام بنایا۔ کہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کریں۔ اور ہم نے ان کو وحی کی۔ کہ کل اچھے کاموں کو بجا لائیں۔ اور مخلوقات میں نماز کو قائم کریں۔ اور زکوٰۃ دلوائیں۔ اور وہ سب خاص ہماری ہی عبادت کرتے تھے۔ پس یہ عہدۂ امامت جناب ابراہیمؑ کی ذریت میں بطور میراث کے جاری رہا۔ اور ایک کے بعد دوسرا اس کا وارث ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ خدائے عزوجل نے اپنے حبیبؐ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وارث بنایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین اٰمنوا واللہ ولی المومنین بالتحقیق سب سے زیادہ مستحق وراثتِ ابراہیمؑ کے وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اور یہ نبیؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اور اللہ مومنین کا ولی ہے۔ پس یہ عہدۂ امامت خاص نبیؐ اکرم باعثِ ایجاد عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھا۔ پس اس جناب نے بحکمِ پروردگار اس عہدۂ جلیل الشان کو بطریق سنتِ خداوندی اپنے بھائی علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سونپا۔ پس علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں اصفیاء اور اتقیاء مخلوق ہوئے۔ جن کو خداوند عالم علیم و حکیم نے علم وہبی اور ایمان لدنی عنایت فرمایا۔ جس کا بیان آیہ مجیدہ میں مذکور ہے۔ وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث اور کہیں گے وہ لوگ جن کو علم اور ایمان خداوند عالم کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ بالتحقیق تم کتاب اللہ یعنی دنیا یا برزخ میں یوم بعث تک ٹھہرے رہے۔ پس وہ امامت اب اولاد علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قیامت تک محصور اور مخصوص ہے۔ کیونکہ بعد نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی نبی نہیں ہے۔ پس یہ جہّال کہاں سے امامت کو اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ امامت مقام انبیاء اور میراث اوصیاء ہے۔ بالتحقیق کہ امامت خلافت اللہ اور خلافت الرسول ہے۔ اور مقام امیر المومنینؑ اور میراث حسنؑ اور حسینؑ ہے۔ بالتحقیق کہ امامت سلک دین نظام مسلمین درستی دنیا و دین اور عزت و وقار مومنین ہے۔ بالتحقیق کہ امامت اصل اسلام عالی اور اس کی فرع متعالی ہے۔ امامؑ سے کامل ہوتی ہے نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج اور جہاد اور زیادتی غنیمت اور صدقات کی اور جاری کرنا حدود اور احکام کا اور حفاظت سرحد اور اطراف کی۔ امامؑ وہ ہے جو حلال کرتا ہے حلال خدا کو اور حرام کرتا ہے حرام خدا کو۔ اور قائم کرتا ہے حدود اللہ کو۔ اور حفاظت کرتا ہے دین خدا کی۔ اور بلاتا ہے لوگوں کو اپنے پروردگار کی سبیل کی طرف حکمت۔ موعظہ حسنہ اور حجت بالغہ کے ساتھ۔ امامؑ شمس نصف النہار کی طرح ہے۔ جو اپنی شعاع ضیا بار سے عالم کو روشن کرتا ہے۔ اور خود اس قدر بلند مقام پر ہوتا ہے۔ کہ نہ تو وہاں تک کوئی ہاتھ پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ نظر کام کر سکتی ہے۔ امامؑ بدر منیر چراغ روشن۔ نور ساطع اور ستارۂ رہبر ہے راتوں کی تاریکیوں میں۔ شہروں کے چوراہوں میں چٹیل میدانوں میں اور بے تھاہ سمندروں میں۔ امامؑ آب شیریں ہے پیاسے کے لئے۔ راہبر ہے ہدایت کی طرف اور نجات دینے والا ہے۔ ہلاکت سے امامؑ آگ ہے بلند مقام پر (اسخیاء عرب قحط سالیوں میں بلند مقام پر آگ روشن کر دیتے تھے۔ تاکہ بھولا بھٹکا دور سے اُسے دیکھ کر اُن کے پاس آجائے)۔ اور حرارت ہے سرما خوردہ کے لئے۔ اور راہبر ہے خوفناک مقاموں میں۔ جو اس کو چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ امامؑ بادل ہے برسنے والا۔ گھٹا ہے جھڑی والی۔ سورج ہے ضیا بار۔ آسمان ہے سایہ دار۔ زمین ہے پُر فضا۔ چشمہ ہے جاری۔ تالاب ہے پُر آب اور سبزہ زار ہے پُر بہار۔ امامؑ انیس و رفیق و والد شفیق۔ حقیقی بھائی۔ مادر مہربان اور آفتوں اور بلاؤں میں جائے پناہ ہے۔ امامؑ خداوند عالم کا امین ہے اُس کی مخلوقات میں۔ اور حجت ہے اُس کی اُس کے عباد میں۔ اور خلیفہ ہے اُس کا اُس کی سلطنت میں۔ اور بلانے والا ہے طرف اللہ کے۔ اور محافظ ہے اُس کے حرم کا۔ امامؑ گناہوں سے پاک اور عیوب سے بری ہے۔ مخصوص ہے علم سے۔ موسوم ہے حلم سے۔ دین کا نظام ہے۔ مسلمانوں کی عزت ہے۔ منافقوں کے لئے غیظ و غضب ہے۔ اور کفار کے لئے ہلاکت۔ امامؑ یکتا ہے اپنے زمانے کا۔ کوئی اس کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ کوئی عالم اس کے برابر ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس کا بدل مل سکتا ہے۔ اور نہ اس کا مثل و نظیر ہوتا ہے۔ تمام فضائل اس کے ساتھ مخصوص ہیں بغیر طلب اور اکتساب کے۔ اور یہ اس کو ایک خصوصیت ملی ہے۔

مقفل دہاب ہے۔ پس کون ہے جو معرفت امام حاصل کر سکے۔ اور کس کی مجال ہے کہ اپنی مرضی سے جس کو چاہے امام بنا لے۔ بہت دور ہے بہت دور ہے! عقل گمراہ ہے۔ دانش پریشان ہے خرد حیران ہے۔ آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ بڑے بڑے حقیر ہو گئے۔ حکماء متحیر ہیں۔ صاحبان دانش قاصر ہیں۔ خطباء گنگ ہیں۔ دانا جاہل ہیں۔ شعراء تھک گئے۔ اُدباء عاجز ہو گئے۔ بلغاء رہ گئے۔ کہ امام کی کوئی شان یا فضیلت بیان کریں۔ اور اپنے عجز اور تقصیر کا اقرار کیا۔ اور کیوں کر اس کے سارے اوصاف یا نعت بالکنہ بیان ہو سکیں۔ یا اس کا کوئی امر سمجھ میں آئے۔ یا اُس کا کوئی قائم مقام ہو سکے یا اُس سے مستغنی کر سکے۔ ہرگز نہیں۔ کس طرح اور کہاں! وہ تو ثریا کی طرح لوگوں کے ہاتھوں اور تعریف کرنے والوں کی زبانوں سے بلند اور دور ہے!

پس ایسے کو کہاں سے اختیار کر سکتے ہیں۔ اور اُس تک عقلیں کب پہنچ سکتی ہیں اور ایسا کہاں مل سکتا ہے۔ کیا تم خیال کر سکتے ہو۔ کہ ایسا شخص غیر آلِ رسولؐ میں مل سکتا ہے؟ قسم بخدائے عزوجل کہ اُن کے نفسوں نے اُن کو دھوکا دیا ہے۔ اور اُن کے خیالاتِ باطلہ نے ان کو جھوٹی آرزو میں رکھا ہے۔ پس چڑھ گئے ہیں ایک مقام دشوار گذار اور مہلک پر جہاں سے پھسل کر تحت الثریٰ میں گریں گے۔ قصد کیا ہے انہوں نے امام کا مقرر کرنا اپنی عقول متحیرہ ہالکہ ناقصہ اور گمراہ رایوں سے پس نہیں ترقی کی انہوں نے مگر یہ کہ امام برحق سے بہت دور ہو گئے۔ قاتلهم الله انّی یوفکون!

بالتحقیق کہ انہوں نے بڑی جرأت کی ہے۔ اور جھوٹ کہا ہے۔ اور سخت گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔ اور دیدہ و دانستہ امام برحق کو چھوڑ کر حیران ہو گئے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں زینت دے رکھا ہے۔ پس طریق حق سے ان کو روک دیا ہے۔ اور حالانکہ سمجھ دار تھے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے اختیار سے اعراض کر کے اپنے اختیار کو انہوں نے ترجیح دی ہے۔ اور حالانکہ قرآن مجید فرقان حمید ان کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة من امرهم سبحان الله عما يشركون تیرا پروردگار جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مختار بناتا ہے۔ ان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جس کو چاہیں اپنا مختار بنا لیں۔ خداوند عالم اُن کے اس شرک نے الاختیار سے مقدس ہے۔ اور دوسری آیت میں خدائے بزرگ و برتر ارشاد فرماتا ہے وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم کسی مومن اور مومنہ کو اختیار نہیں ہے۔ کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں۔ تو وہ اپنی مرضی

سے اس میں تغیر و تبدل کریں۔ اور ارشاد فرماتا ہے۔ مالکم کیف تحکمون الخ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم کیسے حکم لگاتے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو۔ اور تمہارے واسطے اس میں جو کچھ چاہو موجود ہے۔ یا تمہارا عہد و پیمان کامل ہم پر قیامت تک یہ ہے کہ جو کچھ تم حکم لگاؤ وہ ہم کو منظور ہے؟ اے پیغمبر ذرا ان سے پوچھ تو سہی۔ کہ اس بات کا تم میں سے کون ذمہ دار ہے؟ یا ان کے شرکاء ہیں۔ پس چاہیئے کہ وہ اپنے شرکاء کو بلائیں۔ اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور ارشاد فرماتا ہے۔ افلا یتدبرون القرآن الخ کیوں یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ یا اللہ نے ان کے دلوں پہ مہر لگادی ہے۔ پس وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ یا وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے سُنا۔ اور حالانکہ نہیں سنتے۔ بالتحقیق کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا چلنے پھرنے والا وہ ہے۔ جو کچھ نہیں سنتا اور سمجھتا۔ اور اگر اللہ کو ان میں کچھ بھلائی نظر آتی۔ تو وہ ضرور ان کو سننے والا بناتا۔ اور اگر سننے والا بناتا۔ تو بھی وہ حق سے اعراض کر کے بھاگتے۔ یا وہ کہتے۔ کہ ہم نے سُنا لیکن ہم مخالفت ہی کریں گے (خیر جو کچھ ہو) امامت فضل خدا ہے۔ جس کو خداوند عالم چاہتا ہے۔ اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے۔ واللہ ذوالفضل العظیم پس کس طرح وہ امام کو خود اختیار کر سکتے ہیں۔ اور حالانکہ امام ایسا عالم ہے۔ کہ کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور ایسا داعی ہے۔ کہ تنگ نہیں ہوتا۔ معدن اور منبع ہے۔ تقدس۔ طہارت۔ نسک۔ زہادت۔ علم اور عبادت کا۔ مخصوص ہے دعوت رسولؐ اور نسل مطہر بتولؑ سے اس کے نسب میں کوئی شبہ نہیں۔ اور حسب میں اس کا کوئی مقابل نہیں۔ خاندان میں قرشی اور اصل میں ہاشمی ہے۔ عترت ہے رسولؐ کی خوشنودی ہے۔ خدا کی اشراف کا اشراف ہے۔ اور عبد مناف کی فرع ہے۔ نامی العلم۔ کامل الحلم۔ حامل بار امامت۔ عالم علیم بسیاست مفروض الطاعت۔ قائم بامر اللہ۔ خیر خواہ عباد۔ محافظ دین خدا ہے۔ بالتحقیق کہ انبیاء اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام موفق باللہ ہوتے ہیں۔ اور خداوند عالم ان کو اپنے علم مخزون اور حکمت سے سب سے زیادہ حصہ عنایت فرماتا ہے۔ پس ان کا علم کل علماء زمانہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ جس کا تذکرہ خداوند عالم نے آیۂ ذیل میں فرماتا ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فمالکم کیف تحکمون۔ کیا وہ شخص جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے زیادہ مستحق ہے۔ کہ اس کی پیروی کی جائے۔ یا وہ شخص جس میں ہدایت کی قابلیت ہی نہیں اور دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے۔ پس تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم کس طرح کے حکم لگاتے ہو! اور فرمایا ہے۔ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا جس کو منجانب اللہ حکمت ملی ہے۔ بالتحقیق اس کو خیر کثیر عطا

ہوئی ہے۔ اور اس آیت میں جو طالوت کے متعلق نازل فرمائی ہے۔ ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ یؤتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم۔ بالتحقیق کہ اللہ نے اس کو تم پر مختار بنایا۔ اسی واسطے اس کو علم اور جسم میں زیادتی عنایت فرمائی ہے۔ اور اللہ عطا کرتا ہے۔ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ صاحب وسعت اور علیم ہے۔ اور اپنے نبی کریم رؤف و رحیم کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ انزل علیک الکتب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے۔ اور اُن چیزوں کی تعلیم دی ہے۔ جن کو تم نہیں جان سکتے تھے۔ اور اللہ کا فضل ہمیشہ سے تم پر عظیم ہے۔ اور ائمہ اہل بیت نبی ؐ عترتِ نبیؐ اور ذریت نبیؐ کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتینٰھم ملکا عظیما فمنھم من اٰمن بہ ومنھم من صد عنہ وکفیٰ بجھنم سعیرا۔ کیا اُن فضائل پر جو خداوند عالم نے اوصیاء رسولؐ کو عنایت فرمائے ہیں لوگ حسد کرتے ہیں! پس اس سے پہلے بھی تو ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب، حکمت اور ملکِ عظیم عنایت فرمایا تھا۔ پس بعض اُن میں سے اُس پر ایمان لائے۔ اور بعض رُک گئے۔ اور جہنم اُن کے عذاب کے لئے کافی ہے۔ بالتحقیق جب خداوند عالم کسی عبد کو اپنے عباد کے امور کے لئے اختیار کرتا ہے۔ تو اس کے صدر کو واضح کر دیتا ہے۔ اور اُس کے قلب میں ینابیع حکمت جاری فرماتا ہے۔ اور اس کو ہر طرح کا علم الہام کر دیتا ہے۔ پس وہ کسی سوال کے جواب دینے سے عاجز نہیں ہوتا۔ اور نہ اُس میں صواب سے متحیر ہوتا ہے۔ پس وہ معصوم ہے۔ مؤید ہے۔ موفق ہے۔ مُسَدَّد ہے۔ ہر طرح کی خطاء و لغزش سے محفوظ ہے۔ اللہ اس کو ان امور سے مخصوص فرماتا ہے۔ تاکہ اس کے عباد میں اُس کی حجت ہو۔ اور اس کی مخلوقات میں اُس کا شاہد ہو۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم پس کیا یہ لوگ ایسے پر قدرت رکھتے ہیں۔ جو اس کو اپنی مرضی سے اختیار کریں۔ یا ان کا اختیار کردہ ان صفات سے موصوف ہو سکتا ہے کہ اُس کو مقتداء بنائیں۔ بیت اللہ کی قسم کہ یہ لوگ حق سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اور کتاب خدا کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ گویا کہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور حالانکہ کتاب خدا میں ہدایت اور شفاء ہے۔ پس اس کو تو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور اپنی خواہشوں کی پیروی کر لی ہے۔ پس خداوند عالم نے اُن کی مذمت کی ہے۔ اور اُن کو مورد عذاب و ہلاکت قرار دیا ہے۔ پس ارشاد فرمایا ہے۔ ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین اور اس سے

بھی کوئی زیادہ گمراہ ہے۔ جس نے محض اپنی ہوائے نفسانی کی پیروی کرلی ہے۔ اور حالانکہ اللہ نے اس
کو اس امر کی ہدایت نہیں کی ہے۔ پس وہ ظالم ہے۔ اور اللہ ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں کرتا! اور
ارشاد فرمایا ہے۔ فتعسا لھم واضل اعمالھم۔ پس ہلاکت ہے اُن کے لئے۔ اور ان کے سارے
اعمال بیکار ہیں۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ کبر مقتا عند اللہ وعند الذین اٰمنو کذالک یطبع
اللہ علی کل قلب متکبر جبار وصلی اللہ علی النبی محمد واٰلہ وسلم تسلیما کثیرا۔ اللھم
صل علی محمد واٰل محمد بعدد معلوماتک فی الازل والابد۔

اس میں جو کچھ مذکور ہوا ہے وہ سب مبرہن و مدلل و منصوص من اللہ و من الرسولؐ ہے۔ اور
اس لئے کوئی اہل عقل و بصیرت اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ الا من فی قلبہ زیغ فاتبع ما تشابہ
منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ۔

ایضاً عن طارق بن شھاب عن امیر المؤمنینؑ انہ قال یا طارق الامام کلمۃ
اللہ وحجۃ اللہ ووجہ اللہ ونور اللہ وحجاب اللہ وآیۃ اللہ یختارہ اللہ ویجعل
فیہ ما یشاء ویوجب لہ بذالک الطاعۃ والولایۃ علی جمیع خلقہ فھو ولیہ فی
سماواتہ وارضہ اخذ لہ بذالک العھد علی جمیع عبادہ فمن تقدم علیہ کفر باللہ
من فوق عرشہ فھو یفعل ما یشاء واذا شاء اللہ شاء ویکتب علی عضدہ وتمت
کلمۃ ربک صدقا وعدلا فھو الصدق والعدل وینصب لہ عمود من نور من الارض
الی السماء یری فیہ اعمال العباد ویلبس الھیبۃ وعلم الضمیر ویطلع علی الغیب
ویری ما بین المشرق والمغرب فلا یخفی علیہ شیء من عالم الملک والملکوت
ویعطی منطق الطیر عند ولایتہ فھذا الذی یختارہ اللہ لوحیہ ویرتضیہ لغیبہ
ویؤیدہ بکلمتہ ویلقنہ حکمتہ ویجعل قلبہ مکان مشیتہ وینادی لہ بالسلطنۃ
ویذعن لہ بالامرۃ ویحکم لہ بالطاعۃ وذلک لان الامامۃ میراث الانبیاء و
منزلۃ الاصفیاء وخلافۃ اللہ وخلافۃ رسل اللہ فھی عصمۃ وولایۃ وسلطنۃ
وھدایۃ لانھا تمام الدین ورجح الموازین الامام دلیل للقاصدین ومنار
للمھتدین وسبیل للسالکین وشمس مشرقۃ فی قلوب العارفین ولایتہ سبب
للنجاۃ وطاعتہ مفترضۃ فی الحیوۃ وعدۃ بعد الممات وعز المؤمنین وشفاعۃ
المذنبین ونجاۃ المحبین وفوز التابعین لانھا راس الاسلام وکمال الایمان

ومعرفة الحدود والأحكام وتبيين الحلال من الحرام فهي مرتبة لا ينالها إلا
من اختاره الله وقدمه وولاه وحكمه فالولاية هي حفظ الثغور وتدبير
الأمور وتعديد الأيام والشهور الإمام الماء العذب على الظماء والدال
على الهدى الإمام المطهر من الذنوب المطلع على الغيوب الإمام هو الشمس
الطالعة على العباد بالأنوار فلا تناله الأيدي والأبصار وإليه الإشارة في قوله
تعالى ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين والمؤمنون علي وعترته فالعزة
للنبي والعترة والنبي والعترة لا يفترقان إلى آخر الدهر فهم رأس دائرة الإيمان
وقطب الوجود وسماء الجود وشرف الموجود وضوء شمس الشرف ونور قمره
وأصل العز والمجد ومبدؤه ومعناه ومبناه فالإمام هو السراج الوهاج والسبيل
والمنهاج والماء الثجاج والبحر العجاج والبدر المشرق والغدير المغدق والمنهج
الواضح المسالك والدليل إذا عميت المهالك والسحاب الهاطل والغيث الهامل
والبدر الكامل والدليل الفاضل والسماء الظليلة والنعمة الجليلة والبحر الذي
لا ينزف والشرف الذي لا يوصف والعين الغزيرة والروضة المطيرة والزهر
الأريج والبدر البهيج والنير اللائح والطيب الفائح والعمل الصالح والمتجر
الرابح والمنهج الواضح والطبيب الرفيق والأب الشفيق مفزع العباد في
الدواهي والحاكم والآمر والناهي **مهيمن الله على الخلائق وأمينه
على الحقائق** حجة الله على عباده ومحجته في أرضه وبلاده مطهر من الذنوب
مبرأ من العيوب مطلع على الغيوب ظاهره أمر لا يملك وباطنه غيب لا يدرك
واحد دهره وخليفة الله في نهيه وأمره لا يوجد له مثيل ولا يقوم له بديل
فمن ذا ينال معرفتنا أو يعرف درجتنا أو يشهد كرامتنا أو يدرك منزلتنا
حارت الألباب والعقول وتاهت الأفهام فيما أقول تصاغرت العظماء
وتقاصرت العلماء وكلت الشعراء وخرست البلغاء ولكنت الخطباء وعجزت
الفصحاء وتواضعت الأرض والسماء عن وصف شأن الأولياء وهل يعرف
أو يوصف أو يعلم أو يفهم أو يدرك أو يملك **من هو شعاع جلال الكبرياء
وشرف الأرض والسماء** جل مقام آل محمد عن وصف الواصفين ونعت الناعتين

وان يقاس بهم احد من العالمين كيف وهم كلمة العليا والتسمية البيضاء و
الوحدانية الكبرى التي اعرض عنها من ادبر وتولى وحجاب الله الاعظم الاعلى
فاين الاختيار من هذا واين العقول من هذا ومن ذا عرف او وصف من وصفت
ظنوا ان ذلك في غير آل محمد كذبوا وزلت اقدامهم اتخذوا العجل ربا والشياطين
حزبا كل ذلك بغضة لبيت الصفوة ودار العصمة وحسدا لمعدن الرسالة والحكمة
وزين لهم الشيطان اعمالهم فتبا لهم وسحقا كيف اختاروا اماما جاهلا
عابدا للاصنام جبانا يوم الزحام والامام يجب ان يكون عالما لا يجهل وشجاعا
لا ينكل لا يعلو عليه حسب ولا يدانيه نسب فهو في الذروة من قريش والشرف من
هاشم والبقية من ابراهيم والنهج من النبع الكريم والنفس من
الرسول والرضى من الله والقول عن الله فهو شرف الاشراف والفرع من عبد مناف
عالم بالسياسة قائم بالرياسة مفترض الطاعة الى يوم الساعة اودع قلبه
سره واطلق به لسانه فهو معصوم موفق ليس بجبان ولا جاهل فتركوه يا
طارق واتبعوا اهواءهم ومن اضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله۔

والامام يا طارق بشر ملكي وجسد سماوي وامر الهي وروح قدسي
ومقام علي ونور جلي وسر خفي فهو ملكي الذات الهي الصفات زائد
الحسنات عالم بالمغيبات خصا من رب العالمين ونصا من الصادق الامين
وهذا كله لآل محمد لا يشاركهم فيه مشارك لانهم معدن التنزيل ومعنى
التاويل وخاصة الرب الجليل ومهبط الامين جبرائيل صفوة الله وسره وكلمته
شجرة النبوة ومعدن الصفوة عين المقالة ومنتهى الدلالة ومحكم الرسالة
ونور الجلال جنب الله ووديعته وموضع كلمة الله ومفتاح حكمته ومصابيح
رحمته وينابيع نعمته السبيل الى الله والسلسبيل والقسطاس المستقيم والمنهاج
القويم والذكر الحكيم والوجه الكريم والنور القديم اهل التشريف و
التقويم والتقديم والتعظيم والتفضيل خلفاء النبي الكريم ابناء الرؤف الرحيم امناء
العلي العظيم ذرية بعضها من بعض والله سميع عليم السنام الاعظم والطريق
الاقوم من عرفهم واخذ عنهم فهو منهم واليه الاشارة بقوله فمن تبعني فانه مني

خلقهم الله من نور عظمته وولاهم امر مملكته فهم سر الله المخزون واولياؤه
المقربون وامره بين الكاف والنون بل هم الكاف والنون الى الله يدعون وعنه
يقولون وبامره يعملون علم الانبياء في علمهم وسر الاوصياء في سرهم وعز الاولياء
في عزهم كالقطرة في البحر والذرة في القفر والسماوات والارض عند الامام كيده
من راحته يعرف ظاهرها من باطنها ويعلم برها من فاجرها ورطبها ويابسها
لان الله علم نبيه علم ما كان وما يكون وورث ذلك السر المصون الاوصياء
المنتجبون ومن انكر ذلك فهو شقي ملعون يلعنه الله ويلعنه اللاعنون
وكيف يفرض الله على عباده طاعة من يحجب عنه ملكوت السماوات والارض و
ان الكلمة من آل محمد تنصرف الى سبعين وجها وكلما في الذكر الحكيم
والكتاب الكريم والكلام القديم من آية تذكر فيها العين والوجه واليد و
الجنب فالمراد منها الولي لانه جنب الله ووجه الله يعني حق الله وعلم الله و
عين الله ويد الله فهم الجنب العلي والوجه الرضي والمنهل الروي والصراط
السوي والوسيلة الى الله والوصلة الى عفوه ورضاه سر الواحد والاحد فلا
يقاس بهم من الخلق احد فهم خاصة الله وخالصته وسر الديان وكلمته
وباب الايمان وكعبته وحجة الله ومحجته واعلام الهدى ورايته وفضل
الله ورحمته وعين اليقين وحقيقته وصراط الحق وعصمته ومبدأ الوجود و
غايته وقدرة الرب ومشيته وام الكتاب وخاتمته وفصل الخطاب ودلالته
وخزنة الوحي وحفظته وآية الذكر وتراجمته ومعدن التنزيل ونهايته
فهم الكواكب العلوية والانوار العلوية المشرقة من شمس العصمة
الفاطمية في سماء العظمة المحمدية والاغصان النبوية النابتة في الدوحة
الاحمدية والاسرار الالهية المودعة في الهياكل البشرية والذرية الزكية
والعترة الهاشمية الهادية المهدية اولئك هم خير البرية فهم الائمة
الطاهرون والعترة المعصومون والذرية الاكرمون والخلفاء الراشدون
والكبراء الصديقون والاوصياء المنتجبون والاسباط المرضيون والهداة
المهديون والغر الميامين من آل طه ويس وحجج الله على الاولين والآخرين

مَكْتُوبٌ عَلَى الْاَحْجَارِ وَعَلَى اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ وَعَلَى اَجْنِحَةِ الْاَطْيَارِ وَعَلَى اَبْوَابِ الْجَنَّةِ
وَالنَّارِ وَعَلَى الْعَرْشِ وَالْاَفْلَاكِ وَعَلَى اَجْنِحَةِ الْاَمْلَاكِ وَعَلَى حُجُبِ الْجَلَالِ وَسُرَادِقَاتِ
الْعِزِّ وَالْجَمَالِ وَبِاسْمِهِمْ تُسَبِّحُ الْاَطْيَارُ وَتَسْتَغْفِرُ لِشِيعَتِهِمُ الْحِيتَانُ فِي لُجَجِ الْبِحَارِ وَاِنَّ
اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْ اَحَدًا اِلَّا وَاَخَذَ عَلَيْهِ الْاِقْرَارَ بِالْوَاحْدَانِيَّةِ وَالْوِلَايَةِ لِلذُّرِّيَّةِ الزَّكِيَّةِ
وَالْبَرَاءَةِ مِنْ اَعْدَائِهِمْ وَاِنَّ الْعَرْشَ لَمْ يَسْتَقِرَّ حَتّٰى كُتِبَ عَلَيْهِ بِالنُّورِ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَلِيُّ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ ۔ یعنی طارق بن شہاب نے جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی
طالبؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ اے طارق امام کلمۃ وجود یہ الٰہیہ۔ حجتِ خدا۔ وجہ اللہ
نور خداوند عالم۔ حجاب اکبر الٰہی اور آیتِ خدائی ہوتا ہے۔ اللہ اس کو منتخب دل پسند کرتا ہے۔
اور جو کچھ اوصاف و کمالات چاہتا ہے اس کی سرشت کے ساتھ اس کو عطا کر دیتا ہے۔ اور
یہ اوصاف و کمالات عطا کرکے اور اس کے وجود میں قرار دے کہ اس کی اطاعت اور ولایت تمام
مخلوقات پر واجب کرتا ہے۔ پس وہ ولی خدا ہے اس کے آسمانوں اور اس کی زمینوں میں جس طرح
اس کو زمین پر تصرف حاصل ہے اسی طرح آسمان پر۔ اور اس بات پر اپنے تمام بندوں سے خدا نے عہد
لے لیا ہے۔ پس جو اس سے مقدم بنا اور اس پر سبقت کی۔ اس نے خداوند عالم صاحب عرش عظیم کا
انکار کیا۔ اور اس کا کافر ہو گیا۔ پس وہ امام خلق ولی خدا جو کچھ کرچاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اور
جب اللہ کسی بات کو چاہتا ہے تب ہی وہ چاہتا ہے۔ مایشاؤن الا ان یشاء اللّٰہ الخ انہی
ائمہ کی صفت ہے۔ کسی امر میں مشیتِ الٰہی سے تجاوز نہیں کرتے۔ ہمیشہ مطیع و تابع ارادہ و مشیت
الٰہی ہیں۔ اس لئے جو بات جس وقت ان سے ظاہر ہو۔ سمجھنا چاہیئے۔ کہ مشیتِ خدا یہی تھی۔ جو انہوں
نے کیا۔ جب وہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے بازو پر یہ کندہ ہوتا ہے۔ تمت کلمۃ ربک صدقا و
عدلا۔ تیرے پروردگار کا کلمۂ وجودیہ صدق و عدل کے ساتھ درجۂ تمام و کمال کو پہنچ گیا۔ یعنی وہ
دراصل صدق محض اور عدل مطلق ہے۔ اور اس کے لئے زمین سے آسمان تک ایک عمود نور نصب
کیا جاتا ہے۔ کہ اس نور میں وہ بندگان خدا کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے
وہ تمام عالم پر شہید اور ان کے افعال و اعمال پر حاضر و ناظر ہے۔ جو کچھ وہ خلوت و جلوت میں کرتے ہیں
ان کو دیکھتا ہے۔ وہ لباس ہیبت و جلال سے متلبس ہوتا ہے۔ اور دل کا بھید جانتا ہے
اور غیب پر مطلع ہوتا ہے۔ اور مشرق سے مغرب تک تمام اشیاء کو دیکھتا ہے۔ اور اس سے

عالم ملک و ملکوت۔ ظاہر و باطن کی کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ اسی واسطے حضرت ابراہیمؑ جب امام بنائے گئے تھے۔ تو ان کو باطن زمین و آسمان کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔ اور باطن زمین و آسمان کو وہ ملاحظہ فرماتے تھے۔ کما قال وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض اور وقت ولایت پر نزول کی بولی بھی عطا کر دی جاتی ہے۔ پس یہی وہ امام خلق خلیفۃ اللہ اور ولی خدا ہے۔ جس کو اللہ خود اپنے وحی کے لئے انتخاب اور پسند فرماتا ہے۔ اور اس لئے وحی لازم امامت ہے۔ جس کو وحی الٰہی نہ ہوتی ہو۔ وہ ہرگز امام اور خلیفۂ رسول نہیں ہو سکتا۔ اور اسی کو اپنے علم غیب کے لئے پسند فرماتا ہے۔ فقال عالم الغیب والشھادۃ لا یظھر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول الخ خداوند عالم عالم غیب اور عالم شہادت کا عالم ہے۔ اور اپنے اسرار غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ الا اس شخص کو جو مرتضٰے از جانب رسول ہو۔ پس یہ مرتضٰے جس کو خدا علم غیب کے لئے پسند فرماتا ہے۔ امام خلق ہے۔ اور اول مرتضٰے از رسولؐ عالم اسرار غیب الٰہی علیؑ مرتضٰے ہے۔ اور اپنے کلمۂ تامہ سے اس کی تائید کرتا ہے۔ اور اس کو خاص اپنی حکمت تلقین فرماتا ہے۔ اور اس کے قلب کو اپنی مشیت کی جگہ قرار دیتا ہے۔ قلب امام و ولی خدا و خلیفۃ اللہ محل مشیت الٰہی ہے۔ مشیت خدا کا ظہور یہیں سے ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ ہمیشہ تابع مشیت خدا ہے۔ اور اس کی مشیت عین مشیتِ خدا۔ اور اس کو اولے الامر بنا کر سب کو اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ کما قال اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم یہ اولے الامرؑ جس کی اطاعت مثل اطاعت پیغمبرؐ واجب ہے۔ یہی امام خلق اور ولی خدا ہے۔ اور اس کی اطاعت عین اطاعتِ خدا۔ شاہان دنیا کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان کا یہ مقام نہیں ہے۔ اس لئے کہ امامت میراث انبیاء اور درجۂ اصفیاء اور خلافتِ الٰہی اور جانشینی پیغمبران خدا ہے۔ اس پر وہی متمکن ہو سکتا ہے۔ جو خلیفہ خدا اور قائم مقام رسولؐ اور نفس پیغمبرؐ ہو۔ پس وہ عصمت و ولایت اور سلطنت و ہدایت ہے۔ اور اس عہدے کا وارث و مستحق معصوم۔ و ولی متصرف من اللہ اور سلطان اور اولوالعزم و اولے الامر صاحب قہر و غلبہ و اقتدار اور ہادی خلق ہے۔ کیونکہ امامت ہی تتمیم و تکمیل دین ہے۔ اور اسی وجہ سے روز اظہار امامت و خلافت خلیفۂ رسولؐ علیؑ ابن ابی طالبؑ روز خم غدیر آیہ اتمام و اکمال دین نازل ہوئی۔ اور ارشاد باری پہنچا۔ کہ چونکہ آج امام نصب کر دیا گیا۔ ہم نے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی تمام نعمتوں کو تمہارے لئے پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ اور امام ہی کے وسیلے سے روز قیامت میزان اعمال عباد کا پلہ بھاری ہوتا ہے۔ کیونکہ پیشوا وہی ہے۔ اور بحکم یوم ندعوا کل اناس بامامھم

حشر اسی کے ساتھ ہے۔ اور اعمال عباد کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کی کسوٹی امام ہی ہے۔ امام خدا کا قصد رکھنے والوں کی دلیل، ہدایت پانے والوں کے لئے منارۂ نور اور سالکین الی اللہ کے لئے سبیل الہٰی ہے۔ اور وہ آفتاب ہے جو عارفوں کے دلوں میں چمکتا ہے۔ اور جاہل اس کی صورت ظاہری جسمانی دیکھنے کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کو بصورت ظاہری جسمانی نہ دیکھیں۔ تو اس کے وجود ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔ مگر عارفین وجود شخصی جسمانی کے دیکھنے کے محتاج نہیں ہوتے۔ وہ دل کی آنکھ سے امام کو پہچانتے ہیں۔ اور اس کا نور ان کے دلوں میں ہمیشہ روشن ہے۔ خواہ وہ غائب ہو یا حاضر، مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ نہ نصرت امامتی و ولایتی کے لئے حضور شخصی شرط ہے۔ اور نہ معرفت ولی خدا اور امام ہونے کے لئے حضور جسمانی۔ اس کی ولایت سبب نجات ہے۔ اور اس کی اطاعت زندگی میں فرض ہے اور مرنے کے بعد وہی توشۂ آخرت۔ وہ مومنین کی عزت ہے اور گنہگاروں کی شفاعت اور دوستوں کی نجات اور تابعین و مطیعین کے لئے فوز عظیم۔ کیونکہ امامت و ولایت ہی راس اسلام اور کمال ایمان معرفت حدود و احکام اور بیان حلال و حرام ہے۔ یہ شاہان دنیا کا کام نہیں۔ بس اس لئے یہ وہ مرتبہ ہے جس کو وہی حاصل کر سکتا ہے۔ جس کو اللہ خود انتخاب و پسند فرمائے۔ اور اس کو مقدم کرے اور سب پر وہ خود والی اور حاکم بنائے۔ نہ کہ چند لوگ جمع ہو کر اس کو امام بنا دیں اور حاکم و ولی فرض کریں۔ پس ولایت ہی حفظ ثغور اسلامی۔ تدبیر امور مسلمین اور قصد یدایام و شہور ہے۔ اور یہ سب ولی خدا ہی کے فرائض ہیں۔ اور وہی ہر ایک وقت اور موقع کے لحاظ سے حسب مصلحت زمان و مکان تدبیر امور کرتا ہے۔ اصل مدبر الامور یہی ہے۔ اور جملہ مدبرات الامور اس کے ماتحت ہیں۔ امام تشنگان علوم معارف کے لئے آب شیریں اور طالبان ہدایت کے لئے رہنما برحق۔ امام وہ ہے جو تمام گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ کم سنی کے ہوں یا پیری کے۔ اور وہ اسرار غیوب الہٰی پر مطلع ہوتا ہے۔ امام وہ آفتاب ہدایت ہے۔ جو بزرگان خدا پر انوار جلال و جمال کے ساتھ طالع ہوتا ہے۔ پس وہ فی الحقیقت ایسی شے نہیں ہے۔ جس کو ہاتھ اور آنکھیں پا سکیں۔ اور چھونے اور دیکھنے میں آ سکے۔ وہ ایک سر الہٰی اور حقیقت باطنیہ نورانیہ ہے۔ جو کبھی کبھی صورت بشری میں نمایاں ہوتی ہے۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس قول خداوند عالم میں کہ عزت و غلبہ بس اللہ و رسولؐ اور مومنین مخصوصین کے لئے ہے۔ اور وہ مومنین علیؑ اور اس کی عترت ہیں۔ جو سب اس نور محمدی کی شعاعیں ہیں۔ پس عزت نبیؐ اور عترت نبیؐ کے لئے ہے۔ اور نبیؐ اور عترت نبیؐ کبھی ایک دوسرے سے ابداً آبادا تک جدا نہیں ہو سکتے۔ پس وہی عترت و اہلبیت نبی مرکز دائرہ ایمان اور قطب روائے وجود و آسمان جو دادر شرف موجود ہیں۔ دنیا ان کے لئے بنی ہے

اور انہی کے وجود سے ان کو شرف حاصل ہے۔ ورنہ عالم وجود میں کیا دھرا ہے۔ لولاک لما خلقت
الافلاک خدا نے یہ سب کچھ اپنے حبیبؐ اور حبیبؐ کے محبوبوں اور اس کی نورانی شعاعوں کے
لئے کیا ہے۔ یہی ضیاء آفتاب شرافت اور نور ماہتاب عزت و جلالت۔ اور یہی اصل و معدن عز و مجد
اور اس کے منتہی و مبنیٰ ہیں۔ بناشے عز و مجد انہی پر ہے۔ امام ہی ضلالت کی تاریک راتوں میں سفید
درخشاں چراغ ہے۔ اور وہی سبیل الٰہی اور اس تک پہنچنے کا کھلا ہوا راستہ ہے۔ امام ہی سب کو
سیراب کرنے والا جوش زن پانی اور موج زن سمندر ہے۔ جس کا کہیں ساحل نہیں۔ امام بدر منیر اور
علوم و معارف سے لبالب تالاب ہوتا ہے۔ امام ہی وہ صراط الٰہی ہے۔ جس کے راستے واضح ہیں۔
اور وہ دلیل و رہنما ہے جب کہ ضلالت کے ہولناک راستے ناپیدا ہوں۔ امام ہی رحمت الٰہی کا ٹوٹ کر
برسنے والا بادل اور باران کثیر ہے۔ امام ہدایت کا بدر کامل اور راہنمائے فاضل، سب پر سایہ رکھنے والا
آسمان رحمت اور بزرگ نعمت الٰہی ہے۔ امام علوم و کمالات کا وہ بحر ناپیدا کنار ہے۔ جو کبھی خشک نہیں
ہو سکتا اور وہ شرف ہے جس کی توصیف نہیں کی جا سکتی۔ وہ کثیر الماء چشمۂ فیض الٰہی ہے۔ اور نعمات
خداوندی کا سرسبز باغ۔ امام مہکتا ہوا چمن رسالت کا پھول۔ چمکتا ہوا آسمان۔ ولایت کا چاند اور درخشاں
آفتاب امامت ہے۔ وہ خوشبوئے پاکیزہ ہے جو سب کو پہنچتی ہے اور روحوں کو فرحت بخشتی ہے امام
مجسمۂ عمل صالح اور وہ فائدہ بخش مال تجارت ہے۔ جس سے کبھی نقصان نہیں۔ اور وہ سبیل واضح ہے
جس سے کوئی بھٹک ہی نہیں سکتا۔ امام بمنزلہ طبیب رفیق ہے اور پدر مہربان۔ اور ہر ایک مصیبت
و مشکل میں ملجا و ماویٰ اور پناہ بندگان خدا۔ خواہ ظاہر ہو یا غائب۔ اس عالم میں ہو یا اُس عالم میں۔ ہر
مصیبت میں نصرت کرتا اور مشکل میں کام آتا ہے اور مشکلکشائے خلق ہے۔ اور من جانب اللہ
صاحب حکم و امر و نہی الٰہی۔ اور اس کا امر امر خدا اور اس کی نہی نہی خدا ہے۔ وہی از جانب خدا جمیع خلائق پر
محافظ و نگراں و حاکم و مسلط ہے۔ اور وہی جملہ حقائق پر امین خدا۔ اس کے بندوں پر اس کی حجت اور اس کی
زمین اور اس کے ملک میں اس کی راہ روشن۔ تمام گناہوں سے پاک اور جملہ عیوب سے مبرا اور جملہ اسرار
غیب پر مطلع۔ اس کی حقیقت ظاہر یہ ایک ایسا امر ہے جس پر کوئی محیط نہیں ہو سکتا اور اس کو پا نہیں سکتا۔
اور باطن امام وہ غیب الٰہی ہے جس کو کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ اور کون ہے جو سر الٰہی کو پہچان لے اور اس کا
ادراک کر سکے۔ وہ یکتائے روزگار اور امر و نہی خدا میں اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ ہر ایک امر و نہی
خدا کی اسی کے ذریعہ سے پہنچتی ہے۔ تنزل الملٰئکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر وہی
ولی الامر ہے۔ اور جو کچھ کہے یا کرے عین حکم خدا ہے۔ نہ اس کا کوئی مثل و نظیر پایا جاتا ہے اور نہ اس کا کوئی

اور عوض و قائم مقام ہو سکتا ہے۔ پس کون ہے۔ جو اہل بیت عترت رسولؐ کی معرفت حاصل کر سکے۔ یا ہمارے مرتبے کو پہنچ سکے۔ یا ہماری کرامت کا مشاہدہ کر سکے۔ یا ہمارے درجے اور ہماری منزلت کو پا سکے جو کچھ میں نے کہا۔ اور اوصاف امام بیان کئے۔ اس میں عقول حیران ہیں اور افہام عباد سرگشتہ و پریشان۔ یہ وہ مرتبہ ہے۔ جس کے سامنے بڑے بڑے لوگ حقیر ہیں۔ اور اس کے ادراک سے علما قاصر شعرا ماندے۔ بلغاء و خطباء گونگے و بہرے اور فصحا عاجز اور زمین و آسمان نشان اولیاء اللہ میں سے ایک وصف بیان کرنے سے پست و حقیر و عاجز۔ اور کیا پہچانا جا سکتا ہے یا اس کا وصف کیا جا سکتا ہے یا اس کا علم ہو سکتا ہے اور اس کو سمجھا جا سکتا ہے یا اس کا ادراک کیا جا سکتا ہے یا اس کو پا سکتے ہیں۔ جو شعاع جلالِ کبریاء و شرفِ ارض و سماء ہو۔ مقام آل محمدؐ اس سے بزرگ و برتر ہے۔ کہ کوئی وصف کنندہ ان کی توصیف کر سکے۔ یا اس کی نعت و تعریف لکھ سکے۔ یا یہ کہ تمام عوالم میں ان کے ساتھ کسی اور کو قیاس کیا جا سکے۔ ان کے ساتھ ہرگز ہرگز کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی مخلوق ان کے مرتبہ اور پایہ کی نہیں ہے۔ اور کیونکر کوئی اس درجہ کو پہنچ سکتا ہے۔ حالانکہ یہ کلمہ علیاء الٰہی و کلمة الله هي العليا اور تسمیہ بعضاء خداوندی ہیں۔ ؎

مرجع ہوئے ہو کشاں نقطۂ باء بسملہ — کشف بیان وحد تش نفی و ثبوت ہیللہ
آیت دستِ قدرتش نص صریح ھو قلہ — از جبروت دسے تندادر ملکوت غلغلہ!
بر سر مشرکین زدہ تا صف حشر دلولہ
پیشرو پیمبراں قطب جہاں علیؑ علیؑ

اور یہی وہ وحدانیت کبریٰ ہیں و مظہر توحید الٰہی ہیں۔ کہ جس نے ان سے منہ موڑا۔ اور ان سے پھرا۔ وہ وحدانیت سے مڑ گیا۔ اور یہی حجاب اعظم اعلائے خدائی ہیں۔ پس اس امام کو کون خود اختیار کر سکتا ہے۔ اور عقلیں اس کو کہاں پہنچ سکتی ہیں۔ اور کون ہے وہ جس نے اس کو پہچانا۔ یا اس کی توصیف کی۔ جملہ واصفین سے کوئی حق توصیف امام کو نہیں پہنچا۔ اس واسطے کہ ان کا مقام فوق جمیع مخلوقات اور تحت خالق ہے۔ اور مرتبہ الوہیت سے نیچے جو کچھ چاہو۔ ان کی تعریف و توصیف کرو۔ ان کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ فقالوا انزلونا عن الربوبية وقولوا فينا ما شئتم ولن تبلغوا۔ ہمیں خدا تو نہ کہو۔ اور اس سے نیچے جو کچھ چاہو تعریف کرو۔ اصل مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکو گے۔ لوگ یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ یہ امامت آل محمدؐ کے سوا غیروں میں پائی جاتی ہے جھوٹے ہیں۔ اور ان کے قدم صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں۔ وہ بنی اسرائیل کی طرح خود ساختہ

معبود و مربی بنا کر بچھڑا پوجنے لگے ہیں۔ اور شیاطین کو اپنی جماعت بنالیا ہے۔ اور یہ کل باتیں خاندان خلّت و صفوت اور خانہ عصمت و طہارت و معدن رسالت و حکمت کی دشمنی اور ان سے حسد کی وجہ سے ہیں۔ ان کے لئے ان کے اعمال کو شیطان نے مزین کر دیا ہے۔ خدا انہیں ہلاک و برباد کرے۔ کس طرح انہوں نے اس کو امام بنا لیا۔ جو جاہل۔ بت پرست اور لڑائی میں نامردی دکھلانے والا تھا۔ حالانکہ واجب و لازم ہے۔ کہ امام ایسا عالم ہو۔ کہ کسی امر ضروری امت سے جاہل نہ ہو والحجۃ ملکی یقول لاادری۔ حجت خداوہ ہے۔ جو کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ اور ایسا شجاع و بہادر ہو۔ کہ کسی معرکہ سے منہ نہ موڑے۔ و حسب میں اس سے کوئی بالا ہو۔ اور نہ نسب میں کوئی اس کے برابر۔ پس امام برحق ذردۂ قریش و شرف بنی ہاشم و بقیہ ذریت ابراہیمؑ سے ہوتا ہے جس میں امامت بجعل الٰہی قیامت تک باقی ہے۔ اور وہ شاخ بلند نبی کریم نفس رسولؐ ہے۔ جو برضاء و نص صریح الٰہی مقرر ہوتا ہے۔ اور یہ انتخاب خلافت الٰہیہ کے لئے ضروری ہے۔ خلیفہ خدا وولی خدا مقرر کردۂ خدا ہی ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ پس وہ شرف ہے اشراف کا اور فرع ہے عبد مناف کی۔ وہ سیاست زمین واہل زمین کا عالم اور ان پر ریاست عامہ تامہ رکھتا ہے۔ لان الامامۃ ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکم اور قیامت تک اس کی اطاعت فرض ہے۔ خدا اس کے قلب میں اپنے اسرار کو ودیعت کرتا ہے۔ اور اپنے ان اسرار میں اس کی زبان کو گویا اور جاری کرتا ہے۔ پس وہ معصوم اور موفق من اللہ ہوتا ہے نہ نامرد و بزدل ہوتا ہے نہ جاہل۔ اے طارق لوگوں نے ایسے امام برحق کو چھوڑ دیا۔ اور ہوا و ہوس کے پیرو ہو گئے۔ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے۔ جو بغیر ہدایت خدا اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ ارایت الذی اتخذ الٰھہ ھواہ اے طارق امام فرشتہ بصورت بشری اور ایک جسد سماوی نہ جسم ارضی۔ ایک امر الٰہی اور روح قدسی ہے۔ یہ روح قدس ہی حامل نبوت و امامت ہے۔ جس میں یہ روح قدس عرشی نہ ہو۔ جو فوق ارواح ہے۔ تو وہ ہرگز نبی یا امام نہیں ہو سکتا اور بار نبوت و رسالت نہیں اٹھا سکتا۔ اور قابل وحی کلامی الٰہی نہیں ہو سکتا۔ امام مقام علیؑ و نور جلی و سر خفی الٰہی ہوتا ہے۔ پس اس لئے وہ ملکی الذات و الٰہی الصفات و زائد الحسنات و عالم المغیبات ہے ذات اس کی ذات ملکی ہے مگر صفات صفاتِ الٰہی۔ جب تک وہ متصف باوصاف خدائی و متخلق باخلاق الٰہی متادب بآداب خداوندی نہ ہو۔ اس وقت تک وہ ہرگز خلیفہ خدا و جانشین رب علاء نہیں کہلا سکتا۔ خلافت الٰہیہ نہیں ہے مگر اتصاف باوصاف الٰہی۔ پس امام ذات میں دراصل فرشتہ ہوتا ہے مگر صفات اس کی

صفات خدائی اور مظہر کمالات خداوندی ہے۔ ملائک سے کہیں افضل واشرف و اعلیٰ ہوتا ہے۔ تمام ملائکہ تحت خلافت الٰہیہ ہیں۔ وہ ولی الامر ہے اور ملائکہ مدبرات امور۔ اور مدبرات امور تحت حکم ولی الامور ہیں۔ اور چونکہ وہ خلیفہ خدا و مظہر اوصاف الٰہ ہے۔ تخصیص وتشخیص رب العالمین اور نص رسول اللہ صادق امین سے مقرر و معین ہوتا ہے۔ اور یہ کل باتیں اور جملہ اوصاف سوائے آل محمدؐ کے اور کسی میں نہیں پائے جا سکتے۔ انہی کو خدا نے روز اوّل سے اس کے لئے پسند اور اختیار کیا ہے۔ اور ان کو مظہر اوصاف بنایا ہے اور اپنا خلیفہ وجانشین قرار دیا ہے۔ اور کوئی دوسرا اس میں ان کا شریک نہیں۔ کیوں کہ یہی معدن تنزیل اور معنی تاویل کلام رب جلیل ہیں۔ اور خاصان خدائے رب العالمین اور جائے ہبوط رود جبرئیل امین ہیں۔ انہی کے یہاں ملائکہ آتے ہیں۔ یہی برگزیدہ خدا۔ راز خدا اور کلمۃ اللہ۔ شجرۂ نبوت و معدن صفوت عین فعال الٰہی اور منتہائے دلالت کلام خدا اور اس کا مقصود و مراد ہیں۔ یہی محکم رسالت و آیت محکمہ نبوت اور نور جلال الٰہی ہیں۔ یہی جنب خدا۔ اس کی امانت۔ موضع کلمۃ اللہ۔ مفتاح حکمت۔ مصباح رحمت اور سرچشمۂ نعمت خدا ہیں۔ یہی سبیل الٰہی اور سلسبیل ہیں۔ اور یہی میزان مستقیم۔ راہ قویم۔ ذکر حکیم نفس وجود ان کا ذکر الٰہی ہے۔ جو راز حکمتہائے گوناگوں ہے۔ وجہ کریم۔ جہت رجوع الی اللہ اور وجہ تقرب رب العالمین اور نور قدیم ہیں۔ کہ نور اس وقت تھا۔ جبکہ کوئی مخلوق خلق نہ ہوا تھا۔ یہی صاحبان تشریف وتقویم وتقدیم وتفصیل وتعظیم۔ جانشینان نبی کریمؐ فرزندان رسول رؤف رحیم اور امانت داران خدائے علی عظیم ذریت انبیاء و عترت خاتم المرسلینؐ ہیں۔ اور خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ یہی قوام عالم وجود ہیں۔ اور یہی سب سے مقدم۔ یہی سب سے معظم ومکرم اور سب سے افضل اور امانت اسرار الٰہی انہی کے سپرد ہے۔ لانهم عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون یہی ہدایت کا نشان بلند ہیں۔ اور یہی وہ طریق اقوم ہیں۔ جس میں کسی طرح کی کجی اور کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہو سکتا ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم اور یہ قرآن ہدایت کرتا ہے۔ ایک ایسے راہ کی جو خود اس سے بھی مستقیم تر ہے۔ یہ کتاب صامت ہے۔ اس کو جو چاہے اپنے مقصد کے موافق تاویل کر سکتا ہے۔ اور اپنے مطلب کی طرف پھیر سکتا ہے۔ مگر یہ ائمہ کلام اللہ ناطق ہیں۔ اور صاحب اختیار و ارادہ وحکم وتصرف ہیں۔ ان میں کسی قسم کا تصرف نہیں ہو سکتا۔ ان میں کسی قسم کی کجی نہیں ہو سکتی۔ جس نے ان کو پہچان لیا۔ اور ان سے اپنے دین اور معارف قرآن کو لیا۔ بس وہ ان کی جماعت میں سے ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس قول میں ومن تبعنی فانه منی جس نے میری پیروی کی۔ وہ مجھ سے ہے۔ اور میری جماعت میں داخل ہے۔ اللہ نے ان کو اپنے نور عظمت سے خلق کیا ہے۔ اور ان کو اپنی مملکت کے امور کا والی و حاکم بنایا ہے۔

پس وہی خداوند عالم کے پوشیدہ اور محفوظ راز ہیں۔ اور اس کے اولیاء مقرب ہیں۔ اور وہی وہ عجیب امر مکنون و محزون ہیں۔ جو لفظ کُن سے ظاہر ہوا۔ اور عجیب و غریب صنعت الٰہی ہیں بلکہ حقیقت لفظ کلمہ کُن فیکون وہی ہیں۔ اور وہ دراصل وہ کلمہ وجودیہ الٰہیہ ہیں جن سے خدا نے زمین و آسمان کو اس کلمہ تامہ سے خلق کیا ہے۔ و بکلماتک التی خلقت بھا السموات و الارض خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر اور اسی کی طرف سے بولتے ہیں، اور اسی کا کلام پہنچاتے ہیں۔ اور اسی کے امر پر عمل کرتے ہیں و جعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا تمام انبیاء کا علم ان کے علم کے مقابل اور تمام اوصیاء کا راز ان کے راز کے مقابل اور ان کی عزت کے مقابل اولیاء کی عزت مثل ایک قطرے کے ہے دریا میں سے اور مثل ایک ذرے کے ہے صحرا میں سے۔ زمین اور آسمان امام کے نزدیک مثل اس کے ہاتھ اور ہتھیلی کے ہیں۔ یعنی زمین و آسمان اس کے نزدیک ایسے ہیں۔ کہ جیسے ہاتھ میں ہتھیلی۔ وہ ان کے ظاہر و باطن کو پہچانتا ہے۔ اور نیک و بد کو جانتا ہے۔ اور ان کے ہر ایک رطب و یابس کا علم رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی کو گزشتہ و آئندہ کا علم تعلیم دیا تھا۔ اور اس سر مکنون مصون کے اس کے اوصیاء منتجبین وارث ہوئے۔ **اور جو اس بات کا انکار کرے۔ وہ بدبخت ملعون ہے اور اس پر خدا لعنت کرتا ہے۔ اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔** اور کیوں ایسا نہ ہو۔ اس لئے کہ خدا کس طرح اپنے بندوں پر ایسے شخص کی طاعت فرض کر سکتا ہے۔ جس سے باطن زمین و آسمان پوشیدہ رکھے۔ اطاعت مطلقہ اسی شخص کی فرض ہے۔ جو تمام زمین و آسمان کے ظاہر و باطن کا عالم ہے اور ان پر احاطہ علمی رکھتا ہے۔ اور شان محمد و آل محمد میں ایک ایک نقطہ ستر ستر توجیہیں رکھتا ہے۔ اور جہاں کہیں اس ذکر حکیم (قرآن) کتاب کریم اور اس کلام قدیم میں کوئی آیت ہے جس میں وجہ۔ عین۔ ید اور جنب کا ذکر ہے۔ پس ان سب سے مراد یہی ولی اللہ ہے۔ اس لئے کہ وہی جنب اللہ و وجہ اللہ یعنی حق اللہ و علم اللہ و عین اللہ و ید اللہ ہے۔ پس وہی جنب اللہ اعلیٰ۔ وجہ اللہ مرضے اور سیراب کرنے والے چشمے اور خدا کی سیدھی راہ ہیں۔ اور وہی خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور اس کے عفو و رضا کا ذریعہ ہیں۔ ابتغوا الیہ الوسیلۃ بلا اس وسیلے کے خدا نہیں مل سکتا۔ بلا ان کے توسل اور توصل کے بخشش نہیں ہو سکتی۔ بلا محمد و آل محمد کا دامن پکڑے نجات ناممکن ہے۔ یہی خداوند واحد و احد کا راز ہیں۔ پس ان کے ساتھ کسی مخلوق کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہی مخصوصین خدا اور اس کے مخلص بندے ہیں۔ اور یہی سر اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ یہی باب الایمان اور کعبۃ الایمان اور قبلۃ الانام ہیں۔ یہی حجت اللہ اور اس کے

صراط مستقیم ہیں۔ یہی علم ہدایت اور اس کا نشان ہیں۔ یہی خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہیں۔ نفس وجود
ان کا مجسم فضل ورحمت خدا ہے۔ اور رحمۃ للعالمین کے قائم مقام۔ یہی عین الیقین اور حقیقۃ الایمان ہیں۔ اور
یہی صراط حق اور عصمۃ الحق ہیں۔ یہی مبدء وجود و مختتم وجود ہیں۔ بھم فتح اللہ وبھم یختتم انہی سے
خدا نے دنیا کی ابتداء کی ہے۔ اور انہی پر خاتمہ ہوگا۔ نحن الاولون والاخرون السابقون المقربون
اور یہی قدرت پروردگار اور اس کی مشیت ہیں۔ یہی ام الکتاب اور خاتمۃ الکتاب ہیں۔ فاتحہ کتاب
تکوین یہی اور خاتمہ مصحف تدوین یہی ہیں ماحصل فصل الخطاب اور اس کی دلالت یہی ہیں۔ ان کا کلام
نہیں بلکہ یہ مجسم فصل الخطاب ہیں۔ یہی خزینہ دار وحی الہی اور اس کے محافظ ہیں۔ یہی آیہ کتاب اللہ اور اس کے
مبینین اور مترجمین وترجمان الہی ہیں۔ یہی مبدء و معدن تنزیل ہیں۔ اور یہی اس کا مبتٰی و منتہٰی۔ یہی وہ
کواکب علویہ اور انوار علویہ ہیں۔ جو آفتاب عصمت فاطمہؑ سے آسمان عظمت محمدیہ میں چمکے
اور روشن ہوتے۔ یہی وہ شاخہائے نبوی ہیں جو شجرہ عالیہ احمدیہ میں اگیں۔ مثل نورہ کمشکوٰۃ
فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ
زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیئ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یھدی اللہ
لنورہ من یشاء۔ یہی وہ اسرار الہی ہیں۔ جو صور بشریہ میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ صورت ان کی
صورت بشری ہے اور باطن ان کا راز الہی۔ یہی ذریت زکیہ اور عترت ہاشمیہ ہیں جو تاج محمدیہ ہے
پس یہی بہترین مخلوقات ہیں کہ ان سے بہتر و افضل کوئی مخلوق نہیں ہے۔ یہی ائمہ طاہرین عترت معصومہ
ذریت مکرمہ۔ خلفاء راشدین۔ اوصیاء منتجبین اسباط مرضیین اور ہداۃ مہدیین صدیق اکبر اور آل طٰہٰ و یٰسٓ کے
مبارک اور درخشاں وجود ہیں۔ اور جملہ اولین وآخرین پر حجت خدا ہیں۔ ان کا نام پاک پتھروں پر۔ درختوں کے
پتوں پر۔ پرندوں کے پروں پر۔ دوزخ وجنت کے دروازوں پر۔ عرش اور آسمانوں پر۔ فرشتوں کے بازوؤں
پر۔ حجابہائے عظمت وجلال الہی اور سرادقات عز و جلال خداوندی پر لکھے ہوئے ہیں۔ انہی کے نام
سے پرندے تسبیح کرتے ہیں۔ اور ان کے شیعوں کے لئے مچھلیاں سمندروں میں استغفار کرتی ہیں۔ اور
خدا نے ہر ایک مخلوق سے اپنی وحدانیت اور اس ذریت زکیہ کی ولایت اور ان کے دشمنوں سے بیزاری
کا عہد لیا ہے۔ اور عرش قائم نہ ہوا تا اینکہ اس پر نور سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا گیا۔
اللھم صل علی محمد وآل محمد من الازل والابد۔

یہ کلام ہے اس امام ہمام کا جو ترجمان وحی الہی اور خدا کی بولتی ہوئی زبان ہے۔ اور اصل فصل الخطاب اور
آیۃ اللہ ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف معارف وحقائق سے پر ہے۔ اس کلام بلاغت التیام

میں تصدیق ہے ان اوصاف امامت کی جو ہم لکھ چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں۔ اور ہر ایک وصف کے ساتھ دلیل و برہان کلام امام میں موجود ہے۔ اس کا حرف حرف دال ہے۔ نبوت و رسالت وولایت امامت وخلافت الٰہیہ ذریت طیبہ طاہرہ معصومہ اور عترت نبویہ ہاشمیہ طاہرہ محمدیہ سے مختص ومخصوص ہے۔ اور خلافت الٰہیہ اتصاف باوصاف خدائی۔ تخلق باخلاق الٰہی اور تادب بآداب ربانی کا نام ہے۔ اور خلفاء اللہ وخلفاء رسول اللہ وہی برگزیدہ بندے ہیں۔ جو نور محمدی کے ٹکڑے اور جن کو خدا نے اپنے اوصاف و کمالات کا مظہر بنا کر اور اپنے اسرار ودیعت کرکے صورت بشری میں ظاہر کیا ہے۔ اور اپنی قدرت و مشیت کا محل گردانا ہے۔ اور روز ازل سے تمام مخلوقات پر ان کی اطاعت کو فرض کیا ہے۔ اور بواطن زمین وآسمان کا علم ان کو عطا کر دیا ہے۔ خلافت الٰہیہ کو اجماع عوام یا شورائے خواص یا غلبہ وسلطنت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خاص فضل ورحمت الٰہی ہے۔ جبر وقہر سے چھیننے جھپٹنے سے کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ روزہ نماز سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ حج کرنے سے میسر نہیں ہوتی۔ بلکہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ عترت و ذریت نبوی کے سوا دوسروں میں ان اوصاف کا تلاش کرنا تحصیل محال ہے۔ اور اس عترت زکیہ طاہرہ مرضیہ کے سوا کہیں اور امامت، خلافت اور عہدہ و بیعت کو قرار دینا خداوند رب العالمین کو چھوڑ کر فرعون و نمرود کی خدائی کا قائل ہوتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں شیاطین کو اولیاء بنانا ہے۔

مزید بعض تشخیصات امام مطلق ؑ

یہاں ہم بعض وہ اوصاف ظاہریہ امام ذکر کرتے ہیں۔ جن کو عوام بھی سمجھ سکیں۔ اور امام حق و باطل میں تمیز اور امام برحق کی تشخیص کر سکیں۔ وھی ھذہ عن الرضا علیہ السلام عن الحسن بن فضال عن ابیہ قال للامام علامات یکون اعلم النّاس واحکم النّاس واتقی النّاس واحلم النّاس واشجع النّاس واسخی النّاس واعبد النّاس ویولد مختونا ویکون مطھرا ویری من خلفہ کما یری من بین یدیہ ولا یکون لہ ظل اذا وقع الی الارض من بطن امہ وقع علی راحتیہ رافعا صوتہ بالشھادتین ولا یحتلم وتنام عیناہ ولا ینام قلبہ ویکون محدثا ویستوی علیہ درع رسول اللہ ویکون اولی النّاس منھم بانفسھم واشفق علیھم من آبائھم وامھاتھم ولا یری لہ بول ولا غائط ووکل الارض بابتلاع ما یخرج منہ ویکون اشد النّاس تواضعا للہ ویکون اخذ النّاس بما یامر بہ واکف النّاس عما ینھی عنہ

وَيَكُونُ دُعَائُهُ مُسْتَجَاباً حَتّٰى اَنَّهُ لَوْ دَعَا عَلَى الصَّخْرَةِ لَانْشَقَّتْ بِنِصْفَيْنِ وَيَكُونُ عِنْدَهُ سِلَاحُ رَسُولِ اللّٰهِ وَسَيْفُهُ ذُوالْفِقَارِ وَيَكُونُ عِنْدَهُ صَحِيفَةٌ فِيهَا اَسْمَاءُ شِيعَتِهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَصَحِيفَةٌ فِيهَا اَسْمَاءُ اَعْدَائِهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيَكُونُ عِنْدَهُ الْجَامِعَةُ فِيهَا جَمِيعُ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ وُلْدُ اٰدَمَ وَيَكُونُ عِنْدَهُ الْجَفْرُ الْاَكْبَرُ وَالْجَفْرُ الْاَصْغَرُ اِهَابُ مَاعِزٍ وَاِهَابُ كَبْشٍ فِيهِمَا جَمِيعُ الْعُلُومِ حَتّٰى اَرْشُ الْخَدْشِ وَحَتَّى الْجَلْدَةِ وَنِصْفُ الْجَلْدَةِ وَثُلُثُ الْجَلْدَةِ وَيَكُونُ عِنْدَهُ مُصْحَفُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ۔

یعنی امامؑ کی چند علامتیں ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ وہ سب لوگوں سے عالم تر۔ سب سے حاکم تر۔ سب سے حلیم۔ سب سے پرہیزگار۔ سب سے شجاع۔ سب سے سخی اور سب سے زیادہ عابد ہوتا ہے۔ ختنہ شدہ اور پاک وطاہر پیدا ہوتا ہے۔ وہ پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح آگے سے۔ اور اس کا سایہ نہیں ہوتا۔ اور جب وہ شکم مادر گرامی سے زمین پر آتا ہے۔ تو دونوں ہتھیلیاں زمین پر ٹیکتا ہے۔ اور باواز بلند کلمۂ شہادت پڑھتا ہے۔ اور اس کو احتلام نہیں ہوتا۔ اس کی آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا۔ ملائکہ اس سے باتیں کرتے ہیں۔ اور رسول خدا کی زرہ اس کے ٹھیک درست آتی ہے۔ اس کا بول و براز دکھلائی نہیں دیتا۔ زمین میں فوراً جذب ہو جاتا ہے۔ اور وہ نگل جاتی ہے۔ وہ لوگوں کی جانوں کا خود ان کے نفسوں سے زیادہ مالک ہے۔ اور ان پر ان کے ماں باپ سے زیادہ مہربان۔ اور خدا کے لئے سب سے زیادہ متواضع اور فرانبردار ہوتا ہے۔ اور جو کچھ حکم دیتا ہے اس کا سب سے زیادہ پابند ہوتا ہے۔ اور جس سے منع کرتا ہے سب سے زیادہ اس سے محترز رہنے والا ہے۔ اور اس کی دعا مستجاب ومقبول ہوتی ہے۔ کبھی رد نہیں ہوتی۔ اگر سنگ سخت پر دعا کرے۔ تو دو ٹکڑے ہو جائے۔ اور اس کے پاس اسلحہ رسولؐ اور سیف رسولؐ ذوالفقار ہوتی ہے۔ اور اس کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے۔ جس میں قیامت تک کے شیعوں اور محبین کے نام ہوتے ہیں۔ اور ایک صحیفہ ہوتا ہے۔ جس میں تمام دشمنوں کے نام ہوتے ہیں۔ اس کے پاس صحیفہ جامعہ ہوتا ہے۔ جو ایک طولانی طومار کا ستر ہاتھ کا ہوتا ہے اور اس میں کل مایحتاج عالم علوم ہوتے ہیں۔ اور اس کے پاس جفر اکبر ہے۔ جو بکری کی کھال پر ہے اور جفر اصغر ہے۔ جو مینڈھے کی کھال پر ہے۔ اور ان میں تمام احکام ہیں حتےٰ کہ خراش اور کھرونچ کا بھی حکم ہے۔ ایک کوڑے۔ آدھے کوڑے اور تہائی کوڑے کا حکم ہے۔ اور اس کے پاس صحیفۂ جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا ہوتا ہے۔ یہ کل تیس صفتیں ہیں۔ جو کل کی کل صفات محمدی واوصاف نبوی ہیں۔ دیکھو خصائص نبوی۔ نہ صرف یہ حدیث بلکہ بہت سی آیات واحادیث سے یہ اوصاف ثابت ہیں۔ کچھ پہلے مذکور ہو بھی چکی ہیں۔ اور کچھ ضمن بیانات آئندہ

میں آئیں گے۔ غرض یہ تمام اوصاف نبویؐ امام کے لئے ضروری ہیں۔ الّا یہ کہ وہ نبی و رسول کہلاتا ہے۔ اور یہ محدث ما من نبی ولا رسول ولا محدث اوّل سے سات تک اور اکیس سے تیئیس تک آثار علم و قدرت و عصمت ہیں۔ جو معیار امامت و نبوت ہیں۔ اور آٹھویں نویں۔ چودھویں اور اٹھارھویں صفتیں آثار طہارت۔ اور دسویں گیارھویں اور پندرھویں صفتیں آثار نورانیت و روحانیت خاصہ۔ جیسا کہ شہید کی تفسیر وغیرہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور بارھویں تیرھویں اور سولھویں دلائل و شہادات نص امامت۔ تاکہ پہچانا جائے۔ کون برگزیدۂ خدا و منصوص من اللہ اور مختص بعنایۃ اللہ ہے۔ اور باقی تمام اوصاف آثار خلافت۔ نبوت و رسالت ہیں۔ پیغمبرؐ تمام مومنین کی جانوں کا ان سے زیادہ مالک ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔ نبی مومنین کی جانوں کا خود ان سے زیادہ مالک اور ان پر متصرف و حاکم ہے۔ اسی طرح اس کا جانشین و امام وقت۔ اور خدا پیغمبرؐ کی شان میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ تمہارے پاس تمہارے بہترین نفوس میں سے رسولؐ آیا ہے۔ جس کو تمہاری تکلیف نہایت گراں گزرتی ہے۔ اور تمہارے لئے بہت ہی حریص ہے۔ اور چاہتا ہے کہ تمام خیرات تمہارے لئے حاصل ہو جائیں۔ اور مومنین پر نہایت ہی نرم و مہربان ہے۔ پس پیغمبرؐ سب سے زیادہ شفیق و مہربان ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا قائم مقام۔ اور چونکہ وہ جانشین و قائم مقام رسولؐ ہے۔ تمام تبرکات نبویؐ اور اسلحہ جات اس کے پاس ہوتے ہیں۔ تاکہ عوام و کم عقل اور موٹی عقل کے آدمی بھی سمجھ سکیں۔ کہ یہی جانشین رسولؐ ہے۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے۔ کہ کسی کی مخصوص اشیاء اسی کو ملتی ہیں۔ جو اس کا جانشین اور قائم مقام ہوتا ہے۔ اور اسی واسطے زرہ رسولؐ اس کے پوری آتی ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ خلعت خلافت نبویؐ کے یہی موزوں ہے۔ اور باقی تمام صحف علمیہ تبرکات نبویؐ ہیں اور نشان قائم مقامی۔ جب تک یہ صفات اور اوصاف تماماً نہ پائے جائیں۔ دعوئے خلافت نبویؐ قطعاً باطل ہے۔ ان میں سے ایک بھی کم نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک امام و خلیفۂ رسولؐ کا ان اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ اور جس میں علاوہ تمام دیگر اوصاف و کمالات و معجزات مذکورہ کے یہ تمام اوصاف نہ پائے جائیں۔ وہ دعوئے مہدویت میں بالکل جھوٹا۔ کاذب محض اور خالص مفتری۔ مردود درگاہ الٰہی ہے۔

تشخیص الائمہ از احادیث

حدیث۔ کتاب المناقب میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو پسند کیا اور منتخب کیا اور رسول بنایا۔ اور مجھ پر سید الکتب قرآن شریف کو نازل کیا۔ پس میں نے عرض کیا۔

بارالہٰا۔ تو نے موسےٰ کو فرعون کی طرف بھیجا۔ تو اس نے دعا کی۔ کہ اس کے ساتھ ہارونؑ کو اس کا وزیر بنایا جائے۔ اور اس سے اس کا بازو قوی کیا جائے۔ اور اس سے اس کے قول کی تصدیق کی جائے۔ یعنی اس کا مصدق بنے۔ اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ کہ اے میرے مولا اور میرے معبود میرے اہل بیت میں سے میرا بھی وزیر بنا۔ اور اس کو میرا قوت بازو قرار دے۔ پس علیؑ کو میرا وزیر اور بھائی قرار دے۔ اور اس کے دل میں شجاعت دے۔ اور دشمن پر اس کے لئے ہیبت قرار دے۔ درآنحالیکہ وہی پہلا شخص ہے۔ جس نے میری تصدیق کی ہے۔ اور مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اور میرے ساتھ سب سے پہلے خدا کی توحید ظاہر کی ہے۔ پس میں نے اپنے پروردگار سے یہ دعا کی۔ تو اس نے قبول فرمائی۔ اور یہ مجھ کو دے دیا۔ پس علیؑ سیدالاوصیاء ہے۔ اس سے ملحق ہونا سعادت ہے۔ اور اس کی اطاعت میں مرنا شہادت۔ اور اس کا نام توریت میں میرے نام کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور اس کی بیوی صدیقۂ کبریٰ میری بیٹی ہے اور اس کے دونوں بیٹے سرداران اہل بہشت میرے بیٹے ہیں۔ اور وہؑ اور وہ دونوںؑ اور ان کے بعد کے ائمہؑ سب بعد انبیاءؑ کے خلق خدا پر حجت خدا ہیں۔ اور وہی میری امت میں ابواب علوم ہیں۔ جو ان کے ساتھ ہو گیا۔ جہنم سے نجات پا گیا۔ اور جس نے ان کی اقتدا کی۔ صراط مستقیم پر پہنچ گیا۔ جس کو اللہ ان کی محبت عطا کر دے۔ پس وہ جنت ہی میں داخل ہو گیا۔

حدیث۔ اسی کتاب المناقب میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے مروی ہے۔ کہ رسولِ خدا نے فرمایا اے علیؑ تو میرا وصی ہے۔ تیری لڑائی میری لڑائی ہے اور تجھ سے صلح مجھ سے صلح۔ وَاَنْتَ الْاِمَامُ وَاَبُوالْاَئِمَّةِ الْاَحَدَ عَشَرَ الَّذِیْنَ ھُمُ الْمُطَھَّرُوْنَ الْمَعْصُوْمُوْنَ وَمِنْھُمُ الْمَھْدِیُّ یَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا الخ اور تو امام ہے۔ اور تو ان گیارہ اماموں کا باپ ہے جو مطہر و معصوم ہیں۔ اور انہی میں سے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔

حدیث۔ علامہ الحموینی نے خود حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ خوشحال اس کا جو تجھے دوست رکھے۔ اور تیری تصدیق کرے اور وائے بحال آنکہ جو تجھے دشمن رکھے اور تیری تکذیب کرے۔ تیرے دوست اہل آسمان میں معروف ہیں۔ اور وہی اہل دین و پرہیزگار اور متواضع اور اچھے نشان والے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں خشوع و خضوع ہوتا ہے اور دل خوفِ خدا سے بھرے ہوئے۔ اور وہ تیرے حق داری کو پہچانتے ہیں۔ اور ان کی زبانیں میری فضیلت میں ناطق ہیں۔ اور تیرے اوپر رقت قلب سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری رہتی

ہیں تجھ پر اور تیری اولاد کے ائمہ پر۔ اور وہ عمل کرتے ہیں اس پر جو خدا نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے۔ اور جو کچھ کہ میں نے امر کیا ہے اور جو کچھ کہ تیری اولاد کے اولوالامر قرآن و سنت کا حکم دیتے ہیں۔ اور وہ آپس میں صلہ رحم بجا لاتے اور ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں۔ ملائکہ ان پر صلوات بھیجتے ہیں۔ اور ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اور ان کے گنہگار کے لئے استغفار کرتے ہیں ؛

حدیث ۔ حدیث مشہور و معروف نخل صیحانی ہے۔ کہ اس نے آواز دی۔ ھٰذَا مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْاَنْبِیَآءِ وَھٰذَا عَلِیٌّ سَیِّدُ الْاَوْصِیَآءِ وَاَبُوْ الْاَئِمَّۃِ الطَّاھِرِیْنَ یہ محمد سردارِ انبیاء ہیں۔ اور یہ علی سردارِ اوصیاء اور ائمہ طاہرین کے باپ ؛

حدیث ۔ علامہ حموینی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ اے علی! میں شہر حکمت ہوں۔ اور تو اس کا دروازہ ہے۔ اور شہر میں نہیں داخل ہوا جا سکتا مگر دروازے سے۔ وہ جھوٹا ہے جو کہتا ہے۔ کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے درآنحالیکہ تیرا دشمن ہے۔ کیوں کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ میرا گوشت و پوست و ظاہر و باطن تیرا گوشت و پوست و ظاہر و باطن ہے۔ وَاَنْتَ اِمَامُ اُمَّتِیْ وَوَصِیِّیْ ۔ تو ہی میری امت کا امام اور میرا وصی ہے۔ تیرا مطیع سعید ہے اور تیرا منکر شقی۔ تیرا دوست نفع میں ہے اور تیرا دشمن خسارے میں۔ رستگار ہے وہ جس نے تیرا اتباع کیا۔ اور ہلاک ہوا وہ جس نے تجھے چھوڑ دیا۔ اور تیری اور تیری اولاد کے اماموں کی مثال مثل کشتی نوحؑ کے ہے۔ الخ ؛

حدیث ۔ حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں ابو برزۃ الاسلمی سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے علیؑ کے باب میں مجھ سے عہد کیا ہے۔ اِنَّ عَلِیًّا رَایَۃُ الْھُدٰی وَاِمَامُ اَوْلِیَآئِیْ وَنُوْرُ مَنْ اَطَاعَنِیْ ۔ یعنی علیؑ رایت ہدایت اور میرے دوستوں کا امام اور میرے مطیعوں کا نور ہے ؛

حدیث ۔ حافظ موصوف نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ حضرت علیؑ آپ کے پاس آئے۔ تو فرمایا۔ مَرْحَبًا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ مرحبا اے سردارِ انبیاء سلف و امام متقیان ؛

حدیث ۔ انس بن مالک سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ اے انس وضو کا پانی دے۔ اس نے پانی دیا۔ تو آپ نے وضوء کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا۔ اے انس اوّل جو دروازے سے داخل ہوگا۔ وہ سید و امام المتقین و سید المسلمین و یعسوب الدین و خاتم الوصیین و قائد الغر المحجلین

ہے۔ انس کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا۔ خدایا یہ کوئی انصاری ہو۔ پس اتنے میں علیؑ داخل ہو گئے۔ حضرت خوشی سے کھڑے ہو گئے۔ اور گلے میں باہیں ڈال دیں۔ اور چہرے سے پسینہ پوچھنے لگے۔ الخ ؛

حدیث۔ محدث خوارزمی نے ابو سلیمان راعی رسول اللہ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتے ہے۔ کہ میں نے رسول اللہؐ کو سنا۔ کہ آپ فرما رہے تھے۔ کہ جب شب معراج مجھے آسمان پر لے گئے۔ تو خداوند جل جلالہ نے مجھے فرمایا۔ کہ ایمان لایا رسولؐ اس پر جو اس کے رب کی طرف سے اُس پر نازل کیا گیا۔ میں نے عرض کیا۔ اور مومنین بھی۔ فرمایا۔ اے ہمارے حبیبؐ تم نے سچ کہا۔ پھر کہا۔ اے حبیبؐ میں نے ایک دفعہ زمین کی طرف نظر کی۔ تو اہل زمین سے تجھے منتخب کر لیا۔ اور تیرے لئے اپنے ناموں میں سے نام مشتق کیا۔ پس جہاں میں ذکر کیا جاتا ہوں۔ تیرا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ پس میں محمود ہوں۔ اور تو محمدؐ۔ پھر میں نے دوسری دفعہ توجہ کی۔ تو ان میں سے علیؑ کو پسند کیا۔ اور اس کو اپنے نام سے موسوم کیا۔ اے حبیبؐ میں نے تجھ کو اور علیؑ کو اور فاطمہؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ اور آئمہؑ اولاد حسینؑ کو اپنے نور سے خلق کیا۔ پھر میں نے تمہاری ولایت کو اہل آسمان و زمین پر پیش کیا۔ جس نے قبول کیا۔ مومن قرار دیا۔ اور جس نے انکار کیا۔ میرے نزدیک کافر قرار پایا۔ اے حبیبؐ اگر کوئی شخص میری عبادت کرے یہاں تک کہ ہلاک ہو جائے یا سوکھ کر مثل خشک مشک کے ہو جائے۔ اور پھر میرے پاس تمہاری ولایت سے منکر آئے۔ تو میں اس کو ہرگز نہ بخشوں گا۔ کیا تو چاہتا ہے۔ کہ میں ان کو دکھلا دوں۔ میں نے کہا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ فرمایا۔ عرش کے دائیں طرف دیکھ۔ میں نے دیکھا۔ پس میں نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و علیؑ بن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسےٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسےٰؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ و م ح م د المہدی بن الحسنؑ العسکری کو دیکھا۔ اور دیکھا۔ یہاں میں مثل کوکب دری کے ہے۔ ارشاد باری ہوا۔ کہ اے ہمارے حبیبؐ یہی میری حجت ہیں۔ میرے بندوں پر۔ اور یہی تیرے بعد تیرے اوصیاء ہیں۔ اور ان میں سے مہدی تیری عترت کے قاتلین سے قصاص لے گا۔ اور مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ وہی میرے دشمنوں سے انتقام لے گا۔ اور میرے دوستوں کی مدد کرے گا۔ اس کو علامہ الحموینی نے بھی درج کیا ہے ؛

حدیث۔ علامہ الحموینی ہی نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا نے ابن عباسؓ سے فرمایا۔ کہ میرے بعد میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ اور وہی خلق خدا پر اس کی حجت ہیں۔ اول ان کا میرا بھائی اور آخر ان کا میرا ہی بیٹا ہے۔ دریافت کیا گیا۔ کہ آپ کا بھائی کون ہے۔ فرمایا

علیؑ۔ عرض کیا گیا۔ کہ آخری بیٹا کون ہے۔ فرمایا۔ مہدیؑ۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ جیسا کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو نبی۔ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ کہ اگر نہ باقی ہے دنیا کی عمر میں سے مگر ایک ہی دن۔ تو اللہ اس کو طولانی کرے گا تا ایں کہ اس میں میرا بیٹا خروج کرے۔ پس عیسٰیؑ بن مریمؑ اُترے اور میرے بیٹے کے پیچھے نماز پڑھے۔ اور زمین نور مربی زمین سے چمک اٹھے اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب عالم تک پھیل جائے ؛

حدیث[11] ۔ اسی محدث جلیل نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں سید النبیین ہوں اور علیؑ سید الوصیین۔ وَاِنَّ اَوْصِیَائِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ اَوَّلُھُمْ عَلِیٌّ وَاٰخِرُھُمْ مَھْدِیٌّ ۔ میرے بعد میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ اوّل ان کا علیؑ ہے اور آخر مہدیؑ ؛

حدیث[12] ۔ ابن المغازلی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ علیؑ میری امت کا امام ہے۔ اور اسی کی اولاد سے امام القائم المنتظر ہے۔ جب وہ ظہور فرمائے گا۔ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنایا ہے کہ اس زمانے میں اس امام غائب کی امامت پر ثابت اور اس کے قائل رہنے والے کبریت احمر سے عزیز تر ہیں۔ یہ سن کر جابر بن عبداللہ الانصاری نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا آپ کے فرزند مہدیؑ کے لئے غیبت ہے؟ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم تا کہ مومنین چھانٹے جائیں اور کافرین ہلاک ہوں۔ اے جابر یہ ایک امر امر الٰہی ہے اور یہ ایک سرِ خدا ہے۔ جو بندگان خدا سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ تو اس میں ہرگز شک نہ کرنا۔ فان الشک فی امر اللہ عزوجل کفر۔ کیونکہ خدا کے معاملہ میں شک کرنا کفر ہے۔ **پس غیبت امام مہدیؑ میں شک کرنے والا کافر ہے ؛**

حدیث[13] ۔ فرائد السمطین حموینی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ نعثل یہودی حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا اے محمدؐ! میں آپؐ سے چند چیزوں کی بابت سوال کرتا ہوں جو میرے دل میں کھٹک رہی ہیں۔ اگر آپ نے ان کا جواب دے دیا۔ تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ فرمایا۔ اے ابو عمارہ پوچھ۔ کہا۔ آپ اپنے پروردگار کے اوصاف بیان کریں۔ فرمایا۔ اس کی توصیف نہیں کی جا سکتی مگر انہی اوصاف سے جن سے اس نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے۔ اور کیوں کر اس خالق کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے جس کو عقول و اوہام ادراک نہیں کر سکتے۔ اور خطرات قلوب اس کی تحدید سے اور ابصار اس کے احاطے سے عاجز ہیں۔ جل وعلی عما یصفہ الواصفون وہ دور ہے باوجود اپنے قرب کے۔ اور قریب ہے باوجود اپنے بعد کے۔ وہ کیف کی کیفیت اور این کی

انیت ہے۔ پس اس کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کیسا ہے اور کہاں ہے۔ کیفیت اور انیت وہاں
منقطع ہیں۔ پس وہ احد و صمد ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنی توصیف کی ہے۔ اور دوسرے وصف کرنے
والے اس کی صفت کو نہیں پہنچ سکتے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس کا
کوئی کفو و ہمسر ہے۔ قَالَ صدقت یا محمد۔ اب آپ اپنے اس قول کی تفسیر کیجئے۔ کہ وہ واحد
ہے اور کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ کیا یہ نہیں ہے کہ اللہ ایک ہے۔ انسان ایک ہے۔ آپ نے فرمایا۔
کہ خدا واحد حقیقی احدی المعنی ہے۔ کیونکہ نہ اس کے جزء ہیں اور نہ وہ مرکب ہے۔ اور انسان واحد ہے،
مگر ثنائی المعنی ہے۔ کیونکہ وہ روح و جسم سے مرکب ہے۔ اس نے کہا۔ آپ نے صحیح فرمایا۔ اب
آپ اپنے وصی کی خبر دیجئے۔ کہ آپ کے بعد وہ کون ہے۔ کیونکہ ہر ایک نبی کا وصی ضرور ہوتا ہے
اور ہمارے نبی موسیٰؑ بن عمران نے یوشع بن نون کو وصیت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ میرا وصی علیؑ ابن ابی طالب
ہے اور اس کے بعد میرے فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور ان کے پیچھے نو فرزندان حسینؑ۔ اس نے
عرض کیا۔ اے پیغمبرِ خدا ان کے نام بتلائیے۔ فرمایا۔ بعد حسینؑ ان کا بیٹا علیؑ ابن الحسینؑ۔ اس کے بعد
اس کا فرزند محمدؑ بن علیؑ اور اس کے بعد اس کا فرزند جعفرؑ بن محمدؑ۔ پھر اس کا فرزند موسیٰؑ پھر اس کا بیٹا علیؑ
بن موسیٰؑ۔ پھر اس کا بیٹا محمدؑ بن علیؑ اور پھر علیؑ بن محمدؑ۔ پھر الحسنؑ۔ اور اس کے بعد م ح م د بن الحسنؑ
المہدی۔ پس یہی بارہ اوصیاء ہیں۔ پھر اس نے دریافت کیا۔ کہ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کیسے شہید ہوں گے
اور ان کی جگہ کہاں ہو گی۔ فرمایا۔ علیؑ ضرب شمشیر سے اور حسنؑ زہر سے شہید ہو گا۔ اور حسینؑ ذبح کیا جائے گا۔
اور وہ بہشت میں میرے ہی درجے میں ہوں گے۔ تب اس نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانک
رسول اللّٰہ واشھد انھم الاوصیاء بعدک ۔۔ بیشک میں نے کتب انبیاء میں
ایسا ہی پایا ہے۔ کہ آخر الزماں میں ایک نبی مبعوث ہو گا جس کا نام احمدؐ و محمدؐ ہو گا۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہے
اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور اس کے بعد اس کے بارہ وصی ہوں گے۔ اوّل ان میں سے اس کا بھائی
اور داماد ہے۔ اور دوسرا تیسرا دو بھائی اس کی اولاد سے۔ امتِ نبی اوّل کو شمشیر سے اور دوسرے کو زہر
سے اور تیسرا مع اپنے کنبے کے میدان غربت میں پیاسا قتل کیا جائے گا۔ اور بکری کے بچے کی طرح
ذبح ہو گا۔ اور وہ اس پر صبر کرے گا۔ تاکہ اس کے اور اس کے اہل بیت کے درجات بلند ہوں۔ اور
اس کے دوست اور پیرو آتش جہنم سے بچیں۔ اور باقی نو تیسرے کی اولاد سے ہوں گے۔ پس یہ
بارہ موافق عدد اسباط بنی اسرائیل۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو اسباط کو پہچانتا ہے۔ عرض کیا۔ ہاں
وہ بارہ ہی ہیں۔ اول لاوی بن برخیا۔ اور وہ وہی ہے۔ جو بنی اسرائیل سے ایک

مدت تک غائب رہا۔ اور پھر ظاہر ہوا۔ یہی اللہ نے مٹ جانے کے بعد اپنی شریعت کو اس سے ظاہر کیا۔ اور شاہ فرسطیا سے مقابلہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میری امت میں بھی ہونے والا ہے جو بنی اسرائیل میں ہوا۔ بالکل حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة برابر سرابر۔ اور میری اولاد میں سے بارھواں امام غائب ہو گا اور دکھلائی نہ دے گا۔ ویاتی علی امتی زمن لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ اور میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں اسلام کا نام اور قرآن کی رسم اور نشان ہی باقی رہ جائے گا۔ اس وقت خدا اس کو خروج کا حکم دے گا اور اسلام کو اس کے ذریعہ سے تازہ اور ظاہر فرمائے گا۔ خوشحال اس کا جو انہیں دوست رکھے اور ان کی پیروی کرے۔ اور وائے بر آنکہ ان سے دشمنی رکھے اور ان کی مخالفت کرے۔

حدیث ۔ مناقب الفاضلی میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے۔ کہ جندل بن جنادہ بن جبیر یہودی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے دریافت کیا۔ اے محمدؐ جواب دو کہ وہ کیا چیز ہے۔ جو اللہ کے لئے نہیں ہے۔ اور کیا ہے جو اللہ کے پاس نہیں ہے۔ اور وہ کیا ہے۔ جس کو اللہ نہیں جانتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ خدا کے لئے شریک نہیں ہے۔ اور اللہ کے پاس بندوں کے لئے ظلم نہیں ہے۔ اور اللہ یہ نہیں جانتا۔ جو تم یہودی کہتے ہو کہ عزیر ابن اللہ ہیں۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ اس کی مخلوق ہیں اور اس کے بندے ہیں۔ کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ حقا وصدقا نیز اس نے عرض کیا۔ میں نے شب گذشتہ موسٰیؑ کو دیکھا۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ اسے پیغمبرؐ خاتم الانبیاء پر اسلام لا۔ اور اس کے اوصیاء سے متمسک ہو جا۔ الحمد للہ کہ میں آپ کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔ اب یا حضرتؐ یہ بتلایئے۔ کہ آپؐ کے بعد کے اوصیاء کون کون ہیں۔ تاکہ میں ان سے متمسک ہوں آپؐ نے فرمایا۔ میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ عرض کیا۔ اسی طرح ہم نے توریت میں پایا ہے۔ اب ان کے نام بتلایئے۔ فرمایا۔ اول ان میں سے سید الاوصیاء وابو الائمہ علیؑ ہے۔ پھر اس کے فرزند حسنؑ و حسینؑ۔ پس ان سے تمسک کر۔ اور تجھ کو جاہلین کی جہالت مغرور نہ کر دے۔ پس جب علیؑ زین العابدین فرزند حسینؑ متولد ہو گا۔ تو تیری اجل آ جائے گی۔ اور دنیا سے تیرا آخری توشہ دودھ کا گھونٹ ہو گا۔ اس نے عرض کیا۔ ہم نے توریت میں ایلیاؑ و شبرؑ و شبیرؑ کے نام پڑھے ہیں۔ اور یہ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ پس بعد حسینؑ کون ہے۔ فرمایا۔ ان کا فرزند علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا محمدؑ بن علیؑ۔ بعد اس کے جعفرؑ بن محمدؑ جن کو صادقؑ کہیں گے۔ پھر موسیٰؑ الکاظم پھر علیؑ الرضا۔ پھر محمدؑ التقی پھر علیؑ النقی پھر حسنؑ العسکری پھر اس کا فرزند م ح م د المہدی القائم والحجۃ۔ جو غائب ہو گا۔ پھر خروج کرے گا۔ اور جب خروج کرے گا۔ تو زمین کو

عدل و داد سے بھر دے گا۔ خوشحال ان کا جو اس کی غیبت میں صبر کریں اور ان کی محبت پر قائم رہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ فقال ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وقال اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ یعنی یہ قرآن ہدایت ہے ان متقین کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔" اور کہا۔ "کہ یہی باعث خدا ہیں آگاہ ہو۔ کہ خدا ہی کی جماعت غالب ہونے والی ہے۔" فالحمد للہ رب العالمین۔

بعض احادیث باب اول میں اولی الامر و ہادی وغیرہ کی بحث میں آ چکی ہیں۔ یہاں ائمہ اثنا عشر کی تنصیص میں صرف یہ چودہ حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض میں آنحضرتؐ اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کا بھی ذکر ہے۔ اور ان چہاردہ معصومین سے مناسبت رکھتی ہیں۔ ان تمام احادیث سے بالصراحت ثابت ہے۔ کہ امامت مخصوص ہے علیؑ اور اولاد علیؑ خاص اولاد حسینؑ سے۔ اور بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ائمہ خلق یہی ہیں۔ اور اس سلسلے میں امامؑ دوازدہم و خاتم الائمۃ و آخر الاوصیاء مہدی دوراں والامام صاحب العصر والزمانؑ ہیں۔ اور یہ سب کے سب منصوص من اللہ ہیں۔ اور ان کے سوا جو دعوئے امامت کرے۔ خواہ ہاشمی و فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔ مفتری و کذاب ہے۔

حدیث نور۔ یہاں تبرکاً ایک حدیث نور محمدی اور ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ قلوب اہل ایمان نور ایمان سے پُر ہو جائیں اور اطمینان کلی حاصل۔ اخرج صاحب المناقب حدثنا الحسن بن محمد بن سعد حدثنا فرات بن ابراھیم الکوفی حدثنا محمد بن احمد الھمدانی حدثنی ابو الفضل العباس بن عبد اللہ البخاری حدثنا محمد بن القاسم بن ابراھیم حدثنا عبد السلام بن صالح الھروی عن علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن آبائہ عن علیؑ بن ابی طالب سلام اللہ علیہم۔ یعنی بسلسلہ مذکورہ مروی ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ المکرم کو رسول خدا نے فرمایا۔ کہ خدا نے کوئی مخلوق مجھ سے اکرم و افضل خلق نہیں کی۔ تو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ افضل ہیں یا جبرئیلؑ۔ فرمایا۔ اے علیؑ۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے انبیاء مرسلین کو ملائکہ مقربین پر فضیلت دی ہے۔ اور مجھ کو تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ و غیر مرسلین سے افضل بنایا ہے۔ اور میرے بعد یہ فضیلت اے علیؑ تیرے اور تیری اولاد کے اماموں کے لئے ہے (کہ انبیاء سابقین و جملہ ملائکہ مقربین سے افضل ہیں) کیونکہ ملائکہ ہمارے خادم اور ہمارے دوستوں کے خادم ہیں۔ اے علیؑ حاملان عرش اور جو گرد عرش ہیں وہ اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے ہیں اور ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ جو ہماری ولایت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے تو خدا نہ آدمؑ کو خلق کرتا نہ حوا کو۔ نہ جنت کو

نہ نار کو۔ نہ زمین کو نہ آسمان کو۔ پس ہم کس طرح ملائکہ سے افضل نہ ہوں۔ حالانکہ ہم خدا کی معرفت و تقدیس و تسبیح و تہلیل میں ان سے سابق ہیں (والسابقون السابقون اولئک المقربون) کیونکہ سب سے پہلے جو چیز خدا نے پیدا کی۔ وہ ہماری روحیں ہیں۔ پس ان کو اپنی تحمید و توحید میں ناطق کیا۔ پھر ملائکہ کو خلق کیا۔ پس انہوں نے ہماری ارواح کو ایک ہی نور دیکھا۔ تو ہماری شان کو بہت بڑا خیال کیا۔ پس ہم نے تسبیح کی۔ تاکہ ملائکہ جان لیں۔ کہ ہم خدا نہیں مخلوق خدا ہیں۔ اور خدا ہماری صفات سے منزہ ہے۔ تو ملائکہ نے بھی تسبیح خدا ادا کی۔ پس جب انہوں نے پھر ہماری شان عظیم کو مشاہدہ کیا۔ تو ہم نے خدا کی تہلیل کی۔ اور لا الہ الا اللہ کہا۔ تاکہ ملائکہ جان لیں۔ کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور ہم اس کے عبد ہیں۔ اور ہم خدا نہیں ہیں۔ کہ اس کے ساتھ یا اس کو چھوڑ کر ہماری عبادت کی جائے۔ پس ملائکہ نے بھی کہا۔ لا الہ الا اللہ۔ پھر جب انہوں نے ہمارے مقام و مرتبہ بزرگ کا مشاہدہ کیا۔ تو ہم نے خدا کے لئے تکبیر کہی۔ تاکہ وہ سیکھ جائیں۔ ان اللہ هو الاکبر۔ اور کوئی مخلوق کسی مقام بزرگ پر نہیں پہنچ سکتا مگر اسی کبیر المتعالی کے ذریعہ سے پس انہوں نے ہماری عزت و قوت عطیہ الٰہی مشاہدہ کی۔ تو ہم نے کہا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ تاکہ ملائکہ جان لیں۔ کہ کوئی قوت و طاقت نہیں ہے مگر خدا ہی سے۔ پھر جب انہوں نے ان نعمتوں کا مشاہدہ کیا۔ جو خدا نے ہمیں عنایت کی تھیں مثلاً تمام مخلوق کے اوپر ہماری اطاعت کا فرض ہونا وغیرہ۔ تو ہم نے کہا۔ الحمد للہ۔ تاکہ ملائکہ سیکھ جائیں۔ کہ حمد اللہ ہی کے لئے ہے اسی کی نعمات پر۔ پس ملائکہ نے کہا۔ الحمد للہ۔ پس ملائکہ نے ہمارے ہی ذریعہ سے خدا کی توحید و معرفت و تسبیح و تہلیل و تقدیس و تکبیر و تحمید کی ہدایت پائی۔ ورنہ وہ نہ جانتے۔ بیشک یہی بزرگوار معلم الملائکہ و استاد جبرئیل و میکائیل ہیں) ؎

اور اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو خلق کیا۔ اور ان کی پشت میں ہمارے نور کو ودیعت کیا۔ اور ملائکہ کو حکم دیا۔ کہ اس نور کی تعظیم کے لئے آدمؑ کو سجدہ کریں۔ پس ان کا سجدہ خدا کے لئے نشان عبودیت تھا۔ اور آدمؑ کی تعظیم و تکریم۔ کیونکہ ہم ان کی پشت میں تھے۔ پس ہم کیوں کر ملائکہ سے افضل نہ ہوں درانحالیکہ کل کے کل ملائکہ نے آدمؑ کو سجدہ کیا۔ اور جب حضرتؐ کو آسمان پر معراج کے لئے خدا لے گیا۔ تو جبرئیلؑ نے اذان کہی اور اقامت کہی۔ اور پھر کہا۔ اے محمدؐ آگے بڑھو۔ میں نے کہا۔ اے جبرئیلؑ کیا میں تم پر مقدم ہوں۔ کہا۔ ہاں اللہ تعالےٰ نے انبیاء و مرسلین کو تمام ملائکہ پر فضیلت دی ہے۔ اور آپ کو خاص کر تمام فرشتوں سے افضل کیا ہے۔ پس میں آگے بڑھا۔ اور سب کو نماز پڑھائی "ولا فخر"۔ پس جب میں حجابہائے نور تک پہنچا۔ تو جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا اے محمدؐ! تم آگے بڑھو۔ اور وہ خود مجھ سے

پیچھے ہٹ رہے ہے۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ کیا ایسی جگہ مجھے تنہا چھوڑتے ہو۔ عرض کیا۔ یہ منتہا ہے اس نور کی جو خدا نے میرے لئے قرار دی ہے۔ اگر اس سے ایک پر بھر تجاوز کروں۔ تو بسبب حدود الٰہی سے تعدی کرنے کے میرے پر جل جائیں۔ پھر مجھ کو نور نے اٹھایا۔ یہاں تک کہ میں ایک ایسے مقام ملک الٰہی پر پہنچ گیا۔ پس ندا آئی اے محمدؐ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب۔ پس میری ہی عبادت کر اور مجھی پر توکل رکھ میں نے تجھے اپنے نور سے خلق کیا ہے۔ اور اپنی خلقت پر رسول بنایا ہے۔ اور اپنی مخلوقات پر حجت قرار دیا ہے۔ تیرے اور تیرے پیروؤں کے واسطے جنت خلق کی ہے۔ اور تیرے دشمنوں اور مخالفوں ہی کے لئے جہنم بنایا ہے۔ اور تیرے اوصیاء کے لئے اپنی کرامت واجب کر دی ہے۔ میں نے کہا اے پروردگار میرے اوصیاء کون ہیں۔ پس ندا آئی۔ کہ تیرے اوصیاء میرے سراق عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔ پس میں نے نگاہ کی۔ تو بارہ نور دیکھے۔ اور ہر ایک نور میں ایک سبز سطر تھی۔ جس میں اس وصی کا نام لکھا تھا۔ اوّل ان کا علیؑ ہے۔ اور آخر ان کا القائم المہدی۔ میں نے عرض کیا۔ خدایا میرے بعد یہ میرے اوصیاء ہیں۔ پس ندا آئی اے محمدؐ یہی میرے اولیاء۔ میرے دوست میرے اصفیاء اور میری مخلوق میں میری حجت ہیں۔ اور یہی تیرے اوصیاء ہیں۔ اور مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے۔ کہ میں زمین کو ان کے آخرین کے ذریعہ ظلم و جور سے پاک کروں گا۔ اور اس کو مشارق و مغارب زمین پر قدرت دوں گا۔ اور اس کے لئے ہواؤں کو مسخر کر دوں گا اور بادلوں کو مطیع بنا دوں گا۔ اس کو اسباب میں ترقی دوں گا۔ ہر قسم کے اسباب مہیا کر دوں گا۔ اور اپنے لشکر سے اس کی نصرت کروں گا۔ اور ملائکہ سے مدد دوں گا۔ تاکہ میری دعوت بلند ہو۔ اور میری تمام مخلوق توحید پر متفق و جمع ہو۔ پھر اس کے ملک کو دوام دوں گا۔ اور اس سلطنت کو اپنے ان اولیاء میں روز قیامت تک یکے بعد دیگرے جاری رکھوں گا۔

والحمد للہ رب العالمین۔

خلافت

بیانات سابقہ سے اہل بصیرت پر مخفی نہیں رہا۔ کہ حدیث معروف اثنا عشر خلیفہ انہی ائمہ اہلبیتؑ پر صادق آتی ہے۔ اور خلفاء رسولؐ کا مصداق سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور ان احادیث مذکورہ میں سے بعض میں تصریح بھی آچکی ہے کہ خلفاء رسولؐ یہی ہیں۔ مزید اطمینان کے لئے یہاں کچھ اور لکھتے ہیں:

حدیث۔ کتاب المناقب میں ایک طولانی حدیث کے ذیل میں مذکور ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ اے علیؑ جس نے تجھ کو قتل کیا اس نے مجھ کو قتل کیا۔ جس نے تجھ کو ناراض کیا۔ اس نے مجھ کو ناراض کیا۔ جس نے تجھ کو بُرا کہا اور گالی دی۔ اس نے مجھ کو بُرا کہا اور گالی دی۔ کیونکہ تو بمنزلہ میرے نفس کے ہے۔ اور تیری روح میری روح سے ہے۔ اور تیری طینت میری طینت سے۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اور تجھ کو اپنے نور سے خلق کیا ہے۔ اور مجھ کو اور تجھ کو منتخب و مصطفےٰ بنایا۔ پس مجھ کو نبوت کے لئے اختیار کیا اور تجھ کو امامت کے لئے۔ جس نے تیری امامت کا انکار کیا اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ یا علیؑ تو ہی میرا وصی اور میرا وارث اور میری بیٹی کا شوہر ہے۔ تیرا حکم میرا حکم ہے۔ اور تیری نہی میری نہی۔ میں قسم کھاتا ہوں اس کی جس نے مجھ کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور بہترین خلق بنایا۔ یقیناً تو خلق خدا پر اس کی حجت اور اس کے بھید کا امین اور اس کے بندوں پر اس کا جانشین ہے

خلیفۃ اللہ علی عبادہ

حدیث۔ بخاری و مسلم قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ اَمِیْرًا کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ جو کل کے کل قریش سے ہوں گے۔

حدیث۔ کتاب مودۃ القربےٰ میں مروی ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ تو ہی مجھ کو قرضوں وغیرہ سے بری الذمہ کرے گا۔ اور تو ہی میری امت میں میرا خلیفہ ہے۔

حدیث۔ اسی کتاب میں انسؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو تمام انبیاؑ سے برگزیدہ بنایا۔ پس مجھے پسند کیا اور میرے لئے ایک وصی پسند کیا۔ پس میں نے اپنے بھائی علیؑ کو اپنا وصی اختیار کیا۔ تاکہ میرا بازو قوی ہو۔ جیسا کہ موسےٰؑ کا بازو ہارونؑ سے قوی ہوا۔ اور وہی میرا خلیفہ اور میرا وزیر ہے۔ اور اگر میرے بعد نبوت ہوتی۔ تو علیؑ بھی نبی ہوتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ اس لئے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

حدیث۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ جب حضرتؐ نے اصحاب کو صیغۂ اخوت پڑھایا اور ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا۔ تو فرمایا۔ یہ علیؑ میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں اور میرا خلیفہ ہے میرے اہل میں اور وصی ہے میری امت میں۔ میرے علم کا وارث ہے اور میرے دین کا ادا کرنے والا۔ جو میرا ہے وہ اس کا ہے اور جو اس کا ہے وہ مجھ سے ہے۔

میرا نفع اس کا نفع ہے اور میرا ضرر اس کا ضرر ہے۔ جس نے اس کو دوست رکھا۔ اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ اور جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔

حدیث۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ میرا بھائی میرا وزیر میرا خلیفہ اور میرے بعد بہترین خلق اور میرے دین کو ادا کرنے والا علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔

حدیث۔ اسی کتاب مذکور میں عمر بن قیس سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک اعرابی آیا۔ اور اس نے دریافت کیا۔ کہ تم میں عبداللہ بن مسعود کون ہے۔ اس نے کہا۔ میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔ اس نے کہا۔ کیا تمہارے نبیؐ نے تم سے بیان کیا ہے۔ کہ اس کے خلفاء کتنے ہوں گے۔ اس نے کہا۔ ہاں بیان کیا ہے۔ کہ بارہ خلیفہ ہوں گے مثل عدد نقباء بنی اسرائیل۔ چند طریق سے یہی مضمون ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔

حدیث۔ جابر بن سمرہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ خدمت رسولؐ میں حاضر تھا۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ خلفاء میرے بعد بارہ ہوں گے۔ پھر آواز کو مخفی کر دیا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا۔ کہ اس کے بعد آنحضرتؐ نے کیا فرمایا۔ اس نے کہا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کلھم من بنی ھاشم یعنی میرے کل خلفاء بنی ہاشم سے ہوں گے۔

حدیث۔ کتاب جمع الفوائد میں حدیث جابر بن سمرہ یوں مذکور ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

لا یزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامۃ

یہ دین برابر قائم رہے گا یہاں تک کہ اس میں تم پر بارہ خلیفہ ہوں۔ جن میں سے ہر ایک پر کل امت کا اتفاق ہوگا۔ پھر آپ نے کچھ فرمایا۔ جس کو میں نہیں سمجھا۔ تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ رسول خداؐ نے کیا فرمایا۔ کہا آپ نے فرمایا ہے۔ کہ کل کے کل قریش سے ہوں گے۔ جیسا کہ بخاری مسلم ترمذی اور ابو داؤد میں ہے۔

حدیث۔ اور صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ کی روایت بواسطہ عامر بن سمرہ یوں مذکور ہے۔ کہ اس نے بیان کیا۔ کہ جمعہ کے دن الاسلمی کے سنگسار ہونے کی شام کو میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا۔ تاقیام قیامت یہ دین برابر قائم رہے گا۔ اور ان میں بارہ خلیفہ ہوں گے۔ جو کل کے کل قریش سے ہوں گے۔

یہ حدیث باختلاف بعض الفاظ صحیح بخاری میں تین طریق سے اور صحیح مسلم میں نو طریق سے اور

ابو داؤد میں تین طریق سے اور ترمذی میں ایک طریق سے اور حمیدی میں تین طریق سے مروی ہے۔ اور دیگر کتب میں متعدد طرق سے مروی ہے۔ اور ان میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند مرتبہ یہ حدیث آنحضرتؐ نے فرمائی ہے۔ کبھی صرف قریش فرمایا ہے اور کبھی قریش میں سے بھی تخصیص و تشخیص فرما دی۔ کہ قریش میں سے صرف بنی ہاشم خلیفہ ہوں گے۔ اور یہی وجہ اختفاء صوت کی ہے۔ کیونکہ بنی ہاشم کے اکثر مخالف تھے۔ اور نہ چاہتے تھے کہ نبوت کے ساتھ خلافت بھی انہی میں رہے۔ جیسا کہ محققین علماء اہل السنت نے اس کی تصریح فرما دی ہے۔ اور صاحب ینابیع نے اپنی کتاب میں مفصل درج کیا ہے۔

ان احادیث مذکورہ و نیز دیگر احادیث سے یہ تو بخوبی ثابت ہے۔ کہ خلفاء رسولؐ مقرر و معین ہیں کہ وہ بارہ ہی ہوں گے۔ اور انہی بارہ پر قیام دین محمدی ہے تا روز قیامت۔ لہذا اس خلافت حقہ نبویہ کا مصداق سوائے آئمہ اہل بیتؑ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اصحاب رسول جو خلیفہ کہلائے بارہ نہ تھے۔ اور بنی امیہ علاوہ ان کے اکثر ان کے فاسق و فاجر و ظالم ہونے کی تعداد میں بارہ سے زیادہ ہیں۔ اور نہ یہ خلافت شاہان بنی عباس پر صادق آ سکتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی تعداد میں بارہ سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور اگر بعض اصحاب رسول اور بعض بنی امیہ سے انتخاب کر کے بارہ کی تعداد پوری ہی کر لی جائے۔ جیسا کہ بعض حضرات نے یہ کیا ہے۔ تو علاوہ اس کے ان خلفاء میں آپس میں بحیثیت اوصاف کوئی مماثلت نہیں ہے۔ ایک طرف بخیال بعض اہل السنت حضرت ابوبکرؓ جیسے افضل انسان ہیں۔ اور دوسری طرف اسی مسند خلافت پر یزید جیسے فاسق و فاجر و ظالم متمکن ہیں۔ ایک طرف حضرت علیؑ جیسے افضل الناس و خیر البریہ و نفس رسولؐ نفس قدسی ہیں، دوسری طرف ولید جیسے بزرگ وار۔ اور اس لئے خلافت کی کوئی حد قائم نہیں ہو سکتی۔ کہ خلیفہ کن اوصاف سے متصف ہونا چاہیئے۔ علاوہ ازیں اگر آئمہ اہلبیتؑ کو اس کا مصداق نہ مانا جائے۔ اور بنی امیہ وغیرہ خلفاء قرار دئے جائیں۔ تو لازم آتا ہے کہ آج دین اسلام دنیا سے کبھی کا اٹھ گیا ہو۔ کیونکہ بقائے اسلام انہی بارہ پر دائر ہے۔ اور قیامت تک مدار اسلام یہی بارہ ہیں۔ اور ان کے خیال کے مطابق کبھی کے گزر چکے۔ لہذا اسلام بھی دنیا سے اٹھ چکا۔ پس یہ خلافت کسی طرح ان حضرات پر صادق نہیں آ سکتی۔ پس صحیح یہی ہے۔ کہ یہ صرف بنی ہاشم میں ہے۔ اور وہ آئمہ اہلبیتؑ ہیں۔

حدیث منزلت جو مسلمۂ اہل اسلام ہے اور غزوہ تبوک پر فعلاً حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا بلکہ اوّل روز اظہار نبوت و دعوت ذوالعشیرہ علیؑ کی اوّل تصدیق نبوت پر فرمانا کہ تو ہی میرا بھائی میرا خلیفہ اور میرا

وصی ہے۔ جس کو تمام مؤرخین مسلمین وغیر مسلمین نے نقل کیا ہے۔ دلیل روشن ہے کہ علیؑ ہی خلیفہ رسولؐ ہیں۔ اور روز غدیر خم اقرار اولویت علیؑ اور اس کا عہد نزدِ خلافت ہے۔ کیونکہ خلافت تحت ولایت مطلقہ ہے ۔

اور حدیث ثقلین بہترین تصریح و تشریح ہے۔ کہ خلافت اہل بیت نبویؐ سے مخصوص ہے۔ اور تمام ائمہ اہل بیت خلیفہ رسولؐ ہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں کبھی تو آپؐ نے "انی مخلف فیکم" سے اشارہ کیا ہے۔ اور کبھی "انی تارك فیکم خلیفتی کتاب الله وعترتی اهلبیتی" سے اور کبھی "انی تارك فیکم الخلیفتین" سے تصریح فرمائی ہے۔ کہ اہل بیت نبوت و رسالت جو وہ دوازدہ امام علیہم السلام ہیں۔ خلفاء رسولؐ ہیں۔ پس خلافت و امامت ایک ہی ہے۔ جو امام ہے وہ خلیفہ ہے۔ اور چونکہ امامت بنص آیۂ ذریت ابراہیمؑ کے غیر ظالمین یعنی معصومینؑ کے لئے ہے اس لئے یہ خلافت بھی معصومین ہی کے لئے ہوگی ۔

بعبارۂ اخرےٰ۔ منصب آنحضرتؐ شامل ہے نبوت و رسالت وامامت و ولایت و خلافت الٰہیہ کو۔ آیت سے صرف نبوت اور رسالت کا ختم ہونا ثابت ہے۔ اور اس لئے منصب امامت و ولایت آنحضرتؐ و خلافت الٰہیہ باقی ہے۔ لہٰذا آنحضرتؐ کا جانشین انہی مناصب کے اندر جانشین ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جانشین رسولؐ امام و ولی ہی ہوگا۔ ہاں اگر نبوت ختم نہ ہوتی۔ تو مثل ہارونؑ وہ نبی بھی ہوتا۔ اور چونکہ منصب خلافت الٰہیہ مطلقہ بھی منصب ختم نبوت ہے۔ لہٰذا آنحضرتؐ کے جملہ خلفاء خلفاء اللہ کہلائیں گے۔ چنانچہ بعض احادیث مرویہ مذکورہ میں جناب امیرؑ کو آنحضرتؐ نے صاف لفظوں میں خلیفۃ اللہ کہا ہے۔ اور مہدی آخرالزمانؑ کے لئے ندا اسی لفظ سے ہوگی۔ جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ اور اسی واسطے یہ فرماتے ہیں۔ کہ نحن خلفاء الله فی ارضه " خدا کی زمین پر ہم ہی اس کے خلیفہ و جانشین ہیں۔ کیونکہ خلافت اتصاف باوصاف الٰہی کا نام ہے۔ اور خلیفہ آئینہ اوصاف مستخلف ہوتا ہے۔ اور خلافت اولی یعنی خلافت آدمؑ اسی معنی میں تھی۔ اور معیار خلافت علم موہبتی ہی قرار دیا گیا تھا۔ اور اسی میں ملائکہ فیل ہوئے تھے۔ بحار جلد ۱۴ میں مروی ہے۔ کہ جس وقت خدا نے خلافت کا اعلان کیا۔ تو ملائکہ نے کہا کہ کیا ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا۔ جو خون بہائے گا اور فساد برپا کرے گا۔ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں۔ ہم کو بنا۔ ارشاد ہوا۔ میں وہ جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔ میں اپنے ہاتھ سے ایک مخلوق خلق کروں گا۔ اور اس کی ذریت میں سے انبیاءؑ و مرسلین بناؤں گا۔ اور عباد صالحین و ائمہ مہتدین پیدا کروں گا۔ اور ان کو انہی مخلوقات میں زمین پر اپنا خلیفہ بناؤں گا۔

وہ معاصی سے روکیں گے۔ اور نیکی کا حکم کریں گے۔ اور میرے عذاب سے ڈرائیں گے۔ اور میری طاعت کی ہدایت
کریں گے۔ اور میری راہ پر چلیں گے۔ اور انہی کو میں اپنی حجت قرار دوں گا الخ۔ پس ضرور ائمہؑ بعد سے خلفاء اللہ کہلاتے
ہیں (حدیث از علیؑ) محی الدین العربی فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے خلافت آدمؑ ثابت
کرنے کا ارادہ کیا۔ اور چاہا۔ کہ ملائکہ جان لیں۔ کہ آدمؑ ان سے خلافت الٰہیہ کا زیادہ مستحق ہے۔ تو کہا۔
اے آدمؑ ان کو ان چیزوں کے نام بتلا۔ جب آدمؑ نے ان کو اسماء جمیع مسمیات تعلیم دئے۔ تو ملائکہ اس
مسئلہ میں عاجز رہے۔ جو اُن سے پوچھا گیا تھا۔ اور حضرت آدمؑ اپنے علم ہی کی وجہ سے خلافت کے
مستحق ثابت ہوئے۔ پس جو اس فضیلت پر پہنچ جاتا ہے۔ خدا تبارک وتعالےٰ اس کو اپنے فضل
سے مختص فرماتا ہے۔ اور اس کو تمام اہل زمانہ سے افضل بنا دیتا ہے۔ بلاشک ولاریب خلافت
آدمؑ بر ملائکہ وغیرہم اتصاف باوصاف الٰہی تھی۔ جن میں سے اوّل علم ہی ہے۔ پس یقیناً
آنحضرتؐ جو علم میں سب سے افضل ہیں افضل خلفاء رب العالمین ہیں۔ اور بعد آنحضرت اس عہدے
پر مامور وہی ہوگا۔ جو علم میں تمام اہل زمانہ سے افضل ہو۔ قال محمد بن طلحہ الشافعی۔ جاننا چاہئیے۔ کہ
آنحضرتؐ صورت عنصر اعظم (اور امام الامکان) ہیں۔ اور حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ صورت عقل کل اور
وہ قلم اعلےٰ ہے اس عالم کا۔ اور فاطمہؑ صورت نفس کلیہ ہے۔ اور وہی لوح محفوظ ہے۔ اور حسنؑ صورت
عرش ہے اور حسینؑ صورت کرسی۔ اور کل ائمہ اثنا عشر صورت دوازدہ بروج افلاک عالم امکان اور
امام المہدی صورت العالم۔ اور جاننا چاہئیے۔ کہ کل اسرار الٰہی کتب سماویہ میں ہیں۔ اور جو کچھ کل کتب
آسمانی میں ہے۔ سب قرآن میں ہے (مع زیادتی کثیر) اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ تمام اسرار سورۂ فاتحہ
میں ہیں۔ اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے کل بسم اللہ میں ہے۔ اور جو کچھ بسم اللہ ہے بائے بسم اللہ میں ہے
اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے نقطہ بائے بسم اللہ میں ہے۔ وقال الامام کرم وجہہ انا النقطۃ تحت
الباء یعنی وہ نقطہ بائے میں ہی ہوں۔ اور کل اسرار الٰہی میرے اندر ہیں۔ انا سر الاسرار وانا امام
ارباب الفتوۃ وکنز اسرار النبوۃ میں بھیدوں کا بھید ہوں۔ میں امام ہوں ارباب فتوت کا
اور خزانہ ہوں اسرار نبوت کا۔ اور فرمایا اس امام عالی مقام نے۔ العلم نقطۃ نشرھا الجاھلون
علم ایک نقطہ ہے۔ جس کو جاہلوں نے پھیلا دیا ہے۔ والالف واحدۃ عرفہا الراسخون فی البا
مدۃ تطعہا العارفون الجیم خضرۃ تاملھا الواصلون الدال درجۃ قدسہا الصادقون
وقال اللہ تبارک وتعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
اور فرمایا۔ کہ علی کرم اللہ وجہہ کو علم اسرار حروف (الاسم الاعظم) آنحضرتؐ سے بوراثت پہنچا۔ اور ان سے

امامین اماہین حضرت حسنینؑ کو۔ اور ان سے حضرت امام زین العابدین علیؑ ابن الحسینؑ اسلئے آخر الائمہؑ۔ اور فرمایا۔ کہ علم الحروف ایک سرہے اسرار الٰہی سے۔ اور اس کا علم اشرف علوم مخزونہ مکنونہ سے ہے۔ اور یہی وہ علم مکنون ہے۔ جو مخصوص ہے صاحبان تطہیر انبیاء و اولیاء اللہ علیہم السلام سے۔ پس آنحضرتؐ کے بعد مستحق خلافت یہ نمونۂ اوصاف محمدی و وارث علم نبوی و مظہر کمالات الٰہی خلفاء اللہ ہیں۔ اور خلافت مثل امامت انہی میں منحصر ہے۔ بنابریں اولے الامر مفترض الطاعۃ یہی خلفاء ہیں نہ شاہان اسلام ان کو یہ اطاعت عامہ مطلقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور وہ ہرگز خلافت الٰہیہ و خلافت رسولؐ اور ولایت الامر کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ وہ عام بادشاہان دنیا کے حکم میں داخل ہیں۔ نتدبر فیہ (مفصل بحث خلافت "خلافت الٰہیہ" سے دیکھنی چاہیئے۔ یہاں اسی قدر کافی ہے) ؛

انحصار ائمہؑ و خلفاء در اثنا عشر معلوم و معروف ہے۔ کہ جناب شجرۃ الانبیاء سے سلسلۂ نبوت و امامت دو سلسلوں میں منقسم ہوا۔ بنی اسحٰقؑ (بنی اسرائیل) اور بنی اسمٰعیلؑ ہیں۔ اور کلام حمید مجید سے و نیز کتب عہد عتیق و جدید سے ثابت ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں بارہ اسباط (بارہ نقباء) بنائے گئے۔ قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی ۔ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا (اعراف)

(اور قوم موسٰےؑ میں سے کچھ لوگ ہیں۔ جو ہدایت بالحق و عدالت بالحق کرتے ہیں۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ اسباط کی بارہ امتیں بنا دیا)۔ وَقَالَ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا (مائدہ) اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ اور ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے۔ اسی طرح پر بنی اسمٰعیلؑ میں آپ کے بعد صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پیغمبر ہوئے۔ پس اس تعداد کے موافق اس امت محمدیہ میں بھی بارہ سردار مقرر کئے گئے۔ چنانچہ اکثر کتب عہد عتیق میں ان کا ذکر ہے۔ توریت کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰ میں ہے "ہم نے ابراہیمؑ سے کہا۔ کہ ہم نے تیری دعا اسمٰعیلؑ کے حق میں سُنی۔ یاد رکھ۔ کہ ہم نے اس کو برکت دی۔ اور بارور کیا۔ اور ہم نے اپنے پیغمبر محمدؐ کی طفیل اسے بہت فضیلت دی جس کے بارہ سردار ہوں گے۔ اور میں ان سے ایک بڑی نسل بناؤں گا" چونکہ اکثر صحیفوں میں پیغمبر عربی اور ان بارہ سرداروں کا حال تھا۔ اور علماء جانتے تھے۔ اسی واسطے اکثر یہودی آکر آنحضرتؐ سے ان سرداران امت محمدی کا حال اور ان کے نام دریافت کرتے تھے۔ چنانچہ اکثر احادیث میں گزرا! اور نام دریافت کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے نام بھی ان کو اپنی زبان میں معلوم تھے۔ چنانچہ کتب

عہد عتیق میں عبرانی اور سُریانی میں ان بارہ سرداروں کے یہ نام ہیں۔ جیسا کہ کتاب الاحبار سے مروی ہیں۔ کلقوریث۔ قبذوا۔ دبیرا۔ مفسورا۔ مسموعاہ۔ دوموہ۔ میشو۔ ہزار۔ شیموا۔ بطور۔ نوقد۔ مبذموا۔ اور سریانی میں مع رسولؐ اس طرح سے ہیں۔ شموعل۔ شماعیوا۔ دہی سر۔ ی ربیرا۔ بامدیثم۔ عوشود بستم۔ برقید۔ ویشرا ثبود ی۔ قوم ثوم۔ کرددہ۔ عان کانربود۔ دہیو مال نام امام دعاذ دیہم۔ فقط۔ اور معلوم ہے۔ کہ ان بارہ سرداروں سے وادی یہی اوصیاء رسولؐ ہیں۔ چنانچہ اکثر روایات میں عدد نقباء بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ اور ان روایات میں تصریح ہے۔ اور وہ یہی بارہ امام ہیں۔ پس ان کے غیر کوئی وصی و امام نہیں ہو سکتا۔ اور نہ بارہ سے زیادہ ان کی تعداد بڑھ سکتی ہے۔ تیرھویں خلیفہ رسول تیرھویں امام اور تیرھویں وصی رسولؐ کا وجود محال ہے اور جو دعوے کرے۔ وہ جھوٹا دجال ہے۔

کلام حمید مجید میں بوجہ اس کے کہ نبوت آنحضرتؐ نبوت تعریفی ہے نہ تصریحی۔ اور اکثر امور و مواعید کنایات و اشارات میں بیان ہوئے ہیں۔ اور مقامات و اوصاف امامت و ولایت کو بھی زیادہ تر اشاروں ہی میں بیان کیا گیا ہے۔ اور کنایوں سے بتلایا گیا ہے۔ "والکنایۃ ابلغ من التصریح"۔ علاوہ سرداران بنی اسمٰعیل اور ائمہ ہدیٰ اوصیاء رسولؐ کو بھی استعارات و کنایات میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ۔ "بیشک مہینوں کی تعداد خدا کے نزدیک خدا کی کتاب میں جس دن کہ زمین و آسمان کو خلق کیا بارہ ہے۔ اور ان میں سے چار خاص طور سے ذی حرمت ہیں۔ اور یہی دین مستقیم ہے۔ پس ان کے باب میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو"۔ سبحان اللہ! کیا شان کلام ہے۔ کہ اوّل سیاق کلام اس طرح شروع کیا گیا ہے۔ کہ صورت تنزیلی میں صاف معلوم ہے۔ کہ یہاں سال کے بارہ مہینوں کا ذکر ہے۔ پھر ایک جملہ ایسا زیادہ کر دیا جاتا ہے۔ کہ جس سے ذہن فوراً دوسری طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اور وہ "ذٰلِکَ الدین القیم" ہے خواہ مخواہ صاحب عقل کے دل میں خیال گزرتا ہے۔ کہ ماہ ہائے سال میں سے چار کو محترم سمجھنے کیونکر قیام دین ہوا۔ نہیں صرف یہی احترام دین قیم کس طرح کہلایا۔ کیا مدار دین محمدی و دین الٰہی صرف انہی مہینوں پر ہے۔ اور اصول دیانت یہی ہے۔ اگر ایک غیر معتقد و غیر مسلم اس کو دیکھے اور غور کرے۔ تو بیساختہ ہنس پڑے گا۔ کہ مسلمانوں کا عجب دین ہے۔ کہ صرف احترام ماہ ہائے اربعہ ذیقعدہ و ذی الحجہ و محرم الحرام اور رجب پر مبنی ہے۔ پھر بعد ازاں اور ترقی دے دی اور فرمایا۔ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ "ان کے باب میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو"۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ظلم بر نفس انہی مہینوں میں محدود ہے۔

یہاں سے انسان صاحب بصیرت اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ دراصل اس میں کسی ایسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ان بارہ سے ایسے نفوس مراد ہیں۔ جو واقعی مدار اسلام اور دین قیم ہیں۔ اور حقیقت امر یہ ہے۔ کہ جس چیز کے جتنے اوصاف ہوتے ہیں۔ اتنے ہی اس کے نام ہوتے ہیں۔ جتنے اوصاف زیادہ ہوں گے اتنے ہی اسماء زیادہ ہوں گے۔ آنحضرتؐ جامع الکمالات کے علاوہ اوصاف قرآن شریف میں دس نام خاص ہیں۔ محمدؐ۔ احمدؐ۔ عبداللہؐ۔ طٰہٰؐ۔ یٰسؐ۔ ذکرؐ۔ حقؐ۔ تلمؐ۔ مدثرؐ۔ مزملؐ۔ آپؐ نے خود احادیث میں کہیں اپنے کو نور کہا ہے کہیں روح۔ کہیں نور۔ کہیں قلم اور کہیں عقل۔ حالانکہ حقیقت ایک ہی ہے۔ اسی طرح اسماء وصی میں کہیں حضرت کو نبی کہا ہے کہیں رسول۔ کہیں ولی کہیں نور۔ کہیں برہان کہیں سراج منیر اور شمس مضئی وغیرہ ذالک۔ اسی طرح قرآن شریف کو کہیں قرآن کہا ہے کہیں فرقان۔ کہیں کتاب کہیں نور اور کہیں کتاب مبین۔ حالانکہ حقیقت ایک ہی ہے اسی طرح ان اوصیاء رسولؐ کو کہیں ولی کہا ہے اور کہیں صاحب کتاب۔ کہیں صاحب علم کہیں نفس رسولؐ۔ کہیں مسلمین کہیں امت وسط۔ کہیں شہداء کہیں اولوالامر وغیرہا۔ اور یہاں ایک نشاء اور ایک عالم میں ان کی خاص حقیقت وصورت کے لحاظ سے بارہ مہینے کہا ہے۔ اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مدار حساب عالم امکان یہی نفوس قدسیہ ہیں۔ جو مخلوق الٰہی ہیں۔ اور آفتاب عالم ایجاد حضرت محمد مصطفےٰؐ انہی میں اپنے اوصاف مختلفہ دکھاتا اور ظاہر فرماتا ہے۔ کسی میں علم کسی میں حلم کسی میں تحمل کسی میں تحمل۔ کسی میں شجاعت۔ کسی میں قناعت۔ کسی میں عبادت۔ کسی میں جلال اور کسی میں جمال۔ کسی میں رحمانیت اور کسی میں قہاریت وغیرہ ذالک۔ اور اسی طرح ان کو بارہ برج آسمان رسالتؐ ولایت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ نور محمدیؐ انہی بارہ سے ظہور کرتا ہے۔ اور ان سب کا نور وہی ایک ہے۔ صرف صورتیں الگ ہیں۔ اور یہ تمام بارہ مظاہر نور محمدی عرض میں واقع ہیں نہ طول میں۔ ترقی طولی بعد ختم نبوت مسدود بلکہ محال ہے۔ جیسا کہ سابقاً محمد بن طلحہ شافعی کی تصریح گزر چکی ہے۔ اور یہی بارہ ابواب علوم محمدیؐ ہیں۔ ہر ایک در سے علم نبوی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور آپؐ شہر علم ہیں۔ اور اسی شہر علم کی تشبیہ استعارے سے ثابت ہے۔ کہ اسی قسم کے استعارات وتشبیہات لسان قرآن واخبارات میں ذرائع وشائع ہیں۔ جس طرح آپؐ کو بسبب معموریت از علوم شہر علم کہا گیا ہے۔ اسی طرح ان بارہ سرداروں اور بارہ اجزاء نور محمدی کو بسبب ان کے مدار قیام ونظام عالم ہونے کے شہور الٰہی کہا گیا ہے۔ اور یقیناً یہی دین قیم ہے۔ بیشک انہی پر مدار دیانت ہے۔ اور ان میں سے چار بزرگوار جن کے اسماء گرامی علیؑ ہیں خاص طور سے محترم ہیں۔ کیونکہ نام علیؑ نام خداوند تبارک وتعالےٰ علی اعلےٰ سے مشتق ہے۔ اور وہ ضرور زیادہ ذی حرمتؑ واجب

الاحترام ہے۔ جناب محمد بن علیؑ بن الحسینؑ ابوحمزہ سے ایک حدیث کے ذیل میں مہدی آخرالزمانؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ نہایت واضح بیان کتاب اللہ میں ائمہ اثنا عشرؑ کی بابت یہ آیت ہے ان عدة الشهور کیونکہ ان مہینوں کی معرفت دین قیم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس اور دوسرے ملل و مذاہب والے سب ہی ان مہینوں کو جانتے اور ان کے ناموں کو پہچانتے ہیں۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ ان سے مراد بارہ امام ہیں۔ جو سرداران دین اور اس کو قائم رکھنے والے ہیں۔ اور علیؑ بن ابی طالبؑ و علیؑ بن الحسینؑ و علیؑ بن موسیٰؑ الرضا و علیؑ بن محمد التقی ماہ ہائے حرم ہیں کیونکہ ان کا اسم مبارک اسم باری تعالیٰ سے مشتق ہے۔ اور بھی متعدد حدیثیں اسی مضمون کی معادن علوم و معالم التنزیل سے مروی ہیں۔ پس خلافت و امامت و ولایت و وصایت نبوت انہی بارہ میں منحصر ہے۔ اور بارہ سرداران بنی اسمٰعیل مثل عدد نقباء بنی اسرائیل ہیں۔ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ۔

استخلاف

یہیں سے بکمال وضاحت یہ بھی ثابت ہو گیا۔ اور کسی دلیل و برہان جدید کا محتاج نہیں کہ وعدۂ الٰہی۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لائے ہیں وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ ان کو اپنی زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ اور ان کو ان کے اس دین پر قدرت دے گا جو ان کے لئے پسند کیا ہوا ہے۔ اور بعد خوف کے ان کے لئے امن کو بدل دے گا۔ اور وہ پھر بلا خوف اس کی خالص عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں گے۔ کیونکہ یہی وہ اہل ایمان ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسولؐ کی تصدیق کی ہے جس کی تفصیل بحث آیہ مجیدہ۔ یا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ الخ سورہ حج میں آ چکی ہے۔ ایمان و عمل دونوں فرع علم ہے۔ اور وارث علوم نبی یہی ہیں۔ اور یہی افضل المومنین مستحق خلافت اور ان کا علم و طہارت و عصمت دال ہے۔ کہ انہی نے تمام اعمال صالحہ کئے ہیں۔ اور صالح المومنین کا خطاب پایا ہے۔ اور کوئی عمل بد ان سے کبھی صادر نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ آخر میں تمکین بر دین اور تبدیل خوف کا بھی وعدہ ہے۔ اس لئے ظہور اس وعدے کا کاملاً زمانہ ظہور آخرالخلفاء میں ہو گا۔ جبکہ روئے زمین پر سوائے اس دین محمدی کے اور کوئی دین نہ رہے گا۔ اور دنیا میں کسی قسم کا شرک ظاہری و باطنی و خوف و خطر مخالفین نہ پایا جائے گا۔ اس سرے سے اُس سرے تک خدا ہی کا نام لیا جائے گا۔ اور اسی کی عبادت کی جائے گی۔ پس من حیث الجعل و الخلقت یہ وعدۂ الٰہی پورا ہو لیا مگر من حیث الظہور

عنقریب ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ (تفصیل خلافتِ الٰہیہ میں دیکھو۔ اور کچھ آئندہ آئے گی)۔

باب سوم

بیان بعض اختلافات و ابطال دعاوی باطلہ ائمۂ ضلال و تشخیص امام علیہ السّلام

فصل

ذکر اختلاف مذاہب یہ مسلم ہے۔ کہ تمام ملل و مذاہب آسمانی آخرالزمانؑ میں ایک آنے والے کے منتظر ہیں۔ کیونکہ انسان بالفطرۃ اُس کو جانتا اور محسوس کرتا ہے کہ نتیجہ تعلیمات الٰہی و بعثت انبیاء و تدوین قوانین تمدن و تدین باخیال بعض اُس کا اپنے بعض مظاہر میں ہدایت خلق اور اس کی نجات کے لئے مجسم بننے کا یہی ہے۔ کہ تمام بنی نوع انسان ایک ہو جائیں۔ اور جس طرح اصل خلقت ایک اور ایک ہی ماں باپ (آدمؑ و حواؑ) کی اولاد ہیں عمل اور دین اور عبادت میں بھی ایک ہو جائیں۔ اور سب اسی ایک خدا کی ایک ہی طریق الٰہی سے پرستش کریں۔ جو سب کا خالق اور سب کا رازق اور سب کا مربی ہے۔ بغض حسد فتنہ و فساد دنیا سے بالکل اُٹھ جائے۔ اور باالاتفاق انسان حقیقی اور اصلی ترقی حاصل کر سکے۔ اور کمال جسمانی و روحانی پر پہنچ جائے۔ مگر مشاہدہ کرتے اور دیکھتے ہیں۔ کہ ان تعلیمات کا آخری نتیجہ ابھی تک حاصل نہیں ہوا۔ جس بات کو عقل و فطرت اور غرض بعثت

مقتضی تھی۔ وہ بنی نوع انسان اور اس عالم میں پیدا نہیں ہوئی۔ لہذا سب کے سب بحکم تعلیمات مذہبی و فطرتِ انسانی ابھی ایک آخری آنے والے آخری ہادی آخری ریفارمر آخری مصلح عالم کے منتظر ہیں۔ اور ہر ایک مذہب و ملت میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ باختلاف السنہ اس کا نام بتلایا گیا ہے۔ اور اس کی صفات مذکور ہیں۔ اور ہر ایک مذہب باقتضاء مذہبیت و فطرتِ انسانی یہی چاہتا ہے۔ کہ وہ خدا کا آخری ہادی اسی میں سے ہو۔ اور اسی واسطے مثلاً نصاریٰ نے آخری ہادی حضرت عیسیٰ کو مانتے ہیں۔ اور یہود حضرت عزیرؑ کو۔ اور اہل ہنود و براہمہ کلکی اوتار کو۔ مگر جس طرح تمام اصول و فروع و حدود و دیانت میں اسلام اپنی تفصیلات و تشریحات تصریحات اور تکمیل بیانات میں سب سے سبقت رکھتا ہے۔ اور ہر ایک امر کلی و جزوی جو انسان کے روزِ ولادت سے تا روزِ مرگ اور خلقت آدمؑ سے تا یوم المعاد و بازگشت جملہ حرکات و سکنات انسانی اور جملہ ضروریات انفرادی و اجتماعی انسانی و غیر انسانی کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس آخری آنے والے کے بیان میں بھی حد سے زیادہ اہتمام کیا ہے۔ اور اس بات میں دیانت اسلام میں اتنی کثرت سے آیات و احادیث مروی ہیں۔ کہ ایک ایک بیان میں ایک کتاب مکمل درست ہوتی ہے۔ اور کوئی مذہب اس کی بابت ہرگز ایسی تفصیل پیش نہیں کر سکتا۔ حسب و نسب۔ خلق و خُلق۔ شکل و صورت۔ قد و قامت۔ شمائل و خصائل۔ نقش و نگار۔ اوصاف عامہ و خاصہ۔ روزِ ولادت و احوال ولادت سے لے کر تا ایام ظہور و خروج کے مفصل حالات۔ علائم ظہور و نشانات خروج مذکور و ماثور ہیں۔ اور خداوند عالم نے ابتداء سے اس کی شناخت اور اس کے ظہور و خروج کے لئے اتنی اور ایسی آیات و نشانیات مقرر کی ہیں۔ کہ من حیث المجموع ہرگز محل شک و شبہ نہیں ہیں۔ اور یہ بھی تفصیل و تشریح و تصریح کر دی ہے۔ کہ وہ آخری آنے والا شخص اسی سلسلۂ ذریتِ انبیاء اور جزو نور ہدایت کلیہ اور اہل اسلام ہی سے ہے۔

بعض اختلافات

مگر بدقسمتی سے پیغمبرؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی جس طرح امر خلافت و وصایت و امامت میں اختلاف پڑ گیا یا ڈالا گیا۔ اس میں بھی ڈالا گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے بعد اختلاف جزویہ شروع ہو گئے۔ اور تشخیص ہادی آخری میں شبہات ہونے لگے۔ اور پھر باقتضاء حسن ظن بعض اشخاص اپنے اس مقتدا و پیشواء کو مہدی کہنے لگے۔ جس سے وہ بہت زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔ مگر تاہم بمقابل امر خلافت امر مہدی میں اختلاف جزوی اور محدود رہا۔ اور جنہوں نے کیا۔ وہ قابل اعتبار نہ تھے۔ اور باستثناء بعض نہ ہی ان فرق باطلہ کا وجود رہا۔ پس اول تو حسب و نسب میں اختلاف کیا۔ بعض قائل ہوئے کہ وہ اولاد حضرت عباسؓ عم رسول اکرمؐ سے ہوں گے۔ بعض

نے کہا۔ وہ اولاد امام حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے ہیں۔ اور اکثر و بیشتر علماء محققین اسلام قائل ہیں۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ اولاد جناب امام حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے ہیں۔ دوم آنحضرتؑ کے پدر بزرگوار کے نام میں اختلاف ڈال دیا۔ بعض کہنے لگے۔ کہ ان کے باپ کا نام وہی ہے جو آنحضرتؐ کے پدر بزرگوار کا تھا یعنی عبداللہ۔ اور بعض قائل ہیں۔ کہ آپ کے پدر گرامی کا اسم گرامی الحسنؑ العسکری بن محمدؑ بن علیؑ ہے۔ سوم تشخیص شخص امام مہدی آخرالزمانؑ میں اختلاف پڑا۔ چنانچہ فرقہ کیسانیہ کے بعض لوگ کہنے لگے۔ کہ محمد بن حنفیہ مہدی ہے۔ اور چند ان کے بیٹے ابوہاشم عبداللہ کو۔ اور بعض اصحاب مغیرہ بن سعید بعد وفات جناب محمد باقر علیہ السلام محمد بن عبداللہ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو کہنے لگے۔ یہ بزرگوار مدینہ میں قتل کئے گئے۔ تواریخ ان کے قصوں سے پُر ہیں۔ ناؤسیہ حضرت صادق آل محمدؐ کی وفات کے منکر اور ان کے مہدی ہونے کے قائل ہو گئے۔ اسمٰعیلیہ اسمٰعیل بن صادقؑ کو مہدی کہتے ہیں اور ان کی وفات کے منکر ہیں۔ مبارکیہ جو اسمٰعیلیہ ہی میں سے ہیں۔ محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادقؑ کو مہدی کہتے ہیں۔ اور صرف سات اماموں کے قائل ہیں۔ واقفیہ موسیٰ بن جعفرؑ کو مہدی کہنے لگے۔ محمدیہ محمد بن امام علی النقیؑ کو جو آنحضرتؑ کی حیات ہی میں انتقال فرما گئے تھے مہدی کہنے لگے۔ اور ان کی موت کے منکر ہیں۔ حالانکہ ان کی قبر قریب سامرہ موجود ہے اور مشہور و معروف۔ عسکریہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو مہدی کہنے لگے۔ یہ اشخاص معدودے چند تھے۔ اور اب ان فرق باطلہ میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر نے ان اختلافات کی تعداد اٹھارہ تک پہنچائی ہے۔ اور تمام امامیہ اور اکثر و بیشتر محققین اہل السنت والجماعت معتقد ہیں۔ کہ امام مہدی آخرالزمانؑ حضرت حجت م ح م د بن الحسن العسکری علیہما السلام حی و قائم و منتظر غائب از انظار و ساتر و از اقطار و الابصار ہیں۔ اور یہی حسن و صدق ہے۔ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے اور آئندہ ہوگا۔

معلوم ہے کہ خداوند عالم نے اپنے حبیبؐ سے ایک وعدہ کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ... (توبہ ع ۵) وہی خدا تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام ادیان و جنس دین پر غلبۂ ظاہری عطا کرے۔ اگرچہ مشرکین پر گراں گزرے۔ اور سورۂ صف میں فرماتا ہے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ یعنی لوگ

چاہتے ہیں۔ کہ نور خدا کو پھونکیں مار مار کر گل کر دیں۔ حالانکہ خدا ضرور اپنے نور کو درجہ تمام و کمال پر پہنچانے والا ہے اگرچہ کافرین کو ناگوار گزرے۔ اور وہ وہی خدا تو ہے۔ جس نے اپنے رسولؐ کو دین حق و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام ادیان پر غلبہ دے۔ اگرچہ مشرکین اس کو ناگوار سمجھیں اور ان پر گراں گزرے" ظواہر آیات دال ہیں۔ کہ یہ وعدہ جس حیثیت اور جس شان سے کیا گیا ہے۔ آنحضرتؐ کے زمانے اور زمانۂ خلفاء میں تو کیا آج تک بھی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ معنی یہی ہیں۔ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ " جو کچھ کہ زمین و آسمان میں ہے۔ وہ سب اس پر بطوع و رغبت یا بکراہیت اسلام لائے گا۔ اور تم سب اسی کی طرف رجوع کرو گے" یہ یقیناً ابھی نہیں ہوا۔ دنیا میں کروڑوں غیر مسلم اور ہزاروں مذاہب موجود ہیں۔ اور دین اسلام تمام ادیان پر غلبہ نہیں رکھتا۔ بعض حضرات یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اس غلبہ سے غلبۂ حجت و برہان و حقانیت اسلام مراد ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ خدا وعدہ فرماتا ہے۔ کہ اے پیغمبرؐ ہم تجھ کو ایسی دلائل و براہین عطا کریں گے۔ جس سے تو تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔ پس اگر اس سے مدعا یہ ہے۔ کہ ان دلائل و براہین کو تمام ملل و ادیان قبول کر لیں گے۔ اور تیری حقانیت و صداقت کو مان لیں گے۔ تو یہی ہمارا مقصود ہے۔ مگر یہ وعدۂ الٰہی ہرگز ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ اور اگر مطلب یہ ہے۔ کہ خواہ لوگ مانیں یا نہ مانیں۔ وہ دلائل و براہین فی حد ذاتہٖ غالب ہوں گی۔ اور حقانیت اسلام کی دلیل روشن حجت۔ تو یہ بھی صحیح۔ لیکن اس سے آنحضرتؐ کے لئے کوئی خصوصیت پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ دین اسلام ہمیشہ سے ہے۔ تمام انبیاءؑ اسی کو لائے ہیں۔ اور سب اسی کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ اور دین خدا صرف اسلام ہی ہے۔ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ۔ خدا کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔ اور دین اسلام اور دین الٰہی ہمیشہ بلحاظ دلائل و براہین و بینات و شہادات کے غالب رہا ہے۔ کبھی کوئی پیغمبر مخالفین سے محاجہ میں مغلوب نہیں ہوا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اسلام کو غلبہ دلائل و براہین صرف آنحضرتؐ کے زمانے میں حاصل ہوا ہے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ پہلے دین اسلام اور دلائل و براہین اسلام ناقص اور قابل حجیت نہیں تھیں۔ اور یہ نفس دیانت اسلام سے انکار ہے۔ پس معنی غلبہ وہی ہیں۔ کہ کل ادیان پر غالب آ جائے گا۔ اور بغیر اسلام کے روئے زمین پر کوئی دین باقی نہ رہے گا۔ سب ایک ہو جائیں گے۔ اور یہی لِيُظْهِرَهُ کا منشا ہے کہ اسلام اسلام کا ظہور ہوگا۔ حیف صد حیف کہ مسلمان کہلا کر اسلام کی ایسی بڑی فضیلت اور شان کو اپنے جھوٹے مقصد کے لئے مٹاتے اور انکار کرتے ہیں۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ غلبہ بعد فتح مکہ حضرتؐ کو حاصل ہو گیا۔ مشرکین عرب پر غالب آ گئے۔

لیکن یہ بدیہی البطلان ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ پیغمبرؐ صرف عرب ہی کے لئے مبعوث نہیں ہوئے ہیں بلکہ
جنس ناس کے لئے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ بلکہ تمام عوالم کے لئے۔ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ
نَذِیْرًا۔ لہٰذا صرف عرب و مشرکین عرب اور مخالفین قریش پر غلبہ تمام روئے زمین اور تمام ادیان پر غلبہ
نہیں کہلا سکتا۔ دوم اس لئے کہ اسی سورے میں خدا پھر اس وعدے کو دہراتا ہے یعنی سورۂ فتح میں۔
اور فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ
وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا۔ اگر فتح مکہ پر یہ وعدہ پورا ہو جاتا۔ تو اس کی تجدید نہ کی جاتی۔ یہ وعدہ بعد ذکر فتح
ہے۔ سوم اس لئے کہ یہ وعدہ تمام موالفین و مخالفین میں مشہور تھا۔ کہ ایک دن دین اسلام کو تمام
عالم کی فتح کلی حاصل ہوگی۔ اور اس لئے مخالفین بطور استہزا پیغمبرؐ سے سوال کرتے تھے۔ اور مسلمانوں
سے پوچھتے تھے۔ مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (سورۂ سجدہ) "اے مسلمانو! اگر تم سچے
ہو تو بتلاؤ۔ کہ وہ فتح جس کے تم امیدوار ہو۔ کب ہے"؟ جواب اس کا بارگاہِ الٰہی سے یہ دیا گیا۔ قُلْ
یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِیْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ "اے پیغمبرؐ! ان سے کہہ دو۔ کہ
اس فتح کے دن کفاروں کا ایمان لانا کچھ بھی نفع نہ بخشے گا۔ اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی" پس اس سے
معلوم ہوا۔ کہ وہ روز فتح محمدی وہ دن ہے۔ کہ جس دن کافروں کو ان کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔ اور اس دن
ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔ انتقام لیا جائے گا۔ اور سزا دی جائے گی۔ اور اس فتح کی تفسیر یہ ہے لَا یَنْفَعُ
نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِهَا خَیْرًا "اس وقت کسی ایسے نفس کو
اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔ جو پہلے سے مومن نہ تھا۔ یا اس نے اپنے ایمان میں کسب خیر اور عمل نیک
نہ کیا تھا"! اور فتح مکہ میں یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں۔ یعنی مشرکین قریش و دیگر اہل مکہ کا ایمان اس دن مفید
ثابت ہوا۔ اور پیغمبرؐ نے ان کے اسلام کو قبول کیا۔ اس دن سب کو "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ" کہہ کر
معاف کر دیا گیا اور انتقام نہ لیا گیا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ یوم فتح مکہ وہ یوم الفتح نہیں ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ ابھی تک وہ وعدۂ غلبۂ کلی پورا نہیں ہوا لیکن ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ "اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ
الْمِیْعَادَ" خدا کبھی خلاف وعدہ نہیں کرتا۔ جیسا کہا ہے ویسا ہی ضرور کرے گا! اور ضرور تمام عالم پر اپنے دین
کو غلبہ دے گا۔ چاہیئے کہ ضرور وہ وعدہ پورا ہو اور پیغمبرؐ ہی کے ہاتھ پر ہو۔ اگر کسی اور نسل کسی اور خاندان کے ہاتھ پر
ہوا۔ تو وہ وعدۂ پیغمبرؐی نہ ہوا۔ اور خلاف وعدگی لازم آئی۔ لیکن پیغمبرؐ موجود نہیں۔ پس یا تو وہ خود پھر تشریف
لائیں یا اس کے ہاتھ پر یہ وعدہ پورا ہوگا۔ جو نفس پیغمبرؐ اس کی روح اس کا جسم اس کا نور اور اس کا جزو ہو۔
اور جس کا فعل عین فعل رسولؐ جس کا علم عین علم رسولؐ ہو۔ اور ایسا شخص فرزند رسولؐ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ بیٹا

باپ کا جزو ہوتا ہے۔ اور اولاد پیغمبرؐ جو بطن فاطمہؑ سے ہے جزو پیغمبرؐ، جزو نور پیغمبرؐ، نفس پیغمبرؐ ہے۔ اور ان کا گوشت پوست روح و نفس و جسم و ظاہر و باطن ایک ہے۔ اور وہ سب کے سب ایک نور واحد ہیں۔ اور سب کے سب محمدؐ ہیں۔ لہٰذا ضرور بالضرور یہ وعدہ فرزند رسولؐ اور اولاد بتولؑ کے ہاتھ پہ پورا ہوگا۔ جن کا فعل عین فعل رسولؐ اور جن کا غلبہ عین غلبۂ رسولؐ ہے۔ اور وہ بزرگوار جن کے ہاتھ پر یہ وعدہ پورا ہوگا اب غیر مہدی آخرالزمانؑ اور کوئی نہیں۔ کیونکہ وہی حضرت تمام دنیا کو نجاست شرک و کفر سے پاک کریں گے۔ اور زمین کو عدل وداد سے پُر کریں گے۔ بنابریں مہدی آخرالزمانؑ آپ ہی کی اولاد سے ہوں گے۔ اور آپ کی اولاد اولادِ علیؑ ہے۔ اور اولاد علیؑ میں امام مہدی آخرالزمانؑ حضرت حجتؑ ابن الحسنؑ العسکری ہیں۔ وہوالمطلوب ٭

نیز ظاہر و باہر ہے۔ کہ دعوت آنحضرتؐ ابتدائے اسلام میں دعوت مطلق اسلام تھی۔ جو کوئی زبان سے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہہ دیتا۔ تو اسے مسلمانوں میں داخل کر لیا جاتا۔ اور حقوق اسلام میں شریک ہوجاتا۔ خواہ ابھی اس کے دل میں ذرا بھی ایمان و یقین داخل نہ ہوا ہو۔ چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ خود خبر دیتا ہے۔ اِذْ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ الخ - یہ دیہاتی تجھ سے آکر کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ تو ان سے کہہ دو۔ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن یہ کہو۔ کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا" درجہ ایمان فوق درجہ مطلق اسلام ہے۔ لیکن آپ کے جگر بند حضرت سیدنا و مولانا امام حسینؑ کے ہاتھ سے دعوت محمدیؐ دعوت ایمان شروع ہوئی بلکہ دعوت ایمان کامل۔ کیونکہ حضرت ان لوگوں کو اپنے ساتھ بلاتے اور دعوت دیتے تھے۔ جو راہ خدا میں جان و مال دینے سے ذرا دریغ نہ کرے۔ اور ایمان کامل کا نمونہ ہو۔ ہر ایک شے کے مقابلہ میں خوشنودی خدا و رسولؐ کو مقدم رکھے۔ کیونکہ کامل اہل ایمان کی یہی نشانی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ - اللہ نے مومنین کے جان و مال کو بہشت کے عوض خرید لیا ہے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے۔ لڑتے اور دشمنوں کو قتل کرتے اور آخرکار شہید ہوجاتے ہیں۔ اپنے جان و مال کو خدا کا سمجھنا۔ اس کی راہ میں لڑنا۔ دشمنان خدا کو قتل کرنا اور لڑ کر شہید ہوجانا مومنین کی خاص علامات ہیں۔ اور یہی کمال ایمان ہے۔ حسینؑ نے اس دعوتِ ایمان کی بنا ڈالی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ دعوت دعوتِ کاملہ ہے۔ بہ نسبت اولیہ۔ لہٰذا اس کامل کے بعد ناقص دعوت نہ ہوگی۔ بلکہ اب یہی دعوت ہوگی۔ اور آخری داعی اللہ یہی دعوت لے گا۔ پس ضروری ہے۔ کہ یہ سلسلہ

ذریت حسین اور اولاد حسینی ہی میں جاری رہے اور اسی سے آخر الزمان میں اس کا ظہور ہو۔ اور اسی درجہ عالیہ و شہادت عظمیٰ کی وجہ سے حضرت امام حسینؑ نے تین چیزیں انعام پائیں۔ الشِّفَاءُ فِیْ تُرْبَتِهٖ وَ اِجَابَةُ الدُّعَاءِ تَحْتَ قُبَّتِهٖ وَالْاِمَامَةُ فِیْ ذُرِّیَّتِهٖ ۔ آپ کی خاک خاکِ شفا بنی اور قبۂ حسینی محلِ قبولیتِ دعا اور امامت آپ کی ذریت میں قرار دی گئی نہ حضرت حسنؑ کی اولاد میں۔ پس ضروری و لازمی طور پر مہدی آخر الزمانؑ و آخر الائمہ ذریت حسینؑ ہی سے ہونا چاہیئے اور اسی سے ہے۔ نیز خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (بنی اسرائیل ع ۴) ۔" اور جو شخص مظلوم قتل ہو جائے۔ پس ہم نے اس کے وارث اور ولی الدم کو غلبہ دے دیا ہے۔ پس وہ قتل میں اسراف نہ کرے گا۔ یا اسراف نہ کرے۔ کیونکہ وہ بنصرت الٰہی منصور ہے۔ اس میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جو شخص ظلم سے قتل کیا گیا ہے ہم نے اس کے ولی کو ایسی سلطنت و قدرت دے دی ہے۔ کہ اس مظلوم کے عوض جتنا چاہے قتل کرے۔ اور اس کو اسراف نہ کرنا چاہیئے۔ وہ منصور ہے۔ نصرت خدا اس کے شامل حال رہے گی پس اس میں غور طلب یہ بات ہے۔ کہ جو کوئی شخص بھی قتل کیا جاتا ہے یا باستحقاق قتل ہوتا ہے۔ یعنی بحکم شرع قصاص وغیرہ میں یا بلا استحقاق اور ناحق اس کو کوئی قتل کر دیتا ہے۔ جو بالاستحقاق قتل ہوتا ہے۔ اس کا کوئی انتقام و قصاص نہیں۔ اور جو شخص ناحق قتل کیا جاتا ہے۔ وہ ضرور مظلوم ہے۔ پس کل ناحق مقتول مظلوم ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خدا نے ہر ایک مقتول کے وارث اور ولی الدم کو ایسی سلطنت دے دی ہے۔ کہ وہ جتنے دشمن چاہے قتل کرے۔ مگر یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ بہت سے مقتولین ایسے دیکھے جاتے ہیں۔ کہ ان کے عوض بہت سے تو کیا ایک بھی قتل نہیں ہوتا۔ ان کے وارث ایک سے بھی بدلہ نہیں لے سکتے۔ اور ان کو ذرا بھی قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ یونہی ان کا خون ہدر جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حکم قصاص یہ ہے۔ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى الخ ۔ ایک جان کے عوض ایک ہی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور آزاد کے عوض آزاد قتل ہوگا۔ اور غلام کے عوض غلام اور عورت کے عوض عورت ایک غلام کے عوض آزاد اور ایک عورت کے عوض مرد قصاص میں قتل نہیں ہو سکتا۔ پس یہ حکم کہ وہ اس مظلوم کے عوض جتنا چاہے قتل کرے عام حکم قصاص کے خلاف و متناقض ہے۔ اور بنا بر حج بین الآیتین نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ مظلوم ہی جس کا یہاں ذکر ہے اس قسم کا ہے۔ کہ اس کے عوض جتنے بھی قتل کیے جائیں تھوڑے ہیں۔ یعنی مدار حیات جسمانی یا روحانی عالم امکان وہی ہے۔ اور ایسا

نفس نبیؑ یا وصیؑ نبیؑ ہو سکتا ہے۔ جو مربی عالم و جبات عالم ہے۔ اور جس کا قتل کل نوع انسان کا قتل کر دینا ہے۔ چنانچہ بعد ذکر قتل قصہ حضرت ہابیلؑ فرماتا ہے۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا (مائدہ ع ۵) یعنیؔ پس اسی واسطے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا۔ کہ جس نے ایک نفس کو بلا وجہ اور بلا فساد فی الارض قتل کر دیا۔ تو اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ پس ایک نبی یا وصی نبی کا قتل کرنا گویا تمام لوگوں کو قتل کر دینا ہے۔ اس لئے اس کے عوض جتنے دشمن بھی جو اس میں شریک یا اس فعل سے خوش ہیں قتل کئے جائیں کم ہیں۔ اور اسی واسطے حضرت یحیٰؑ کے عوض ستر ہزار یعنی ایک تعداد غیر محدود قتل کئے گئے۔ جب تک کہ خون حضرت یحیٰؑ کا جوش کم نہ ہوا۔ برابر قتل ہوتے رہے۔ اور یقینی طور پر فرزند رسولؐ الثقلین وصی برحق شہید مظلوم سید الشہداء امام حسینؑ مظلوم ترین شہداء ہیں۔ اور ایسے نفس زکیہ ہیں۔ کہ ان کے قتل کے عوض جتنے بھی ظالمین شرکاء قتل اور اس سے خوش ہونے والے قتل کئے جائیں کم ہیں۔ پس ضرور اس امت محمدیؐ میں وہ ولی منصور فرزند حسینؑ ہی ہوگا۔ جو خون حسینیؑ کا انتقام لے گا۔ اور اول روز خروج پکارے گا یَالَثَارَاتِ الْحُسَیْنِ۔ کہاں ہیں خون حسینیؑ کا بدلہ لینے والے چلیں" جس کا نام ثائر اور ناصر و منصور ہے اور اولاد حسینؑ ہیں۔ یہ منتقم مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ جو نہ صرف خون حسینیؑ بلکہ خون جمیع انبیاء مظلومین کا بدلہ لے گا۔ کیونکہ وہ آخر وارث الانبیاء ہے۔ جیسا کہ عنقریب ذکر آئے گا۔ پس ضرور مہدی آخر الزمانؑ اولاد حسینؑ ہی سے ہوگا نہ کسی اور سے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ مہدیؑ بنی عباس سے نہیں بلکہ بنی فاطمہؑ و اولاد علیؑ سے ہے۔ اور اولاد امام حسنؑ سے نہیں بلکہ ضرور اولاد حسینؑ ہی سے ہے۔ اور ان دلائل قطعیہ کے مقابل کوئی روایت قابل سند نہیں ہو سکتی۔ اب ہم خاص تخصیص و تشخیص مہدیؑ میں خاص احادیث کا ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ یقین کلی حاصل ہو جائے۔ کہ وہ مہدیؑ اولاد امام حسینؑ ہی سے ہے۔

فصل

(احادیث مشخصہ)

حدیث ۱۔ الطبرانی والبزاز نے ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ زمین ضرور ایک دن ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی۔ پس جب وہ ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ اس

وقت خدا مجھ میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا۔ جس کا نام میرا نام (یعنی محمدؐ) ہو گا۔ پس وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور آسمان اپنی بارش سے اور زمین اپنی نباتات سے کچھ باقی نہ رکھ چھوڑے گی۔ وہ ان میں سات یا آٹھ یا زیادہ سے زیادہ نو سال قیام کرے گا۔

حدیث ۲ قرۃ المزنی نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ضرور زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی۔ پھر میرے اہلبیتؑ میں سے ایک شخص خروج کرے گا۔ اور اس کو عدل و داد سے بھر دے گا۔

حدیث ۳ ابن عباس۔ انس۔ جابر۔ ابن ابی اوفےٰ وغیرہ سے ابن ماجہ و احمد بن حنبل وغیرہما نے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اگر دنیا میں سے صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو بھی ضرور اللہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔

حدیث ۴ ابن عباس و ابن الزبیر اور ابو ذر سے حاکم و ابو نعیم وغیرہما نے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ مِنَّا الَّذِیْ یُصَلِّیْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ خَلْفَہٗ۔ ہم میں سے ہی وہ امام مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ جس کے پیچھے عیسٰے بن مریم نماز پڑھیں گے۔

حدیث ۵ حاکم نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اَبْشِرِیْ یَا فَاطِمَۃُ اَلْمَہْدِیُّ مِنْکِ۔ اے فاطمہؑ خوش ہو۔ کہ مہدی تجھ سے ہے۔ یعنی تیری اولاد سے ہے۔

حدیث ۶ احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اَلْمَہْدِیُّ طَاؤُسُ اَہْلِ الْجَنَّۃِ اَلْمَہْدِیُّ مِنَّا اَہْلَ الْبَیْتِ یُصْلِحُہُ اللّٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ وَاحِدَۃٍ۔ مہدی طاؤس اہل جنت ہے۔ اور مہدی ہم اہل بیتؑ میں سے ہے۔ خدا ایک رات میں اس کا کام درست کر دے گا۔

حدیث ۷ طبرانی نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اَلْمَہْدِیُّ مِنَّا یُخْتَمُ بِہٖ کَمَا فُتِحَ بِنَا۔ مہدی ہم اہل بیتؑ میں سے ہے۔ ہم پر دنیا کا خاتمہ ہو گا جس طرح کہ ہم ہی سے افتتاح ہوا۔

حدیث ۸ ابو داؤد نے روایت کی ہے۔ کہ جناب رسالت پناہ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ مہدی مجھ سے ہے۔ اور روشن پیشانی و بلند بینی ہے۔ اور فرمایا۔ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے۔

حدیث ۹ ابوداؤد۔ ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ مَھدِیٌ مِن عِترَتِی وُلدِ فَاطِمَۃَ ۔ مھدی میری عترتؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے؛

حدیث ۱۰ ابوداؤد اور حاکم نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا مھدی مجھ سے ہے روشن پیشانی بلند بینی۔ وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ وہ سات سال تک مالک زمین رہے گا؛

حدیث ۱۱ ام سلمہؓ سے احمد بن حنبل و ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ مھدی ہم اہل بیتؑ سے ہے۔ خدا اس کا کام ایک رات میں درست کر دے گا؛

حدیث ۱۲ ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اَلمَھدِیُ رَجُلٌ مِن وُلدِی وَجھُہٗ کَالکَوکَبِ الدُّرِّیِّ ۔ مھدی میری اولاد میں سے ایک شخص ہے۔ اس کا چہرہ مثل ستارہ درخشاں ہے؛

حدیث ۱۳ ابن مسعودؓ سے ابوحاتم و ابن حبان نے نقل کیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ نے ہم اہلبیتؑ کے لئے دنیا پر آخرت کو پسند کیا ہے۔ اور میرے بعد میرے اہلبیتؑ بڑی بڑی سختیاں جھیلیں گے۔ در بدر پھریں گے۔ یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے کچھ سیاہ علموں والے لوگ آئیں گے۔ وہ اپنا حق طلب کریں گے۔ اور ان کو نہ دیا جائے گا۔ اور دو تین مرتبہ ایسا ہی ہو گا۔ کہ پھر وہ جو کچھ چاہیں گے ملے گا۔ پس وہ اس سلطنت کو قبول نہ کریں گے۔ تا اینکہ وہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کے سپرد کر دیں گے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ پس جو اس کو پالے۔ وہ ان کے پاس آجائے۔ اگرچہ برف کے اوپر گھٹنوں کے بل چل کر پہنچے۔ ذخائر العقبےٰ۔ کنوز الدقائق۔ جامع الصغیر۔ مودۃ القربےٰ۔ مشارب الاذواق وغیرہا؛

حدیث ۱۴ ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ دنیا ختم نہ ہو گی۔ تا اینکہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص مالک عرب ہو۔ جس کا نام میرا نام ہے۔ (ابوداؤد ترمذی۔ مشکٰوۃ المصابیح)؛ وفی روایۃ۔ اور ایک روایت میں یوں ہے۔ کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو دراز کر دے گا۔ یہاں تک کہ خدا مجھ سے اہلبیتؑ در مجھ سے ایک شخص کو کھڑا کرے۔ جس کا نام میرا نام ہو گا۔ اور اس کے باپ کا

نام میرے باپ کا نام ۔ اور وہ زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔

حدیث ۱۵ حاکم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے بیان کیا۔ کہ رسول خدا نے ذکر کیا۔ کہ میری امت پر ایسی بلا نازل ہوگی۔ جس میں ان کو کہیں پناہ نہ ملے گی۔ پس اس وقت خدا میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا۔ وہ زمین کو عدل وداد سے پُر کرے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔ اس سے ساکنان زمین و آسمان سب خوش ہونگے۔ آسمان اپنی بارش تمام برسا دے گا۔ اور زمین کل نباتات کو نکال دے گی۔ یہاں تک کہ زندہ آرزو کریں گے کہ ان کے مُردے زندہ ہوتے اور یہ دیکھتے۔

حدیث ۱۶ ام سلمہؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مہدی میری عترتؑ اولاد فاطمہ سے ہے۔ (کما رواہ مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ البیہقی۔ وصاحب المصابیح وغیرہم)۔

حدیث ۱۷ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ضرور ضرور خدا میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا۔ جو کشادہ پیشانی اور کھُلے دانتوں والا ہے۔ وہ زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا۔ اور مال کو پانی کی طرح بہائے گا۔

حدیث ۱۸ احمد بن حنبل حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ قیامت نہ آئے گی۔ یہاں تک کہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے۔ پھر میری عترتؑ میں سے ایک شخص خروج کرے گا۔ اور وہ اس کو عدل وداد سے بھر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔

حدیث ۱۹ ابن عساکر سے منقول ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ جب قائمؑ آل محمدؐ خروج کرے گا۔ تو اللہ اس کے پاس اہل مشرق و اہل مغرب کو جمع کر دے گا۔ اور وہ اس طرح اکٹھے ہو جائیں گے جس طرح بادل کے ٹکڑے۔ لیکن اس کے رفقاء پس وہ اہل کوفہ ہوں گے اور ابدال شام سے آئیں گے۔

حدیث ۲۰ طبرانی نے کتاب الاوسط میں ابو ایوب الانصاری سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا۔ کہ ہم ہی میں سے بہترین انبیاءؑ ہے۔ اور وہ تیرا باپؐ ہے۔ اور ہم ہی میں سے بہترین اوصیاءؑ۔ اور وہ تیرا شوہر ہے۔ اور ہم ہی میں سے

بہترین شہداء ہے۔ اور وہ تیرے باپ کا چچا حمزہؓ ہے۔ اور ہم ہی میں سے ہے۔ دو بازوؤں سے جنت میں پرواز کرتا ہے۔ اور وہ تیرے باپ کے چچا کا بیٹا جعفرؓ ہے۔ اور ہم ہی میں سے سبطین امت ہیں اور وہ تیرے فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور ہم ہی میں سے مہدیؑ ہے۔ اور وہ تیری ہی اولاد سے ہے۔

حدیث ۲۱ حافظ ابو نعیم۔ ثعلبی۔ حاکم۔ حموینی اور دیلمی نے انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ ہم بنی عبد المطلب سرداران اہل جنت ہیں یعنے۔ میںؐ۔ حمزہ۔ علیؑ۔ جعفرؓ۔ الحسنؑ۔ الحسینؑ اور مہدیؑ۔

حدیث ۲۲ ابن المغازلی نے مناقب میں اور علامہ الحموینی نے فرائد السمطین میں ابو ایوب الانصاریؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب رسول خداؐ بیمار پڑے۔ تو فاطمہؑ ان کے پاس آئیں اور رونے لگیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اے فاطمہؑ تیرا شوہر خدا کی طرف سے تیرے لئے کرامت ہے۔ جو سب مسلمانوں سے اسلام لانے میں مقدم ہے۔ اور علم میں سب سے زیادہ۔ تحقیق کہ اللہ تعالٰے نے ایک مرتبہ اہل زمین کو دیکھا۔ تو اہل زمین سے مجھ کو پسند کیا۔ پس مجھے پیغمبر بنایا۔ پھر دوبارہ نظر کی۔ تیرے شوہر علیؑ کو پسند کیا۔ اور مجھے وحی کی کہ میں تجھے اس سے بیاہ دوں۔ اور اس کو وصی بناؤں اے فاطمہؑ ہم میں سے ہی بہترین انبیاءؑ ہے۔ اور وہ تیرا باپؐ ہے۔ الخ (جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔ سیاقِ کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حدیث مکرر صادر ہوئی ہے۔ اور چند مرتبہ حضرتؐ نے ایسا فرمایا ہے)۔

حدیث ۲۳ عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ رسول خداؐ نے ایک طولانی حدیث کے ذیل میں حضرت علیؑ سے فرمایا۔ . . . . . . اے علیؑ! ان کینوں سے بچتے رہنا۔ جو لوگوں کے سینوں میں ہیں۔ اور وہ ان کو ظاہر نہ کریں گے مگر میری موت کے بعد۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں پھر حضرتؐ رونے لگے۔ اور فرمایا۔ کہ جبرئیلؑ نے خبر دی ہے۔ کہ وہ لوگ علیؑ پر میرے بعد ظلم کریں گے۔ اور یہ ظلم باقی رہے گا تا اینکہ قائم آل محمدؐ قیام فرمائے۔ اور کلمۃ الٰہی بلند ہو۔ اور لوگ اہلبیتؑ کی محبت پر جمع ہوں۔ اور ان کے دشمن کم رہ جائیں۔ اور ان سے کراہت کرنے والے ذلیل ہوں۔ اور مدح کرنے والے زیادہ ہو جائیں۔ اور یہ اس وقت ہوگا۔ جبکہ شہر متغیر ہو جائیں گے۔ اور بندگان خدا ضعیف اور فراخ عیشی سے مایوس۔ پس اس وقت میری اولاد میں سے مہدی القائم ایسے لوگوں کے ساتھ ظہور کرے گا۔ جن سے خدا حق کو ظاہر کرے گا۔ اور ان کی تلواروں سے باطل کو مٹائیگا اور ان کا

اتباع کریں گے یا ان سے ڈر کر یا ان کی طرف رغبت کر کے۔ پھر فرمایا۔ اے لوگو! خوش ہو اس فرج سے کیونکہ وعدۂ خدا حق ہے۔ اس میں خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور قضاء الٰہی ٹوٹ نہیں سکتی۔ اور وہی خدائے حکیم و خبیر ہے۔ اور بیشک فتح خدائی قریب ہے۔ بارالٰہا یہی میرے اہل ہیں۔ ان سے رجس کو دور کر اور پاک رکھ۔ جو حق پاک رکھنے کا ہے۔ بارالٰہا ان کی حفاظت و نگرانی فرما۔ اور تو ان کا ہو جا اور ان کی نصرت کر۔ اور ان کو عزت دے۔ اور ذلیل نہ کر۔ اور ان پر میرے بعد میرا جانشین ہو اِنَّكَ عَلٰى مَا تَشَاءُ قَدِيْرٌ كَمَا نَقَلَهٗ موفق بن احمد خوارزمی ؐ

حدیث ۲۴ } حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سید علی ہمدانی بسلسلہ رواۃ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا۔ کہ دنیا نہیں ختم ہو گی۔ تاوقتیکہ ایک شخص اولاد حسینؑ سے میری امت میں خروج فرمائے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ بعد اس کے کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی ؐ

حدیث ۲۵ } حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ ناگاہ میں نے دیکھا۔ کہ حسینؑ ان کے زانو پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور حضرتؐ ان کے رخساروں پر بوسہ دیتے اور منہ چومتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ تو سردار فرزند سردار۔ برادر سردار ہے۔ تو امام۔ فرزند امام و برادر امام ہے۔ تو حجت۔ فرزند حجت و برادر حجت اور نو حجتوں کا باپ ہے۔ جن میں سے نواں مہدی قائمؑ ہے۔ (اس کو حموینی و موفق بن احمد نے بھی نقل کیا ہے) ؐ

حدیث ۲۶ } ابن عباس سے کتاب فرائد السمطین میں روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میرے خلیفہ میرے اوصیاء اور حجج اللہ میرے بعد بارہ ہیں۔ اول ان کا علیؑ اور آخر میرا فرزند مہدیؑ ہے۔ عیسیٰ بن مریمؑ روح اللہ نزول فرمائیں گے۔ اور اس مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور زمین اپنے مربی کے نور سے چمک اٹھے گی۔ اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب عالم تک پہنچے گی ؐ

حدیث ۲۷ } انہی سے اسی کتاب میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں سید النبیینؐ ہوں اور علیؑ سید الوصیینؑ۔ اور میرے اوصیاء میرے بعد کل بارہ ہیں۔ اول علیؑ ہے اور آخر ان کا مہدیؑ۔ اور اسی کتاب میں ابو امامۃ الباہلی سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تمہارے اور روم کے درمیان سات دن ہیں۔ پس حضرتؐ سے دریافت کیا گیا۔ کہ اس وقت

امام وقت کون ہوگا۔ فرمایا۔ مہدیؑ ہے میرا فرزند۔ جو چالیس سال کے سن میں ہوگا۔ اور اس کا چہرہ مثل کوکب درخشاں اور اس کے دائیں رخسار پر خال سیاہ ہے۔ اور اس پر دو عباتیں ہوں گی۔ گویا کہ وہ رجال بنی اسرائیل سے ہے۔ بیس سال مالک رہے گا۔ اور وہ خزائن زمین کو نکالے گا اور شرک کے شہروں کو فتح کرے گا (یہی مضمون کتاب الاصابہ میں بھی ہے) ؛

حدیث ۲۸ اسی کتاب میں انہیؑ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ علیؑ میرا وصی ہے۔ اور اسی کی اولاد سے القائم المنتظر المہدیؑ ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے کہ اس زمانے میں اس کی امامت پر قائم اور اس کے قائل رہنے والے کبریت احمر سے زیادہ کمیاب اور عزیز تر ہوں گے۔ یہ سن کر جابرؓ کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا آپ کے فرزند قائمؑ کے لئے غیبت ہے؟ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم ہے۔ تاکہ خدا مومنین کو چھانٹ کر نکالے اور کافرین کو ہلاک کرے۔ اور فرمایا اے جابرؓ یہ خدا کے بھیدوں میں سے ایک بھید اور اس کے پردوں میں سے ایک پردہ ہے۔ تو اس میں ہرگز شک نہ کرنا۔ کیونکہ امر الٰہی میں شک کرنا کفر ہے۔ مہدیؑ کے باب میں شک کرنے والا یقیناً کافر ہے ؛

حدیث ۲۹ اسعاف الراغبین میں علامہ محمد الصبان المصری بسلسلہ رواۃ طبرانی و رویانی وغیرہا روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مہدیؑ میری اولاد سے ہے۔ اس کا چہرہ مثل ستارۂ درخشاں ہے۔ اور رنگ رنگ عربی ہے اور جسم جسم اسرائیلی یعنی طویل وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ اور اس کی خلافت پر تمام اہل زمین و اہل آسمان خوش ہوں گے ایضاً وہ نوجوان سرمگین چشم ملے ہوئے ابرووں۔ اٹھی ہوئی ناک اور گھنی ڈاڑھی والا ہے۔ اس کے دائیں رخسار پر خال سیاہ ہے اور بائیں ہاتھ پر خال سیاہ ہے ؛

حدیث ۳۰ اسی کتاب میں طبرانی کی روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے خبر دی ہے۔ کہ مہدیؑ ادھر اُدھر دیکھتا ہوگا۔ کہ ناگاہ عیسٰیؑ بن مریمؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ گویا کہ ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔ اور مہدیؑ ان سے کہیں گے۔ کہ آگے بڑھیئے اور لوگوں کو نماز پڑھائیے۔ پس عیسٰیؑ فرمائیں گے۔ کہ مہدیؑ نماز تیرے لئے قائم کی گئی ہے۔ تب عیسٰیؑ میرے فرزند مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے (یہی مضمون مسلم وغیرہ میں بھی مروی ہے) ؛

حدیث ۳۱ احمد بن حنبل اور ماوردی نے نقل کیا ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ بشارت ہو تمہیں مہدی کی۔ جو ایک مرد قریش ہے میری عترت سے۔ وہ لوگوں کے اختلاف و اضطراب و زمین کے لرزنے کی حالت میں خروج کرے گا۔ پس وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کردے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اس سے ساکنان زمین و آسمان خوش ہوں گے وہ مال کو مساوی حصص میں تقسیم کرے گا۔ اور اس وقت امت محمدی کے دل تونگری سے پُر ہو جائیں گے اور ان پر اس کا عدل چھا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا۔ کہ جس کو مال کی حاجت ہو۔ وہ آئے۔ تو سوائے ایک شخص کے کوئی اس کے پاس مال لینے نہ آئے گا۔ اس سے مہدی فرمائیں گے۔ تو محافظ مال دربان کے پاس جا۔ وہ تجھے دے دے گا۔ وہ اس کے پاس آئے گا اور کہے گا۔ کہ میں مہدی کا قاصد ہوں۔ تیرے پاس آیا ہوں۔ کہ تو مال عطا کرے۔ وہ کہے گا بھر لے۔ وہ بھر لے گا یہاں تک کہ اس سے اُٹھ نہ سکے گا۔ پھر وہ کم کرے گا۔ اور اُٹھا کر لے چلے گا۔ اور پھر شرمندہ ہو کر کہے گا۔ کہ امت محمدی میں سے کوئی طالب مال نہ ہوا۔ اور میں مال لینے آیا اور واپس ہو گا۔ اور خزانچی سے کہے گا۔ یہ واپس لے لو۔ وہ جواب دے گا۔ کہ جو چیز ہم دے دیں۔ پھر واپس نہیں لیتے ؂

حدیث ۳۲ کتاب غایۃ المرام میں حذیفہ یمانی سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے ایک خطبے میں آئندہ آنے والے واقعات و حادثات کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو دراز کردے گا۔ تا اینکہ میری اولاد سے ایک شخص کو مبعوث کرے۔ جس کا نام میرا نام ہو گا۔ سلمان فارسیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلعم کس کی اولاد سے ہو گا۔ آپؐ نے حسینؑ کے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اس کی اولاد سے ہو گا۔ اسی کتاب میں عبدالرحمٰن بن عوف سے قریب قریب یہی مضمون مروی ہے ؂

حدیث ۳۳ اسی کتاب میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اس کا نام میرا نام ہے اور اس کی کنیت میری کنیت یعنی ابو القاسم محمد وہ تمام لوگوں کی نسبت خلق و خُلق و صورت و سیرت میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں بہت سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ مثل شہاب ثاقب آئے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کردے گا ؂

حدیث ۳۴ ابوامامہ الباہلی سے حافظ ابونعیم نے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے ایک خطبے میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ پھر مدینہ صاف کیا جائے گا جس طرح لوہا صاف کیا جاتا ہے۔ اور وہ دن یوم الخلاص (رہائی ورستگاری کا دن) کہلائے گا۔ ام شریک نے عرض کیا۔ اس وقت عرب کس حال میں ہوں گے۔ فرمایا۔ وہ اس وقت بہت تھوڑے ہوں گے۔ اور وہ کل خانہ مقدس میں ہوں گے۔ اور ان کا امام **مھدی** ہوگا۔ اور وہ مرد صالح ہے اور حذیفہ یمانی سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اے حذیفہؓ تباہ ہو اس امت کے ملوک جبابرہ کا کس طرح سے یہ لوگوں کو قتل کریں گے اور ان کو وطن سے نکالیں گے۔ الا اس شخص کو جو ان کی اطاعت کرے۔ پس اس وقت مومن متقی ان سے زبانی محبت ظاہر کرے گا۔ اور دل سے بھاگے گا۔ پس جب اللہ چاہے گا۔ کہ اسلام کی عزت کو دوبارہ لوٹائے۔ تو ہر ایک بادشاہ جبار کی گردن توڑ دے گا۔ اور ذلیل کر دے گا۔ اور وہ ہر ایک شے پر قادر ہے۔ اور بعد خرابی کے اس امت کی اصلاح کرے گا۔ اے حذیفہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو بڑھا دے گا۔ یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص بادشاہ و مالک زمین ہو۔ لڑائیاں اس کے ہاتھ ہوں گی۔ اور وہ اسلام کو ظاہر کرے گا۔ اور خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

حدیث ۳۵ ابوسعید خدری سے کتاب **عقد الدرر** میں مروی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ آخرالزماں میں بادشاہ کی طرف سے بلاء شدید نازل ہوگی۔ جس سے سخت کبھی سننے میں نہیں آئی۔ یہاں تک کہ زمین ان کے لئے تنگ ہو جائے گی۔ اور زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی۔ پس مومن کہیں جائے پناہ نہ پائے گا۔ پس اللہ میری بقیہ عترت و اہلبیتؑ سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا۔ اور وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔ اہل آسمان و اہل زمین اس سے خوش ہوں گے۔ زمین اپنی نباتات نکال دے گی۔ اور آسمان بارش سے کچھ باقی نہ رکھے گا۔ زندہ تمنا کریں گے کہ مُردے زندہ ہوتے تو دیکھتے۔ کہ خدا نے اہل زمین کے لئے کیسی خیر مہیا کی ہے (اس کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے)۔

حدیث ۳۶ ابوسعید خدری ہی سے بغوی نے اخراج کیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد بہت فتنے اٹھیں گے۔ اور ان میں مار پیٹ و بھاگ دوڑ ہوگی۔ پھر ان کے بعد اور ان سے بھی شدید فتنے ہوں گے۔ جس وقت کہا جائے گا کہ اب ختم ہو گئے۔ وہ اور بڑھ جائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی گھر عرب کا بغیر فتنہ کے باقی نہ رہے گا۔ اور ہر ایک مسلم کو پہنچے گا۔ یہاں تک کہ

ایک شخص میری امت میں سے خروج کرے گا۔

حدیث ۳۷ کتاب البیان میں علی الہلالی سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرض الموت میں جناب فاطمہؑ سے حالات آخر الزمان اور اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس نے مجھ کو نبی بنایا ہے۔ انہی دو نور (حسنینؑ) سے مہدی امت ہے۔ جب دنیا ہرج و مرج بن جائے گی اور فتنے غالب آجائیں گے۔ اور راستے بند ہو جائیں گے۔ اور لوگ ایک دوسرے کو لوٹیں گے بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں گے۔ اور چھوٹے بڑوں کو تعظیم نہ دیں گے۔ تو اس وقت اللہ انہی دونو میں سے اس شخص کو مبعوث کرے گا۔ جو ضلالت کے قلعوں کو فتح کرے گا اور دلوں کے قفل توڑے گا اور آخر الزمان میں اسی طرح دین کو قائم کرے گا۔ جس طرح میں نے اوّل اسلام میں قائم کیا تھا۔ اور وہ دنیا کو عدل و داد سے پُر کر دے گا الخ۔ اسی طرح اس کو صاحب حلیۃ نے ذکر کیا ہے۔

حدیث ۳۸ ابو سعید خدری ہی سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مہدی ہم اہل بیتؑ میں سے وہ بلند بینی ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔

حدیث ۳۹ تمیم الداری سے ثعلبی نے کتاب العرائس میں روایت کیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ انطاکیہ میں ایک غار ہے۔ جس میں الواح موسےٰؑ ہیں۔ اور ہر ایک بدلی جو اس پر سے گزرتی ہے اپنی برکت نازل کرتی ہے۔ اور زمانہ ختم نہ ہوگا۔ تا اینکہ میرے اہل بیتؑ میں سے اس کا مالک ہو۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔

حدیث ۴۰ ابو سعید خدری سے کتاب الفتن میں مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہم ہی میں سے ہے وہ جس کے پیچھے عیسےٰ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ اور وہ مہدی ہی ہے جس کی اقتداء عیسےٰ کریں گے۔

ابو ہریرہ سے حافظ ابو نعیم نے روایت کی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص مالک زمین نہ ہو لے۔ جو قسطنطنیہ اور جبل دیلم کو فتح کرے گا۔ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو بڑھا دے گا۔ کہ وہ قسطنطنیہ کو فتح کرے۔

یہ تمام احادیث بطریق اہل سنت کتب اہلسنت میں مروی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی احادیث

ہیں، جن کو بوجہ طوالت درج نہیں کیا گیا۔ چنانچہ ایک ایک مفصل و مطول کتاب اس جناب کے باب میں لکھی گئی ہے۔ مثلاً محمد ابن محمد شافعی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں فرماتے ہیں۔ کہ میں نے یہ کتاب اس طرز سے لکھی ہے۔ کہ اس میں کوئی حدیث بطریق شیعہ درج نہیں کی گئی۔ تاکہ استدلال محکم ہو۔ اور محل اعتراض باقی نہ رہے۔ اور محدث موصوف نے اس کتاب میں حالات مہدیؑ آخر الزمان میں پچیس باب حسب ذیل ترتیب دئے ہیں۔ باب اوّل خروج مہدی آخر الزمانؑ کے ذکر میں۔ باب دُوُم اس بات کے ثبوت میں کہ مہدی عترت رسولؐ و اولاد علیؑ و بتولؑ ہی سے ہے۔ نہ اور کوئی۔ باب سوُم اس بیان میں کہ مہدیؑ سادات اہل بہشت سے ہے۔ باب چہارم اس امر کے بیان میں کہ پیغمبرؐ نے مہدی آخر الزمانؑ کی بیعت کا حکم دیا ہے۔ باب پنجم اس بیان میں کہ اُس کے خاص انصار اہل مشرق ہوں گے۔ باب ششم اس امر کے بیان میں کہ مدت سلطنت آنجنابؑ کس قدر ہے۔ باب ہفتم اس امر میں کہ عیسٰے ابن مریمؑ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے باب ہشتم نشانات مہدیؑ کے بیان میں۔ باب نہم اس کے ثبوت میں کہ مہدیؑ خاص اولاد امام حسینؑ سے ہے نہ اولاد امام حسنؑ سے۔ باب دہم کرم مہدیؑ کے بیان میں۔ باب یازدہم اُن لوگوں کے خیال کی رد میں ہے جو کہتے ہیں کہ مہدیؑ عیسٰےؑ بن مریمؑ ہیں۔ باب دوازدہم اس حدیث کی شرح کہ پیغمبرؐ اوّل امت ہیں اور مہدیؑ وسط امت اور عیسٰےؑ آخر امت۔ باب سیزدہم کنیت و نام مہدیؑ اور آنحضرتؐ سے شباہت کے بیان میں۔ باب چہاردہم اُس مقام کے بیان میں جہاں سے مہدی آخر الزمانؑ خروج فرمائیں گے۔ باب پانزدہم اس امر کے بیان میں کہ مہدیؑ آخر الزماں پر مثل رسول خداؐ ابر سایہ فگن ہوگا۔ باب شانزدہم اس بیان میں کہ ایک فرشتہ آپؑ کے سر پر مؤکل ہوگا جو ندا کرے گا۔ باب ہفتدہم رنگ و جسم و اوصاف مہدیؑ کے بیان میں۔ باب ہیجدہم خال رخسار کے بیان میں۔ باب نوزدہم کیفیت ندا و وقت ظہور و خروج کے بیان میں۔ باب بستم قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے بیان میں۔ باب بست و یکم اس بیان میں کہ خروج مہدی بعد ملوک جبابرہ ہے۔ باب بست و دُوُم اس بیان میں کہ مہدیؑ امام صالح ہے۔ باب بست و سُوم اس بیان میں کہ امت محمدی عند مہدی آخر الزماں میں نعمتہائے گوناگوں سے متنعم ہوگی۔ باب بست و چہارم اس بیان میں کہ مہدیؑ خلیفہ خدا ہے۔ باب بست و پنجم اس امر کے بیان میں کہ مہدیؑ روز ولادت سے غائب اور زندہ موجود ہے۔ اور یہ کہ کوئی استحالہ عقلی یا نقلی اس کے زندہ موجود رہنے میں نہیں ہے۔ جو کچھ ان ابواب میں مذکور ہے۔ تقریباً

کل کا کل بیانات سابقہ واحادیث مذکورہ میں ثابت ہو چکا ہے) ۔ حافظ ابو نعیم نے کتاب الاربعین
میں چالیس حدیثیں مہدی آخرالزمانؑ کے باب میں درج کی ہیں۔ اور مضمون سب کا تقریباً یہی ہے جو
ہم نے مختلف کتب سے ان چالیس حدیثوں میں نقل کیا ہے۔ سید ابن طاؤس نے ایک سو دس حدیثیں
اپنی کتاب مسمی کشف المخفی میں نقل کی ہیں باین تفصیل۔ صحیح بخاری سے تین۔ صحیح مسلم سے گیارہ
جمع بین الصحیحین حمیدی سے دو۔ جمع بین الصحاح عبدری سے گیارہ۔ فضائل الصحابہ سے
سات۔ ثعلبی سے پانچ۔ غریب الحدیث دینوری سے چھ۔ کتاب الفردوس سے چار
مسند فاطمہؑ دار قطنی سے چھ۔ مسند علیؑ دار قطنی سے تین۔ مبتدا الکسائی سے دو۔ مصابیح
حسین بن مسعود فراء سے پانچ۔ ملاحم منادی سے چونتیس۔ کتاب ابن مطیق سے تین۔ کتاب
الفتح ابو الفتح فرغانی سے تین استیعاب نمری سے دو۔ یہ ایک سو دس ہوئیں۔ جزو ثانی سنن
محمد بن یزید ماجہ میں سات۔ اور حدیثیں سید موصوف نے دیکھیں اور حافظ ابو نعیم کی چالیس مل
کر ایک سو ستاون ہوئیں۔ گویا سید موصوف کی نظر سے بطریق اہل سنت ایک سو ستاون حدیثیں
مہدی آخرالزمانؑ کے باب میں گزری ہیں۔ مگر احادیث امامت و خلافت و ولایت ائمہ اثنا عشر
واحادیث تشخیص اہل بیت ملا کر دو سو سے بھی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اہل بصیرت پر پوشیدہ
نہیں ہے ۔

فصل

احادیث مرویہ از اہلبیت علیہم السلام

حدیث ا ابن عباسؓ سے کتاب اکمال الدین میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جب
مجھ کو معراج ہوئی۔ اور میں اپنے پروردگار کے پاس پہنچا۔ تو مجھ کو ندا آئی۔ اے محمدؐ!
میں نے کہا۔ لبیک لبیک یا رب العظمۃ۔ پس وحی ہوئی۔ کہ اے محمدؐ کس شے میں تم نے تجھ کو اس مقام
ملاء اعلےٰ سے مخصوص کیا۔ عرض کیا۔ یا الٰہی مجھ کو اس کا علم نہیں۔ پھر ندا آئی۔ اے محمدؐ! تو نے آدمیوں

میں سے کس کو اپنا بھائی۔ وزیر اور اپنے بعد وصی بنایا؟ میں نے عرض کیا۔ اے میرے معبود تو ہی مجھے خبر دے۔ کہ میں کس کو اپنا وصی بناؤں۔ تب مجھ کو وحی ہوئی۔ کہ اے محمدؐ میں نے تیرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کو اختیار کیا ہے۔ اے محمدؐ میں نے اس کو تیرا اور تیرے علم کا وارث اور بروز حساب صاحب لواء الحمد قرار دیا ہے۔ اور اسی کو تیرے حوض کا ساقی بنایا ہے۔ جو تیری امت کو سیراب کرے گا۔ اے محمدؐ! میں نے اپنے اوپر قسم کھائی ہے۔ کہ اس حوض سے تیرا اور تیرے اہل بیت اور ذریت طیبین طاہرین کا دشمن ہرگز سیراب نہ ہوگا۔ اور نہ پی سکے گا۔ اور اے محمدؐ! میں ضرور تیری امت کو بہشت میں داخل کروں گا۔ مگر اس کو جو خود انکار کرے۔ میں نے عرض کیا۔ اے پروردگار کیا کوئی ہے جو دخول جنت سے انکار کرے۔ پس مجھ کو وحی ہوئی۔ کہ کیوں نہیں۔ اے محمدؐ! اپنی مخلوقات میں سے میں نے تجھ کو اختیار کیا ہے۔ اور تیرے بعد تیرے لئے وصی اختیار کیا ہے۔ اور اس کو تجھ سے وہ منزلت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے ہے۔ مگر تیرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور تیرے دل میں اس کی محبت ڈال دی ہے۔ اور اس کو تیری اولاد کا باپ بنایا ہے پس تیرے بعد تیری امت پر اس کا وہی حق ہے۔ جو تیری زندگی میں تیرا ہے پس جس نے اس کے حق سے انکار کیا۔ اس نے تیرے حق سے انکار کیا۔ اور جس نے اس کی دوستی سے انکار کیا اس نے تیری دوستی سے انکار کیا۔ اور جس نے تیری دوستی سے انکار کیا اس نے دخول جنت سے انکار کیا۔ یہ سن کر میں سجدۂ شکر میں گر گیا۔ پس ندا آئی۔ کہ اے محمدؐ! سر اٹھا اور مجھ سے سوال کر میں عطا کروں گا۔ میں نے عرض کیا۔ الٰہی میری امت کو ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ پر جمع کر دے۔ تاکہ سب کے سب روز قیامت میرے حوض پر وارد ہوں۔ پس وحی ہوئی۔ کہ اے محمدؐ میں نے اپنے بندوں کو خلق کرنے سے پہلے ہی ان میں ایک حکم جاری کر دیا ہے۔ اور میری قضا ضرور ان میں جاری ہو کر رہے گی تاکہ اس کے ذریعہ سے جس کو چاہوں ہلاک کروں اور جس کو چاہوں ہدایت دوں۔ امتحان روز الست میں ہو چکا ہے۔ میں نے علیؑ کو تیرے بعد تیرا علم دے دیا ہے۔ اور تیرے اہل و امت پر خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور عہد کر لیا ہے۔ کہ جو اس کو دوست رکھے گا اس کو بہشت میں داخل کروں گا۔ اور اس کو ہرگز داخل بہشت نہ کروں گا جو اس کو دشمن رکھے۔ اور تیرے بعد اس کی ولایت سے انکار کرے۔ پس جس نے اس کو دشمن رکھا۔ اس نے تجھ کو دشمن رکھا۔ اور جس نے تجھ کو دشمن بنایا اس نے مجھ کو دشمن بنایا۔ جس نے اس سے عداوت کی اس نے تجھ سے عداوت کی۔ اور جس نے تجھ سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔ جس نے اس کو دوست بنایا۔ اس نے تجھ کو دوست بنایا۔ جس نے

تجھ کو دوست بنایا۔ اس نے مجھ کو دوست بنایا پس میں نے اس کے لئے یہ فضیلت قرار دے دی ہے اور تجھ کو یہ دیا ہے۔ کہ اس کے صلب سے گیارہ ہادی مہدی نکالوں۔ جو کل کے کل تیری دختر بتول عذراؑ کے بطن سے ہوں گے۔ اور ان میں آخری وہ شخص ہو گا۔ جس کے پیچھے عیسٰےؑ بن مریمؑ نماز پڑھے گا اور وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اسی کے ذریعہ سے میں لوگوں کو ہلاکت سے بچاؤں گا۔ اور ضلالت سے ہدایت کروں گا۔ اندھوں کو اچھا کروں گا۔ اور مریض کو شفا بخشوں گا۔ میں نے عرض کیا۔ الٰہی ایسا کب ہو گا؟ وحی ہوئی۔ کہ یہ اس وقت ہو گا۔ جبکہ علم دنیا سے اُٹھ جائے گا۔ جہل غالب آ جائے گا۔ عمل کم ہو جائے گا اور قتل زیادہ۔ ہدایت کرنے والے فقہاء کم ہوں گے اور خائن و گمراہ کنندہ فقہاء بہت۔ اور شعراء بکثرت لوگ قبروں کو مسجد بنا لیں گے۔ قرآن کو مزین کیا جائے گا اور مسجدوں کو زیب و زینت سے آراستہ۔ جور و فساد بہت بڑھ جائے گا۔ فعل قبیح غالب ہو گا۔ اور تیری امت بجائے امر بالمعروف نہی عن المعروف اور امر بالمنکر کرے گی۔ اچھے کاموں سے روکے گی اور بُرے کاموں کا حکم دے گی۔ مرد مردوں سے حاجت پوری کریں گے اور عورتیں عورتوں سے۔ امراء کافر ہو جائیں گے اور اولیاً فاجر۔ ان کے اعوان و انصار ظالم اور اہل الرائے فاسق۔ اس وقت زمین میں تین خسف واقع ہوں گے (زمین اندر دھس جائے گی) ایک مشرق میں۔ ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔ اور بصرہ تیری ذریت کے ایک شخص کے ہاتھ سے خراب ہو گا۔ جس کے ساتھ زنگی ہوں گے۔ اور ایک شخص اولادِ حسینؑ سے خروج کرے گا۔ اور دجال بحستان سے خروج کرے گا۔ اور سفیانی خروج کرے گا۔ میں نے عرض کی۔ یا الٰہی میرے بعد کب سے فتنے شروع ہوں گے۔ پس مجھ کو بلائے بنی امیہ و بنی عباس اور جو کچھ کہ روزِ قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کی وحی کی گئی۔ پس یہ سب باتیں میں نے اپنے ابن عم علیؑ سے کہہ دیں۔ جبکہ میں وہاں سے اُتر کر زمین پہ آیا اور پیغام الٰہی پہنچایا۔ و لِلّٰہ الحمد علیٰ ذالك کما حمدہ النبیون و کما حمدہ کل نبی قبلی وما ھو خالقہ الی یوم القیامۃ۔

حدیث ۲ اسی کتاب میں حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ رسول خداؐ نے خبر دی ہے۔ کہ جب مجھ کو آسمان پر لے گئے۔ تو میرے پروردگار جل جلالہ نے وحی کی۔ کہ اے محمدؐ! میں نے ایک مرتبہ زمین کی طرف نظر کی۔ تو تجھ کو پسند کیا۔ اور نبی بنایا۔ اور اپنے نام سے تیرا نام مشتق کیا۔ پس میں محمود ہوں اور تو محمدؐ۔ پھر دوبارہ دیکھا۔ تو علیؑ کو پسند کیا اور اس کو

تیرا وصی اور خلیفہ بنا دیا۔ اور تیری دختر کا شوہر اور تیری ذریت کا باپ قرار دیا۔ اور اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا۔ پس مَیں علیٔ اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ۔ اور تمہارے دونوں کے نور سے فاطمہؑ و حسنینؑ کو خلق کیا۔ اور ان کی ولایت کو ملائکہ پر پیش کیا۔ جس نے قبول کیا اس کو مقرب بنا لیا۔ اے محمدؐ اگر کوئی بندہ میری یہاں تک عبادت کرے کہ سُوکھ کر مثل خشک مشک کے ہو جائے۔ اور پھر ان کی ولایت کا منکر ہو کر میرے پاس آئے۔ تو مَیں ہرگز اس کو جنت میں جگہ نہ دوں گا اور اپنے عرش کے سایہ میں نہ لوں گا۔ اے محمدؐ کیا تم دوست رکھتے ہو کہ ان کو دیکھو؟ مَیں نے کہا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ پس حکم ہوا۔ کہ سر اُٹھا۔ پس مَیں نے سر اُٹھایا۔ ناگاہ مَیں نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و علیؑ بن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسےٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسےٰؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ و محمدؑ بن الحسنؑ القائمؑ کے نور دیکھے۔ اور محمدؑ بن الحسنؑ العسکری القائمؑ ان کے بیچ میں مثل کوکب درخشاں کھڑا ہوا تھا۔ مَیں نے کہا۔ یہ کون ہیں۔ وحی ہوئی۔ یہ ائمہؑ ہیں۔ اور یہ جو کھڑا ہوا ہے (القائمؑ) اسی سے اپنے حلال کو حلال اور حرام کو حرام کروں گا۔ اور اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا۔ اور وہ میرے اولیاء کے لئے راحت ہے۔ اور وہ تیرے شیعوں کے دلوں کو ظالمین کافرین و جاحدین سے شفا دے گا۔ وہ لات و عزےٰ کی لاشوں کو تازہ نکالے گا اور جلائے گا۔ پس اس دن لوگوں کا امتحان گوسالہ سامری کے امتحان سے زیادہ سخت ہو گا۔

بحث ۳ — عبدالرحمان بن سمرہ سے اسی کتاب میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو لوگ دین خدا میں جھگڑتے اور مجادلہ کرتے ہیں۔ ان پر ستر نبی اللہ لعنت کرتے ہیں۔ اور جو آیات الٰہی میں مجادلہ کرے۔ وہ کافر ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ وَمَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ۔ اور جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے۔ وہ خدا پر افترا کرتا ہے۔ اور جو بلا علم کے فتوےٰ دیتا ہے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ہر ایک بدعت ضلالت ہے۔ اور ہر ایک ضلالت کا راستہ جہنم۔ راوی کہتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ مجھ کو ہدایت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب کہ خواہشات مختلف اور رائیں متفرق ہو جائیں تو تجھ پر لازم ہے۔ کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ساتھ ہو۔ کیونکہ وہی میری امت کا امام اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اور وہی وہ فاروق امت ہے جو حق و باطل میں تمیز دیتا ہے۔

جواس سے پوچھے اسے جواب دے گا۔ جو اس سے ہدایت چاہے اسے راہِ راست دکھلائے گا۔ اور جو حق اس کے پاس تلاش کرے تو پائے گا۔ جو اس کے پاس ہدایت ڈھونڈے لے لے گا۔ جو اس سے پناہ لے امن میں رہے گا۔ جو اس سے تمسک کرے وہ اس کو نجات دے گا۔ جو اس کی اقتداء کرے اس کو ہدایت کرے گا۔ اے ابن سمرہ تم میں سے وہی سالم رہے گا۔ جس نے اس کو مان لیا۔ اور اس سے محبت کی۔ اور ہلاک ہو گا وہ جس نے اس کی بات کو رد کیا۔ اور اس سے دشمنی کی۔ اے ابن سمرہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے۔ میری روح اس کی روح ہے اور اس کی طینت میری طینت۔ وہ میرا بھائی ہے اور میں اس کا بھائی۔ وہ میری بیٹی فاطمۂ سیدۃ النساء العالمین کا شوہر ہے۔ اور اسی سے امام و میرے فرزند سید شباب اہل جنت حسنؑ و حسینؑ اور نو فرزندان حسینؑ ہیں۔ ان کا نواں امام قائم الزمانؑ ہے۔ جو زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔

حدیث ۴ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اوّل مرتبہ زمین کی طرف توجہ کی تو مجھ کو پسند کیا اور نبی بنایا۔ دوبارہ نظر کی۔ تو علیؑ کو اختیار کیا۔ اور اس کو امام بنایا۔ اور مجھ کو حکم دیا۔ کہ میں اس کو اپنا بھائی ولی۔ وصی خلیفہ اور وزیر بناؤں۔ پس میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہے۔ اور وہی میری دختر کا شوہر ہے۔ اور میرے نواسوں حسنؑ و حسینؑ کا باپ ہے۔ آگاہ رہو۔ کہ مجھ کو اور ان کو خدا نے اپنے بندوں پر اپنی حجت قرار دیا ہے۔ اور خدا نے اولاد حسینؑ سے امام بنائے۔ جو میرے امر پر قائم ہوں گے۔ اور میری وصیت کی نگہداشت کریں گے۔ ان میں سے نواں قائم اہلبیتؑ و مہدی امتؑ ہے۔ جو جملہ شمائل و افعال و اقوال میں سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے مشابہت رکھتا ہے۔ وہ غیبت طویلہ و حیرت مضلہ کے بعد ظاہر ہو گا۔ تاکہ امر الٰہی کا اعلان کرے۔ اور دین خدا کو ظاہر کرے۔ وہ نصرت خدا سے مؤید ہو گا۔ اور ملائکہ اس کی مدد کریں گے۔ فیملا الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا۔

حدیث ۵ ابو حمزہ ثمالی نے اپنے باپ سے اور اس نے بواسطہ صادقؑ آل محمدؐ حضرت رسولؐ مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے رب العزت کی طرف سے خبر دی۔ کہ اس نے ارشاد فرمایا۔ جس نے یہ اعتقاد رکھا۔ کہ میں ہی معبود وحدہٗ لاشریک ہوں۔ اور محمدؐ میرا بندہ و رسول ہے۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ میرا خلیفہ اور

اس کی اولاد کے ائمہؑ میری حجت ہیں۔ میں اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کروں گا۔ اور اپنے عفو سے آتش جہنم سے نجات دوں گا۔ اور اپنی ہمسائیگی اس کے لئے مباح کروں گا۔ اور اپنی کرامت اس کے لئے واجب کر دوں گا۔ اور اپنی نعمت اس پر تمام کر دوں گا۔ اور اس کو اپنے مقربین و مخصوصین سے بنا لوں گا۔ اگر وہ مجھ کو ندا کرے گا۔ تو میں لبیک کہوں گا۔ اگر وہ دعا کرے گا۔ تو میں قبول کروں گا۔ اگر وہ سوال کرے گا۔ تو میں عطا کروں گا۔ اگر وہ خاموش رہا اور نہ مانگا۔ تو میں ابتداء کروں گا اور خود دوں گا۔ اگر اس سے بدی سرزد ہو جائے تو میں رحم کروں گا۔ اگر وہ مجھ سے بھاگے تو میں اس کو بلاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف رجوع کرے تو میں اس کو قبول کروں گا۔ اگر وہ میرا دروازہ کھٹکھٹائے تو میں کھول دوں گا۔ اور جو یہ شہادت نہ دے کہ میں معبود وحدہٗ لاشریک ہوں اور محمدؐ میرا بندہ و رسولؐ ہے۔ یا یہ شہادت دے مگر یہ شہادت نہ دے کہ علیؑ ابن ابی طالب میرا خلیفہ ہے۔ یا یہ بھی شہادت دے مگر یہ شہادت نہ دے کہ اس کی اولاد کے امام میری حجت ہیں۔ تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا ہے۔ اور میری عظمت کو حقیر جانا ہے۔ اور میری آیات کی تکذیب کی ہے۔ پس اگر وہ میرا قصد کرے۔ تو میں اس سے محجوب رہوں گا۔ اگر وہ سوال کرے۔ تو اس کو محروم رکھوں گا۔ اگر وہ مجھ کو پکارے تو اس کی ندا نہ سنوں گا۔ اگر دعا کرے تو اس کی دعا قبول نہ کروں گا۔ اگر وہ مجھ سے امیدوار ہو۔ تو اس کو ناکام رکھوں گا۔ یہ اس کی میری طرف سے جزا ہے۔ اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ پس یہ سن کر جابر بن عبداللہ الانصاری کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ اولاد علیؑ سے ائمہؑ کون ہیں؟ فرمایا۔ الحسنؑ والحسینؑ سیدا شباب اہل الجنہ سید العابدین علیؑ ابن الحسینؑ۔ الباقرؑ محمد بن علیؑ۔ اے جابرؓ تو اس کو عنقریب دیکھے گا۔ پس میرا سلام پہنچا دینا۔ الصادق جعفرؑ بن محمدؑ۔ الکاظم موسےٰؑ بن جعفرؑ۔ الرضاء علیؑ بن موسےٰؑ۔ التقی محمدؑ بن علیؑ۔ النقی علیؑ بن محمدؑ۔ الزکی الحسنؑ بن علیؑ۔ پھر اس کا فرزند قائم بالحق مہدی امت جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اے جابرؓ۔ یہی میرے اوصیاء، خلفاء، میری اولاد اور میری عترت ہیں۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا۔ انہی سے خدا آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے۔ اور زمین کو ہلنے سے حفاظت کئے ہوئے ہے۔ وہ ارکان ارض و اقطاب سماء ہیں ٭

حدیث ۶ یحییٰ بن قاسم نے بحوالہ صادق آل محمدؐ آنحضرتؐ ہی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میرے بعد امام بارہ ہوں گے۔ اوّل ان کا علیؑ ہے۔ اور آخر ان کا مہدی قائمؑ۔ یہی میرے خلفاء اور اوصیاء اور حجج اللہ ہیں۔ ان کا معتقد مومن ہے اور ان کا منکر کافر۔

حدیث ۷ اصبغ بن نباتہ نے حضرتؑ سے روایت کی ہے۔ ایک روز جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب ہمارے پاس آئے درآنحالیکہ حضرت حسنؑ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں تھا۔ اور فرماتے تھے کہ رسول خداؐ ایک دن ہمارے پاس آئے۔ درآنحالیکہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میرے بعد بہترین خلق اور سردار خلق یہ میرا بھائی ہے اور وہ امام ہے ہر مسلم کا اور مولےٰ ہے ہر ایک مومن کا۔ اور آگاہ رہو۔ کہ میں کہتا ہوں۔ کہ میرے بعد بہترین خلق اور سردار خلق یہ میرا فرزند حسنؑ ہے۔ اور ہر مومن کا امام و مولےٰ ہے۔ اور میرے بعد اس پر ظلم کیا جائے گا جس طرح بعد رسولؐ مجھ پر ظلم کیا گیا۔ اور بعد حسنؑ بہترین خلق و سردار خلق اس کا بھائی حسینؑ مظلوم ہے۔ جو زمین کربلا پر قتل کیا جائے گا۔ لیکن وہ اور اس کے اصحاب روز قیامت سرداران شہداء ہیں۔ اور بعد حسینؑ اس کی اولاد سے نو امام ہیں جو خلفاء اللہ و حجج اللہ و امین وحی خدا و ائمۃ المسلمین و قادۃ المومنین و سادۃ المتقین ہیں۔ ان کا نواں مہدی قائمؑ ہے۔ جس کے سبب سے خدا زمین کو بعد تاریکی نور سے پُر کر دے گا۔ اور بعد جور عدل سے اور بعد جہل علم سے بھر دے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو نبی اور مجھ کو امام بنایا ہے۔ اس باب میں آسمان سے جبرئیلؑ امین کی زبانی وحی نازل ہوئی ہے۔ اور بیشک رسول خداؐ سے ائمہ کی بابت پوچھا گیا۔ جبکہ میں آپؐ کے ساتھ تھا۔ تو آپؐ نے سائل سے فرمایا۔ والسماء ذات البروج ان عددھم بعدد البروج قسم ہے برجوں والے آسمان کی کہ ان کی تعداد بروج آسمان کی تعداد کے برابر ہے۔ اور قسم ہے پروردگار لیل و نہار و ایام شہور کی کہ ان کی تعداد عدد ماہ ہائے سال کے برابر ہے۔ سائل نے پوچھا۔ وہ کون ہیں؟ تو میرے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اوّل ان کا یہ ہے۔ اور آخر مہدیؑ۔ جس نے ان کو دوست رکھا۔ اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ انہی سے خدا اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ اور انہی سے بارش نازل فرماتا ہے۔ اور انہی کی برکات سے نبات اُگاتا ہے الخ۔

حدیث ۸ حسین بن خالد نے بحوالہ جناب موسےٰ بن جعفرؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے۔

کہ آپ نے ایک حدیث میں حضرت علیؑ کی وصایت و امامت و ولایت کا ذکر کرتے ہوئے۔ آخر میں فرمایا حسنؑ و حسینؑ اپنے باپ کے بعد میری امت کے امام ہیں اور سردار اہل جنت۔ اور ان کی ماں تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہے۔ اور ان کا باپ سید الاوصیاء ہے۔ اور حسینؑ ہی کی اولاد سے نو امام ہیں۔ جن کا نواں میری اولاد میں امام قائمؑ ہے۔ ان کی اطاعت میری اطاعت ہے اور ان کی معصیت میری معصیت۔ میں ان کی فضیلت کے منکرین کی خدا ہی سے شکایت کرتا ہوں۔ وکفی باللہ ولیا ناصرًا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

حدیث ۹ — اسی حسین بن خالد نے بحوالہ علی بن موسی الرضاؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ میں سردار ہوں جملہ مخلوقات کا۔ اور کل ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلینؑ سے افضل ہوں۔ اور میں ہی صاحب شفاعت و صاحب حوض کوثر ہوں۔ اور میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں۔ جس نے ہم کو پہچان لیا۔ اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ اور جس نے ہمارا انکار کیا اُس نے خدا کا انکار کیا۔ علیؑ ہی کی اولاد سے سبطین امت سید شباب اہل جنت حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور اولاد حسینؑ سے نو امام۔ ان کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور ان کی معصیت میری معصیت۔ ان کا نواں قائم زماں و مہدی امت ہے۔

حدیث ۱۰ — علی ابن الحسن السائح نے بحوالہ الحسن العسکریؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک طولانی حدیث میں حضرت علیؑ و اپنی عترت و ذریت کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ علیؑ بن ابی طالبؑ میرے بعد امام ہے۔ اور بعد اس کے حسنؑ اور بعد اس کے حسینؑ۔ پھر نو امام اُس کی اولاد سے یکے بعد دیگرے تمہارے امام و خلفاء اللہ ہیں۔ اور ان کا نواں قائمؑ امت ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ آگاہ رہو۔ کہ ان کو وہی دوست رکھے گا۔ جن کی ولادت طیب ہے۔ اور ان کو وہی دشمن رکھے گا۔ جس کی ولادت خبیث ہے .... الی ان قال اے ابن مسعود تو میرے اس کہنے سے اپنے دل میں تنگ نہ ہونا۔ میں اپنی خواہش نفس اور بناوٹ سے نہیں کہہ رہا ہوں ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی تو ایسا کرے گا تو پروردگار عزت دار کا منکر ہوگا۔ پھر ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا کی اور فرمایا۔ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ الخ

حدیث ۱۱ — سلمان فارسیؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے مرض الموت میں جناب فاطمہؑ سے خطاب کرکے ایک طولانی حدیث فرمائی۔ جس کا اکثر مضمون پہلے آچکا ہے۔

جو بطریق اہل سنت مروی ہے)۔ اور آخر میں فرمایا۔ اور بعد ازاں اوصیاء ائمہؑ اسی حسینؑ کی اولاد سے ہیں۔ اور ہم اہل بیتؑ میں ہی سے مہدیؑ ہے . . . . پھر فرمایا اے علیؑ تو میرے بعد باقی رہے گا۔ اور قریش سے شدت ظلم دیکھے گا۔ پس جو ان میں سے تیرے خلاف تیرے دشمنوں کی ظلم میں مدد دے۔ تو اگر تجھ کو ان کے خلاف اعوان و انصار مل جائیں۔ تو ان سے جہاد کرنا۔ اور اپنے موافقین کو لے کر مخالفین سے لڑنا۔ اور اگر تجھ کو انصار و مددگار نہ ملیں۔ تو تو صبر کر۔ اور اپنا ہاتھ روک رکھ۔ اور اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈال۔ کیونکہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ ہارونؑ موسیٰؑ سے۔ اور تجھ کو ہارونؑ کی پیروی ضروری ہے۔ جب کہ ان کی قوم نے ان کو ضعیف بنا دیا۔ اور قریب تھا کہ ان کو قتل کر دیں۔ پس قریش کے ظلم پر صبر کر۔ تو بمنزلہ ہارونؑ ہے۔ اور وہ لوگ بمنزلہ گوسالہ۔ اے علیؑ اختلاف و افتراق امت کی بابت قضا جاری ہو چکی ہے۔ اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ اور مخالفین پر جلد عذاب نازل کر دیتا۔ مگر اس نے دنیا کو دار الاعمال اور آخرت کو دار القرار بنایا ہے۔ تاکہ بندوں کو ان کی بدی کا بدلہ دے اور نیکوں کو ان کی نیکی کی جزاء۔ فقال علیہ السلام شکراً علےٰ نعمائہ وصبراً علےٰ بلائہ۔

حدیث ۱۲ علی بن عاصم نے بحوالہ جناب امام محمدؑ بن علی التقیؑ آنحضرتؐ سے ایک بہت طولانی حدیث نقل کی ہے۔ جس کے بعض فقرات یہ ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ حسینؑ کی شان بہ نسبت زمین کے آسمان میں بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اور اس کے صلب میں خدا نے ایک نطفہ طیبہ مبارکہ زکیہ قرار دیا ہے۔ بعد ازاں ائمہؑ اولاد حسینؑ کے نطفوں اور ان کے فضائل خاصہ کے ذکر کے بعد فرمایا۔ کہ اور اللہ تعالےٰ نے اس کے صلب میں نطفہ مبارکہ زکیہ طیبہ طاہرہ مطہرہ قرار دیا ہے۔ جس سے ہر ایک مومن خوش و راضی ہوگا۔ اور جاحد و منکر اس کا انکار کرے گا اور ناراض ہوگا۔ اور وہ امام تقی نقی مرضی ہادی مہدیؑ ہے۔ جس کا اول بھی عدل ہے۔ اور آخر بھی عدل ہے۔ وہ اللہ کی تصدیق کرے گا اور اللہ اس کی تصدیق کرے گا۔ وہ ارض مکہ سے خروج کرے گا۔ یہاں تک کہ دلائل و علامات ظاہر ہوں گی۔ اور اس کے لئے طالقان میں خزانے ہیں۔ جو نہ سونے کے ہیں نہ چاندی کے بلکہ دراز قد گھوڑے اور شاندار سوار ہیں۔ جن کو خدا دور دراز ملکوں سے بتعداد اصحاب بدر جمع کر دے گا یعنی تین سو تیرہ۔ اور اس کے ساتھ ایک صحیفہ سربمہر ہوگا۔ جس میں اس کے اصحاب کے

درج ہوں گے مع ان کے حسب ونسب وجائے سکونت وصنعت وحرفت اوران کی زبان اور
کی کنیت ۔ جو کرار غیر قرار اور اس کی اطاعت میں سعی کرنے والے ہوں گے ۔ اُبی نے کہا۔
رسول اللہؐ! وہ دلائل وعلامات کیا ہیں؟ فرمایا۔ ایک علم ہے کہ جب اس کے خروج کا وقت قریب
ہوگا۔ تو وہ علم آپ ہی آپ کھل جائے گا۔ اور خدا اس کو گویائی عطا فرمائے گا۔ اور وہ علم اسی جناب
سے مناجات کرے گا۔ اور کہے گا۔ اے ولی خدا خروج کر اور دشمنان خدا کو قتل کر۔ اور اس کے دو رایت
رود علامت ہیں۔ اور اس کی ایک تلوار ہے جو نیام میں ہوگی۔ پس جب وقت خروج قریب ہوگا۔
خود نیام سے باہر آجائے گی۔ اور خدا اسے گویا کرے گا اور تلوار پکارے گی۔ خروج کر اے ولی خدا اب
تجھے حلال نہیں ہے کہ دشمنان خدا کے قتل سے بیٹھ رہے۔ پس وہ خروج کرے گا۔ اور دشمنان خدا کو جہاں
پائے گا قتل کرے گا۔ اور حدود الٰہی کو قائم کرے گا اور بحکم خدا حکم کرے گا۔ وہ خروج کرے گا در آنحالیکہ
جبرئیلؑ اس کے دائیں طرف ہوں گے۔ اور میکائیلؑ بائیں طرف۔ اور شعیبؑ وصالحؑ اس کے مقدمہ پر
ہوں گے ۔ . . . . خوشحال اس کا جو اس کو دیکھے اور اس سے محبت کرے۔ اُسے خدا
ہلاکت سے نجات دے گا۔ اس کا اور ائمہؑ کا اور رسول اللہؐ کا اقرار باب جنت کھولتا ہے ۔ اور ان
کی مثال زمین میں مشک کی سی ہے جس کی مہک پھیلتی رہتی ہے۔ اور آسمان میں مثل اس ماہتاب
کے جس کی روشنی کبھی گل نہیں ہوتی ؎

حدیث ۱۳ ابوحمزہ ثمالی نے بحوالہ امام محمد باقرؑ اور انہوں نے اپنے جد حسینؑ سے
روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا . . . . اے حسینؑ تیرے
صلب سے خدا نے نو امام چُنے ہیں اور اختیار کئے ہیں ۔ اور نواں ان کا قائم مہدیؑ ہے
وَکُلُّکُمْ فِی الْفَضْلِ عِنْدَ اللّٰہِ سَوَاءٌ ۔ اور خدا کے نزدیک فضیلت میں تم سب مساوی ہو ؎

حدیث ۱۴ جابرؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں حضرت زہراؑ کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ تو دیکھا کہ ان کے آگے ایک لوح ہے۔ جس میں ان کی اولاد کے اوصیاءؑ و
ائمہؑ کے نام ہیں۔ میں نے گنا۔ تو بارہ نام تھے۔ اور بارھواں ان کا مہدیؑ امت ہے تین ان
میں محمدؐ تھے اور چار علیؑ ؎

حدیث ۱۵ ثابت ابن دینار نے بحوالہ سید العابدینؑ روایت کیا ہے۔ کہ رسول خداؐ نے
فرمایا۔ کہ میرے بعد امام بارہ ہوں گے۔ اوّل ان کا علیؑ ہے اور آخران کا
مہدی قائم الزمانؑ۔ جس کے ہاتھ پر خدا مشارق ومغارب عالم کو فتح کرے گا ؎

حدیث ۱۶ سلیم بن قیس ہلالی نے جناب امیرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ایک طولانی حدیث بیان فرمائی۔جس کا آخر یہ ہے۔ جملہ ائمہؑ اولاد حسینؑ کو نام بنام ذکر کرکے فرمایا۔ اے برادر بنی ہلال مہدیؑ امت یہی محمد (ابن الحسن العسکری) ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا بعد اس کے کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ کون کون در میان رکن و مقام اس سے بیعت کرے گا۔ ان کے نام اور حسب و نسب پہچانتا ہوں۔

حدیث ۱۷ جابرؓ بن عبداللہ الانصاری آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اس کا نام میرا نام ہے۔ اور اس کی کنیت میری کنیت۔ اور تمام لوگوں سے خلق و خلق میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہو گی۔ جس میں بہت سی امتیں گمراہ ہو جائیں گی۔ پھر وہ مثل شہاب ثاقب آئے گا اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔

حدیث ۱۸ ابو حمزہ نے بحوالہ محمد الباقرؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا خوشا حال اس کا جو میرے قائم اہل بیتؑ کو پائے۔ اور وہ وہی ہے۔ جس کی غیبت میں قبل قیام اقتدار کی جائے گی۔ اور اس کے اولیاء سے دوستی کی جائے گی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کی جائے گی۔ یہ میرے رفقاء اور اہل مؤدت میں سے ہے۔ اور یہ روز قیامت مجھ پر سب سے مکرم ہے۔

حدیث ۱۹ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد میرے اوصیاء اور خلفاء اور حجت خدا بارہ ہیں۔ اوّل ان کا میرا بھائی ہے اور آخر میرا بیٹا۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ بھائی کون ہے۔ فرمایا۔ علیؑ۔ دریافت کیا گیا۔ کہ بیٹا کون ہے فرمایا مہدیؑ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو نبی۔ بشیر و نذیر بنایا ہے۔ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو بڑھا دے گا یہاں تک کہ اس میں میرا بیٹا مہدیؑ خروج کرے۔ پس عیسےٰ بن مریمؑ نزول فرمائیں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور زمین اس کے (حضرت محمد مہدی ابن الحسن العسکری علیہم الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ) نور سے چمک اٹھے گی۔ اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب عالم تک پھیل جائے گی۔

حدیث ۲۰ سدیر نے بحوالہ حضرت صادقؑ بیان کیا ہے۔ کہ رسول خدؐا نے فرمایا۔ خوشا حال اس کا جو میرے قائم اہل بیت کو پائے۔ اور اس کے قیام سے پہلے اس کی اقتداء کرے۔ اور اس کو اور ائمۂ اہل بیتؑ کو امام جانے۔ اور اس کے دشمنوں سے بیزار ہو۔

حدیث ۲۱ ابو بصیر صادق آل محمدؐ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مہدی میرا بیٹا ہے۔ اس کا نام میرا نام ہے۔ اور اس کی کنیت میری کنیت۔ وہ تمام لوگوں سے زیادہ خلق و خُلق میں مجھ سے مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں لوگ اپنے دین سے پھر جائیں گے۔ پھر وہ مثل شہاب ثاقب آئے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔

حدیث ۲۲ صالح بن عقبہ نے اپنے باپ سے اور اس نے بحوالہ باقر العلومؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ مہدی میری اولاد سے ہے اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں امتیں گمراہ ہو جائیں گی۔ وہ ذخائر انبیاء کو لائے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ اور بہترین عبادت اس کی فرج کا انتظار کرنا ہے۔

حدیث ۲۳ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ میری امت کا امام ہے۔ اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اور اسی کی اولاد سے امام قائم منتظر ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس نے مجھ کو نبی بنایا ہے۔ کہ اس کے زمانۂ غیبت میں اس کی امامت پر قائم رہنے والے کبریت احمر سے زیادہ عزیز ہوں گے (کما مر)۔

حدیث ۲۴ اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے۔ کہ میں ایک دن جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا۔ کہ بیٹھے ہوئے زمین کرید رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا حضرتؑ کیا آپ کو اس کی خواہش ہے؟ فرمایا نہیں اے ابن نباتہ میں نے کبھی زمین اور دنیا میں رغبت نہیں کی۔ لیکن ایک بچے کی بابت غور کر رہا ہوں۔ جو میری اولاد سے ہوگا۔ اور جو میری اولاد سے گیارھواں ہے۔ اور وہی وہ مہدیؑ ہے، جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں کچھ لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ اور کچھ دوسرے ہدایت پر آئیں گے۔ راوی نے عرض کیا۔ کیا ایسا ہونے والا ہے

فرمایا۔ ہاں گویا وہ پیدا ہو چکا ہے۔ اور تمہیں اس امر کا علم کہاں ہے۔ اے اصبغ یہی لوگ بہترین امت ہیں۔ جو بہترین عترت کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے کہا۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا۔ جو کچھ کہ خدا چاہے ۔

حدیث ۲۵ عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی نے بحوالہ جناب امام محمد تقیؑ جناب امیرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ ہم ہیں سے امام قائمؑ کے لئے غیبت ہے۔ جس کی مدت طویل ہے۔ گویا کہ میں شیعوں کو اس کی غیبت کے زمانے میں دیکھ رہا ہوں۔ چوپایوں کی طرح پھرتے ہیں اور پناہ نہیں پاتے۔ اور چراگاہ میں نہیں پہنچتے۔ آگاہ رہو۔ کہ جو شخص اس وقت دین پر قائم رہے اور طول غیبت کی وجہ سے اس کے دل میں قساوت نہ پیدا ہو جائے۔ تو وہ روز قیامت میرے درجے میں ہوگا۔ پھر فرمایا۔ کہ جب قائم آل محمدؐ قیام فرمائے گا۔ تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہوگی۔ پس اسی واسطے اس کی ولادت پوشیدہ رہے گی۔ اور اس کا وجود ظاہری غائب ہوگا ۔

حدیث ۲۶ حسین بن خالد نے علی بن موسی الرضاؑ کے حوالے سے روایت کی ہے۔ کہ جناب امیرؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔ اے حسینؑ تیرا نواں فرزند ہی امام قائمؑ بالحق ہے۔ وہ دین کو ظاہر کرنے والا اور عدل کو پھیلانے والا ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنینؑ کیا یہ ہونے والا ہے۔ فرمایا۔ ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو نبی بنایا ہے اور تمام مخلوقات پر برگزیدہ کیا ہے۔ یہ ضرور ہونے والا ہے۔ لیکن بعد غیبت و حیرت جن ہیں وہ مخلص ہی ثابت رہیں گے جو روح یقین رکھتے ہیں۔ اور اللہ نے ان سے ہماری ولایت کا عہد لے لیا ہے۔ اور ان کے دلوں پر ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی ایک روح سے ان کی تائید فرمادی ہے ۔

حدیث ۲۷ اور جابر بن عبداللہ سے بطریق متعددہ مروی ہے۔ کہ انہوں نے صحیفہ جناب فاطمہؑ میں اسماء چہاردہ معصومینؑ لکھے ہوئے دیکھے۔ اور اس کے آخر میں یہ تھا۔ ابوالقاسم محمد بن الحسن ھو حجۃ اللہ علی خلقہ القائمؑ امہ جاریۃ اسمہا نرجس یعنی بعد حسن العسکریؑ (امام بارھواں) ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکریؑ ہے۔ اور وہی حجۃ اللہ القائم ہے۔ اس کی والدہ کا نام نرجسؑ ہے۔ تمام عبارت بوجہ طول درج نہیں کی گئی ۔

حدیث ۲۸ ابوسعید عقیصا سے مروی ہے۔ کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی۔ تو لوگ حضرتؑ کو ملامت کرنے لگے۔ اس وقت آپؑ نے ایک طولانی بیان کے

بعد فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ ہم میں سے کوئی امام نہیں ہے۔ مگر اس کی گردن میں طاغیۂ زماں کی بیعت ہو گی۔ سوائے امام مہدی قائم۔ جس کے پیچھے عیسٰے بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ کیونکہ خدا ان کی ولادت کو پوشیدہ رکھے گا اور ان کو نظروں سے غائب۔ تاکہ جب وہ خروج کرے۔ تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو۔ اور وہ میرے بھائی حسینؑ کی اولاد میں سے نواں ہے ذریت فاطمہؑ سیدۃ نساء العالمین سے۔ زمانہ غیبت میں اس کی عمر طولانی ہو گی۔ پھر وہ بقدرتِ خدا تقریباً چالیس سالہ جوان کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ اور یہ اس لئے ہے کہ لوگ جان لیں کہ خدا ہر شے پر قادر ہے۔ بیعت معنی معاہدہ خاص ہے جیسا اس روایت سے ثابت ہے۔

حدیث ۲۹ عبدالرحمٰن بن الحجاج نے بحوالہ جناب صادق آل محمدؐ بیان کیا ہے۔ کہ امام حسینؑ نے فرمایا۔ کہ میرے نویں فرزند میں سنتِ یوسفؑ و سنتِ موسٰیؑ ہے اور وہی مہدی قائم اہلبیت ہے۔ خدا اس کا کام ایک رات میں درست کر دے گا۔ اور فرمایا۔ قائم امتِ محمدی میرا نواں فرزند ہے۔ اور وہی صاحبِ غیبت ہے۔ اس کی میراث تقسیم کی جائے گی حالانکہ وہ زندہ ہو گا۔

حدیث ۳۰ ابوخالد سے ایک طولانی حدیث کے ذیل میں حضرت زین العابدینؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے جعفر کے حالات بیان کرتے ہوئے کہ وہ ناحق دعوئے امامت کرے گا۔ فرمایا۔ کہ غیبت ولی اللہ کے وقت بادشاہ وقت اس کی تفتیش کرے گا تاکہ اس کو قتل کر دے۔ یہاں تک کہ سائل نے اس سوال کے جواب میں کہ پھر کیا ہو گا فرمایا۔ ہمارے بارھویں وصیؑ اور بارھویں امامؑ کے لئے ایک طولانی غیبت ہو گی۔ اے ابوخالد اس کے زمانۂ غیبت میں اس کی امامت کے قائل اور اس کے ظہور کے منتظر تمام زمانوں کے مومنین سے بہتر ہیں۔ ان کو اللہ نے وہ عقل و فہم و معرفت عطا کی ہے کہ ان کے نزدیک غیبت امام بمنزلہ حضور و شہود ہے۔ اور وہ مثل ان لوگوں کے ہیں۔ جو زمانۂ رسولؐ میں آنحضرتؐ کے ساتھ مجاہدہ کرتے تھے۔ یہی مخلصین ہیں اور یہی سچے شیعہ و داعی حق۔ اور فرمایا۔ انتظار فرج بہترین عمل ہے۔

حدیث ۳۱ ثابت ہلالی سے مروی ہے۔ کہ جناب سید العابدینؑ نے فرمایا۔ کہ آیہ مجیدہ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ ہمارے باب میں نازل ہوئی ہے۔ اور ہماری ہی شان میں نازل ہوئی ہے۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ اور امامت روزِ قیامت تک اولادِ حسینؑ میں ہے۔ اور ہم میں سے امام قائمؑ کے لئے دو غیبتیں

ہیں۔ ایک دوسری سے طولانی ہے۔ لیکن غیبت اوّل پس چھ دن چھ ماہ اور چھ سال ہے۔ اور دوسری کی مدت بہت طولانی ہو گی۔ اکثر وہ لوگ جو اس امام کے قائل ہیں پھر جائیں گے۔ اور نہیں باقی رہے گا امامت پر مگر وہی جس کا ایمان قوی ہو گا۔ اور اس کی معرفت صحیح ہو گی۔ اور ہمارے بیان سے دل میں تنگی نہ دیکھے گا اور ہم اہل بیت کو تسلیم کرے گا۔

حدیث ۳۲ محمد بن مسلم الثقفی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ جناب امام محمد باقرؑ فرماتے تھے۔ کہ مہدی قائم ہم اہل بیت میں سے ہے۔ جو رعب سے منصور اور نصرت الٰہی سے مؤید ہے۔ اس کے لئے طے الارض ہو گا۔ اور خزائن زمین اس کے لئے ظاہر ہو جائیں گے۔ اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب عالم تک پہنچ جائے گی۔ اور اسی کے ذریعہ سے خدا اپنے دین کو تمام ادیان باطلہ پر غلبہ ظاہری عطا کرے گا۔ اگرچہ مشرکین کو ناگوار گزرے۔ پس زمین پر کوئی جائے خراب باقی نہ رہے گی مگر یہ کہ آباد ہو جائے گی۔ اور عیسیٰ بن مریمؑ روح اللہ آسمان سے اتریں گے۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ وہ کب خروج کرے گا۔ فرمایا۔ جب مرد عورتوں سے اور عورتیں مردوں سے مشابہت پیدا کر لیں گی۔ اور مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے حاجت روائی کریں گی۔ اور عورتیں زین پر سوار ہوں گی۔ جھوٹی شہادتیں اس وقت قبول ہوں گی اور سچی رد۔ اور لوگ خونریزی کو نہایت سبک اور خفیف خیال کریں گے اور زنا کے بآسانی مرتکب ہوں گے اور سود حلال سمجھا جائے گا اور لوگ شریروں سے ان کی زبان کے خوف سے ڈریں گے۔ اور سفیانی ملک شام سے خروج کرے گا۔ اور یمانی یمن سے۔ اور زمین بیدا متخسف ہو جائے گی۔ اور ایک لڑکا اولاد رسولؐ سے نماز کعبہ میں درمیان رکن و مقام قتل کیا جائے گا جس کا نام محمد بن الحسن نفس زکیہ ہو گا۔ اور آسمان سے صیحہ ہو گا۔ کہ حق اس امام زماں اور اس کے پیروؤں کے ساتھ ہے۔ پس اس وقت ہمارے قائمؑ کا خروج ہو گا۔ جب خروج کرے گا تو کعبہ سے تکیہ کر کے کھڑا ہو گا۔ اور تین سو تیرہ مرد اس کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ اور وہ اوّل یہ آیت تلاوت کرے گا بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ یعنی باقی ماندہ خدا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ پھر فرمائے گا۔ اَنَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ وَخَلِيْفَتُهٗ وَحُجَّتُهٗ۔ میں بقیۂ خدا و خلیفۂ خدا و حجت خدا ہوں۔ پھر ایک مسلمان اس کو اس طرح سلام کرے گا۔ السّلام علیک یا بقیۃ اللّٰہ فی ارضہ۔ پھر جس وقت

لہ اوّل چھ دن خاص غیبت ہو گی۔ کہ سوائے مخصوصین کے کوئی نہ دیکھے گا۔ پھر چھ ماہ اور بعض مومنین دیکھیں گے۔ اور پھر چھ سال تک اور لوگ بھی۔ بعدازاں غیبت کبریٰ واقع ہو جائے گی۔ تیسری غیبت کا اس میں ذکر نہیں ہے جیسا کہ آئندہ مذکور ہو گا۔

اس کے لشکر کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ یعنی دس ہزار اصحاب جمع ہو جائیں گے۔ تو خروج کرے گا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے خدا کے اور کوئی معبود باقی نہ رہے گا۔ اور کسی بُت کا نام نہ ہو گا۔ اور ہر ایک بُت جل کر خاک سیاہ ہو جائے گا۔ اور یہ سب ایک طولانی غیبت کے بعد ہو گا۔ تا کہ اللہ تمیز کر دے کہ کون اطاعت بالغیب کرتا ہے اور غیب پر ایمان لاتا ہے اور کون نہیں۔

حدیث ۳۳ صفوان بن مہران نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ اس جناب نے فرمایا۔ کہ جو تمام ائمہ کا اقرار اور مہدی کا انکار کرے۔ وہ ایسا شخص ہے۔ جس نے تمام انبیاء سابقین کا اقرار کیا اور محمد مصطفٰے اور ان کی نبوت کا انکار کیا۔ آپؑ سے دریافت کیا گیا۔ کہ آپ کی اولاد میں سے مہدی کون ہے؟ فرمایا۔ ساتویں امامؑ کی پانچویں اولاد۔ جو بظاہر غائب رہے گا۔ اور اس زمانۂ غیبت میں اس کا نام لینا جائز نہیں ہے۔

حدیث ۳۴ مفضل بن عمران نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا اللہ تعالٰے نے چودہ نور خلقت زمین و آسمان سے چودہ ہزار برس پہلے خلق فرمائے اور وہ ہمارے نور ہیں۔ راوی نے پوچھا۔ یا ابن رسول اللہؐ وہ چودہ کون کون ہیں۔ فرمایا۔ محمدؐ و فاطمہؑ و علیؑ و الحسنؑ والحسینؑ اور نو اولاد حسینؑ جن کا آخر وہ امام قائمؑ ہے جو بعد غیبت خروج کرے گا اور دجال کو قتل کرے گا۔ اور زمین کو ہر ایک ظلم و جور سے پاک کر دے گا۔

حدیث ۳۵ ابن محمد الحمیدی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؑ نے سائل کے جواب میں فرمایا۔ کہ غیبت میری اولاد میں چھٹے کے لئے ہو گی۔ اور وہ بارھواں امامؑ ان ائمہ ہُدٰی میں سے ہے۔ جن کا پہلا علیؑ ہے اور آخر وہ امامؑ قائم بالحق بقیۃ اللہ فی الارض صاحب الزمانؑ۔ خدا کی قسم اگر وہ اپنی غیبت میں بقدر زمانۂ نوحؑ بھی رہے۔ تب بھی وہ ضرور ظاہر ہو گا۔ یہاں تک کہ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔

حدیث ۳۶ یونس بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ مَیں نے موسےؑ بن جعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا ابن رسول اللہؐ کیا آپ امام قائمؑ ہیں؟ فرمایا ہم سب امام قائم بالحق ہیں۔ لیکن وہ امام قائم جو زمین کو دشمنانِ خدا سے پاک کرے گا اور اس کو عدل و داد سے پُر کر دے گا وہ میری نسل سے پانچواں فرزند ہے۔ جس کی غیبت طولانی ہو گی۔ کچھ

لوگ اس زمانے میں مرتد ہو جائیں گے۔ اور کچھ ثابت رہیں گے۔ خوشحال ہمارے ان شیعوں کا جو اس زمانے میں ہماری موالات پر قائم رہیں۔ اور ہم سے متمسک اور ہمارے دشمنوں سے بیزار ہوں۔ خوشحال ان کا۔ وہ روز قیامت ہمارے درجے میں ہوں گے۔

حدیث ۳۷ حسین بن خالد نے حضرت رضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؑ نے وقتِ معلوم کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ وقتِ معلوم (جس وقت تک شیطان کو مہلت دی ہوئی ہے) ہمارے قائمؑ کے خروج کا وقت ہے۔ پوچھا گیا یا ابن رسول اللہؐ قائم اہل بیتؑ کون ہے؟ فرمایا۔ میری نسل سے چوتھا فرزند۔ فرزند سردار کنیزان خدا اسی کے ذریعے زمین کو ظلم و جور سے پاک کرے گا۔ اور وہ وہی ہے جس کی ولادت میں لوگ شک کریں گے۔ اور وہ خروج سے پہلے غائب رہے گا۔ پس جب وہ خروج کرے گا۔ تو زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور میزان عدل لوگوں میں کھڑی کی جائے گی۔ پس کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے گا۔ اور اس کیلئے طے الارض ہو گا۔ اور اس کا سایہ نہ پڑے گا۔ اور اسی کے لئے منادی آسمان سے ندا کرے گا۔ جس کو تمام اہل زمین سنیں گے۔ اور ندا یہ ہو گی۔ اَلَا اِنَّ حُجَّۃَ اللّٰہِ قَدْ ظَھَرَ عِنْدَ بَیْتِ اللّٰہِ۔ آگاہ ہو جاؤ۔ کہ حجتِ خدا نے خانہ کعبہ میں ظہور کیا ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ کیونکہ حق اس کے ساتھ ہے۔ اور اسی میں ہے۔ اور یہی مراد ہے خدا کے اس قول کی۔ وَاِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُھُمْ لَھَا خَاضِعِیْنَ۔ یعنی اگر ہم چاہیں۔ تو ایسی آیت آسمانی نازل کریں کہ سب کی گردنیں اس کے لئے جھک جائیں۔

حدیث ۳۸ ریان بن الصلت سے مروی ہے۔ کہ اس نے جناب رضاؑ سے پوچھا۔ کہ کیا تم صاحب الامر ہو؟ فرمایا۔ ہاں میں امام صاحب الامر ہوں۔ لیکن میں وہ امام صاحب الامر نہیں ہوں۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جبکہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور میں کیونکر وہ صاحب الامر ہو سکتا ہوں۔ حالانکہ تو میرے جسم کی لاغری اور ضعف دیکھ رہا ہے۔ اور وہ جب خروج کرے گا۔ تو جوان رعنا ہو گا۔ حتٰے کہ اگر وہ زمین کے سب سے بڑے درخت کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ تو اس کو جڑ سے اکھیڑ دے گا۔ اور اگر وہ پہاڑوں کے درمیان چِلّائے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اس کے ساتھ عصائے موسےٰؑ و انگشتری سلیمانؑ ہو گی۔ اور میری نسل سے وہ چوتھا فرزند ہے۔ خدا اس کو اپنے حجاب قدرت میں غائب رکھے گا۔ پھر ظاہر کرے گا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

حدیث ۳۹ عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے محمد بن علی التقیؑ سے دریافت کیا۔ کہ میں یہ امید کرتا ہوں۔ کہ آپؑ ہی قائمؑ اہل بیتؑ ہیں جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دیں گے؟ فرمایا اے ابوالقاسم ہم اہل بیتؑ میں سے ہر ایک امامؑ قائم بامر خدا ہادی دین ہے۔ لیکن وہ قائمؑ جس سے خدا زمین کو اہل کفر و جحود سے پاک کرے گا اور عدل سے پُر کرے گا۔ وہ ہے جس کی ولادت لوگوں پر پوشیدہ رہے گی۔ اور وہ ان سے غائب ہوگا۔ اور اس کا نام لینا حرام ہوگا۔ اور وہ ہمنام وہم کنیت رسولؐ (محمد ابوالقاسمؑ ہے) اسی کے لئے زمین لپیٹی جائے گی۔ اور ہر ایک سخت شے نرم و مطیع ہو جائے گی۔ اور اس کے پاس بقدرِ تعداد اصحابِ بدر اصحاب جمع ہو جائیں گے۔ اور وہ تین سو تیرہ ہیں۔ جو دور دراز کے ملکوں سے اکٹھے ہوں گے۔ اور یہی مراد ہے خدا کے اس قول سے أَيْنَمَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ تم جہاں کہیں ہو گے خدا تم کو اکٹھا کر لائے گا۔ اور وہ ہر شے پر قادر ہے جب یہ اصحاب جمع ہو جائیں گے۔ تو اس کے امر کو ظاہر کردے گا۔ اور جب دس ہزار کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ تو وہ باذنِ خدا خروج کرے گا۔ اور برابر دشمنانِ خدا کو قتل کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ خدا راضی ہو جائے۔ راوی نے پوچھا۔ آقا وہ کیوں کر معلوم کرے گا کہ خدا راضی ہو گیا؟ فرمایا۔ خدا اس کے دل میں رحم ڈال دے گا۔ وہ اپنے شہر میں داخل ہوگا۔ اور لات و عزیٰ کو نکال کر جلائے گا۔

حدیث ۴۰ داؤد بن قاسم الجعفری نے امام علیؑ بن محمد التقیؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ میرا قائم مقام میرے بعد میرا فرزند ہے۔ مگر تمہارا کیا حال ہوگا اس فرزند کے ساتھ جو میرے فرزند کا لختِ جگر ہے۔ راوی نے کہا۔ کیوں؟ فرمایا۔ کہ وہ امام غائب ہے اور زمانہ غیبت میں اس کا نام لینا جائز نہیں ہے۔ عرض کیا۔ اور کیا کہیں فرمایا۔ الحجۃ من آل محمدؑ۔ اور فرمایا۔ کہ صاحب الامر وہ ہے۔ جس کی بابت لوگ کہیں گے۔ کہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور جعفر بن دلف سے فرمایا۔ کہ امام میرے بعد میرا بیٹا حسنؑ ہے۔ اور اس کے بعد اس کا فرزند القائمؑ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کردے گا۔

حدیث ۴۱ اسحٰق بن سعد الاشعری سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں ابو محمد الحسنؑ العسکری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ اس کے جانشین کی بابت سوال کروں۔ تو آپؑ نے میرے سوال سے پیشتر ہی فرمایا۔ کہ جب سے خدا نے آدمؑ کو خلق کیا ہے زمین کو کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں چھوڑا۔ اور نہ روز قیامت تک اس کو خالی چھوڑے گا۔ اسی کے

ذریعے سے خدا بلاء اہل زمین سے دفع فرماتا ہے۔ اور بارش نازل کرتا ہے اور برکات زمین سے نکالتا ہے۔ راوی نے پوچھا۔ اے مولا آپؑ کے بعد امام کون ہے؟ پس آپؑ جلدی سے اُٹھے اور اندر گئے اور کندھے پر ایک لڑکے کو لے کر آئے۔ جو مثل ماہ شب چہاردہ کے تھا اور قریب تین یا چار سال کے سن تھا۔ اور فرمایا اے اسحاق اگر تو عند اللہ مکرم نہ ہوتا۔ تو اس حجتِ خدا اپنے بیٹے کو تجھے نہ دکھاتا۔ جو ہمنام وہم کنیتِ رسولؐ ہے۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اے اسحاق اس کی مثال اس امت میں مثل خضرؑ و ذوالقرنینؑ ہے۔ ایک طولانی غیبت اس کے لئے ہے۔ جس میں سوائے مومنین کاملین اور کوئی ہلاکت سے نہ بچے گا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ کہ کوئی علامت ہے جس سے میرا اطمینان قلب ہو پس اُن کردہ بچہ خود گویا ہوا۔ اور بزبان فصیح فرمایا۔ اَنَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ وَالْمُنْتَقِمُ مِنْ اَعْدَآئِهٖ لَا تَطْلُبُ اَثَرًا بَعْدَ عَيْنٍ یعنی میں بقیۂ خدا ہوں اس کی زمین میں۔ اور میں ہی اس کے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہوں۔ اس عینی شہادت کے بعد میرے نشان کی تلاش نہ کر۔ الخ ؏

اس طرح کی احادیث اس کثرت سے ہیں۔ کہ اگر سب کو لکھا جائے۔ تو ایک مکمل کتاب بن جائے ان احادیث کا مضمون بالکل اُن احادیث کے مطابق و موافق ہے۔ جو بطریق اہل سنت درج کی گئی ہیں۔ صرف بعض الفاظ کا فرق و کمی بیشی ہے۔ اور اس لئے یہ اثنٰی حدیثیں تشخیص مہدی آخرالزمان میں متفق علیہ بین الفریقین ہیں۔ اور کوئی مسلمان سُنّی یا شیعہ از رُوئے دیانتِ اسلامیہ انکار نہیں کر سکتا اور تشخیص و تعیین و تخصیص مہدی کے لئے کافی سے بھی زیادہ ہیں۔ لیکن چونکہ ان احادیث میں جابجا لفظ اہل بیت آیا ہے کہ مہدی اہل بیتؑ نبویؐ سے ہے۔ اور اگرچہ انہی احادیث سے واضح ہے کہ اہلبیتؑ کا مصداق ائمہ طاہرینؑ و حضرات معصومینؑ ذریتِ ابراہیمؑ و عترتِ خاتم النبیینؐ ہیں۔ لیکن مزید توضیح کے لئے ہم ایک مفصل بحث اہل بیتؑ کی تشخیص میں درج کرتے ہیں۔ تاکہ پھر کسی شبہ کی گنجائش تشخیص مہدیؑ میں نہ رہے۔

فصل

فِيْ اَهْلِ الْبَيْتِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ٥ وَقَرْنَ فِيْ

بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا (احزاب)

ترجمہ۔ اے نبیؐ کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح تو نہیں ہو۔ اگر تمہیں پرہیزگاری منظور ہے۔ تو تم اجنبی سے کلام کرنے میں نرم نرم باتیں نہ کیا کرو۔ تاکہ جس کے دل میں مرض بے ایمانی ہے۔ وہ کہیں کچھ اور طمع نہ کرے۔ اور صاف صاف و شائستہ بات کرو۔ اور اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہو۔ اور اگلے زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو۔ نماز پڑھا کرو۔ اور زکوٰۃ دیا کرو۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ اے اہل بیتؑ خدا چاہتا ہے کہ تم کو ہر ایک قسم کی آلودگی اور پلیدی سے پاک و طاہر رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ اور اے بیویو! تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ان کو یاد رکھو۔ بیشک خدا بڑا باریک بین اور واقف کار ہے۔

سیاقِ کلام سے صاف مفہوم ہوتا ہے۔ کہ ان آیات میں جملہ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ الخ" بالکل اُوپر اور ان سب سے الگ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام صیغے جمع مؤنث مخاطب کے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس آیت میں علیکم جمع مذکر مخاطب ہے۔ اور اسی طرح "یطہرکم"۔ اگر جملے کو بیچ میں سے علیحدہ کر لیا جائے۔ تو اسلوب کلام بالکل درست اور عبارت بالکل موزون ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ آیت ان آیات میں اسی طرح سے داخل کی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کے مفہوم کے معلوم کرنے میں نے الجملہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ بعض مفسرین مثل زمخشری اور عکرمہ کا تو یہ خیال ہے۔ کہ یہ آیت بھی ازواج نبیؐ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اہل بیتؑ سے مراد صرف حضرتؐ کی بیویاں ہی ہیں۔ اور بعض کا خیال ہے۔ کہ ان کے ساتھ حسنینؑ و فاطمہؑ و علیؑ بھی داخل ہیں۔ لیکن یہ دونوں خیال بہت شاذ و نادر ہیں۔ اور اکثر و بیشتر مؤرخین و مفسرین و محدثین کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ اہل بیتؑ سے مراد پنجتن پاک حضرت رسولؐ۔ علیؑ مرتضیٰ۔ فاطمۃ الزہراؑ اور حسنینؑ اور ان کی اولاد کے ائمہؑ ہیں تا مہدی آخر الزمانؑ۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ متقدمین میں یہ مسئلہ ایک حد تک متفق علیہ تھا۔ اور اہل بیتؑ نبیؐ مشہور و معروف تھے اکثر علماء محققین نے صرف فضائل و مناقب اہل بیتؑ میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور ان میں صرف انہی چہاردہ معصومین یعنی رسول مقبولؐ۔ فاطمۃ الزہراؑ اور ان کی اولاد کے بارہ اماموں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل نے کتاب المناقب اور امام نسائی نے کتاب المناقب اور حافظ ابو نعیم اصفہانی نے نزول القرآن فی مناقب اہل بیتؑ شیخ محمد ابن ابراہیم الجوینی الحموینی الشافعی الخراسانی نے

فرائد السمطین فی فضائل المرتضٰے والزہراء والسبطین۔ علی بن عمر الدارقطنی نے مسند فاطمہؑ۔ ابو مؤید موفق ابن احمد خطیب خوارزمی الحنفی نے فضائل اہل البیتؑ علی بن محمد خطیب فقیہ الشافعی ابن المغازلی نے المناقب علی بن احمد المالکی نے فصول المہمہ علامہ السمہودی المصری نے جواہر العقدین سید علی بن شہاب الہمدانی نے مؤدۃ القربےٰ اور شیخ سلیمان الحسینی البلخی القندوزی نے ینابیع المودۃ وغیرہا بیشمار کتابیں فضائل اہل بیتؑ یعنی پنجتن پاکؑ اور ان کی اولاد طاہرینؑ کی شان میں لکھی گئی ہیں۔ محدث فاضل شیخ ابن محمد الہیثمی الشافعی نے صواعق محرقہ میں شیخ حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعی نے کتاب الاصابہ اور شیخ حافظ مجد الدین ابی السعادات المبارک بن محمد الاثیر الجزری الموصلی نے جامع الاصول میں حافظ نور الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی نے مجمع الزوائد میں شیخ عبد الرؤف المناوی المصری نے کنوز الدقائق میں۔ ابو عثمان عمرو بن بحر ابی الجاحظ المصری المعتزلی نے کتاب البیان والتبیین میں۔ سید محدث فاضل کامل محمد خواجہ پارسا البخاری نے فصل الخطاب میں شیخ امام عبد الرحمٰن بن محمد بن علی بن احمد البسطامی نے درۃ المعارف میں شیخ امام کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ الحلبی الشافعی نے الدر المنظم۔ میں شیخ محی الدین العربی الطائی الحاتمی الاندلسی نے کتاب الدر المکنون والجواہر المصون میں اور شیخ علامہ ہاشم بن سلیمان بن اسمٰعیل الحسینی البحرانی نے کتاب البحتہ میں شیخ جلال الدین السیوطی المصری نے جامع الصغیر میں وغیرہم جملہ محققین نے فضائل اہل بیتؑ کا ذکر کیا ہے۔ اور اہل بیتؑ سے مراد یہی بزرگوار لئے ہیں۔ اسی طرح صحاح ستہ۔ مسلم و بخاری و نسائی۔ ترمذی۔ ابو داؤد و موطا یا ابن ماجہ نے اہلبیتؑ کی شان میں احادیث جمع کی ہیں۔ اور ان میں انہیں بزرگواروں کے فضائل ہیں۔ اور بہت سی کتب میں مثل المطالب العالیہ ذخائر العقبےٰ و مشارق الاذواق وغیرہا میں اہلبیتؑ نبیؐ یعنی پنجتن پاک اور ان کی اولاد طاہرینؑ کا ذکر ہے۔ اور اہل التشیع کے علماء متقدمین و متاخرین نے بیشمار کتابیں فضائل اہل بیتؑ میں لکھی ہیں۔ اور احادیث جمع کی ہیں۔ ان علماء مذکورین وغیر مذکورین میں سے کسی ایک نے بھی اپنی کتاب میں اہل بیتؑ سے مراد ازواج نبیؐ نہیں لی ہے۔ اور ان کی شان میں کتاب نہیں لکھی ہے۔ تاکہ کہا جاسکے۔ کہ اہل بیت سے ان کی مراد ازواج تھی یا ازواج بھی تھی۔ متقدمین میں شاذ و نادر ہی کوئی اس کا قائل ہوا ہے کہ ازواج اہلبیت نبی میں داخل ہیں یا اہل بیت وہی ہیں۔ یہ اختلاف کچھ متاخرین ہی میں پیدا ہوا ہے۔ اور اس اختلاف کا باعث جس وقت سے بھی یہ فرض کیا جائے خود شان و فضائل و مناقب اہل بیتؑ ہی ہیں۔ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ جہاں انسان کا علم محیط نہیں ہوتا اور اس کا طائر

وہم وہاں تک نہیں پہنچتا۔ وہ اس کی تکذیب کرتا ہے۔ وَيَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلٰی مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ لوگ حسد کرتے ہیں اس چیز سے جو خدا نے ان کو اپنے خاص فضل و کرم سے دے رکھی ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ لَقَدْ آتَيْنَا آلَ اِبْرَاهِيْمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيْمًا۔ ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت دی ہے اور ان کو ملک عظیم عطا کیا ہے ؛

سیاق کلام ملک العلام اور آیات بینات فرقان حمید مجید سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اہل بیت ازواج نبی ہیں یا ازواج نبی ان میں داخل ہیں ؛

اوّل اس لئے کہ اگر مراد ازواج ہوتیں۔ تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ خداوند عالم اس مقام پر اپنے اسلوب کلام کو بدلتا۔ اور بجائے "عَنْكُنَّ" "وَيُطَهِّرَكُنَّ" کے "عَنْكُمْ" ذکر فرماتا عورت کے لئے ضمیر جمع مذکر مخاطب "عَلَيْكُمْ" کبھی استعمال نہیں ہو سکتی ؛

دوم اگر مراد اس سے ازواج نبی ہوتیں۔ تو چاہئے تھا۔ کہ "اہل البیوت" کہا جاتا۔ کیونکہ قرآن میں ایسا ہی ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (الخ۔ احزاب پ۲۲)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں اور نبیؐ کی بیویوں کے پاس بلا اجازت نہ جاؤ۔ مگر جب تمہیں کھانے پر بلایا جائے۔ تو برتنوں کی طرف نہ دیکھتے رہو۔ مگر جب بلائے جاؤ۔ داخل ہو جاؤ۔ اور کھا چکو۔ تو فوراً اٹھ کر چلے جاؤ۔ باتوں میں نہ لگ جاؤ۔ کیونکہ یہ بات نبیؐ کے لئے ایذا رساں ہے۔ اور تمہارے لحاظ سے وہ تمہیں نہیں کہتا۔ لیکن خدا حق کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں رکھتا۔ اور جب تم ان بیویوں سے کچھ مانگو۔ تو پس پردہ سے مانگو۔ یہی تمہارے اور ان کے لئے بہتر ہے۔" ان آیات میں ازواج نبیؐ کے لئے بیوت استعمال ہوا ہے نہ کہ بیت۔ کیوں کہ وہ متعدد تھیں۔ **اور نیز** آیۂ مذکورۃ الصدر میں "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" آیا ہے نہ "بَيْتِكُنَّ" پس اگر اہل البیت سے مراد یہ ازواج نبی ہوتیں تو اہل البیوت بلکہ اہل بیوت النبی یا بیوت النبی کہا جاتا۔ جیسا کہ یہاں کہا گیا ہے ؛

سوم لغت عرب اور محاورات عرب میں لفظ اہل البیت ہرگز بیویوں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بیت تو بیوی کے لئے آیا ہے مگر اہل البیت خاص بیوی کے لئے ہرگز نہیں آیا۔ اس لئے کہ اگر بیت سے بیت سکنے مراد ہو یعنی گھر اور رہنے کی جگہ۔ تو اس کے لحاظ سے اہل البیت تمام گھر

میں بسنے والے کہلائیں گے نہ صرف بیویاں۔ اور بیت سے مقصود بیت نسب ہو۔ تو اہل البیت سے مراد
اہل نسب اور نسبی رشتہ دار ہوں گے نہ سببی رشتہ دار اور بیویاں۔ چہ جائیکہ خاص بیویاں ہی مراد ہوں۔ اور
اگر بیت سے بیت شرف مقصود ہو۔ تو اہل البیت وہ تمام افراد و نفوس ہوں گے۔ جو اس شرف میں صاحب
بیت کے شریک ہوں۔ پس اہل بیتؑ نبیؐ وہ ہوں گے جو اس شرف نبوت میں شریک نبیؐ ہوں۔ اور
اس لئے اہل البیتؑ سے مراد صرف بیویاں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ **اگر** یہ کہا جائے۔ کہ اہل بیتؑ میں
ازواج نبیؐ اور پنجتن دونو شریک ہیں۔ اور سب مراد ہیں۔ اور لفظ علیکم بصیغہ جمع مذکر مخاطب بقاعدہ
تغلیب آیا ہے۔ یعنی چونکہ ان عورات میں جناب امیرؑ اور حسنینؑ مرد بھی شریک ہیں۔ لہذا مردوں کو غلبہ
دے کر مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ لیکن یہ بھی غلط و باطل ہے۔ کیوں کہ تغلیب کا قاعدہ یہاں مقتضی ہے۔ کہ
اگر علیؑ و حسنینؑ بھی شریک ہوں۔ تب بھی صیغۂ جمع مؤنث ہی استعمال کیا جائے۔ کیوں کہ اس صورت میں
نو بیویاں اور ایک بیٹی جناب فاطمہؑ دس عورتیں اور تین چار مرد ہوئے۔ لہذا غلبہ عورتوں ہی کو رہا۔
پس چاہیئے کہ مؤنث ہی کا صیغہ استعمال کیا جائے نہ مذکر کا۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے
برعکس ہے۔ اور وجہ یہی ہے کہ چونکہ اہل البیتؑ اور صاحبان تطہیر میں عورت صرف ایک فاطمۃؑ الزہرا
ہیں۔ اور مرد چار نہیں بلکہ تیرہ ہیں یعنی تا حضرت مہدی آخر الزمانؑ۔ لہذا غلبہ مردوں کو ہے۔ اس لئے
صیغہ مذکر ہی کا استعمال کیا گیا۔ اور یہی صحیح و درست ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب اہل بیتؑ سے مراد
آیہ مذکورہ میں ازواج نبی نہیں ہیں پنجتنؑ پاک ہیں مثلاً۔ تو پھر آیت اس طرح سے کیوں نازل ہوئی
ہے۔ کہ ادھر اُدھر دونو طرف تو ازواج نبیؐ ہی کا ذکر ہے۔ اور بیچ میں اور لوگوں کا ذکر آ گیا۔ تو جواباً
ہماری طرف سے بھی یہی کہا جائے گا۔ کہ اگر ازواج نبیؐ ہی کی تطہیر کا اس میں ذکر ہے۔ تو اسلوب کلام و
عبارت بدل کر اور خراب کر کے مؤنث کے صیغوں میں مذکر کا صیغہ کیوں بلا وجہ لگا دیا گیا۔ دوسرے
اس کے جواب دہ جامع قرآن ہیں یا منزّل قرآن۔ کیونکہ اگر خدا نے اسی طرح نازل کی ہے تو اعتراض
اس پر ہے۔ اور اگر جامع قرآن نے یہاں لگا دی ہے یا لگ گئی ہے۔ تو جواب دِہ وہ ہیں۔ تیسرے
اگر قرآن شریف موجودہ میں تدبر و تامل کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ بات صرف اس آیت سے
مخصوص نہیں ہے بلکہ اور جگہ بھی قرآن میں ایسا ہے۔ کہ ابھی کسی ایک چیز کا ذکر ہو رہا ہے۔ اتنے
میں کوئی اور بات بیان ہونے لگ گئی۔ حالانکہ بظاہر اور ہمارے خیال میں اس کو بیان سابق سے
کوئی ربط و وصل نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے مفسرین نے ایسی آیات میں وجہ اتصال معلوم کرنے میں
بہت کچھ ہاتھ پیر مارے ہیں۔ اور بہت کچھ طبیعت کی جولانیاں دکھلائی ہیں۔ مگر نتیجہ ہیچ۔ مثلاً

سورۂ مائدہ میں اوّل ہی خدا فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ الخ۔ اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور سوائے ان کے جو پڑھ کر سنائے جائیں گے حلال کر دئے گئے۔ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ کا تعلق واتصال اوفوا بالعقود سے قابل غور ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ۔ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ الخ۔ ترجمہ: حرام کیا گیا ہے تم پر مردار خون سور کا گوشت اور جو خدا کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اور گردن مروڑا جانور اور چوٹ کھا کر مرا ہوا اور کنوئیں وغیرہ میں گر کر مرا ہوا۔ اور جانوروں کے سینگوں سے مرا ہوا۔ اور جس کو درندوں نے پھاڑا ہو۔ مگر وہ جسے تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔ اور وہ جو بتوں پر ذبح کیا گیا ہو۔ اور ان پر چڑھایا گیا ہو۔ اور جو تم جوئے کے تیروں سے تقسیم کرتے ہو۔ یہ سب حرام ہیں۔ اور گناہ کی بات ہے۔ آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے۔ اب تم ان سے مت ڈرو۔ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تمہارے لئے تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا اور اس سے راضی ہو گیا۔ پس جو مضطر و مجبور ہو اور گناہ کی طرف مائل بھی نہ ہو اور وہ ایسی صورت میں اس میں سے کچھ کھا لے۔ تو خدا اس کو معاف کر دے گا۔ کہ وہ مہربان ہے۔ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے۔ کہہ دو۔ کہ طیّب اور پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ اور وہ شکار بھی جو تمہارے شکاری جانور جن کو تم نے شکار کے لئے سدھایا ہے۔ اور تعلیم خدا کے موافق ان کو سکھایا ہے اور وہ جو تمہارے پاس پکڑ کر لائیں۔ اس کو کھا لو۔ اور ان کو شکار پر چھوڑتے ذنت بسم اللہ کہو اور خدا کا نام لو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ آج طیّب چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔ اور اہل کتاب کے عذجات

تمہارے لئے حلال ہیں۔ اور تمہارے ان کے لئے ان سے لین دین کر سکتے ہو۔ الخ" ان آیات کے اوّل و آخر میں برابر اور مسلسل حلّت و حرمت اشیاء خصوصاً جانوروں کا ذکر ہے۔ مگر بیچ میں "اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔" بالکل بے ربط اور بے جوڑ ہے اور پھر "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" اس سے زیادہ بے ربط۔ اور پھر آخر میں "اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ" اگر پہلے دونوں جملے "اَلْیَوْمَ یَئِسَ الخ" اور "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ الخ" بیچ میں سے نکال لئے جائیں۔ تو عبارت بالکل مسلسل اور مربوط ہو جاتی ہے۔ پھر یہ سورۂ مدنی ہے۔ اور "الیوم احل لکم الطیبات الخ" سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سے پہلے اور آج سے پہلے طیبات حلال نہ تھیں۔ حالانکہ اس سے پہلی آیت۔ "الیوم اکملت لکم دینکم" کے لئے اکثر و بیشتر مفسرین کی یہی رائے ہے کہ یہ آخری آیت ہے۔ اور حجۃ الوداع کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے بعد کوئی آیت حضرت پر نازل نہیں ہوئی۔ پس جس طرح آیات حرمت و حلت انعام وغیرہ کے بیچ میں آیۂ "الیوم یئس الذین کفروا" اور "الیوم اکملت لکم دینکم الخ" گھسی ہوئی ہے۔ اسی طرح ذکر ازواج نبیؐ کے بیچ میں آیۂ تطہیر اہل بیت بلفظ علیکم اہل البیت بصیغہ جمع مذکر مخاطب داخل ہے۔

ایضاً سورۂ نساء میں خداوند عالم فرماتا ہے "وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً۔"

ترجمہ: اور اگر تم ڈرو کہ تم یتیموں میں عدل نہ کر سکو گے۔ تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں۔ ان سے نکاح کر لو۔ دو دو تین تین۔ چار چار۔ اور اگر تمہیں یہ خوف ہو۔ کہ تم ان میں عدل قائم نہ رکھ سکو گے۔ تو تم ایک ہی عورت کرو۔ بھلا اس جملے کو کہ "اگر تم یتیموں میں عدل نہ کر سکو۔ تو دو دو۔ تین تین۔ چار چار عورتوں سے نکاح کر لو" کیا ربط اور کیا اتصال ہے۔

اور بہت سی آیات اس قسم کی ہیں۔ کہ ان میں مفسرین وجہ اتصال اور ربط پیدا کرتے ہیں متحیر ہیں۔ اور ایک جملہ یا ایک آیت کو دوسری آیت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس یا تو یہ کہا جائے۔ کہ خدا کی عادت ہی ایسی ہے۔ کہ کچھ بیان کرتے کرتے بیچ میں اور ذکر شروع کر دیتا ہے۔ یا یہ کہ یہ موجودہ ترتیب نزولی نہیں ہے۔ اور آیات جو ان آیات کے بیچ میں پھنسی ہوئی ہیں کہیں اور کی ہیں جو یہاں داخل ہو گئی ہیں یا کر دی گئی ہیں۔ بہر کیف آیۂ تطہیر کا ذکر ازواج میں مذکور ہو جانا اور قرآن میں اس طرح سے پایا جانا اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ بھی ازواج نبی کی شان میں سے۔ خواہ لغۃً و محاورۃً صحیح ہو یا نہ ہو۔ فافہم۔

چہارم باتفاق علماء محققین ومفسرین آیۂ مبارکہ میں تطہیر سے مراد تطہیر خاص وتطہیر کامل ہے۔ یعنی اس کے مصداق نفوس کو خدا نے ہر ایک قسم کے نقص وعیب وآلودگی سے پاک کر دیا ہے۔ اور اکثر مفسرین نے رجس کی تفسیر میں لکھا ہے۔ طَهَّرَهُمْ مِنْ جَمِيعِ الْفَوَاحِشِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ یعنی ظاہر وباطن ہر ایک قسم کے فواحش سے پاک کر دیا ہے۔ اور نیز یہ کہ شک وشبہ سے بھی پاک کیا ہے ان کو خدا اور اس کے صفات اور اس کے افعال اور اس کے احکام کسی امر کی بابت شک نہیں ہوتا۔ اور تفسیر اہل بیت میں بھی یہی مذکور ہے۔ ورنہ معمولی تطہیر نجاسات وغیرہ تو خدا ہر ایک سے چاہتا ہے اور اس طرح فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (مائدہ ع ۲) "اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں اور پیروں کا ٹخنوں تک مسح کر لو۔ اور اگر تم جنابت سے ہو۔ تو غسل کر لو۔ اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع ضرورت کر کے آئے یا عورتوں سے مس کرے اور تمہیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی لو۔ اور اپنے منہ اور ہاتھوں کو اس سے مسح کر لو۔ اللہ یہ نہیں چاہتا۔ کہ تم پر کوئی تنگی ہو۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے۔ اور وہ اپنی نعمت کو تم پر کامل کرے۔ ممکن ہے کہ تم شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔" اس آیۂ مبارکہ میں خدا تمام مسلمانوں کی تطہیر کے ارادے کا ذکر فرماتا ہے۔ لیکن یہ تطہیر تطہیر عام ہے۔ اور یہ وہ تطہیر ہے۔ جو طہورات پانی ومٹی وغیرہ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ انفال میں اس کی توضیح میں فرماتا ہے۔ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۲،۱ "اور خدا تمہارے اوپر آسمان سے پانی برساتا ہے۔ تاکہ اس سے تمہیں پاک کرے۔ اور شیطانی گندگی کو تم سے دور کرے۔ اور تمہارے دلوں کو مضبوط کرے۔ اور تمہارے قدموں کو جمائے رہے۔" اس میں بالتصریح بیان ہے۔ کہ خدا طہارت کے لئے پانی برساتا ہے۔ اور تطہیر نجاسات کا حکم دیتا ہے۔ اور اس آیت کی شان نزول خاص ہے۔ کہ جنگ بدر کے موقع پر ابوجہل نے اوّل بہتر مورچہ لے لیا تھا۔ اور تالاب کے گرد سے لشکر جما دیا تھا۔ اور مسلمان ایک گہری ریت میں تھے کہ پاؤں دھنسے

جاتے تھے۔ ان کو کچھ خوف ساطاری ہوا۔ تو خدا نے ان پر نیند بھیج دی۔ نیند آ گئی۔ تو شیطان نے الٹروں کو محتلم کر دیا۔ تب خدا نے بہت سا پانی برسایا۔ انہوں نے اپنے آپ کو پاک کیا اور زمین بھی سخت ہو گئی الخ۔ لہٰذا یہاں تطہیر سے تطہیر عام اور تطہیر ظاہری مراد ہے۔ اور رجز شیطان اسی قسم کی پلیدی مثل جنابت وغیرہ ہے۔ چنانچہ لفظ رجز سے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ رجز اکثر و بیشتر ظاہری نجاست اور پلیدی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اور رجس عام ہے۔ اور ظاہری و باطنی پلیدی دونو کو شامل ہے۔ چنانچہ اس آیہ مبارکہ "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ" بتوں کی پلیدی سے بچو سے باطنی پلیدی مراد ہے۔ اور نجاست کفر و شرک و الحاد ہے۔ اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ان آیات میں ارادۂ باری تعالےٰ ارادۂ تکلیفی ہے۔ یعنی خدا نے بندوں کو یہ تکلیف اور یہ حکم دیا ہے۔ کہ وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کر کے مطہر بنیں۔ اور یہ فعل ان کے اختیار میں ہے۔ خواہ کریں یا نہ کریں جیسا کہ مثلاً بغرض تطہیر غسل جنابت کا حکم دیا ہے۔ مگر بہت سے لوگ بجا نہیں لاتے۔ وعلے ہذا القیاس۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ یہاں "یرید" سے ارادۂ تکلیفی مراد ہے۔ ارادۂ تکوینی مراد نہیں ہے جس کے یہ معنی ہیں۔ "اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کا امر یہ ہے کہ جب اس نے کسی چیز کا ارادہ کیا۔ تو اسے کُن کہا۔ اور وہ ہو گئی"۔ یعنی ارادہ متعلق ہوتے ہی وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ ممکن نہیں کہ وہ نہ ہو اور وجود میں نہ آئے۔ پس اگر ان آیات میں جہاں تطہیر عام کا ارادہ ہے ارادۂ تکوینی ہوتا اور وجود میں لانا منظور ہوتا۔ تو ممکن نہیں تھا کہ کوئی فرد بشر بلا طہارت رہتا اور پاک نہ ہوتا۔ حالانکہ ہزاروں لاکھوں ایسے ہیں۔ جو مطہر نہیں ہوتے اور تطہیر وجود میں نہیں آتی۔ لہٰذا یہ تطہیر تطہیر تکوینی اور تطہیر کامل نہیں ہے۔ اور تطہیر اہل بیتؑ نبیؐ ضرور تطہیر خاص و تطہیر کامل و تطہیر تکوینی ہے۔ یعنی ارادۂ باری متعلق ہوتے ہی تطہیر واقع ہو گئی۔ اور وہ پاک و پاکیزہ بن گئے۔ باطناً و وجوداً ظاہر ہو گیا۔ اور یہ امر لفظ "اِنَّمَا" اور خصوصاً "تَطْهِيْرًا" کی تاکید سے بھی ظاہر ہے۔ کہ باتفاق علماء محققین "تطهيرا" کی قید تطہیر کامل کے لئے زیادہ کی گئی ہے۔ اور تطہیر کامل یہی ہے۔ جو تطہیر باطنی اور تطہیر تکوینی وجودی ہے نہ معمولی غسل و وضو اور تیمم۔ چنانچہ شریف السمہودی فرماتے ہیں۔ "كلمة انما للحصر تدل ان ارادته تعالىٰ منحصرة على تطهيرهم وتاكيده بالمفعول المطلق (تطهيرا) دليل على ان طهارتهم طهارة كاملة فى اعلى مراتب الطهارة" یعنی کلمۂ انما حصر کے لئے ہے۔ جو دلالت کرتا ہے کہ ارادۂ باری تعالےٰ انہی بزرگواروں کی تطہیر میں منحصر ہے۔ اور یہ تطہیر انہی کے لئے ہے۔ پس

معلوم ہوا۔ کہ یہ ارادہ ارادۂ تکوینی ہے جو تکوین و ایجاد وجود سے تعلق رکھتا ہے نہ ارادۂ تکلیفی۔ کیونکہ
ارادہ تکلیفی ان بزرگواروں میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ عام ہے۔ اور شامل ہے تمام افراد بنی نوع یا تمام
افراد اہل اسلام کو) اور اس کی تاکید مطلق (تطہیراً) سے دلیل ہے اس بات پر کہ ان کی طہارت کامل اعلےٰ
مراتب طہارت میں ہے۔ اور طہارت کامل وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ پس یہ ثابت اور محقق
ہے کہ یہ طہارت طہارتِ کامل اور طہارتِ تکوینی ہے اور وقتِ تکوین و ایجاد سے ہے۔ تو یہ
مطہرین وہ وجود ہوں گے۔ جو شکم مادری سے طاہر و مطہر پیدا ہوں گے۔ اور کسی وقت میں نہ طفولیت
اور نہ صباوت اور نہ فتوت نہ کہولت نہ شیخوخت۔ کسی حال میں کسی شیطانی آلودگی ادنےٰ و اعلےٰ سے
ملوث نہیں ہوں گے۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ ازواج نبی اس تطہیر میں ہرگز شریک نہیں ہیں۔ کیونکہ ازواج
میں وہ بھی ہیں۔ جو ایک مدت تک مسلمان نہ تھیں اور نجاستِ کفر و شرک میں رہ چکی تھیں۔ اور یہ تطہیر
اس کے منافی ہے۔ پھر بعض ازواج نبیؐ سے زوجیت نبی کی حالت میں ایسی باتیں ظاہر اور ایسے
امور سرزد ہوئے ہیں جو منافی تطہیر ہیں۔ چنانچہ خدا بعض ازواج نبیؐ کی بابت فرماتا ہے۔ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى
اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ ..... یعنی اگر تم دونوں توبہ کر لو (تو تمہارے لئے بہتر ہے
مگر تم ایسا نہ کرو گی) کیونکہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ اور اگر تم دونوں رسولؐ کے بر خلاف ایک دوسری
کی مدد کرتی رہو گی (تو کچھ پروا نہیں) کیونکہ خدا اور جبرئیلؑ اور سارے مومنین میں سے نیکوکار شخص
اس کے مددگار ہیں۔ اور بعد ازاں سارے ملائکہ۔ حضرت اُمّ المومنین قصۂ شہد اور رشک ماریہ
قبطیہ اور پیغمبرؐ کا افشاء راز وغیرہ مشہور و معروف ہے۔ چنانچہ تفسیر درمنثور جلد ۶ مطبوعہ مصر اور تفسیر
کشاف و بخاری و مسلم و سنن ابوداؤد وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ کہ یہ
متظاہران اور جن کو توبہ کی تنبیہ کی گئی ہے حضرت کی دونو بیبیاں ہی ہیں۔ چنانچہ حافظ ابونعیم ثعلبی نے
اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے
فرمایا۔ کہ اے علیؑ میں تم کو بشارت دوں کہ تم جبرئیل کے ساتھ ملائے گئے ہو۔ اور یہی آیت تلاوت
فرمائی۔ اور کہا۔ تم اور تمہارے اہل بیت میں سے مومنین صالحین اس کے مصداق ہیں۔ اور امام
بخاری اور علامہ مرحلی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے حضرت عمر سے دریافت
کیا۔ کہ یہ متظاہرہ دو عورتیں کون ہیں جن کا یہ ذکر ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ عائشہ و حفصہ۔ اور یہی مضمون
موفق بن احمد نے مجاہد اور ابو صالح اور ضحاک سے روایت کیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ توبہ کا

حلم کسی گناہ ہی کے لئے ہوتا ہے بلکہ بڑے گناہ کے لئے۔ کیونکہ معمولی لغزشیں تو خدا یوں ہی معاف کر دیتا ہے۔ بلکہ سیئات تک کو بخش دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں" چنانچہ مروی ہے۔ کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک جو مومن کوئی سیئہ کرتا ہے۔ تو جس وقت دوسری نماز پڑھتا ہے اور اس حسنہ کو بجالاتا ہے۔ تو خدا اس سیئہ کو دور کر دیتا ہے۔ بلکہ فرماتا ہے۔ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ الخ "اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے خدا نے منع کیا ہے اور نہی فرمائی ہے تو تمہاری سیئات کا ہم خود ہی کفارہ کر دیں گے اور تمہیں بخش دیں گے" پس معلوم ہوا۔ کہ یہ بات ضرور کوئی ایسی تھی۔ جو سیئات سے بڑھ کر ہے۔ اور جس کا کفارہ یوں ہی نہیں ہو سکتا جب تک اس سے توبہ نہ کی جائے۔ پھر توبہ کا کرنا بھی آیت سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے۔ کہ وہ توبہ نہ کرے گی اور نہ کی۔ بلکہ تفاسیر میں موجود ہے۔ کہ اسی وجہ سے حضرتؐ نے ایک کو طلاق بھی دے دی تھی۔ پھر اسی آیت میں اصغاءِ قلب (دل کی کجی) کا بھی ذکر ہے۔ اور ان کو دھمکایا بھی گیا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ وہ دونو پشت بہ پشت رسولؐ کے برخلاف ایک دوسرے کی مدد کرتی تھیں۔ پس موجب توبہ فعل کا سرزد ہونا اور دل کی کجی اور رسولؐ کے برخلاف مظاہرہ۔ یہ تمام باتیں تطہیر کے مخالف و منافی ہیں۔ جب ان نفوس سے جو تطہیر الٰہی و تطہیر تکوینی مطہر ہوں اور اعلےٰ مراتب تطہیر میں خلق کئے گئے ہوں۔ ان سے بھی ایسے فعل سرزد ہو سکتے ہیں۔ جو موجب توبہ اور گناہ کبیرہ ہیں تو پھر یہ تطہیر لغو محض ہے۔ اور اس میں کوئی فائدہ مطہرین کو نہ پہنچا۔ وہ بھی مثل عوام ہی رہے۔ پھر جناب ام المومنین کا خچر پر چڑھ کر اور چالیس بنی امیہ کو مروان کے کنبے سے ہمراہ لے کر جناب فرزند رسولؐ امام حسنؑ کے جنازے کو روضۂ رسولؐ میں دفن سے منع کرنے کے لئے آنا اور جگر بند رسولؐ کو رسولؐ کے پاس دفن نہ ہونے دینا اور پھر بصرہ میں جنگ جمل کی فوج کی کمان حضرت علیؑ کے برخلاف لینا اور مدینہ سے شتر پر سوار ہو کر مکہ اور مکہ سے بصرہ جانا اور پھر جنگ میں گرفتار ہونا۔ حالاں کہ آنحضرتؐ نے پہلے خبر دے دی تھی کہ میری بیویوں میں سے ایک بیوی علیؑ سے لڑنے کے لئے نکلے گی اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ اے حمیرا وہ تو نہ ہونا۔ اور حوآب کے کتوں کے بھونکنے کی بھی خبر کر دی تھی۔ یہ تمام باتیں خلافِ شانِ اہلِ تطہیر ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے اکثر و بیشتر فرمایا ہے۔ کہ علیؑ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے اور مجھؐ سے جنگ خدا سے جنگ کرنا ہے۔ اور علیؑ سے صلح رکھنا مجھ سے صلح رکھنا ہے۔ چنانچہ ابو طفیل عامر بن واثلہ صحابی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ

نے فرمایا۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَصِیِّیْ حَرْبُكَ حَرْبِیْ وَسِلْمُكَ سِلْمِیْ وَاَنْتَ الْاِمَامُ وَاَبُوْ الْاَئِمَّةِ
الْاَحَدَ عَشَرَ الَّذِیْنَ هُمُ الْمُطَهَّرُوْنَ الْمَعْصُوْمُوْنَ وَمِنْهُمُ الْمَهْدِیُّ الَّذِیْ یَمْلَأُ الْاَرْضَ
قِسْطًا وَعَدْلًا فَوَیْلٌ لِمُبْغِضِیْهِمْ یَا عَلِیُّ لَوْ اَنَّ رَجُلًا اَحَبَّكَ وَاَوْلَادَكَ فِی اللّٰهِ لَحَشَرَهُ
اللّٰهُ مَعَكَ وَمَعَ اَوْلَادِكَ وَاَنْتُمْ مَعِیْ فِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَاَنْتَ قَسِیْمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ
تُدْخِلُ مُحِبِّیْكَ الْجَنَّةَ وَمُبْغِضِیْكَ النَّارَ۔ یعنی "یا علیؑ تو میرا وصی ہے۔ تجھ سے جنگ
مجھ سے جنگ ہے اور تجھ سے صلح مجھ سے صلح ہے۔ اور تو امامؑ اور ان گیارہ اماموںؑ کا
باپ ہے۔ جو مطہر و معصوم ہیں۔ اور انہی میں سے وہ مہدیؑ امت ہے جو زمین کو عدل و داد
سے پُر کر دے گا۔ پس ویل ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کو دشمن رکھیں۔ اے علیؑ اگر کوئی شخص تجھے اور
تیری اولاد کو خدا کے لئے دوست رکھے۔ خدا ان کو تیرے اور ان کے ساتھ محشور کرے گا۔ اور تم
درجاتِ عالیہ میں میرے ساتھ ہو گے۔ اور اے علیؑ تو قاسم جنت و نار ہے۔ اپنے دوستوں کو
جنت میں داخل کرے گا اور دشمنوں کو دوزخ میں ڈالے گا۔ اور سُنن ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔ مَنْ
فَارَقَ عَلِیًّا فَارَقَنِیْ وَمَنْ فَارَقَنِیْ فَارَقَ اللّٰهَ۔ "جو علیؑ سے جدا ہوا۔ وہ مجھ سے جدا ہوا۔ اور
جو مجھ سے جدا ہوا۔ وہ خدا سے جدا ہو گیا" اور فرمایا۔ من اٰذی علیاً فقد اٰذانی ومن اٰذانی
اٰذی اللّٰہ۔ "جس نے علیؑ کو اذیت دی۔ اس نے مجھ کو اذیت دی۔ اور جس نے مجھ کو اذیت دی۔
اس نے خدا کو اذیت دی" اور خدا فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِیْمٌ۔ "اور وہ لوگ جو رسول خداؐ کو اذیت دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردانگیز عذاب ہے" (توبہ
ع ۸)۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ
الْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ "تحقیق کہ جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کو اذیت دیتے
ہیں۔ اللہ اُن پر دین و دُنیا میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر
رکھا ہے" اور فرماتا ہے۔ اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی
الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ
خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔ "سوائے اس کے نہیں ہے کہ ان لوگوں کی سزا جو خدا اور اس کے
رسولؐ سے محاربہ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے
یا سُولی دی جائے یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا جلا وطن کر
دئے جائیں" (مائدہ ع ۷) حالانکہ جنگ جمل یعنی جنگ بصرہ حضرت ام المومنین کا واقعہ

کتب احادیث و تواریخ و سیر میں مذکور اور اہل اسلام میں معروف ہے۔ اور انہی امور کی طرف اشارہ کرکے ابن عباسؓ نے فرمایا تھا۔ ؎

لک التسع من الثمن وبالکل تصرفت تبغلت تجملت ولو عشت تفیلت

یعنی اے ام المومنین ورثہ نبی میں تمہارا آٹھویں حصے میں سے نواں (۱/۹) حصہ تھا۔ اور تم نے کل حجرۂ رسولؐ پر قبضہ کر لیا۔ تم خچر پر چڑھیں۔ اونٹ پر چڑھیں۔ اور اگر زندہ رہتیں تو ہاتھی پر بھی چڑھتیں بہرحال یہ واقعات خواہ کسی نوعیت اور حیثیت کے کیوں نہ ہوں۔ مگر شان تطہیر کامل کے بالکل خلاف ہیں جس کے معنی عصمت مطلقہ ہے۔ اور "وقرن فی بیوتکن" اور "واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن" کے بالکل منافی ہیں۔ اس لئے اہل بیتؑ کا مصداق اور صاحبان تطہیر ازواج نبی نہیں ہو سکتیں۔ اور انہی باتوں کی وجہ سے جناب ام المومنین جب جنگ جمل کو یاد کرتی تھیں۔ تو اتنی روتی تھیں۔ کہ چادر آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی (ملاحظہ ہو تفسیر در منثور)۔

پنجم اگر یہ کہا جائے کہ اہل بیت کے معنی ازواج ہی ہیں اور تطہیر کا مصداق صرف وہی ہیں۔ تو اس صورت میں آنحضرتؐ بھی تطہیر سے خارج ہوئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضرتؐ ازواج میں داخل نہیں ہیں۔ حالانکہ آنحضرتؐ کی طہارت و عصمت مسلمۂ اہل اسلام ہے۔ اور آپ کا اسم مبارک "طٰہٰ" یعنی طیب و طاہر ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ میں ازواج نبی داخل نہیں ہیں۔ اور اہل البیتؑ کے معنی بیویاں نہیں ہیں۔

اور یہ خیال بھی بالکل غلط ہے۔ کہ سورۂ ھود میں جو اہل البیت کا لفظ آیا ہے۔ وہاں بھی مراد اہل البیت سے حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ہیں۔ کیونکہ یہ اوّل نزاع ہے۔ کہ اہل البیت کا اصلی مصداق کیا ہے اور اس کے حقیقی معنی کیا ہیں۔ اور لفظ اہل البیت جس طرح اس آیۂ مذکورہ سورۂ احزاب میں مطلق و عام ہے۔ اس میں بھی ہے۔ اور جس طرح یہاں عورتوں کے ذکر میں اہل بیت سے خطاب بصیغہ جمع مذکر مخاطب ہے۔ اسی طرح یہاں بھی۔ پس قبل تحقیق معنی اہل البیت اور تحقیق مصداق اس آیت سے دلیل لانا مثل مصادرہ علی المطلوب ہے۔ اور گویا نفس دعوے ہی کو دلیل قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ باطل ہے۔ چنانچہ وہ آیت یوں ہے "وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ ترجمہ: "اور ہمارے قاصد ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ تو کہا سلام علیک۔ اور ابراہیمؑ نے بھی جواب سلام دیا۔ اور فوراً بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پس جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے۔ تو ان سے بدگمان ہوئے اور جی ہی جی میں ان سے ڈرے۔ انہوں نے کہا۔ ڈرو نہیں ہم قوم لوطؑ کے ہلاک کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس گفتگو کے وقت ابراہیمؑ کی بیوی پاس کھڑی تھی۔ وہ ہنسی۔ اور ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کے آنے کی خوشخبری سنائی۔ تو وہ کہنے لگی۔ اے وائے تعجب کیا اب میں جنوں گی۔ حالانکہ میں بڑھیا ہو گئی۔ اور یہ میرا شوہر بھی بوڑھا ہے۔ بیشک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا۔ کیا تم امر الٰہی سے تعجب کرتی ہو۔ اے اہل بیت تم پر خدا کی خاص رحمت و برکات ہیں۔ اور وہ محمود اور صاحب مجد (علا ہے)"۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس آیت میں لفظ اہل البیت کی وہی حالت ہے۔ جو آیۂ سابقہ میں۔ اور نفس لفظ اہل البیت سے ہرگز اس کا مفہوم معلوم نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اہل بیت سے مراد حضرت ابراہیمؑ کی بیوی حضرت سارہ ہیں۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ لفظ واحد مؤنث ہوتا جیسا کہ اس سے پہلے "تَعْجَبِیْنَ"۔ واحد مؤنث ہی حضرت سارہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں "علیك" ہونا چاہیئے تھا نہ کہ "علیکم"۔ اور اگر حضرت ابراہیمؑ و حضرت سارہ مراد ہیں۔ تو تثنیہ چاہیئے تھا۔ اور "علیکما" ہوتا۔ اور یہاں تغلیب کا بھی کوئی قاعدہ جاری نہیں ہوتا۔ کیونکہ تثنیہ مؤنث و مذکر کی صورت یکساں ہے۔ اور جمع کا یہاں محل نہیں ہے۔ اور اگر یہی کہا جائے۔ کہ حضرت سارہ اس اہل البیت میں ضرور داخل ہیں۔ تب بھی اس سے یہ مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ اہل بیت کا مصداق اور معنی بیویاں ہوتی ہیں۔ کیونکہ اگر سارہ داخل ہیں۔ تو وہ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ہونے سے داخل نہیں ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ حضرت کے چچا کی بیٹی اور حضرتؑ ہی کے خاندان اور بیت نسب سے تھیں۔ اور خاندان نبوت میں ان کا شمار تھا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے۔ کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے خالہ کی بیٹی اور حضرت لوطؑ کی ہمشیرہ تھیں۔ پس اس صورت میں وہ بیت نسب نبی میں داخل ہیں۔ اور اس معنی سے اہل البیت میں شمار ہیں۔ کہ خاندان نبوت و دودمان رسالت اور ذریت انبیاءؑ سے ہیں نہ بیت سکنیٰ اور حضرت ابراہیمؑ کے گھر میں ہونے کی وجہ سے۔ اور نہ صرف وہ بیت نسب میں داخل ہیں بلکہ وہ مرتبہ رکھتی ہیں کہ فرشتے ان سے ہم کلام ہوتے تھے اور ان کے پاس آتے تھے۔

پس وہ ذریتِ انبیاء سے ہیں اور شرفِ نبوت میں شریک ہیں۔ پس اس صورت میں بھی اس آیت سے آیہ سابقہ سورۃ احزاب پر استشہاد کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ازواج نبی کی یہ شان نہ تھی۔ اور وہ خاص ذریتِ انبیاء میں سے نہ تھیں۔ تاکہ بیت نسب نبی اور خاندان رسولؐ میں شامل ہوں۔ پس اگر جناب سارہ داخل ہو سکتی ہیں۔ تو اس صورت سے داخل ہو سکتی ہیں۔ جس صورت سے جناب فاطمہؑ داخل ہیں۔ یعنی خاندان نبوت و رسالت اور ایک اصل۔ ایک نور ہونے سے اور شرف نبوت میں شرکت رکھنے سے۔ نہ بیوی کی حیثیت سے۔ اور اس لئے آیت سے یہ استدلال ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ اہل البیت سے مراد بیوی یا بیویاں ہوتی ہیں۔

تحقیق مفہوم آیہ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دراصل اس سورۂ ہُود میں اہل بیت سے کون مراد ہے۔ اور اس کے لئے اوّل اس رحمت و برکت خاص کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ جو ان اہل بیت سے مخصوص ہے۔ کیونکہ رحمتِ خدا تو عام ہے۔ اور کوئی وجود رحمتِ رحمانیہ سے محروم نہیں ہے۔ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ پھر یہ کونسی رحمت و برکت ہے۔ جو خاص اہل بیت سے مخصوص ہے۔ اور جس سے ان کے لئے اظہار فخر کیا گیا ہے اور صاف لفظوں میں اس رحمت و برکت کا انہی میں انحصار کیا گیا ہے۔ پس آیت میں ادنے تامل کرنے سے صاف واضح ہے۔ کہ وہ رحمت و برکت خاص جس کا یہاں ذکر ہے وہ خلقت انبیاء ہی ہے۔ بلا اسباب و آلات ظاہریہ مادیہ۔ یعنی باوجودیکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ دونوں سن توالد و تناسل سے گزر چکے تھے۔ حضرت سارہ کی عمر نوّے یا چورانوے سال کی تھی اور حضرت ابراہیمؑ کی ایک سو بیس سال کی۔ اور اس وقت تک حضرت سارہؑ کے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ اور جب ان کو حضرت اسحاقؑ کی اور ان کے بعد حضرت یعقوبؑ کی خوشخبری دی گئی۔ تو اسی وجہ سے حضرت سارہؑ نے تعجب کیا۔ پس یہ امر مخصوص خاندان نبوت و ذریت رسالت سے ہے۔ کہ ان کی خلقت عالم امری سے ہوتی ہے۔ جہاں محض ارادہ باری تعالےٰ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اسباب و آلات ظاہریہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور مواد ارضیہ کو اس میں مدخلیت نہیں ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ " پس اس کا امر تو یہی ہے۔ کہ جب اس نے کسی چیز کا ارادہ کیا۔ تو کہا۔ کہ ہو جا پس وہ ہو گئی۔ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں" یہی بات حضرت سارہؑ کو جتلائی گئی ہے۔ کہ اگر تم قابل اولاد نہیں ہو۔ اور تمہارے میاں بھی سن توالد و تناسل سے گزر چکے ہیں۔ تو ایسی حالت میں تمہارے بچہ ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیا تم امر خدا سے تعجب کرتی ہو۔ حالانکہ امر خدا تو یہی

ہے۔ کہ اس کا ارادہ ہوا۔ اور وہ شے ہو گئی۔ اور خلقتِ انبیاء تو اسی طریق سے ہوتی ہے۔ ان کی خلقت عالمِ امر اور امرِ الٰہی سے ہے۔ پس وہاں تو صرف ارادۂ باری کی ضرورت ہے نہ تمہارے قابلِ حمل ہونے کی حاجت ہے۔ اور نہ تمہارے شوہر کے قابلِ تولید ہونے کی ضرورت۔ اور یہ خاص رحمت و برکتِ خدا خاندانِ نبوت و ذریتِ رسالت ہی پر ہے۔ اور بیشک ایسا ہی ہے۔ نہ صرف حضرت اسحٰقؑ کی خلقت اس طرح امرِ الٰہی سے ہوئی ہے بلکہ اگر حالاتِ ولادتِ انبیاءؑ کی تحقیق کی جائے۔ تو یقیناً ثابت ہے۔ کہ ان سب کی خلقت عام خلقتِ انسانی سے جدا ہی ہے۔ اور اس کا تعلق عالمِ امری ہی سے ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کی خلقت کا حال معلوم ہی ہے فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی بنا کر روح پھونک دی۔ نبی بن گئے۔ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسٰیؑ کی خلقت کا حال قرآن میں مذکور ہی ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلَامٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا "اے زکریاؑ ہم تجھ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کا نام یحییٰؑ ہے۔ اور اس سے پہلے ہم نے کسی کا یہ نام نہیں رکھا ہے۔ حضرت زکریاؑ نے عرض کیا۔ پروردگارا میرے لڑکا کیونکر ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں حد سے زیادہ بڑھاپے کو پہنچ گیا ہوں۔ (ارشادِ خدا ہوا) بیشک ایسا ہی ہے۔ جو تم کہتے ہو۔ اور تمہارا پروردگار کہتا ہے۔ کہ یہ بات یعنی ایسی حالت میں بچہ پیدا کرنا میرے اوپر بہت آسان ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے۔ کہ میں نے تم کو خلق کیا ہے۔ درآنحالیکہ تم کچھ نہ تھے۔ میں نے عدم سے وجود دیا اور لاشے کو شے کیا۔ تو اس صورت میں کہ توالد کے اسبابِ ظاہریہ موجود نہیں ہیں میرے لئے بچہ دینا اور لڑکا پیدا کرنا کوئی دشوار نہیں ہے۔" یہاں حضرت زکریاؑ نے بھی وہی تعجب ظاہر کیا ہے جو حضرت سارہؑ نے اور انہی اسباب کی وجہ سے۔

پھر ملاحظہ ہو قصۂ ولادت حضرت عیسٰیؑ۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَھْلِھَا مَکَانًا شَرْقِیًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِھِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَلِنَجْعَلَہٗ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا فَحَمَلَتْہُ فَانْتَبَذَتْ بِہٖ مَکَانًا قَصِیًّا یعنی خدا اپنے حبیبؐ سے فرماتا ہے "اے رسولؐ اس کتاب میں مریمؑ کے قصہ کو تو یاد کرو۔ کہ جب

وہ اپنے کُنبے والوں سے علیحدہ ہو کر مشرق کی جانب والے مکان میں (غسل کے لئے) جا بیٹھی۔ اور ان کی طرف سے پردہ ڈال دیا۔ پس ہم نے رُوح الامینؑ کو اس کے پاس بھیجا۔ وہ اچھے خاصے انسان کی صورت میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس نے اس کو دیکھ کر کہا۔ مَیں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تو پرہیزگار ہے۔ اس نے کہا۔ مَیں تو تیرے پروردگار کا قاصد ہوں۔ اس لئے آیا ہوں۔ کہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا دوں۔ مریمؑ نے کہا۔ میرے کیوں کر لڑکا ہوگا۔ حالانکہ نہ تو میرا شوہر ہے جس نے مجھ کو مس کیا ہو۔ اور نہ مَیں بدکار ہوں۔ اس نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ (لیکن) تمہارے پروردگار نے کہا ہے۔ کہ یہ امر اس پر آسان ہے (کہ اس حالت میں بلا شوہر بچہ دے دے) اور اس لئے ایسا کیا ہے۔ کہ اس بچے کو ہم لوگوں کے لئے نشانی قرار دیں۔ اور اس کے لئے اپنی خاص رحمت۔ اور یہ بات طے شدہ ہے۔ ضرور ایسا ہی ہوگا۔ اسی گفتگو کی حالت میں وہ حاملہ ہو گئی۔ اور اس کو لے کر ایک دور کے مکان میں چلی گئی" یہاں بھی حضرت مریمؑ نے اسی قسم کا تعجب ظاہر کیا ہے۔ اور انہی اسباب ظاہریہ کے نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور ان کو بھی وہی جواب دیا گیا ہے۔ اور پھر خداوند عالم حضرت آدمؑ اور حضرت عیسےٰؑ کی نسبت فرماتا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ "تحقیق کہ عیسےٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدمؑ جیسی ہے۔ کہ اس کو تراب سے خلق کیا ہے۔ پھر اس کو کہا۔ کہ ہو جا۔ وہ ہو گیا" اور یہی معنی خلقتِ امری کے ہیں۔ کہ اس میں صرف "کُنْ" کہنے اور ارادۂ باری متعلق ہونے کی ضرورت ہے۔ اسباب و آلات ظاہریہ کی ضرورت نہیں۔ اس خلقت میں تدریج نہیں ہوتی۔ کہ اوّل چالیس روز نطفہ رہے۔ پھر چالیس دن علقہ رہے۔ اور پھر مضغہ۔ اور پھر ہڈیاں اور پھر گوشت پوست بنے اور پھر چھٹے درجے میں جا کر نو ماہ کے بعد خلقتِ انسانی مکمل ہو۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ یہ خدا کی خاص رحمت و برکت شجرۂ نبوت ہی کے لئے ہے۔ کہ ان کی خلقت اسباب ظاہریہ پر موقوف نہیں ہے۔ اور دوسرے انسان اس میں شریک نہیں ہیں۔ اور یہی مخصوص ہے اہلبیت سے۔ پھر ازواج انبیاءؑ کو اس میں شرکت و مدخلیت نہیں۔ ہاں ذریتِ انبیاءؑ کی اس میں شرکت ہو سکتی ہے۔ لیکن حالات انبیاء سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ یہ خصوصیت خاص انبیاءؑ ہی کے لئے ہے اور ان کے لئے جو وارثِ نبوت و وصیٔ نبی ہوں۔ اس سلسلے کے سوا دوسری اولاد انبیاءؑ بھی اس خلقتِ امری اور اس رحمتِ خاصہ میں شریک نہیں ہیں۔ اور انہی مخصوصین کو خدا نے اس رحمتِ خاصہ و برکت مخصوصہ کے لئے برگزیدہ کیا ہے۔ اور انہی کے حق میں ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ یعنی اللہ نے

آدم اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ و آل عمرانؑ کو تمام عوالم میں برگزیدہ قرار دیا ہے۔ جو ذریت یکدیگر ہیں۔ اور خدا ہر ایک بات کا سننے والا اور ہر ایک امر کا جاننے والا ہے۔" اور اس سلسلۂ ذریتِ انبیاءؑ میں سے جو رحمتِ خاصہ سے مخصوص تر ہیں رہی ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے وارثِ نبی اور علم نبی اور صاحب کتاب ہے ہیں۔ یعنی وہ نفوس جن کے وجود کے ساتھ کتاب یعنی علم وجودی دیا جاتا ہے۔ اور صحیفۂ الٰہی ان میں ہمیشہ کتاب رہتی ہے۔ چنانچہ خدا حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی نسبت ارشاد فرماتا ہے وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ "ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کی ذریت میں نبوت و کتاب قرار دی ہے"۔ اور پھر حضرت ابراہیمؑ کے لئے علیحدہ بھی فرمایا ہے جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ پھر ان کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا "پھر ہم نے وارث بنایا ہے کتاب کا اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو جن کو ہم نے برگزیدہ و مصطفٰے بنایا ہے"۔ لہٰذا وارثِ کتاب نبی و علوم نبوتی خدا کے مصطفٰے بندے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ خاندان انبیاء میں یہ رحمت خاصہ و برکت مخصوصہ خدا کے ان مصطفٰے بندوں سے مختص و مخصوص ہے جو وارثِ کتابِ نبی و علوم نبوتی ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہی اہل بیتِ شرف نبوتؐ و رسالت ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہوا۔ کہ اہل بیت سے اہل بیت شرف مراد ہیں۔ نہ اہل بیت سکنیٰ یا اہل بیت نسب تو اس صورت میں اہل بیت کا مصداق در رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ کا مورد خاص وہ جناب ابراہیمؑ نہیں ہیں۔ بلکہ خاندان نبوتی کے وہی بندگان مصطفٰے مراد اور مقصود اور اس کا مورد ہیں۔ جو بیت شرف نبی میں داخل اور اوصاف نبوتی سے متصف و موصوف ہیں۔

اور جب یہ محقق ہو گیا۔ تو یہ ثابت ہو گیا۔ کہ چونکہ نبوت و کتاب ہمیشہ ہمیشہ ذریتِ ابراہیمؑ میں ہے۔ اور اس کو کبھی انقطاع نہیں ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں نسل حضرت اسمٰعیلؑ سے جناب محمد مصطفٰے ہیں۔ پس وہ ضرور بیت شرف نبوت میں داخل ہیں۔ نہیں بلکہ خود شرف بیت نبوت و خانہ رسالت ہیں۔ تشرفت النبوة بوجوده وتمجدت الرسالة بشهوده پس وہ ضرور داخل بیتِ شرف ہیں۔ اور ان کے بعد ان کی عترت جو ذریتِ ابراہیمؑ و نسل اسمٰعیلؑ سے ہے۔ اور وارث علم کتاب و علم نبوتی و باب شہر علم الٰہی ہے۔ لہٰذا اہل بیتؑ کا مصداق محمدؐ و آل محمدؐ ہوئے۔ اور اسی اہل بیت میں بندگان مصطفٰے از ذریتِ ابراہیمؑ۔ ہوئے و بیٹے پوتے محمدؐ و آل محمدؐ سب داخل ہوئے۔ اور یہی اہل بیت طہارت و عصمت ہیں ازواج کو یہاں کوئی مدخلیت نہیں۔ اور وہ ہرگز ہرگز اہل بیتؑ کا مصداق نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ دوسرے عزیز و رشتہ دار اس کا مصداق ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ جونکہ ضمائر تانیث ضمیر علیکم و یطہرکم بحث کی گئی ہے بنا بر

مشہور ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ لفظ "اھل" قرآن شریف میں اکثر جگہ جمع مذکر استعمال ہوا ہے۔ مثلاً قال لاھلہ امکثو حضرت موسٰے نے اپنے اہل سے کہا۔ کہ ٹھیر جاؤ۔ یہاں اہل کے لئے "امکثوا" جمع مذکر استعمال ہوا ہے۔ نیز یہ کہ شخص واحد پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آیۂ مبارکہ میں صرف حضرت موسٰےؑ کی بیوی کے لئے اہل کہا گیا ہے۔ قال لاھلہ جب مدائن سے چلے ہیں۔ ان کی بیوی ہمراہ تھی اسی طرح اھل بیت یکفلونہ میں یکفلونہ اہل کے لئے جمع مذکر کا صیغہ آیا ہے۔ اسی طرح اور چند جگہ پر۔ پس لفظ اہل کے لئے ضمیر جمع مذکر کا لانا ٹھیک ہے۔ اگرچہ اس کا مصداق ایک فرد ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا اصل تذکیر ضمیر علیکم اور یطہرکم میں لفظ اہل کے لحاظ سے ہے۔ اور جائز ہے نہ کہ بلحاظ مصداق۔ اور لفظ اہل سے ہرگز نہیں معلوم ہو سکتا۔ کہ مصداق کون ہیں۔ مذکر ہیں یا مؤنث ہیں۔ ایک ہیں یا دو ہیں۔ یا زیادہ۔ لفظ اہل یا اہل البیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کا مصداق ازواج نبی ہیں۔ اہل میں ازواج داخل ہو سکتی ہیں۔ مگر یہ نہیں ہے کہ ازواج ہی اہل ہوتی ہیں۔ آئندہ احادیث اس کو صاف کرے گی۔ جب پیغمبرؐ کو خدا نے حکم دیا۔ وامر اھلک بالصلوۃ۔ اپنے اہل کو صلوٰۃ کا حکم دو۔ تو حضرتؐ خانۂ فاطمہؑ پر جا کر پکارا کرتے تھے۔ کہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا اہل بیت النبوۃ۔ جیسا کہ ابھی مذکور ہو گا۔ پس لفظ اہل سے مصداق اہل البیت کی تشخیص نہیں ہو سکتی۔ اور نہ تذکیر و تانیث ضمیر کی بحث یہاں ضروری ہے۔ ہاں اضافت اہل طرف البیت اور معانی بیت حصر انما۔ تاکید۔ تطہیراً اور دیگر دلائل قطعیہ تخصیص و تشخیص مصداق اہل البیت پر دال ہیں۔ کما سیجیٔ:

فصل

تحقیق متین

معانی بیت لغت میں بیت کے معنی گھر۔ نسب۔ شرف۔ اور بیوی ہیں۔ جیسا کہ منتہی الارب مجمع البحرین۔ اساس البلاغۃ میں ہے۔ گھر مشہور و معروف چیز ہے۔ اور محاورات عرب میں بالہ بیت سے مراد یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ اس کے بیوی نہیں ہے۔ تو بیت کا لفظ بیوی کے لئے

بھی بولا گیا۔ مگر اہل البیت بیری کے لئے نہیں ہے۔ بیت اور شے ہے۔ اہل البیت ۔ اور نیز کہتے ہیں "فُلَانٌ مِنْ بَيْتٍ كَرِيْمٍ" فلاں شخص بیت کریم سے ہے" یعنی خاندان کریم و خاندان بزرگ سے۔ صاحب حسب و نسب۔ یہاں بیت سے بیت نسب مراد ہوتا ہے۔ اور جب بولتے ہیں کہ وَهُمْ فِيْ بَيْتٍ وَّاحِدٍ اَوْ فِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ" وہ سب ایک گھر اور ایک ہی جگہ میں ہیں" اس سے مطلب یہی ہوتا ہے۔ کہ ایک درجے اور ایک مرتبے اور ایک ہی رتبے کے آدمی ہیں۔ اور یہ بیت بیتِ شرف ہے۔ اور شرافت مختلف و متفاوت درجات رکھتی ہے۔ شرافت ذاتی شرافت نسبی وغیرہا۔ مگر شرافت نسبی اور بیتِ نسب مرتبہ خاندانی ایک ہی چیز ہے۔ پس بیت شرف میں شرافت ذاتی ہی زیادہ تر ملحوظ ہوتی ہے۔ مثل علم و فضل و شجاعت و سخاوت و تحمل و تجمل و نبوت و رسالت و امامت و ولایت و نقیبت۔ اور مقام خاتمیت آخری مراتب شرافت و فضیلت سے ہے ٭

بیتِ سکنیٰ | قرآن شریف اور احادیث نبوی میں بھی تینوں قسم کے بیت بیت سکنیٰ بیتِ نسب اور بیتِ شرف کا ذکر ہے۔ جیسا کہ مثلاً آیات ذیل میں بیت سے مراد بیتِ سکنیٰ اور رہنے کا گھر ہے۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا ۔ (سورۂ یوسف) "اور یوسف کو اس عورت نے بہلایا پھسلایا جس کے گھر میں وہ تھے" وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۔ "بوسیدہ ترین گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے" وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ "اور وہ پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر گھر بناتے تھے" وَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً "یہ ان کے گھر اکھڑے پچھڑے پڑے ہیں" (نحل) يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ (حشر) "وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے خراب کرتے ہیں" وَاَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کہ تم غیر آباد گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جاؤ" وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ۔ "تم اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہیں" یاایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا" اے ایمان والو! اپنے سوا دوسروں کے گھر میں داخل نہ ہو۔ جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔ اور ان کے رہنے والوں پر سلام کر لو" (وغیرہا من الآیات) ان تمام آیات میں بیت و بیوت سے بیتِ سکنیٰ یعنی رہنے کا گھر مراد ہے ٭

بیتِ نسب | اور بیت نسب کا ان آیات میں خدا ذکر فرماتا ہے۔ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ ۔ (قصۂ حضرت موسےؑ) حضرت موسےؑ کی

ہمشیرہ نے فرعون اور اس کی بیوی وغیرہ سے جبکہ وہ حضرت موسیٰؑ کی پرورش کی فکر میں تھے اور حضرت کسی دایہ کا دودھ نہ پیتے تھے کہا۔ کہ میں تجھے ایک ایسے اہل بیت کی خبر دوں۔ جو اس بچے کی کفالت کریں اور پرورش کریں (سورۂ قصص)، فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ پس سوائے مسلمانوں کے ایک خاندان کے اور کوئی مسلمان نہ پایا (قصہ حضرت لوطؑ سورۂ ذاریات) اور ان اہل بیتؑ میں صرف حضرت لوطؑ اور ان کی دو بیٹیاں تھیں، چنانچہ جب ان کو حکم ہوا فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ۔ رات میں اپنے اہل کو لے کر نکل جاؤ۔ تو حضرت دونوں لڑکیوں کو لے کر نکل گئے ان کی بیوی انہی معذبین میں رہی۔ وہ اس بیت مسلمین میں داخل نہ تھی۔ لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ مسلمین سے مراد یہاں مسلم باسلام نبوتی ہے۔ کیونکہ حضرت لوطؑ نبی اللہ ہیں۔ اس صورت میں یہاں بیت سے شرف نبوت مراد ہے۔ کما لا یخفی علی المتامل ۔

بیت شرف

بحث بیت شرف میں جن آیات میں خاص بیت شرف ہی کا ذکر ہے۔ وہ بھی آیات متنازعہ ہیں۔ جیسا کہ ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ اور پھر بالتفصیل ذکر کر کے ثابت کرتے ہیں اور کلام مجید میں لفظ البیت الف لام کے ساتھ صرف دو معنوں میں خصوصیت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ ایک تو انہی دو نو آیتوں میں جہاں "عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ" آیا ہے اور ایک خانہ کعبہ کے لئے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ خدا نے کعبہ کو خانہ محترم قرار دیا ہے۔ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا اور ان لوگوں پر خدا کے لئے حج بیت اللہ واجب ہے۔ جو اس کی استطاعت رکھتے ہیں۔ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اور چاہیئے کہ اس پرانے خانہ خدا کا طواف کریں۔ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ۔ چاہیئے کہ اس خانۂ محترم کے پروردگار کی عبادت کریں۔ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ اور یاد کرو اے پیغمبرؐ اس وقت کو جبکہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ خانہ خدا کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت کی یہ تشریح فرمائی ہے۔ مطلب بن وداعہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عباسؓ رسول خداؐ کے پاس آئے۔ اور شاید وہ منافقین سے حضرتؐ کے خلاف کچھ سن کر آئے تھے۔ پس آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا میں کون ہوں۔ سب نے کہا، آپ رسول خداؐ ہیں۔ فرمایا۔ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَخَيْرِهِمْ

نفشار المشکاۃ وغیرہ) یعنی میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالے نے مخلوقات کو خلق کیا۔ اور مجھ کو بہترین مخلوقات میں سے قرار دیا۔ پھران کو فرقہ فرقہ کیا۔ اور مجھ کو بہترین فرقے میں قرار دیا۔ پھران کو قبیلہ قبیلہ بنایا۔ اور مجھ کو ان کے بہترین قبیلے میں قرار دیا۔ پھران قبائل کو بیت بیت بنایا۔ اور مجھ کو از روئے بیت اور از روئے نفس بہترین انسان قرار دیا" اور شرح الکبریت الاحمر میں ترمذی، طبرانی، بیہقی اور حافظ ابونعیم کے حوالے سے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ خدا نے اپنی مخلوق کو دو قسم پر خلق کیا۔ اور مجھ کو بہترین قسم میں خلق فرمایا۔ اور اس کا ذکر خدا کے اس کلام میں ہے "اصحاب الیمین واصحاب الشمال" اور میں اصحاب یمین سے ہوں۔ اور میں تمام اصحاب یمین (مذکورہ) سے بہتر ہوں۔ پھران قسموں کو تین ٹکڑے کیا۔ اور مجھ کو بہترین ثلث میں قرار دیا۔ چنانچہ اس کا بیان خدا کے اس قول میں ہے۔ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ وَ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ وَ السّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۔ یعنی ایک اصحاب میمنہ ہیں دوسرے اصحاب مشئمہ تیسرے سابقین و مقربین۔ اور میں سابقین میں سے ہوں اور بہترین سابقین ہوں۔ پھران اثلاث (تینوں ٹکڑوں) کو قبیلہ قبیلہ بنایا۔ اور مجھ کو بہترین قبیلہ میں قرار دیا۔ اور اس بات کا بیان خدا کے اس قول میں ہے۔ وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ۔ یعنی خدا فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تم کو فرقے فرقے اور قبیلے قبیلے بنایا۔ تاکہ تم پہچانو۔ کہ مکرم و محترم تر خدا کے نزدیک وہی ہے۔ جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور میں تمام اولاد آدمؑ میں خدا کے نزدیک متقی تر ہوں۔ اور میں اس پر کوئی فخر نہیں جتاتا ہوں۔ پھر قبائل کو خدا نے بیت بیت بنایا۔ پس مجھ کو بہترین بیت میں قرار دیا۔ فذالک قولہ تعالیٰ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا پس میں اور میرے اہل بیتؑ گناہوں سے پاک اور مطہر ہیں۔ یہ حدیث شفاء میں بھی مذکور ہے۔ ثعلبی نے اس کو درج کیا ہے۔ اور ان کی روایات کا سلسلہ بھی ابن عباس تک منتہی ہوتا ہے۔ اور حذیفہ یمانی و سلمان فارسی سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ اور عبداللہ بن عمر بھی اس کے راوی ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا۔ کہ بیت قبیلہ کی تقسیم اور اس کے اجزاء کا نام ہے۔ مثلاً عام بنی ہاشم ایک قبیلہ کہلاتے ہیں۔ اور پھر اولاد عبدالمطلب ایک بیت۔ اور پھر اسی طرح اولاد عبداللہ ایک بیت ہو سکتی ہے۔ اور اولاد ابوطالب ایک بیت۔ اور یہ دونوں ایک بیت عبدالمطلب ہیں۔ پھر اس بیت میں اولاد یا بھائی اور چچا زاد بھائی ہوتے ہیں۔ ازواج کو بیت میں دخل نہیں۔ کیونکہ وہ اکثر دوسرے قبائل و بیوت سے ہوتی ہیں۔ ہاں اگر نسب و سبب

دو نو جمع ہو جائیں اور عقد اسی خاندان میں ہو۔ تو ایسی بیوی بیت میں آجائے گی۔ جس طرح کہ حضرت فاطمہؑ۔
کہ وہ حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی کی بیٹی ہیں۔ اور حضرت عبدالمطلبؑ ہی کی اولاد سے ہیں (اس حدیث
کو ناظرین ملحوظ خاطر رکھیں۔ اس کے آخر میں حضرتؐ نے اپنی شرافت خاصہ بھی دکھلا دی ہے۔ اور
اہل بیتؑ کی طرف اشارہ فرمادیا ہے)۔ اور بیت شرف کی نسبت بطور تمثیل آنحضرتؐ کا یہ
ارشاد ہے۔ علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس آیہ مبارکہ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ" (وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور تمام صالحات کو بجا لائے ہیں۔ ان
کے لئے طوبےٰ اور اچھی بازگشت ہے) کی تفسیر میں حضرت محمد بن علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے۔
کہ رسول خداؐ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ طوبےٰ جنت میں ایک درخت ہے۔ جس کی جڑ میرے
گھر میں ہے۔ اور شاخیں اور چوٹی اہل جنت پر۔ پس ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا حضرتؐ آپؐ نے فرمایا
تھا کہ اس کی جڑ علیؑ کے گھر میں ہے اور شاخیں اہل بہشت پر۔ فَقَالَ اِنَّ دَارِیْ وَدَارَ عَلِیٍّ وَدَارَ
فَاطِمَۃَ وَاحِدٌ غَدًا فِیْ مَکَانٍ وَّاحِدٍ الخ فرمایا "میںؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ ایک ہی گھر میں ہیں
جو ایک ہی جگہ میں واقع ہے" ارباب معرفت علوم دینیہ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ در اصل
یہ اشارہ اتحاد اور وحدیت دار اور مکان بلحاظ مرتبہ و مقام کے ہے نہ بلحاظ مکانیت و حیز۔ یعنی
مطلب یہی ہے۔ کہ میںؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ ایک مقام شرف میں ہیں۔ اور بطور تمثیل اس کو بیان
کیا ہے۔ چنانچہ عادت ہادیان دین ہے۔ جیسا کہ مثلاً فرماتے ہیں۔ اَلنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی وَاَنَا
وَعَلِیٌّ مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ ۔ لوگ مختلف و متفرق درختوں سے ہیں۔ اور میںؐ اور علیؑ ایک ہی
درخت سے ہیں۔ ایک ہی شجر کے دو پھل ہیں۔ (کمافی جمع الفرائد عن الجابرؓ) یا مثلاً فرماتے
ہیں یا علیؑ۔ خُلِقْتُ اَنَا وَاَنْتَ مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ اَنَا اَصْلُھَا وَاَنْتَ فَرْعُھَا وَالْحَسَنُ
وَالْحُسَیْنُ اَغْصَانُھَا فَمَنْ تَعَلَّقَ بِغُصْنٍ مِنْ اَغْصَانِھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی یا علیؑ میںؐ اور
تو ایک ہی درخت سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں اس کی جڑ ہوں اور تو فرع اور حسنینؑ شاخیں۔ جس نے
اس درخت کی کوئی شاخ پکڑ لی۔ جنت میں داخل ہوگیا۔ اور یہ تمثیل ہے "انا و علی من نور واحد"
کی۔ کہ میںؐ اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔ اور اسی طرح بہت سی تمثیلوں سے آنحضرتؐ نے اپنے
بیت شرف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یہ شجرہ وہی شجر ہے۔ جس کو خداوند عالم نے بطور تمثیل یوں
بیان کیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ
وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّھَا وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ

يَتَذَكَّرُوْنَ (ابراھیم ع۱۴) اے پیغمبر کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا کس طرح کلمۂ طیبہ کو شجرۂ طیبہ سے مثال دے کر بیان کرتا ہے۔ جس کی جڑ ثابت و قائم و باقی ہے۔ اور چوٹی اس کی آسمان میں پہنچی ہوئی ہے۔ اور وہ درخت ہمیشہ باذن پروردگار پھل دیتا ہے۔ اور خدا لوگوں سے مثلیں بیان کرتا ہے۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور عبرت حاصل کریں۔" ظاہر ہے کہ دنیا میں کوئی درخت جس کی صفت یہ ہے۔ بصورت ظاہری مادی خارجی موجود نہیں ہے۔ بلکہ یقیناً یہ درخت وہی نور محمدیؐ ہے۔ جو اصل عالم ہے اور اول مخلوق خداوند عالم۔ جیسا کہ آپ نے ہی فرمایا ہے اول ما خلق اللہ نوری۔ پہلی وہ شے جو خدا نے خلق کی میرا نور ہے۔ یہی وہ شجرہ نورانی ہے۔ جس کی ایک نہ ایک شاخ ہمیشہ تر و تازہ رہتی ہے۔ اور جس نے اس کی کوئی شاخ پکڑ لی اور اس سے متمسک ہو گیا۔ جنت میں پہنچ گیا۔ اور یہی وہ شجرہ ہے۔ جس سے علیؑ و نبیؐ ہیں۔ اور جس کا فیض ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا کیونکہ اول مخلوق ہے اور نبی مطلق۔ جب سے یہ نور خلق ہوا ہے۔ اُسی وقت سے نبی ہے۔ اور ہمیشہ نبی ہے۔ اور تا روز قیامت نبی ہے۔ اور اس کا فیض جاری ہے۔ کیوں کہ اسی نور کی شعاعیں ہمیشہ کبھی حسنیؑ صورت میں اور کبھی حسینیؑ صورت میں اور کبھی مہدویؑ صورت میں درخشاں ہیں۔ ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ اصحاب نے رسول خداؐ سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہؐ کب سے آپ کے لیے نبوت واجب ہوئی۔ فرمایا۔ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ یعنی "اس وقت سے جبکہ آدمؑ کا پتلا بھی بن کر درست نہ ہوا تھا۔" اور ایک روایت میں ہے۔ وَآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ۔ اور سلمان رضؓ فارسی سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ کُنْتُ انا و علی نورا بین یدی اللہ عزوجل یسبح اللہ ذالک النور و یقدسہ قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم اودع ذالک النور فی صلبہ فلم یزل انا و علی شیئا واحدا حتی افترقنا فی صلب عبدالمطلب ففی النبوۃ وفی علی الامامۃ (کتاب المناقب ابو الحسن علی بن محمد المعروف بابن المغازلی الواسطی الشافعی رحم) - یعنی میںؐ اور علیؑ خدا کے سامنے ایک نور تھے۔ جو خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا۔ حضرت آدمؑ کی خلقت سے ۱۴ ہزار قبل۔ پس جب اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو خلق کیا۔ تو ان کی پشت میں اس نور کو ودیعت کیا۔ پس برابر میںؐ اور علیؑ ایک ہی چیز رہے۔ یہاں تک کہ صلب حضرت عبدالمطلبؑ میں آ کر جدا ہوئے۔ ایک حصہ صلب عبداللہؑ میں گیا۔ اور ایک صلب ابوطالبؑ میں منتقل ہوا۔ پس مجھ میں نبوت آئی اور علیؑ میں امامت۔" ابو ذر غفاریؓ سے بھی اسی کتاب میں یہی مضمون مروی ہے اس کے آخر میں یہ ہے فنحن انا و علی ایک جز میں ہوں

اور ایک جز علیؑ ہے۔" اور فرائد السمطین میں آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ فَعَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ لَحْمُہٗ لَحْمِیْ وَدَمُہٗ دَمِیْ یعنی علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ اور اس کا گوشت پوست میرا گوشت پوست ہے"۔

اور کتاب المناقب میں جناب امیرؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے آنحضرتؐ کے اس قول کی تفسیر میں کہ خدا نے مخلوق کو ظلمت میں خلق کیا۔ پھر اپنے نور کا چھینٹا دیا۔ جس پر وہ نور پہنچ گیا ہدایت پا گیا۔ اور جس کو نہ پہنچا گمراہ رہا فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جب چاہا۔ کہ مخلوق کو خلق کرے درآنحالیکہ وہ عالم لاہوت میں وحدہ لاشریک تھا۔ تو مخلوقات کو ذروں کی صورت میں خلق کیا اور اپنے نور سے ایک نور چمکایا۔ پس وہ روشن ہوا اور چمکا۔ اور اس کی ضوء پھیلی۔ پھر اس نور کو ان صُوَرِ خفیہ کے وسط میں جمع کیا۔ تو وہ ہمارے پیغمبرؐ کی صورت کے موافق بن گیا۔ پس خدا نے فرمایا اَنْتَ الْمُخْتَارُ الْمُنْتَخَبُ عِنْدَكَ ثَابِتٌ نُوْرِیْ وَاَنْتَ كُنُوْزُ هِدَایَتِیْ "تو ہی مختار و منتخب ہے۔ اور تیرے ہی پاس میرا نور ثابت و قائم ہے۔ اور تو ہی کنوز ہدایت ہے" پھر چھپا دیا مخلوقات کو جنبشاً اور پوشیدہ کر دیا اپنے مکنون علم میں۔ پھر عالم کو وسیع کیا اور زمان کو پھیلایا۔ پانی کو مواج کیا۔ اور جھاگ کو اٹھایا۔ اور ہوا کو برانگیختہ کیا۔ پس عرش الٰہی پانی پر آیا اور زمین سطح آب پر مسطح ہوئی۔ پس ملائکہ کو اس نور سے خلق کیا۔ اور اپنی توحید کے ساتھ نبوت محمد مصطفےٰؐ کو بصورت ظہور ملایا۔ فَهُوَ اَبُو الْاَرْوَاحِ وَیَعْسُوْبُهَا كَمَا اَنَّ اٰدَمَ اَبُو الْاَجْسَادِ وَسَبَبُهَا پس وہ ابو الارواح اور سردار ارواح ہیں جس طرح کہ آدمؑ ابو الاجسام و سبب اجساد ہیں" پھر وہ نور عالم بعالم و طبق در طبق و قرن بعد قرن منتقل ہوتا آیا یہاں تک کہ ظاہر ہوا صورت و معنی میں آخر الزماں میں۔ وَاِنَّ نَبِیَّنَا بِسِرِّ رُوْحَانِیَّتِهٖ یَسْتَمِدُّ مِنَ الْفَیْضِ الْاَقْدَسِ الْاَعْلٰی وَیُمِدُّ الْعَالَمَ اَجْمَعَ پس ہمارے پیغمبرؐ بسر روحانیت سے فیض اقدس اعلائے الٰہی کا استفادہ کرتے اور اس کو لیتے ہیں۔ اور باقی تمام عالم اور ماسوائے اللہ کو فیض و امداد پہنچاتے ہیں۔ اور ان کے اول مخلوق و اول العابدین ہونے کی دلیل قرآن میں "قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ" ہے۔ فَاَوَّلُ حَقِیْقَةٍ ظَهَرَتْ هَادِیَةً جَامِعَةً مُحِیْطَةً نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پس اول حقیقت ہادیہ جامعہ محیطہ جو سب سے پہلے ظاہر ہوئی۔ نور محمد مصطفےٰ ہے۔ وَبَاقِی الْاَنْبِیَآءِ هِدَایَتُهُمْ وَمَنْزِلَتُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بِحَسْبِ جَامِعِیَّتِهِمْ وَسَعَةِ دَائِرَةِ كَمَالِهِمْ فِی الْهِدَایَةِ اور باقی انبیاءؑ کی ہدایت اور عند اللہ منزلت ان کی جامعیت اور وسعت دائرۂ کمال ہدایت کے لحاظ سے ہے۔ اور جابرؓ بن عبداللہ الانصاری

سے کتاب ابکار الافکار میں ابن الصلاح حلبی نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے جابرؓ اوّل جو چیز خدا نے خلق کی وہ تیرے نبیؐ کا نور تھا۔ پھر اس نور میں خدا نے ہر ایک خیر کو پیدا کر دیا۔ اور اس کے بعد ہر ایک شے کو خدا نے خلق کیا۔ اور جب خدا نے اس نور کو خلق کیا۔ تو اس کو مقام قرب میں بارہ ہزار سال تک کھڑا کیا۔ اور پھر اس کو چار قسم پر تقسیم کیا۔ پس ایک حصۂ نور سے عرش کو خلق کیا اور ایک حصۂ نور سے کرسی کو۔ اور حاملان عرش اور خازنان کرسی کو ایک حصۂ نور سے۔ اور چوتھے جزو کو مقام حُبّ میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اور پھر اس کو چار جزو کیا۔ ایک جزو سے قلم کو پیدا کیا ایک جزو سے لوح کو ایک جزو سے جنت کو۔ اور جزو چہارم کو مقامِ خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اور پھر اس کو چار جزو کیا۔ ایک جزو سے ملائکہ کو خلق کیا۔ اور ایک جزو سے آفتاب اور ایک جزو سے چاند اور ستارے۔ اور جزو چہارم کو مقام رجا میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اس کو چار حصے کیا۔ ایک حصے سے عقل کو اور ایک سے علم و حلم کو اور ایک سے عصمت و توفیق کو خلق کیا۔ اور جزو چہارم کو مقام حیاء میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پس اس نور کی طرف ایک نگاہ کی۔ پس اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرات عرق ٹپکے۔ پس خدا نے ہر ایک قطرے سے ایک نبی و رسول کی روح کو خلق کیا۔ پھر ارواح انبیاءؑ نے سانس لیا۔ تو ان کے انفاس سے ارواحِ اولیاء و شہداء و صالحین و مطیعین پیدا ہوئیں۔ پس عرش و کرسی و حاملانِ عرش و خازنانِ کرسی میرے ہی نور سے ہیں۔ اور لوح و قلم و کروبین و روحانیین اور بہشت اور اس کی نعمتیں میرے ہی نور سے ہیں۔ اور ملائکہ آسمان و زمین و شمس و قمر و ستارے و سیارے میرے نور سے ہیں۔ اور عقل و علم و حلم و عصمت و توفیق میرے نور سے ہیں اور ارواحِ انبیاء و اولیاء و سعداء و شہداء و صالحین میرے ہی نور کے آثار و نتائج ہیں۔ پھر خدا نے بارہ حجاب پیدا کئے۔ اور ہر ایک حجاب میں میرے نور کے جزو رابع کو ایک ہزار سال رکھا۔ اور وہ حجاب ۱ کرامت۔ حجاب ۲ سعادت۔ حجاب ۳ ہیبت حجاب ۴ رحمت۔ حجاب ۵ رفعت۔ حجاب ۶ علم۔ حجاب ۷ حلم۔ حجاب ۸ وقار۔ حجاب ۹ سکینہ۔ حجاب ۱۰ صبر۔ حجاب ۱۱ صدق۔ حجاب ۱۲ یقین ہے۔ پس خدا نے ان حجابوں سے میرے نور کو نکالا۔ تو میرے نور سے مشرق سے مغرب تک زمین روشن ہو گئی۔ جس طرح شبِ تاریک میں شمع روشن کی جاتی ہے۔ پھر خدا نے آدمؑ کو خلق کیا۔ اور اس نور کو ان کے صلب میں ودیعت رکھا۔ وہ نور ان کی پیشانی اور انگشتِ شہادت میں چمکا۔ آدمؑ نے دریافت کیا۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ یہ تیرے بیٹے محمدؐ کا نور ہے۔ پھر وہ نور صلب شیثؑ میں منتقل ہوا۔ وَ هٰكَذَا اَيْنَقَلَهُ اللّٰهُ مِنْ طَيِّبٍ اِلٰى طَيِّبٍ وَمِنْ طَاهِرٍ اِلٰى طَاهِرٍ۔ یعنی اسی طرح سے خدا ہمیشہ اصلاب طیبہ و

ارحام طاہرہ میں نقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صلب عبداللہ بن عبدالمطلب میں آیا۔ اور وہاں سے رحم آمنہ میں۔ پھر مجھے دُنیا میں نکالا۔ اور مجھے سیدالمرسلین و خاتم المرسلین اور بنی نوع انسان کا رسول بنایا۔ اور رحمۃ للعالمین قرار دیا۔ اور تمام نکوکاروں اور صالحین کا پیشوا بنایا۔ لے جابرؓ اس طرح سے تیرے نبیؐ کے نور کی خلقت کی ابتداء ہوئی"۔

اسی قسم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ جو دلالت کرتی ہیں۔ کہ اوّل مخلوق نور محمدی ہے اور وہی اصل عالم و مرکز انوار و ابوالارواح و ام الارواح ہے۔ اور تمام عوالم کو اس سے فیض پہنچا ہے اور پہنچتا ہے۔ یہی اوّل درخت ہے جو اوّل عالمِ امکان میں لگایا گیا۔ اور جس کے پھل ہمیشہ عالم میں باعث حیات ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے نور نبی اور اہل بیت نبی کو بہترین امانت گاہوں میں ودیعت رکھا۔ اور بہترین قرار گاہوں میں جگہ دی ہمیشہ اصلاب کریمہ ارحام مطہرات کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب پہلا گزر گیا۔ تو پچھلا دین خدا کے قیام کے لئے اُٹھا۔ یہاں تک کہ کرامت الٰہی ظہور محمدی کی مقتضی ہوئی۔ پس اس کو افضل معادن سے نکالا۔ اور عزیز ترین جڑوں سے اُگایا۔ اس درخت سے جس سے کہ اس نے انبیاء کو نکالا ہے اور جس سے اپنے امینوں کو منتخب کیا ہے۔ عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتَرِ وَ اُسْرَتُهُ خَيْرُ الْاُسَرِ وَ شَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ وَ بَسَقَتْ فِي كَرَمٍ لَهَا فُرُوعٌ طِوَالٌ وَ ثَمَرٌ لَا يُنَالُ اس کی عترت بہترین عترت ہے۔ اور اس کی اصل بہترین اصل اور اس کا درخت بہترین درخت جو اُگا حرم میں اور بڑھا کرم میں۔ اس کی شاخیں اور چوٹیاں دراز ہیں۔ اور اس کے پھل دوسرے کے لئے نہیں پائے جاتے۔ وہ امام ہے متقیوں کا اور بصیرت ہے اہل ہدایت کے لئے۔ پس ثابت ہو گیا۔ کہ یہی بیت شرف نبی ہے۔ اور کونسا شرف اس شرف سے اشرف ہو سکتا ہے۔ نبوت منتہائے ترقی انسانی ہے۔ اور ختم نبوت و نبوت مطلقہ منتہائے نبوات۔ شرف النبی ھو مقام النبوۃ المطلقۃ الخاتمیۃ لیس فوقہ شرف ولا فضل۔

اوّل بیت { یہی وہ اوّل بیت ہے جو عالم امکان میں اوّل اوّل رکھا گیا۔ اور وضع کیا گیا۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ تحقیق کہ اوّل بیت جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا وہی ہے۔ جو

مکۃ اللہ میں ہے۔ درآنحالیکہ وہ مبارک ہے اور تمام عالمین کے لئے ہدایت۔ کیونکہ جو صفات اس آیۂ مبارکہ میں اس اوّل بیت کے مذکور ہوئی ہیں۔ وہ سوائے حقیقت نوریہ محمدیہ اور کسی کے لئے صادق نہیں آسکتی ہیں۔ اوّل یہاں "وُضِعَ" آیا ہے نہ "بُنِیَ" اور وضع و بنا میں فرق ہے۔ کسی مکان کے بنانے کو بنا کہتے ہیں نہ وضع۔ جیسا کہ خدا فرعون کے قول کو حکایتہً بیان فرماتا ہے۔ یَاهَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا۔ اے ہامان مجھے ایک قصر بنا دے۔ پس اگر اس بیت سے یہ عمارت خانہ کعبہ مراد ہوتی۔ تو چاہیئے تھا۔ لفظ بُنی استعمال ہوتا۔ کہ اوّل بیت جو بنایا گیا۔ اور وضع کے معنی یہ ہیں۔ کہ ایک شے موجود کو دوسری کے مقابل رکھ دینا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا۔ پس یہ اوّل بیت جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا یہی بیت حقیقت محمدیہ ہے ؎

دوم اس کی صفت مبارک اور صاحب برکت ہے۔ حالانکہ اس کی برکت نے خود مکہ میں بھی اثر نہ دکھایا۔ پس وہ بیت خانہ کعبہ نہیں ہے بلکہ صاحب خانہ ہے ؎

سوم اس کی صفت "هدی للعالمین" ہے۔ یعنی کہ یہ بیت تمام عوالم جملہ ماسوائے اللہ کے لئے ہدایت یا موجب ہدایت ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خانہ کعبہ نے ایک مشرک کو بھی ہدایت نہ کی۔ اور خود اسی خانہ محترم میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ علاوہ ازیں ہر ایک صاحب عقل سمجھ سکتا ہے۔ کہ ایک عمارت بحیثیت عمارت ہونے کے کارِ ہدایت انجام نہیں دے سکتی۔ اور کسی کو ہدایت نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ تمام عوالم اور جملہ ماسوائے اللہ کے لئے ہدایت ہو۔ یہ صفت اس کی ہو سکتی ہے۔ جس کی شان رحمۃ للعالمین ہے۔ اور تمام عوالم کے لئے ہدایت وہ وجود ہو سکتا ہے۔ جس کی شان یہ ہو تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا۔ بزرگ و برتر ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے تمام عوالم اور جملہ ماسوے اللہ کے لئے بشیر و نذیر اور پیغمبر ہو۔ پس وہ اوّل بیت جو تمام عوالم کے لئے ہدایت ہے یہی حقیقت نوریہ نبویہ محمدیہ ہے۔ نہ اور کوئی وجود۔ جیسا کہ احادیث میں اس کی تشریح آچکی ہے۔ کہ ہر ایک موجود کو فیض الٰہی اسی وجود اقدس سے پہنچا ہے۔ اور یہی نور محمدی واسطہ فیضان مطلق ہے۔ خدا سے لیتا ہے اور مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ اگر خانہ کعبہ کو باعث ہدایت مجازاً کہا جا سکتا ہے۔ تو اس وجہ سے کہ یہ اوّل مخلوق وہاں سے ظاہر ہوا۔ اور اس عالم جسمانی میں ہدایت ظاہری کو وہاں سے شروع کیا۔ اگر خانہ کعبہ باعث برکت ہے۔ تو اس وجود مقدس کے قدم مبارک سے۔ اگر خانہ کعبہ کو شرف حاصل ہے۔ تو اسی اشرف المخلوقات کی شرافت سے۔

عزت و شرافت مکان مکین سے ہے نہ مکین کی مکان سے۔ ولہذا قال عزوجل لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی درآنحالیکہ اے حبیبؐ تو اس میں ہے۔ پس شرف بیت اللہ محل بیت شرافت نبی و حقیقت نوریہ نبویہ محمدیہ سے ہے۔ اگر اس خانۂ مطہر کو عزت حاصل ہے تو اس جزو نور محمدی کی شرافت و کرامت و سعادت سے جو اس میں متولد ہوا۔ کما قال عزوجل لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد و والد وما ولد۔ نہ قسم ہے اس شہر کی درآنحالیکہ تو اس میں ہے۔ اور قسم ہے باپ کی اور اس بچے کی جو اس نے اس خانہ محترم میں جنا۔ اور انہی کے لئے خدا نے تطہیر خانہ کعبہ کا حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا تھا۔

تمثیل نور اور بیت نور

اس نور کو جو اصل شجرۂ عالم امکان و مرکز عالم و اوّل مخلوق ہے۔ دوسری تمثیل میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اللہ نور زمین و آسمان ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چراغ دان یا قندیل ہو اور اس میں چراغ ہو۔ اور چراغ ایک شیشے کے اندر ہو (یعنی اس پر گلوب چڑھا ہوا ہو)۔ اور شیشہ ایسا ہو کہ گویا ایک ستارہ درخشاں ہے۔ جو روشن ہوتا ہے شجرۂ مبارکہ زیتونہ سے۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ اور اس کا زیت آپ ہی آپ روشن ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کو آگ بھی مس نہ کرے۔ پس وہ نور علے نور ہے۔ کیونکہ خود نور ہے۔ اور ظرف بھی نورانی ہے۔ اور خدا جس کو چاہتا ہے۔ اپنے نور کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ اور اللہ لوگوں سے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا عالم ہے۔" پھر اس نور کا محل بتلاتا ہے کہ کہاں ہے۔ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ یہ نور ان بیوت میں ہے جہاں کہ خدا نے اجازت دی ہے۔ کہ ان میں خدا کا نام لیا جائے۔ اور ذکر بلند ہو۔ اور ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے۔ وہی بیت اس مقصد کے لئے انتخاب کئے گئے ہیں۔ کہ ان سے ذکر خدا عالم میں بلند ہو اور نام خدا لیا جائے۔ اور وہیں سے لوگ ہدایت پائیں۔ اب چونکہ بعض جہال کو یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ شاید ان بیوت سے اینٹ پتھر ہی کے گھر مراد ہوں۔ مساجد وغیرہ۔ خدا نے اس شبہ کو رفع کرنے کے لئے اس کی توضیح فرما دی۔ کہ بیوت کون ہیں۔ اور کیسے ہیں فَقَالَ رِجَالٌ

لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ یعنی وہ بیوت جن میں نور خدا ہے کچھ مرد ہیں۔ جن کو ذکر خدا اور اقامہ نماز اور ادائے زکوٰۃ سے نہ تجارت غافل کر سکتی ہے اور نہ بیع و شراء (خرید و فروخت) یعنی کوئی معاملہ دنیاوی۔ دین اور اقامہ دین سے ان کو غافل نہیں کر سکتا۔

اس آیۂ نور سے یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ یہ نور اس عالم امکان میں کہاں سے ظاہر ہوا۔ اور کون سے شجرۂ مبارکہ سے چمکا۔ یعنی شجرۂ مبارکہ زیتونیہ سے چمکا جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ یعنی نہ یہودی ہے۔ اور نہ نصرانی۔ شرقیہ فرقہ نصاریٰ ہے۔ کہ جو مشرق کی طرف کو نماز پڑھتے تھے۔ اور غربیہ فرقہ یہود ہے جو مغرب کی طرف کو پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی شان میں آیا ہے بِمَا کَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی نہ ابراہیمؑ یہودی تھے۔ اور نہ نصرانی تھے۔ بلکہ وہ خالص و مخلص مسلمان تھے۔ اور مشرکین میں سے نہ تھے۔" پس معلوم ہوا۔ کہ یہ نور شجرۂ طیبہ ابراہیمیہ سے چمکا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ یہ نور نہ کبھی اصلاب یہود میں رہا ہے اور نہ اصلاب نصاریٰ میں اور نہ اصلاب مشرکین میں۔ پس اس نور کا محل اور بیوت نورانی۔ وہ لوگ تو کبھی ہو ہی نہیں سکتے۔ جن کے آباؤ اجداد نصاریٰ و یہود و مشرکین تھے۔ بلکہ وہ نفوس قدسیہ ہوں گے۔ جو ہمیشہ اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ ہی میں رہے ہیں۔ اور ہمیشہ متصف بصفت اسلام جیسا کہ آنحضرتؐ کے متعلق احادیث نقل کر چکے ہیں۔ کہ ہمیشہ ارحام طاہرہ و اصلاب طیبہ میں منتقل ہوتے آئے۔ اور خدا فرماتا ہے۔ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اے ہمارے حبیبؐ تو ہمیشہ مسلمین و مومنین راکعین ساجدین میں منقلب و منتقل ہوتا آیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ بیوت نور و محل انوار الٰہی شجرۂ مبارکہ طیبہ ابراہیمیہ کی شاخیں ہیں۔ جو کبھی یہودیت۔ نصرانیت و مشرکیت سے متصف نہیں ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ مسلم مطلق رہے ہیں۔ پس یہ وہ امت مسلمہ ہے۔ جس کی بابت حضرت ابراہیمؑ نے یوں دعا کی ہے۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ..... رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ الخ "اے ہمارے پروردگار مجھ کو اور اسمٰعیلؑ دونوں کو اپنا خاص مطیع و منقاد و مسلم مطلق بنا کر رکھ۔ اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک ایسی جماعت قرار دے جو اسی صفت سے متصف ہو۔ اور ہماری طرح مسلم مطلق اور مطیع و منقاد محض ہو۔ اور اے پروردگار اس امت مسلمہ میں انہی میں سے ایک کو پیغمبر بنا۔ جو اس امت پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔" اور یہ معلوم ہے۔ کہ یہ امت مسلمہ جہاں سے پیغمبرؐ ظاہر ہوا۔ اور جس میں سے پیغمبرؐ نکلا۔ اور جن کا

ایک فرد پیغمبرؐ ہے۔ وہی امت مسلمہ بنی ہاشم وعبدالمطلب ہے۔ جو شجرۂ ابراہیمیؑ اور اصل طیّب وطاہر ہے
اور وقت ظہور پیغمبرؐ محمد مصطفےٰ صلعم باسلام نبوتی اسی نور کا جزو اور اسی اصل کی شاخ یا فرع حضرت علیؑ
موجود تھے۔ جیسا کہ ہم مفصل ذکر اور ثابت کر چکے ہیں۔ لہذا یہی بیوت نور ومحل انوار الٰہی ہیں۔ اور بعد
ان کے وہ بیوت جن میں یہ نور محمدیؐ منتقل ہوا۔ اور انہی مسلمین کی نسبت سورۂ قصص میں ارشاد ہوا ہے
وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا
بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ اور وہ لوگ جن کو کتاب وجودی دی ہے۔ اور نور علم
نبی کے وجود کے ساتھ عطا کیا ہے۔ وہ سب اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب اس کی تلاوت
کی جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے بالکل حق وصدق ہے۔ ہم تو اس سے
پہلے ہی مسلمان ہیں اور اسلام رکھتے ہیں۔ پس بیوت نورانی اور محل انوار الٰہی یہی افراد امت
مسلمہ ہیں۔ جو کبھی صفت یہودیت ونصرانیت ومشرکیت سے متصف نہیں ہوئے۔
بہرحال اوّل بیت جو عالم امکان میں وضع ہوا۔ اوّل شجرۂ طیبۂ مبارکہ جو عالم ایجاد میں لگایا گیا۔ حقیقت
نوریۂ روحانیہ نبویہ ہے۔ اور اوّل محل نور وبیت نور جس میں یہ نور روحانی آیا وجود نورانی جسمانی محمدیؐ ہے
اور وہ اوّل شجرۂ امامت جہاں سے یہ ظاہر ہوا شجرۂ مبارکہ ابراہیمیؑ ہے۔ اور اوّل خانہ محترم جہاں سے
اس عالم جسمانی زمانی میں اس نور اولی اور اس بیت نبوت ورسالت کا ظہور ہوا خانہ کعبہ ہے۔ اور بعد محمد
مصطفےٰ اس نور کے محل اور ان انوار الٰہیہ کے بیوت وہ افراد نورانیہ ونفوس قدسیہ ہیں۔ جو اسی آفتاب
نور محمدیؐ کی شعاعیں اسی شجرۂ نبوت کی شاخیں اور اسی بیت نور کے دروازے ہیں۔ یعنی علیؑ اور اولاد
علیؑ۔ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ وَّمِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ
وَفِيْ دَارٍ وَّاحِدٍ وَّفِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ وَقَالَ اَنَا وَعَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ
فِيْ دَارٍ وَّاحِدٍ غَدًا فِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ پس یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں۔ جو اہل بیتؑ شرف
نبوت ورسالت ووارث ولایت وامامت ہیں۔ اور اس تقریر کے بعد کہ یہ محل انوار الٰہی وہ نفوس ہیں
جو شجرۂ مبارکہ ابراہیمؑ ہی سے ظاہر ہوئے ہیں یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق و وقوع مقام
پر ایک ہی ہے۔ یہی وہ اہل بیتؑ ہیں۔ جو مورد رحمت وبرکت خاصۂ الٰہیہ ہیں! اور یہی عناصر اہلبیت نبوت
ورسالت ہیں۔ جو مطہر بتطہیر الٰہی جملہ گناہوں سے پاک اور معصوم مطلق ہیں! اور یہ سلسلہ نبوت ہمیشہ ایک رہا ہے
ازواج کو اہلبیت میں کوئی مدخلیت نہیں۔ اور ان کو اس شرف سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ جناب محمد
ابن علی ابن الحسینؑ سے مروی ہے۔ کہ اسی آیۂ نور کی تفسیر میں آپؑ نے فرمایا۔ کہ یہ نور یکے بعد دیگرے

امامؑ میں ہوتا ہے۔ جو روشن ہوتا ہے شجرۂ مبارکۂ ابراہیمی ہے۔ اور یہی مطلب ہے قولِ خداوندِ عالم و رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید۔ (یہ رحمت و برکت خدا خاص تم اہلبیت نبوت پر ہے) کا اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اللہ تعالٰے نے آدمؑ و نوحؑ و آلِ ابراہیمؑ و آلِ عمرانؑ کو تمام عوالم پر برگزیدہ کیا ہے جو ذریت یکدیگر ہیں۔ اور خدا سب کچھ جانتا اور سُنتا ہے۔" جناب باقر العلومؑ حالات وفات و وصیت حضرت آدمؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ حضرت آدمؑ نے اپنے بیٹے شیثؑ ہبۃ اللہ کو فرمایا۔ کہ پھر جب تمہاری وفات کا وقت قریب آجائے۔ تو اپنے بہترین و افضل ترین اولاد کو اپنا وصی بنانا۔ کہ میں نے تم کو اپنا وصی بنایا ہے۔ **اور زمین کو ہم اہل البیت کے وجود سے خالی نہ چھوڑنا** اے بیٹے مجھے خدا نے زمین پر اُتارا۔ اور اس میں مجھے اپنا خلیفہ بنایا۔ اور اپنی مخلوق پہ مجھے حجت قرار دیا۔ اور میں نے تم کو امر خدا کی وصیت کی۔ اور تجھے اس کی زمین میں اس کی حجت قرار دیا۔ پس تو دنیا سے بلا حجت اور وصی مقرر کئے نہ جانا۔ یہاں تک کہ حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ وصیت ختم ہو گئی۔ ملک الموت آیا۔ آپؑ نے ملک الموتؑ سے فرمایا۔ کہ ذرا مجھے مہلت دو کہ میں کلمۂ شہادت پڑھ لوں اور اپنے خالق کی حمد و ثنا بجالاؤں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کروں۔ ملک الموتؑ نے کہا۔ اے آدمؑ کہو۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد انی عبدہ و خلیفتہ فی ارضہ۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میں بندۂ خدا اور اس کی زمین میں اس کا خلیفہ ہوں۔" جب حضرت آدمؑ دفن ہوئے۔ تو حضرت جبرئیل نے بعد دفن فرمایا۔ کہ اپنے مُردوں کو اسی طرح دفن کیا کرو۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت۔ اور سلام ہو تم پر اور اس کی رحمت و برکت اے **اہل بیت**۔" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظ اہل البیت ذریت انبیاءؑ کے خاص افراد یا وارثانِ نبوت و رسالت کے لئے ہمیشہ سے بولا جاتا رہا ہے۔ اور لفظ علیکم کے تکرار اور اہل البیت پر تقدیم دلالت کرتی ہے۔ کہ یہ رحمت و برکت خاصۂ الٰہیہ منحصر ہے اہل البیت میں یعنی وارثانِ نبوت و رسالت میں۔ پس غیر معصوم پر اہل البیت کا اطلاق قطعاً بعید ہے۔ ہمیشہ معصومین ذریتِ انبیاءؑ اہل البیت کہلاتے ہیں۔ اور فی الحقیقت یہ سب ایک ہی بیت سے ہیں۔ ان اللہ اصطفٰی آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم۔ حضرت آدمؑ سے تا خاتمؑ و اولادِ خاتمؑ سب ذریت یکدیگر ہیں۔ اور خلافتِ الٰہیہ و نبوت و رسالت و امامت و ولایت اسی سلسلہ ذریتِ انبیاء میں ہے۔ اس سے خارج نہیں ہو سکتی۔

اس سلسلہ کے علاوہ جو شخص دعوئے نبوت یا خاص دعوئے علیسویت یا مہدویت کرے باطل ہے ۞

توضیح مدعا و تقریب دلیل } اگرچہ اس ضمن میں ہم اپنے مدعا کو ثابت کر چکے ہیں۔ مگر مزید فائدے کی غرض سے اس کی اور توضیح کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں۔ کہ لغت و محاورات عرب اور کلام اللہ و احادیث رسول خدا سے ثابت ہوا۔ کہ بیت چار ہیں۔ اوّل بیت سکنےٰ (رہنے کا گھر) دوم بیت نسب (اولاد و احفاد و موالی)۔ سوم بیت شرف۔ اور بیت شرف نبی نبوت ہے۔ اور بیت شرف رسولؐ رسالت اور بیت شرف خاتم النبیینؐ نبوت مطلقہ خاتمیہ۔ اور ایک بیت بیت اللہ ہے۔ آیات متنازعہ میں بظاہر اشارہ اس امر کی طرف نہیں ہے۔ کہ بیت سے کونسا بیت مراد ہے۔ اور اسی لئے بظاہر نہیں معلوم ہوتا۔ کہ اہل بیت کا مصداق کون ہیں؟ اہل بیت سکنےٰ یعنی سب گھر میں رہنے والے نوکر چاکر۔ لونڈی غلام۔ بھائی بند۔ کنبہ قبیلہ اور بیوی بچے بلکہ اگر لغت کو وسیع کیا جائے تو گھوڑے اونٹ وغیرہ جو گھر میں ہوں وہ بھی اہل بیت ہیں۔ یا اہل بیت نسب۔ اور کسی کے خاص خاندانی مراد ہیں یا اہل بیت شرافت اور متصف بارصاف شرافت صاحب خانہ یا اہل بیت اللہ۔ اور والیان کعبہ اور صاحب خانہ خدا۔ ہاں الف لام تعریفی سے اتنا تو ضرور معلوم ہے اور اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ یہ لام عوض مضاف الیہ ہے۔ اور بیت سے مراد بیت نبی ہے۔ خواہ بیت سکنےٰ ہو یا بیت نسب یا بیت شرف۔ لیکن یہ بھی بعید نہیں ہے کہ بیت سے بیت اللہ مراد لیں (جیسا کہ آئے گا) ۞

پہلی صورت کہ بیت سے بیت سکنےٰ مراد لیا جائے۔ اور اہل بیت سے وہ سب گھر کے رہنے والے مراد ہوں۔ جو اس میں رہتے ہیں۔ خواہ نوکر ہوں یا لونڈی غلام مثل فضہ خادمہ و بلال و قنبر وغیرہم۔ اس کی طرف کوئی عالم نہیں گیا۔ اور نہ کوئی مسلمان ایسا خیال کر سکتا ہے۔ کہ طہارت مطلقہ اور عصمت جیسی چیز جو نبی سے مخصوص ہے اس میں سب گھر والے شریک ہو جائیں۔ اور اسی لئے یہ احتمال تو بالکل غلط اور باطل ہے۔ ہاں اگر بیت سے مسجد نبوی مراد لی جائے۔ اور اہل بیت سے وہ نفوس طاہرہ مراد ہوں۔ جو جنب نہیں ہوتے۔ اور جن کو مسجد نبی میں ہر حال میں جانے کی اجازت ہے۔ اور ان کے سوا کسی کو مسجد میں گزرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ اور بعض روایات میں امامؑ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو اس صورت میں بھی اہل بیت (گھر والوں) سے رسول خداؐ و علیؑ مرتضےٰ و فاطمۂ زہرا و حسنینؑ ہی مراد ہوں گے۔ جو اس صفت سے متصف تھے۔ اور جن کو ہر حالت میں مسجد میں جانے کی اجازت تھی۔ اور مسجد میں رہتے سہتے تھے۔ خاص ازواج کو یہ حق حاصل نہیں ہے

ہ اس کی مصداق ہو سکتی ہیں۔

دوسری صورت یعنی کہ بیت سے بیت نسب مراد ہو۔ تو اس صورت میں بھی ازواج کو اس
کوئی حصہ نہیں ملتا۔ وہ بیت نسب نبی سے نہیں ہیں۔ اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ضرور بیت نسب
سولؐ میں داخل ہیں۔ اور ایک ہی اصل سے ہیں۔ ایک نور کے اجزاء ہیں۔ اور سب مثل پیغمبرؐ طاہر و
طہر۔ جیسا کہ ہم اُوپر ذکر اور ثابت کر چکے ہیں۔ اور ایک حدیث میں ذکر آ چکا ہے۔ لیکن تمام خاندان
ں میں [illegible] نہیں ہے۔

تیسری صورت کہ بیت سے بیت شرف [illegible] مصدق ہے۔ اور اس معنی
کی رو سے تا حضرت مہدی آخر الزمانؑ تمام ائمہ علیہم السلام اہل بیت [illegible] اگرچہ سب عترت
رسولؐ بھی ہیں۔ کیونکہ عترت اہل بیت سے عام ہے۔ اس میں اور لوگ بھی داخل ہیں۔ گویا عترت
اہل بیت نسب ہے۔ اور اسی واسطے عترت میں سے اہل بیت کی تخصیص کی گئی ہے۔ جیسا کہ بیان
ہو گا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حقیقت اور اصل یہی ہے۔ کہ بیت سے بیتِ شرف مراد ہے۔ اور
اہل بیت سے اہل بیت نبوت و رسالت و وراثت ولایت و امامت اور بیت شرف نبی نبوت
مطلقہ خاتمہ ہے۔ اور مایہ النبوۃ علم ہے۔ اور اسی بیت کی طرف رسول خداؐ نے اس حدیث
مشہور و معروف میں اشارہ کیا ہے۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ میں شہر علم ہوں۔ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ
میں خانۂ حکمت ہوں۔ اس لئے اس کے اہل اور اس معنی میں اہل بیت کا مصداق محض وہ لوگ
ہوں گے۔ جو اس خانۂ نبوت میں داخل ہیں۔ اور اوصاف نبوی سے متصف ہیں۔ اور علوم محمدی
کے وارث ہیں۔ چنانچہ ایک کی بابت حضرتؐ نے خود تخصیص فرما دی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ
الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا۔ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ فمن یاتنی
فلیاتنی بالباب جو میرے پاس آئے۔ اس کو چاہئے کہ دروازے سے آئے۔ قال اللہ
تبارک و تعالیٰ واتوا البیوت من ابوابھا چاہئے کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے
آؤ۔ وقال انا دار الحکمۃ وعلی بابھا فمن اراد الحکمۃ فلیات من الباب میں خانۂ
خانۂ حکمت ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو حکمت چاہتا ہے۔ وہ دروازے سے آئے۔
بس خانۂ نبوت میں داخل اور اہل بیت نبوت و رسالت ارباب علوم نبی اور وارثان ولایت و
امامت اجزاء نور محمدی ہیں۔ ازواج نبی ہرگز اس شرف میں شریک نہیں ہیں۔ ہاں حضرت فاطمہؑ
بنص آیاتِ قرآن نفس نبی ہیں۔ اور علم ان کا علم نبوی۔ لیکن بوجہ عورت ہونے کے امام نہیں ہوئیں۔

کیونکہ حجاب وعصمت عورت مانع امامت ہے۔ فافہم ؛

یہی ہم بیت شرف کی تشریح کرتے وقت ثابت کر آئے ہیں اور دکھلا چکے ہیں۔ کہ بعد پیغمبرؐ بیوت نور اور محل انوار و وارث علوم نبوی علیؑ و اولاد علیؑ ہیں۔ جو صاحبان علم کتاب اور قبل نزول ظاہری اس کے عالم اور قبل اس کے ہمیشہ سے مسلم مطلق ہیں۔ پس یقیناً بیت سے بیت شرف نبی یعنی نبوت مراد ہے۔ اور اہل بیت صاحبان علم نبوتی اور وارثان ولایت و امامت اوصیاء نبی و خاص اولاد نبی ہیں۔ وھوا المطلوب ؛

اگر بیت سے بیت اللہ مراد ہو۔ تب بھی اہل البیت یہی ثابت ہوتے ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ مسلم و محقق ہے کہ اولاد حضرت اسمٰعیلؑ میں ہمیشہ ایک نہ ایک شخص وارث و والی بیت اللہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سلسلہ حضرت ہاشمؑ تک پہنچا۔ اور بعد حضرت ہاشمؑ حضرت عبد المطلبؑ جد رسول خداؐ والی بیت اللہ ہوئے۔ اور بعد حضرت عبد المطلبؑ حضرت ابو طالبؑ والی خانہ کعبہ ہوئے۔ اور یہ بزرگوار زمانہ جاہلیت میں بھی اہل بیت اللہ ہی کے نام سے پکارے جاتے تھے جیسا کہ بعض تواریخ سے حضرت ہاشمؑ اور عبد المطلبؑ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بزرگوار باہر جا کر اپنا تعارف اسی نام سے کراتے تھے۔ اور اہل بیت و مجاور بیت اللہ کہا کرتے تھے۔ اور چونکہ حضرت عبد اللہؑ جناب رسولؐ مقبولؐ کے والد باپ کی زندگی ہی میں وفات پا چکے تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت ابو طالب ان کے جانشین قرار پائے۔ لہذا بعد ابو طالبؑ ان کے فرزند علیؑ ابن ابی طالبؑ والی بیت اللہ و اہل بیت اللہ قرار پائے۔ لیکن چونکہ تمام ولایات تحت نبوت مطلقہ خاتمیہ ہیں۔ اس لئے یہ ولایت بھی انہی حضرت ختمی مرتبتؐ کے تحت رہی۔ اور بعد وفات حضرت ختمی مرتبتؐ علیؑ استحقاق سابق و لاحق کی وجہ سے بیت اللہ کے والی قرار پاتے ہیں۔ اور بعد ازاں ان کی اولاد اوصیاء۔ جس طرح اوصیاء اسمٰعیلؑ یکے بعد دیگرے والی بیت اللہ ہوتے رہے۔ لہذا اگر یہ معنی ہوں تب بھی اہل بیت یہی بزرگوار ہوتے ہیں۔ نہ ازواج نبی۔ ان کو ولایت بیت اللہ سے کیا تعلق۔

دوسرے اس واسطے یہ اہل بیت اللہ ہیں۔ کہ یہی وہ ذریت ابراہیمؑ و امت مسلمہ ابراہیمیؑ ہیں جس کی بابت حضرت ابراہیمؑ نے یہ فرمایا تھا۔ رَبَّنَا اِنِّیْۤ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ۔ پروردگارا میں نے اپنی بعض ذریت کو اس وادی بے زراعت میں تیرے خانہ محترم کے پاس مقیم کیا ہے۔ پروردگارا اس لئے کہ یہ دنیا میں نماز کو قائم کریں پس کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف

مائل کر حضرت اسمٰعیلؑ ہی اوّل مکّہ میں آکر رہے۔ انہی سے عرب کی نسل چلی۔ اور یہی ابوالعرب ہیں۔ اور ان کی نسل اور ذریت ابراہیمؑ سے یہی نفوس وہ امت مسلمہ ہیں جنہوں نے دنیا میں نماز کو قائم کیا۔ اور جن کا پہلا فرد محمد مصطفےٰؐ اور دوسرا علی مرتضٰےؑ ہے۔ اور انہی کے واسطے حضرت ابراہیمؑ نے دُعا کی تھی رَبِّ اجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ پروردگارا مجھے اور میرے بیٹوں کو عبادتِ اصنام سے محفوظ رکھ۔ حضرت رسولؐ کی بابت اتفاق ہے۔ کہ انہوں نے کبھی کسی بُت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ اور اسی طرح حضرت علیؑ کی بابت تمام مسلمان اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ کبھی شرک و بُت پرستی سے آلودہ نہیں ہوئے۔ اور خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا۔ وَلَمْ يُشْرِكْ بِاللهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ أَبَدًا اور اسی واسطے تمام مسلمان حضرتؑ کو "کرم اللہ وجہہ" کہتے ہیں۔ اور یہی وہ نفوس ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا تھا۔ کہ خانۂ کعبہ کی تطہیر کریں۔ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ "اے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ طاہر کرو میرے گھر کو اُن خاص نماز گذاروں راکعین وساجدین کے لئے۔ جو دُنیا میں نماز کو قائم کرنے والے ہیں"۔ اور حضرت علیؑ کی خانۂ کعبہ میں ولادت ان کی تطہیر کی ایک حسی دلیل ہے۔ اور اس میں یہ بہتر تھا۔ کہ دکھلا دیا جائے۔ کہ طاہر و مطہر اہل البیتؑ و اہل بیت اللہ و اہل بیت اللہ یہی نفوس مقدسہ ہیں۔ اس لحاظ سے بھی اہل البیتؑ کا مصداق ازواج نبی نہیں ہو سکتیں بلکہ وہ نفوس جو بعد پیغمبرؐ ہادی اور امام اور دُنیا میں نماز کو قائم کرنے والے اور کلمۃ اللہ کو عالم میں بلند کرنے والے ہیں۔

تیسرے اس لئے کہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ بیت اللہ حقیقی اور اوّل بیت۔ اوّل مخلوق و اوّل صادر حقیقتِ محمدیہ نوریہ ہے۔ اور وہی اصل قبلۃ الانام و کعبۃ الاسلام ہے۔ اور کعبہ کی طرف پانچوں وقت تمام اہل اسلام کے سر اُسی کی تعظیم کی وجہ سے جھکتے ہیں۔ لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد ووالد وما ولد اسی واسطے فرزند رسولؐ جناب علی ابن الحسینؑ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ انا ابن مكة ومنى وانا ابن زمزم وصفا الخ "مَیں فرزند مکہ و منٰے ہوں اور مَیں فرزند زمزم و صفا ہوں"۔ پس اصل بیت اللہ حقیقت محمدیہ ہے۔ بیت اللہ اور بیت نبی دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اور اس لئے اہل بیت اللہ اور اہل بیت نبیؐ کا مصداق ایک ہی ہوا۔ اور اس لئے اہل البیتؑ غیر از محمدؐ و آل محمدؐ صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ ہی "انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا۔" کے مصداق ہیں۔ اور وہ ہی رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت کے مورد۔ اور اسی لئے ہر ایک نماز میں

تمام اہل اسلام "صلے اللہ علٰے محمد و علٰے آل محمد" کہتے ہیں۔ اور "رحمۃ اللہ و برکاتہ" کا ورد کرتے ہیں۔ ازواج نبی کو اہل بیت ہرگز نہیں کر سکتے۔ وھوا لمطلوب ؛

فصل

مبحث الاحادیث

کلام حمید مجید سے تو پوری تصدیق ہو گئی۔ کہ اگر دنیا میں کوئی اہل بیتؑ کا مصداق ہے۔ تو محمد و آل محمد ہی ہیں۔ اور نبیؐ کی بیویاں کسی معنی کی رُو سے اہل البیت کا مصداق نہیں ہو سکتیں اور کسی طرح اہل البیت میں داخل نہیں کی جا سکتی ہیں۔ اب ہم دیکھیں۔ کہ پیغمبر خدا جن کی صفت مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ہے۔ اور وہ اپنی طرف سے ایک حرف نہیں فرماتے ہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے۔ اور جن کی بابت حکم ہے کہ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا "جو تمہیں رسولؐ حکم دے اس کو لے لو۔ اور مان لو۔ اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو" اور جو بحکم قرآن و نص آیات کریمہ مبین و مفسر قرآن ہے۔ اور غرض بعثت یہی ہے کہ وہ قرآن کو بیان کریں اور سمجھائیں۔ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (نحل) وہ اس باب اور اس آیت کی تفسیر میں کیا فرماتے ہیں۔ اور ان کے فیصلے کے بعد کسی مسلمان کو اختیار نہیں ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔ کہ ان کے حکم سے روگردانی کرے یا اس سے تعلل کرے یا اپنی رائے کو دخل دے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا

"جب خدا اور رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں۔ تو کسی مومن یا مومنہ کو اختیار نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے معاملات میں دخل دیں۔ اور اپنی رائے کو داخل کریں۔ جو خدا اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے اور ان کی بات نہ مانے۔ وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔" لہذا ہم یہاں پر چند احادیث نبویؐ کو ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو اطمینان کلی حاصل ہو جائے کہ اہل بیتؑ کون ہیں؟ اور وہ احادیث چند طرح سے دلالت کرتی ہیں۔ کہ اہل البیتؑ صرف محمد و آل محمد ہی ہیں اور بس ؛

دلیل اوّل

حدیث کساء صحیح مسلم میں جناب اُم المومنین عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ غَدَاۃً غَدٍ وَعَلَیْہِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَیْنُ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَۃُ فَاَدْخَلَہَا ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا یعنی فرماتی ہیں کہ "ایک روز رسول خداؐ باہر نکلے۔ اور ان کے اوپر ایک سیاہ بالوں کی کملی تھی۔ پس حسنؑ آئے۔ حضرتؐ نے ان کو اس کملی میں داخل کر لیا۔ اور پھر حسینؑ آئے۔ تو ان کو بھی انہوں نے اسی میں داخل کر لیا۔ پھر فاطمہؑ آئیں۔ ان کو بھی اس میں لے لیا۔ اور پھر علیؑ آئے انہیں بھی اندر بُلا لیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ انما یرید اللہ الخ" حاکم نے بھی اس حدیث کو حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔

ترمذی میں باب مناقب اہل البیت میں عمر بن ابو سلمہؓ سے روایت ہے۔ کہ جب آیہ تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ نازل ہوئی۔ تو حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے۔ فَدَعَا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیاً وفاطمۃ وحسناً وحسیناً فجللھم بکساء وعلی خلف ظھرہ ثم قال اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا قالت ام سلمۃ انا معھم یا نبی اللہ قال انت علی مکانک وانت علی الخیر یعنی آپؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بُلایا۔ اور ان پر ایک کملی ڈال دی۔ اور علیؑ حضرتؐ کی پشت کی طرف تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ بارالٰہا! یہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔ ان سے رجس کو دور رکھ۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا۔ تم اپنی جگہ پر رہو۔ اور تم خیر پر ہو۔" یہ حدیث ام سلمہؓ اور مفضل بن یسار اور ابوالحمراء اور انس بن مالک سے مروی ہے۔ شرح الکبریت الاحمر میں شیخ علاء الدولہ السمنانی نے حاکم اور بیہقی کے حوالے سے ام سلمہؓ سے اسی حدیث ترمذی کو نقل کیا ہے۔ اور طبرانی و ابن المنذر اور ابن جریر نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ ام سلمہؓ نے فرمایا۔ کہ "میرے گھر میں یہ آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ فاطمہؑ ایک ہانڈی میں کچھ مالیدہ یا روٹی کے ٹکڑے لائیں۔ حضرتؐ نے ان سے فرمایا۔ اپنے شوہر اور حسنینؑ کو بُلاؤ۔ پس انہوں نے ان کو بُلا لیا۔ وہ سب کھا ہی رہے تھے۔ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پس حضرتؐ نے ان کو کساء خیبری میں لے لیا۔ جو اوڑھے ہوئے

تھے۔ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِی وَ خَاصَّتِیْ فَاَذْھَبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ بارالہا! یہ میرے اہل بیتؑ اور اقربا ہیں۔ ان سے رجس کو دور رکھ۔ تین مرتبہ یہ دعا کی۔ حاکم نے اس حدیث کو سعید بن ابی وقاص سے بھی روایت کیا ہے۔ اور احمد۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر و ابن المنذر۔ حاکم۔ بیہقی۔ اور طبرانی نے واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ جناب فاطمہؑ کے گھر آئے۔ اور ان کے ساتھ علیؑ و حسنینؑ تھے۔ پس آپؐ نے علیؑ و فاطمہؑ کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اور حسنینؑ کو اپنے دونو زانوؤں پر پھر ان پر اپنا کپڑا لپیٹ لیا۔ اور میں ان کے پیچھے تھا۔ پھر یہ آیت پڑھی اور کہا۔ بارالہا! یہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔ ان سے رجس کو دور رکھ۔

امام احمد بن حنبل نے مناقب میں اور نیز ابن جریر اور طبرانی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ یہ آیۂ تطہیر پانچ شخصوں رسول خداؐ۔ علیؑ مرتضےٰ۔ فاطمۃؑ الزہرا اور حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اور ایک روایت میں یہ ہے۔ کہ آخر میں آپؐ نے یہ فرمایا۔ اللھم ھؤلاء آل محمد فاجعل صلواتک و برکاتک علی آل محمد کما جعلتھا علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید۔ بارالہا! یہ آل محمدؐ ہیں۔ پس اپنی برکت و رحمت ان کے لئے قرار دے جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ کے لئے قرار دی ہے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْھُمْ فَاجْعَلْ صَلَوٰتِکَ وَبَرَکَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ وَغُفْرَانَکَ وَرِضْوَانَکَ عَلَیَّ وَعَلَیْھِمْ۔ خداوندا! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ پس اپنی صلوات و برکات و رحمات و غفران و رضوان ان کے لئے قرار دے۔

اور ایک روایت میں ہے۔ ھؤلاء اھل بیتی حقا فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تَطْھِیْرًا۔

اور ایک روایت میں یہ زیادتی ہے۔ کہ بعد اس کے آپؐ نے فرمایا۔ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ۔ میں خلاف ہوں اس کے جس کے تم خلاف ہو۔ اور جنگ کرو۔ اور موافق ہوں اس کے جس کے تم موافق ہو۔ اور صلح کرو۔

اور زینبؑ کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ جبرئیلؑ بھی اس کساء میں داخل ہوئے۔ ان تمام احادیث و روایات سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے اہل البیتؑ کی تفسیر اوّل ان

نسہ نجباءؑ سے فرمائی ہے۔ اور اہل بیتؑ میں اپنے ساتھ صرف علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ہی کو لیا ہے زوجات کو ہرگز داخل نہیں کیا۔ چنانچہ ام سلمہؓ نے خواہش کی اور کہا۔ تب بھی آپؐ نے ان کو داخل نہیں کیا۔ اور فرمایا "تم اپنی جگہ پر رہو تم خیر پر ہو" جس کا صاف مطلب یہی ہے۔ کہ ان خمسہ نجباءؑ اور پنجتنؑ پاک میں داخل نہیں اور اہل بیتِ نبوتؐ کا مصداق تم نہیں ہو سکتی ہو۔ کیونکہ یہ خاص ان مخصوصین کے واسطے ہے۔ اسی واسطے بعض موقع پر حضرتؐ نے "اہلبیتی" کے بعد "حامتی" اور "خاصتی" کا لفظ زیادہ کیا ہے۔ کہ میرے اقرب اقرباء اور مخصوصین ہیں۔ اور پھر اس کی تشریح یوں کی۔ کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے۔ ہم سب ایک ہی ہیں۔ اور ایک اصل اور ایک ہی نور ہیں۔ اور بعد بیاناتِ سابقہ اور ان احادیث کے یہ کہنا۔ جہالت یا عداوت پر مبنی ہے۔ کہ ان بزرگواروں کو اس لئے کساء میں داخل کر کے دعا کی۔ کہ دراصل مفہوم اہل البیت میں داخل نہ تھے۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ لغۃً و محاورۃً اہل البیت کا منطوق و مفہوم اوّل ہرگز ازواج نہیں ہیں۔ جو وہ منطوق آیت یا مفہوم میں داخل ہوتیں۔ اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ چونکہ داخل نہ تھے۔ اس لئے ان کو داخل کرنے کی ضرورت پڑتی۔ پھر عجیب بات اس قول میں یہ ہے۔ کہ آیہ تطہیر اہل البیتؑ کی شان میں خصوصیت کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ اور اس قائل کے نزدیک منطوق اور مفہوم اہل البیتؑ میں یہ آل محمدؐ داخل نہیں۔ بلکہ صرف ازواج داخل ہیں۔ پھر رسول خداؐ نے ان کو کس طرح بلا حکم خدا داخل کر لیا۔ یا تو معاذ اللہ خدا کی تکذیب اور تجہیل کی۔ اور کہا۔ کہ تو نہیں سمجھا۔ جو تو نے ازواج کو میرے اہل بیت سمجھ کر ان کی شان میں آیۂ تطہیر نازل فرمائی۔ میرے اہل بیتؑ تو یہ ہیں۔ یا یہ کہ تو نے غلطی کی۔ جو ان کو اہل بیت میں داخل نہیں کیا۔ حالانکہ یہ بھی میرے اہل بیتؑ ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ خدا کی پناہ ایسے اعتقادات اور خیالات سے۔ جب اصلاً یہ اہل البیتؑ میں داخل نہیں۔ لفظ اہل البیت کے مفہوم میں شامل نہیں۔ پھر رسول خداؐ نے کس طرح خلاف حکم خدا ان کو اہل بیتؑ کہا۔ اور ان کو ایک کملی میں لے کر ان کی تشخیص و تخصیص کی۔ تاکہ ہر ایک جان لے۔ کہ اہل بیتؑ یہ ہیں "مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" کے لحاظ سے تو حضرتؐ کا یہ فرمانا اور ایسا کرنا اور کملی میں لینا سب وحی الٰہی اور حکم خدا سے ہے نہیں عین حکم خدا ہے۔ خدا نے یہ حکم نبیؐ کو دیا تھا۔ کہ اس طرح سے ان اہل البیتؑ کی تشخیص کر دو اور تعارف کرا دو۔ تاکہ آئندہ انکار نہ کر سکیں۔ مگر منکرین پھر بھی باز نہ آئے۔ اور خواہ مخواہ خلافِ حکمِ خدا اور رسولؐ اہل البیتؑ کا مصداق بیویوں کو بنا دیا۔

یہ بھی بالکل غلط و باطل ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اپنی زوجہ کو حضرتؐ نے اس لئے دعا کے

وقت میں کملی میں نہیں لیا۔ کہ وہ تو اہل البیت میں منطوق آیہ ہی سے داخل تھیں۔ اور " اَنْتَ عَلٰی مَکَانِکِ "
سے یہ مطلب ہے۔ کہ تم تو اہل بیت میں پہلے ہی سے ہو۔ تم کو اس میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں
کیونکہ آنحضرتؐ جانتے تھے۔ کہ ایسی ایسی تاویلیں گھڑی جائیں گی۔ اور " اَنْتَ علی مکانک " کا یہ مطلب
لیا جائے گا۔ اس لئے دوسرے موقع پر صاف اس کی تشریح کر دی۔ کیونکہ یہ حدیث کئی موقع پر بیان
ہوئی ہے۔ اور حضرت نے چند مرتبہ ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ علماء نے مثل علامہ طبری وغیرہ کے تصریح
کی ہے۔ کہ چند مرتبہ ایسا ہوا ہے۔ کبھی خانہ ام سلمہؓ میں اور کبھی خانہ فاطمۃ الزہراؑ میں۔ پس
سنن ترمذی میں باب مناقب اصحاب میں ام سلمہؓ ہی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ آپؐ نے
فرمایا کہ حضرتؐ نے اپنے ساتھ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو ایک کپڑے میں لیا۔ اور فرمایا۔ اللھم ھؤلاء
اھلبیتی وخاصتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ پھر وہ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ
میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا۔ قفی فی مکانک انک علی خیر۔ تم اپنی جگہ ہی کھڑی ہو بیشک
تم خیر پر ہو۔ جس کا صاف مطلب یہی ہے۔ کہ تم یہاں نہ آنا اور ان میں شامل نہ ہونا تم وہیں کھڑی رہو۔
تم بیشک نیک اور خیر پر ہو۔ بگمان مخصوصین مطہرین میں داخل نہیں ہو۔ اور " انت علی مکانک " کا یہی
مطلب ہے۔ نہ یہ کہ تم تو اہل بیت میں پہلے ہی سے ہو۔ اور بالفرض اگر وہ پہلے ہی سے تھیں۔ تو کیا
اس کملی میں داخل ہونے سے خارج ہو جاتیں۔ اور حق تو یہ ہے۔ کہ جو اہل البیت ہیں۔ وہ پہلے ہی سے
ہیں۔ نہ کہ اس وقت بنائے گئے ہیں۔ بلکہ ان کی صفت و ثنا کی ہے۔ اور رسول اللہؐ نے ان کی تخصیص
کی ہے۔ اِنْ ھٰذا الا اختلاق ؀

اور ابن عباسؓ نے عمار سے اور انہوں نے عمرہ بنت رفعی سے اور اس نے ام سلمہؓ سے
جو روایت کی ہے۔ اس میں اس سے بھی زیادہ تشریح ہے۔ چنانچہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ کہ یہ آیت میرے
گھر میں نازل ہوئی۔ اور گھر میں سات نفوس تھے۔ جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور پنجتنؑ پاک۔ رسول خداؐ۔ علیؑ و فاطمہؑ
حسنؑ و حسینؑ۔ اور میں درمیان کھڑی تھی۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہؐ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں۔
فرمایا۔ انک الی الخیر انک من ازواج النبی وما قال انک من اھل البیت۔ یعنی فرمایا
" تم خیر کی طرف ہو۔ اور تم بیشک ازواج نبیؐ میں سے ہو۔ اور یہ نہ کہا۔ کہ تم اہل بیت میں سے ہو " پس ہرگز
ام سلمہؓ زوجۂ نبی اہل بیت میں داخل نہیں۔ اور ازواج نبیؐ اہل البیت کا مصداق نہیں ہے اور
ایک روایت میں یہ بھی زیادتی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ام سلمہؓ سے یوں فرمایا۔ یرحمک اللہ انت علی
الخیر والی الخیر وما ارضانی عنک ولکنھا خاصتی لھم اے ام سلمہؓ خدا تجھ پر رحم کرے۔

تو نیکی پر اور نیکی کی طرف ہے۔ اور میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ لیکن یہ آیت تو خاص میرے لئے اور انہی کے لئے ہے"۔ جیسا کہ جناب حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے بھی مروی ہے۔ اور بعض روایات میں "ابشری انت الی الخیر" بھی ہے۔

صحیح مسلم میں یزید بن حیّان سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ہم زید ابن ارقم کے پاس گئے۔ اور ہم نے ان سے کہا۔ تم نے بہت کچھ خیر دیکھی۔ اور رسول اللہؐ کی صحبت میں رہے ہو۔ حضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ کوئی حدیث سنائیے۔ زید بن ارقم نے کہا۔ میں ضعیف ہو گیا۔ بہت کچھ احادیث بھول گیا۔ اب جو میں بیان کروں اس کو لو اور عمل کرو۔ اور جو مجھے یاد نہیں ہے اس کی تکلیف نہ دو۔ ایک روز مقام غدیر خم پر رسول خداؐ ہم میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے لوگو! میں بشر ہوں۔ قریب ہے کہ مجھ کو بلایا جائے اور میں جاؤں (انتقال کر دوں) اور میں تم میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑنے جاتا ہوں۔ اوّل تو کتاب اللہ ہے۔ جس میں ہدایت و نور ہے۔ اس کو لو اور اس سے تمسک کرو۔ ... اور (دوسرے) میرے اہل بیتؑ۔ میں تمہیں اپنی اہل بیتؑ کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں (مکرر) ہم نے کہا۔ کون اہل بیتؑ کیا عورتیں؟ زید بن ارقم نے جواب دیا۔ اَیْمُ اللّٰہِ اَلْمَرْءَۃُ تَکُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ الْعَصْرَ مِنَ الدَّهْرِ ثُمَّ یُطَلِّقُهَا فَتَرْجِعُ اِلٰی اَبِیْهَا وَقَوْمِهَا وَاَهْلُ بَیْتِهٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَصْلُهٗ وَعُصْبَتُهٗ الَّذِیْنَ حُرِمُوا الصَّدَقَۃَ بَعْدَهٗ۔ یعنی خدا کی قسم۔ عورت کا تو یہ حال ہے۔ کہ ایک زمانے تک مرد کے ساتھ ہوتی ہے۔ پھر وہ انہیں طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کی طرف لوٹ جاتی ہے (وہ اہل بیت میں کہاں ہو سکتی ہے) رسول اللہؐ کے اہل بیت تو اس کی اصل اور عترت ہیں۔ جن پر آنحضرتؐ کے ساتھ صدقہ حرام ہے"۔ اس میں زید بن ارقم صحابی رسولؐ نے صاف انکار کیا ہے۔ کہ ازواج اہل بیت میں نہیں ہیں۔ اور علت بھی بتلا دی۔ ابو جارود کہتے ہیں۔ کہ زید بن علیؑ ابن الحسینؑ نے کہا۔ ذَالِكَ جَهْلٌ مِنَ النَّاسِ الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّمَا اَرَادَ بِهٰذِهِ الْاٰیَۃِ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ وَقَدْ کَذَبُوْا وَاَثِمُوْا وَاَیْمُ اللّٰہِ لَوْ عَنٰی بِهَا اَزْوَاجَ النَّبِیِّ لَقَالَ لِیُذْهِبَ عَنْکُنَّ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُنَّ تَطْهِیْرًا وَلَکَانَ الْکَلَامُ مُؤَنَّثًا۔ یعنی یہ ان لوگوں کی جہالت ہے جو یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ اہل البیت سے خدا نے ازواج مراد لی ہیں۔ اور وہ جھوٹے اور گنہگار ہیں۔ خدا کی قسم اگر اہل بیت کے معنی ازواج نبی ہوتے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ کلام مؤنث ہوتا۔ اور عنکن و یطہرکن آتا۔

علاوہ ازیں یہ آیت ایک بہت بڑی شرافت و فضیلت ہے۔ اور اس پر جس قدر فخر و ناز کیا جائے بجا ہے۔ کسی کی نکوکاری۔ حقانیت۔ صداقت۔ عفت اور عصمت کی اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ پس اگر اہل البیت کے معنی ازواج ہوتیں۔ تو ضرور تھا کہ ازواج نبی اس پر فخر کرتیں۔ اور اس فضیلت کا تذکرہ فرماتیں۔ حالانکہ کسی زوجہ رسولؐ نے اس کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور اس پر فخر نہیں کیا۔ کہ وہ اہل البیت ہیں یا اہل البیت میں داخل ہیں۔ درآنحالیکہ خود یہی مخدرات راوی ہیں۔ حتے کہ عائشہؓ اس کی راویہ ہیں۔ انہوں نے کبھی اشارۃً بھی یہ نہیں کہا۔ کہ وہ اہل البیت میں سے ہیں۔ اگر لفظ اہل البیت اور جناب رسول مقبولؐ کے جناب ام سلمہؓ سے یہ فرمانے کا مطلب کہ "انت علی مکانك" یہی ہوتا۔ کہ اہل البیت سے مراد ازواج ہیں۔ یا ازواج اس میں داخل ہیں۔ جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین کا خیال ہے۔ تو حضرت ام سلمہؓ جو اصلاً عرب تھیں اور جن کی زبان عربی تھی اور جو صحبتِ رسولؐ میں رہتی تھیں۔ ان کے طرز بیان سے آشنا تھیں۔ وہ بہتر سمجھ سکتی تھیں۔ اور اگر ایسا ہوتا۔ تو کر سکتی تھیں۔ کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں۔ حالانکہ کبھی انہوں نے اس کا اشارہ بھی نہیں کیا۔ اور ان اہل بیتؑ سے جو اس کے حقیقی مصداق ہیں سیکڑوں روایات مذکور ہیں۔ کہ انہوں نے بارہا فرمایا ہے۔ کہ اہل البیت ہم ہیں۔ اور ہماری ہی شان میں یہ آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ اور دوازدہ امامؑ میں سے ہر ایک نے اس کو ظاہر کیا ہے کیونکہ خدا خود فرماتا ہے۔ اما بنعمة ربك فحدث۔ اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کرو اخفاء نعمت کفران نعمت ہے۔ اس واسطے رسولؐ کے قول سے وہ یہی سمجھی تھیں۔ کہ آنحضرتؐ نے ان کو ان اہل البیت میں داخل نہیں کیا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ آج کل کے عربی دانوں سے بہت بہتر عربی سمجھتی تھیں۔

شبہ نہ ہو۔ کہ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ حضرت ام سلمہؓ کو بھی چادر میں لے لیا تھا۔ کیونکہ بشرطِ صحت روایت جہاں اس میں یہ ہے کہ ان کو بھی چادر میں لے لیا یہ بھی موجود ہے۔ کہ بعد انقضاء الدعاء یا بعد انقضاء الدعاء لعلی وابنیہ وبنتیہ یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کے لئے یہ دعا کرنے کے بعد کہ اللھم ھؤلاء اھلبیتی فاذھب عنھم الرجس الخ حضرت ام سلمہؓ کو کساء میں لیا تھا۔ پس اس سے یہ استدلال نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کو اہل بیت میں داخل کر لیا۔ اگرچہ یہ روایت صحیح ہی ہو۔ حالانکہ حدیث احاد سے ہے۔ اور اس کے خلاف بہت سی روایات و احادیث موجود ہیں۔ جن کے ہوتے ان کی طرف کوئی

توجہ نہیں ہو سکتی اور یہ روایت ان کے مقابل سند نہیں مانی جا سکتی۔ لہٰذا یہ بالکل غلط و باطل ہے کہ اہل البیتؑ سے مراد نبیؐ کی بیویاں ہیں یا وہ ان میں داخل ہیں۔ بلکہ اہل البیتؑ وہ ہی نفوس قدسیہ ہیں۔ جو خانۂ نبوت و رسالت میں داخل اور آنحضرتؐ کے اجزاء نوریہ اور اسی اصل سے ہیں۔

دلیل دوم

امرِ صلوٰۃ و اہلبیتِ نبیؐ خداوند عالم اپنے کلام پاک میں اپنے حبیبؐ کے اہل کا ذکر کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا یعنی ارشاد فرماتا ہے "اے ہمارے حبیبؐ اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور اس پر صبر کر۔" اب ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس آیت میں اہل نبیؐ کے کیا معنی ہیں۔ اور خدا نے کس کو اہل نبیؐ کہا ہے۔ اور رسولؐ نے اس سے کیا سمجھا اور کیا عمل کیا ہے۔ چنانچہ انسؓ سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ يَأْتِي سِتَّةَ أَشْهُرٍ بَابَ فَاطِمَةَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيَقُولُ الصَّلٰوةُ الصَّلٰوةُ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ النُّبُوَّةِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا یعنی "چھ مہینے تک رسول خداؐ کا یہ ورد رہا۔ کہ نماز صبح کے وقت دروازۂ فاطمہؑ پر تشریف لاتے۔ اور فرماتے۔ نماز۔ نماز۔ نماز اے اہل بیتِ نبوت۔ اور یہ آیت پڑھتے۔ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ الخ۔" بعض روایات میں چھ ماہ ہیں اور بعض میں آٹھ اور بعض میں نو ماہ مذکور ہیں۔ صاحب ینابیع المودت فرماتے ہیں "اس حدیث کو تین سو راویوں نے بیان کیا ہے۔" جو گویا تین سو دلیلیں ہیں اس امر پر کہ اہل بیت محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں۔ اور ازواج ان میں داخل نہیں ہیں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا۔ جیسا ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ بیت سے بیت شرف نبیؐ بیتِ نبوت مراد ہے۔ اور اہل بیت سے اہل بیت نبوت۔ نہ کہ اہل بیت سکنیٰ۔ چنانچہ اس مقام پر رسول خداؐ نے "اہل بیت النبوۃ" ہی فرمایا ہے۔

زید ابن علیؑ ابن الحسینؑ سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔ اور امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے انس بن مالک سے اس کو روایت کیا ہے۔ مگر اس میں لفظ "يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ" زیادہ ہے۔ اور بطریق اہل البیتؑ بہت سی روایات ہیں۔ چنانچہ ابو اسحاق نے حرث سے

جناب امیرؑ کا قول روایت کیا ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔" رسول خداؐ ہر صبح کو ہمارے مکان پر آتے تھے اور فرماتے تھے۔ الصلوۃ یرحمکم اللہ الصلوۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" اور ابو حمراء سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے چالیس روز تک دیکھا۔ کہ آنحضرتؐ دروازۂ علیؑ و فاطمہؑ پر تشریف لاتے تھے۔ اور چوکھٹ کے بازو پکڑ کر فرماتے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللہِ الصَّلٰوۃُ یَرْحَمُکُمُ اللہُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ الخ یہی مضمون متعدد مقام پر جناب حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے مروی ہے پس تین سو صحابیوں کی شہادت اور تصدیق سے ثابت ہوا۔ کہ اس آیۂ مبارکہ وَاْمُرْ اَھْلَکَ الخ۔ میں اہل رسولؐ سے وہی اہل بیت نبوت آلؑ محمدؐ مراد ہیں۔ اور یہی اہل بیتؑ کے معنی ہیں۔ اور یہی رسولؐ نے اس آیت سے سمجھا۔ اور اسی کو بیان کیا۔ ازواج اہلبیت علیہم السلام میں ہرگز داخل نہیں ہیں۔ وھو المطلوب۔

دلیل سوم

حدیث ثقلین سنن ترمذی میں بسلسلہ روات زید ابن ارقم سے روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابَ اللہِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَبَیْتِیْ وَلَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا یعنی فرمایا۔" میں تم میں دو چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ اور اگر اس سے تمسک رکھوگے۔ تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اور ایک دوسرے سے اعظم شے ہے۔ ایک کتاب اللہ جو ایک رسی ہے آسمان سے زمین تک کھینچی ہوئی (ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور ایک صاحب کتاب کے ہاتھ میں زمین پر) اور دوسری میری اہل بیتؑ عترت۔ اور یہ دونو ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں پس تم خیال رکھو۔ کہ میرے بعد ان دونو سے کیسا سلوک کرتے ہو۔" ابو اسحاق ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں ابو سعید خدری سے اسی حدیث کو نقل کیا ہے۔

کتاب مودۃ القربےٰ میں جبیر ابن مطعمؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اِنِّیْ اُوْشِکُ اَنْ اُدْعٰی فَاُجِیْبَ وَاِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ رَبِّنَا وَعِتْرَتِیْ

اَھْلَبَیْتِیْ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تُخَلِّفُوْنِیْ فِیْہِمَا۔" میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب دوسری اہلبیت۔ دیکھنا ان سے میرے بعد اچھا سلوک کرنا۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ "رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ کہ اگر تم اس سے تمسک رکھو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ وہ دو بڑی بھاری چیزیں ہیں۔ اور ایک دوسری سے بڑی ہے۔ بڑی تو کتاب خدا ہے جو آسمان سے زمین تک متصل ہے۔ اور دوسری میری عترت اہل بیتؑ۔ آگاہ ہو۔ کہ یہ دونو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں"۔ اور عبداللہ ابن احمد بن حنبل نے زیادات المسند میں زید بن ارقم کے حوالہ سے حدیث ثقلین کی تصحیح کی ہے۔ اور نیز زیدؓ بن ثابت سے۔ اور ابو سعیدؓ خدری سے۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابو سعید خدریؓ سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور کتاب المناقب میں سلیم بن قیس کے حوالہ سے جناب امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ سے روایت ہے۔ کہ "رسول خداؐ نے خطبے میں فرمایا۔ کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر ان سے تمسک رکھو گے۔ تو گمراہ نہ ہو گے۔ بڑی ان میں سے کتاب اللہ ہے۔ اور چھوٹی میری عترت اہلبیتؑ۔ اور خدا نے مجھ سے عہد کیا ہے۔ کہ یہ دونو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پہ پہنچ جائیں"۔ اور اپنی کلمے کی دونو انگلیاں ملا کر دکھلایا۔ کہ "اس طرح یہ ملی ہوئی رہیں گی اور ساتھ ہوں گی۔ اور یہ بات نہیں ہے کہ ایک دوسری سے مقدم ہے نہیں بلکہ دونو مساوی ہیں۔ ان دونو سے تمسک رکھو۔ کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور آگے نہ بڑھو۔ اور نہ ان سے پیچھے ہٹو اور نہ انہیں ترک کرو۔ اور انہیں تعلیم نہ دو۔ کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ عالم ہیں"۔ اور کتاب المناقب میں حذیفہ یمانؓ سے قریب قریب یہی مضمون مروی ہے۔ اور ابن عباسؓ سے یوں منقول ہے۔ کہ "رسول خداؐ نے خطبے میں فرمایا۔ اے مسلمانو! مجھ کو وحی ہوئی ہے۔ کہ میں عنقریب کوچ کر جاؤں گا۔ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ اگر تم نے اس پر عمل کیا۔ تو نجات پائی۔ اور اگر اس کو چھوڑ دیا۔ تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ تحقیق کہ میری عترت اہلبیت میرے مخصوصین مقربین اور اقرب اقرباء ہیں۔ اور ضرور تم سے ان دو بڑی چیزوں کتاب اللہ اور میری عترت کی بابت سوال کیا جائے گا۔ اگر تم نے ان سے تمسک رکھا۔ تو گمراہ نہ ہو گے۔ دیکھنا تم کس طرح میرے بعد ان کے ساتھ پیش آتے ہو"۔ اور اسی کتاب میں سعدؓ ابن ابی وقاص سے

یہی حدیث مروی ہے۔ اور طبرانی نے کتاب الاوسط میں۔ اور حافظ ابو محمد عبدالعزیز الاخضر نے
معالم العترۃ میں۔ اور حافظ جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی المدنی نے دار السمطین میں۔ اس میں
یہ زیادتی ہے: "پس ان کو قتل نہ کرو۔ اور ان پر ظلم نہ کرو۔ اور ان سے کوتاہی نہ کرو۔ میں نے ان کی
بابت خدا سے دعا کی۔ کہ وہ دونو جدا نہ ہوں۔ خدا نے میری دعا قبول کی۔ وہ دونو حوض کوثر پر میرے
پاس پہنچ جائیں گے۔ اور ان دونو انگلیوں کی طرح ملے رہیں گے۔ ان کا ناصر میرا ناصر ہے۔ اور ان کا
خاذل میرا خاذل۔ ان کا دوست میرا دوست ہے اور ان کا دشمن میرا دشمن" اور ابن عقدۃ نے
کتاب الموالات میں اسی حدیث کو روایت کیا ہے۔ صرف بعض الفاظ کا فرق ہے۔ اور
طبرانی نے جامع الکبیر میں حذیفہ بن اسید غفاری سے اسی مضمون کو روایت کیا ہے۔ مگر حدیث
طویل ہے۔ نیز ابن عقدہ نے کتاب الموالات میں عامر بن ابی لیلیٰ بن حمزہ اور حذیفہ بن اسید
سے اسی مضمون کو روایت کیا ہے۔ ان میں دو باتیں زیادہ ہیں۔ ایک یہ کہ کتاب اللہ کی نسبت
فرمایا ہے۔ کہ ایک سرا اس کا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک تمہارے ہاتھ میں۔ اور دوسری یہ
کہ اہل بیت کی نسبت فرمایا۔ ان پر سبقت نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور ان کو نہ پڑھاؤ۔
وہ تم سے بہت زیادہ عالم ہیں۔ اور علامہ دولابی نے کتاب الذریۃ الطاہرہ میں
عبداللہ بن حسن بن الحسنؑ سے روایت کی ہے:

کتاب صواعق محرقہ میں یہ حدیث تیس صحابیوں اور تیس طریقوں سے مروی ہے۔ اور
سید ابوالحسین یحییٰ بن حسن نے جابر بن عبداللہ الانصاریؓ سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے
کہ مرض الموت میں آنحضرتؐ نے یہ فرمایا۔ مگر اس میں یہ الفاظ اور زیادہ ہیں۔ فَلَا تَنَافَرُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا
وَلَا تَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اُوْصِيْكُمْ بِعِتْرَتِيْ وَاَهْلِ بَيْتِيْ۔
الخ۔ اور دیلمی نے کتاب الفردوس میں اسی حدیث کو روایت کیا ہے۔ نیز ذخائر العقبےٰ میں متعدد
طرق سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور مودۃ القربےٰ میں چند طرق سے منقول ہے وغیر ذالک بعض
روایات میں بجائے تمسکٹ اتباع" کا لفظ ہے۔ جیسا کہ کتاب معالم العترہ میں" لَنْ تَضِلُّوْا اِنِ
اتَّبَعْتُمُوْهُمَا ہے:

اور بطریق اہل بیتؑ خود ائمہ اہلبیتؑ اور ابو سعید خدری۔ سلمانؓ فارسی۔ ابوذر غفاریؓ۔ جابرؓ بن
عبداللہ انصاری اور حذیفہ یمانی سے متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور گویا متفق علیہ جملہ
اہل اسلام ہے۔ اور ہرگز قابل شک و شبہ نہیں۔ بعض احادیث مرویۂ اہل بیت علیہم السلام کو

آئندہ ذکر کریں گے۔

نتیجہ اس حدیث میں جناب رسول خداؐ نے کافی تشریح فرما دی ہے۔ کہ اہل بیتؑ سے مراد ازواج ہرگز نہیں ہیں۔ اور ان کو ان سے کوئی نہیں ہے۔ کیوں کہ اسی شبہ کے رفع کرنے کے لئے حضرتؐ نے اس حدیث میں ہر جگہ عترت کا لفظ زیادہ کیا ہے۔ اور مسلّم ہے کہ عترت میں بیویاں داخل نہیں ہوتیں۔ بلکہ عترت وہ لوگ ہیں۔ جو ایک ہی اصل سے ہوں۔ اور عترت نبی وہ ہے جو اصل پیغمبری سے ہے۔ اور چونکہ عترت عام تھا نسبی رشتہ داروں کو بھی شامل ہو سکتا تھا۔ اور تمام بنی مطلب اس میں داخل ہو سکتے تھے[1] اہل بیتؑ سے تخصیص فرمائی۔ کہ تمام عترت نہیں بلکہ عترت میں سے وہ جو اہلبیتؑ ہیں۔ وہ میرے بعد واجب الطاعۃ ہیں۔ اور ان کی اتباع اور متابعت مسلمانوں پر فرض ہے۔ پھر یہ فرما کر اور تخصیص کر دی۔ کہ وہ دو قیمتی کتاب اللہ اور میرے اہل بیتؑ ایک دوسرے سے تا روز جزا جدا نہ ہوں گے۔ وہ کتاب کے ساتھ ہیں اور کتاب ان کے ساتھ ہے۔ اس تشریح سے اور تخصیص ہو گئی۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق بیویاں یا اور تمام رشتہ دار نہیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ صفت ہرگز ان سب میں نہیں پائی جاتی۔ نہ ازواج حامل کتاب الٰہی ہو سکتی ہیں اور نہ تمام افراد اولاد بنی مطلب۔ ازواج کو اس میں کوئی مداخلت نہیں۔ چنانچہ اور چند مقام پر اس کی مزید توضیح فرمائی ہے۔ کہ اہل بیتؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن اہل بیتؑ کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ صواعق محرقہ میں علامہ طبرانی کے حوالے سے مروی ہے۔ کہ ام سلمہؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ علیؑ مع القران والقران مع علی ۔ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔" اور کتاب المناقب میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے مرض الموت کی حالت میں فرمایا۔ "اے لوگو! میں عنقریب انتقال کر جاؤں گا۔ اور میں نے پہلے سے خبر دے دی ہے۔ کہ میں کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیتؑ کو چھوڑے جاتا ہوں۔" پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ھٰذا علی مع القرانِ والقرانِ مع علی لا یفترقا حتی یردا علی الحوض یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونو ہرگز جدا نہ ہوں گے تا اینکہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں پس میں ان دونوں کی بابت تم سے سوال کروں گا۔ کہ تم نے میرے بعد ان سے کیا سلوک کیا۔" اور حسنؑ بن علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں سردار بنی آدم ہوں اور علیؑ سردار عرب۔" اور سب انصار کو بلایا۔

[1] تشریح آئندہ آئے گی۔

اور کہا: "یا معاشر الانصار کیا میں تم کو ایسی چیز کی طرف راہ نمائی نہ کروں۔ کہ اگر اس سے تمسک رکھو۔ تو گمراہ نہ ہو" عرض کیا: "کیوں نہیں۔ فرمائیے" فرمایا: "یہ علیؑ ہے۔ اس کو دوست رکھو۔ اور اس کا اتباع کرو۔ کیوں کہ یہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے۔ اور یہی تم کو ہدایت کی راہ دکھائے گا اور ہلاکت کی طرف نہ لے جائے گا۔ جبرئیلؑ نے مجھے یہی خبر دی ہے" اور جمع الفوائد میں ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے" اور اسی مضمون کو شہر بن حوشب نے ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے۔ اور کتاب صواعق میں عروۃ بن خارجہ نے فاطمۃ الزہراؑ سے روایت کیا ہے۔ اور بعینہٖ یہی الفاظ ہیں:

اِن احادیث سے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ "اہلبیتؑ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن اہلبیتؑ کے ساتھ ہے"۔ یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اہلبیت کا ایک فرد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اور صواعق میں "عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ"۔ بھی مروی ہے پس معلوم ہوا۔ کہ اہلبیتؑ محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں۔ چنانچہ باقی ائمہ اہلبیتؑ کی نسبت بھی یہی فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب سے جو روایت ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اس کتاب اللہ سے تمسک رکھو۔ اور تبدیل نہ کرو۔ اور دوسری چیز میری عترت اہلبیت ہیں۔ خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ یہ دونو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کی عترت کون ہے۔ فرمایا میرے اہل بیت علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور نو امام اولاد حسینؑ سے۔ وہ امام ہیں نیکوکاروں کے۔ وَهُمْ عِتْرَتِيْ مِنْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وہی میری عترت ہیں۔ میرے گوشت اور خون سے بنے ہوئے۔ اور قریب قریب یہی مضمون سلمان فارسیؓ سے مروی ہے۔ اور سلیم بن قیس الہلالی سے مروی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے ایک طولانی خطبے میں جبکہ بہت سے مہاجرین و انصار جمع تھے ممبر پر فرمایا اور حدیث ثقلین و غدیر خم کا ذکر کر کے فرمایا۔ لوگوں نے رسول خداؐ سے غدیر خم میں دریافت کیا۔ یا رسول اللہؐ یہ آیات آیۂ ولایت اور آیۂ اولی الامر علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ فرمایا۔ ہاں علیؑ اور اس کے بعد جو اوصیاءؑ میرے روز قیامت تک ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرتؐ ان کو بیان فرمائیے۔ فرمایا۔ علیؑ میرا بھائی میرا وارث میرا وصی اور تمام مومنین کا ولی۔ پھر حسنؑ۔ پھر حسینؑ۔ پھر نو امامؑ اولاد حسینؑ سے وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ نہ وہ اس سے جدا ہوں گے اور نہ وہ ان سے جدا ہو گا۔ یہاں تک کہ وہ سب حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ سب نے کہا ہاں اے علیؑ ہم نے رسولؐ خدا سے یہ سنا ہے۔ کہ انہوں نے یہ فرمایا۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں الخ۔

پس اہل بیتؑ رسولؐ آلؑ محمدؐ ہیں۔ وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ حق انکے ساتھ ہے اور وہ حق کے ساتھ ہیں۔ اگر بفرض محال اہلبیتؑ سے ازواج نبی مراد ہوں۔ تو یا معاذ اللہ پیغمبرؐ جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ ازواج میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں ہے۔ اور قرآن دنیا میں موجود ہے۔ پس وہ دونو جدا ہوگئے۔ یا یہ کہنا پڑے گا۔ کہ قرآن بھی اہل بیت نبی یعنی حضرت کی بیویوں کے ساتھ دنیا سے اُٹھ گیا۔ قیامت آچکی۔ حساب و کتاب ہو چکا۔ اور اہلبیت نبی اور قرآن دونو حوض کوثر پر حضرت رسولؐ کی خدمت میں جا پہنچے۔ اور یہ دونو احتمال باطل محض ہیں۔ لہذا ازواج نبی کا اہلبیتؑ میں داخل یا شامل ہونا بھی غلط و باطل محض و محال ہے۔ اور اسی طرح دیگر محتملات باطل ہیں۔ نہ تمام بنی ہاشم اہل البیت ہیں اور نہ تمام بنی مطلب اور نہ کوئی فرد امت محمدی۔ وھوا لمطلوب۔

تبصرہ } جاننا چاہیے۔ کہ معیت قرآن اور اہل بیتؑ سے یہ مقصود نہیں ہے۔ کہ وہ ہمیشہ قرآن مجلد بغل میں دبائے پھریں گے۔ اور ایک ساعت ان سے جدا نہ ہوگا۔ یہاں تک اسی طرح بغل میں لئے ہوئے حوض کوثر پر جا پہنچیں گے۔ کوئی احمق سے احمق بھی یہ خیال نہیں کرسکتا بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ علم قرآن اہلبیتؑ کے سینوں میں ہے۔ نہ وہ اس سے جدا ہو سکتا ہے اور نہ وہ اس سے جدا ہو سکتے ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں اہلبیتؑ میں سے ایک شخص ایسا موجود رہے گا۔ جو حامل قرآن ہو۔ اور قرآن اس کے سینے میں ہو۔ کیونکہ قرآن کتاب غیر ناطق ہے۔ اس کے لئے ایک مبین کی ضرورت ہے۔ جو تمام قرآن کا علم حقیقی واقعی رکھتا ہو۔ اور علم واقعی حقیقی اس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو معلم بتعلیم الٰہی اور صاحب علم موہبتی لدنی ہو۔ چنانچہ اوّل مبین قرآن آنحضرتؐ ہیں۔ کہ خدا ان کی بعثت کی علت بھی بیان فرماتا ہے۔ لتبین للناس ما انزل الیھم کہ "اے پیغمبرؐ ہم نے تم کو اس لئے بھیجا ہے۔ کہ تم بیان کردو لوگوں سے جو کچھ کہ ان کو بھیجا گیا ہے۔" اور بعد رسول خدا مبین قرآن اور مفسر قرآن اور شارح قرآن وہ نفوس قدسیہؑ ہیں۔ جن کے سینوں میں علم قرآن من جانب اللہ موجود ہے اور ان کو بخشش دیا گیا ہے۔ جن کی بابت خدا فرماتا ہے۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ بلکہ قرآن آیات بینات ہیں سینوں میں ان لوگوں کے جن کو علم عطا کر دیا اور بخش دیا گیا ہے۔" اور یہی وہ صاحبان کتاب ہیں جو قبل نزول قرآنی عالم کتاب ہیں۔ اور انہی کی شان میں من عندہ علم الکتاب" آیا ہے۔ اور وہی اوتوا العلم کا مصداق ہیں۔ اور یہ اہلبیتؑ محمدؐ ہیں۔ جو قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ چنانچہ سلیم بن قیس ہلالی سے ہی مروی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہی طاہر و مطہر و معصوم

بنایا ہے۔ اور ہمیں اپنی مخلوق پر شہید و شاہد قرار دیا ہے۔ اور اپنی زمین میں اپنی حجت قرار دیا ہے۔ وَجَعَلْنَا مَعَ الْقُرْاٰنِ وَجَعَلَ الْقُرْاٰنَ مَعَنَا لَا نُفَارِقُهٗ وَلَا يُفَارِقُنَا اور زید بن ثابت سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ کتاب اللہ اور علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اور علیؑ تمہارے لئے کتاب اللہ سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے لئے کتاب کا بیان کرنے والا اور اس کا مفسر ہے۔ اور موفق خوارزمی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے غدیر خم میں فرمایا۔ یہ علیؑ مولا ہے ہر ایک مومن اور مومنہ کا۔ اور فرمایا اے علیؑ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو عروۃ الوثقٰی ہے۔ وَاَنْتَ تُبَيِّنُ مَا اشْتَبَهَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدِيْ تو میرے بعد بیان کرنے والا ہے اس چیز کا جو ان پر مشتبہ ہو گی اور انہیں معلوم نہ ہو گی۔ اور دیلمی نے یہ روایت کی ہے۔ وَاَنْتَ تُبَيِّنُ لِاُمَّتِيْ مَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنْ بَعْدِيْ یعنی تو بیان کرے گا وہ تمام باتیں جن میں میری امت کے لوگ اختلاف رکھتے ہوں گے۔ اور علیؑ کے عالم قرآن ہونے اور صاحب علم موہبتی لدنی ہونے کے متعلق بہت سی آیات و روایات ہیں۔ جن کو باب متفرقات میں ہم ذکر کریں گے۔ یہاں اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔ کہ اہلبیتؑ نبیؐ میں ایک عالم ہمیشہ موجود ہے جس کے سینے میں علم قرآن ہے۔ قرآن اس کے ساتھ ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ہے۔ اور تا روز جزا یہ دونوں جدا نہ ہوں گے۔ دنیا میں قرآن اور اہلبیتؑ ساتھ ساتھ رہیں گے۔

تکملہ ان میں سے اکثر احادیث میں کتاب اللہ کی صفت میں یہ آیا ہے۔ کہ وہ ایک حبل ممدود ہے آسمان سے زمین تک۔ ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور ایک سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اور یہ قابل غور ہے۔ کیونکہ ظاہر میں قرآن ایسی رسی نہیں معلوم ہوتا جو ہم سے خدا تک برابر کھنچی ہوئی ہو۔ اور ایک سرا ہمارے ہاتھ میں ہو اور ایک خدا کے۔ حقیقت امر یہ ہے۔ کہ اس میں حقیقت اصلیہ کتاب کو بیان کیا گیا ہے بطور تعبیر و تمثیل۔ اس کی واقعیت ثابت کرنے کے لئے ہم ایک آیت پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یعنی اے ہمارے حبیبؐ اسی طرح سے ہم نے تجھ کو ایک روح اپنے عالم امر سے عطا کی ہے۔ تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔ لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے ہم جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ہدایت کرتے ہیں۔ اور اے حبیبؐ تم لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہو۔ اس آیۂ مبارکہ

سے ثابت ہؤا۔ کہ خدا نے اپنے حبیبؐ کو ایک روح خاص اپنے عالمِ امر سے عطا کی ہے۔ اور قبل اس
روح کے پیغمبرؐ کچھ نہیں جانتے تھے۔ اور حقیقت کتاب و ایمان نہ رکھتے تھے۔ اللہ نے اس روح کو نور
بنا کر عطا کیا۔ پس یہ کتاب جو موقوف علیہ اور مابہ النبوۃ ہے اس روح کے ساتھ ہے۔ نہیں بلکہ علم نور ہے
اور یہ روح نور۔ پس اصل کتاب وجودی یہی روح علمی نورانی ہے! اور وہی دراصل نبی ہے نہ جسم بشری
اور یہی وہ اوّل مخلوق الٰہی ہے۔ جو مادۂ نورانیہ جسمانیہ محمدی سے منسوب ہوئی اور منتقل کی گئی! اور یہ روح
نورانی علمی جو اصل کتاب او راصل نبی ہے چونکہ اوّل مخلوق و مصنوع ہے۔ اس لئے اس کے اور خدا کے
درمیان اور کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ یہی واسطہ مطلقہ ہے۔ اور اس روح کا مقام و مرتبہ دَنیٰ فتدلّٰی
فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ سے معلوم ہے۔ کہ ملائکہ مقربین کو بھی وہاں رسائی نہیں اور اسی کی
طرف اس آیۂ مجیدہ میں اشارہ ہے۔ رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ یُلۡقِی الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِہٖ
عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ لِیُنۡذِرَ یَوۡمَ التَّلَاقِ خدا درجات کا بلند کرنے والا صاحب عرش
علمی ہے۔ وہ اپنے عالمِ امر سے ایک روح خاص اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے القاء کرتا ہے
تاکہ وہ اسی روح کے ذریعہ سے روزِ قیامت سے ڈرائے“۔ پس یہ روح پیغمبرؐ بشیر و نذیر ہی سے
متعلق ہوتی ہے۔ اور اس سے وہ نذیر و بشیر ہوتا ہے۔ اور تعلق اس کا عرش الٰہی سے ہے۔ وہاں
سے اخذ کرتی ہے۔ اور صورتِ جسمانی بشری نبوی میں دنیا میں لوگوں کو فیض پہنچاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث
نور میں یہ مضمون آچکا ہے۔ اور ہم الباب سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں **پس** یہی نور حقیقت نبی اور
یہی نور اصل کتاب ہے۔ اور یہی وہ رسّی ہے۔ جس کا ایک سرا خدا سے ملا ہوا ہے اور ایک بصورت
جسمانی بشری نبی ہمارے پاس موجود ہے ؎

اُدھر معبود سے واصل اِدھر مخلوق سے شامل ۔ خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

(اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب **”کشف الاسرار“** سے دیکھنی چاہیئے)!

یہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ نور محمدؐ و آلؑ محمدؐ ایک ہی ہے۔ اور بہت سی احادیث میں اس کا بیان
موجود ہے۔ چنانچہ احادیث نور میں گزرا۔ اور کتاب المناقب میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا
میں نور خدا سے خلق ہؤا۔ اور میرے اہلبیت میرے نور سے مخلوق ہوئے۔ اور ابن مغازلی نے اپنی
کتاب مناقب میں اپنے رواۃ کے سلسلے سے سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے
فرمایا۔ میںؐ اور علیؑ ایک نور تھے۔ خدا کے سامنے اس کی تسبیح و تقدیس و تحمید کرتے تھے۔ وغیر ذالک
اور بعد آنحضرتؐ اس روح کا تعلق ان اہلبیتؑ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی اصل کتاب ہے۔ اور خدا

قرآن میں فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ذریتِ ابراہیمؑ میں نبوت وکتاب قرار دے دی ہے۔ مگر بعض آیۂ قرآن نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہو گئی اور کتاب تا قیامِ قیامت باقی ہے۔ اور صاحبان کتاب موجود ہیں! اور انہی کو آنحضرتؐ نے کتاب سے قرین اور اس کا تالی قرار دیا ہے۔ پس روح نورانی علمی جو اصل کتاب ہے بعد آنحضرتؐ انہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اور وہی حبل ممدود ہے۔ اور مطلب پیغمبرؐ کا یہ ہے۔ کہ میں اس حقیقتِ نوریہ کو ہمراہ نہیں لئے جاتا ہوں یہیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں۔ اور وہ میرے اہلبیتؑ کے ساتھ ہے۔ انہی سے تمسک رکھو۔ یہ حقیقتِ نوریہ ہمیشہ زمین سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہی وہ حقیقت ہے۔ جس کی وجہ سے زمین قائم ہے۔ اور یہی امان زمین و زماں ہے۔ اس سے دنیا کبھی خالی نہیں ہو سکتی اگر یہ حقیقت دُنیا سے بالکل اُٹھ جائے۔ اور قطع تعلق ہو جائے۔ تو زمین مع اہل زمین منخسف ہو جائے اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ چونکہ حقیقتِ کتاب اور روح نورانی نبوتی و امامتی متحد و ایک ہے۔ اور اس لئے ایک سے تمسک کرنا دونو سے تمسک کرنا ہے۔ اور تمسک بالکتاب کے یہ معنی ہیں۔ کہ علم کتاب اللہ اہلبیتؑ پیغمبرؐ ہی سے لو۔ اور انہی کی متابعت کرو۔ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ۔ یہ دونو کبھی جدا نہیں ہو سکتے۔ اہل حق وہی ہیں۔ جو اہل بیت نبوت سے محبت اور تمسک رکھتے ہیں ؛ یہ حقیقت نوریہ اصل کتاب ہے۔ اور یہ روح نورانی وجود جسمانی بشری نبوی میں ہے۔ اور قرآن اسی کتاب وجودی کی صورت مقروءۃ یعنی یہ حقیقت نوریہ علمیہ بعد قرأت آنہ پیغمبرؐ قرآن کہلاتی ہے۔ اسی واسطے خدا فرماتا ہے ﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ﴾ تحقیق کہ یہ قرآن کریم ہے کتاب مکنون کے اندر ؛ یہ حقیقتِ قرآن اور وہ نور علمی جس کی صورت مقروءۃ قرآن ہے وجود محمدی کے اندر ہے۔ اور چونکہ یہ نور علمی موہبۃً اہل بیتؑ پیغمبرؐ میں عطا ہوا ہے اور ان کے سینوں میں ہے جو مطہر ہیں اور اس حقیقتِ نوریہ سے وہ مس باطنی رکھتے ہیں۔ اور کوئی اس کو مس نہیں کر سکتا وہ نور انہی میں ہے۔ یہ اس کے ساتھ ہیں اور وہ ان کے ساتھ۔ فرمایا لا یمسہ الا المطہرون (اس حقیقتِ کتاب کو سوائے مطہرون اور کوئی مس نہیں کر سکتا) پس یہ علم اہل بیتؑ نبیؐ میں ہے جو مطہر ہیں۔ اور انہی سے علم قرآن لینے کا پیغمبرؐ نے حکم دیا ہے۔ اور احادیث کا یہی صریح مطلب ہے۔ اور اسی واسطے اس حقیقت طاہرہ نوریہ کی صورت مکتوبی اور اس کے نقوش و خطوط (کتابت) کو با طہارت وضو و غسل مس کرنا جائز نہیں ہے۔ پس نہیں ہیں مطہرین بہ تطہیر الٰہی مگر محمدؐ و آل محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء فافہم وتامل فیہ ولا تکن من الغافلین ؛

دلیل چہارم

حدیث خلیفتین علامہ طبرانی نے جامع الکبیر میں اپنے ثقہ رواۃ کے سلسلے سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الْخَلِیْفَتَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَاَھْلَ بَیْتِیْ وَاَنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ یعنی میں تم میں اپنے دو خلیفہ اور جانشین چھوڑے جاتا ہوں۔ جو کتاب خدا اور میرے اہلبیتؑ ہیں۔ اور یہ دونو ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تاآنکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں؛ اور بعض احادیث میں ہے۔ انی مخلف فیکم الخ" یعنی تم میں دو چیزوں کو خلیفہ بنائے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیتؑ کو انہی سے تمسک رکھو؛ اور اسی طرح کی بعض احادیث ہیں۔ جن میں آنحضرتؐ نے بجائے ثقلین خلیفتین فرمایا ہے۔ یا بجائے تارک مخلف فرمایا ہے۔ اور یہ حدیث مثل حدیث ثقلین بالصراحۃ دال ہے۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں۔ اور حضرتؐ کے بعد ان کی عترت ہی ان کی جانشین و خلیفہ ہے۔ ازواج حضرتؐ کی خلیفہ نہیں ہیں۔ اور نہ بنی ہاشم اور بنی مطلب خلیفہ رسولؐ ہیں۔ اور نہ کسی کی بابت حضرتؐ نے ایسا فرمایا ہے۔ اور ازواج کو تو حضرتؐ کا جانشین نہ کبھی کسی مسلمان نے کہا اور نہ کہہ سکتا ہے۔ اور وہ ہرگز لفظ خلیفہ کا مصداق و مورد نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے ان کو اہلبیتؑ نبیؐ ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اور ان میں کسی طرح شامل نہیں ہو سکتیں؛

دلیل پنجم

حدیث غدیر کتاب نوادر الاصول میں بسلسلہ رواۃ حذیفہ بن اسید غفاری رضؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول خداؐ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے۔ تو خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا۔ مجھ کو خداوند لطیف و خبیر نے خبر دی ہے۔ کہ کسی نبی کی عمر اپنے پہلے نبی کی نصف عمر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ قریب ہے کہ میں بلایا جاؤں اور جواب دوں۔ میں تم سے حوض کوثر پر ملوں گا۔ اور میں تم سے ثقلین کی بابت سوال کروں گا پس دھیان رکھو۔ کہ تم کس طرح میرے بعد ان سے پیش آتے ہو۔ ثقل اکبر کتاب اللہ ہے۔ جس کا ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک دست خدا میں۔ تم اس کو مضبوط پکڑے رہو۔ اور گمراہ نہ ہو۔ اور اس کو تبدیل نہ کرو۔ اور دوسرا ثقل میری عترت اہلبیتؑ ہے۔ یہ دونو ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تاآنکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں؛

مشکاۃ المصابیح میں براء بن عازب سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہو کر غدیر خم پر اُترے۔ اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا میں تم پر تمہاری جانوں سے زیادہ متصرف اور ان کا مالک نہیں ہوں؟ سب نے کہا۔ کیوں نہیں بیشک آپ اولے بالتصرف ہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا میں سب مومنین و مومنات پر ان کے نفسوں سے زیادہ متصرف نہیں ہوں؟ سب نے کہا۔ کیوں نہیں۔ ضرور ہیں۔ فرمایا۔ اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ بارالہٰا! جس کا میں مولے و والی ہوں۔ علیؑ اس کا مولے و والی ہے۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو اس کو دشمن رکھے۔ پس حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت علیؑ سے ملاقات کی۔ اور فرمایا۔ مبارک ہو آپ کو اے ابن ابی طالبؑ! آپ سب مومنین و مومنات کے مولے ہو گئے ۞

کتاب مودۃ القربیٰ میں جبیر ابن مطعم سے یہی مضمون مروی ہے۔ اور مشکاۃ المصابیح میں اسی مضمون کی ایک حدیث زید بن ارقم سے مروی ہے۔ اور اسی کو امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور احمد بن حنبل نے براء بن عازب سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے ۞

اور ابن المغازلی الشافعی نے زید بن ارقم سے یوں روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے غدیر جحفہ پر اُترے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ "اے لوگو! میں اپنی دو نو بڑی چیزوں کی بابت تم سے سوال کروں گا۔ کہ تم نے میرے بعد ان سے کیا سلوک کیا۔ ان میں سے بڑی کتاب اللہ ہے۔ جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور ایک تمہارے۔ پس اس سے تمسک رکھو اور گمراہ نہ ہو۔ اور دوسری میری عترت اہلبیتؑ۔ پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑا۔ اور ان کو اُونچا اُٹھایا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ تالہا ثلثا یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا دوست رکھ اُس کو جو اس کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اُس کو جو اس کو دشمن رکھے۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔" ابن المغازلی نے بریدہ سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

اور حافظ جمال الدین محمد بن یوسف مدنی نے دار السمطین میں زید بن ارقم سے حدیث غدیر خم کو روایت کیا ہے۔ اور ابن عقدہ نے کتاب الموالات میں حذیفہ ابن اسید غفاریؓ سے اسی حدیث ولاء کو روایت کیا ہے ۞

حافظ ابو نعیم نے کتاب الحلیہ میں ابو طفیل سے روایت کی ہے۔ کہ "حضرت علیؑ خطبہ پڑھتے کھڑے ہوئے۔ اور بعد حمد و ثناء الٰہی حاضرین سے فرمایا۔ میں خدا کی قسم دلاتا ہوں اُن لوگوں کو

جو غدیر خم میں موجود تھے کہ وہ کھڑے ہو جائیں۔ اور ایسا شخص کھڑا نہ ہو۔ جو یہ کہے کہ مجھے خبر دے گئی ہے یا خبر پہنچی ہے۔ بلکہ وہ کھڑا ہو۔ جس کے کانوں نے رسولؐ کے الفاظ سنے ہیں۔ اور اُن کو دل میں محفوظ و ضبط رکھا ہے۔ اس وقت سترہ صحابی کھڑے ہوئے۔ خزیمہ بن ثابت۔ سہل بن سعد۔ عدی بن حاتم عقبہ بن عامر۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو سعید خدری۔ ابو شریح خزاعی۔ ابو قدامہ انصاری۔ ابو یعلی انصاری ابو الہیثم بن النبہان اور چند آدمی قریش سے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ بیان کرو جو کچھ تم نے اس دن رسول خداؐ سے سنا ہے۔ سب نے کہا۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم رسول خداؐ کے ہمراہ حجۃ الوداع سے واپس آئے اور غدیر خم میں اُترے۔ حضرتؐ نے نماز جماعت کی ندا دی۔ اور سب نے نماز جماعت پڑھی۔ پھر حضرتؐ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لانے کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! تم کیا کہو گے۔ سب نے کہا ہم کہیں گے کہ آپؐ نے رسالت ادا کی۔ اور خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ پھر تین مرتبہ حضرتؐ نے فرمایا۔ خداوندا تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا۔ قریب ہے کہ مَیں خدا کی طرف بُلایا جاؤں۔ اور اس دعوت کو قبول کر دوں۔ اور مجھ سے باز پُرس ہو گی۔ اور تم سے بھی باز پُرس ہو گی۔ پھر فرمایا۔ اے لوگو! مَیں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیتؑ۔ اگر تم ان سے تمسک رکھو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ پس دھیان رکھنا۔ کہ تم کس طرح ان سے پیش آتے ہو۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ خدا نے مجھ کو اس کی خبر دے دی ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ میرا مولا و والی ہے۔ اور مَیں مولائے مومنین ہوں کیا تم نہیں جانتے ہو۔ کہ مَیں تمہارے نفسوں سے زیادہ تم پر حق تصرف رکھتا ہوں؟ سب نے کہا۔ کیوں نہیں۔ بیشک۔ تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔ پھر اے امیر المومنینؑ! تمہارا ہاتھ پکڑا اور اس کو بلند کیا۔ وَقَالَ مَنْ كُنْتُ مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا۔ اور مَیں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں" ابو طفیل اور حضرت علیؑ اور بہت سے حاضرین کے سامنے سترہ صحابیوں نے اس حدیث ولاء و حدیث غدیر کی تصدیق کی ہے۔ اور متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور کتاب الولایۃ میں محمد بن جریر الطبری نے یہ حدیث غدیر خم پچھتر طرق سے روایت کی ہے۔ اور محمد بن سعید بن عقدہ نے کتاب الموالات میں ایک سو پانچ طریق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ہم نے اس حدیث کو اس لئے ذکر کیا ہے۔ کہ اوّل تو اس حدیث سے حدیث ثقلین کی تصدیق ہوتی ہے۔ دوسرے اس میں اہلبیتؑ کی تشخیص کی گئی ہے۔ اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کے لوگوں کو دکھلایا گیا ہے۔ کہ اہل بیتؑ یہ لوگ ہیں۔ اور

میرے بعد تمہارا مولا اور میرا خلیفہ یہ ہے۔ اور اس لئے یہ ایک سو پانچ دلیلیں ہیں اس بات پر کہ اہل بیت کا مصداق یہی بزرگوار ہیں۔ اور آیۂ تطہیر انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ سوائے ان اہل بیت طاہرین دیگر بنی ہاشم یا بنی مطلب یا اور کوئی مدعی وغیر مدعی یا ازواج رسول ہرگز اہلبیتؑ کا مصداق نہیں ہیں۔ اور وہ ہرگز اہل البیتؑ میں داخل و شامل نہیں۔ ہرگز ان کی شان میں آیۂ تطہیر نازل نہیں ہوئی مطہرون و معصومون یہی نفوس قدسیہ ہیں۔ وھو المطلوب ؛

دلیل ششم

حدیث امان امام احمد بن حنبل نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَآءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ ذَهَبَ اَهْلُ السَّمَآءِ وَ اَهْلُ بَيْتِيْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ فَاِذَا ذَهَبَ اَهْلُ بَيْتِيْ ذَهَبَ اَهْلُ الْاَرْضِ

یعنی ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔ پس جب ستارے جاتے رہیں گے اہل آسمان بھی جاتے رہیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے۔ اور میرے اہل بیتؑ اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ پس جب میرے اہلبیتؑ زمین سے اٹھ جائیں گے اور ان میں سے کوئی نہ رہے گا۔ تو اہل زمین بھی نہ رہیں گے ؛ ابن احمد نے زیادات المسند میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے انس بن مالک سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ ستارے اہل آسمان کی امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ پس جب میرے اہل بیتؑ گئے۔ اہل ارض پر خدا کی وہ نشانیاں ظاہر ہونے لگیں گے۔ جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یعنی عذاب قیامت آ جائے گا۔ ابن حنبل فرماتے ہیں خدا نے زمین کو آنحضرتؐ کے واسطے اور حضرتؐ کی وجہ سے خلق کیا ہے۔ اور اس کا دوام و بقاء دوام و بقاء اہل بیتؑ و عترت نبیؐ کو قرار دیا۔ جب تک ان میں سے کسی ایک کا وجود زمین پر ہے۔ زمین باقی ہے۔ جب وہ اٹھیں گے زمین فناء ہو جائے گی۔ اور محدث موصوف نے بطریق ابو یزید مدینی روایت کیا ہے حضرت رسول خداؐ نے حضرت علیؑ اور عقد فاطمہؑ کے وقت جو خطبہ پڑھا۔ اس کے آخر میں فرمایا۔ خدا تم دونوں کی پراگندگی کو جمع کرے۔ اور تمہارا نصیب اعلےٰ کرے اور نسل کو بڑھائے اور پاک بنائے۔ اور تمہاری نسل کو مفاتیح رحمت۔ معاون حکمت اور امن امت قرار دے۔ تمہارے لئے برکت دے اور تم میں برکت دے۔ اور تمہارے اوپر برکت نازل کرے اور تمہیں سعید رکھے۔ اور تم سے بہت سے طیب و طاہر پیدا کرے۔ بارالٰہا! میں ان دونوں سے ہوں اور یہ مجھ سے ہیں۔ بارالٰہا جس طرح تو نے مجھے پاک و پاکیزہ

رکھا ہے۔ ان کو بھی اور ان کی نسل کو بھی رجس سے پاک وطاہر رکھ۔ صاحب صواعق نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور چند شخصوں سے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے جابر۔ ابن عباس۔ ابوموسیٰ الاشعری سے اور حموینی نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ "اے پیغمبر جب تک تو ان میں ہے۔ خدا ان پر عذاب نازل نہیں کر سکتا" پس پیغمبر اہل زمین کے لئے امان تھے اور ان کے بعد اسی طرح ان کے اہلبیت اہل زمین کے لئے امن و امان ہیں۔ اور اس لئے کسی وقت میں زمین امام اہلبیت سے خالی نہیں رہ سکتی۔ پس اہل بیت نبی کا وجود دنیا میں ہر وقت اور ہر زمانے میں ضروری ہے۔ کبھی دنیا ان سے خالی نہیں ہوتی۔ اور وہی امان زمین ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ اہل بیت سے مراد ازواج نبی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ ورنہ لازم آئے گا اور ماننا پڑے گا۔ کہ دنیا ختم ہو چکی اہل زمین فنا ہو چکے۔ قیامت ہو چکی اور وعدۂ عذاب آ چکا کیونکہ ازواج نبی میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں ہے۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ نبی کی بعض بیویاں ابھی زندہ ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی رسول کی بیوی دنیا میں موجود رہتی ہے۔ اور وہی امان زمین و زمان ہے۔ حالانکہ یہ دونوں خیال باطل محض و قطعاً محال ہیں۔ لہٰذا یہ بھی محال ہے کہ اہلبیت سے مراد ازواج نبی ہوں۔ اہلبیت محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ اور ان میں سے ایک فرد ہمیشہ موجود رہتا ہے اور اب بھی موجود ہے۔ عجل اللہ فرجہ۔

دلیل ہفتم

حدیث جحت کتاب المناقب میں حسن المثنیٰ سے روایت ہے۔ کہ حضرت حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے فرمایا۔ کہ ایک دن میرے جد بزرگوارؐ نے اپنے خطبے میں بعد حمد و ثناء فرمایا۔ ایہا الناس میں عنقریب بلایا جاؤں گا۔ اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور اہل بیتؑ جو میری عترت ہیں۔ اگر ان سے تمسک رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور یہ دو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ پس ان سے علم حاصل کرو۔ اور ان کو نہ پڑھاؤ۔ کہ یہ تم سے بہت زیادہ پڑھے ہوئے ہیں۔ اور زمین ان سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ اور ان سے خالی ہو۔ تو مع اپنے رہنے والوں کے نیست و نابود ہو جائے"۔ پھر فرمایا "بارالٰہا! بیشک تو زمین کو کبھی اپنی حجت (نبی یا امام) سے خالی نہیں رکھے گا۔ تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو جائے اور تیرے دوست بھٹک نہ جائیں۔ بعد اس کے کہ تو نے ان کی ہدایت کی ہے۔ کیوں کہ وہ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ اور تیرے نزدیک قدر و منزلت میں زیادہ ہیں۔ اور میں نے دعا کی۔ کہ خدا علم و حکمت کو

میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور نسل اور نسل کی نسل میں روز قیامت تک باقی رکھے۔ پس میری یہ دُعا قبول کی گئی۔

یہ حدیث بھی چند طریق سے مروی ہے۔ اور اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ زمین اہل بیتؑ سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ اور وہی زمین میں خلق خدا پر خدا کی حجتؑ ہیں۔ اگر زمین ان سے خالی ہو جائے۔ تو اوپر رہنے والوں سمیت نیست و نابود ہو جائے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اہلبیتؑ سے وارث نبیؐ اور اوصیاء رسولؐ ائمہ اہلبیتؑ مراد ہیں جو حجج اللہ ہیں۔ ازواج اہل البیت کا مصداق نہیں ہیں کیونکہ زمین ان سے مدت سے خالی ہے۔ اور وہ باوجود ان سے خالی ہونے کے نیست و نابود نہیں ہوئی۔ ویسی ہی موجود ہے۔ اور عورت حجۃ اللہ نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اہل بیت علیہم السلام کا مصداق ازواج نبیؐ ہرگز نہیں ہیں۔ وھوالمقصود۔

دلیل ہشتم

وجودِ صادقین قال اللہ تبارک و تعالیٰ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ۔ اے ایمان والو خدا سے ڈرو۔ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" موفق بن احمد خوارزمی نے بحوالہ ابو صالح ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ صادقین اس آیت میں محمدؐ و اہلبیتؑ محمدؐ ہیں۔ اور ابوایوب انصاری سے احمد بن حنبل اور ابو نعیم اور ابن المغازلی اور موفق خوارزمی نے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ صدیق تین ہوئے ہیں۔ حبیب نجارؓ حزقیل مومن آل فرعون۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اور وہ ان سے افضل ہے اور حموینی نے ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے سُنا۔ کہ رسول خداؐ علیؑ سے فرماتے تھے کہ اے علیؑ تم ہی سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرو گے۔ اور تم ہی صدیق اکبر ہو۔ اور تم ہی حق و باطل میں فرق کرنے والے فاروق ہو۔ اور یعسوب المسلمین ہو۔ اور مال یعسوب الکا فرین ہے۔ اور ابن ماجہ۔ احمد۔ ابو نعیم۔ ثعلبی۔ اور حموینی نے عباد بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ کہ علیؑ نے فرمایا۔ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُوْلُھَا بَعْدِیْ اِلَّا الْکَذَّابُ وَلَقَدْ صَلَّیْتُ قَبْلَ النَّاسِ سَبْعَ سِنِیْنَ۔" میں بندۂ خدا اور برادر رسولؐ اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد کوئی صدیق اکبر ہونے کا دعوےٰ نہیں کرے گا مگر جھوٹا۔ اور میں نے تمام لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے۔ یعنی اس وقت پیغمبرؐ کی تصدیق کی اور ساتھ دیا۔ جبکہ کوئی مسلمان نہ ہوا تھا۔" خدا فرماتا ہے

صادق وہ ہیں۔ جو سچ لائیں اور جو سچ کی تصدیق کریں۔ اور ان صادقین کی تشخیص میں فرمایا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا مومنین میں سے کچھ مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو پورا کیا جو خدا سے کیا تھا۔ بعض ان میں سے شہید ہو چکے اور بعض منتظر شہادت ہیں۔ اور انہوں نے کسی امر میں تبدیلی نہیں کی ؛

پس ان احادیث میں صادقین کی تفسیر اہلبیتؑ سے کی گئی ہے۔ اور وہ کچھ مرد ہیں۔ جن میں سے بعض شہید ہو چکے اور بعض منتظر ہیں۔ اور ایک فرد صادقین صدیق اکبر علیؑ ہے۔ لہٰذا ان آیات و احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ کا لفظ انہی مخصوصین معصومین کے لئے بولا گیا ہے۔ ازواج ہرگز اہل بیتؑ میں داخل نہیں ہیں ؛

دلیل نہم

حدیث نور احادیث نور جو مذکور ہو چکیں۔ ان میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ اہل بیتؑ نبیؐ وہ ہیں۔ جو نور نبیؐ سے خلق ہوئے ہیں۔ اور وہ ایک نور ہیں اور ایک ہی اصل و ایک ہی عترت اور ایک ہی شجرہ طیبہ ہیں۔ اور ازواج نبیؐ نور نبیؐ سے خلق نہیں ہوئیں۔ اور وہ اصل و عترت و شجرۂ نوریہ سے نہیں ہیں۔ لہٰذا ازواج نبیؐ لفظ اہل بیتؑ کا مصداق نہیں ہو سکتیں اہل بیتؑ نبیؐ کے اجزاء نوریہ ہیں ؛

دلیل دہم

حدیث سفینہ مشکاۃ المصابیح میں ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے۔ کہ رسولؐ خدا نے باب کعبہ کو پکڑ کر فرمایا۔ اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ یعنی میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے جو ان کے ساتھ ہو لیا نجات پا گیا۔ اور جو ان سے ہٹ رہا ہلاک ہو گیا" اسی حدیث کو احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔ اور جمع الفوائد میں ابن زبیر سے یہ روایت ہے۔ اور ابو طفیل نے ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے در خانہ کعبہ پکڑ کر فرمایا۔ میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی سی ہے۔ جو ان کے ساتھ ہو گیا۔ نجات پا گیا۔ اور جو ان سے ہٹ رہا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور میرے اہل بیت علیہم السلام کی

مثال تم میں ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں بابِ[1] حطہ۔ جو اس میں داخل ہوا۔ بخشا گیا" طبرانی نے کتاب الاوسط اور ابو یعلیٰ نے جامع الصغیر میں اور احمد نے اپنی مسند میں اس کو روایت کیا ہے۔ اور حموینی نے ابو سعید خدری سے اسی حدیث باب حطہ کو روایت کیا ہے۔ اور متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور مشہور و معروف ہے۔ اس سے دو طرح پر اہل بیتؑ کی تشخیص پر استدلال کیا جا سکتا ہے اوّل اس لئے کہ اس میں اہلبیتؑ کی متابعت کا تمثیلاً حکم دیا ہے۔ کہ جس نے ان کی متابعت کی اور ان کے ساتھ ہو گیا۔ وہ ناجی ہے۔ اور مسلم ہے۔ کہ پیشوا عورت نہیں ہو سکتی۔ اور عورت کی متابعت واجب نہیں کی گئی۔ لہذا ازواج نبیؐ اہلبیت نہیں ہو سکتیں۔ دوسرے چونکہ متابعت حکم عام ہے اُس وقت کے مسلمانوں اور اس وقت کے مسلمانوں سب کے لئے۔ پس اگر بفرض محال ازواج نبی امام بھی ہوں۔ تو اس وقت کے مسلمان ان سے محروم ہیں۔ اور ان کی کشتئ ایمان مُطاع موجود نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کی غرق ہو چکی۔ لہذا یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق جو سفینۂ نجات ہیں ازواج نبی نہیں ہیں۔ اور کوئی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور نہ سوائے اوصیاء رسولؐ اور کوئی ہو سکتا ہے۔ الغرض علیؑ از آل نبیؐ اولاد فاطمہؑ و علیؑ اہل بیتؑ نبوت و رسالت ہیں۔

اس کی توضیح حدیث ذیل سے اور زیادہ ہوتی ہے۔ حموینی نے سعید بن جبیرؓ سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ "رسول خداؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ میں شہر حکمت ہوں اور تو اس کا دروازہ ہے۔ اور نہیں آیا جا سکتا شہر میں مگر دروازے ہی سے۔ اور وہ جھوٹا ہے جو گمان کرتا ہے۔ کہ وہ مجھ تک پہنچ جائے گا در آنحالیکہ تجھ کو دشمن رکھتا ہے۔ کیونکہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تیرا گوشت پوست میرا گوشت پوست ہے اور تیرا خون میرا خون ہے۔ تیری روح میری روح ہے۔ تیرا ظاہر میرا ظاہر۔ تیرا باطن میرا باطن۔ **تو ہی میری امت کا امامؑ ہے اور میرا وصیؑ ہے** سعید ہے وہ جس نے تیری اطاعت کی۔ اور بدبخت ہے وہ جس نے تیری نافرمانی کی۔ جس نے تجھے دوست رکھا فائدہ اُٹھایا۔ اور جس نے تجھ سے عداوت کی خسارے میں رہا۔ جس نے تجھ کو پکڑ لیا نجات پا گیا۔ اور جس نے تجھے چھوڑ دیا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور تیری اور تیری اولاد کے اماموں کی مثال سفینۂ نوحؑ کی سی ہے۔

[1] خدا بنی اسرائیل سے فرماتا ہے۔ وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم وسنزید المحسنین۔ داخل ہو جاؤ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور زبان سے حطۃ بخشش کہتے جاؤ۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ اور نکوکاروں کے درجے اور بڑھا دیں گے۔" یہی باب حطہ بنی اسرائیل ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا۔ نجات پا گیا اور بخشا گیا۔ امت محمدی میں باب حطہ یعنی دروازۂ بخشش و نجات اہل بیتؑ نبیؐ ابواب علوم محمدی ہیں۔

جو تمہارے ساتھ ہو گیا نجات پائی۔ اور جو تم سے ہٹ رہا اور الگ ہو گیا ہلاک ہو گیا۔ اور تمہاری مثال ستاروں کی سی ہے۔ جس وقت ایک ستارہ غائب ہو گیا دوسرا نکل آیا۔ روز قیامت تک یہی سلسلہ ہے۔" اس سے صاف توضیح ہو گئی۔ کہ سفینۂ نوحؑ جو اہلبیتؑ نبیؐ ہیں۔ وہ علیؑ و اولاد علیؑ ائمہ معصومین ہیں۔ ان سے کبھی دُنیا خالی نہیں رہتی۔ ایک گیا تو دوسرا موجود ہے تا روز قیامت۔ ازواج نبیؐ وغیرہا اہلبیتؑ کا مصداق اور سفینۂ نجات اور ائمۂ امت ہرگز نہیں ہیں۔

مزید توضیح حافظ ابو نعیم اور عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ" رسول خدا نے فرمایا۔ جس کو یہ بات پسند اور محبوب ہے۔ کہ وہ میری زندگی بسر کرے اور میری موت مرے اور جنّاتِ عدن میں سکونت پائے۔ پس چاہیئے کہ وہ علیؑ کو دوست رکھے! اور اس کی اولاد کے اماموں کی اقتدار کرے۔ کیونکہ وہی میری عترت ہیں جو میری ہی طینت سے خلق ہوئے ہیں۔ اور جن کو فہم و علم عطا کیا گیا ہے۔ بُرا ہو اُن لوگوں کا جو ان کی فضیلت کے منکر اور مکذب ہیں۔ اور ان کے باب میں مجھ سے قطع رحم کرتے ہیں۔ ان کو ہرگز میری شفاعت نہ پہنچے گی۔ حدیث کسا اور حدیثِ ثقلین اور حدیثِ ولایت میں پیغمبرؐ نے اپنی عترت کو اہلبیتؑ کہا ہے۔ اور اس حدیث اور اسی مضمون کی دیگر احادیث میں صاف اور صریح الفاظ میں عترت کی تفسیر علیؑ اور اولاد علیؑ کے حضرات ائمۂ اثنا عشرؑ سے کی ہے۔ جو صاف اور صریح دلیل ہے اس بات کی۔ کہ اہل بیتؑ نبوت کا مصداق چہاردہ معصومینؑ اور اہل بیتؑ نبیؐ کا مورد ائمۂ اثنا عشرؑ علیؑ اور اولاد علیؑ ہیں۔ ازواج نبیؐ اہل بیتؑ کا مصداق ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ اور نہ وہ آلِ محمدؐ میں داخل ہیں۔ وھو المطلوب۔

دلیل یازدہم

ولایت امر سلیم ابن قیس ہلالی سے روایت ہے۔ کہ" ایک روز ایک طویل خطبے کے ضمن میں مومن اور کافر کی تعریف کرتے ہوئے حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ ادنیٰ وہ چیز جس سے آدمی گمراہ کہلاتا ہے یہ ہے۔ کہ انسان حجۃ اللہ اور اس شہید کو نہ پہچانے جس کو خدا نے اپنے بندوں پر شہید قرار دیا ہے۔ جس کی اطاعت کا خدا نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ اور جس کی ولایت واجب کی ہے۔ میں نے (سلیم نے) کہا۔ یا امیر المومنینؑ! بیان کیجئے۔ کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا۔ وہ لوگ جن کو خدا نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ ملایا ہے اور فرمایا ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ "اے ایمان والو! اطاعت کرو خدا کی اور

اطاعت کرو اس کے رسولؐ کی اور اولے الامرؑ کی۔ مَیں نے عرض کیا۔ مَیں آپ پر فدا ہوں۔ فداواضح بیان کیجئے۔ فرمایا۔ وہ وہ لوگ ہیں۔ جن کی بابت چند موقعوں پر اپنی زندگی کے آخری خطبے میں فرمایا۔ کہ مَیں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر ان سے تمسک رکھو گے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیتؑ۔ خدا نے مجھ سے عہد کیا ہوا ہے۔ کہ وہ دونو ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے تاآنکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ اور دونو کلمے کی انگلیاں ملا کر فرمایا۔ اس طرح پھر کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا۔ کہ اس طرح نہیں کہتا ہوں۔ پس انہی سے تمسک رکھو۔ اور ان سے نہ بڑھو۔ اور ان پر مقدم نہ ہو۔ گمراہ ہو جاؤ گے ؛ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ پیغمبرؐ وہ ہیں۔ جو حجۃ اللہ۔ شہید علے الخلق اور اولے الامرؑ ہیں۔ اور جن کی اطاعت مثل اطاعت رسولؐ واجب ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ حورت حجۃ اللہ۔ شہید علے الخلق اور اولے الامر صاحب اطاعت نہیں ہوتی۔ اور نہ ائمہؑ آل نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و اولاد علی و بتولؑ علیہم السّلام کے سوا کسی اور کے لئے امامت و ولایت و خلافت الٰہیہ ثابت ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق یہی معصومین ہیں نہ ازواج نبی وغیرہا؛

اور سلمان فارسیؓ سے کتاب المناقب میں مروی ہے۔ کہ جب سورۂ حج کی یہ آیت نازل ہوئی

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ ....

.... لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ مَیں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ کون لوگ ہیں۔ جن پر آپ شہید ہیں۔ اور وہ باقی سب لوگوں پر شہید ہیں۔ جن کو خدا نے چنا ہے اور مجتبےٰ بنایا ہے۔ اور ان پر دین میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہ ان کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ملت ہے۔ فرمایا۔ خدا نے ان سے تیرہ مرد مراد لئے ہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ ان کو بیان فرمایئے۔ فرمایا۔ مَیں اور علی علیہ السّلام اور میری اولاد کے گیارہ امام علیہم الصلوٰۃ والسّلام ؛ اس حدیث میں شہید کی تشخیص بھی کر دی گئی۔ اور اسی طرح اولے الامرؑ کی تفسیر ہیں۔ کتاب المناقب و تفسیر مجاہد وغیرہ میں بہت سی احادیث ہیں۔ جن کو اولے الامرؑ کی خاص تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے۔ پس اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسّلام جو شہداؑ اور اولے الامرؑ ہیں یہی بزرگوار ہیں۔ ان کے سوا دیگر حضرات و افراد امت کی یہ صفت نہیں ہے۔ اور نبیؐ کی بیویاں ہرگز اہل بیتؑ کا مصداق نہیں ہیں (وھو ما نحن فیہ)؛

دلیلِ دوازدہم

حدیث سدِ ابواب

موفق خوارزمی نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایامِ سقیفہ و اختلافِ مسئلہ خلافت کے موقع پر مہاجرین و انصار کے سامنے اور بہت سے فضائل کے ضمن میں فرمایا "میں تم کو خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں۔ تم بتلاؤ کیا تم جانتے ہو۔ کہ رسولِ خدا نے مسجد کے سب دروازے بند کرائے سوائے میرے دروازے کے اور سوائے میرے تم میں سے کوئی مسجد میں بحالت جنابت داخل نہیں ہو سکتا" سب نے کہا "ہاں"۔

صحیح بخاری اور مسلم میں مروی ہے۔ کہ رسولِ خدا نے فرمایا۔ کہ "کسی کو مناسب اور جائز نہیں ہے کہ مسجد میں جنب ہو۔ مگر میں اور علی"۔ اور سد الابوابِ مسجد کی بہت سی روایات ہیں۔ کہ مسجد نبوی سے سب کے دروازے بند کر دئے گئے۔ صرف علی کا دروازہ کھلا رہا۔ کہ مشکاۃ۔ کنوز الدقائق۔ مسند احمد بن حنبل ترمذی۔ بخاری و مسلم وغیرہ وغیرہ میں مروی ہے۔

تمام اہلِ اسلام جانتے ہیں کہ مساجد میں جو خانۂ خدا اور طیب و طاہر مقام ہیں بحالتِ جنب کسی کو قیام کرنا جائز نہیں ہے۔ اور مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں بحالتِ جنابت گزرنا بھی جائز نہیں ہے۔ مگر ان احادیث سے ثابت ہے۔ کہ رسول اور علی و اولادِ علی اس حکم سے مستثنٰی ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ مطہر من اللہ معصومین و مقدسین ہیں۔ جو جنابت سے نجس نہیں ہوتے۔ یہ پاک ہی رہتے ہیں۔ اور اس لئے ان پر وہ حکم جاری نہیں ہوتے۔ جو اور مجنبین پر ہوتے ہیں۔ اور یہی مطلب ہے ان احادیث کا جن کو شروع مضمون میں ذکر کر آئے ہیں۔ کہ یہ لوگ جنب نہیں ہوتے یعنی نجس نہیں ہوتے۔ اور حکمِ جنابت ان پر جاری نہیں ہوتا۔ ان کو قیام بھی جائز گزرنا بھی جائز بلکہ وہیں جنب ہونا بھی جائز۔ اور ہوتے تھے مسجد ہی میں رہتے تھے۔ اور نا ممکن ہے کہ خدا مقامِ طیب و طاہر میں بحالتِ نجاست و پلیدی و جنابت قیام کا حکم دے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ یہ نفوسِ طیبہ دراصل طاہر و مطہر ہی ہوتے ہیں۔ یہ دراصل نجس ہوتے ہی نہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کو حکم ہے کہ اس مقامِ طیب و طاہر و خانۂ خدا میں ہر حال میں آئیں جائیں۔ قیام کریں۔ اور یہی وہ نفوسِ مقدسہ ہیں۔ جن کو خدا نے ہر ایک قسم کی پلیدی سے خواہ جنابت کی ہو یا غیر جنابت کی ظاہری ہو یا باطنی سب سے طاہر و مطہر بنا دیا ہے۔ اور یہی لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا کا مصداق اہل بیتِ نبوت و رسالت ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر جناب حسن بن علی بن ابی طالب نے اسی سے اپنی تطہیر پر استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ

تفسیر برہان و نیز ینابیع المودۃ میں مروی و منقول ہے۔ پس یہی طاہر و مطہر اور آیہ تطہیر کے مصداقِ مورد اہل بیتؑ نبیؐ ہیں۔ ایضاً مسند احمد میں نسیم سے روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ کو فرماتے سنا "خداوندا میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰؑ نے کہا تھا۔ بار الٰہا میرے اہل میں سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا۔ اور میری کمر اس سے مضبوط کر۔ اور اس کو میرے امر میں شریک کر تاکہ ہم تیری خوب تسبیح کریں اور تیرا خوب ذکر کریں۔" اور ابن عباس و ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ نے مسجد کے پاس فرمایا۔ کہ خدا نے اپنے نبی موسیٰؑ کو وحی کی۔ کہ "ایک مسجد طاہر بناؤ۔ اور اس میں سوائے تمہارے اور ہارونؑ کے کوئی نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کی ہے۔ میں ایک مسجد طاہر و مطہر بناؤں۔ جس میں سوائے میرے اور میرے بھائی علیؑ کے کوئی نہ رہے۔" پس مطہر یہی نفوس ہیں۔

دلیلِ سیزدہم

حدیثِ صدقات جمع الفوائد میں ابن ربیعہؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اِنَّ ھٰذِہِ الصَّدَقَاتُ اِنَّمَا ھِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَ اِنَّمَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ یعنی یہ صدقات لوگوں کے ہاتھوں کے میل کچیل ہیں۔ اور یہ محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے حلال نہیں ہیں۔" مسلم۔ ابوداؤد۔ بخاری اور نسائی نے اس حدیث کو درج کیا ہے۔ اور مشکوٰۃ المصابیح میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت حسنؑ بن علیؑ نے صدقے کے چھواروں میں سے ایک چھوارا اُٹھالیا۔ تو رسول خداؐ نے فرمایا۔ کِخ۔ کِخ۔ تاکہ اس کو پھینک دیں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے ہو۔ کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔ متفق علیہ حدیث ہے۔ اور علامہ طبرانی نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لَا اُحِلُّ لَکُمْ اَھْلَ بَیْتٍ مِنَ الصَّدَقَاتِ شَیْئًا وَّلَا غُسَالَۃَ الْاَیْدِیْ اِنَّ لَکُمْ فِیْ خُمُسِ الْخُمُسِ مَا یَکْفِیْکُمْ یعنی تم اہلبیتؑ کے لئے کوئی صدقہ حلال نہیں کیا گیا ہے۔ اور نہ لوگوں کے ہاتھوں کا دھوون۔ تمہارے لئے خمس کا پانچواں حصہ کافی ہے۔" اور جواہر العقدین میں ہے۔ کہ "صدقات مفروضہ ہم پر حرام ہیں۔" اور بخاری اور ابوداؤد نے اسید بن مالک سے اسی امام حسنؑ والی حدیث تمرہ کو ذکر کیا ہے۔ اور نسائی میں جبیر بن مطعم رضؓ سے مروی ہے۔ کہ جب حضرت رسولؐ نے بنی ہاشم کو خمس دیا۔ تو لوگوں نے کچھ شبہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ ہم پر صدقہ حرام ہے۔ اور اس لئے خمس ہمارے لئے ہے۔ اور صاحب ینابیع المودۃ نے جناب امیرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہے۔

ان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ مطہر ہیں ہر ایک دنس و وسخ و میل کچیل سے۔ پس جب ان کو پاک کر دیا۔ اور ان کو مصطفےٰ بنایا۔ تو ان کے لئے وہی چیز پسند کی ہے جو اپنے لئے کی۔ وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِن شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی۔ جاننا چاہئیے کہ جو چیز تمہارے ہاتھ آئے۔ پس خدا۔ اور اس کے رسولؐ اور رسولؐ کے اہل القرابتؑ کو اس کا خمس دو۔ اور جواہر العقدین میں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اہل بیتؑ نبیؐ کو رسولؐ کے ساتھ بہت سی چیزوں میں شریک کیا ہے۔ اور فخر الدین الرازی نے پانچ چیزیں ان میں سے یہ شمار کی ہیں۔ اوّل سلام۔ کہ اپنے پیغمبرؐ کے لئے فرمایا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور اس کے اہل بیتؑ کے لئے فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یٰسِیْن دوسرے تشہد میں درود محمدؐ و آلِ محمدؐ دونوں پر واجب ہے۔ اور بلا اس کے حضرتؐ پر درود ناقص ہے۔ تیسرے طہارت۔ کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کے لئے فرمایا۔ طٰهٰ (اے طاہر) مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ لِتَشْقٰی "اے طاہر ہم نے تجھ پر کتاب اس لئے نازل نہیں کی ہے کہ تو تکلیف اُٹھائے" اور اہل بیتؑ پیغمبرؐ کے حق میں فرمایا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا چوتھے تحریم صدقہ۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا "نہیں حلال ہے صدقہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر" پانچویں اپنے پیغمبرؐ کی بابت فرمایا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ "اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو۔ تو میرا اتباع کرو۔ خدا تمہیں محبوب بنا لے گا" اور اہل بیتؑ نبیؐ کے لئے فرمایا۔ قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی "اے پیغمبرؐ کہہ دو۔ کہ میں تم سے کوئی اجرِ رسالت نہیں چاہتا مگر یہی کہ میرے ذوی القربےٰ اہل بیتؑ سے مودّت رکھو"

اِن احادیث و آیات سے ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ کو اوساخ صدقات سے پاک و پاکیزہ رکھا گیا ہے اور طاہر و مطہر بنایا گیا ہے۔ اور وہ اہل بیتؑ جن پر صدقہ حرام ہے۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ جو ذوے القربےٰ پیغمبرؐ ہیں۔ اور جن کی مودّت و محبت واجب ہے۔ اور جن کا حق خمس ہے۔ لہذا طاہر و مطہر یہی ہیں۔ اور تطہیر انہی کی شان ہے۔ اور آیۂ تطہیر انہی اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ازواج نبیؐ کو اس میں کوئی مدخلیت و شرکت نہیں۔ صاحب کتاب البیان والتبیین یعنی ابو عثمان عمر بن بحر الجاحظ البصری السُّنی المعتزلی فرماتے ہیں "تعصب نے لوگوں کی عقلوں کو کھو دیا ہے اور اخلاق خراب کر دئے ہیں۔ اور خواہ مخواہ تفضیلتِ اہل بیتؑ میں تنازع کرتے ہیں۔ اگر خدا بنی ہاشم کو تمام لوگوں کے مساوی بناتا۔ تو ان کو خمس میں حصہ ذوی القربےٰ سے مخصوص نہ فرماتا۔ اور نہ فرماتا کہ اپنے قریب ترین کنبے اور مخلص خاندان کو ہدایت کر۔ اور اگر ان کو خدا اور لوگوں کے مساوی

بناتا۔ تو ان پر صدقہ حرام نہ کرتا۔ وَمَا هٰذَا التَّحْرِيْمُ اِلَّا بِكَرَامَتِهِمْ عَلَى اللّٰهِ لِطَهَارَتِهِمْ نہیں ہے یہ تحریم صدقات مگر ان کی طہارت اور عنداللہ ان کی کرامت کی وجہ سے۔ اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ نَحْنُ اَهْلُ الْبَيْتِ لَا يُقَاسُ بِنَا اَحَدٌ۔ ہم اہل بیتؑ کے ساتھ کسی دوسرے کا قیاس نہیں کیا جا سکتا"۔ پس طاہر و مطہر اور آیہ تطہیر کا مصداق اہل بیت محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں۔ نہ ازواج نبیؐ۔

دلیل چہاردہم

طہارت مولد

ہم نور محمدیؐ اور ولادت پیغمبرؐ کے ذکر میں احادیث و روایات درج کر چکے ہیں۔ آنحضرتؐ کے آباؤ اجداد تا حضرت آدمؑ طیب و طاہر و مسلمان و موحد بلکہ نبی یا وصی نبی تھے۔ اور کہیں حضرت نجاست کفر و شرک و جاہلیت سے ملوث نہیں ہوئے۔ ہمیشہ اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں کسی رسم جاہلیت سے آلودہ نہیں ہوئے۔ اور اس صفت میں محمدؐ و اہل بیتؑ جن کا نور ایک ہی ہے سب مساوی ہیں۔ اور یہ شرافت صرف نبیؐ اور اہل بیتؑ نبیؐ ہی کے لئے ہے۔ كَمَا قَالَ وَهٰكَذَا اِنْتَقَلَ اللّٰهُ نُوْرِيْ مِنْ طَيِّبٍ اِلٰى طَيِّبٍ مِنْ طَاهِرٍ اِلٰى طَاهِرٍ اِلٰى اَنْ اَوْصَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى صُلْبِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَمِنْهُ اَوْصَلَهُ اِلٰى اُمِّيْ اٰمِنَةَ ..... اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَهْبَطَنِيَ اللّٰهُ اِلَى الْاَرْضِ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ وَجَعَلَنِيْ فِيْ صُلْبِ نُوْحٍ فِي السَّفِيْنَةِ وَقَذَفَ بِيْ فِيْ صُلْبِ اِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْكَرِيْمَةِ اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰى اَخْرَجَنِيْ مِنْ بَيْنِ اَبَوَيَّ لَمْ يَلْتَقِيَا عَلٰى سِفَاحٍ قَطُّ۔ یعنی خدا نے پشت آدمؑ میں مجھے زمین پر اتارا۔ اور پشت نوحؑ میں کشتی پر سوار کیا۔ اور صلب ابراہیمؑ میں مجھ کو آتش نمرود میں پھینکا۔ اور برابر خدا مجھے اسی طرح اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھ کو میرے والدین سے نکالا۔ جو کبھی زنا سے اکٹھے نہیں ہوئے"۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ نور نبیؐ اور اہل بیتؑ نبیؐ ایک ہی ہے۔ اور یہ نور صلب عبدالمطلب میں علیحدہ علیحدہ ہوا ہے۔ اس لئے اس طہارت میں وہ سب مساوی ہیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (تمہارے پاس رسولؐ تمہارے نفیس ترین نفوس میں سے آیا ہے) فرماتے ہیں۔ کہ

پیغمبرؐ از روئے حسب و نسب و صہر نفیس ہے لَمْ یَلْتَقِ فِیْ اٰبَائِیْ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ سِفَاحٌ کُلُّنَا بِنِکَاحٍ۔ ہمارے آباء و اجداد میں آدمؑ سے تا ایں دم کوئی زناء سے پیدا نہیں ہوا۔ ہم سب کے سب نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ کلبی نے لکھا ہے۔ کہ میں نے نبی کی پانچ سو مائیں گنیں۔ جن میں سے کوئی زنا کی اولاد اور معاذ اللہ زانیہ نہیں ہے۔ اور ان میں کوئی وہ بری رسم نہیں پائی۔ جو اہل جاہلیت میں پائی جاتی تھی۔ اور جمع الفوائد میں ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ خَرَجْتُ مِنْ نِکَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ اِلٰی اَنْ وَلَدَنِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ اَیْضًا مَا وَلَدَنِیْ مِنْ سِفَاحِ الْجَاھِلِیَّۃِ شَیْئٌ مَا وَلَدَنِیْ اِلَّا نِکَاحٌ کَنِکَاحِ الْاِسْلَامِ ۔۔۔ یعنی میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ اور آدمؑ سے لے کر تا ایں کہ میری ماں نے مجھے جنا کبھی رحم زانیہ سے نہیں نکلا۔ اور زناء سے پیدا نہیں ہوا۔ تا آدم تمام اصلاب و ارحام طیب و طاہر ہیں۔ اور زمانہ جاہلیت کے زناء نے مجھے کہیں نہیں جنا۔ میرے تمام آباؤ اجداد تا حضرت آدمؑ اسلام کی طرح نکاح صحیح ہی سے پیدا ہوئے ہیں ٭

پس یہ احادیث بالصراحت دال ہیں۔ کہ طہارت مخصوص ہے نبیؐ و اہل بیتؑ نبیؐ سے اور یہی مطہر تطہیر الٰہی ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ سے پاک و پاکیزہ۔ اسی وجہ سے جس وقت امام حسینؑ پیدا ہوئے ہیں۔ تو صفیہ نے کہا۔ میں نے ابھی ان کو پاک نہیں کیا ہے۔ رسول مقبولؐ نے فرمایا۔ تم اس کو کیا پاک کرو گی۔ اِنَّ اللّٰہَ نَظَّفَہٗ وَطَہَّرَہٗ خدا نے اس کو پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہے۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے سوا اور کسی کی بابت قطعی طور سے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ نکاح جاہلیت سے پیدا نہیں ہوئے۔ ازواج نبیؐ اس تطہیر میں ہرگز شریک نہیں ہیں۔ اور یہی ایک کامل و مکمل و اعلٰے صفت اہل بیتؑ طاہرین کی ہے۔ کہ سوائے ان طاہرین معصومین مخصوصین منصوصین اور کوئی شخص اس کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ کوئی صحابی و غیر صحابی اس تطہیر کا یقینی ثبوت نہیں دے سکتا اور یہی اوّل دلائل طہارت اہل بیت نبوی ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ آیۂ تطہیر کا مصداق سوائے ان مطہرین معصومینؑ اور کوئی بن نہیں سکتا۔ سوائے خاندان نبویؐ کوئی عرب اس کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ہندو اصل ہندی النسل پنجابی مدعی نبوت کا ذب اہل بیت طاہرینؑ میں داخل ہونے کا دعوےٰ کرے۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا افْتِرَاءٌ اور ان کی یہ دائمی ابدی طہارت دلیل ہے۔ کہ مطہر اور معصوم اور آیہ تطہیر کے مصداق اہل بیتؑ

یہی ہیں۔ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ؛

المتفرقات

ریان بن صلت سے مروی ہے۔ کہ مامون نے علماء سے دریافت کیا۔ کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں؟ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا انہوں نے کہا۔ امت محمدی اس سے مراد ہے۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا۔ اگر اس سے تمام امت مراد ہو۔ تو چاہئے کہ سب کے سب جنت میں جائیں۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات باذن الله ذلك هو الفضل الكبير پھر سب کو جنت میں جمع کیا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ جنات عدن یدخلونها الخ۔۔ پس وراثت کتاب عترت طاہرہ ہی کے لئے ہے نہ دوسروں کے لئے۔ اور انہی کی شان میں آیۂ تطہیر انما یرید اللہ الخ نازل ہوئی ہے۔ اور انہی کی بابت رسولؐ نے فرمایا ہے۔ کہ میں تم میں دو خلیفہ و جانشین چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور عترت اہل بیتؑ۔ اور صدقات انہی پر حرام ہیں نہ اور کسی پر۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ وراثتِ کتاب و طہارت بندگان مصطفےٰ مہتدین و سیدین ہی میں آئی ہے نہ اور کسی میں۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ ان اللہ اصطفیٰ آدم اللہ نے برگزیدہ کیا ہے۔ اور مصطفےٰ بنایا ہے آدمؑ و نوحؑ اور آل ابراہیمؑ و آل عمرانؑ کو تمام عوالم پر جو ذریت یک دیگر ہیں کیا لوگ حسد کرتے ہیں اس سے جو خدا نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔ حالانکہ یقیناً ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت دی ہے۔ اور ان کو ملکِ عظیم عطا کیا ہے۔ پھر تمام مومنین سے خطاب کر کے فرمایا۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو اس کے رسولؐ کی اور اولی الامرؑ کی۔ یعنی اُن اولیاء امور کی جن کو خدا نے کتاب اور حکمت سے مقرون کیا ہے اور لوگ ان سے حسد کرتے ہیں۔ اور خدا نے عترتِ طاہرہ کے اصطفاء اور برگزیدگی کو کتاب میں بارہ جگہ بیان کیا ہے۔ اوّل انذر عشیرتک الاقربین و رھطک المخلصین جیسا کہ قرأۃ ابی بن کعب اور مصحف عبداللہ بن مسعود میں ہے۔ دوسرے آیۂ تطہیر تیسرے آیۂ مباہلہ فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم الخ چوتھے سب کے دروازوں کا بحکمِ خدا مسجد نبیؐ سے بند ہونا اور رسولؐ کا یہ فرمانا کہ میں نے علیؑ کو اپنے حکم سے رکھا ہے اور نہ تم لوگوں کو اپنے حکم سے نکالا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو نکالا ہے۔ اور اسی میں بیان ہے حضرت علیؑ کے لئے اس کہنے کا انت منی بمنزلة هارون من موسى وقال الله تعالى واوحينا الى موسى واخيه ان تبوا لقومكما

بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلۃ۔ پس اس آیت میں منزلت ہارونؑ ہے۔ اور اس میں منزلت علیؑ ہے۔ اور اسی واسطے رسولؐ نے فرمایا۔ یہ مسجد نہیں حلال ہے مگر محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے۔ سب علماء نے کہا۔ یہ بیان تمام اہل بیتؑ ہی میں پایا جاتا ہے۔ اور اس کا کون مسلمان انکار کر سکتا ہے: پانچویں یہ کہ جب آیۂ اٰتِ ذا القربیٰ حقہ "اپنے اہل قرابت کو ان کا حق دے دے" نازل ہوئی۔ تو رسولؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا۔ یہ **فدک** ہے۔ اس پر نہ لڑائی ہوئی۔ اور نہ سوار اس کی فتح کو گئے ہیں۔ یہ خاص میرا ہے نہ مسلمانوں کا۔ اور یہ بحکم خدا میںؐ نے تجھے دے دیا۔ اس کو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے لے۔ چھٹے آیہ مودۃ قربیٰ۔ اور یہ خصوصیت آلِ نبیؐ اور اہل بیتؑ ہی کے لئے ہے۔ اور کسی کے لئے نہیں۔ یہ مودت تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ جس نے ان سے محبتؐ کی۔ وہ داخل جنت ہو گیا۔ چنانچہ مروی ہے۔ کہ اصحاب رسول خداؐ کے پاس جمع ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ آپ پر خرچ عیال اور صادرین و واردین کا بار ہے۔ ان ہمارے اموال میں سے کچھ بطور اجرت رسالت لے لیجئے۔ جبرئیلؑ آ یہ آئے۔ اور کہا۔ خدا فرماتا ہے۔ کہہ دو۔ میں تم میں سے کوئی اجر نہیں چاہتا۔ مگر یہی کہ میرے ذوی القربےٰ سے مودت رکھو۔ منافقین باہر نکل کر کہنے لگے۔ کہ پیغمبرؐ نے اسی واسطے مال نہیں لیا۔ کہ اپنے قرابتیوں کی مودت پر ہم کو رغبت دلائے۔ یہ کوئی خدا کا حکم نہیں ہے۔ یہ پیغمبرؐ کا افتراء ہے۔ اور یہ بہتان عظیم ہے۔ پس خدا نے یہ آیت نازل کی "کیا یہ کہتے ہیں۔ کہ تم نے افتراء کیا ہے۔ اگر خدا چاہتا۔ تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا۔ اور اللہ مٹاتا ہے باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے کلمات سے۔ اور وہ سب کے دلوں کا حال جاننے والا ہے۔" جب نبیؐ نے یہ آیت ان کو سنائی۔ تو وہ رونے لگے۔ اور خدا نے توبہ کی تنبیہ کی۔

ساتویں یہ کہ خدا نے فرمایا۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ۔ اور خدا نے کسی نبیؐ کی آل پر سلام نہیں بھیجا مگر فرمایا۔ سلام علیٰ آل یٰسین اور پیغمبرؐ نے طریقہ درود میں فرمایا۔ کہو۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد آٹھویں خدا فرماتا ہے۔ واعلموا انما غنمتم الخ یعنی جو کچھ تمہیں فائدہ پہنچے اس میں سے خدا اور رسولؐ اور ذوی القربےٰ رسولؐ کو پانچواں حصہ دے دو۔ یہ فضیلت بھی آلِ محمدؐ ہی کے لئے ہے نہ اوروں کے لئے۔ خدا نے ان کو خمس میں اپنے ساتھ شریک کیا ہے۔ اور اسی طرح اطاعت میں۔ کہ فرمایا۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور اسی طرح ولایت میں۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون اور صدقہ آلِ محمدؐ پر حرام کیا۔ نواں فرمایا۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اگر تم نہیں جانتے۔ تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ پس ہم ہی اہل الذکر ہیں۔ کیونکہ ذکر رسول ہے۔ اور ہم اس کے اہل ہیں قال اللہ تعالیٰ قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً دسویں آیۂ تحریم بنات ہے۔ پس اگر تمام مومنین آل رسولؐ ہوتے۔ تو ان کی لڑکیاں نبی پر حلال نہ ہوتیں جس طرح علیؑ کی بیٹیاں نبی پہ حلال نہیں ہیں۔ گیارھویں خدا فرماتا ہے۔ قال رجل من آل فرعون الخ اور وہ شخص مومن فرعون کے ماموں کا بیٹا تھا۔ پس اس کو از روئے نسبت فرعون کی طرف منسوب کیا اور بار روئے دین اس کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اسی طرح ہم مخصوص ہیں۔ کہ سب ہم آل نبی سے ہیں۔ کہ ہماری ولادت اسی سے ہے انھم منی وانا منہ۔

بارھویں خدا فرماتا ہے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ حضرت رسولؐ دروازۂ فاطمہؑ زہراء پر آتے تھے اور فرماتے تھے "الصلوٰۃ اہل البیتؑ"۔ تمام علماء اور ماموں نے کہا۔ خدا تم اہل بیتؑ کو تمام امت کی طرف سے جزائے خیر دے۔ کہ ہر ایک امر مشتبہ کی تفسیر و بیان تمہارے ہی پاس ملتا ہے۔

کتاب المناقب میں ابو طفیل عامر بن واثلہ سے مروی ہے۔ اور باتفاق امت انہوں نے تمام صحابہ سے آخر میں وفات پائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ علیؑ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا "اے علیؑ تو میرا وصی ہے۔ تیری لڑائی میری لڑائی ہے اور تیری صلح میری صلح۔ اور تو امام اور ان گیارہ اماموں کا باپ ہے۔ جو سب کے سب مطہر و معصوم ہیں۔ اور انہی میں سے مہدیؑ ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ ویل ہے ان لوگوں کے لئے جو ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اے علیؑ اگر کوئی تجھے اور تیری اولاد کو اللہ دوست رکھے۔ تو وہ میرے ساتھ محشور ہو گا۔ اور تم میرے ساتھ درجۂ عالیہ میں ہو گے۔ اے علیؑ تم ہی قاسم جنت و نار ہو۔ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کرو گے۔" (جیسا کہ سابقاً ذکر کیا)۔

سنن ابن ماجہ میں ابن مسعود سے روایت ہے۔ کہ ایک روز ہم رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ چند جوانان بنی ہاشم آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے آئے۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ہم نے عرض کیا۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ آپؐ کے چہرے کے آثار حزن و ملال نمایاں ہیں۔ فرمایا: "ہم اہل بیتؑ کے لئے خدا نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا ہے۔ اور میرے اہل بیتؑ میرے بعد بلاؤں مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے۔ متفرق و پریشان اور جلاوطن کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ سیاہ علم لئے ہوئے مشرق سے آئیں اور وہ خیر کی

تلاش کریں۔ پس ان سے مجبوری نہ کی جائے گی۔ وہ جنگ کریں گے۔ پس ان کی نصرت ہوگی۔ اور جو کچھ وہ مانگیں گے ملے گا۔ مگر وہ اس وقت قبول نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ دے دیں گے اس کو میرے اہلبیت میں سے ایک شخص کو جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ ورنہ جیسا کہ لوگوں نے ظلم و جور سے پُر کر دیا ہوگا۔ پس تم میں جو یہ چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ ان سے مل جائے۔ اگرچہ گھٹنوں کے بل برف پر چل کر پہنچے " کتاب الفردوس میں ابو درداء سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا عَلِیٌّ بَابُ عِلْمِی وَمُبَیِّنٌ لِاُمَّتِی مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ مِنْ بَعْدِی حُبُّهٗ اِیْمَانٌ بُغْضُهٗ نِفَاقٌ وَالنَّظَرُ اِلَیْهِ رَأْفَةٌ وَمَوَدَّتُهٗ عِبَادَةٌ ۔۔ علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے میری امت کے لئے مبیّن رسالت ہے۔ جو کچھ میں لایا ہوں۔ اس کا پہنچانے والا وہ ہے۔ علامہ حموینی نے جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ ایک روز رسول خداؐ مدینہ کے ایک باغ میں تھے۔ اور علیؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا۔ پس ہم ایک کھجور کے پاس سے گزرے۔ کہ وہ کھجور چلائی " هٰذَا مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ وَهٰذَا عَلِیٌّ سَیِّدُ الْاَوْصِیَاءِ وَ اَبُو الْاَئِمَّةِ الطَّاهِرِیْنَ " پھر ہم ایک کھجور کے پاس سے گزرے۔ تو آواز آئی۔ هٰذَا الْمَهْدِیُّ وَهٰذَا الْهَادِیْ " پھر آگے بڑھے۔ تو ایک کھجور سے آواز آئی " هٰذَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَهٰذَا عَلِیٌّ سَیْفُ اللّٰهِ " پھر رسول خداؐ نے فرمایا اے علیؑ اس کا نام صیحانی رکھو۔ پس اس کا نام صیحانی رکھا گیا۔ کما مر ذکرہ۔

شرح الکبریت الاحمر قَالَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ لَوْ کُسِرَتِ الْوِسَادَةُ وَجَلَسْتُ عَلَیْهَا لَقَضَیْتُ بَیْنَ اَهْلِ التَّوْرَاةِ بِتَوْرَاتِهِمْ وَبَیْنَ اَهْلِ الْاِنْجِیْلِ بِاِنْجِیْلِهِمْ وَبَیْنَ اَهْلِ الْقُرْاٰنِ بِقُرْاٰنِهِمْ الحدیث یعنی " اگر میرے لئے مسند لگائی جائے۔ اور میں اس پر بیٹھوں تو اہل توریت میں توریت سے اور اہل انجیل میں انجیل سے اور اہل قرآن میں قرآن سے فتوے دوں اور فیصلہ کروں " فَلْیَنْظُرْ اِلٰی جَامِعِیَّتِهٖ بِعِلْمِ خَاتَمِ الرُّسُلِ وَبِعُلُوْمِ شَرَائِعِ الْاَنْبِیَاءِ السَّابِقِیْنَ وَلَیْسَتْ لَهٗ هٰذِهِ الْجَامِعِیَّةُ بِمُطَالَعَةِ کُتُبِهِمْ بَلْ جَامِعِیَّتُهٗ مِنَ الْوِرَاثَةِ وَالْعِلْمِ اللَّدُنِّیِّ وَالْاِلْهَامَاتِ الْاِلٰهِیَّةِ وَهٰذِهِ الْمَرْتَبَةُ لِلْاِنْسَانِ الْکَامِلِ وَهُوَ اٰخِرُ تَنَزُّلَاتِ الْخَمْسَةِ وَیُقَالُ لَهَا الْحَضَرَاتُ الْخَمْسَةُ عِنْدَ الصُّوْفِیَّةِ وَالْاِنْسَانُ الْکَامِلُ جَامِعٌ جَمِیْعَ الْمَرَاتِبِ الْاِلٰهِیَّةِ وَهُوَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَوَارِثُهٗ پس حضرت علیؑ کی جامعیت علم خاتم الانبیاءؐ و جمیع علوم شرائع الانبیاءؑ کی طرف دیکھنا چاہئے۔ کہ سب پر احاطہ تامہ رکھتے ہیں۔ اور یہ جامعیت علوم اور احاطہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ یہ وراثۃً آیا ہے جو اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْکِتٰبَ اور علم لدنی اور الہامات الہیہ سے حاصل

ہوا ہے۔ اور یہ مرتبہ انسان کامل کا ہے۔ اور یہ آخر تنزلاتِ خمسہ سے ہے۔ اور صوفیہ ان کو حضرات خمسہ کہتے ہیں۔ اور انسان کامل جامع ہوتا ہے جمیع مظاہر الٰہیہ کو۔ اور وہ انسان کامل ہمارا پیغمبرؐ اور اس کا یہ وارث علوم و باب شہر علوم و حکمت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ جو اکثر فرماتے تھے۔ سلونی قبل ان تفقدونی فان بین جنبی علما جما کالبحار الزواخر۔ پوچھو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ میرے سینہ میں علوم کے دریائے زخار موج زن ہیں۔ ولوکان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولوجئنا بمثلہ مددا۔ یہ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق سوائے محمدؐ و آل محمدؐ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی اہل بیتؑ نبویؐ ہیں۔ کہ جو بعد پیغمبرؐ طرح طرح کی بلاؤں میں مبتلا ہوئے۔ کسی کو تیغِ ظلم سے مسجد میں شہید کیا گیا۔ اور کسی کو زہر سے ہلاک کیا گیا۔ اور کسی کو جلتی ہوئی زمین پر بھوکا پیاسا مع عیال و اطفال و احباب و اصحاب ذبح کیا گیا۔ کسی کو قید میں رکھا گیا۔ جلاوطن کیا گیا۔ اور پھر زہر سے ہلاک کیا گیا۔ ازواج نبیؐ کو کس نے قتل کیا۔ کس نے زہر دیا۔ اور کس نے جلاوطن کیا۔ اہل بیتؑ نبیؐ کو اس طرح پریشان و بے وطن کیا گیا۔ کہ کسی کی قبر مدینہ میں ہے اور کسی کی کوفہ میں۔ کسی کی دریائے فرات کے کنارے اور کسی کی بغداد میں۔ اور کسی کی خراسان میں۔ وقبر ببغداد لنفس زکیۃ تضمنہا الرحمٰن فی الغرفات وقبر بطوس یالہا من مصیبۃ توقد بالاحشاء بالحرقات۔ اہل بیتؑ نبیؐ زر نبیؐ اور تمام فضائل میں مثل نبیؐ ہیں۔ الا انہ لا نبی بعدہ۔ مگر نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہو چکی۔ اہل بیتؑ نبیؐ جامع جمیع مظاہر الٰہیہ و مصدر کمالاتِ ربوبیہ ہیں۔ ؎

ہاعلی بشر کیف بشر   ربہ فیہ تجلی وظہر

اہل بیتؑ کی تشخیص اور ان کے ثبوت میں اور بیشمار احادیث اور دلائل ہیں۔ اور ستائیس قسم کی احادیث کتب صحاح سُنّی و شیعہ میں مروی ہیں۔ مگر اس مختصر میں ان کی گنجائش کہاں۔ اگر سب کو جمع کیا جائے۔ تو ایک مجلد نہیں چند مجلد بلکہ بیسوں جلدیں تیار ہوں۔ امام الحرمین علی بن محمد الجوینی استاد ابو حامد غزالی تعجب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ میں نے بغداد میں ایک جلدگر کی دُکان پر ایک کتاب دیکھی جس میں روایات حدیث غدیر خم کا بیان تھا۔ اور اس پر لکھا ہوا تھا۔ "اٹھائیسویں جلد" اور اس کے بعد اُنتیسویں اور تھی۔ اور ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ حدیث ولا و حدیث غدیر خم اہل بیتؑ ہی کی تعریف و تشخیص میں ہے۔ پھر اس مختصر میں تمام

احادیث کہاں جمع ہو سکتی ہیں اور جملہ دلائل کہاں لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر اثبات مقصود کے لئے اسی قدر بیان کافی ہے۔ اور جس کے دل میں ذرا سا بھی نور ایمان ہوگا۔ ان کو دیکھ کر یقین کرے گا۔ کہ اہل بیتؑ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ ازواج نبیؐ کسی صورت میں اہل بیت کا مصداق نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ان کے سوا اور کوئی مصداق اہل بیت ہو سکتا ہے۔ محض جہالت یا عداوت سے ایسا کہا جاتا ہے۔ اور علمائے محققین سلف سب اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ اہل بیتؑ یہی بزرگوار ہیں۔ اور کوئی ایسی فضیلت میں ان کا شریک نہیں ؂

ان احادیث و روایات و آیات کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ خدا اور رسول خداؐ نے اہلبیتؑ کی فضیلت اور شان ظاہر کرنے اور لوگوں کو بتلانے اور ان کو راہ حق دکھلانے اور نجات کی صورت بتلانے میں کیا کچھ اہتمام کیا ہے۔ اور کس کس طریق سے لوگوں کو ہدایت کی ہے۔ اور کن کن تدابیر و طرق سے کتاب اللہ و اہل بیتؑ کی متابعت کا حکم دیا ہے۔ اور کن کن طرق سے بتلایا ہے۔ کہ قرآن انہی کے پاس ہے۔ علم قرآن انہی سے حاصل کرو۔ اگر ان سے علم قرآن نہ لیا۔ تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہلاک ہو جاؤ گے۔ صراطِ مستقیم سے پھر جاؤ گے۔ مگر افسوس صد افسوس بلکہ صد ہزار افسوس کہ مسلمانوں نے ایک بات پر بھی کان نہ دھرا۔ اور دونوں میں سے ایک کی بھی متابعت نہ کی۔ حتےٰ کہ ہمہ و شما سے ہزاروں بلکہ لاکھوں احادیث مروی ہیں۔ اور اہل بیتؑ جن کے سینوں میں قرآن ہے اور جو ابواب علوم نبویؐ ہیں اور قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ ان کی متابعت تو کیا مثل عام راویوں کے ان سے احادیث بھی نہیں لیں۔ تمام کتب صحاح میں مشکل سے چند حدیثیں نکلیں گی۔ وہ بھی نہ اُصول و فروع و معارف میں بلکہ نہایت جزوی فروعات بعیدہ میں۔ حالانکہ ان سے ایک راوی نے ستر ستر ہزار حدیثیں یاد کی تھیں۔ صاحب صحیح مسلم جابر بن یزید جعفی رحؒ کی بابت لکھتے ہیں۔ جو محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ اور صادقؑ آل محمدؐ کی صحبت سے فیضیاب تھے۔ کہ ان کو ستر ہزار یا پچاس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ جو کل کی کل رسول خداؐ سے مروی تھیں۔ مگر اس سے اس لئے نقل نہیں کی گئیں۔ کہ وہ مذہب شیعہ رکھتا تھا۔ کتب تفاسیر کو اوّل سے آخر تک دیکھ جائیے۔ شاید ہی کہیں کسی تفسیر میں ان مفسرین قرآن و مبیین قرآن کا قول ہو۔ حضرت ابوہریرہ وفات رسول سے تین سال اور بلکہ بعض روایات کی رو سے سترہ ماہ پیشتر مسلمان ہوئے۔ ان سے کتب صحاح اہل سنت میں پانچ ہزار احادیث مروی ہیں۔ اور اہل بیتؑ نبوت و رسالت و معادن تنزیل و تاویل و ابواب

علومِ قرآنی کے بارہ اماموں سے چند روایات۔ حالانکہ قرآن اور اہل بیتؑ ساتھ ساتھ ہیں۔ قرآن ان کے ساتھ ہے۔ اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن باطن اہل بیتؑ ہے اور اہل بیتؑ قرآن ناطق۔ پھر جب اہلبیتؑ کو چھوڑا۔ تو قرآن بھی ضرور چھوٹ گیا۔ اور اس لئے روزِ قیامت یہ دونو رسولِ خداؐ سے شکایت کریں گے۔ اور رسول خداؐ امت سے انہی دونو کی بابت سوال کریں گے۔ اور مسلمانوں کے پاس کچھ جواب نہ ہوگا۔ اگر مسلمان علوم قرآن کو ان مفسرین قرآن سے لیتے۔ تو آج علم کے لئے دربدر نہ بھٹکتے پھرتے۔ قرآن اس وقت بآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ رسولِ خداؐ روزِ قیامت بارگاہ الٰہی میں یوں شکایت کریں گے۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَارَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا پروردگارا میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ ڈال دیا۔ اور اس پر عمل نہ کیا۔ اور اہل بیت علیہم السلام شکایت ہی کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ ان کو ترک ہی نہیں کیا گیا بلکہ طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور وہ ظلم کئے گئے۔ جو کسی نے نہ دیکھے تھے نہ سنے تھے۔ شجرۂ اہل بیتؑ کی ایک شاخ فرزند رسولؐ جگر گوشۂ بتولؑ خامس آل عباؑ و اصحاب کساء و چادرِ تطہیر حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام روزِ عاشورا اپنے آخری سجدے اور آخری عبادت میں فرماتے ہیں۔ اللّٰهم متعال المکان عظیم الجبروت شدید الکبریاء انا عترت نبیك وولد حبیبك محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قد خذلونا وطردونا وغدرونا وقتلونا۔ الخ!۔ اے پروردگار صاحب بلندی و بزرگی صاحب عظمت و جبروت و کبریائی۔ میں تیرے نبیؐ کی عترت ہوں۔ اور تیرے حبیب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرزند ہوں۔ تیری امت نے ہم کو ذلیل و رسوا کیا۔ اور آوارۂ وطن کیا۔ ہمارے ساتھ بے وفائی کی۔ اور ہم کو قتل کیا الخ۔ یہی دیگر ائمۂ اہل بیتؑ فرماتے رہے۔ اسی پر اکتفا نہیں۔ اب ان سے اس نام اہل بیت کو بھی چھینا جاتا ہے۔ اور ان فضیلت کو مٹایا جاتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ رب اهد قومی انهم لا یعلمون۔

تذنیب ان احادیث مبارکہ میں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر و بیشتر جگہ "اہل بیتی" سے پہلے "عترتی" فرمایا ہے۔ اور اس کے نکتہ کی طرف اشارہ بھی کرچکے ہیں۔ لیکن ہم یہاں اس کی کچھ اور تشریح کرنی چاہتے ہیں۔ تاکہ فائدہ کامل ہو۔ لغتِ عرب میں "عترۃ" کے معنی "اصل" (جڑ) ہیں۔ اور "شق کرنے" "چیرنے" اور "ذبح" کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ پس از روئے لغت کسی کی "عترت" وہ ہیں۔ جو ایک ہی اصل سے ہوں۔ اور "عترتِ رسول" وہ لوگ ہوں گے

جو رسولؐ ہی کی اصل سے ہوں۔ پس اگر سلسلۂ توالد کو اصل قرار دیا جائے۔ تو عترتِ رسولؐ دختر رسولؐ ہیں۔ اور پھر ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد۔ لیکن احادیث صحیحہ دال ہیں۔ کہ حضرت علیؑ عترتِ رسولؐ ہیں جیسا کہ انہی احادیث اہل البیتؑ میں آچکا ہے۔ اور علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں بالتصریح فرماتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ علیؑ عترتِ رسولؐ سے ہیں۔ حالانکہ حضرت علیؑ اولادِ رسولؐ اللہ میں نہیں نہیں ہیں۔ پس حقیقت امر یہ ہے کہ یہاں اصل رسول سے مراد اصل حقیقتِ نورانیہ محمدیہ ہے وہ نور محمدی جو صلبِ حضرت آدمؑ سے تا صلب حضرت عبدالمطلب اصلاب طاہرہ و ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتا آیا ہے۔ اور وہ نور یہاں سے تقسیم ہوا۔ اس نور کے دو ٹکڑے ہوئے۔ ایک صلب حضرت عبداللہ میں گیا۔ اور ایک صلب حضرت ابوطالبؑ میں۔ پس نورِ علیؑ اور نورِ نبیؐ ایک ہی ہے۔ یہ ایک اصل ہے جس کے دو تنے یا دو شاخیں علیؑ و نبیؐ ہیں۔ اور یہیں سے حضرت علیؑ عترتِ رسولؐ ہیں، اور یہی تاویل ہے اس آیۂ مبارکہ کی۔ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ "اور زمین میں بعض قطعات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔ اور انگور کے باغ ہیں اور زراعت ہے۔ اور کھجوریں ہیں۔ جن میں سے بعض ایک جڑ سے دو نکلی ہیں اور بعض ایک ہی" اسی کی تفسیر میں علامہ ثعلبی جابر ابن عبداللہ الانصاریؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ أَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ وَالنَّاسُ مِنْ أَشْجَارٍ شَتَّىٰ "میں اور علیؑ ایک ہی درخت سے ہیں۔ ایک درخت کی دو شاخیں اور ایک جڑ کے دو تنے ہیں۔ اور باقی تمام لوگ مختلف درختوں سے" اور یہیں سے "أَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ مستنبط ہے" علیؑ اور نبیؐ ایک ہی اصل سے ہیں اور ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں" اور اس لئے حضرت علیؑ حقیقی عترتِ رسولؐ ہیں۔ اور جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا جزوِ نورِ محمدی ہیں۔ کیونکہ اولاد جزو ہوتی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ عنصریت سے نورِ فاطمیؑ بھی مثل علیؑ نورِ محمدی ہی ہے۔ پس وہ بھی ہر اعتبار سے عترتِ رسولؐ ہیں۔ اسی طرح حضرت حسنین علیہما السلام جزو نور علویؑ و محمدی ہیں پس وہ بھی عترتِ رسولؐ ہیں۔ پھر حضرت علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ نور علویؑ و محمدی ہیں۔ اور حضرت محمد بن علیؑ بن الحسینؑ جامع نور حسنیؑ و حسینیؑ جزو نور محمدی و علویؑ ہیں۔ بعد ان کے جعفرؑ بن محمدؑ نور محمدی و علویؑ ہیں۔ اور ان کے بعد ان کے فرزند موسےٰؑ بن جعفرؑ۔ بعد ازاں علیؑ بن موسےٰؑ۔ پھر محمدؑ بن علیؑ۔ پھر علیؑ بن محمدؑ۔ پھر الحسنؑ بن علیؑ۔ پھر م ح م دؑ بن الحسن الحجۃؑ

جزو نور محمدی و علوی ہیں۔ اور اس طرح سے تمام ائمہ اولاد علیؑ عترت رسولؐ ہیں۔ اور اسی طرح وارثِ علوم نبوت و صاحب شرف رسالت و داخل خانۂ نبوت و رسالت و ولایت و خلافت مطلقہ و طہارت و عصمت ہیں۔ پس حقیقی مصداق اہل البیتؑ سوائے ان حضرات معصومین طاہرین اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ احادیث مرویہ میں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ "میری عترت وہی ہے جو میرے گوشت پوست اور میری اصل سے ہیں" یہ حضرتؐ نے اس لئے فرمایا۔ یعنی لفظ عترت بولا اور اس کی تصریح و تشریح کی۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ بعض ابلہ فریب جہال کو دھوکا دیں۔ اور کہیں کہ وہ وارثِ علم نبیؐ ہیں۔ اس لئے اہل البیت میں داخل ہیں۔ حضرتؐ نے اس ابلہ فریبی کا پہلے ہی علاج کر دیا۔ کہ میرے اہل بیتؑ اور وارثِ علوم نبوت تو صرف وہی لوگ ہوں گے جو میری عترت میری اصل سے ہیں۔ اور میرے نور کے ٹکڑے ہیں۔ اور کوئی وارثِ علوم نبوت نہیں ہو سکتا۔ اور اہل بیت نہیں کہلا سکتا۔ اور تشریحاً فرمایا۔ کہ میں اور میرے اہل بیت ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ پس اجزاء نوریہ محمدیہ اس کی عترت و اہل بیتؑ ہیں لہذا صرف انہی کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ اور صاحبان ولایت و امامت و خلافت اور وارث علوم نبوت ہیں۔ اور اس وقت میں اصل عترت رسولؐ میں سے سوائے حضرت حجتؑ ابن الحسنؑ العسکری اور کوئی وارث علوم نبوت و داخل خانہ شرف رسالت و عصمت و طہارت نہیں ہے۔ "والناس من اشجار شتّٰی" سے اور مزید تشریح کر دی۔ کہ باقی لوگ اس شجرۂ طیبہ سے نہیں ہیں۔ انکی اصل اور ہے۔ یہ شجرۂ طیبہ نوری ہے وہ خاکی ہیں۔ وہ عرشی ہے یہ ارضی ہیں۔ وہ معصوم ہے یہ خاطی ہیں۔ وہ صالح و طاہر ہے یہ نجس و عاصی ہیں۔ وہ ہرگز اس میں داخل نہیں ہو سکتے۔ وہ وارث نبوت و صاحب شرف رسالت نہیں کہلا سکتے۔ یہاں سے پنجابی جھوٹے مدعی عیسویت و مہدویت کا یہ قول بھی بالصراحت باطل ہو گیا۔ کہ وہ وارث علوم و معارف نبویؐ ہے اس لئے اہل بیت میں داخل اور اس لئے وہ نبی ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ کہاں ایک ہندو الاصل ہندی نومسلم پنجابی۔ کہاں نورِ قدیم محمدی "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"! ان هذا الا اختلاق عترت وہ بلکہ جو بھی یہ دعوے کرے۔ باطل محض ہے اور مدعی کاذب و مفتری و فاسق و فاجر۔ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین ؛

نتیجۂ کلام اس بیان سے یہ ثابت ہوا۔ کہ اہل بیت نبوت و رسالت صرف حضرات چہاردہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور سابق الذکر استی حدیثیں

علاوہ تصریح اسم و نسب تفصیلی و تشخیص تصریحی دلالت کرتی ہیں۔ کہ مہدی موعود و ہادی آخر الزمان
اور سب سے آخری مصلح عالم اہلبیت نبوت ہی سے ہے۔ اور اس لئے یہ چودہ احادیث نبویہ متعلق
تشخیص اہل البیت اور چھ دلائل قرآنیہ احادیث سابق الذکر سے مل کر ایک سو خاص دلیلیں ہیں
اس بات پر کہ مہدی موعود فرزند رسولؐ و جگر بند بتولؑ دلبند علیؑ و خلف حسینؑ بن
علیؑ محمدؑ بن الحسنؑ العسکریؑ حجۃ العصرؑ والزمانؑ عجل اللہ فرجہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی
ہے۔ پھر ان دلائل کے ساتھ باب دوم کی احادیث حصر عدد ائمہؑ و تشخیص خلفاء رسولؐ کو ملانے سے
جو دلالت کرتی ہیں۔ کہ خلافت حقیقیہ رسول اور امامت ایک ہی سلسلہ ہے۔ اور یہ خلافت و
امامت مخصوص و منحصر ہے۔ ائمہؑ اہل بیتؑ میں۔ اور امام مہدی آخر الزمان انہی ائمہؑ سے ہے تشخیص
مہدیؑ و تخصیص امامت حضرت حجت محمدؑ بن الحسنؑ العسکری میں ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) دلیلیں ہوتی
ہیں۔ اور باب اوّل کی چہل حدیث جو علاوہ اثبات وجود امام تشخیص مہدیؑ پر بھی شہادت دیتی ہیں۔
جیسا کہ ہم بعض جگہ اشارہ بھی کر آئے ہیں۔ اثبات امامت حضرت محمدؑ بن الحسنؑ العسکریؑ پر ایک سو
اڑسٹھ (۱۶۸) دلیلیں ہوتی ہیں۔ اور باقی دلائل اسی باب اور ابواب لاحقہ کے ضمن میں مذکور ہوں گی۔
اور یہ ایک سو اڑسٹھ (۱۶۸) دلیلیں جو دیگر متضمنی دلائل کتاب و سنت مل کر تقریباً دو سو (۲۰۰) ہو جاتی ہیں جو ناظر
تبیقظر سے پوشیدہ نہیں ہیں بکمال وضاحت ثابت کرتی ہیں۔ کہ سوائے اس خاص تشخص حضرت
محمدؑ بن الحسنؑ العسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسےٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ
علیہم السلام جتنے مدعی امامت و مہدویت گزرے ہیں خواہ وہ کسی ملک کسی قوم اور کسی خاندان سے کیوں
نہ ہوں۔ خواہ وہ علویؑ و فاطمیؑ ہی کیوں نہ فرض کئے جائیں۔ اور جتنے تا ظہور امامؑ موصوف آئندہ ہونگے
جو ساٹھ (۶۰) کاذبین کے عدد کو پورا کریں گے۔ سب یقیناً جھوٹے ہیں۔

ردّ مخالف

جن فرق نے اس جناب کے سوا کسی کو مہدیؑ موعود جانا ہے خواہ کیسانیہ ہوں یا واقفیہ یا زیدیہ یا عسکریہ۔ سب جھوٹے ہیں۔ اوّل اس لئے کہ ان دلائل
امامت میں سے ایک دلیل بھی ان کی صداقت پہ دلالت نہیں کرتی۔ دوم احادیث تشخیص
ائمہؑ میں سے کسی حدیث میں پیغمبرؐ نے ان کی امامت کی خبر نہیں دی ہے۔ اور نہ ان کو مہدی کہا
ہے۔ سوم ان حضرات میں کوئی خصوصیت خصوصیات مہدی آخر الزمانؑ سے نہیں پائی
جاتی۔ جیسا کہ احادیث سابقہ سے ظاہر ہے۔ اور آئندہ معلوم ہوگا چہارم ائمہ اہل بیتؑ
میں سے ان فرق باطلہ نے جس امام کی مہدویت کا دعوےٰ کیا ہے۔ خود انہی حضرات نے

ان کی تکذیب فرمادی ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ مہدی آخرالزماں نہیں ہیں۔ اور ائمہ اہل بیتؑ سے ہر ایک امامؑ نے مہدیؑ آخرالزمانؑ کی خبر دی ہے۔ اور اس کی تصریح و تشخیص فرمائی ہے۔ پنجم ان تمام کی وفات ثابت ہے۔ سب سے پہلے بعض جہال نے محمد بن حنفیہ کی امامت و مہدویت کا دعوےٰ کیا۔ حالانکہ احادیث دال ہیں۔ کہ جس وقت امام زین العابدین حضرت علیؑ بن الحسینؑ نے ان کو لے جا کر حجر اسود سے محاکمہ کیا ہے۔ اور خداوند عالم نے حجر اسود کو گویا کیا اور امامت علیؑ بن الحسینؑ پر شہادت دلائی۔ اور محمد حنفیہ کی تصدیق نہ کی۔ تو خود محمد حنفیہ نے اس دعوے سے اعراض کیا اور حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی امامت کا اقرار کیا۔ اور اسی بناء پر سید حمیری و ابو خالد کابلی وغیرہما نے اس خیال باطل سے توبہ کی اور رجوع کیا۔ اور وفات محمد حنفیہ مشہور و معروف ہے۔ اور سید حمیری فرماتے ہیں۔ کہ "میں غلو کرتا تھا اور محمد بن الحنفیہ کی غیبت کا قائل تھا۔ اور اس اعتقاد میں مدت تک گمراہ رہا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مجھ پر صادق آل محمدؑ کے ذریعے سے احسان کیا۔ اور مجھ کو آتشِ جہنم سے نکالا۔ اور میں نے بعد صحت عقیدہ حضرت صادقؑ آل محمدؑ سے عرض کیا۔ کہ یا ابن رسول اللہؐ ہم احادیث و اخبار میں غیبت کا حال پڑھتے ہیں پس یہ غیبت کس کے لئے واقع ہو گی۔ اور امامِ غائبؑ کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔ کہ غیبت میری نسل کے چھٹے فرزندؑ کے لئے واقع ہو گی۔ اور وہ ان ائمہؑ اثنا عشرؑ میں سے بارھواں امامؑ ہے۔ جو بعد رسول اللہؐ ہادیانِ خلق ہیں۔ اول علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور آخری قائم بالحق بقیۃ اللہؑ فے الارض و صاحب الزمانؑ ہے۔ اگر وہ اپنی غیبت میں اتنے عرصے تک بھی باقی رہے جتنے عرصہ حضرت نوحؑ کی رسالت۔ تو بھی وہ ظاہر ہوئے بغیر دنیا سے نہ جائے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ جب میں نے یہ سُنا۔ تو فوراً توبہ کی۔ اور اس جناب کی شان میں یہ قصیدہ کہا۔ فلما رایت الناس فی الدین قد غووا تجعفرت باسم اللہ فیمن تجعفروا الخ:

اور حیان بن السراج سے مروی ہے۔ کہ وہ حضرت صادقؑ آل محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے دریافت کیا۔ یا حیان تیرے اصحاب محمد بن الحنفیہ کی بابت کیا کہتے ہیں۔ عرض کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ وہ زندہ ہے اور خدا کے پاس سے رزق پاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے پدر بزرگوار اس کے مرض الموت میں موجود تھے۔ انھوں نے مرتے وقت آنکھیں بند کیں۔ اور قبر میں اُتارا۔ اور ان کی نو بیویوں کے نکاح کئے۔ اور ان کی میراث تقسیم کی۔

عرض کیا حضرت محمد بن الحنفیہ کا حال حضرت عیسٰے کا سا ہے۔ کہ ان کا معاملہ لوگوں پر مشتبہ رہا۔
آپؑ نے فرمایا۔ کہ عیسٰے کا معاملہ ان کے اولیاء پر مشتبہ رہا یا اعداء پر؟ عرض کیا۔ اعداء پر۔ فرمایا
کیا میرے والد اپنے چچا کے اعداء میں تھے؟ عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا۔ پھر ان پر کیونکر ان کا حال
مشتبہ رہ سکتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے تدفین و تکفین کی۔ اور قبر میں رکھا۔ دوستوں سے
حال مشتبہ نہیں رہتا۔ اشتباہ دشمنوں کے لئے ہے اور حضرت باقر العلومؑ خود فرماتے
ہیں۔ کہ میں محمد بن الحنفیہ کے پاس اس وقت گیا۔ کہ جب ان کا آخری وقت تھا۔ میں نے کہا۔ کچھ
وصیت کیجئے۔ تو ان کی زبان بند ہو گئی اور کچھ نہ کر سکے۔ میں نے لگن میں ریت بھر کر منگایا۔
اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ کہ اس پر انگلی سے نقش کر دیجئے۔ انہوں نے انگلی سے لکھا۔
اور میں نے اس کو نقل کر لیا۔ اور وفات محمد بن الحنفیہ ۸۴ھ میں واقع ہوئی۔ اور قتل محمد بن
عبداللہ بن حسن بن حسنؑ مشہور و معروف اور خیال فرقہ مغیرہ صریح البطلان۔ بعد اس کے بھی
ناووسیہ غلطی میں پڑ گئے۔ اور حضرت صادقؑ کو امام غائب کہنے لگے۔ حالانکہ حضرتؑ نے
سینکڑوں مرتبہ امام غائبؑ کی خبر دی ہے۔ اور آپ کی وفات منصور دوانقی کے زہر سے ہوئی۔
اور بعد ازاں حضرت موسٰےؑ بن جعفرؑ کا امام ہونا ان کے اعتقاد کو باطل کرتا ہے۔ اور یہ
اعتقاد محض عبداللہ بن الناؤس کی جہالت ہے۔ اسی طرح قول واقفیہ باطل ہے۔ خود امام موسٰےؑ
بن جعفرؑ امام غائبؑ کی تصریح فرما چکے ہیں۔ اور وفات آپ کی مسلم ہے۔ چنانچہ عمر بن واقد
سے مروی ہے۔ کہ مجھ کو ایک رات کو جبکہ میں بغداد میں تھا۔ سندی بن شاہک نے بلایا
اور مجھے کہا۔ کہ کیا تم ایسے لوگوں کو جانتے ہو۔ جو موسٰےؑ بن جعفرؑ کو پہچانتے ہیں۔ میں نے لوگوں کے
نام بتلائے۔ اس نے ان کو بھی بلوا لیا۔ پھر ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی کچھ نام بتلائے۔
اور اس نے ان کو بھی بلوا لیا۔ اور پچاس سے زیادہ آدمی ہو گئے۔ پھر وہ سندی ہم کو بلا کر لے گیا۔
اور مجھ سے کہا۔ موسٰےؑ بن جعفرؑ کے منہ سے کپڑا ہٹاؤ۔ میں نے کپڑا اٹھایا۔ تو ان کو مردہ پایا۔ اور
میں رونے لگا۔ پھر سب لوگوں سے کہا۔ کہ دیکھو سب نے یکے بعد دیگرے دیکھا۔ پھر کہا۔ کیا تم
سب شہادت دیتے ہو۔ کہ یہ موسٰےؑ بن جعفرؑ ہیں۔ سب نے کہا۔ ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ یہ
وہی جناب ہیں اور مردہ ہیں۔ پھر آپ کی شرم گاہ پر کپڑا ڈال کر باقی جسم اقدس کھول کر سب کو
دکھلایا۔ پھر سب نے تصدیق کی۔ اور کہا کوئی شبہ نہیں۔ بیشک یہ وہی جناب ہیں۔ بعد
ازاں سندی نے حکم دیا۔ کہ تم سب یہیں رہو۔ اور ان کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو۔ اور

روایات کتب تواریخ میں درباب وفات جناب موسےٰ بن جعفرؑ و جناب علیؑ بن موسی الرضاؑ بہت ہیں۔ اور اسی طرح وفات جناب امام حسنؑ العسکری ثابت و محقق ہے۔ اور اس جناب نے اپنے فرزند اور امام غائب کو لوگوں کو دکھلا دیا ہے۔ اور اس لئے ان کو امام غائب کہنے والے جھوٹے اور کاذب ہیں۔ اور نہیں ہے امام غائب مگر وہ محمدؑ بن الحسنؑ العسکری۔ ابتدا اس قسم کے شبہات وفات کی حضرت عمر سے ہوئی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر آپ نے اعلان کیا۔ مَا مَاتَ محمد وانما غاب کغیبۃ موسیٰ عن قومہ وانہ سیظہر بعد غیبۃ یعنی رسول خدا مرے نہیں ہیں بلکہ مثل موسےٰ غائب ہو گئے ہیں۔ اور بعد غیبت ظاہر ہوں گے۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ خدا تو اپنے کلام میں فرماتا ہے۔ انک میّت وانھم مَیّتون اے پیغمبرؐ تو بھی مردہ ہے اور وہ بھی۔ تب وہ اپنے اس قول سے باز آ گئے۔ پس جس طرح حضرت عمرؓ کے فرمانے سے حیات ظاہریہ پیغمبرؐ ثابت نہ ہوئی۔ کیونکہ دلائل وفات پر دال تھیں۔ اسی طرح بعض جہال کیسانیہ و واقفیہ وغیرہم کے کہنے سے حیات محمد بن حنیفہ و موسےٰ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسےٰ و حسنؑ بن علیؑ ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور اتنی احادیث کثیرہ و دلائل قاطعہ کے مقابلہ میں ان جہال کے اقوال سند نہیں ہو سکتے اور از روئے دیانت اسلامی ان سے تمسک نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے شبہات مہملہ سے دلائل قطعیہ و براہین یقینیہ مشکوک و مشتبہ اور باطل نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح وفات اسمٰعیل بن صادق مشہور و معروف ہے۔ اور حضرت صادقؑ نے تمام حاضرین کو ان کا جنازہ دکھلایا۔ اور منہ کھول کر پہنچوایا۔ جیسا کہ روایات و کتب تواریخ و سیر شاہد ہیں۔ دعوئے اسمٰعیلیہ درباب اسمٰعیل باطل محض ہے اور ان کا قول مردود۔ اور اسی طرح ان کے فرقے قرامطہ و مبارکیہ باطل محض ہیں۔ سوائے توہمات و قیاسات و خرافات و شبہات و تشکیکات کوئی دلیل قطعی خدا اور رسولؐ سے نہیں رکھتے۔ اور ان کے قیاسات فاسدہ دلائل قطعیہ یقینیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وقس علی ذالک اصل یہ ہے۔ کہ جب اصل امامت ہی ان کے لئے ثابت نہیں ہے۔ تو دعوئے مہدویت بلاشک باطل ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ بعد پیغمبرؐ امامت خلق مخصوص ہے اہل بیتؑ سے اور امام مہدیؑ و امام آخر الزمانؑ انہی ائمہ اہل بیتؑ میں سے بارھواں امامؑ ہے۔ تو یہ قول بھی باطل مطلق ہے کہ مہدی آخر الزماں اولاد عباس سے ہوگا۔ اور کوئی دلیل اس باب میں موجود نہیں ہے۔ ہاں پیغمبرؐ نے عباسیوں کے ملک و سلطنت کی خبر دی ہے۔ اور وہ ضرور بادشاہ ہوئے۔ لیکن اس بادشاہت کو اس امامت سے کوئی تعلق نہیں۔ امام مخصوص و

منصوص ہیں۔ امام مہدی کی بابت یہ جھوٹی روایت کہ اولاد عباسؓ سے ہوگا عباسیوں کے زمانے میں وضع
کی گئی ہے۔ جن کی عادت تھی۔ کہ ان کے خوش کرنے کو ایسی روایات گھڑتے تھے۔ چنانچہ بعض شعراء
خلیفہ مہدی عباسی کو مہدی آخرالزماں کہہ دیتے تھے۔ لیکن یہ قول کہ مہدیؑ اولاد عباسؓ سے ہے۔ ایسا
رکیک و ضعیف ہے۔ کہ علماء شیعہ و سنی میں سے کسی نے بھی اس پہ اعتبار نہیں کیا ہے۔ حتےٰ کہ علامہ
ابن حجر صاحب صواعق نے بھی اس کی تاویل کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ شاید اس وجہ سے عباس کو
پدر مہدی کہا گیا ہو۔ کہ مہدی کے جد بزرگوار نے ام الفضل زوجہ عباس کا دودھ پیا تھا۔ لیکن حقیقت
یہی ہے کہ آنحضرت نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا۔ روایت محض جعلی ہے۔ فقد برد محض بادشاہت
نہ دلیل امامت کافی ہے نہ ہوگی۔ احادیث مذکورۃ الصدر سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ مہدی آخر
الزماں ہم نام و ہم کنیت جناب رسولؐ انامؐ ہے۔ یعنی ابوالقاسم المحمد و ابو ابراہیم الاحمد۔ اور یہ روایت
محض مجہول و مجعول و موضوع ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے باپ اور مہدی آخرالزماںؑ کے باپ کا نام بھی
ایک ہے۔ روایت واحد ایک سو احادیث صحیحہ کو باطل نہیں کر سکتی۔ اور علامہ شافعی گنجی نے تصریح
فرمادی ہے۔ کہ روایت میں اسم ابیہ اسم ابی زائدہ نے زیادہ کیا ہے۔ کیوں کہ اس کی
عادت تھی۔ کہ زیادہ کر دیا کرتا تھا۔ اور تیس سے زائد رواۃ ثقات نے جو روایت کیا ہے۔ اس
میں سے کسی میں یہ لفظ نہیں ہے۔ کہ اس کے باپ کا نام مثل نام رسول خداؐ ہے۔ اور اس لئے
علامہ ابن حجر نے جو کچھ اس باب میں لکھا ہے۔ یقیناً غلط ہے اور کسی طرح قابل توجہ نہیں۔
ان کے باپ کا نام عبداللہ نہیں ہے بلکہ الحسنؑ ہے۔ اور بفرض محال اگر روایت کو مانا جائے۔ تو
مراد باپ سے دادا ہو گی۔ اور مطلب یہ ہوگا۔ وہ اولاد حسینؑ سے ہے۔ اور اس کے جد بزرگوار
ابوعبداللہ الحسینؑ بن علیؑ ہیں۔ یعنی اولاد حسنؑ سے نہیں ہے۔ اور یہ بھی یقیناً صحیح ہے۔ کہ مہدی آخر
الزماں اولاد حسینؑ سے ہے۔ جیسا کہ دلائل قرآنیہ اور احادیث سے ثابت ہے۔ ہرگز اولاد امام
حسنؑ سے نہیں ہے۔ تعجب ہے۔ کہ اس قدر احادیث کثیرہ کے ہونے سے جناب علامہ ابن
حجر جیسے عالم بھی محض ایک روایت کی بنا پر مہدی آخرالزماںؑ کو امام حسنؑ کی اولاد سے کہتے ہیں
حالانکہ خود سلسلہ ائمہؑ اہل بیتؑ انہوں نے اولاد حسینؑ ہی سے قرار دیا ہے۔ کما لا یخفی علی متتبع الکتب
ہاں سلسلہ ائمہؑ ایک طرف سے جناب امام حسنؑ سبط اکبر پر منتہی ہوتا ہے۔ یعنی نسل حسینؑ
اولاد آدم اہل بیتؑ حضرت امام زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ سے چلی ہے۔ اور وہ امام ہیں
اور علیؑ ابن الحسینؑ کا عقد ام عبداللہ یا ام الحسن دختر جناب امام حسنؑ سے ہوا تھا۔ اس لئے

جناب محمدؐ بن علیؑ الباقر امام خامس ددھیال کی طرف سے جناب امام حسینؑ کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ اور ننھیال کی طرف سے جناب امام حسنؑ سے۔ اور آپ میں نور سبطین کا اجتماع ہوا ہے۔ اور چونکہ مہدیؑ آخر الزماں انہی محمدؐ الباقرؑ کی نسل سے ہیں۔ اس لئے وہ جناب دونو بزرگوار حسنؑ و حسینؑ کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ اصل نسب باپ دادا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لئے اصل اولاد حسینؑ ہیں۔ نہ اولاد حسنؑ۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض حضرات کو آپ کے والد ماجد حسنؑ عسکریؑ کے اسم مبارک سے شبہ پڑ گیا ہے۔ کیونکہ ان کا نام حسنؑ ہے۔ اور حسنؑ سے حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ خیال کر لیا۔ یا جان بوجھ کر ایسا کیا گیا ہے۔ تاکہ امر مشتبہ ہو جائے۔ اور جو روایت سنن ترمذی میں مروی ہے۔ کہ مہدیؑ اولاد حسنؑ سے ہے یقیناً موضوع ہے۔ کیونکہ بیشمار روایات صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے۔ یا نساخ کو شبہ ہوا ہے۔ اور بجائے حسینؑ حسنؑ لکھا یا بجائے حسینؑ حسنؑ پڑھا گیا اور جو تاویل علامہ ابن حجر نے کی ہے کہ چونکہ حضرت حسنؑ نے امامت ترک کر دی تھی اور معاویہ سے صلح کر لی تھی۔ اس لئے خدا نے مہدیؑ کو ان کی ذریت سے قرار دیا۔ نہایت اکذب ہے۔ اوّل اس لئے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نتیجہ شہادت سیّد الشہداء امامت ذریت حسینؑ ہے۔ اور معاویہ سے صلح کرنا ترک امامت کا ہم معنی نہیں ہے۔ اور نہ امامت خلافت ظاہری کے ہم معنی ہے۔ وہ اپنے وقت میں ضرور امام ہے۔ امامت اولاد حسینؑ کے لئے روز ازل سے مخصوص و منصوص ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اس باب میں جملہ اقوال اور تمام تاویلات غلط و باطل ہیں۔ بہر صورت یہ خیال غلط ہے کہ مہدیؑ آخر الزماں حسنیؑ ہے۔ اور یہ جزئی اختلافات دلائل قطعیہ اجماعیہ کے مقابلہ میں کسی شمار میں نہیں آ سکتے۔ اور ان سے اصل پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ جبکہ وہ ہر طرح مبرہن و مدلل و محقق ہے۔ اور اس روایت میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ بن علیؑ کے پیرو فرقہ مغربیہ نے اس کو وضع کیا ہو۔ کیونکہ بعض روایات کی رو سے محمد بن عبداللہ مذکور مدعی مہدویت تھے۔ بہر صورت اس کے غلط نا قابل عمل و غیر معتمد ہونے میں کسی عاقل کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ ان دلائل و براہین سے اس روایت کی رکاکت و سخافت بھی واضح و لائح ہے۔ کہ "لا مهدی الا عیسی ابن مریم" (یعنی نہیں ہے مہدی مگر عیسٰےؑ بن مریمؑ) جیسا کہ حاکم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ لیکن حاکم نے نقل کے ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ "اوردته تعجبا لا محتجا به" یعنی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اس روایت کو بطور تعجب نقل کیا ہے نہ بغرض احتجاج۔ علامہ بیہقی کہتے ہیں۔ کہ روایت محض محمد بن خالد سے مروی ہے۔ اور اس لئے متواترات کے مقابل سند نہیں ہو سکتی۔ اور حاکم نے

تصریح فرمائی ہے۔ کہ یہ روایت مجہول ہے۔ اور اصلاً مرفوع۔ اور نسائی فرماتے ہیں۔ کہ یہ روایت منکر ہے۔ اور ابن ماجہ لکھتے ہیں۔ شافعی کے سوا کسی محدث نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ لیکن چونکہ شافعی سے اور روایات صحیحہ متواترہ در باب مہدی آخرالزمانؑ مروی ہیں۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے بھی مثل حاکم بطور تعجب نقل کیا ہے نہ بغرض استدلال واحتجاج اور از روئے اتفاق اگرچہ وہاں اس کی تصریح نہ کی ہو۔ اہل عقل پر چھوڑ دیا ہو۔ اور اعتقاد شافعی دوسری روایات وبیانات سے واضح ہے۔ کہ وہ ہرگز یہ اعتقاد نہیں رکھتے۔ کہ عیسٰے بن مریمؑ ہی مہدی ہیں۔ اور کیوں کر ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا اعتقاد کر سکیں۔ اگر ایسا کریں۔ تو وہ سیکڑوں احادیث نبویؐ کے منکر ہوں گے۔

علامہ سلیمان قندوزی فرماتے ہیں۔ کہ یہ روایت اور تین وجہ سے مجعول ومجہول ثابت ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ اصل روایت یہ ہے۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا لَا يَزْدَادُ الْاَمْرُ اِلَّا شِدَّةً وَلَا الدُّنْيَا اِلَّا اِدْبَارًا وَلَا النَّاسُ اِلَّا شُحًّا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شَرِّ الْخَلْقِ وَلَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ یعنی آنحضرتؐ نے (معاذ اللہ) فرمایا۔ "نہیں بڑھے گا امر دنیا مگر سختی میں اور دنیا ادبار میں اور لوگ بخل میں۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت مگر بدترین خلق پر۔ اور نہیں ہے مہدی مگر عیسٰے بن مریمؑ" اس لئے اگر یہ روایت صحیح ہو۔ تو چاہئے۔ کہ یزید بن معاویہ کے وقت سے مسلمانوں پر سختی آج تک زیادہ ہی ہوتی گئی ہو۔ اور دنیا میں خیر وصلاح باقی نہ رہے۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ دوم اس لئے کہ آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے عرب میں خبر مہدیؑ مشہور ومعروف نہ تھی۔ جو حضرتؐ ان سے یہ فرماتے۔ کہ نہیں ہے وہ مہدی جس کو تم کہتے ہو مگر عیسٰے بن مریمؑ۔ سوم اس لئے کہ خدا نے اپنی کتاب اور کتب سابقہ میں مہدی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس اس وجہ سے پیغمبرؐ نے اپنی امت کو خبر دی ہے۔ جس طرح کہ انبیاء سابقین نے ہمارے پیغمبرؐ کی اور احوال مہدیؑ کی بشارت دی تھی۔ اور ان تمام بشارات کو میں نے مشرق الاکوان میں ذکر کیا ہے۔ پس کیونکر بشارات مہدی عیسٰے کے لئے ہوں۔ حالانکہ تمام انبیاء مع حضرت عیسٰے ان کی بشارت دیتے آئے ہیں۔ اور اس لئے یہ روایت باطل محض ہے۔ علاوہ ازیں پیغمبرؐ نے مہدیؑ کے حسب ونسب واسم ورسم ومناقب وفضائل وعلائم ونشانات کو مفصل بیان فرمایا ہے۔ جن میں سے کوئی بھی حضرت عیسٰے پر صادق نہیں کیوں کر ممکن ہے۔ کہ محمد بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسٰےؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ فرزند زہراؑ بنت محمدؐ المصطفٰے عیسٰے بن مریمؑ بن جائیں۔ کیوں کر ممکن ہے۔ کہ خود ہی رسول خداؐ یہ فرمائیں۔ کہ عیسٰے بن مریمؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے اور اس مہدی آخرالزمانؑ کے

پیچھے نماز پڑھیں گے۔ جو میری اولاد سے ہے۔ اور خود ہی فرمائیں کہ نہیں ہے مہدی مگر عیسٰے۔ خود ہی فرمائیں کہ کیا حال ہوگا جبکہ عیسٰے بن مریمؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ حالانکہ تمہارا امام تم ہی مسلمانوں میں سے ہوگا۔ عیسٰے تمہارے امام نہ ہوں گے۔ اور خود فرمادیں۔ کہ عیسٰے ہی امام مہدی ہے۔ یہ صریح متناقض اقوال ہیں۔ بیشک وہ لوگ منکر رسول و صداقت رسول ہیں۔ جو ایسے کلمات رکیکہ زبان پر لاتے ہوئے شرم نہیں کرتے۔ قاتلھم اللہ انی یوفکون۔ باقی مباحث نزول عیسٰے کے باب میں ذکر کئے جائیں گے اور باب رفع شبہات میں مفصل بیان ہوگا)

یہیں سے یہ بھی واضح ہوگیا۔ کہ یہ روایت مشہورہ لَنْ تَهْلِكَ اُمَّةٌ اَنَا فِيْ اَوَّلِهَا وَالْمَهْدِيُّ فِيْ وَسْطِهَا وَعِيْسٰى فِيْ اٰخِرِهَا (وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے ابتداء میں میں ہوں۔ اور بیچ میں مہدی۔ اور آخر میں عیسٰے) ہرگز اس پر دلالت نہیں کرتی۔ کہ مہدی آخر الزمانؑ عیسٰے ہی ہیں۔ کیونکہ صاف اس میں عیسٰے اور مہدیؑ دونوں کا ذکر ہے۔ مہدیؑ اور عیسٰے کو ایک نہیں کہا گیا۔ اور نہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ فتح عالم عیسٰے کے ہاتھ پر ہے۔ بلکہ مطلب بالکل صاف اور واضح ہے۔ کہ نزول عیسٰے بعد ظہور مہدیؑ ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں آچکا ہے۔ کہ مہدیؑ منتظر ہوں گے۔ اور آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ کہ عیسٰے نزول فرمائیں گے۔ کہ گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ نزول عیسٰے ظہور مہدیؑ کے بعد ہوگا۔ یعنی آپ ظاہر ہو چکے ہوں گے اور خروج فرما چکے ہوں گے۔ اس وقت عیسٰے آئیں گے۔ اس کو اتحاد عیسٰے علیہ السلام و مہدی علیہ السلام سے کوئی نسبت نہیں

اور دوسرے طریق سے جو روایت مروی ہے۔ اس سے شبہ بالکل ہی رفع ہوجاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ زید بن علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک طولانی حدیث کے ضمن میں خبر دی ہے کَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَاِثْنَا عَشَرَ مِنْ بَعْدِيْ مِنَ السُّعَدَآءِ وَاُولِي الْاَلْبَابِ وَالْمَسِيْحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ اٰخِرُهَا وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ نَتَجُ الْهَرَجِ لَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ۔ یعنی کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے وہ امت جس کا اول میں ہوں۔ اور اس کا آخر میرے بعد بارہ سعداء اور اولے الالباب اور عیسٰے ہوں۔ لیکن ان کے درمیان ہرج و مرج بہت ہوگا۔ اور وہ لوگ جو ایسا کریں گے مجھ سے نہیں ہیں اور نہ میں ان سے ہوں" ان دونوں حدیثوں کو جمع کرنے سے مطلب صاف وہی نکلتا ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ نزول عیسٰے بارھویں امامؑ کے ظہور کے بعد ہے۔ اور یہ سب بارہ کے بارہ امامؑ اور عیسٰے آنحضرتؐ کے بعد ہیں۔ کسی طرح اس روایت سے اتحاد مہدیؑ و عیسٰے

ثابت نہیں ہو سکتا۔ جو جہال اس کو سند لاتے ہیں۔ یہ ان کی حماقت کی دلیل ہے۔ اگر مہدیؑ و عیسٰےؑ ایک ہوں۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ کل ائمہ اہل بیتؑ و عیسٰےؑ ایک ہوں۔ اور ائمہ اہلبیت میں سے کوئی بھی امام نہ ہو۔ بلکہ کسی کا بھی وجود نہ ہو۔ اور یہ باطل محض و محال صریح ہے۔ لہذا یہ خیال بھی باطل ہے۔ کہ مہدیؑ عیسٰےؑ ہیں اور بالکل محال و ممتنع مطلق ہے:

بلاشک ولاریب اوّل اوّل جناب رسول خداؐ نے دُنیا میں اسلام کو قائم کیا۔ اور قیام بالسیف فرمایا۔ لیکن بدء الاسلام غریباً وسیعود غریباً اسلام حالتِ غربت میں ظاہر ہوا۔ اور عنقریب اسی حالت میں لوٹ جائے گا؛ بھی آپ نے ہی فرمایا۔ اور پھر اسلام اسی حالتِ غریبی پر لوٹ گیا۔ بعد ازاں امام حسینؑ نے اسلام کے حق و باطل میں دیوار قائم کی۔ اور اس کو بالکل فنا ہونے سے بچالیا لیکن حالتِ غربت سے نہ نکال سکے۔ اور یہ فضیلت مہدی آخرالزمانؑ کے لئے مخصوص رہی۔ کہ اسلام کُلّی طور پر ان کے زمانے میں عزت و غلبہ حاصل کرے۔ اور وہ جناب دُنیا میں اسلام کو پورے طور سے زندہ اور قائم کریں گے۔ اور بعد ظہور آنجنابؑ عیسٰےؑ آسمان سے اُتر کر ان کی تصدیق فرمائیں گے اور نصرت کریں گے۔ اور لوگوں کو اس جنابؑ کی طرف دعوت دیں گے۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لن تھلک امۃ انا اولھا والمھدی فی اوسطھا وعیسٰی فی اٰخرھا باختلاف بعض الفاظ) فافہم وتدبر:

علامہ ابن حجر اس روایت کی بابت یہ تحقیق فرماتے ہیں۔ کہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جزیہ کے منسوخ کرنے اور ملل مخالفۂ اسلام کے ہلاک کرنے کے لئے سوائے عیسٰےؑ بن مریمؑ اور کوئی مہدی نہیں ہے۔ یا یہ کہ نہیں ہے مہدی معصوم مگر عیسٰےؑ اور یہ اس لئے تاویل کی گئی ہے۔ کہ ان کے نزدیک عصمت اگر ہے تو صرف نبی کے لئے ہے نہ امام کے لئے۔ اس کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں یعنی عصمت لازمہ امامت ہے۔ اور امام نہیں ہوتا مگر معصوم۔ اور محی الدین العربی کے نزدیک جو نص رسول اللہؐ نے مہدی کی عصمت کی بابت کی ہے۔ وہ کسی کی بابت نہیں ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ اور ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا۔ کہ کیا عمر بن عبدالعزیز مہدیؑ ہی ہے؟ کہا۔ نہیں۔ کیونکہ اس نے عدل کو کامل نہیں کیا۔ مہدی آخرالزمانؑ تمام روئے زمین کو عدل سے پُر کر دے گا۔ یعنی وہ من جملہ مہدیین ہے۔ نہ وہ مہدی آخرالزمانؑ جس کی خبر دی گئی ہے۔ اور وعدہ کیا گیا ہے۔ اور احمد بن حنبل نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ منجملہ ان مہدیوں کے ہے۔ جن کا ذکر رسول اللہؐ نے اس حدیث میں کیا ہے۔ تم پر لازم ہے۔ کہ میری سنت پر عمل کرو۔ اور ان کی سنت پر جو

میرے بعد خلفاء راشدین مہدیین ہیں۔ ثُمَّ تَاوِیْلُ حَدِیْثِ لَامَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی اِنَّمَا هُوَ عَلٰی تَقْدِیْرِ ثُبُوْتِهٖ وَالْاَنْفَالُ الْحَاکِمُ اَوْرَدَتْهُ تَعَجُّبًا لَا مُحْتَجًّا بِهٖ یعنی یہ تاویل حدیث لامہدی الا عیسٰے بر فرض ثبوت ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ یہ حدیث ہی نہیں ہے۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ میں نے از روئے تعجب اس حدیث کو ذکر کیا ہے نہ بغرض استدلال و احتجاج "! اور البیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں محمد بن خالد متفرد ہے۔ اور کسی نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ اور اس لئے قابل اعتماد نہیں ہو سکتی۔ اور حاکم نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث مجہول ہے۔ اور اس کی سند میں اختلاف ہے۔ اور اس لئے قابل توجہ نہیں۔ اور امام نسائی کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث منکر ہے۔ اور حفاظ احادیث کہتے ہیں کہ وہ احادیث مذکورہ جو نص کرتی ہیں۔ کہ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے۔ وہ اس سے اسناد میں صحیح تر ہیں۔ اور ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جب قائم آل محمدؐ خروج کرے گا۔ تو خدا تمام اہل مشرق اور اہل مغرب کو جمع اور متفق کرے گا پس رفقائے مہدیؑ اہل کوفہ ہوں گے اور ابدال شام سے آئیں گے۔ اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ ایک خلیفہ کے مرنے کے وقت اختلاف پڑے گا پس مدینہ سے ایک شخص خروج کرے گا۔ اور مکہ کی طرف بھاگ کر جائے گا۔ پس کچھ لوگ اہل مکہ سے آئیں گے اور اس کو نکالیں گے درآنحالیکہ اس کو ناگوار ہوگا۔ پس رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کریں گے۔ اور ان کی طرف ایک لشکر شام سے بھیجا جائے گا۔ اور وہ مکہ و مدینہ کے درمیان بیداء کی زمین میں دھس جائے گا (یہ سفیانی کا لشکر ہوگا)۔ جب لوگ یہ دیکھیں گے۔ تو ابدال اہل شام اور عصائب اہل عراق آئیں گے۔ اور اس کی بیعت کریں گے پھر ایک شخص اٹھے گا جو قریش سے ہوگا۔ اور اس کا ننھیال بنی کلب ہیں۔ اور وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا۔ اور وہ لوگ اس پر غالب آئیں گے۔ اور یہ لشکر بنی کلب کا ہوگا۔ اور محروم ہے۔ وہ شخص جو بنی کلب کی لوٹ میں مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہو۔ پس وہ لوگوں میں مال تقسیم کرے گا اور سنت نبیؐ پر عمل کرے گا۔ اور طبرانی نے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا۔ کہ ہمارا نبیؐ بہترین نبیؐ ہے۔ اور وہ تیرا باپؐ ہے۔ اور شہید ہمارا بہترین شہید ہے۔ اور وہ تیرے باپؐ کا چچا حمزہؑ ہے۔ اور ہم میں سے ہی وہ ہے۔ جو دو بازوؤں سے جنت میں اڑتا ہے۔ اور وہ تیرے باپؐ کے چچا کا بیٹا جعفرؑ ہے۔ اور ہم میں سے ہی سبطین امت حسنؑ و حسینؑ ہیں یعنی ان دونوں سے دو بڑے قبیلہ پیدا ہوں گے۔ بڑی نسل پھیلے گی اور خلق کثیر پیدا ہوگی۔ اور ہم میں ہی سے مہدیؑ ہے اس حدیث میں ایک نقرہ کم ہے۔ یعنی وَصِیُّنَا خَیْرُ الْاَوْصِیَاءِ وَهُوَ

یعلمک یعنیؑ وصی ہمارا بہترین اوصیاءؑ ہے اور وہ تیرا شوہر ہے" جیسا کہ بعض احادیث میں آ چکا ہے)۔
اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے گا۔ تو اللہ اس کو دراز کر دے گا یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص مالک تمام روئے زمین ہو۔ جو مالک ہوگا دیلم اور قسطنطنیہ کا ؎

اور حاکم سے یہ حدیث صحیح مروی ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے۔ کہ ہم اہل البیتؑ میں سے چار ہیں۔ ہم میں ہی سے سفاح ہوگا۔ ہم میں ہی سے منذر ہوگا۔ ہم میں ہی سے منصور اور ہم میں سے مہدیؑ۔ پس اگر اہل بیتؑ سے مراد تمام بنی ہاشم ہیں۔ تو پہلے یہ تین نسل عباسؓ سے ہوں گے۔ اور چوتھا یعنی مہدیؑ نسل فاطمہؑ سے۔ پس اس میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ کہ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے۔ اور اگر ان چاروں سے مراد اولاد عباسؓ ہوں۔ تب مہدی سے مراد تیسرا خلیفہ عباسی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ وہ عباسیوں میں ایسا ہی ہے جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ میں۔ کیونکہ اس کو عدل تام اور سیرت حسنہ حاصل تھی۔ اور اس لئے بھی کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ مہدی کا نام نام نبیؐ ہے۔ اور ان کے باپ کا نام آنحضرتؐ کے باپ کے نام کے موافق ہے۔ اور یہ مہدی ایسا ہی ہے۔ کیونکہ وہ محمد بن عبداللہ المنصور ہے۔ اور اسی کی تائید ابن عدی کی اس خبر سے ہوتی ہے۔ کہ مہدی میرے چچا عباسؓ کی اولاد سے ہے۔ لیکن ذہبی نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث صرف محمد بن الولید مولائے بنی ہاشم سے مروی ہے۔ اور وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس لئے ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو سکتی (اس لئے یہ بھی غلط ہے۔ کہ مہدی کے باپ کا نام مثل نام پدر بزرگوار حضرت رسول مختارؐ ہے) اور تاویل اس کے خلاف نہیں ہے۔ جو اوصاف ابن عباس نے مہدی کے بیان کئے ہیں۔ کیونکہ ان کو اس مہدی پر بھی حمل کیا جا سکتا ہے (لیکن یہ خیال باطل محض مصدق حقیقی صرف مہدی آخر الزمانؑ ہی پر ہو سکتا ہے) اور جب کہ اس کلام کی یہ تاویل ہو سکتی ہے۔ تو یہ بات ان احادیث صحیحہ کے منافی نہیں ہے۔ جس میں ثابت ہے کہ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے۔ کیونکہ اس سے مراد وہ مہدیؑ ہے۔ جو آخر الزماں میں ظاہر ہوگا۔ اور اسی کی بابت بحث ہے نہ اس مہدی عباسی کی بابت۔ اور وہ وہ مہدیؑ ہے۔ جس کے پیچھے عیسےٰؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ اور یہ روایتؒ کہ بعد مہدی بارہ شخص مالک زمین یا بادشاہ ہوں گے۔ چھ اولاد حسنؑ سے اور پانچ اولاد حسینؑ سے اور آخر کسی اور خاندان سے" بالکل واہیات ہے۔ یعنی اوّل تو یہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔ دوسرے احادیث

میں یہ آچکا ہے۔ کہ وہ مہدیؑ آخرالزماں میں آئے گا اور عیسےٰؑ اس کی اقتداء کریں گے۔ لہٰذا اس کے بعد کسی اور کا بادشاہ ہونا خلاف فرض ہے (اس کی تشریح ابواب لاحقہ میں آئے گی) اور یہ اس حدیث طبرانی کے بھی خلاف ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ اور بعد خلفاء امراء۔ اور بعد امراء ملوک۔ اور بعد ملوک شاہان جبّار۔ پھر میری اہل بیتؑ میں سے ایک شخص خروج کرے گا۔ اور وہ زمین کو عدل وداد سے بھر دے گا۔ پس مہدیؑ سب سے آخر میں ہے۔ اس کے بعد اور کوئی نہ ہوگا۔ اور قسطلانی نے کہا ہے۔ کہ ہم اس کلام ابن عباس کو اس پر بھی محمول کر سکتے ہیں۔ جو ابن عباس نے ہی رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے۔ یعنی کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ وہ امت ہلاک نہیں ہوگی جس کے اوّل میں مَیں ہوں اور وسط میں مہدیؑ اور آخر میں عیسےٰؑ بن مریمؑ۔ بایں طور کہ اس مہدی سے مراد مہدی عباس لیں نہ مہدی آخرالزمانؑ۔ اور بعض کا یہ قول ہے۔ کہ وسط سے مراد ماقبل آخر ہے۔ اور اس صورت میں مطلب حدیث یہ ہوگا۔ کہ نزول عیسےٰؑ سے پہلے مہدیؑ خروج فرمائیں گے۔ اور بعد ازاں حضرت عیسےٰؑ نازل ہوں گے۔ اس بیان کے بعد علامہ حدیث احمد ماوردی کو روایت کرکے جس کا آئندہ ذکر آئے گا تبلیہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اظہر یہ ہے۔ کہ خروج مہدیؑ قبل نزول عیسےٰؑ ہے۔ اور ایک قول ضعیف یہ ہے۔ کہ بعد نزول عیسےٰؑ ہے۔ اور ابوالحسین الآبزی نے کہا ہے۔ کہ خروج مہدیؑ کے باب میں احادیث متواترہ ومستفیضہ آنحضرتؐ سے مروی ہیں۔ اور یہ کہ وہ اہل بیتؑ نبویؐ سے ہے۔ اور وہ سات سال مالک زمین رہے گا۔ اور زمین کو عدل وداد سے بھر دے گا۔ اور وہ عیسےٰؑ بن مریمؑ کے ساتھ خروج کرے گا۔ اور عیسےٰؑ اس کی قتل دجّال پہ مدد کریں گے۔ اور دجّال کو ارض فلسطین میں باب الّد پہ قتل کر دیں گے۔ اور وہی اس امت کا امام ہوگا۔ اور عیسےٰؑ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور یہ بات جو مروی ہے۔ کہ مہدیؑ عیسےٰؑ کو نماز پڑھائیں گے اور عیسےٰؑ ان کی اقتداء کریں گے۔ اس پر احادیث دال ہیں۔ جیسا کہ معلوم ہو چکی ہیں۔ اور جو سعدالدین التفتازانی نے روایت کی ہے۔ کہ عیسےٰؑ مہدیؑ کو نماز پڑھائیں گے کیوں کہ وہ بوجہ نبوت اس کے سزاوار ہیں۔ اس پہ کوئی شاہد اور کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مہدیؑ عیسےٰؑ بن مریمؑ کو اس لئے نماز پڑھائیں گے۔ کہ یہ ظاہر ہو جائے۔ کہ وہ ہمارے نبیؐ کے تابع ہو کر آئے ہیں۔ اور انہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ اور حکم کریں گے۔ اور اپنی شریعت میں کسی قسم کا اختیار استقلالی نہیں رکھتے ہوں گے۔ اور اگر مہدی یا اور کوئی فرد امت مہدیؑ عیسےٰؑ ابن مریمؑ کی اقتداء کرے۔ تو یہ غرض فوت ہو جائے گی۔ اور حضرتؑ اپنی شریعت میں مستقل سمجھے جائیں گے۔ اور یہ معلوم نہ ہوگا۔ کہ یہ تابع شریعت

محمدی ہیں۔ پس ضرور حضرت عیسٰے علیہ السلام حضرت مہدی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کریں گے۔ انتہی ؎

علامۂ موصوف کے اس بیان اور تحقیق سے بخوبی واضح ہے۔ کہ یہ امر باطل محض ہے۔ کہ عیسٰے ہی مہدی امت ہیں۔ اور یہ حدیث محض مجعول ومجہول ہے۔ ہرگز قابل سند نہیں۔ اور کیونکر ایک روایت مجہول مجعول سیکڑوں احادیث صحیحہ متواترہ ومستفیضہ کے مقابل سند ہو سکتی ہے اور کیوں کر دو شخص متغائرالذات والصفات شخص واحد ہو سکتے ہیں۔ اسی بیان سے یہ بھی تصدیق ہو گیا۔ کہ حدیث عیسٰے فی آخرہا بھی اس کی دلیل نہیں ہے۔ کہ مہدی اور عیسٰے ایک ہی ہیں۔ اور آخری ہادی عیسٰے ہیں۔ اور یہ ہرگز علماء محققین اہل سنت کے نزدیک مسلم نہیں ہے۔ اور یہ روایت کہ مہدی آخرالزمانؑ اولاد عباس سے ہے بالکل موضوع ہے۔ اور یہ کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ کہ مہدی آخرالامم اولاد عباس سے ہے۔ بلکہ جملہ محققین علماء کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ کہ مہدی آخرالزمن اولاد فاطمہؑ اور اہل بیتؑ نبویؐ سے ہے۔ اور انہی کے پیچھے عیسٰے نزول فرما کر نماز پڑھیں گے اور ان کی متابعت واقتداء کریں گے۔ اور افضیلت امام مطلق و خلیفہ خدا حضرت مہدی آخرالامم نبی جزئی پر ثابت اور محقق ومبرہن ہے۔ کما ھو ذکرنا اس لئے جناب مہدی کا حضرت عیسٰے کے پیچھے نماز پڑھنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ حق یہی ہے کہ حضرت عیسٰے مہدی امت کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ فافہم۔ اس سے انکار ضروریات دین سے انکار کرنا اور معاذ اللہ آنحضرتؐ صادق امین صلے اللہ علیہ وآلہ الطیبین الطاہرین کی تکذیب کرنا ہے ؎

خلاصہ یہ کہ جملہ اقوال فرق باطلہ غلط محض ہیں۔ اور مہدی صرف حضرت حجۃ ابن الحسنؑ ہیں یہاں تک کہ مہدی آخرالزمانؑ کا اطلاق ائمۂ اہلبیتؑ سے کسی امام پر نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ جو سلسلۂ امامت ہی سے خارج ہیں۔ خصوصاً وہ مدعی جو دراصل دائرہ اسلام ہی سے خارج ہیں۔ ان پر کیونکر اس مہدی کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ خواہ سندھی ہوں یا ہندی۔ پنجابی ہوں یا ہندوستانی۔ کشمیری ہوں یا الی الآخر۔ ہاں ان ہندی مدعیان عیسویت ومہدویت کے لئے یہ ضرور شایاں ہے۔ کہ وہ کرشن یا رامچندر یا ہنومان یاراون کی روح کے بروز وظہور کے اپنے ہیں مدعی ہوں۔ اور ان کے مظہر نہیں محمد عربی کے سلسلۂ امامت میں ان کو دخل ممکن نہیں۔ وہ مہدویت اسی جناب سے مخصوص ہے۔ جو روز ازل سے دنیا کو شرک وکفر والحاد سے صاف وپاک کرنے کے لئے

منسوب و منصوص کیا گیا ہے۔ اور اسی واسطے جمیع علماء امامیہ اثنا عشریہ اور اکثر و بیشتر علماء محققین اہل سنت جن کی کتب مدار دیانت ہیں اور جن کے اقوال موثوق بہ و معتمد علیہ وہ سب باتفاق اسی کے قائل ہیں۔ کہ مہدی موعود وہی حجت ابن الحسن العسکری ہیں۔ اور وہ پیدا ہو چکے ہیں اور بحکم خدا غائب و موجود ہیں۔ اور جب اذن خدا ہو گا ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ بیان ذیل سے اس کی مزید تائید و تصدیق ہوتی ہے ۞

فصل

اسمائے گرامی علمائے محققین اہل سنت جو وجود و غیبت امام مہدیؑ کے قائل ہیں

الشیخ العلامہ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ بن الحسن القرشی نصیبی النسی الشافعیؒ

اپنی کتاب مستطاب مطالب السئول میں فرماتے ہیں۔ (الباب الثانی عشر فی ابی القاسم محمد بن الحسن الخالص بن علی المتوکل بن محمد القانع بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب المهدی الحجۃ الخلف الصالح المنتظر علیہم السلام (ملاحظہ ہو آخر کتاب)۔ بعد ازاں فرماتے ہیں۔ وہ بضعۃ الرسولؐ و طاہرۃ البتولؑ کی نسل طیب و طاہر سے ہے۔ سر من رائے میں ۲۵۵ھ میں ولادت ہوئی۔ اور آپ کا نسب باپ کی طرف سے یہ ہے۔ ابن ابو محمد الحسن الخالص بن علی المتوکل بن محمد القانع بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الزکی بن علی المرتضیٰ امیر المومنین علیہم السلام۔ اور آپ کی والدہ ام ولد صقیل ہیں۔ جن کو حکیمہ وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ نام آپ کا محمد ہے۔ اور کنیت ابو القاسم۔ لقب الحجۃ۔ الخلف الصالح اور المنتظر ہے۔ اس کے بعد احادیث و روایات نقل کر کے شبہات و اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے

ہیں۔ کہ اگر کوئی معترض یہ اعتراض کرے۔ کہ یہ احادیث نبویہ جو کثیر التعداد ہیں۔ اور کل کی کل صریح ہیں۔ اور صحیح و متفق علیہ ہیں۔ اور ان پر اجماع امت ہے کہ آنحضرتؐ ہی سے صادر ہوئی ہیں۔ اور وہ صریح اور صحیح ہیں اس بات کے ثابت کرنے میں کہ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ ذریت و عترتِ رسولؐ و اہل بیت نبوت و رسالت سے ہے۔ اور یہ کہ اس کا نام مثل نام رسولؐ ہے۔ اور وہی زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا اور اولاد عبدالمطلب ہی سے ہے اور وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور اس میں کسی کو نزاع نہیں ہے۔ مگر یہ اس پر دلالت نہیں کرتی ہیں۔ کہ وہ مہدی موصوف جس کی یہ صفات ہیں اور علامات ہیں۔ وہی ابوالقاسم محمد بن الحسن الحجۃ الخلف الصالح ہے۔ کیوں کہ اولاد فاطمہؑ بہت ہے اور ذریتِ رسولؐ کثیر۔ اس لئے اس کے اثبات کے واسطے اور دلیل کی ضرورت ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب رسول خداؐ نے مہدی کو اوصافِ متعددہ سے موصوف کیا اور بتلا دیا ہے۔ کہ وہ اولاد فاطمہؑ اور اولاد عبدالمطلبؑ سے ہے۔ وہ روشن پیشانی اور بلند بینی ہے۔ اور اس کا نام فلاں ہے اور نسب فلاں ہے۔ اور ان سب اوصاف و صفات مذکورہ کو علامت قرار دیا ہے۔ کہ جس میں یہ تمام باتیں جمع ہوں۔ وہی شخص مہدیؑ ہے۔ پھر ہم یہ صفات کل کی کل محمد بن الحسن الخلف الصالح کے سوا اور کسی میں نہیں پاتے۔ اور اس لئے ضروری و لازم ہے۔ کہ ہم اس بات کے قائل ہوں۔ کہ وہی مہدیؑ موعود ہے نہ اور کوئی۔ ورنہ اگر ان علامات اور دلائل کا وجود تو تسلیم کریں اور معلوم و مدلول کو تسلیم نہ کریں۔ اور وہ ثابت نہ ہو۔ تو ان کو علائم و دلائل قرار دینا غلط و باطل ہوگا۔ اور آنحضرتؐ پر کذب صریح لازم آئے گا۔ اور یہ دلائل و علامات نہ ہوں گی۔ اور اس کا کوئی عقلمند قائل نہیں ہو سکتا۔ الخ؀

ہم کہتے ہیں۔ کہ عاقل بصیر پہ پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ فی الحقیقت یہ اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جہاں یہ علائم و صفات مذکور ہیں۔ وہاں صاف تصریح احادیث میں موجود ہے۔ کہ مہدی موعود ابوالقاسم محمدؑ بن الحسنؑ العسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسےؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ یعنی کہ وہ ذریتِ رسولؐ اولاد بتولؑ سے گیارھواں فرزند ہے۔ اور وہ سوائے حجۃؑ بن الحسنؑ اور کوئی نہیں ہے۔ اور اسی میں تمام صفات جمع ہیں۔ اگر احادیث و روایات میں بطور عموم ذریت و عترت رسولؐ کا لفظ ہوتا اور خاص تشخیص و تخصیص نہ ہوتی۔ تو یہ اعتراض ہو سکتا تھا۔ اور اس کا یہی جواب ہو سکتا تھا۔ جو علامہ موصوف نے

رہا ہے۔ لیکن جب خاص تشخیص و تخصیص موجود ہے۔ تو اس اور اس جیسے کسی اعتراض کو یہاں دخل نہیں۔ احادیث بالکل صاف و صریح ہیں۔ کہ مہدی موعود یہی جناب ہیں۔ وھو المطلوب اور علامہ موصوف نے جو کچھ کہ اپنی کتاب معظم الدر المنظم میں فرمایا ہے۔ اس کو آئندہ ابواب میں ذکر کیا جائے گا۔

الشیخ الاکبر محی الدین ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد بن عربی الحاتم الطائی الاندلسی فتوحات مکیہ کے تین سو چھیاسٹھویں باب میں فرماتے ہیں۔ منزل وزراء مہدی۔ وہ مہدی جو آخر الزمان میں ظاہر ہو گا اور جس کی رسول نے بشارت دی ہے اور وہ اہل بیت رسول سے ہے۔ بیشک وہ خدا کا ایک خلیفہ ہے جو اس وقت خروج کرے گا۔ جبکہ زمین ظلم و جور سے پر ہو گئی ہو گی پس وہ اس کو عدل و داد سے پر کر دے گا۔ اور اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس دن کو بڑھائے گا۔ یہاں تک کہ عترت رسول سے وہ شخص مالک و والی زمین ہو۔ جس کی درمیان رکن و مقام بیعت کی جائے گی۔ اور سب سے زیادہ نیک بخت اس وقت اہل کوفہ ہوں گے۔ وہ مال کو مساوی تقسیم کرے گا۔ اور رعیت میں عدل پھیلائے گا۔ اور قضایا فیصل کرے گا۔ وہ زمان فترۃ دین میں خروج کرے گا (یعنی جب کوئی حجت خدا ظاہر نہ ہو گا)۔ جو اس کا انکار کرے گا قتل کیا جائے گا۔ اور جو اس سے جھگڑے گا ذلیل ہو گا۔ وہ اس دین کو ظاہر کرے گا جو فی الحقیقت دین ہے۔ اور اگر رسول خدا زندہ ہوتے۔ تو اس دین پر حکم کرتے۔ یعنی خالص و حقیقی دین محمدی کو ظاہر کرے گا۔ زمین سے کل مذاہب مختلفہ کو اٹھا دے گا۔ پس نہ باقی رہے گا مگر دین خالص۔ اس کے دشمن علماء مجتہدین ہوں گے۔ پس وہ از روئے کراہیت اس کے تحت حکم داخل ہوں گے اس کی سطوت و تلوار کے خوف سے اور اس مال کی خواہش سے جو اس کے پاس ہو گا۔ اور اس سے تمام مسلمان خوش ہوں گے عارفین اہل حقائق و شہود اس کی بیعت کریں گے۔ اس کے کچھ خدا پرست مرد ہوں گے۔ جو اس کی دعوت کو قائم کریں گے۔ اور مدد دیں گے۔ اور وہی وزراء مہدی ہیں۔ وَھُوَ السَّیِّدُ الْمَھْدِیُّ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ ھُوَ الْوَابِلُ الْوَسْمِیُّ حِیْنَ یَجُوْدُ۔ اور وہ خلیفہ خدا مؤید من اللہ ہے۔ وہ حیوانوں کی آواز سمجھتا ہے۔ اور اس کا عدل جن و انس سب میں پھیلے گا۔ اور اس کے وزراء ایرانی ہوں گے کوئی ان میں عربی نہیں ہے۔ مگر سب عربی بولتے ہوں گے۔ اور اصل عبارت شیخ محی الدین عربی متعلق مہدی یہ ہے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ خُرُوْجِ الْمَھْدِیِّ لٰکِنْ لَا یَخْرُجُ حَتّٰی تَمْتَلِیَ الْاَرْضُ جَوْرًا وَّظُلْمًا فَیَمْلَاُھَا قِسْطًا وَّعَدْلًا وَلَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ وَاحِدٌ

لطوّل الله تعالى ذلك اليوم حتى يلي ذلك الخليفة وهو من عترة الرسول من
ولد فاطمة رضي الله عنها جدّه الحسين بن علي ووالده الحسن العسكري ابن
الإمام النقي ابن الإمام محمد التقي ابن الإمام علي الرضا ابن الإمام موسى
الكاظم ابن الإمام جعفر الصادق ابن الإمام محمد الباقر ابن
الإمام زين العابدين علي ابن الحسين ابن الإمام علي ابن أبي طالب رضي الله
عنهم يواطئ اسمه اسم رسول الله يبايعه المسلمون ما بين الركن والمقام يشبه
رسول الله في الخَلق وينزل عنه في الخُلق هو أجلى الجبهة أقنى الأنف أسعد
الناس به أهل الكوفة يقسم المال بالسوية ويعدل في الرعية يأتيه
الرجل فيقول يا مهدي أعطني وبين يديه المال فيحثي له في ثوبه ما
استطاع أن يحمله يخرج على فترة من الدين يزع الله به ما لا يزع بالقرآن
يمسي الرجل جاهلاً وجباناً وبخيلاً فيصبح عالماً شجاعاً كريماً يمشي النصر
بين يديه يعيش خمساً أو سبعاً أو تسعاً يقفو أثر الرسول لا يخطئ له ملك
يسدده من حيث لا يراه يحمل الكلّ ويعين الضعيف ويساعد على نوائب
الحق يفعل ما يقول ويقول ما يفعل ويعلم ما يشهد يصلحه الله في ليلة
يفتح المدينة الرومية بالتكبير مع سبعين ألفاً من المسلمين من ولد إسحاق
يشهد الملحمة العظمى مأدبة الله بمرج عكا يبيد الظلم وأهله ويقيم
الدين وأهله وينفخ الروح في الإسلام يعز به الله الإسلام بعد ذلّه
ويحييه بعد موته يضع الجزية ويدعو إلى الله بالسيف فمن أبى قتل
ومن نازعه خذل يظهر من الدين ما هو عليه في نفسه حتى لو كان رسول الله
حياً لحكم به فلا يبقى في زمانه إلا الدين الخالص عن الرأي يخالف
في غالب أحكامه مذاهب العلماء فينقبضون منه لذلك لظنهم أن الله تعالى لا يحدث بعد
أئمتهم مجتهداً وقال اعلم أنه لم يبلغنا أن النبي نص على أحد من الأئمة أن يقفو
أثره لا يخطئ إلا الإمام المهدي خاصة فقد شهد له بعصمته في خلافته
كما شهدت أدلة العقول بعصمة رسول الله فيما يبلغه عن ربه من الحكم المشروع له

یعنی فرماتے ہیں۔ کہ جاننا چاہیئے۔ کہ خروج مہدی ضروری ولازمی ہے۔ لیکن وہ

خروج کرے گا یہاں تک کہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے۔ پس وہ اس کو عدل وداد سے پُر کر دے
اور اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو بڑھائے گا۔ کہ وہ خلیفہ خدا مالک زمین ہو۔
اور وہ عترتِ رسولؐ و اولاد فاطمۂ سے ہے۔ اس کے جدِ بزرگوار حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں ۔
اور والد حسنؑ العسکری بن علیؑ نقی بن محمدؑ تقی بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ کاظم بن جعفرؑ صادق بن محمد
باقر بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیہم السلام۔ اور نام مہدی موافق نام رسول خداؐ
ہے۔ مسلمان رکن ومقام کے درمیان اس سے بیعت کریں گے۔ وہ صورت میں مشابہ رسولؐ
ہے۔ اور خلق میں ان سے کم۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ روشن پیشانی
بلند بینی ہے۔ سب سے زیادہ سعید اس کے عہد میں اہل کوفہ ہوں گے۔ وہ مال مساوی
تقسیم کرے گا! اور رعیت میں عدل قائم کرے گا۔ آدمی اس کے پاس آئے گا اور کہے گا۔ کہ مہدی عطا
فرمایئے۔ اور اس کے آگے مال ہو گا۔ اور وہ بلاشمار دونو ہاتھ بھر بھر کر اتنا اس کے کپڑے میں ڈال
دے گا جتنا کہ وہ اُٹھا سکے۔ اور فترت دین کی حالت میں خروج کرے گا۔ اللہ اس کے ذریعہ سے
وہ فساد رفع اور حق پیدا کرے گا۔ جو قرآن سے نہیں کرتا ہے۔ آدمی شام کرے گا اس حال میں کہ
جاہل نامرد اور بخیل ہو گا۔ اور صبح کو عالم شجاع اور کریم ہو کر اُٹھے گا۔ نصرت اس کے آگے
چلے گی۔ وہ پانچ یا چھ یا سات سال زندہ رہے گا۔ وہ رسولؐ کے بالکل قدم بقدم چلے گا اور کسی امر میں
خطا نہ کرے گا۔ ایک ملک مدد اس کے ساتھ ہو گا جو دکھلائی نہ دیتا ہو گا وہ عاجز کو اُٹھائے گا۔ ضعیف
کی اعانت کرے گا اور مصائب میں مدد دے گا۔ وہ جو کہے گا وہ کرے گا۔ اور جو کرے گا وہی کہے گا۔
اور جو جانے گا اسی کی شہادت دے گا۔ خدا ایک شب میں اس کا کام درست کر دے گا۔ وہ شہر
رومۃ الکبریٰ صدائے تکبیر سے ستر ہزار مسلمانوں کے ساتھ فتح کرے گا۔ جو اولادِ اسحاقؑ سے
ہوں گے۔ وہ جنگ اعظم میں حاضر ہو گا۔ جو مرج عکا میں دعوتِ خدائی ہے۔ اور اہل ظلم کو
ہلاک کر دے گا۔ اور دین اور اہل دین کو استحکام بخشے گا۔ اسلام میں روح حیات پھونک دے گا
اللہ اس کے ذریعہ سے بعد ذلت اسلام کو عزت بخشے گا۔ اور بعد موت زندہ کرے گا۔ وہ جزیہ
اُٹھائے گا۔ اور تلوار سے دعوتِ اسلام دے گا۔ جو انکار کرے گا قتل کیا جائے گا
جو جھگڑے گا ذلیل ہو گا۔ وہ اصل دین محمدی کو ظاہر کرے گا۔ کہ اگر رسولؐ ہوتے تو اسی پر حکم کرتے
پس اس کے زمانے میں دینِ خالص باقی رہ جائے گا۔ وہ اکثر احکام میں مذاہب علماء کے خلاف
ہو گا۔ پس علماء اس سے تنگ دل ہوں گے۔ کیونکہ ان کا گمان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے

ائمۂ اربعہ کے بعد کسی مجتہد کو پیدا نہ کرے گا۔" بعدازاں لکھتے ہیں۔ "کہ نبیؐ نے جو تصریح اپنی موافقت و مطابقت کی مہدی کی نسبت فرمائی۔ وہ کسی اور امام کی نسبت نہیں فرمائی ہے اور حضرتؐ نے شہادت دے دی ہے۔ کہ وہ اپنی خلافت اور اپنے احکام میں معصوم ہے۔ جس طرح دلیل عقلی شاہد ہے۔ کہ آنحضرتؐ تبلیغ احکام شرعیہ میں معصوم ہیں (بلکہ جمیع امور میں اوّل عمر سے آخر عمر تک) "بعض امور سامرۃ الاخبار سے آئندہ مذکور ہوں گے۔

الشیخ العارف الخبیر ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی اپنی کتاب مستطاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں۔ کہ اشراط قیامت مثل خروج مہدی۔ خروج دجال۔ خروج دابۃ الارض۔ طلوع آفتاب از مغرب۔ رفع قرآن۔ فتح سد یاجوج و ماجوج ضرور بالضرور واقع ہونے والی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ یہ اضمحلال دین گیارھویں قرن کے تیس سال بعد شروع ہوگا۔ اور اس وقت خروج مہدیؑ کی امید ہے۔ اور وہ فرزند امام حسن العسکری ہیں۔ اور ۱۵ شعبان کو ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور باقی ہیں۔ جب تک عیسٰی بن مریمؑ سے ملیں۔ اور ہمارے اس زمانے تک سات سو چھ سال ہوتی ہے۔ الخ۔

(۴) ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی السنی الشافعی کفایۃ الطالب والبیان فی اخبار صاحب الزمانؑ میں اسی کے قائل ہیں۔ اور ائمۂ اولاد علیؑ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وَخَلَّفَ عَلِیُّ الْہَادِیُّ مِنَ الْوَلَدِ اَبَا مُحَمَّدِ نِ الْحَسَنَ (العسکری) ابنہ یعنی امام علی بن محمد التقی نے اپنی اولاد میں سے اپنے فرزند ابو محمد الحسنؑ کو چھوڑا۔ پھر ان کی تاریخ ولادت و وفات کا ذکر کرکے لکھتے ہیں۔ وابنہ ھوالامام المنتظر یعنی اور الحسنؑ العسکری کا فرزند ہی امام منتظرؑ ہے۔ اور کفایۃ الطالب کے ابواب کا ذکر سابق میں آچکا ہے۔ علامہ موصوف نے ۶۵۸ھ میں وفات پائی۔

(۵) الشیخ نورالدین علی بن محمد بن الصباغ السنی المالکی اپنی مشہور و معروف کتاب فصول المہمہ میں فرماتے ہیں۔ الفصل الثانی عشر فی ذکر ابی القاسم الحجۃ والخلف الصالح ابن ابی محمد الحسن الخالص وھو الامام الثانی عشر و تاریخ ولادتہ و دلائل امامتہ و ذکر من اخبارہ وغیبتہ ومدۃ قیام دولتہ و ذکر نسبہ و کنیتہ ولقبہ وغیر ذلک یعنی یہ بارھویں فصل ابوالقاسم الحجۃ الخلف الصالح ابن ابو محمد الحسنؑ

الفصول امام دوازدہم اور ان کی تاریخ ولادت و دلائل امامت و ذکر بعض اخبار و غیبت و مدت سلطنت و ذکر نسب و کنیت وغیرہ کے بیان میں ہے۔ بعد ازاں تاریخ ولادت و دیگر حالات کو ذکر کیا ہے۔ اور ثبوت غیبت و جواز بقاء وجود میں علامہ گنجی شافعی کے دلائل کو ذکر کیا ہے:

(۶) **الفقیہ الواعظ شمس الدین** ابوالمظفر یوسف بن قزعلی بن عبداللہ البغدادی الحنفی سبط ابوالفرج عبدالرحمن بن الجوزی **تذکرہ خواص الامۃ** میں بعد ذکر حالات حضرت امام حسنؑ العسکری ان کی اولاد کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔ منہم **محمد ذوہو محمد** بن الحسنؑ بن علی بن محمد بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب ع یعنی جناب حسن عسکری کی اولاد میں محمد بن الحسنؑ الخ ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ کنیت آپ کی ابوعبداللہ و ابوالقاسم ہے۔ اور وہی الخلف الحجۃ صاحب الزمانؑ امام قائم و منتظر ہیں۔ اور وہی خیر الائمۃ ہیں۔ اور عبدالعزیز بن محمود بن البزاز نے ابن عمر سے خبر دی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا ہے۔ آخر الزماں میں ایک شخص میری اولاد سے خروج کرے گا۔ جس کا نام میرا نام ہوگا۔ اور جس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ وہ زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم و جور سے پُر ہوگئی ہوگی۔ اور یہ محمد بن الحسن المذکور وہی مہدیؑ ہے۔ الخ:

(۷) **الشیخ الحسن العراقی**۔ جن کی حضرت مہدی علیہ السلام سے ملاقات کی حکایت کو علامہ شعرانی نے لواقح الانوار میں ذکر کیا ہے۔ اور حکایت شیخ مذکور آئندہ مذکور ہوگی:

(۸) **الشیخ العارف سید علی الخواص**۔ علامہ شعرانی نے لواقح میں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور یہ منجملہ ان بزرگواروں کے ہیں۔ جو وجود مہدیؑ اور ان کی غیبت کے قائل ہیں۔ اور شرف ملاقات حاصل ہوا ہے۔ اور شیخ حسن عراقی کی حکایت میں معلوم ہوگا۔ کہ شیخ موصوف نے حکایت شیخ حسن عراقی کی تصدیق فرمائی ہے۔ اور محمد مہدیؑ کے باب میں ان سے اتفاق ظاہر کیا ہے:

(۹) **نورالدین عبدالرحمٰن بن احمد بن قوام الدین الدشتی الجامی الحنفی** صاحب شرح کافیہ بشواہد النبوۃ میں حضرت مہدی علیہ السلام ائمۃ اہلبیتؑ سے بارھواں امام قرار دیتے ہیں۔ اور غرائب احوال ولادت (مہدی) محمد بن الحسنؑ العسکری میں جناب حکیمہ خاتون دختر امام محمد تقیؑ کی روایت کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ روایت مذکورہ حالاتِ ولادت میں مذکور ہوگی۔ اور

علاوہ روایت حکیمہؑ اور بھی روایاتِ حالاتِ ولادت میں درج کی ہیں۔ جو انشاء اللہ بابِ ولادت میں نقل ہوں گی ؛

(۱۰) حافظ محمد بن محمد بن محمود بخاری حنفی معروف خواجہ پارسا نے کتاب فصل الخطاب میں اور جعفر۔ فرزند علیؑ النقی برادر جناب حسن عسکری علیہ السلام کا حال اور ان کے دعوے امامت کا ذکر کر کے لکھا ہے۔ کہ اولاد جناب حسنؑ عسکری میں سے م ح م دؑ بن الحسنؑ ہیں۔ جو خواص اصحاب و اہل ثقاہت میں معلوم و معروف ہیں۔ بعدازاں حالات ولادت آنجنابؑ کو لکھا ہے۔ بعدازاں حاشیہ کتاب پر ابن مسعود کی اس روایت کے ضعیف ہونے میں کامل بحث کی ہے۔ کہ مہدیؑ کے والد ماجد کا نام وہی ہے جو آنحضرتؐ کے والد ماجد کا نام تھا۔ پھر معتضد عباسی کی اس حکایت کو ذکر کیا ہے۔ جو ملا جامی نے شواہد میں درج کی ہے۔ اور بعض علامات ظہور مہدیؑ کو بیان کیا ہے۔ اور آخر میں فرماتے ہیں۔ والاخبار فی ذلک اکثر من ان تحصیٰ ومناقب المھدی رضی اللہ عنہ صاحب الزمان الغائب عن الاعیان الموجود فی کل زمان کثیرہ وتظاھرالاخبار علی ظھورہ واشراق نورہ یعنی اس باب میں احادیث بیشمار ہیں۔ اور مناقب مہدی صاحب الزماں امام غائب موجود بہت ہیں۔ اور اس کے ظہور و اشراق نور پر احادیث کثیرہ دال ہیں، وہ شریعت محمدیہ کو تازہ کرے گا۔ اور راہ خدا میں حق جہاد کو ادا کرے گا۔ اور شہروں کو ظلم و کفر و شرک کی نجاست سے پاک کرے گا اس کا زمانہ زمانہ محکم استوار ہے اور اہل زمانہ بندگان مخلص ہر عیب سے پاک۔ بِهٖ خُتِمَتِ الْخِلَافَةُ وَالْاِمَامَةُ وَهُوَ الْاِمَامُ مِنْ لَدُنْ مَاتَ اَبُوْهُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَعِیْسٰی یُصَلِّیْ خَلْفَهٗ وَیُصَدِّقُهٗ عَلٰی دَعْوَاهُ وَیَدْعُوْا اِلٰی مِلَّتِهِ الَّتِیْ هُوَ عَلَیْهَا وَالنَّبِیُّ صَلْعَم۔ المدعٰی فرماتے ہیں اسی محمد بن الحسن المہدیؑ پر امامت و خلافت ختم ہے۔ وہ امامؑ ہے اس وقت سے جب سے کہ ان کے والد نے وفات پائی تا روزِ قیامت۔ اور عیسےؑ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور اس کے دعوے کی تصدیق کریں گے۔ اور اس کی اور اس کے جد بزرگوار رسول مختارؐ کی ملت کی طرف دعوت دیں گے ؛

(۱۱) حافظ ابو الفتح محمد بن ابو الفوارس نے اپنی کتاب اربعین میں جس میں چالیس حدیثیں فضائل اہل بیتؑ نبوت و رسالت میں درج کی ہیں۔ بعد ذکر محمد ابن ادریس شافعی و تصدیق چہل حدیث فضائل اہل بیتؑ ایک حدیث ذکر ائمہؑ اہل بیتؑ اور ان کے فضائل میں احمد بن نافع

بصری سے نقل کی ہے۔ جس کا آخر یہ ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ جو چاہتا ہے۔ کہ خائفین اور رستگاروں کی جماعت میں داخل ہو کر خدا سے ملاقات کرے۔ پس چاہئے۔ کہ وہ حسن العسکریؑ کو دوست رکھے۔ اور جو چاہتا ہے۔ کہ کامل الایمان وحسن الاسلام ہو کر خدا کے پاس جائے۔ وہ ان کے فرزند امام صاحب الزمان مہدیؑ کو دوست رکھے۔ یہی مصابیح الدجے و ائمۃ الھدیٰ و اعلام التقےٰ ہیں۔ جو ان کو دوست رکھے۔ میں ان کے لئے بہشت کا ضامن ہوں۔ غرض موصوف امامت و وجود جناب مہدی محمد بن الحسنؑ العسکری کے معتقد ہیں؛

(۱۲) ابوالمجد عبدالحق الدہلویؒ محدث مشہور و معروف نے اپنے رسالہ مناقب ائمہ اہل بیت میں لکھا ہے۔ محمد بن الحسن العسکریؑ خواص اصحاب اور اہل ثقاہت میں معلوم و معروف ہے۔ بعد ازاں قصہ ولادت باسعادت امام زمانؑ کو مثل خواجہ پارسا درج کیا ہے۔ اور آپ امامؑ موصوف کی ولادت کے قائل ہیں؛

(۱۳) سید جمال الدین عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ اپنی کتاب مستطاب روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔ کلام در بیان امام دوازدہم م ح م د بن الحسن علیہما السلام تولد ہمایوں آں در درج ولایت و جوہر معدن ہدایت بقول اکثر اہل روایت در منتصف ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ در بست و پنجاہ و پنج در سامرہ اتفاق افتاد۔ و مادر آں عالی گہر ام ولد بود مسماۃ بصیقل یا سوسن و نرجس و حکیمہ و آں امام ذوی الاحترام در کنیت و نام با نام خیر الانامؐ موافقت دارد۔ و مہدی منتظر و الخلف الصالح و صاحب الزمان در القاب او منتظم است۔ در وقت پدر بزرگوار خود سپردا یئے کہ بصحت اقرب است پنجسالہ بود۔ و بقول ثانی دو سالہ و حضرت واہب العطایا آں شگوفہ گلزار را مانند یحییٰ بن زکریا سلام اللہ علیہما در حالت طفولیت حکمت کرامت فرمودہ و در وقت صبا بمرتبہ بلند امامت رسانیدہ و صاحب الزماں و مہدیؑ دوراں در زمان معتمد خلیفہ عباسی در سنہ دویست و شصت و پنج و یا شصت و شش در سرداب سر من رائے از نظر برایا غائب شد۔ اس کے بعد محدث موصوف نے چند روایات اس تحقیق میں لکھی ہیں۔ مہدی موعود وہی جناب ہیں۔ اس کے بعد کچھ تمجید و تعریف آنجناب لکھ کر ان اشعار سے متمثل ہوتے ہیں۔ ؎

بیا اے امام ہدایت شعار
کہ بگذشت حد غم از انتظار

ز روئے ہمایوں بیفگن نقاب
عیاں ساز رخسار چوں آفتاب!

بروں آئے از منزل اختفاء
نمایاں کن آثار مہر و وفا

اس بیان سے اعتقاد محدث موصوف ظاہر ہو رہا ہے۔

(۱۴) حافظ ابو محمد احمد بن ابراہیم بن ہاشم الطوسی البلاذری سے ایک حدیث مسلسل خود جناب امام عصر صاحب الزماں محمد بن الحسن العسکری سے بسلسلۃ الذہب جناب رسول خدا سے نقل کی ہے۔ اور اعتقاد محدث موصوف یہی ہے۔ کہ مہدی موعود یہی محمد بن الحسن العسکری ہے۔ روایت مطولات سے ملاحظہ ہو۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس حدیث کو مشافہ بن عقیلہ سے نقل کیا ہے۔

(۱۵) ابو محمد عبداللہ بن احمد بن احمد بن الخشاب نے اپنی کتاب تاریخ موالید وفات ائمہ اہلبیت میں موافق علمائے سابق الذکر امام دوازدہم محمد بن الحسن العسکری کا ذکر کیا ہے۔ اور چند روایات تشخیص مہدی میں لکھی ہیں۔ کہ وہ صاحب الزمان و مہدی موعود ہے۔ کنیت ابوالقاسم نام مادر گرامی صیقل و بعض روایت میں نام مادر گرامی حکیمہ و نرجس و سوسن ہے اس کے دو نام خلف و محمد ہیں۔ آخر الزماں میں ظاہر ہوگا۔ ابر اس پر ہمیشہ سایہ رکھے گا۔ اور ہر جگہ سر پر منادی ندا کرے گا۔ کہ یہ مہدی ہے۔

(۱۶) فاضل ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ذکر خلفاء اثنا عشر کا کر کے لکھتے ہیں شیعوں کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں بارہ خلفاء رسولؐ سے مراد بارہ امامؑ ہیں۔ یعنی علیؑ بن ابی طالبؑ و حسنؑ بن علیؑ و حسینؑ بن علیؑ و علیؑ بن حسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسےؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسےؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ و م ح م دؑ بن حسنؑ مہدیؑ جیسا کہ زبدۃ الاولیاء خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں لکھا ہے۔ اور اس سے ملا جامی نے شواہد النبوۃ میں اتفاق کیا ہے۔ اور یہ خیال شیعوں کا غلط ہے۔ کہ ہم ان ائمہ کو دشمن رکھتے ہیں۔

(۱۷) قاضی جواد ساباطی سنی براہین ساباطیہ میں جو رد نصاریٰ میں ہے اسی کے قائل ہیں اور اعتقاد امامیہ ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ کہ مہدیؑ محمدؑ بن الحسن العسکریؑ فرزند نرجس خاتون ہے۔

(۱۸) نصیر بن علی جہضمی شیخ امام مسلم و بخاری نے تاریخ موالید ائمہؑ میں اولاد حسنؑ عسکری کا ذکر کیا ہے۔ اور ایک روایت خود امام حسن عسکری سے نقل کی ہے۔ اور حدیث تولد جناب محمدؑ بن الحسنؑ از جناب حکیمہ بعد ازاں الباب امام قائم محمدؑ بن الحسنؑ کے حالات لکھے

ہیں الخ۔

(۱۹) ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی صاحب تفسیر بحر مواج ہدایۃ السعداء میں تصدیق فرماتے ہیں۔ کہ امامت دوازدہ امام حدیث سے ثابت ہے کہ اول علیؑ ابن ابی طالبؑ اور آخر مہدی آخر الزمانؑ امام قائم منتظر ہے۔ اور روایت جابر بن عبداللہ الانصاری کو ذکر کیا ہے اور تصدیق فرمائی ہے۔

(۲۰) الشیخ العالم المحدث علی المتقی کنز العمال میں امامت ائمۂ اہلبیتؑ کی مثل خواجہ پارسا و ملا جامی تصدیق فرماتے ہیں۔ اور امام دوازدہم مہدی محمد بن حسن العسکری علیہ السلام کو جانتے ہیں۔

(۲۱) عبدالرحمٰن صوفی مرأۃ الاسرار میں لکھتے ہیں "ذکر آں آفتاب دین و دولت آں ہادی جمیع امم و قمت آں قائم مقام پاک احمدیؑ امامؑ برحق ابوالقاسم محمدؑ بن حسنؑ مہدی ؑ رضی اللہ عنہ وے امام دوازدہم است از ائمۂ اہل بیت۔ مادرش ام ولد بود نرجسؑ نام داشت۔ ولادتش شب جمعہ پانزدہم ماہ شعبان ۲۵۵ھ در سر من رائے عرف سامرہ واقع شد۔ و امام دوازدہم در کنیت و نام با حضرت رسالت پناہیؐ موافقت دارد۔ والقابش مہدیؑ و حجتؑ و قائمؑ و منتظرؑ و صاحبؑ الزماں و قائمؑ اثنا عشر و صاحبؑ الزماں در وقت پدر خود پنجسالہ بود کہ بر مسند امامت نشست۔ چنانچہ حق تعالے یحیٰے بن زکریا علیہ السلام را در حالت طفولیت حکمت کرامت فرمود۔ و عیسٰے بن مریم علیہ السلام را در وقت صبا بمرتبہ بلند رسانید، ہمچنیں در صغر سن او را امام گردانید کمالات و خارق عادات او نہ چندانست۔ کہ دریں مختصر گنجائش دارد۔"

بعد ازاں شواہد النبوۃ سے روایت حکیمہ در باب ولادت باسعادت آں جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام نقل کی ہے۔

(۲۲) علی اکبر بن اسد اللہ مؤدودی مکاشفات میں وجود مہدی موعود محمدؑ بن الحسنؑ العسکری کی تصدیق کرتے ہیں۔ حکایت ملاء موصوف آئندہ باب میں آئے گی۔

(۲۳) العالم المعروف فضل بن روزبہان شرح شمائل ترمذی میں بعد توصیفؑ تعریف ائمۂ اولاد فاطمہؑ اور ان کے فضائل و مناقب کا ذکر کرکے آخر میں جملہ اہل بیتؑ پر سلام منظوم میں فرماتے ہیں۔ ؎

سَلَامٌ عَلَی الْقَائِمِ الْمُنْتَظَرِ ۔۔۔ اَبِی الْقَاسِمِ الْقَرْمِ نُوْرِ الْہُدٰی

سَیَطْلَعُ کَالشَّمْسِ فِیْ غَاسِقٍ ۔۔۔ یُنَجِّیْهِ مِنْ سَیْبِهٖ الْمُنْتَفٰی
تَرٰی یَمْلَاءُ الْاَرْضَ مِنْ عَدْلِهٖ ۔۔۔ کَمَا مُلِئَتْ جَوْرَ اَهْلِ الْهَوٰی
سَلَامٌ عَلَیْهِ وَ اٰبَائِهٖ ۔۔۔ وَ اَنْصَارِهٖ مَا تَدُوْمُ السَّمَاءِ

ظاہر و باہر ہے۔ کہ محدث موصوف نے باوجود اپنے مذہب کے سخت پابند ہونے کے اقرار کیا ہے۔ کہ مہدی موعود جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ یہی ابوالقاسم محمدؑ بن الحسنؑ امام دوازدہم آئمہ اہلبیتؑ اولاد فاطمہ علیہم السلام ہے۔

(۲۴) ناصر باللہ عباسی وجود امام غائب ابوالقاسم محمدؑ بن الحسنؑ کا قائل تھا۔ اور اسی نے سرداب سر من رائے پر گنبد بنوایا ہے۔ اور کہتے ہیں اُس جناب قائم بالحق کا نام پاک زمرۂ آئمہ اہل بیتؑ میں ذکر کیا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس کے زمانے میں کل یا اکثر علماء ولادت باسعادت محمدؑ بن الحسنؑ کے قائل اور اس پر اتفاق رکھتے تھے۔ اور خلیفہ موصوف خود سلکِ علماء و محدثین میں داخل ہے۔ اور بعض محدثین نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔

(۲۵) الشیخ سلیمان بن خواجہ کلاں قندوزی بلخی حنفی یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی کتاب مستطاب ینابیع المودۃ میں بکمال سعی ثابت کیا ہے۔ کہ مہدی موعود ابوالقاسم محمدؑ بن الحسن العسکری علیہ السلام ہیں۔ اور اکثر عارفین الہیین و محدثین سے روایات نقل کی ہیں۔ بعض روایات ینابیع ہم درج کر چکے ہیں۔ اور کچھ آئندہ نقل کریں گے۔

(۲۶) شیخ الاسلام شیخ احمد جامی السنی اپنی تصنیف لاجواب میں وجود امام مہدیؑ کے قائل ہیں۔ اور صاحب ینابیع نے ان کے فارسی اشعار یہ نقل کئے ہیں۔

من ز مہر حیدرم ہر لحظہ اندر دل صفا است ۔۔۔ از پے حیدر حسنؑ ما را امام و رہنما است

اسی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام تک ہر ایک امام کا ذکر کر کے آخر میں فرماتے ہیں۔

عسکری نور دو چشم عالم است و آدم است ۔۔۔ ہم چو یک مہدی سپہ سالار در عالم کجا است

شیخ موصوف کے اشعار سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ آئمہ اہلبیتؑ کی تصدیق فرماتے ہیں۔ اور مہدی فرزند حسنؑ العسکری کو جانتے ہیں۔ اور اس لئے ضرور ان کی ولادت کے قائل ہیں۔

(۲۷) شیخ صلاح الدین الصفدی شرح الدائرہ میں فرماتے ہیں۔ کہ مہدیؑ موعود

امام دوازدہم ائمۂ اثنا عشر ہیں۔ جن کا اوّل علیؑ بن ابی طالبؑ اور آخر مہدی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

(۲۸) شیخ عبدالرحمٰن البسطامی کتاب درۃ المعارف میں قائل ہیں۔ کہ مہدی موعود جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا فرزند امام حسن العسکری علیہ السلام ابوالقاسم م ح م د الحجۃؑ ہے۔

(۲۹) قطب المدار جن کے واسطے عبدالرحمٰن صوفی نے کتاب مرآۃ الاسرار لکھی ہے یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ حکایت مذکورہ آئندہ باب میں مذکور ہوگی۔

(۳۰) شیخ سعدالدین حموی ولایت مطلقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ بعد آنحضرتؐ بارہ اولیاء ہیں۔ اور وہ ائمۂ اہل بیتؑ ہیں۔ بارھواں ولی ولی آخر الزماں و صاحب الامرؑ مہدیؑ خاتم الاوصیاءؑ ہے۔ اور ولایت انہی میں منحصر ہے۔

(۳۱) شیخ عامر بن عامر بصری اپنے قصیدہ ذات الانوار میں وجود مہدیؑ آخرالزماں اور ان کی ولادت کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ النوس التاسع فی معرفتہ صاحب الوقت ذاتہ ووقت ظہورہ یعنی نواں نور امام صاحبؑ الزماں کی ذات اور ان کے وقت ظہور کی معرفت میں۔ اور پھر اس شعر سے ابتداء کرتے ہیں۔

اِمَامَ الْهُدٰى حَتّٰى مَتٰى اَنْتَ غَائِبٌ ۔۔۔ فَمُنَّ عَلَيْنَا يَا اَبَانَا بِاَوْبَةٍ

اے امامِ ہدایتؑ آپ ہم سے کب تک غائب رہیں گے؟ اب ہم پر اپنے رجوع و ظہور سے احسان فرمائیے اور ممنون بنائیے۔ الخ۔

(۳۲) شیخ صدرالدین قونوی صاحب ینابیع المودت نے ان کا بھی ایک قصیدہ لکھا ہے۔ جو شیخ موصوف نے شان مہدی موعود علیہ السلام میں لکھا ہے۔ در غیبت و ظہور امام علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ اور شیخ موصوف مثل امامیہ وجود مہدیؑ کے قائل ہیں۔ اپنے آخر وقت میں شیخ موصوف نے اپنے شاگردوں کو وصیت کی۔ کہ جو میری تصانیف طب۔ حکمت وغیرہ میں ہیں ان کو فروخت کرکے ان کی قیمت فقراء پر تقسیم کر دینا اور کتب تفاسیر و احادیث کی حفاظت کرنا۔ اور ہر ایک شب ستر مرتبہ کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ۔ بحضورِ قلب پڑھا کرنا۔ اور میری طرف سے حضرت مہدی علیہ السلام کو سلام پہنچانا۔

(۳۳) شیخ المشائخ مولانا جلال الدین الرومی اپنے ایک قصیدے میں جملہ ائمہ اہل بیتؑ کی تعریف کر کے مہدی آخر الزمانؑ سے اظہارِ عقیدت فرماتے ہوئے تحفۂ درود و سلام بھیجتے ہیں اور وجود و بوجود آنجنابؑ کے قائل ہیں:

(۳۴) شیخ عطار حسب تحریر صاحب ینابیع وجود مہدی موعودؑ کے قائل ہیں۔ اور ان کو موجود و غائب جانتے ہیں۔ اور اپنے ایک قصیدے میں بعد ذکر یازدہ امامؑ مہدی موعودؑ کی شان میں لکھتے ہیں۔ ؎

صد ہزاراں اولیا روئے زمیں — از خدا خواہند مہدیؑ را یقیں
یا الٰہی مہدیم از غیب آر — تا جہان عدل گردد آشکار!

(۳۵) مولانا شمس الدین تبریزی اس اعتقاد میں علماء و عرفاء سابقین کے ہم خیال ہیں:

(۳۶) سید نعمۃ اللہ الولی مثل شمس موصوف قائل و معتقد وجود مہدی موعودؑ علیہ السلام ہیں:

(۳۷) سید النسیمی یہی اعتقاد رکھتے ہیں (ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ)

(۳۸) عارف کامل سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربےٰ کی دسویں مودت میں یہی اعتقاد ظاہر فرماتے ہیں:

(۳۹) شیخ محمد العبان المصری اسعاف الراغبین میں یہی عقیدہ ثابت کرتے ہیں:

(۴۰) صدر العلماء موفق بن احمد ابو المؤید الخطیب المکی الخوارزمی کتاب مناقب میں یہی عقیدہ ظاہر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے کلمات سے مستنبط ہے۔ اور اکثر احادیث مہدی آخر الزمانؑ فرزند حسن العسکریؑ کے باب میں کہ وہ اولاد حسینؑ سے ہیں نقل کی ہیں:

علاوہ علماء مذکورۃ الصدر اور بہت سے علماء مثل عماد الدین حنفی و ملا حسین الکاشفی بعض مشائخ صوفیہ جن کو سلیمان قندوزی مرحوم نے ذکر کیا ہے یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ قصۂ مشائخ و ملاقات مہدیؑ آئندہ باب میں ملاحظہ فرمائیے گا: اسی طرح شیخ الاسلام صدر الدین الحموینی کے کلام سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی وجود مہدیؑ کے قائل

ہیں۔ چنانچہ ان کی کتاب فرائد السمطین سے بہت سی روایات علامہ سلیمان قندوزی نے ینابیع میں نقل کی ہیں۔ اور بعض روایات اس کتاب میں بھی آچکی ہیں۔ اور ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی الشافعی تصدیق فرماتے ہیں۔ کہ اکثر اہل کشف و معرفت۔ وجود مہدی موعود ابوالقاسم محمد ابن الحسنؑ کے قائل ہیں۔ اور ان کو امام غائب موجود جانتے ہیں۔ اور ان کے طول عمر میں کوئی استحالہ وامتناع نہیں ہے مثل خضرؑ و الیاسؑ و عیسےٰؑ بن مریمؑ۔ اسی طرح قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ و دیگر صوفیان وغیرہ۔

ان کلمات علماء اعلام میں غور و تدبر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام غائبؑ کے اعتقاد میں شیعہ منفرد نہیں ہیں بلکہ کل اہل اسلام اس اعتقاد میں شریک ہیں۔ اور جملہ احادیث و روایات واقوال علماء میں من حیث المجموع نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خبر ولادت و غیبت و وجود مہدی موعود ابوالقاسم محمد بن الحسنؑ متواترات بینہ سے ہے۔ اور از روئے دیانت اسلامی کسی طرح ان کا انکار ممکن ہی نہیں۔ اس کا انکار گویا معظم احادیث نبویہ و روایات و تحقیقات علماء و مکاشفات عرفاء واولیاء واقطاب کا انکار ہے۔ علماء محققین کی بڑی تعداد اسی کی قائل ہے۔ اور اہل کشف و معرفت میں سے تو شاذ و نادر کوئی وجود و غیبت کا منکر ہو۔ اور اکثر مشائخ اہل سنت و اہل کشف خدمت مہدی میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور ان سے استفادۂ نور ہدایت کیا ہے۔ بنابریں یہ اعتقاد وجود و غیبت امام منکرات و ہفوات سے نہیں۔ جیسا کہ بعض منکرین نبوت و کاذبین و منکرین اہل سفاہت کہتے ہیں۔ بلکہ عین دیانت ہے۔ اور اس کا انکار وہی کر سکتے ہیں۔ جو اپنی ہفوات کے مقابلہ میں قرآن و حدیث کی پروا نہیں کرتے۔ اور ان کے نزدیک قول پیغمبرؐ کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور در پردہ مثل منافقین سابقین تخریب اسلام کے درپے ہیں۔ خدا انہیں ہدایت دے۔

غرض حق حقیق یہی ہے۔ کہ مہدیؑ موعود اہل بیت رسولؐ و ذریت علیؑ و بتولؑ سے ہے۔ اور وہ محمد بن الحسن العسکریؑ الحجۃ المنتظرؑ ہیں۔ اور جب یہ باحادیث و روایات کثیرہ و تصدیق علماء محققین و عرفاء کاملین و حکماء متالہین ثابت و محقق ہے۔ کہ مہدی موعود حجۃ ابن الحسن علیہ السلام ہیں۔ تو پھر تمام مدعیان مہدویت گزشتہ و آئندہ جھوٹے ہیں۔ اور یہ دلائل یقینیہ قطعیہ شبہات و توہمات جہال سے باطل نہیں ہو سکتیں اور بعض فرق باطلہ کا اختلاف تشخیص و تخصیص مہدیؑ میں بطلان وجود یا شخصیت مہدی موعود کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اگر اتنی احادیث کثیرہ و موثقہ و محققہ علماء محدثین و عارفین محض بعض جہال کے شبہات و توہمات سے باطل اور غلط ٹھیریں۔ تو پھر کوئی

امر شریعتِ محمدی میں پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا۔ درآنحالیکہ شبہات بھی نہایت درجہ رکیک و مہمل ہوں۔ جیسا کہ باب دفع شبہات میں ذکر کیا جائے گا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان؛

باب چہارم

ولادت باسعادت و شکل و شمائل امام علیہ السلام

فصل

ولادت انبیاء علیہم السلام و ائمہ علیہم السلام کی ہم لکھ چکے ہیں۔ اور آئندہ انشاء اللہ اور بھی لکھیں گے (اور کشف الاسرار میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی جا چکی ہے) کہ روحِ نورانی انبیاء علیہم السلام فوق روحِ عامۂ ناس ہے۔ اور اس لئے اس کے کمالات اور نیز فعلیت کمالات فوق کمالات انسانی اور اس کے تصرفات اکثر و بیشتر خرقِ عادت ہوتے ہیں۔ اور ان سے ابتدائے عمر سے آخر عمر تک حسبِ ضرورت و مصلحت و اقتضائے زمان و مکان ایسے افعال و اعمال صادر ہوتے ہیں۔ جو عام لوگوں سے عادۃً صادر نہیں ہوتے اور نہیں ہو سکتے۔ اور یہی ان کی صادق اور برگزیدہ و مقربِ بارگاہِ الٰہی ہونے کی اوّل دلیل ہے۔ اور اسی سے بقول حکماء معلوم ہوتا ہے۔ کہ وعنایۃ اللہ بہ اکثر خدا کی عنایت و توجہ اس پر سب امت سے زیادہ ہے۔ اور یہی شناخت نبوت ہے۔ چنانچہ ولادت باسعادت انبیاء علیہم السلام بھی اکثر و بیشتر باقتضائے حکمت و مصلحتِ الٰہی خلاف عادت عامہ بطور اعجاز و کرامت ہوتی ہے۔ کلامِ حمید مجید میں جن انبیاء علیہم السلام کی ولادت کا ذکر ہے اور جو احادیث نبوی میں ہے اس سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے۔ اور مومن کو جائے انکار باقی نہیں رہتی۔ حضرت آدم ع

ابوالبشر کی ولادت بطریقِ خاص ہوئی تو ضروری و لازمی تھی۔ کہ ابوالبشر تھے۔ لیکن بعدازاں بھی یہی سلسلہ رہا ہے۔ اور ولادتِ انبیاء بطورِ خرقِ عادت واقع ہوتی رہی ہے۔ حضرت شجرۃ الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ کی ولادت کا حال کتب تواریخ و احادیث میں مروی ہے۔ کہ جب نمرود نے حکم دیا ہوا تھا۔ کہ مرد عورتوں سے جدا کر دئے جائیں۔ اور اگر کسی کے لڑکا پیدا ہو۔ تو ہلاک کر دیا جائے۔ تو نطفۂ جناب خلیل اللہؑ خاص قصر نمرودی میں سات ڈیوڑھیوں کے اندر اس کی خوابگاہ اور اس کے سرہانے سے ایک گز کے فاصلے پر اسی شب میں اور عین اسی وقت اور اسی ساعت قائم ہوا۔ جبکہ نمرود یہ خواب دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک ستارہ آسمان سے اترا۔ اور اس کی روشنی نے قصر کا احاطہ کیا اور قصر کی چھت سے گزر کر اس کے سرہانے ایک گز کے فاصلے پر زمین پر اترا۔ اور غروب ہو گیا۔ تارخ والد ماجد جناب ابراہیم علیہ السلام نمرود کے اردلی تھے۔ اور شب کو اس کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اور تلوار لئے سرہانے کھڑے رہتے تھے۔ جس وقت اس نورِ ابراہیمؑ کے ظہور اور نزول کا وقت آیا۔ نصف شب میں والدہ گرامی حضرتؑ سات ڈیوڑھیوں اور پہروں سے گزر کر اپنے خاوند کے پاس پہنچ گئیں۔ اور وہ نور وہیں امانت گاہ میں ودیعت کیا گیا۔ اور وہ گوہرِ یکتا صدفِ طیّب و طاہر میں رکھا گیا۔ سُبحَانَ اللہ وتعالیٰ عما یشرکون وھو علیٰ کل شیٔ قدیر؎

پھر حمل جنابؑ شکمِ مادر میں نمایاں نہ ہوا۔ جب وہ نور عالمِ جسمانی میں بصورتِ بشری ظاہر ہوا۔ یعنی جنابؑ متولد ہوئے۔ تو ان کی والدہ بخوفِ ہلاکت ان کو باہر ایک غار میں رکھ آئیں۔ جہاں نہ کوئی مربی ظاہری تھا اور نہ محافظ و نگہبان۔ اپنے انگوٹھے چوس چوس کر پرورش پاتے تھے۔ جب محبتِ مادری جوش میں آتی ان کی والدہ جا کر دیکھ آتی تھیں۔ نشو و نما بھی خلافِ عادتِ عامہ ناس تھا۔ ایک دن میں اتنے بڑھتے تھے۔ جتنا کہ اور بچے ایک ہفتے میں۔ اور ایک ہفتہ میں اتنا جتنا کہ دوسرے لڑکے ایک ماہ میں۔ اور ایک ماہ میں اتنا جتنا کہ عام بچے ایک سال میں اور پندرہ ماہ کی عمر میں جوانِ رعنا اور رشید تھے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ۔ ہم نے اس کو قبل سن رشد عقل و فہم کامل اکمل عطا کر دی تھی۔ اور ہم اس کو پہلے ہی سے جانتے تھے۔ اور اسی وقت ستارہ سے استدلال کیا۔ اور ان کے غروب و افول سے ان کے حادث ہونے اور قدیم نہ ہونے کا ثبوت دیا۔ (مفصل حالات کتب مطولہ سے دیکھنے چاہئیں)؎

حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی جب آپ کو بشارت دی گئی۔ تو آپؑ کا اور حضرت سارہؑ کا سن توالد و تناسل کی حد سے گزر چکا تھا۔ جناب ابراہیمؑ کی عمر ایک سو بیس [۱۲۰] سال کی اور جناب سارہ کی نوے سال کی ہو چکی تھی۔ اور سن تحمل حمل سے گزر چکی تھیں۔ چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ہمارے قاصد (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ اور تحیہ سلام ادا کیا۔ آپ فوراً اُٹھے۔ اور ایک بچھڑا بھُون لائے۔ مگر جب دیکھا۔........ کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں بڑھتے۔ تو آپ دل میں خائف سے ہوئے۔ اور ان کو نکرہ جانا۔ تب انہوں نے کہا۔ ڈرو نہیں ہم فرشتے ہیں۔ قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ وَامْرَاَتُهٗ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ قَالَتْ يَا وَيْلَتٰىٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ یہ گفتگو ملائکہ اور حضرت ابراہیمؑ میں ہو رہی تھی) ان کی بیوی سارہ پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ہنسی۔ اور ہم نے اس کو اسحٰقؑ اور بعد اسحاقؑ یعقوبؑ کی بشارت دی۔ تو وہ کہنے لگی۔ اے ہے کیا اب میں جنوں گی! حالانکہ میں بڑھیا ہوں۔ اور یہ میرا شوہر بھی بڑھا ہو چکا ہے۔ بیشک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود ۲) (فرشتوں نے کہا دلے سارہؑ) کیا تم امر الٰہی سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہلبیت نبوت تم پر یہ خدا کی خاص رحمت و برکت ہے۔ اور بیشک خدا قابل حمد و صاحب مجد ہے!! حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؑ کے اس ضعیف العمری اور کبر سنی اور حضرت سارہؑ کے اس تعجب اور ملائکہ کے جواب سے بخوبی ثابت ہے۔ کہ ولادت باسعادت جناب اسحاقؑ خلاف عادت عامۂ ناس تھی۔ اور یہاں اسباب ظاہریہ کو دخل نہ تھا۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ حسب ارشاد الٰہی عالم خلق اور عالم امر علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ خلق اور امر دونوں اسی کے لئے ہیں۔ اور خلقت عالم امری آنی ہوتی ہے۔ مادی تدریج اور اسباب مادیہ خارجیہ کو یہاں دخل نہیں ہوتا۔ اور خلقت انبیاء اسی عالم امر سے ہے۔ اور اس کو دوسرے لوگوں کی خلقت پر ہرگز قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ یہ خلقت حضرت اسحاقؑ آنی امری ہے نہ خلقی مادی۔ جیسا کہ اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ سے ظاہر ہے۔ اور یہ مخصوص ہے صرف خاندان نبوت و رسالت سے۔ دوسروں سے اس کو تعلق نہیں۔ یہی سلسلہ حضرت آدمؑ سے چلا آرہا ہے۔ وہاں صرف وَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ، نہ مادہ ظاہریہ جسمانیہ ہے نہ اسباب

تدریجیہ اور یہ خاص برکت و رحمت و عنایت و لطف و تفضل الٰہی ہے اہل بیتؑ نبوت و رسالت پر۔
ملاحظہ ہو باب اہل البیتؑ اور اس کی تصدیق ہ
اس قسم کی ولادت سے صرف جناب سارہؑ ہی متعجب نہیں ہوئی ہیں۔ بلکہ خود جناب خلیل اللہؑ نے بھی یہی تعجب ظاہر کیا ہے۔ تاکہ امت پر بخوبی واضح ہو جائے۔ کہ یہ ولادت خلاف عادت اور معجزہ ہے۔ چنانچہ (سورۂ حجر ع ۴ میں) ان کا ذکر ہے نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ ۔ اے ہمارے حبیبؐ خبر دو ان کو ابراہیمؑ کے مہمانوں کی۔ کہ جب اس کے پاس آئے۔ تو انہوں نے سلام کیا۔ تو ابراہیمؑ نے کہا۔ ہم تم سے خائف ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ڈرو نہیں۔ اے ابراہیمؑ ہم تم کو علیم لڑکے یعنی ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جو اپنے وجود کے ساتھ علم لے کر آئے گا اور علیم پیدا ہوگا۔ یعنی نبی اللہ و خلیفۂ خدا ہوگا۔ اس نے کہا۔ کیا تم مجھ کو اس بڑھاپے میں یہ خوش خبری دیتے ہو۔ پس کا ہے کی خوشخبری دیتے ہو؟ کیا اب لڑکا ہوگا؟ انہوں نے کہا۔ ہم بالکل سچی خوشخبری دیتے ہیں۔ آپ نا امید نہ ہوں۔ اس سے جناب ابراہیمؑ کا تعجب اور استفسار واضح ہے۔ اسی وقت جنابؑ کی بیوی آئی ہیں۔ اور انہوں نے یہ تعجب کیا ہے جس کی تفصیل (سورۂ ذاریات ع ۱) میں ہے۔ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ان ملائکہ نے ابراہیمؑ کو ایک علیم لڑکے کی بشارت دی۔ پس اس کی بیوی اپنی لونڈیوں کی جماعت میں وہاں آئی۔ اور اپنا منہ چھپا لیا۔ اور کہا۔ میں تو بوڑھی بانجھ ہوں! (اب کیا لڑکے کی بشارت دیتے ہو؟) انہوں نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہے (کہ تم بوڑھی بانجھ ہو۔ مگر) یہ پیغام تمہارے پروردگار نے بھیجا ہے۔ (تو ضرور ایسا ہوگا) اور بیشک وہ صاحب حکمت ہے (جو کچھ چاہتا ہے۔ اپنی حکمت و مصلحت سے کرتا ہے) اور وہ سب باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ تم دونوں سن توالد و تناسل سے گذر چکے ہو۔ اور تم بانجھ ہو بھی ہو۔ لیکن وہ اپنی حکمت و قدرت سے ایسے حال میں لڑکا عنایت کر سکتا ہے۔ اس آیت سے یہ اس شبہ کا جواب بھی ہو گیا۔ جو کسی کو پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ آتنا من اس زمانے

ہیں عدم توالد کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں حضرت ابراہیمؑ کی زبانی یہ تصریح ہے۔ کہ وہ بانجھ تھیں۔ اور اس سن کو پہنچ چکی تھیں۔ جن میں بچہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی خدا اپنے فرشتوں کی زبانی تصدیق فرماتا ہے۔ کہ بیشک اس وقت بانجھ ہی تھیں پس معلوم ہوا۔ کہ بچے ہونے کا سن نہ رہا تھا۔ اور اس وقت بچہ ہونا یہ خاص رحمت و برکت خدا تھی۔ جو انہی اہلبیت نبوت و رسالت اور خاندان عصمت و طہارت سے مخصوص ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

ایں سعادت بزور بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ان کے بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ولادت کا حال اور ان کا قصہ بھی قرآن میں مذکور ہے اور احادیث میں مروی۔ فرعونی سختیوں سے پوشیدہ حمل قائم ہوا۔ اور آثار حمل بالکل ظاہر نہ ہوئے۔ اور جب پیدا ہوئے۔ تو ان کی والدہ ڈریں۔ کہ اب فرعون کو خبر ہو جائے گی۔ تو وہ قتل کرا دے گا۔ تو خود حضرت موسےٰ نے تکلم کیا اور تسلی دی۔ اور پھر آپ کی پرورش خانۂ فرعون میں ہوئی۔ اور سوائے اپنی والدۂ گرامی کے اور کسی دایہ کا دودھ نہ پیا۔ اور نشو و نمو بھی آپ کی خلاف عادت عامہ ناس تھی۔ اور بیشمار خوارق عادات ان سے ظاہر ہوئے۔ اور حالات ولادت باسعادت حضرت صاحب الامر علیہ السلام عجل اللہ فرجہ بہت کچھ حضرت موسےٰ کے حالات ولادت سے مشابہ ہیں، خصوصاً اخفار حمل و ولادت۔ اور اس طرح بہت سے معجزات حضرت عجل اللہ فرجہ بھی مثل معجزات حضرت موسےٰ ہوں گے۔ بلکہ دیگر جملہ تبرکات انبیاء کے ساتھ عصاء موسےٰ بھی آخری وارث انبیاءؑ و اوصیاءؑ کے ہمراہ ہوگا۔ اور اس سے ویسے ہی معجزے ظاہر ہوں گے۔

یہی حال جناب یحیےٰ کی ولادت کا ہے۔ ملاحظہ ہو كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا الخ .... (مریمؑ) کٰھٰیٰعص۔ اے محمدؐ! یہ تمہارے پروردگار کی رحمت کا

ذکر ہے۔ جو اس نے اپنے بندۂ برگزیدہ زکریاؑ کے ساتھ کی۔ جب کہ زکریاؑ نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا۔ اور کہا۔ اے میرے پالنے والے میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں۔ اور میرا سر بڑھاپے کی آگ سے مشتعل ہو گیا (سارا سفید ہو چکا ہے) اور میں اے پروردگار تیری بارگاہ میں دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا۔ اور میں اپنے وارثوں سے ڈرتا ہوں۔ کہ وہ فساد پیدا کر دیں۔ اور یہ وراثت برباد ہو جائے۔ اور میری بیوی بانجھ ہے۔ پس تو ہی مجھے ایک وارث عطا کر۔ جو میرا اور نسل یعقوب کا وارث بنے۔ اور اے پروردگار تو اس کو اپنا پسندیدہ و برگزیدہ بنا۔ ارشاد باری ہوا۔ اے زکریاؑ! ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کا نام یحییٰؑ ہے اور اس سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا ہے۔ عرض کیا۔ پروردگارا میرے کیوں کر لڑکا ہو گا۔ حالانکہ میری عورت بانجھ ہے۔ اور میں بھی انتہائے پیری کو پہنچ گیا ہوں؟ ارشاد ہوا ہاں ایسا ہی ہے۔ کہ نہ تم قابل اولاد ہو۔ اور نہ تمہاری بیوی۔ لیکن یہ تمہارے پروردگار نے بشارت دی ہے (جو ہر شے پر قادر ہے) اور اس نے کہا ہے۔ کہ یہ ہم پر بالکل آسان ہے۔ بانجھ عورت اور عقیم مرد سے بچہ پیدا کرنا ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ یقیناً میں نے تم کو خلق کیا۔ درآنحالیکہ تم کچھ بھی نہ تھے (جب میں محض عدم سے وجود عطا کر سکتا ہوں۔ اور لاشے سے شے بنا سکتا ہوں۔ تو ایک بانجھ عورت سے بچہ پیدا کرنا مجھ کو کیا مشکل ہے؟) یہاں بھی تصریح ہے۔ کہ ولادت باسعادت جناب یحییٰؑ بطور اعجاز اور خرق عادت تھی۔

اور قصۂ جناب عیسےٰ علیہ السلام مشہور و معروف ہے۔ اور ان کی ولادت کا مفصل حال قرآن میں مذکور۔ اور جناب مریمؑ بھی یہ بشارت سن کر یہی تعجب کرتی ہیں۔ اور فرماتی ہیں اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا۔ میرے کیوں کر لڑکا ہو گا؟ حالانکہ نہ تو مجھے شوہر نے مس کیا ہے اور نہ میں بدکار ہوں (جو غیر شوہر مس کرتا) یہاں جناب مریمؑ اپنی عفت و عصمت کا ثبوت دے رہی ہیں۔ خداوند عالم تصدیق فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ اور تیرے پروردگار نے کہا ہے۔ کہ یہ بات مجھ پر آسان ہے۔ اور اس لئے بھی ایسا کریں گے۔ کہ اس بچے کو لوگوں کے لئے اپنی نشانی اور آیت بنائیں۔ کہ ہم ہر شے پر قادر ہیں اور ہر طرح سے خلق کر سکتے ہیں۔ اور اس کو ہم اپنی خاص رحمت قرار

دیں گے (یہی رحمت مخصوص ہے اہل بیت رسالت سے) اور بات بالکل طے شدہ ہے۔

پس حضرت عیسٰے علیہ السلام کی ولادت اس لئے اعجاز و خرق عادت ہے۔ کہ اولاد آدمؑ میں توالد و تناسل اجتماع والدین سے ہوتا ہے۔ اور یہ اس کے خلاف ہے۔ اور اس کی ایک علت یہ بھی ہے۔ کہ حضرت آدمؑ بلا والدین کے پیدا ہوئے تھے۔ اور بعد طوفان نوحؑ و انقراض سنین و دہور و انقطاع سلسلۂ تاریخ دہری خیالات کے لوگ خلقت آدمؑ میں شک کرنے لگ گئے تھے۔ کہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ بلا ماں باپ کے کوئی بچہ پیدا ہو۔ خدائے علیم حکیم تعالےٰ شانہ نے حضرت عیسٰے کو بلا باپ کے خلق کر کے پھر اپنی یہ قدرت نمائی کی۔ اور دکھلا دیا۔ کہ اس طرح بلا باپ کے پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اسی طرح بلا ماں باپ کے۔ اور فرمایا۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ (آل عمران ع ۶) "بیشک خدا کے نزدیک عیسٰے کی مثال آدمؑ کی سی ہے کہ اس کو تراب سے بنایا ہے۔ پھر کہا۔ کہ ہو جا۔ پس وہ ہو گیا۔ یعنی خلقت اس کی عالم امر سے ہے۔ اور عالم امر کی خلقت آنی ہوتی ہے۔ ارادۂ الٰہی متعلق ہوا۔ اور ہو گئی۔ تاخیر و تدریج نہیں ہوتی۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ پس اس کا امر تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کیا۔ تو وہ کہے۔ کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جائے گی۔" پس اسی طرح خلقت آدمؑ و عیسٰےؑ کا ارادہ کیا۔ اور وہ وجود میں آ گئے۔ اسباب ظاہریہ مادیہ کی وہاں ضرورت نہیں۔ اور اسی طرح دیگر انبیاؑ مذکورین۔ چنانچہ آل عمران میں حضرت مریمؑ کے استعجاب پر فرمایا ہے۔ کَذٰلِکَ بیشک جیسا تم کہتی ہو ایسا ہی ہے۔ اَللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (آل عمران ۵) "اللہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ جب اس نے کسی امر کا فیصلہ کیا۔ تو پس وہ کہتا ہے۔ کہ ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔"

یہ صاف صاف حالات ولادت عیسٰے علیہ السلام ہیں۔ اور خداوند عالم بکمال تشریح و توضیح فرماتا ہے۔ کہ عیسٰے کو ہم نے بطور خرق عادت مثل آدمؑ کے پیدا کیا ہے۔ اور یہ بالکل حسن و صدق ہے۔ اس میں ہرگز شک نہ کرنا چاہیئے۔ ہم نے اس کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا ہے۔ اور خاص رحمت سے مخصوص کیا ہے۔ اور یہ امر ہمارے لئے کوئی دشوار نہیں ہے۔ ہمارا امر یہی ہے۔ کہ جہاں ارادہ کیا۔ شے موجود ہو گئی۔ پس حضرت عیسٰےؑ کی اس اعجازی ولادت میں شک کرنے والے مکذب خدا و آیات خدا اور اس کی حکمت و قدرت میں شک کرنے والے اور

فضول و مہمل و خلاف منشاء الٰہی اس کی تاویل کرنے والے اس پر اصرار کرنے والے ہیں۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ان سے زیادہ ظالم و گنہگار کون ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ خدا ہرگز ایسے ظالموں کو ہدایت نہ کرے گا۔ ایضاً قال سبحانہ وتعالیٰ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران ع ۵) اے مریمؑ خدا تجھے بشارت دیتا ہے اپنے کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریمؑ ہے۔ اور وہ دنیا و آخرت میں باعزت و صاحب وجاہت ہے۔ اور وہ مقربین بارگاہ الٰہی سے ہے۔ وہ لوگوں سے شیر خواری میں جبکہ وہ گہوارے میں ہوگا۔ اور بڑا ہو کر بھی (دونوں حالتوں میں لوگوں سے) باتیں کرے گا۔ اور وہ نیکوکاروں سے ہوگا۔ وَقَالَ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (نساء ع ۲۳) اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ اور حد سے نہ بڑھو۔ اور خدا کے لئے سوائے حق اور کچھ نہ کہو۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ مسیح عیسیٰ بن مریمؑ خدا کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریمؑ کو القا کیا۔ اور اس کی روح ہے۔ پس تم خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ (اور رسولؐ کو خدا نہ بناؤ کہ یہ غلو ہے) ان آیات مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ کہ جناب عیسیٰؑ کی خلقت میں مادۂ جسمانی کو کوئی دخل نہیں ہے۔ روح ان کی روح خاص نورانی ہے۔ جو منسوب ہے خدا کی طرف۔ اور جسم ان کا مثل دوسرے انسانوں کے نطفہ مادیہ جسمانیہ سے نہیں بنا ہے۔ بلکہ وہ ایک کلمۂ وجودیہ الٰہیہ ہے۔ جسم بھی خاص ہے اور روح بھی خاص۔ اور مادہ بھی خاص ہے صورت بھی خاص۔ اور اسی طرح فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ سے ثابت ہے۔ کہ مادۂ جسمانیہ حضرت آدمؑ اور روح حضرت آدمؑ دونوں خاص ہیں۔ اور یہ مادہ جسمانیہ کثیفہ عالم جسمانی زمانی وہاں نہیں ہے۔ اور بعد سن توالد و تناسل گزرنے کے حضرت زکریاؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے اولاد کا ہونا بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ان بزرگواروں کا مادہ مادۂ کثیفۂ عالم جسمانی زمانی نہ تھا۔ اور اس مادہ کو ان کی خلقت میں دخل نہ تھا۔ اور ان کی خلقت دراصل اس پر موقوف نہیں ہے۔ ایں زمیں را آسمانے دیگر است۔ اصلیت یہ ہے۔ کہ ہمیشہ ظرف مطابق مظروف اور محل مناسب حال ہونا ضروری و لازمی ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام کی ارواح قدسیہ طیبہ طاہرہ نورانیہ کے

واسطے جن کو خدا اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور عالم امری اور عالم عرشی سے یعنی فوق عالم زمانی ہیں۔ مادہ بھی ایسا ہی نورانی و پاک و طاہر چاہیئے۔ تاکہ وہ ان انوار کا متحمل ہو سکے۔ پس مادہ بھی ان کا نورانی ہی ہوتا ہے۔ اور وہ عالم عرشی سے تعلق رکھتا ہے نہ عالم جسمانی زمانی سے۔ بلکہ فوق عالم جسمانی و زمانی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جناب سرور کائنات اس جسم بشری سے مع لباس و نعلین عرش اعظم پر پہنچ گئے۔ اور سدرۃ المنتہٰی سے گزر گئے۔ ورنہ اگر ان کے مادے کا تعلق اس عالم انوار سے نہ ہوتا۔ اور مرکز اس کا عرش الٰہی نہ ہوتا۔ تو ممکن نہ تھا۔ کہ وہاں پہنچ سکیں۔ اور اس عالم میں زندہ رہ سکیں۔ جہاں جبرئیل امینؑ سے مقرب فرشتے یہ فرمائیں۔ لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ۔ اگر یہاں سے ایک پور بھر بھی آگے بڑھوں۔ تو تجلیات انوار عالم انوار سے جل جاؤں۔ نور محمدی ہی میں یہ قوت و طاقت و قدرت تھی۔ کہ ان انوار اور ان تجلیات کے متحمل ہو سکیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جناب مسیح عیسٰے بن مریمؑ اپنے اسی جسم بشری سے چرخ چہارم پر زندہ و موجود ہیں۔ اور اسی جسم سے وہاں پہنچے۔ اگر مادہ ان کا اس عالم جسمانی زمانی سے ہوتا۔ تو یہ بات نہ ہوتی۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ آتش نمرودی نے جسم ابراہیمی پر اثر نہ کیا۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ جناب موسٰے تنور میں رہ گئے اور تو کر نے اس میں آگ روشن کر دی۔ اور آپ اس سے کھیلتے رہے۔ حالانکہ یہاں یَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى مُوْسٰى بھی نہ آیا تھا۔ یہ ان کے وجود کے ساتھ عطا کیا گیا ہے۔ جس کا اظہار حضرت ابراہیمؑ کے لئے کیا گیا۔ کم سے کم تین دن صندوق میں بند پڑے ہوئے زندہ رہے۔ کیونکہ ہوا کے لئے صندوق میں سوراخ رکھے جاتے تو غرق ہو جاتا۔ پھر مدت تک کسی کا دودھ نہ پیا۔ اور بلا غذا زندہ رہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ انگوٹھے چوس کر غار میں زندہ رہے۔ یہ تمام اثرات روح قدس نبوتی ہیں۔ جو باذن خدا حسب مصلحت و موقع ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ تمام خوارق عادات اور اعجازات ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ہر شے مافوق شے ماتحت میں اثر کر سکتی ہے۔ اور اس پر احاطہ پیدا کر سکتی ہے۔ مگر شے ماتحت مافوق پر مؤثر اور محیط اور حاکم نہیں ہو سکتی۔ روح نفس پر حاکم و متصرف ہو سکتی ہے۔ اور نفس جسم پر۔ مگر بالعکس ممکن نہیں کہ جسم نفس پر متصرف ہو جائے یا نفس روح پر۔ پس عالم روحانی ملکوتی عالم نفسانی دہری پر مؤثر و محیط و متصرف ہے۔ اور عالم نفسانی دہری عالم زمانی جسمانی پر۔ مگر اس کا عکس نہیں ہو سکتا۔ پس جو چیز کہ فوق عالم زمانی جسمانی ہو۔ اس پر عالم جسمانی زمانی متصرف نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ مادۂ نورانیہ انبیاء فوق عالم جسمانی ہے۔ تو اس پر عالم جسمانی متصرف و

مؤثر نہیں ہو سکتا۔ اور عوارض زمانیہ جسمانیہ وارد نہیں ہو سکتے۔ الّا ان کے اختیار و ارادے سے۔ اور اس لئے انوار جسمانیہ نبویہ پر عوارض مادۂ جسمانیہ یعنی ظلمتِ جہالت وغیرہ وغیرہ مؤثر نہیں ہو سکتے۔ اور جس طرح اس جسم مادی جسمانی انسانوں میں ابتدائے عمرِ سن رضاعت صبادت و طفولیت میں کمالات روح ظاہر نہیں ہو سکتے۔ انبیاءؑ اس سے مستثنےٰ ہیں۔ یعنی مثلاً جب تک بچے کے اعضائے تکلم قوی نہ ہو جائیں اور ایک خاص سن تک نہ پہنچ جائیں۔ تکلم نہیں کر سکتا۔ جب تک قوائے سماعت قوی نہ ہو جائیں۔ آوازوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ جب تک قوتِ بصارت قوی نہ ہو جائے۔ اشیاء مرئیہ میں تمیز نہیں دے سکتا۔ انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنےٰ ہیں۔ ان کی روحانیت و نورانیت ایسی قوی ہوتی ہے۔ کہ وہ پیدا ہوتے ہی تکلم کر سکتے ہیں۔ دیکھنے کی چیزوں میں تمیز دے سکتے ہیں۔ آواز میں تفریق کر سکتے ہیں۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ دکھلاؤ۔ صرف حضرت عیسےٰ سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اور انبیاءؑ میں بھی یہ صفت ہوتی ہے۔ ہاں اظہار حسب مصلحت و حکمت ہوتا ہے۔ اور اسی طرح تکلم۔ حالات انبیاءؑ کے دیکھنے سے یہ ضرور ثابت ہو گا کہ وقت ولادت یہ کلمہ توحید ضرور پڑھتے ہیں۔ اور یا قول شناخت نبی اللہ و خلیفۂ خدا اور برگزیدۂ اللہ ہونے کی ہوتی ہے۔ اور حقیقتِ اعجاز یہی ہے۔ الجنی نبی و لو کان صبیاً۔ چنانچہ آئندہ باب معجزات میں ہم اس کو اور تفصیل دیں گے۔ یہاں صرف اتنا دکھلانا ہے۔ کہ خلقت انبیاء غیر خلقت عامۂ ناس ہے۔ اور ان کی ولادت کے وقت اور زمانۂ رضاعت و طفولیت و صبادت میں خرق عادات و معجزات و کرامات ضرور ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اکثر ولادت خلافِ عادت عامۂ ناس ہوتی ہے۔ ہاں تصرفات و اعجازات میں حسب مصلحت زمان و مکان و اہل زمان فرق ہوتا ہے۔ کوئی بلا باپ کے پیدا ہوا۔ تو کوئی بعد سن ولادت کے۔ وعلےٰ ہذا القیاس۔

ولادت باسعادت حضرت ختمی مرتبت

چونکہ یہ رحمت و برکت الٰہی خاندان نبوت و رسالت کے لئے ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اصل اہل بیتؑ وارث ختم نبوت و رسالت ہیں۔ تو ان سے یہ صفت کب جدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وقتِ ولادت باکرامت حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت سے خوارق عادات و اعجازات ظاہر ہوئے۔ جب سے کہ نطفۂ نورانیہ آنجناب رحم مادرِ گرامی میں قائم ہوا۔ والدۂ گرامی کی پیشانی سے ہمیشہ

نور ساطع تھا۔ بلکہ یہ بھی مروی ہے۔ کہ شکم سے تسبیح و تہلیل کی آواز سُنی جاتی تھی۔ جب اس عالم ظلمانی کو اپنے نورِ جمال سے منور کیا۔ تو وہ نور ساطع ہُوا۔ کہ شہر شام کے قصر مکّہ سے دکھلائی دینے لگے۔ اور آواز آئی جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا چنانچہ مقام افتخار میں فرماتے ہیں۔ وَضَعَتْنِيْ اُمِّيْ رَاَتْ نُوْرًا اَضَآءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔ یعنی جب میری ولادت واقع ہوئی۔ تو میری والدہ ماجدہ نے ایک نور ساطع دیکھا جس سے اس نے شام کے قصر روشن دیکھے۔ جیسا کہ علامہ قندوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور مشکاۃ المصابیح وغیرہ میں مروی ہے۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَآءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ

یعنی میں عند اللہ اس وقت سے خاتم النبیینؐ لکھا ہُوا ہوں۔ جب کہ آدمؑ کا پُتلا بھی نہ بنا تھا۔ اور میں خبر دوں گا تم کو اپنے اوّل امر کی۔ میں دعائے ابراہیمؑ۔ بشارتِ عیسٰے اور خواب مادرِ گرامی ہوں۔ جو انہوں نے اس وقت دیکھا تھا۔ جب کہ مجھے جنا۔ درآنحالیکہ ان کے لئے ایک نور روشن ہُوا۔ جس سے انہوں نے شام کے قصر دیکھ لئے۔ (مفصل حالاتِ ولادت بحار الانوار وغیرہ کتب احادیث میں مذکور ہیں)۔

حافظ ابوالفضل بن حجر شرح بخاری میں واقدی سے روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے اوّل ولادت میں تکلم فرمایا۔ اور ابن سرج نے خصائص میں ذکر کیا ہے۔ کہ جب حضرتؐ گہوارے میں ہوتے تھے۔ تو ملائکہ گہوارہ ہلاتے تھے۔ اور اوّل کلمہ جو آپ کی زبان سے نکلا۔ وہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا تھا۔

بیہقی و صابونی و خطیب و ابن عساکر نے حضرت عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے پیغمبر صلعم سے کہا۔ کہ مجھ کو تمہارے دین میں تمہاری نبوت کی ایک علامت نے داخل کیا ہے۔ میں نے دیکھا تھا۔ کہ جب پیدا ہوئے اور گہوارے میں تھے۔ تو چاند سے باتیں کرتے تھے۔ اور اُنگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ پس جدھر کو تم اشارہ کرتے تھے اُدھر کو وہ جھک جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس سے باتیں کیا کرتا تھا اور وہ مجھ سے اور مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔ اور میں سُنتا تھا اس کا گرنا اور جھکنا جبکہ وہ تحتِ عرش سجدہ کرتا

بجالاتا تھا۔ سبحان اللہ وتعالیٰ عما یشرکون وانہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

یہ تکلم جناب سرور کائنات صلعم تکلم جناب عیسےٰ سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ وہی گہوارے میں تکلم ہے۔ مگر عام خیال کے موافق غیر روح اور جرم سماوی سے۔ گہوارے میں اس سے باتیں اور بڑے ہو کر اشارہ انگشت سے دو ٹکڑے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اور بہت سی کرامات و خوارق عادات ہیں۔ جن میں اکثر کو ہم نے کشف الاسرار میں بیان کر دیا ہے۔ یہاں اثبات مدعا کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

یہ سلسلہ ذریتِ پیغمبرؐ میں بھی برابر جاری رہا ہے۔ اور سنتِ الٰہی انبیاءؑ و ائمہؑ ہدیٰ میں ایک ہی ہے۔ کیونکہ رشتہ ایک ہے۔ مبدء ایک ہے۔ مرکز ایک ہے۔ مقصد ایک ہے۔ نور ایک ہے۔ رُوحانیت ایک ہے۔ عصمت ایک ہے۔ طہارت ایک ہے۔ اور اصل منصب یعنی خلافتِ الٰہیہ میں سب شریک ہیں۔ ایک نبیؐ ہیں باقی امامؑ و ولیؑ۔ اور اس قسم کا اصطفاء ذریتِ انبیاءؑ سے مخصوص ہے۔ اور اسی سے ان کو خدا نے تمام عوالم پر برگزیدہ بنایا ہے۔ فقال اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ "بیشک خدا نے آدمؑ و نوحؑ و آل ابراہیمؑ و آل عمرانؑ کو تمام عوالم پر برگزیدہ کیا ہے۔ یہ ایک ہی ذریت ہے۔ جو ایک دوسرے سے وابستہ و مرتبط ہے۔ اور خدا سب باتوں کا سُننے اور جاننے والا ہے"۔ یہ رحمت و برکت خاص تا روز قیامت خاندان رسالت میں جاری و ساری ہے۔ اور وارثانِ نبوت میں باقی۔ پس جس طرح ولادت انبیاءؑ خلاف عادت عامہ ناس ہوتی ہے۔ اور وقتِ ولادت و زمانہ رضاعت و صباوت و طفولیت میں ان سے اعجازات ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح ائمہؑ اولاد نبیؐ ہیں۔ اور ان کی ولادت بھی بطور اعجاز ہوتی ہے۔ اگرچہ صورتِ اعجاز میں فرق ہو۔ جناب امیرؑ کی ولادت کا حال معلوم ہے۔ کہاں اور کس طریق سے ہوئی۔ اوّل خانہ کعبہ کی دیوار شق ہوئی۔ حوران بہشتی خدمت کے لئے آئیں۔ زمین پر تشریف لاتے ہی کلمہ پڑھا۔ جب رسولؐ خدا تشریف لائے۔ تو فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اور اکثر روایات میں موجود ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ نے کہا۔ پڑھو یا سُناؤ۔ تو آپؑ نے قرآن سُنایا۔ اور روایات اہل السنت میں تصریح ہے۔ کہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ پڑھی۔ چنانچہ جیسا کہ مطالب السئول و رشفۃ الصادی۔ بحار۔ حیات القلوب وغیرہا میں مذکور ہے۔ اور علامہ محمد بن محمود قزوینی شافعی سے روایت کی ہے

سیر در منثور وطبری و برہان وقمی وغیرہا و دیگر کتب احادیث و تواریخ میں مرقوم ہے۔ اور بعض
یات میں عام کتب آسمانی کا تلاوت فرمانا مذکور ہے: پس منہاج امامت عین منہاج
ت اور ایک ہی ہے۔ اور یہ تصرفات جس طرح نبیؐ میں پائے جاتے ہیں اسی طرح امامؑ میں تھی۔
یہ تکلم حضرت عیسٰیؑ سے مخصوص نہیں ہے ؛

ہم علامات امامؑ میں ذکر کر چکے ہیں۔ منجملہ علامات امامؑ یہ ہے۔ کہ جس وقت وہ شکمِ مادر سے
ہر آتا ہے۔ تو اوّل ہاتھ زمین پر ٹیکتا ہے۔ اور سر آسمان کی طرف بلند کرتا ہے۔ اور کلمہ پڑھتا
ہے۔ اور جناب صادق آلِ محمدؐ نے وقتِ ولادت موسٰے بن جعفرؑ جب آپ مکان سے
احبزادے کی ولادت کے بعد خوشی خوشی باہر تشریف لائے تو ابو بصیر سے خوشی کے سبب
ستفسار پر فرمایا۔ کہ حمیدہؓ نے (والدۂ ماجدہ جناب موسٰے بن جعفرؑ) مجھ کو ایک بات سُنائی
ں کو میں پہلے سے جانتا ہوں اور اس سے بہتر جانتا ہوں۔ راوی نے کہا۔ حضرتؑ وہ
یا بات ہے۔ فرمایا۔ کہ جس وقت بچہ پیدا ہوًا۔ تو ہاتھ زمین پر ٹیک دئیے
ور سر آسمان کی طرف بلند کیا۔ میں نے اس سے کہا۔ یہ نشانی
ہے رسول اللہؐ کی۔ ان کی ولادت بھی ایسی ہی ہوئی تھی۔ اور یہی
امامؑ کی نشانی ہے۔ الخ۔ اور علی بن راشد سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ
جب اللہ چاہتا ہے۔ کہ امامؑ کو خلق فرمائے۔ تو زیرِ عرش سے کچھ پانی لیتا ہے اور ایک
رشتے کو دیتا ہے۔ کہ وہ امامؑ کے باپ کو پلا دے۔ پس اس پانی سے خود امامؑ کو خلق فرماتا ہے
ور جب اس کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے۔ تو خدا اسی فرشتے کو بھیجتا ہے۔ اور وہ اس
کی پیشانی پر لکھ دیتا ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اس میں تشریح ہے۔ اس امر کی کہ نطفۂ امام جو مادۂ جسمانیہ امام ہے۔
وہ فوق عالم زماں عالم عرشی و عالم امری سے ہے نہ عالم جسمانی زمانی سے۔ اور ان کی ولادت
مثل نبیؐ بطور اعجاز ہوتی ہے۔ اور خوارق عادات ضرور وقتِ ولادت مثل رسول خدا ظاہر
ہوتے ہیں۔ چنانچہ تمام ائمہؑ کے حالاتِ ولادت سے یہ بات خوب ثابت ہے۔ اور کہیں
ان کو مفصل ذکر کریں گے ؛

ولادت باسعادت امام مہدی آخر الزمانؑ

اب ہم اصل مقصد یعنی حالات باسعادت و کرامت

جناب مہدی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ جو کچھ لکھا گیا صرف اسی واسطے تھا۔ کہ حالات آنجناب سُن کر اور خوارق دیکھ کر متعجب نہ ہوں۔ پہلے سے بصیرت حاصل ہو جائے۔

وَالِدَہٗ مَاجِدَہٗ اِمَامْ عَلَیْہِ السَّلَام

شیخ صدوق و شیخ طوسی و شیخ طبرسی و شیخ طرابلسی وغیرہم نے بشیر بن سلیمان بردہ فروش انصاری سے روایت کی ہے۔ جو سامرہ میں عسکریینؑ کا ہمسایہ تھا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ کافور خادم امامؑ میرے پاس آیا۔ اور کہا۔ حضرت ابالحسنؑ علیؑ بن محمدؑ تجھے بلاتے ہیں۔ میں حاضر خدمت ہؤا۔ اور جب میں پاس بیٹھ گیا۔ تو فرمایا۔ اے بشیر تو اولاد انصار سے ہے۔ اور ہماری محبت و مؤدت و موالات تم میں ہمیشہ رہی ہے اور اس کو میراث میں پاتے رہے ہو۔ اور تم ہم اہل بیتؑ کے معتمدین میں ہو۔ میں تجھے ایک خاص بزرگی کے لئے پسند کرتا ہوں اور ایک فضیلت مخصوص کے لئے تجھے اختیار کرتا ہوں جس سے تو تمام ہمارے دوستوں پر سبقت لے جائے گا۔ اور تجھے ایک راز پہ مطلع کرتا ہوں۔ ایک کنیز کی خریداری کے لئے بھیجتا ہوں۔ پھر آپ نے ایک خط رومی زبان اور رومی خط میں نہایت عجیب و لطیف لکھا اور مہر کر دی۔ اور ایک چھوٹا سا سرکا دوپٹہ نکالا۔ جس میں ایک سو بیس[1] دینار بندھے ہوئے تھے۔ اور وہ مجھ کو دے دیا اور فرمایا۔ یہ ایک سو بیس دینار لے۔ اور بغداد کو جا۔ اور چاشت کے وقت فرات کے گھاٹ پر پہنچ۔ اس وقت چند کشتیاں اسیروں کی آئیں گی۔ وہاں تو بہت سی کنیزیں اور بہت سے خریدار سرداران بنی عباس کے وکیلوں سے اور کچھ جوانان عرب دیکھے گا۔ جب یہ دیکھے۔ تو دور سے عمر بن یزید نخاس پر نظر ڈال اور دن بھر اس کا خیال رکھ۔ یہاں تک کہ وہ ایک کنیز اس اس صفت کی پیش کرے۔ جو دو جامہ ریشمین پہنے ہو گی۔ اور وہ کنیز خریداروں پر پیش ہونے اور ان کے دیکھنے اور مس کرنے سے انکار کرتی ہو گی۔ اور اس پر راضی نہ ہو گی۔ کہ کوئی اس کو ہاتھ لگا سکے۔ اور تو اس وقت سُنے گا۔ کہ وہ باریک پردے میں رومی زبان میں کچھ کہہ رہی ہے۔ اور وہ یہ کہتی ہو گی وَھَتْکَ سِتْرَاہُ ہائے وائے مصیبتا کہ میری پردہ دری کی جاتی ہے۔ اس وقت ایک خریدار کہے گا۔ کہ اس کو میں تین سو دینار میں خریدتا ہوں۔ کیونکہ اس کی پاکدامنی نے میری رغبت کو بڑھا دیا ہے۔

---

[1] بعض روایات میں یہ رقم دو سو بیس ۲۲۰ ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔

تب وہ اس کو زبان عربی میں جواب دے گی۔ کہ اگر تو سلیمانؑ بن داؤدؑ کے لباس اور اس کی شوکت و
حشمت میں میرے پاس آئے۔ تو بھی تیری طرف مائل نہ ہوں گی۔ اس وقت نخاس کہے گا۔ کہ بیچنا تو ضروری
ہے۔ پھر اس کی کیا صورت ہوگی۔ جواب دے گی۔ کہ جلدی نہ کر۔ تا وقتیکہ خریدار پہنچے۔ جس کی
وفاداری و دیانت و ایمان پر مَیں اعتماد کروں۔ اس وقت تو عمرو بن یزید کے پاس جا۔ اور اس
سے کہو۔ کہ میرے پاس ایک سیّد کا خط ہے جو اس نے بڑی ملاطفت سے رومی زبان اور
رومی خط میں لکھا ہے۔ اور اس میں اپنے فضل و کرم و سخا و عطا اور اپنی شرافت و کرامت کا
ذکر کیا ہے۔ پس یہ خط اس کنیز کو دے دے۔ کہ اس بزرگوار کے اخلاق و اوصاف میں غور و فکر
کرے۔ اگر یہ اس کے ہاتھ فروخت ہونے پر راضی ہوگئی۔ تو مَیں ان کی طرف سے وکیل ہوں۔
اور جو کچھ کہ مجھے میرے مولا نے حکم دیا تھا۔ مَیں نے بالکل اسی طرح کیا۔ اس نے وہ خط لے کر
پڑھا اور غور کیا اور رونے لگی۔ اور کہا۔ مجھ کو صاحب خط کے ہاتھ فروخت کر دے۔ اور سخت
قسمیں کھائیں۔ کہ اگر اس کے ہاتھ نہ بیچے گا۔ تو مَیں اپنے کو ہلاک کر لوں گی۔ مَیں قیمت کی بابت برابر
جھگڑتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اسی قیمت پر راضی ہوگیا۔ جو میرے مولا نے دی تھی۔ مَیں قیمت ادا
کرکے اس کو لے آیا۔ اور بغداد میں اپنے کمرے میں آیا۔ جس وقت وہ معظمہ وہاں پہنچی۔
فوراً امامؑ کے خط کو نکالا۔ اس کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ مَیں نے تعجب سے کہا۔
کہ اس خط کو بوسہ دیتی ہو جس کے لکھنے والے کو نہیں جانتی ہو۔ اس نے کہا۔ اے عاجز
اور بزرگی فرزندان انبیاء کی معرفت کم رکھنے والے میری طرف متوجہ ہو
اور کان لگا کر سن۔ تاکہ مَیں تجھے اپنا حال سناؤں۔ مَیں ملیکہ دختر یشوعا فرزند قیصر روم ہوں
اور میری ماں شمعون الصفاء وصی حضرت عیسٰیؑ کی اولاد سے ہے۔ مَیں تجھے ایک عجیب بات
کی خبر دیتی ہوں پس تو جان لے۔ کہ میرے دادا نے چاہا۔ کہ میرا عقد اپنے بھتیجے سے کرے
جبکہ مَیں تیرہ سال کی تھی۔ پس اس نے اپنے قصر میں نسل حواریین اور علماء و عباد نصاریٰ سے
تین سو بزرگ اور اہل مناصب و اہل کاماں سے سات سو شخص اور سرداران لشکر و بزرگان قبائل
میں سے چار ہزار نفر جمع کئے۔ اور ایک تخت مرصع لایا گیا۔ جو اس نے اپنے زمانہ بادشاہی
میں تیار کرایا تھا۔ اور اس کو چالیس پایوں پر نصب کیا۔ اور صلیبوں اور بتوں کو اونچے اونچے مقامات
پر رکھا۔ اور اپنے بھتیجے کو تخت پر بٹھایا۔ پس جس وقت پادریوں نے انجیلیں کھولیں کہ پڑھیں۔ تو وہ تمام
بت اور صلیبیں سرنگوں ہوگئیں اور زمین پہ گر پڑیں۔ اور تخت کا پایہ ٹوٹ گیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ شہزادہ

تخت پر سے گر کر بیہوش ہو گیا۔ اس وقت پادریوں کے رنگ متغیر ہو گئے اور جوڑ بند کانپنے لگے۔ اور ان میں سے سب سے بڑے پادری نے بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ اے بادشاہ ہم کو ایسے امر سے معاف رکھو۔ جس کی وجہ سے یہ نحوست پیدا ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دینِ مسیح جلد زائل ہو جائے گا۔ بادشاہ نے اس کو فال بد سمجھا۔ اور علماء و راہبوں کو حکم دیا۔ کہ دوبارہ تخت کو نصب کریں۔ اور صلیبوں کو اپنی اپنی جگہ قرار دیں۔ اور اس بدبخت کے بھائی کو لاؤ۔ تاکہ اس سے اس لڑکی کا عقد کریں۔ کہ اس کی نحوست اس کی سعادت سے دفع ہو۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور دوسرے لڑکے کو تخت پہ بٹھایا۔ جونہی انہوں نے انجیل کو پڑھنا شروع کیا۔ وہی حالت اولیٰ پیدا ہوئی۔ اور وہی نحوست ظاہر ہوئی۔ اور وہ نہ سمجھے۔ کہ یہ ان دونوں بھائیوں کی نحوست نہیں ہے۔ بلکہ ایک اور سرور و سردار کی سعادت کا اثر ہے۔ پس لوگ متفرق ہو گئے۔ اور میرا دادا حرم سرا میں چلا گیا اور خجالت سے باہر نہ نکلا۔

جب رات ہو گئی اور میں سو گئی۔ تو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ جناب مسیح عیسیٰ بن مریمؑ چند حواریین کے ہمراہ تشریف لائے۔ اور ایک ممبر نور نصب کیا گیا۔ جو بلندی میں آسمان سے مقابلہ کرتا تھا۔ اور اس کو اسی جگہ نصب کیا جہاں قصر شاہی میں وہ تخت نصب کیا گیا تھا۔ بعدازاں جناب محمد مصطفےٰؐ مع اپنے داماد و وصی علیؑ ابن ابی طالبؑ اور ائمہؑ اولاد علیؑ تشریف لائے۔ جناب مسیحؑ تعظیم و استقبال خاتم الانبیاءؐ کے لئے آگے بڑھے اور گلے ملے۔ اور جناب خاتم الانبیاءؐ نے فرمایا۔ اے روح اللہؑ! میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ ملیکہ دختر شمعون الصفاء کی اپنے اس فرزند کے لئے خواستگاری کروں۔ اور انگشت مبارک سے ماہ برج امامت جناب حسن عسکری کی طرف اشارہ کیا۔ جو اس جنابؐ کے فرزند ہیں جن کا تو خط لایا ہے۔ پس حضرت مسیحؑ نے شمعون کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا اے شمعون! جناب خاتم النبیینؐ دو نوجہان کا شرف تمہارے لئے لائے ہیں۔ جلد یہ رشتہ کر دیجئے۔ اور رحم آل محمدؐ سے اپنے رحم کو پیوند کیجئے انہوں نے عرض کیا۔ اے روح اللہؑ! کر دیا۔ جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰؐ ممبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور جناب مسیحؑ اور جناب پیغمبر خاتم الانبیاءؐ نے امام حسن عسکریؑ سے میرا عقد کیا۔ اور باقی ائمہؑ اور حواریین گواہ ہوئے۔

جب میں اس خواب سعادت مآب سے بیدار ہوئی۔ تو خوفِ قتل سے میں نے کسی سے ذکر نہ کیا۔ اور اس کو اپنے سینے ہی میں رکھا۔ آتش محبت خورشید فلک امامت روز بروز میرے سینے

میں مشتعل ہوتی جاتی تھی۔ اور دامن صبر و قرار کو ہاتھ سے چھڑائے دیتی تھی۔ یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ کھانا پینا حرام ہو گیا اور ہر روز جسم گھلنے لگا۔ اور بلاد روم میں کوئی طبیب ایسا نہ رہا تھا۔ جس کو میرے دادا نے معالجہ کے لئے نہ بلایا ہو۔ جب میرے علاج سے مایوس ہو گیا۔ تو کہا۔ میری نورِ چشم کیا تیرے دل میں کوئی خواہش دنیا ہے۔ تاکہ اس کو پورا کر دوں۔ مَیں نے عرض کیا۔ مَیں صحت و آرام سے مایوس ہوں اور درِ کشائش اپنے اُوپر بند دیکھتی ہوں۔ اگر تم مسلمان قیدیوں کی اذیت کم کر دو۔ اور ان کو قیدِ غم سے نجات دے دو۔ تو امید ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ اور جناب مسیحؑ اور جناب مریمؑ مجھے صحت بخشیں۔ جب اس نے ایسا کیا اور مسلمان قیدیوں کو چھوڑنا اور ان کی اذیت کم کرنی شروع کی۔ تو مَیں نے کچھ صحت کا اظہار کیا۔ اور کچھ کھانا کھایا۔ وہ خوش ہوا۔ اور دوسرے مسلمان قیدیوں کو بہت عزیز رکھنے لگا۔ پس مَیں نے چار شب کے بعد خواب میں دیکھا۔ کہ فاطمۃ الزہراؑ سیدۃ النساء العالمینؑ اور جناب مریمؑ ہزار حوریان بہشتی کے ہمراہ تشریف لائیں۔ اور جناب مریمؑ نے فرمایا۔ اے نورِ چشم۔ یہ مادرِ گرامی امام حسن عسکریؑ ہیں۔ مَیں نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ اور رونے لگی۔ اور مَیں نے شکایت کی۔ کہ امام حسن عسکریؑ میرے دیکھنے کو نہیں آتے۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ کہ میرا فرزند کیوں کر آئے۔ حالانکہ تو مشرکہ ہے۔ اور یہ ہمشیرہ مریمؑ بن عمرانؑ تجھ سے اور تیرے دین سے بیزار ہے۔ اگر تو چاہتی ہے کہ حق تعالےٰ اور حضرت مسیحؑ اور جناب مریمؑ تجھ سے خوش ہوں۔ تو کہو۔ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم جب مَیں نے یہ کلمات طیبہ ادا کئے۔ تو جناب زہراؑ نے مجھے اپنے سینے سے لپٹا لیا اور مجھے تسلی دی اور فرمایا۔ اب میرے فرزند کی ملاقات کی منتظر رہو۔ مَیں اس کو بھیجوں گی۔ جب مَیں بیدار ہوئی۔ اور یہ کلمات طیبہ پڑھنے شروع کئے۔ اور دوسری رات کو سوئی۔ تو آفتاب جمال آنحضرتؑ طالع ہوا۔ اور مَیں نے کہا اے میرے حبیبؑ مجھے اسیرِ محبت کر کے مجھ سے جدائی کیوں اختیار کی؟ فرمایا۔ میرے دیر میں آنے کی یہ وجہ تھی کہ تو مشرک تھی۔ اب مسلمان ہو گئی ہو۔ اب مَیں ہر شب آؤں گا۔ جب تک خدا ظاہراً مجھے اور تجھے ملائے۔ اس وقت سے آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ وہ جنابؑ خواب میں نہ آئے ہوں۔

بشیر بن سلیمان نے عرض کیا۔ تم اسیروں میں کس طرح سے آگئیں؟ فرمایا۔ کہ ایک شب مجھے اس جنابؑ نے خبر دی۔ کہ تمہارا دادا فلاں روز مسلمانوں کی طرف ایک لشکر بھیجے گا۔ اور خود پیچھے سے جائے گا۔ تو بھیس بدل کر خدمت گاروں اور کنیزوں میں شامل ہو جانا۔ اور اپنے دادا

کے پیچھے روانہ ہونا اور فلاں راہ سے چلنا۔ میں نے ایسا کیا؟ مسلمانوں کی جاسوسی جماعت نے ہمیں دیکھ لیا اور گرفتار کر کے لے گئے۔ اور میرا انجام یہ ہوا جو تو نے دیکھا۔ اور جس کے حصّے میں مَیں آئی تھی۔ اس نے میرا نام دریافت کیا تو مَیں نے نرجسؑ بتلایا۔ اس نے کہا۔ یہ کنیزوں کا سا نام ہے۔ بشیر نے کہا۔ یہ تعجب ہے۔ کہ تم اہل روم سے ہو۔ اور عربی خوب جانتی ہو۔ فرمایا: کمال محبت کی وجہ سے میرا دادا چاہتا تھا۔ کہ مجھے آدابِ حسنہ سکھائے۔ ایک زن مترجمہ کو میرے لئے مقرر کیا۔ جو رومی اور عربی خوب جانتی تھی۔ پھر صبح و شام آتی تھی اور زبان عربی سکھاتی تھی۔ تا ایں کہ میں عربی خوب بولنے لگی ؛ راوی کہتا ہے۔ کہ جب میں اس کو سامرہ لے گیا۔ اور خدمت امام علی النقیؑ میں پہنچیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہو۔ خداوند عالم نے دین اسلام کی عزّت اور دین نصاریٰ کی ذلت اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی فضیلت تجھ کو کس طرح دکھلائی۔ عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ مَیں کیا بیان کروں اس امر کا۔ جس کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ مَیں تجھے عزّت دینا چاہتا ہوں پس تو کیا پسند کرتی ہے۔ یہ کہ مَیں دس ہزار اشرفی دے دوں یا بشارت دوں شرافت و کرامت ابدی کی؟ عرض کیا۔ مَیں مال نہیں چاہتی ہوں۔ فرمایا۔ پس تجھ کو بشارت ہو ایک ایسے فرزند کی جو مغرب و مشرق عالم کا بادشاہ ہوگا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ جب کہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ عرض کیا۔ یہ فرزند کس سے ہوگا؟ فرمایا۔ اس سے جس کے لئے رسول خداؐ نے جناب مسیحؑ سے تیری خواستگاری کی تھی۔ پھر پوچھا کس سے جناب مسیحؑ اور ان کے وصیؑ نے عقد کیا تھا؟ عرض کیا۔ تمہارے فرزند سے۔ آپؑ نے فرمایا۔ کیا ان کو پہچانتی ہو؟ عرض کیا۔ جس دن بہترین زنان عالمین کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی ہوں ہر شب وہ میرے دیکھنے کو آتے تھے۔ پس کافور خادم کو بلایا اور کہا۔ جا حکیمہ خاتون کو بلا لا۔ جب وہ آئیں تو فرمایا۔ یہی وہ کنیز ہے۔ انہوں نے گلے سے لگایا۔ اور بہت مہربانی سے پیش آئیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ اے بہن! اس کو اپنے گھر لے جاؤ۔ اور فرائض و سنتِ دین تعلیم دو۔ یہ زوجہ امام حسن عسکریؑ اور والدۂ جناب صاحب الزمانؑ ہے۔ انتہی ؛

یہ شرافت و کرامت و سعادت و برکت و رحمت و فضیلت کہ عقد عالم انوار و ارواح میں ہو اہل بیت رسالت و نبوت ہی سے مخصوص ہے۔ اور اس کی نظیریں دیانت اسلام میں بہت موجود ہیں۔ اور کتب سیر و تواریخ و احادیث صحیحہ میں جناب فاطمہؑ کے عقد کا

م انوار و ارواح میں ہونا ثابت و محقق ہے۔ نیز جناب شہربانو والدۂ جناب امام زین العابدین کا
بھی اسی طرح جناب امام حسینؑ سے ہوا تھا۔ اور ان کو بھی عالم رویا ہی میں جناب سیدہ صلواۃ
و سلام علیہا نے مسلمان کیا تھا۔ اور یہ بشارت دی تھی۔ پس جناب صاحب الزمان علیہ السلام
مادر گرامی کا اس طرح سے آنا اور عالم رویا میں مسلمان ہونا اور عالم ارواح میں عقد ہونا ان
آباؤ اجداد کی سنت ہے۔ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ اور ان ارواح قدسیہ کے
منات عالم رویا و عالم خواب میں اہل کشف و معرفت کے نزدیک مشہور و معروف ہیں
چنانچہ نظائر ہماری تحریر کے ضمن میں آئندہ ابواب میں ملاحظہ کیجئے گا۔ اور ان آیات
کی تکذیب اور انکار وہ ظالمین و جاحدین ہی کرتے ہیں۔ جو دیدہ و دانستہ حق سے
چشم پوشی کرنے والے ضال و مضل ہیں۔ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ۔ وَمَنْ
يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۔

اس روایت سے یہ بھی واضح ہے۔ کہ جناب ملیکہؑ والدۂ ماجدہ جناب صاحب الزمانؑ
لونڈی اور کنیز کا اطلاق محض ظاہری اور رواجی ہے۔ ورنہ فی الحقیقت وہ لونڈی کسی
مدے کی رو سے نہیں ہو سکتیں۔ وہ شاہزادی ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آئی
۔ اور خود آئی ہیں۔ اور لشکر اسلام و نصاریٰ میں جنگ بھی واقع نہ ہوئی تھی۔ جیسا کہ ظاہر روایات
سے ثابت ہوتا ہے۔ لہذا وہ لونڈی نہیں کہلا سکتیں۔ فافہم و تدبر فیہ۔

شہادات سابقۃ الذکر اور آئندہ مذکور ہونے والی روایات سے معلوم ہے۔ کہ جتنے علماء سنی
شیعہ وجود مہدی آخر الزمانؑ کے قائل ہیں اور حجۃؑ بن الحسنؑ ہی کو مہدی موعود جانتے ہیں۔
سب متفق ہیں۔ کہ مادر گرامی جناب صاحبؑ الزمان جناب نرجسؑ خاتون ہیں۔ جن کا پہلا
م ملیکہؑ ہے۔ اور ان کا سلسلۂ نسب ان کی والدہ کی طرف سے جناب شمعون الصفاء وصی
جناب عیسٰیؑ کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ اور خاندان قیاصرۂ روم سے ہیں۔ اور اس سے انکار
انکار محض ہٹ دھرمی ہے (باقی تفصیل باب رد شبہات میں ملاحظہ ہو)۔

والدہ ماجدہ امام علیہ السلام

اکثر احادیث مذکورہ ابواب سابقہ میں اکثر علماء اہل السنت والجماعت اور علمائے اہل التشیع کی تصریح
کی ہے۔ کہ والد ماجد جناب صاحب الزمانؑ حضرت امام الحسنؑ العسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن
علیؑ بن موسٰیؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اور بعض احادیث

اور بھی آئندہ اسی باب اور ابواب آئندہ میں مذکور ہوں گی۔ جناب شیخ جلیل نبیل و فاضل بے نظیر و مثیل فضل بن شاذان جنہوں نے بعد ولادت صاحب الزمانؑ اور قبل وفات امام حسن العسکریؑ وفات پائی ہے محمد بن علی بن حمزہ بن الحسین بن عبید اللہ بن عباس بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے بیان کیا۔ کہ حضرت امام حسن العسکریؑ نے بیان کیا۔ ولی خدا و حجت خدا اور میرے بعد میرا خلیفہ ختنہ شدہ ۱۵ ارشعبان ۲۵۵ھ ہجری نزدیک طلوع صبح صادق پیدا ہوا اور اوّل اوّل جس نے اس کو غسل دیا وہ رضوان خازن بہشت تھا۔ اور اس کے ہمراہ اور ملائکہ مقربین تھے۔ جنہوں نے آب کوثر و سلسبیل سے اس کو غسل دیا۔ بعد ازاں لوگوں نے راوی حدیث محمد بن علی سے آپ کی والدہ کا حال اور نام دریافت کیا۔ کہا۔ ان کی والدہ کا نام ملیکہؑ تھا۔ اور کبھی ان کو سوسن اور کبھی ریحانہؑ کہتے تھے۔ اور صیقلؑ و نرجسؑ بھی ان کے نام تھے۔

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ مادر گرامی کے اسم مبارک میں اختلاف کی یہی وجہ ہے۔ کہ ان کو ان پانچوں ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ اور اصل نام ملیکہؑ تھا۔ اور باقی القاب و خطابات ہیں۔

نیز شیخ موصوف نے محمد بن عبد الجبار سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حسن العسکری بن علی علیہما السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اے فرزند رسولؐ میں آپ پر فدا ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ یہ بتلائیں۔ کہ آپ کے بعد امامؑ اور بندگان خدا پر حجت خدا کون ہے۔ فرمایا۔ میرے بعد امامؑ اور حجت خدا میرا فرزند ہے جو رسول خداؐ کا ہم نام اور ہم کنیت ہے۔ اور خاتم حجج خداؐ ہے اور آخری خلفاء اللہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کس کے بطن سے۔ فرمایا۔ دختر فرزند قیصر روم کے بطن سے۔ الخ۔

جن چالیس علماء اعلام اہل السنت کے اسماء گرامی ہم نے نقل کئے ہیں۔ وہ سب اسی کے قائل ہیں۔ کہ مہدیؑ فرزند جناب الحسن العسکریؑ ہیں۔ وھو الحق اور اس کے خلاف تمام خیالات و توہمات جو محض قیاسی ہیں یا محض بغض و عداوت اہل البیتؑ پر مبنی ہیں باطل محض ہیں۔ اور آپ کے باپ کا نام عبد اللہ ثابت کرنے والی حدیث موضوع ثابت ہو چکی ہے۔ اور بفرض محال اگر صحیح بھی ہو۔ تو اس کی تاویل مہدی عباسی سے ہو سکتی ہے نہ مہدی آخر الزمانؑ جو آخر خلفاء اللہ ہیں۔ اس میں ہٹ دھرمی عین بے دینی ہے۔ فلا تکن من الممترین۔ المکذبین الذین ضلوا واضلوا کثیرا۔

[..]لات ولادت باسعادت

[..]یخ ولادت امام علیہ السلام

تاریخ ولادت میں مثل اختلافات اہل اسلام فی الجملہ اختلاف ہے۔ چنانچہ شیخ مفید مسار الشیعہ میں ۲۵۴ھ لکھتے ہیں۔ اور حسن بن محمد بن حسن قمی تاریخ قم میں تاریخ ولادت ۸ شعبان بتلاتے ہیں۔ اور [..] روایت میں ۲۵۷ھ اور ایک میں ۲۵۸ھ ہے۔ اور مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں ۲۵۶ھ لکھا ہے۔ لیکن صحیح یہ روایت ہے۔ کہ ولادت باسعادت روز جمعہ (متفق علیہ) [..] شعبان ۲۵۵ھ ہے۔ چنانچہ شیخ مفید ارشاد میں اور ثقۃ الاسلام کلینی کافی میں اور کراجکی [..]ز الفوائد میں اور شہید اول دروس میں اور شیخ ابراہیم کفعمی اور دیگر محققین سُنی و شیعہ [رو]ایات صحیحہ روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی بعض اقوال سے ظاہر ہوگا۔ پس یہی تاریخ صحیح و محقق ہے [..]ی ۱۵ شعبان المعظم ۲۵۵ھ ہجری نبوی صلعم۔

[و]لادت

جناب شیخ سلیمان القندوزی السنی بحوالہ کتاب الغیبہ شیخ محمد بن علی بن الحسین موسےٰ بن محمد بن حمزہ بن موسیٰ الکاظم رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے [ہی]ں۔ کہ حکیمہ خاتون دختر محمد بن الجوادؑ نے بیان کیا۔ مجھ کو ایک دن ابو محمد الحسنؑ نے بلایا اور کہا۔ اے [..]ھپھی آج کی شب ہمارے ہی پاس افطار کیجیے۔ کہ یہ شب نصف شعبان ہے۔ اور اللہ تعالےٰ [ا]ی شب میں اپنی حجت اپنی زمین میں ظاہر کرے گا۔ میں اس شب کو وہاں ٹھیر گئی اور بعد افطار سو گئی۔ [..]ر وقت سحر اُٹھی اور ہیں نے آلمٓ۔ السجدہ اور سورہ یٓس تلاوت کی۔ کہ ناگہاں نرجس خاتونؑ [بے ق]رار ہوئیں۔ جونہی میں نے کپڑا کھولا۔ بچے کو سجدے میں دیکھا۔ اور ابو محمد الحسنؑ نے مجھ کو ندا [د]ی کہ اے پھوپھی بچے کو جلد یہاں لاؤ۔ میں ان کے پاس لے آئی۔ انہوں نے اس کو اپنے [..]ینے پر کھڑا کیا۔ اور اپنی زبان اس کے منہ میں دے دی۔ اور اس کی آنکھوں اور کانوں اور سب [..]ڑ بندوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر فرمایا۔ اے فرزند بولو۔ فقال اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا [شر]یک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم۔ پھر [در]ود بھیجا علیؑ امیر المومنین اور ائمہ طاہرین پر۔ یہاں تک کہ اپنے والد ماجد پر درود بھیجا۔ پھر [اما]م حسن عسکریؑ نے فرمایا۔ اے پھوپھی اس کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ۔ پس میں ان کے [پا]س لے گئی۔ بچے نے اپنی والدہ کو سلام کیا۔ پھر میں نے اس کی گود میں دے دیا۔ اور امامؑ نے [فر]مایا۔ اے پھوپھی ساتویں دن تم پھر آنا۔ میں ساتویں دن گئی۔ تو آپ نے پھر فرزند کو طلب کیا۔

اور پھر ویسا ہی کیا۔ اور بچے نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اپنے آباء طاہرینؑ پر درود بھیجا۔ اور پھر یہ آیت تلاوت کی۔ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ پھر فرماتی ہیں۔ کہ پھر میں ایک دن آئی۔ اور پردہ اٹھا کر دیکھا۔ تو بچے کو نہ پایا۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ مولود کہاں ہے۔ تو فرمایا۔ ہم نے اس کو خداوند حفیظ قدیر کے سپرد کر دیا۔ جس کی سپرد اُمِّ موسےٰ نے موسےٰ کو کیا تھا۔

لیکن محمد بن عبداللہ المطہری سے جو روایت ہے۔ اگرچہ وہ معناً موافق و مطابق ہے۔ مگر اس سے مفصل ہے۔ اور اس کو شیخ صدوق وغیرہ اور نیز سلیمان موصوف نے نقل کیا ہے۔ اس میں اور نیز اس روایت میں جس کو مسعودی علی بن حسین نے اثبات الوصیہ میں علاق کلینی اور موسےٰ بن محمد غازی و احمد بن جعفر بن محمد سے باسانید صحیحہ روایت کی یہ زیادتی ہے۔ کہ جس وقت حکیمہ خاتون کو امام نے افطار کو کہا۔ اور ولادت باسعادت امام زمان اور خلیفۃ الرحمان کی خبر دی۔ تو انہوں نے دریافت کیا۔ کہ کس سے ہوگا۔ فرمایا۔ نرجسؑ سے۔ کہا۔ میں تو کوئی اثر نرجسؑ میں ولادت کا نہیں پاتی۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ جس وقت صبح ہوگی۔ اثر حمل تمہیں ظاہر ہوگا۔ کیونکہ اس کی مثال مثل مادر موسےٰ ہے۔ کہ ان کا حمل ظاہر نہ ہوا تھا۔ اور وقتِ ولادت تک کسی کو معلوم نہ تھا۔ کیونکہ فرعون موسےٰ کی جستجو میں حاملہ عورتوں کے شکم چاک کرا دیتا تھا۔ اور یہ فرزند نظیر موسےٰ ہے۔ یہ الفاظ محمد بن علیؒ کے ہیں۔ روایت مسعودی کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ فرمایا۔ اے پھوپھی! ہم گروہ انبیاء و اوصیاء شکموں میں نہیں اٹھائے جاتے۔ اور ہم کو مائیں پہلوؤں میں رکھتی ہیں۔ اور ہم دائیں ران کی طرف سے باہر آتے ہیں۔ کیونکہ نور خدا ہیں۔ اور نور خدا کو کسی قسم کی قذارت و پلیدی نہیں پہنچ سکتی۔ نطفۂ طاہرین طیب و طاہر ہی ہوتا اور رہتا ہے۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت۔ محمد بن عبداللہ کی روایت کی ابتداء یوں ہے۔ کہ میں بعد وفات امام حسن عسکریؑ حکیمہ خاتون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ حجتِ خدا کی بابت سوال کروں۔ تو اس معظمہ نے بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا۔ کہ خدا کبھی اپنی زمین کو حجت سے خالی نہیں چھوڑتا خواہ حجت ناطق ہو یا صامت۔ اور امامت کو خدا نے سوائے حسنینؑ کے دو بھائیوں میں قرار نہیں دیا ہے۔ اور خدا نے اولاد حسینؑ کو اولاد حسنؑ پر فضیلت دی ہے جس طرح اولاد ہارونؑ کو اولاد موسےٰ پر۔ اور ضروری ہے کہ امت محمدی میں حیرت واقع ہو۔ جس میں مبطلین شک کریں اور محققین خالص ہو جائیں۔ اور لوگوں کو خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اور چاہیئے کہ امام حسن عسکریؑ کے بعد حیرت واقع ہو۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا۔ اے سیدہ! کیا امام

ـن عسکریؑ کا کوئی فرزند ہے۔ آپ ہنسیں اور فرمایا۔ اگر ان کا کوئی فرزند نہ ہو۔ تو پھر حجتِ خدا کون ہے؟
تجھے خبر دے چکی ہوں۔ کہ امامت بعد حسنؑ و حسینؑ دو بھائیوں میں نہیں ہے۔ عرض کیا۔ مجھے ولادت
بت امامؑ کی خبر دیجئے۔ آپ نے حکایت ولادت سنائی الخ۔
شیخ صدوق موسےٰ بن محمد سے جو اکمال الدین میں روایت کرتے ہیں۔ اس میں یہ تفصیل
ہے۔ کہ جس وقت حکیمہ خاتون وقت سحر اٹھیں۔ اور ادعیہ وغیرہا میں مشغول ہوئیں۔ فرماتی ہیں۔
نب میں الٓمٓ اور یٰسٓ تلاوت کر چکی۔ تو نرجسؑ خاتون مضطرب ہوئیں۔ میں فوراً ان کے پاس پہنچی
گلے سے لگایا۔ اور پوچھا۔ کیا کچھ احساس کرتی ہو؟ کہا۔ ہاں اے پھوپی جان۔ اتنے میں مجھے اور
ے خفیف سی نیند آ گئی۔ پس میں اس مولود سردار کونین کی جستجو میں اٹھی اور کپڑا اٹھا دیا۔ تو اس
درِ کونین کو سجدے میں پایا۔ میں نے گود میں اٹھا لیا۔ دیکھا۔ کہ پاک و پاکیزہ و بے آلائش
ہے۔ اور محمد بن عبداللہ کی روایت مرویہ شیخ صدوق میں یہاں پر یہ بھی زیادتی ہے۔ کہ جس
ت نرجسؑ خاتون بیمار و مضطرب ہوئیں۔ تو امامؑ نے فرمایا۔ اے پھوپی۔ ان پر سورۂ قدر پڑھو
ـں نے پڑھنی شروع کی۔ اور پوچھا۔ کچھ اثر محسوس کرتی ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ پھر میں نے سورۂ مذکور کی
اوت شروع کی۔ تب اس مولود نے شکم مادر میں میرے ہمراہ سورۂ قدر
نا انزلناہ) تلاوت کرنی شروع کی۔ اور جس طرح میں پڑھتی تھی اسی طرح وہ بچہ بھی پڑھتا
۔ اور مجھ کو سلام کیا۔ میں ڈری۔ تو امامؑ نے آواز دی۔ اے پھوپی قدرتِ خدا
ـں تعجب نہ کرو۔ خداوند عالم ہمارے بچوں کو حکمت کے ساتھ گویا کرتا ہے
ر بزرگی میں ظاہر بظاہر حجت قرار دیتا ہے۔ ابھی حضرتؑ کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ نرجسؑ
ـرول سے غائب ہو گئیں۔ اور میں نے ان کو نہ دیکھا۔ گویا میرے اور ان کے درمیان پردہ سا
ـل ہو گیا۔ میں دوڑی ہوئی امامؑ کی خدمت میں آئی۔ فرمایا۔ اے پھوپی۔ واپس جاؤ۔ نرجسؑ کو اپنی جگہ
گی۔ میں واپس آئی۔ تو دیکھا۔ کہ پردہ اٹھا دیا گیا ہے۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ نرجسؑ خاتون سے ایسا
ـساطع ہے کہ آنکھوں کو اس سے خیرگی ہوتی ہے۔ اور صاحب الامرؑ کو دیکھا۔ کہ سجدۂ خدا
ـں جھکے ہوئے دو زانو بیٹھے ہیں۔ اور انگشت شہادت کو آسمان کی طرف
ـند کئے ہوئے فرماتے ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ جَدِّی
ـ[illegible] رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ اَبِیْ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ حُجَّةُ اللّٰهِ اور اسی طرح سے تمام
ـوں کا ذکر کیا۔ اور اپنے نام تک پہنچے۔ اور پھر فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِیْ وَعْدِیْ وَاَتْمِمْ لِیْ اَمْرِیْ

وَثَبِّتْ وَطْأَتِيْ وَامْلَاءِ بِيَ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا بار الہا جو وعدہ تو نے میرے لئے کیا ہے۔ اس کو پورا کر۔ اور میرے امر کو انجام کو پہنچا۔ اور قدم کو ثابت رکھ۔ اور مجھ سے زمین کو عدل وداد سے پُر کر"۔ اور نیز یہ بھی مروی ہے۔ کہ اس وقت نور ساطع ہو کر اطراف آسمان میں پھیل گیا۔ اور وہ فرماتی ہیں۔ کہ مَیں نے دیکھا۔ کہ کچھ سفید پرند آسمان سے نیچے آتے ہیں۔ اور اپنے پَر اور بازو ان کے سر اور بدن پر ملتے ہیں اور اُڑ جاتے ہیں۔ اور روایت مسعودی میں یہاں یہ زیادتی ہے کہ فرماتی ہیں۔ کہ مَیں نے دیکھا۔ آپ کی پیشانی ہتھیلیوں۔ دونوں زانوؤں۔ پاؤں اور انگوٹھوں اور دائیں ہاتھ پر لکھا ہوا تھا۔ یعنی تمام اعضاء سجدہ اور دائیں ہاتھ پر لکھا ہوا تھا۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ اور ختنہ شدہ وناف بریدہ پاک و پاکیزہ وبے آلائش تھے۔

مشارق الانوار میں حسین بن محمد سے مروی ہے۔ کہ جس وقت حکیمہ خاتون نے مولود مسعود کو والد ماجد کی گود میں دیا۔ تو امامؑ نے فرمایا۔ اے حجۃ اللہ و بقیہ انبیاء و نور اصفیاء و غوث فقراء و خاتم اوصیاء و نور اتقیاء و صاحب کرۂ بیضاء کلام کر۔ اس وقت فرمایا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ واشھد ان علیًا ولی اللّٰہ اور پھر تمام ائمہ کا ذکر اسی طرح کیا۔ پھر امام حسنؑ نے فرمایا۔ پڑھو۔ تو اس مولود مسعودؑ نے صحفِ انبیاء کی تلاوت کی۔ اور ابتداء صحفِ ابراہیمؑ سے کی۔ اور ان کو زبان سُریانی میں پڑھا۔ پھر کتاب ادریسؑ و نوحؑ و صالحؑ و توریت موسیٰؑ و انجیل عیسیٰؑ و فرقان محمد مصطفےٰؐ کو پڑھا۔ اور پھر قصص انبیاءؑ کو نقل کیا۔ شیخ طوسی نے اس مقام پر یہ لکھا ہے۔ کہ ابتداء استعاذہ اور بسم اللہ سے کی۔ اور آخر میں یہ آیت تلاوت کی وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ اور پھر رسول خداؐ اور ائمہؑ پر درود بھیجا۔ مسعودی نے حصینی سے بھی قرأت کتب و صحفِ انبیاء کی تلاوت کو روایت کیا ہے۔

اور شیخ صدوقؒ نے محمد بن حسن سے یہ بھی روایت کیا ہے۔ کہ جس وقت مرغانِ سفید اس جناب یعنی مولود مسعود کے سر و بدن سے پر و بازو ملتے تھے اور ایک نور زمین سے آسمان تک ساطع تھا۔ تو امام حسن عسکریؑ نے ایک پرند کو حکم دیا۔ اس مولود کو لے اور اس کی حفاظت کر۔ اور چالیس دن کے بعد ہمارے پاس لاؤ۔ پس وہ پرند اس جنابؑ کو آسمان کی طرف اُڑا لے گیا۔ اور باقی پرند اُس کے پیچھے اُڑ گئے۔ اور امامؑ فرماتے تھے۔ کہ مَیں نے تجھ کو اس کے سپرد کیا۔ جس کو

ئے نے موسےٰ کو سپرد کیا تھا۔ نرجس خاتون یہ دیکھ کر رونے لگیں۔ آپؑ نے تسلی دی اور فرمایا:
س رہو۔ عنقریب وہ تمہارے پاس آئے گا اور تمہارے سوا کسی کا دودھ نہ پیئے گا۔ جس طرح
اپنی والدہ کے پاس واپس گئے۔ تاکہ وہ خوش ہو اور محزون نہ ہو۔ حکیمہ فرماتی ہیں۔ میں نے
یہ پرندہ کون تھا؟ فرمایا۔ یہ روح القدس ہے۔ جو ائمہؑ پر مؤکل ہے۔ جو ان کو موفق کرتا ہے اور
کرتا ہے۔ اور ہر ایک خطاء و لغزش سے محفوظ رکھتا ہے اور تعلیم دیتا ہے (یاد رہے
ح القدس کوئی فرشتہ نہیں ہے بلکہ ایک روح قدس نورانی ہے۔ جو مخصوص ہے اہل
طاہرینؑ سے۔ اور روح مُسَدَّدِہ کے نام سے معروف ہے۔ ملک غیر از روح ہے۔ شیخ صدوق
روایت نقل کی ہے۔ اس میں روح القدس نہیں بلکہ صرف روح ہے فافہم ولا تغفل
ل ہماری کتاب کشف الاسرار میں دیکھنی چاہیے)۔
محمد بن عبداللہ یہ بھی روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ پرندہ چالیس دن کے بعد اس مولود مسعود کو
لایا۔ حکیمہ خاتون اس دن گئیں۔ تو دیکھا کہ وہ جنابؑ پھر رہے ہیں اور راہ چل رہے ہیں۔ میں نے
سن عسکریؑ سے کہا۔ اے میرے سردار! یہ طفل دو سالہ معلوم ہوتا ہے جو چل پھر رہا ہے حضرتؑ
رائے اور فرمایا۔ فرزندان انبیاء و اوصیاء علیہم السلام جس وقت امام پیدا
تے ہیں (یعنی تمام اولاد ائمہؑ امام نہیں ہوتی۔ امام ہر ایک زمانے میں صرف ایک ہوتا ہے۔
جب امام پیدا ہوتا ہے تو اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ مؤلف) تو ان کی نشو و نما خلاف
ت نشو و نما عامۂ ناس ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایک ماہ کا بچہ (امام) ایک سال کے بچے
ثل ہوتا ہے (جیسا کہ جناب ابراہیمؑ و موسےٰؑ و جناب محمد مصطفےٰ اسی طرح بڑھتے تھے)۔
ہمارا بچہ شکم مادر میں کلام کرتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے (جس طرح جناب امیرؑ
مادر میں کلام کرتے تھے) اور زمانہ شیر خوارگی میں اپنے پروردگار کی عبادت
تا ہے (جس طرح جناب عیسےٰؑ وقتِ ولادت سے نماز روزے پر مامور اور محکوم تھے)۔
فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور ہر صبح اس پر نازل ہوتے ہیں۔
فرماتے ہیں۔ کہ پس اسی طرح سے پرندہ سفید اس مولود مسعود کو ہر چالیسویں روز لاتا رہا۔ یہاں تک کہ
والد ماجد کی وفات سے پہلے وہ تھوڑے ہی عرصے میں مرد جوان ہو گیا (جس طرح جناب
ہیمؑ پندرہ ماہ میں پندرہ سالہ جوان ہو گئے تھے)۔ اور میں ایک دن آئی۔ تو میں نے نہ پہچانا۔
میں نے امامؑ سے عرض کیا۔ یہ کون ہے؟ فرمایا۔ یہی تو فرزند نرجسؑ اور میرا خلیفہ ہے۔ اور میں

عنقریب اس عالم سے کوچ کرنے والا ہوں پس اس کی بات سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو۔ بعد ازاں حکیمہ خاتون نے محمد بن عبداللہ سے کہا۔ کہ چند روز بعد امام حسن عسکریؑ نے وفات کی۔ اور میں اب ہر روز صبح و شام صاحب الامرؑ کے پاس جاتی ہوں۔ اور جو کچھ لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ وہ جنابؑ مجھ کو بتلا دیتے ہیں۔ اور میں ان سائلین کو بتلا دیتی ہوں۔ خدا کی قسم کبھی میں دریافت کرنے کا ارادہ ہی کرتی ہوں کہ سوال سے پہلے ہی وہ جنابؑ جواب دے دیتے ہیں۔ اور شب گزشتہ مجھے تیرے آنے اور ان سوالات کی خبر دی تھی ؛ راوی حدیث (محمد بن عبداللہ) کہتے ہیں۔ کہ خدا کی قسم مجھ کو حکیمہ خاتون نے وہ باتیں بتلائیں اور ان سوالات کے جواب دئے۔ جن کو سوائے خدا کے اور کسی کو خبر نہ تھی۔ پس میں نے یقین کر لیا۔ کہ یہ بالکل صحیح و درست ہے۔ کیونکہ خدا نے ان کو ان چیزوں پر مطلع کیا ہے جس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں کیا ہے۔ حصینی نے اس مولود مسعود کو روح موکل کے سپرد کرنے کے ذکر میں یہ زیادتی کی ہے۔ کہ وہ روح موکل اس کو سراپردہ عرش میں لے گئے۔ تا اینکہ وہ جناب حضور قرب الٰہی میں کھڑے ہوئے۔ اور خطاب الٰہی پہنچا۔ مرحبا اے میرے بندے۔ میرے دین کے ناصر۔ میرے امر کے مظہر۔ میرے بندوں کے امام مہدیؑ۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ تجھ سے لوں گا اور تیرے ہی ذریعہ سے پکڑوں گا۔ اور تجھ سے عطا کروں گا اور تیرے وسیلہ سے بخشوں گا اور تیرے ذریعہ لوگوں کو عذاب کروں گا اے موکلین اس مولود کو اس کی والدہ کے پاس لے جاؤ۔ اور کہو۔ کہ یہ ہماری حفاظت و حمایت و عنایت میں ہے اس وقت تک جبکہ میں اس کے ذریعہ سے حق کو ظاہر کروں۔ اور باطل کو نیست و نابود کروں۔ اور صرف میرا دین خالص دنیا میں باقی رہے ؛ یہ بھی مروی ہے کہ جب اول اول آپ نے چھینکا۔ تو فرمایا الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد والہ عبداً ذاکراً للہ غیر مستنکف ولا مستکبر اور پھر فرمایا۔ ظالم لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ حجت خدا باطل ہو جائے گی۔ اگر مجھ کو یہ کلام کرنے کا اذن دے دیا جاتا۔ تو ضرور شک باطل ہو جاتا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی قریب قریب یہی روایت کیا ہے ؛

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے محمد بن عثمان عمری سے جو روایت کی ہے۔ اس میں جہاں وقت ولادت سجدہ کا ذکر ہے۔ یعنی دیکھا۔ کہ جناب سجدۂ باری میں ہیں اور انگشت شہادت

آسمان کی طرف کئے ہوئے اور سر بلند کئے ہوئے۔ وہاں یہ بھی ہے کہ آپ فرما رہے ہیں۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰۤئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَاۤئِمًا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ؛

اور خادم امامؑ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں خدمت صاحب الامر علیہ السلام میں داخل ہوا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ میرے واسطے صندل سُرخ لاؤ۔ میں لے آیا۔ پھر دریافت کیا۔ کہ تو مجھے پہچانتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ آپ میرے آقا اور آقا زادے ہیں۔ فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا۔ میں نے عرض کیا۔ پھر فرمایئے آپ کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ **میں خاتم اوصیاءؑ ہوں خدا میری وجہ سے میرے اہل اور میرے شیعوں سے بلاؤں کو دفع کرے گا۔** کتاب بحار الانوار میں شیخ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ کہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جو بچہ اس شب ولادت امام زمانؑ میں پیدا ہو گا۔ وہ مومن ہو گا۔ بہ برکت وجود امام صاحب الزمان علیہ السلام۔

مسعودی کتاب الوصیۃ میں اور حسین بن حمدان ہدایہ میں روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام علی النقیؑ سوائے مخصوصین کے اکثر شیعوں سے اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور حضرت امام حسن العسکریؑ اکثر پس پردہ سے کلام کیا کرتے تھے۔ الا جبکہ سوار ہو کر خانہ سلطان میں جاتے۔ اور یہ عمل مقدمہ غیبت صاحب الزمانؑ تھا۔ تاکہ شیعہ مانوس ہو جائیں اور وحشت نہ کریں۔ اور اختفاء کے عادی ہو جائیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ نفس مضمون دراصل ان تمام روایات کا ایک ہی ہے۔ اور تلاوت و قرأت و تکلم صاحب الزمانؑ میں فرق ہے۔ وہ اوّل تو باعتبار زمان ہے۔ یعنی وقت ولادت حالتِ سجدہ میں اور کچھ فرمایا ہے۔ اور بعد ولادت حکیمہ خاتون کے اُٹھانے اور لینے کے بعد اور کچھ تلاوت کیا ہے۔ اور جب پدرِ عالی قدر کی گود میں آتے ہیں۔ تو اور کچھ فرمایا۔ اور آپؑ نے حکم دیا ہے کہ پڑھو۔ تو صحفِ انبیاء تلاوت کئے ہیں۔ پھر روز اوّل اور تکلم تھا۔ روز دوم اور روز سوم اور۔ دوم اس لئے بعض کلمات میں اختلاف ہے۔ کہ بعض راوی کلماتِ جناب حکیمہ خاتون کو پورا ضبط نہیں کر سکے ہیں۔ اور سہو و نسیان واقع ہوا ہے۔ بنا بریں اس میں کوئی تناقض و منافی نہیں ہے۔ اور یہی وجہ بعض اور امور کے مختلف ہونے کی ہے۔ کیوں کہ بیان وسیع اور واقعات کثیر ہیں۔ رواۃ خوب حفظ و ضبط نہیں کر سکے ہیں۔ اور وقت ولادت کلمۂ شہادت اور آیۂ شہادت اور نیز قرآن اور دیگر کتب سماویہ کا پڑھنا اور ائمہ کے لئے بھی

مروی و منقول ہے۔ اور ادائے شہادتین و آیۂ شہادت خاص علامت امام ہے۔ ہر ایک امام ضرور ایسا ہی کرتا ہے۔ پس ان امور سے انکار بے شمار احادیث صحیحہ مسلمہ سے انکار ہے۔ جس پر کوئی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا۔ اور روح کو بعد فرمانے جناب امام حسن عسکری کو چالیس دن کے بعد لایا کرنا اس سے پہلے حضرتؑ کا اپنی والدہ کے پاس آ جانا اور دودھ پینا منافی نہیں ہے۔ کیوں کہ آپؑ نے جناب نرجس خاتونؑ سے فرمایا تھا۔ کہ یہ بچہ سوائے تمہارے کسی اور کا دودھ نہ پیئے گا۔ اس لئے جب اس جناب کو خواہش دودھ کی ہوتی ہو گی۔ روح موکل لاتے ہوں گے۔ اور پھر عالم قدس و سراپردۂ عرش میں لے جاتے ہوں گے۔ باب خصائص میں اس کی پھر تائید ہو گی۔ کہ پرورش آپ کی عالم قدس میں ہوئی ہے۔ شیخ صدوقؒ نے باب ولادت میں موسےٰ بن محمد۔ محمد بن عبداللہ۔ جعفر بن محمد مسرور۔ علی بن محمد۔ محمد بن علی ماجیلویہ۔ محمد بن موسیٰ المتوکل۔ علی بن الحسن بن الفرج المؤذن۔ محمد بن ابراہیم بن اسحاق۔ ابوالعباس احمد بن الحسن بن عبداللہ سے روایات متعددہ روایت کی ہیں۔ اور دیگر مصنفین و مورخین نے اپنے اپنے سلسلہ اسانید سے روایات درج کتب کی ہیں۔

اور سلیمان قندوزیؒ شیخ محمد بن علی بن الحسین سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے موسےٰ بن محمد سے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے عقید خادم امامؑ سے حدیث حکیمہ خاتون کو تصدیق کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ صدقت حکیمۃ علیہا الرأفۃ والرضوان یعنی حکیمہ رضوان اللہ علیہا نے سچ کہا ہے۔ نیز محمد بن اسمٰعیل الحسینی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اور نسیم و ماریہ سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ کہ ہم ولادت صاحب الزمانؑ کے وقت حاضر تھے۔ جس وقت شکم مادر سے زمین پر تشریف لائے۔ تو دو نوں زانوؤں کے بل جھک کر بیٹھ گئے۔ اور انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی۔ اور چھینک آئی۔ تو فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین وصل علی محمد و آلہ اور نسیم کہتی ہے۔ کہ دوسرے دن آپ کے سامنے مجھے چھینک آئی۔ تو فرمایا۔ یرحمک اللہ اور فرمایا۔ العطاس امان من الموت الی ثلثۃ ایام یعنی چھینک کا آنا تین دن تک موت سے امان ہے۔

شیخ کامل عالم عامل خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ سابق ترین خلفائے شاہ نقشبند بہاء الدین محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور ائمہ اہل بیت طیبین طاہرین میں سے ابو محمد الحسن العسکریؑ ہیں۔ وہ چھ ربیع الاول ۲۳۱ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے اور اپنے باپ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اور اپنے باپ کے

بعد چھ سال زندہ رہے۔ اور انہوں نے سوائے ابوالقاسم محمد المنتظر المسمیٰ بالقائم الحجۃ والمہدی و صاحب الزمان وخاتم الائمۃ الاثنا عشر عند الامامیہ اور کوئی فرزند نہیں چھوڑا۔ اور امام منتظر ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔ اور ان کی والدہ کا نام نرجس تھا۔ اور جب وہ پانچ سال کے تھے۔ تو ان کے والد ماجد نے وفات پائی۔ اور ابو محمد الحسن العسکریؑ اور ان کے فرزند محمد المنتظر المہدیؑ ان کے اصحاب اور معتقدین کے نزدیک معروف ومعلوم تھے۔ بعد ازاں روایت حکیمہ خاتون کو در باب ولادت صاحب الزمانؑ نقل کیا ہے۔ بعد ازاں فرماتے ہیں۔ کہ علماء فرماتے ہیں۔ کہ خدا نے ان کو صغر سنی ہی میں حکمت وفصل الخطاب عطا کیا۔ اور ان کو آیۃ للعالمین قرار دیا۔ جیسا کہ خدا نے حضرت یحییٰ کے لئے فرمایا ہے۔ يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ قَالَ (عِيسَىٰ) إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا اور خدا نے اس کو طول عمر عطا کی ہے۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کی۔ انتہی فصل الخطاب ؛

الصواعق المحرقہ میں شیخ ابن حجر الہیثمی المکی الشافعی حضرت امام الحسن العسکری علیہ السلام کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ جناب زہر سے شہید ہوئے۔ اور انہوں نے سوائے ابوالقاسم محمد الحجۃ اور کوئی فرزند نہیں چھوڑا۔ اور اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت پانچ سال کے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو حکمت عطا کی۔ اور ان کو قائم ومنتظر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ پوشیدہ اور غائب ہو گئے۔ اور خبر نہیں کہاں ہیں۔ انتہی ؛

مولانا نور الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن قوام الدین الجامی الحنفیؒ نے بھی شواہد النبوۃ میں مفصل حالاتِ ولادت امام صاحب الزمانؑ کو نقل کیا ہے ؛

اور شیخ ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی نے بھی حالاتِ ولادت صاحب الزمانؑ لکھتے ہوئے تاریخ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری لکھی ہے۔ اور شیخ عبدالحق الدہلوی رسالہ ائمہ اہل البیت میں حالاتِ ولادت باسعادت امام زماں علیہ السلام کو مثل خواجہ محمد پارسا نقل فرماتے ہیں۔ اور السید جمال الدین الشیرازی روضۃ الاحباب میں حالات ولادت صاحب الزماں میں یہی تاریخ ولادت اختیار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ تولد ہمایوں آں درِ درج ولایت وجوہر معدن ہدایت بقول اکثر اہل روایت منتصف شعبان سنہ دو بست و پنجاہ ۲۵۵ھ پنج در سامرہ اتفاق افتاد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و حضرت واہب العطایا آں شگوفہ گلزار را مانند یحییٰ زکریا سلام اللہ علیہما

درحالتِ طفولیّت حکمت کرامت فرمودہ۔ ودر وقت صبا برتبۂ بلند امامت رسانیدہ۔ الخ ؛
نیز شیخ عبدالرحمٰن الصوفی اپنی کتاب مرأۃ الاسرار میں تاریخ ولادت امام زمانؑ شب جمعہ ۱۵ / شعبان ۲۵۵ھ ہجری لکھتے ہیں۔ اور مفصل حال ولادت کو درج کیا ہے۔ اور اس میں ان کا اپنا ایک یہ فقرہ بھی ہے۔ وخوارق عادات اونہ چندانست۔ کہ دریں مختصر گنجائش دارد۔ الخ ؛
قاضی جواد الساباطی بھی ۱۵ / شعبان المعظم ۲۵۵ھ ہجری تاریخ ولادت نقل کرتے ہیں اور اس کو معتمد جانتے ہیں ؛
علامہ ابن خلکان اپنی تاریخ میں بعد ذکر ولادت م ح م د بن الحسن العسکریؑ لکھتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک وہی امام دوازدہم اور مہدی آخرالزمانؑ ہیں۔ اور وہ قائم و منتظر ہیں۔ اور وہ ان کے ظہور کے منتظر ہیں۔ کہ سرداب سر من رائے سے ظہور کریں گے۔ (یہ غلط محض ہے) ان کی ولادت روز جمعہ ۱۵ / شعبان المعظم ۲۵۵ھ کو ہوئی ہے۔ ان کا سن شریف اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت پانچ سال کا تھا۔ الخ ؛ اسی طرح اور بھی چند روایات صحیحہ اس باب میں کتب غیبت میں مروی ہیں۔ اور اکثر روایات میں جو یہ ہے۔ کہ اپنے والد کی وفات کے وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی یہ بھی اس کی مؤید ہیں۔ کہ ولادت باسعادت ۲۵۵ھ ہی میں واقع ہوئی ہے۔ محمد بن طلحہ شافعی تاریخ ولادت ۲۳ / رمضان لکھتے ہیں۔ مگر اور کوئی روایت صحیحہ اس کی تائید نہیں کرتی اور مشہور و معروف ۱۵ / شعبان ہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

عقیقۂ امام علیہ السلام | ابوجعفر عمری سے کتاب اکمال الدین میں روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ مجھ کو امام علیہ السلام نے بلایا۔ اور فرمایا۔ ہمارے لئے دس ہزار رطل روٹی اور دس ہزار رطل گوشت خریدا اور بنی ہاشم میں تقسیم کردے۔ اور اتنے بکرے عقیقہ کر۔ اور دوسری روایت میں تصریح ہے۔ کہ تین سو بکرے عقیقہ کئے گئے۔ اور محمد ابن ابراہیم کوفی کہتے ہیں۔ کہ امام حسن عسکریؑ نے ایک شخص کے گھر ایک بکری ذبح کی ہوئی بھیجی۔ اور فرمایا۔ میرے بیٹے م ح م د کے عقیقے کی ہے ؛
بعض دیگر روایات ولادت شہادات وجود امامؑ کے ضمن میں مذکور ہوں گی ؛

شمائل امام علیہ السلام | ابوجارود بحوالہ باقر العلومؑ روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب امیرالمومنینؑ نے ممبر پر فرمایا۔ کہ ایک مولود میری اولاد

میں سے آخر الزماں میں خروج کرے گا۔ جس کا رنگ سفید مائل بسرخی ہوگا۔ شکم اور رانیں چوڑی اس کے شانوں کی ہڈیاں بڑی۔ اس کی پشت پر دو خال ہوں گے۔ ایک برنگ جلد دوسرا مثل خال پیغمبرؐ اس کے دو نام ہیں۔ ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر۔ جو پوشیدہ ہے احمدؐ ہے۔ جو ظاہر ہے وہ م ح م دؐ۔ جس وقت اپنے علم کو جنبش دے گا مشرق سے مغرب تک عالم منور ہو جائے گا۔ مومن کے سر پر ہاتھ رکھے گا۔ تو اس کا دل مثل آہن کے قوی ہو جائے گا۔ اور خدا اس کو چالیس مردوں کی قوت عطا کرے گا۔ اور اس کے خروج کے وقت کوئی مردہ باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ اس کی قبر ہی میں اس کے دل میں خوشی داخل ہوگی۔ اور مردے ایک دوسرے کو اس کے خروج کی بشارت دیں گے۔

حمران سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں خدمت ابی جعفرؑ میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا۔ میں آپ پر فدا ہوں۔ میں مدینہ میں داخل ہوا ہوں۔ تو میری کمر میں ایک ہمیانی ہے۔ جس میں ہزار اشرفیاں ہیں۔ اور میں نے خدا سے عہد کر لیا ہے۔ کہ یا تو میرے سوالات کا جواب دیں۔ ورنہ تو میں ان تمام اشرفیوں کو آپ کے گھر میں ایک ایک کر کے خرچ کر دوں گا۔ آپؑ نے فرمایا۔ اے حمران جو کچھ تیرا دل چاہے پوچھ اور اپنی اشرفیوں کو خرچ نہ کر۔ میں نے عرض کیا میں آپؑ کو قرابت رسولؐ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا آپؑ امام قائم (صاحب خروج) ہیں؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں پس وہ کون ہے؟ فرمایا۔ وہ ایک مرد ہے۔ جس کا رنگ مائل بسرخی ہے۔ آنکھیں گڑی ہوئی۔ اور دونوں ابروؤں کے درمیان بلندی۔ دونوں کھوؤں کے درمیان کشادگی۔ اس کے سر کے بال پیچدار ہیں۔ اور چہرہ مبارک میں ایک نشان ہے۔ خدا رحم کرے موسےٰ بن جعفرؑ پر کہ بعض لوگ ان کو قائم آل محمدؐ گمان کرتے ہیں (حالانکہ وہ قائم نہیں ہیں)۔

ابو وائل سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ امیر المومنینؑ نے امام حسینؑ کی طرف نگاہ کی۔ اور فرمایا۔ یہ میرا فرزند سردار ہے جیسا کہ پیغمبرؐ نے اس کو سردار فرمایا ہے (اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ جلد خدائے تعالےٰ اس کے صلب سے ایک مرد کو پیدا کرے گا جو ہم نام پیغمبرؐ ہے اور صورت و سیرت (خَلق و خُلق) میں شبیہ پیغمبرؐ۔ وہ خروج کرے گا بحالت غفلت مردم و ضعف حق و ظہور باطل۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر وہ خروج نہ کرے (قتال بالسیف) تو لوگ اس کی گردن مار دیں۔ اور اس کی امامت سے اہل آسمان خوش ہوں گے۔ وہ ایک شخص ہے کشادہ پیشانی۔ دراز باریک بینی۔ بزرگ شکم۔ چوڑی ران والا اور دائیں ران میں ایک تل ہے۔ آگے کے پانچ دانت کھلے کھلے ہیں۔ وہ زمین کو عدل و داد سے پر کر دے گا جبکہ وہ ظلم و جور سے پر ہو گئی ہوگی۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے مروی ہے۔ هُوَ اَجْلَى الْجَبِيْنَ اَقْنَى الْاَنْفِ وَجْهُهُ كَالدِّيْنَارِ عَلَى خَدِّهِ الْاَيْمَنِ خَالٌ كَاَنَّهُ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ یعنی مہدیؑ کشادہ پیشانی دراز باریک بینی ہے۔ اس کا چہرہ مثل اشرفی کے چمکدار ہے۔ دائیں رخسار پر تل ہے۔ گویا کہ وہ ستارہ درخشاں ہے۔

اور دوسری حدیث میں فرماتے ہیں۔ اَلْمَهْدِيُّ طَاؤُسُ اَهْلِ الْجَنَّةِ مہدیؑ طاؤس اہل بہشت ہے۔ وَجْهُهُ كَالْقَمَرِ الدُّرِّيِّ اس کا چہرہ مثل ماہِ تاباں۔ عَلَيْهِ جَلَابِيْبُ النُّوْرِ اس پر نور کی چادریں ہیں۔ اور جناب رضا علیہ السلام فرماتے ہیں۔ عَلَيْهِ جُيُوْبُ النُّوْرِ تَتَوَقَّدُ بِشُعَاعِ ضِيَاءِ الْقُدُسِ یعنی اس جناب کے اوپر جامہائے قدسیہ وخلعتہائے نورانیہ ربانیہ ہیں جو شعاع انوار فیض حضرت حق جل وعلا سے روشن ہیں۔

محمد بن طلحہ الشافعی کتاب معظم الدر المنظم میں نقل کرتے ہیں۔ وَاِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى خَلِيْفَةً يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَقَدْ اِمْتَلَاَتِ الْاَرْضُ جَوْرًا وَظُلْمًا فَيَمْلَاُهَا قِسْطًا وَعَدْلًا وَلَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ وَاحِدٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يَلِيَ هٰذَا الْخَلِيْفَةُ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهُوَ اَقْنَى الْاَنْفِ اَكْحَلُ الطَّرْفِ وَعَلٰى خَدِّهِ الْاَيْمَنِ خَالٌ يَعْرِفُهُ اَرْبَابُ الْحَالِ اِسْمُهُ مُحَمَّدٌ وَهُوَ مَرْبُوْعُ الْقَامَةِ حَسَنُ الْوَجْهِ وَالشَّعْرِ وَسَمِيْتُ اللّٰهُ بِهِ كُلَّ بِدْعَةٍ وَيُحْيِيْ بِهِ كُلَّ سُنَّةٍ يُسْقٰى خَيْلُهُ مِنْ اَرْضِ صَنْعَاءَ وَعَدَنٍ اَسْعَدُ النَّاسِ بِهِ اَهْلُ الْكُوْفَةِ يَقْسِمُ الْمَالَ بِالسَّوِيَّةِ وَيَعْدِلُ فِي الرَّعِيَّةِ وَيَفْصِلُ فِي الْقَضِيَّةِ فِيْ اَيَّامِهِ لَا تَدَعُ السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِهَا شَيْئًا اِلَّا صَبَّتْهُ وَلَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِهَا شَيْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْهُ وَهُوَ الْاِمَامُ الْمَهْدِيُّ الْقَائِمُ بِاَمْرِ اللّٰهِ يَرْفَعُ الْمَذَاهِبَ فَلَا يَبْقٰى اِلَّا الدِّيْنُ الْخَالِصُ الخ یعنی خدا کا ایک خلیفہ ہو جو آخر الزمان میں خروج کریگا درآنحالیکہ زمین ظلم وجور سے بھری ہوگی پس وہ عدل وداد سے اسکو پر کر دیگا اور اگر عمر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہجائے تو خدا اسکو دراز کر دیگا کہ یہ خلیفہ خدا مالک زمین ہو جو فاطمۃ الزہراء کی اولاد سے ہے۔ وہ بلند بینی اور سرمگیں چشم ہے۔ اس کے دائیں رخسار پر ایک تل ہے۔ اس کو صاحبان حال اور عارفین پہچانتے ہیں۔ اس کا نام محمدؐ ہے۔ اور وہ مستوی القامت میانہ قد ہے۔ چہرہ اور بال خوب صورت۔ عنقریب اللہ تعالٰے اس کے ذریعہ سے ہر ایک بدعت کو مٹا دے گا۔ اور ہر ایک سنت رسولؐ کو زندہ کرے گا۔ اس کے گھوڑے ارض صنعاء وعدن سے سیراب ہوں گے۔ اور اس کی سعادت سب سے زیادہ اہل کوفہ کو نصیب ہوگی۔ وہ مال کو مساوی تقسیم کرے گا۔ رعیت میں عدل کو قائم کرے گا اور قضایا

فیصل کرے گا۔ اس کے زمانے میں آسمان تمام بارش برسادے گا اور زمین تمام نباتات اگاوے گی اور کچھ نہ چھوڑے گی۔ یہ خلیفۂ خدا امام مہدی قائم بامر اللہ ہے۔ تمام مذاہب باطلہ کو دنیا سے اٹھا دے گا اور صرف ایک دین خالص خدا باقی رہ جائے گا۔ الخ ؏

اور ایک روایت میں بطریق اہل سنت مروی ہے۔ لَوْنُهُ لَوْنٌ عَرَبِيٌّ وَجِسْمُهُ جِسْمٌ إِسْرَائِيلِيٌّ یعنی اس کا رنگ عربی ہے اور جسم قوی و بلند مثل بنی اسرائیل۔ اور حضرت صادق فرماتے ہیں۔ أَسْمَرُ يَعْتَوِرُهُ مَعَ سُمْرَتِهِ صُفْرَةٌ مِنْ سَهَرِ اللَّيْلِ یعنی گندم گوں رنگ اور جس میں شب بیداری کی کچھ زردی شامل ہے۔ اور جناب امیرؑ فرماتے ہیں۔ حَسَنُ الْوَجْهِ نُورُ وَجْهِهِ يَعْلُو سَوَادَ لِحْيَتِهِ وَرَأْسِهِ یعنی خوبصورت اور اس کے چہرے کا نور سر اور ریش مبارک کی سیاہی پر غالب ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں وہ نمایاں نہیں۔ نیز فرماتے ہیں حَسَنُ الشَّعْرِ يَسِيلُ شَعْرُهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ بال خوبصورت اور شانوں پر لٹکے ہوئے۔ اور سعد بن عبداللہ سے مروی ہے۔ وَعَلَى رَأْسِهِ فَرْقٌ بَيْنَ وَفْرَتَيْنِ كَأَنَّهُ أَلِفٌ بَيْنَ وَاوَيْنِ اس کے سر پر دو پٹیوں کے درمیان مانگ ہے۔ گویا وہ دو واؤں کے درمیان ایک الف ہے۔ اور جناب باقر العلومؑ سے مروی ہے۔ وَاسِعُ الصَّدْرِ مُتَوَسِّلُ الْمَنْكِبَيْنِ عَرِيضُ مَا بَيْنَهُمَا۔ چوڑا سینہ جھکے ڈھلوان شانے۔ دونوں شانوں کے درمیان کشادگی۔ نیز جناب امیرؑ فرماتے ہیں۔ كَثُّ اللِّحْيَةِ أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ بَرَّاقُ الثَّنَايَا فِي وَجْهِهِ خَالٌ وَفِي كَتِفِهِ عَلَامَةُ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ ریش مبارک گھنی اور پر ہے۔ آنکھیں سرمگیں۔ چہرے پر تل اور شانے پر نشان مثل مہر نبوت۔ اور علی بن ابراہیم سے مروی ہے۔ قَامَتُهُ كَغُصْنِ بَانٍ أَوْ كَقَضِيبِ رَيْحَانٍ۔ قد مثل شاخ درخت بید مشک یا شاخ ریحان۔ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الشَّامِخِ وَلَا بِالْقَصِيرِ اللَّازِقِ بَلْ مَرْبُوعُ الْقَامَةِ مُدَوَّرُ الْهَامَةِ صَلْتُ الْجَبِينِ أَزَجُّ الْحَاجِبَيْنِ أَقْنَى الْأَنْفِ سَهْلُ الْخَدَّيْنِ عَلَى خَدِّهِ الْأَيْمَنِ خَالٌ كَأَنَّهُ فُتَاتُ مِسْكٍ عَلَى رَضْرَاضِ عَنْبَرٍ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی قد مبارک نہ بے اندازہ بلند اور نہ بہت کوتاہ زمین سے لگا ہوا۔ بلکہ میانہ و معتدل۔ اور سر مبارک گول۔ پیشانی فراخ اور درخشاں۔ ابرو کمانی کھچے ہوئے۔ بینی دراز و باریک۔ رخسارہ کم گوشت۔ دائیں رخسار پر خال سیاہ جیسے مشک کا ریزہ زمین عنبرین پر یا عنبرین سل پر۔ اور یعقوب بن منقوش کی روایت میں یہ الفاظ ہیں وَاضِحُ الْجَبِينِ أَبْيَضُ الْوَجْهِ دُرِّيُّ الْمُقْلَتَيْنِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ مَعْطُوفُ الرُّكْبَتَيْنِ یعنی پیشانی روشن، چہرہ سفید

آنکھیں درخشندہ۔ کف دست موٹے اور زبردست ذالر نیچے کو جھکے ہوئے۔ اور علی بن مہریار کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ كَاَنَّ صَفْحَةَ غُرَّتِهٖ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ... گویا پیشانی کی کشادگی ایک ستارہ درخشندہ ہے۔ بِخَدِّهِ الْاَيْمَنِ خَالٌ كَاَنَّهٗ فَتَاتُ مِسْكٍ عَلٰى بَيَاضِ الْفِضَّةِ رخسارہ مبارک پر تل ہے گویا کہ وہ ریزہ مشک ہے سفید چاندی پر۔

یہ شمائل و اوصاف جسمانیہ جناب مہدی آخرالزمانؑ ہیں۔ جن کا ماحصل یہ ہے۔ سر مدور۔ بال خوب صورت شانوں تک لٹکے ہوئے۔ سر پر مانگ جیسے دو واؤ کے درمیان ایک الف۔ چہرہ سفید خوبصورت نورانی۔ پیشانی فراخ مثل ستارۂ درخشاں و ماہ تاباں۔ ریش مبارک سیاہ گنجان۔ ناک لمبی ستوان۔ آنکھیں بڑی سرمگیں درخشندہ نیچے کو دبی ہوئیں (نہ ابلی ہوئیں) ابرو کشیدہ۔ کمانی۔ دونوں ابروؤں کے درمیان کچھ بلندی۔ دندان مبارک کشادہ چمکدار۔ رخسارے کم گوشت چمکیلے۔ رخسار پر تل مثل دانہ مشک۔ چہرے اور سر پر نشان۔ سینہ چوڑا۔ شانے ڈھلوان بھرے ہوئے۔ دونوں شانوں کی ہڈیوں کے درمیان کشادگی۔ پشت مبارک پر دو نشان ایک برنگ جلد دوسرا برنگ نشان نبیؐ۔ شانے کے پیچھے نشان مثل مہر نبوت رجو مہر ختم خلافت و امامت ہے) قد مثل شاخ بید۔ معتدل نہ لمبا نہ کوتاہ۔ جسم بھرا ہوا۔ قوی۔ رانیں پر گوشت قوی۔ دائیں ران پر تل۔ گھٹنے نیچے کو جھکے ہوئے۔ ہتھیلیاں موٹی زبردست۔ رنگ مبارک درخشندہ سفید مائل بسرخی۔ جس پر کبھی کبھی شب بیداری کی زردی نمایاں ہو جاتی ہے۔ جسم سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہوئیں۔ بدن اقدس خلعتہائے نورانی سے مزین و آراستہ۔

بعض روایات میں جو بعض بعض اوصاف اعضاء مقدسہ میں اختلاف ہے۔ وہ یا تو محض لفظی اختلاف ہے۔ یعنی لفظ جدا جدا ہیں۔ مگر معنی قریب قریب ایک ہی ہیں۔ جیسے پیشانی مبارک کی تعریف میں ایک جگہ آیا ہے۔ اجلی الجبین۔ اور دوسری جگہ واضح الجبین۔ اور شکم مبارک کی صفت میں ایک جگہ مُبْدَحُ الْبَطْنِ دوسری جگہ ضَخِيْمُ الْبَطْنِ۔ تیسری جگہ مُنْتَدِحُ الْبَطْنِ ہے۔ مگر معنی سب کے ایک ہی ہیں۔ یعنی شکم مبارک بزرگ و فراخ ہے اور اسی طرح شانوں کی صفت میں ایک جگہ عَرِيْضُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ دوسری جگہ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ تیسری جگہ عَظِيْمُ مُشَاشِ الْمَنْكِبَيْنِ ہے۔ اور معنی سب کے متقارب ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ یا دیکھنے والے راویوں کی نظر کے قصور سے اختلاف ہے۔ مثلاً ابروؤں کی صفت میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مقرون الحاجبین ابرو ملے ہوئے۔ اور

علی بن مہزیار ابلج الحاجب لکھتے ہیں۔ یعنی دونو ابروؤں کے درمیان کشادگی۔ اور اسی طرح بینی مبارک کی انحدابی کے باب ہیں۔ پس یہ اختلافات جزئیہ شمائل و اوصاف مہدویہؑ ہیں۔ جو صحاح احادیث سے من حیث المجموع ثابت ہیں قادح نہیں ہو سکتے۔ اور شناخت امامؑ کے لئے کافی ہیں۔ کہ حلیفہ مہدی آخر الزمانؑ یہ ہے۔

ماحصل یہ ہے۔ کہ وہ جناب جس طرح نام اور کنیت میں شبیہ رسولؐ ہیں۔ اور حسب و نسب میں اسی شجرہ طیبہ ثمرہ ہے۔ اسی طرح خَلق اور خُلق میں شبیہ رسول خداؐ ہیں۔ جناب امیر المومنینؑ کی حدیث میں گزرا۔ اور ایسا ہی ہے۔ جو ابن بابویہؒ نے روایت کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مہدیؑ تمام لوگوں کی نسبت خَلق اور خُلق۔ صورت و سیرت میں مجھ سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ اور ایک روایت میں فرمایا۔ کہ شمائل و خصائل مہدیؑ میرے شمائل و خصائل ہیں۔ اور کفایۃ الاثر میں خزار سے روایت ہے۔ کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ میرے ماں باپ فدا ہوں۔ میرے ہم نام اور میرے ہم شبیہ اور شبیہ موسےٰ پر۔ اور فضل بن شاذان بسند صحیح معتبر روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اولاد حسینؑ سے نواں امام قائم اہل بیتؑ و مہدیؑ امت ہے۔ اور اقوالؑ افعال و شمائل و خصائل میں سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہے۔ اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ مہدیؑ سب سے زیادہ خَلق و خُلق و سیماء و ہیئت میں عیسےٰ بن مریمؑ سے مشابہ ہے۔ یہ مخالف احادیث سابقہ نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ ثابت ہے۔ کہ آنحضرتؐ جامع ہیں جمیع اوصاف و شمائل و خصائل انبیاء سابقین کو۔ ؎

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور مہدیؑ شبیہ آنحضرتؐ ہیں۔ لہذا شمائل و اوصاف انبیاء سابقین ضرور ان میں ہوں گے۔ اور خصوصاً جسمانیت میں مثل انبیاء بنی اسرائیل قوی و قد آور ہوں گے۔ فلا منافات۔ اور مشابہت عیسےٰ سے کوئی جاہل یہ گمان نہ کر بیٹھے۔ کہ معاذ اللہ بس عیسےٰ اور مہدیؑ ایک ہی شخص ہیں نہ دو۔ کیوں کہ روایات کثیرہ دال ہیں۔ کہ مہدیؑ شبیہ و ہم شکل رسول خداؐ ہیں۔ لہذا بنا بر اس قیاس فاسد چاہیئے۔ کہ محمد مصطفےٰؐ اور مہدی آخر الزمانؑ دونو ایک ہی شخص ہوں نہ دو۔ اور یہ ایسا بدیہی البطلان ہے۔ کہ اجہل بھی اس کو قبول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ عالم با فہم و تدبر۔ بعض روایات اہل السنت ابواب سابقہ میں گذریں جن میں خصائل و شمائل مہدیؑ آخر الزماں مروی ہیں۔ یہاں اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

نیز اس بیان کے بعد یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ محی الدینؒ عربی کا یہ کہنا کہ مہدیؑ صورت میں شبیہ رسولؐ ہے اور خلق اور سیرت میں ان سے کمتر غلط ہے۔ اور روایات صحیحہ کے مخالف۔ اور محض قیاس سے مستنبط۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کے خلق میں کوئی مساوی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا ان کو خلق عظیم پر محیط فرماتا ہے۔ اور دوسرا شخص اس پر پہنچ نہیں سکتا اور یہ قیاس صریح البطلان ہے۔ اور نتیجہ بالعکس ہے۔ کیونکہ مہدیؑ نفس رسولؐ و مظہر اوصاف رسولؐ و نائب خاص رسولؐ اور آئینۂ کمالات رسولؐ ہے۔ اور ظہور انوار محمدی و اوصاف و کمالات محمدی اس جناب پر موقوف ہے۔ پس چاہئے۔ کہ وہ ہم شکل و ہم نام و ہم کنیت و جزو نور محمدی خلق اور سیرت میں بھی مثل محمدؐ ہو بلکہ ایسا ہونا ضروری و لازمی ہے۔ کیونکہ اخلاف توارث صفات باطنیہ خلق و سیرت و کمالات و اوصاف کا نام ہے و توارث شکل و صورت ظاہریہ کا پس ضروریہی صحیح ہے۔ کہ بحکم خود آنحضرتؐ مہدی خُلق کی طرح خُلق میں بھی شبیہ رسولؐ ہیں۔ اور یہ مسلم و محقق ہے۔ کہ خُلق رسولؐ و باطن پیغمبرؐ قرآن ہے جیسا کہ جناب اُمّ المومنین عائشہ سے مروی ہے۔ کہ جب ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ خلق محمدی جو خُلق عظیم ہے کیا ہے؟ فرمایا مُخُلُقُهُ الْقُرْآن اور آپ کا خلق قرآن ہے۔ اور معنی اس جملے کے واضح ہیں۔ کہ جو قرآن میں علماً و تعلیماً موجود ہے۔ وہ باطن پیغمبرؐ میں عملاً موجود تھا۔ اور معارف و علوم و اخلاق و اوصاف حمیدہ آپؐ کے اوصاف باطنیہ تھے۔ اور قرآن مجموعہ جمیع محامد اوصاف و فضائل اخلاق و معارف و مدرکات ہے۔ پس جو کچھ قرآن میں ہے۔ سب باطن مہدی آخر الزمانؑ میں ہے۔ اور احاطہ اس پر ممکن نہیں ہاں معرفت شناخت کے لئے بعض امور آئندہ ابواب میں مذکور ہوں گے۔ اور متفرق طور پر تمام ابواب میں معلوم ہوں گے۔

سُنَنِ اَنْبِیَاءؑ یہاں مناسب ہے بعض سنن انبیاء کا ذکر بھی کریں۔ تاکہ باب کی پوری تکمیل ہو جائے۔ اگرچہ اجمالی طور پر تو یہی کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ ثابت ہے۔ کہ تمام سنن جمیع انبیاءؑ اس جناب میں جمع ہیں۔ مگر یہاں بعض خاص سنن کا ذکر آئے گا۔ جن میں تشبیہ مہدی با انبیاء ضروری ہے۔ اور بعض باب معجزات میں مذکور ہوں گی۔

جناب ابو بصیر صادق آل محمدؐ سے روایت کرتے ہیں۔ فِیْ صَاحِبِ هٰذَا

الْاَمْرِ اَرْبَعُ سُنَنٍ مِنْ اَرْبَعَةِ اَنْبِيَاءَ سُنَّةٌ مِنْ مُوْسٰی سُنَّةٌ مِنْ عِیْسٰی سُنَّةٌ مِنْ یُوْسُفَ سُنَّةٌ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَمَّا مِنْ مُوْسٰی فَخَائِفٌ یَتَرَقَّبُ وَاَمَّا مِنْ عِیْسٰی فَیُقَالُ اِنَّہٗ مَاتَ وَھُوَ لَمْ یَمُتْ وَاَمَّا مِنْ یُوْسُفَ فَالسِّجْنُ وَاَمَّا مِنْ مُحَمَّدٍ فَالسَّیْفُ یعنی صاحب الامر میں چار انبیاء کی سنتیں ہیں۔ یعنی موسےٰ و عیسےٰ و یوسفؑ و محمد مصطفےٰ۔ سنتِ موسےٰ یہ ہے۔ کہ وہ جناب مثل موسےٰ خائف و منتظر حکم خدا ہوں گے۔ کب حکم ظہور و خروج ہو۔ اور کب فرعونان زمانہ کے مقابل آئیں۔ اور سنتِ یوسفیؑ یہ ہے۔ کہ آپ مثل یوسفؑ عالمِ غیب میں مقید رہیں گے۔ اور سنتِ عیسوی یہ ہے۔ کہ عیسےٰ کی طرح آپ کو لوگ کہیں گے کہ مر گئے۔ حالانکہ وہ مرے نہیں ہیں جیسے کہ عیسےٰ مرے نہیں ہیں۔ مگر منکرین قرآن اور نصرانی عیسائی وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ مر گئے۔ اور سنتِ محمدی یہ ہے۔ کہ آپ اپنے جدِ بزرگوار کی طرح تلوار سے خروج فرمائیں گے ۔

اور سعید ابن جبیر جناب علیؑ ابن الحسینؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ قائم اہل بیتؑ میں سات نبیوں کی سنت ہے۔ یعنی آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسےٰ۔ عیسےٰ۔ ایوبؑ۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سنتِ آدمؑ و نوحؑ طول عمر ہے۔ اور سنتِ ابراہیمؑ خفاءِ ولادت اور لوگوں سے علیحدگی و کنارہ کشی۔ نہ آپ کا حمل ظاہر ہوا۔ اور نہ حال ولادت عام لوگوں پر واضح۔ یہی حال ولادت مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ اور اسی طرح ان کا لوگوں سے علیحدہ و کنارہ کش رہنا۔ کما مر و سیجیئ۔ اور سنتِ موسےٰ خوف جہالت و ضلالت جہال و ضلال۔ اور سنت عیسےٰ لوگوں کا اختلاف۔ کوئی کہتا ہے مر گئے۔ اور کوئی کہتا ہے زندہ ہیں۔ اور سنتِ ایوبؑ یہ ہے۔ کہ بعد اس ابتلاء و مصیبت کے کشائش اور فرج حاصل ہو گی۔ اور سنتِ محمدی خروج بالسیف ہے۔

محمد بن مسلم طیحان جناب باقر العلومؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ قائم اہل بیتؑ میں یونس بن متیٰ و یوسفؑ بن یعقوبؑ و موسےٰ و عیسےٰ و محمد مصطفےٰ کی سنت ہے سنت یونسؑ یہ ہے۔ کہ آپ مثل یونسؑ غیبت کے بعد ظہور و رجوع فرمائیں گے۔ در آنحالیکہ باوجود کبر سنی آپ جوان ہوں گے۔ اور سنت یوسفیؑ یہ ہے۔ کہ آپ خواص و عوام سے غائب اور اپنے بھائیوں سے پوشیدہ ہوں گے۔ اور ان کا معاملہ مثل یعقوبؑ ان کے محبوں اور عاشقوں کے لئے مشکل و دشوار ہو گا۔ باوجودیکہ آپ اسی عالم اور انہی اطراف و جوانب

میں موجود ہوں گے۔ جس طرح حضرت یعقوبؑ اور ان کے اہل و عیال باوجود قرب مسافت یوسفؑ سے نہ مل سکتے تھے۔ اور جانتے تھے۔ اور یقین رکھتے تھے۔ کہ وہ زندہ و موجود ہیں۔ اور سنتِ موسٰی یہ ہے۔ کہ آپ مثل جناب موسٰی دائم الخوف اور مدت تک غائب رہیں گے۔ اور ولادت آپ کی عوام پر مخفی ہوگی۔ اور ان کے پیرو مثل پیروان موسیٰ آپ کے بعد شدت و سختی و ذلت و خواری میں رہیں گے۔ تا اینکہ خدا ان کو ظہور کا اذن عطا فرمائے۔ اور ان کی تائید کرے۔ اور دشمن پر نصرت عطا فرمائے۔ وَاَمَّا سُنَّةُ عِيْسٰى فَاخْتِلَافُ مَنِ اخْتَلَفَ فِيْهِ حَتّٰى قَالَتْ طَائِفَةٌ مَا وُلِدَ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَاتَ وَطَائِفَةٌ قَالَتْ قُتِلَ وَصُلِبَ یعنی سنتِ عیسٰوی یہ ہے۔ کہ مثل عیسٰیؑ مہدی آخر الزمانؑ کے باب میں مختلفین اختلاف کریں گے ایک گروہ تو کہے گا۔ کہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ اور ایک جماعت کہے گی مر گئے۔ ایک طائفہ کہے گا۔ قتل کر دیئے گئے۔ اور سولی چڑھا دیئے گئے۔ وَاَمَّا سُنَّةُ جَدِّهِ الْمُصْطَفٰى فَتَجْرِيْدُهُ السَّيْفَ وَقَتْلُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ وَاَعْدَآءِ رَسُوْلِهٖ وَالْجَبَّارِيْنَ وَالطَّوَاغِيْتِ وَاَنَّهٗ يُنْصَرُ بِالسَّيْفِ وَالرُّعْبِ اَنَّهٗ لَا يُرَدُّ لَهٗ رَايَةٌ وَاِنَّ مِنْ عَلَامَاتِ خُرُوْجِهٖ خُرُوْجُ السُّفْيَانِيِّ مِنَ الشَّامِ وَخُرُوْجُ الْيَمَانِيِّ وَصَيْحَةٌ مِنَ السَّمَآءِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَمُنَادٍ يُنَادِيْ مِنَ السَّمَآءِ بِاِسْمِهٖ وَاِسْمِ اَبِيْهِ یعنی اپنے جد محمد مصطفےٰ کی سنت مہدی میں تلوار کھینچنا اور دشمنان خدا اور رسولؐ خدا اور جبارین و طواغیت کو قتل کرنا ہے۔ اور خدا تلوار اور رعب سے (بقتل رسول خدام) ان کی نصرت کرے گا۔ اور ان کا علَم کہیں سے واپس نہ لوٹے گا۔ اور اس جناب کے خروج کی علامات میں سے شام سے سفیانی کا خروج کرنا اور یمانی کا خروج کرنا۔ اور ماہ رمضان میں آسمان سے ایک چیخ کا پیدا ہونا اور ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر آسمان سے منادی کا ندا کرنا ہے۔ ان کے بعد آپ کا خروج ہے:

انہی جناب سے ابو بصیر انہی انبیاء کی سنن کا ذکر کرتے ہوئے سنتِ محمدی کے باب میں روایت کرتے ہیں۔ سنت نبوی تلوار کے ساتھ خروج کرنا اور آپ کے خصائل و سیر اور آثار کا اظہار کرنا۔ وہ کندھے پر تلوار رکھے ہوئے دشمنان خدا کو قتل کرتے رہیں گے تا اینکہ خدا ان سے خوش ہو جائے۔ قریب قریب یہی مضمون عبد اللہ بن سنان سے مروی ہے۔ لیکن اس میں بجائے لفظ سنت شبہ ہے۔ یعنی اس میں فلاں نبی کی مشابہت ہے:

علی بن ابو حمزہ ابو بصیرؒ سے یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ حضرت صادقؑ آلِ محمدؐ نے فرمایا۔ صاحب الامرؑ میں انبیاءؑ کی سُنّتیں ہیں۔ موسےٰؑ و عیسٰےؑ و یوسفؑ کی اور حضرت محمد مصطفٰےؐ کی سنتِ موسےٰ خوف و انتظار۔ اور سنتِ عیسوی اختلاف مردم۔ واما سنۃ یوسف فالستر یجعل اللہ بینہ وبین الخلق حجابا یرونہ ولا یعرفونہ یعنی سنتِ یوسفیؑ ستر ہے۔ کہ خدا ان کے اور خلق کے درمیان ایک پردہ حائل کردے گا۔ کہ وہ دیکھیں گے۔ اور نہ پہچانیں گے۔ اور سنتِ محمدیؐ یہ ہے کہ وہ ان کی راہ پر چلیں گے۔ اور ان کی سیرت پر عمل کریں گے۔

سدیر صیرفی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اور مفضل بن عمر اور ابو بصیر اور ابان بن تغلب مولانا ابی عبداللہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو دیکھا کہ آپ ایک چادر خیبری گلے میں ڈالے خاک پہ بیٹھے شخص پسر مردہ اور دل سوختہ کی طرح رو رہے ہیں۔ اور آثار حزن و ملال رخسار اور چہرے سے ظاہر ہیں۔ اور آنسو آنکھوں میں بھرے ہوئے اور فرما رہے ہیں۔ اے میرے سردار تیری غیبت نے میری نیند کھو دی اور آرام گاہ تنگ کر دی۔ اور میرے دل کا آرام چھین لیا۔ اے میرے سردار تیری غیبت نے دائمی دردوں سے میری مصیبت کو ملا دیا۔ اور ایک ایک کا گم ہوتا جانا ساری جماعت کو کھو دیتا ہے۔ اور میں آنسو آنکھ سے بند ہوتے نہیں دیکھتا۔ اور کیوں کہ میرے سینے سے غم و اندوہ دور ہوں۔ درآنحالیکہ مصیبت کے بعد مصیبت پے در پے آ رہی ہو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ یہ حال دیکھ کر ہمارے ہوش اُڑ گئے۔ اور دل غم سے چاک چاک ہو گئے۔ اور ہم نے گمان کیا۔ کہ کوئی بہت بڑی مصیبت و آفت نازل ہوئی ہے۔ پھر ہم نے عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ خدا تمہیں کبھی نہ رُلائے۔ کونسا حادثہ آپ کے آنسو بہا رہا ہے اور کس وجہ سے یہ ماتم اچھا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے ایک لمبی آہ سرد کھینچی۔ اور فرمایا۔ میں نے آج صبح جفر میں اجو بلا ہائے روزگار و مرگہائے ملک و دیار روز قیامت کے وعلم مایکون کو شامل اور جامع ہے۔ اور جس کو خدا نے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے مخصوص کیا ہے) دیکھا۔ اور تولد امام غائبؑ اور اس کی غیبت اور اس کی تاخیر اور طول عمر اور اس زمانے میں مومنین کی بلاء و مصیبت اور طول غیبت سے دلوں میں شکوک پیدا ہوتے اور اکثر لوگوں کے دین سے پھر جانے اور ربقۂ اسلام سے خارج ہو جانے اور ولایت اہل البیتؑ سے نکل جانے جس کو خدا نے ہر ایک شخص کی گردن میں ڈالا۔ اور

اس پر لازم کیا ہے۔ جہاں کہ فرماتا ہے۔ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَآئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ کو خوب غور سے
دیکھا۔ تو مجھ پر غموم و ہموم کے بادل چھا گئے۔ ہم نے عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ اس علم میں ہمیں
بھی شریک کیجئے۔ جو آپ جانتے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے ہمارے قائمؑ کے لئے ان تین
باتوں کا ارادہ کیا ہے۔ جن کا اس نے اپنے رسولوں کے لئے ارادہ کیا تھا۔ یعنی اس کی
ولادت موسٰےؑ کی سی مقدر کی ہے۔ اور غیبت عیسٰےؑ کی سی۔ اور تاخیر نوحؑ کی سی۔ اور اس کے
بعد اس کے لئے عبد صالح یعنی خضرؑ کی عمر کو اس کے طول عمر کی دلیل قرار دیا ہے۔ عرض کیا۔
اس کی تشریح فرمائیے۔ فرمایا۔ جب فرعون کو معلوم ہوا کہ اس کی سلطنت کی تباہی موسٰےؑ
کے ہاتھ پر ہے۔ تو اس نے کاہنوں کو بلایا۔ اور انہوں نے موسٰےؑ کے حسب و نسب پر راہ
نمائی کی۔ کہ وہ بنی اسرائیل سے ہوگا۔ تو وہ برابر اپنے اصحاب کو حکم دیتا رہا۔ کہ بنی اسرائیل
کی حاملہ عورتوں کے شکم چاک کرتے رہو۔ یہاں تک کہ موسٰےؑ کی تلاش میں تقریباً بیس ہزار
مولود قتل کئے گئے۔ اور وہ قتل موسٰےؑ پر قادر نہ ہوا۔ کہ خدا نے ان کو محفوظ رکھا۔ اسی طرح
جب بنی امیہ اور بنی عباس کو معلوم ہوا۔ کہ ان جباروں کے ملک کی تباہی ہمارے قائمؑ کے
ہاتھ پر ہے ہم سے کھلم کھلا عداوت رکھنے لگے۔ اور آل محمدؐ کے قتل کے لئے تلواریں
کھینچ لیں۔ اور نسل رسولؐ کو تباہ و ہلاک کر دینے کا ارادہ کیا۔ تاکہ وہ قائمؑ کو قتل کر دیں۔ اور
اللہ اس سے انکار رکھتا ہے۔ کہ ظالم اس کے معاملہ پر مطلع ہوں۔ اور وہ چاہتا تھا۔ کہ
اس کے نور کو درجۂ کمال پر پہنچائے۔ ولو کرہ المشرکون لیکن غیبت عیسےٰؑ پس یہود و
نصارےٰ نے اس بات پر اتفاق کیا۔ کہ وہ قتل کر دیے گئے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے ان کی
تکذیب کی۔ اور فرمایا۔ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی نہ انہوں نے سولی
دیا ہے اور نہ انہوں نے قتل کیا ہے۔ لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا ہے اور زندہ
ہیں۔" یہ حال غیبت قائمؑ کا ہے کہ طول زمانہ کی وجہ سے لوگ انکار کریں گے۔ پس بعض کہیں گے۔
کہ مہدی پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں۔ اور بعض کہیں گے۔ پیدا ہوئے اور مر گئے۔ اور بعض یہ کہہ کر
کافر ہوں گے۔ کہ ہمارے یازدہم یعنی امام الحسنؑ العسکری بے اولاد تھے۔ اور بعض اس قول سے
دین اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ کہ عہدۂ امامت بارہ سے گزر کر تیرھویں کو پہنچ گیا۔ اور
پھر اس کے بعد یہی سلسلہ رہا۔ اور یہ لوگ یہ کہہ کر خدا کی نافرمانی کریں گے۔ کہ روح قائمؑ دوسرے
شخص میں حلول کرے اور بولے گی۔ چنانچہ آج کل نئے عیسائی (مرزائی) کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ

یہ ہیں سچے اور برحق امام کہ سیکڑوں برس پیشتر ان ہونے والے واقعات کی حرف بحرف خبر دیتے ہیں۔ اور وہ من وعن پسح ہوتے ہیں۔ وھذا احد علائم الامامۃ لیکن تاخیر نوحؑ۔ پس جس وقت کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے عذاب طلب کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے جبرئیلؑ کو سات گٹھلیاں دے کر بھیجا۔ پس انہوں نے کہا۔ اے پیغمبرؐ خدا تعالےٰ تم سے کہتا ہے۔ کہ یہ میری مخلوق اور میرے بندے ہیں۔ مَیں ان کو آسمانی بجلی سے ہلاک نہ کروں گا جب تک کہ ان کو خوب دعوت نہ دے لوں اور حجت تمام نہ کر لوں۔ تم پھر اپنی قوم کو میری طرف بلاؤ۔ اور اسلام کی دعوت دو۔ اور مَیں اس کا تمہیں اجر و ثواب عطا کروں گا۔ اور ان گٹھلیوں کو بو دو۔ کیونکہ تمہارے لئے اس کے بونے اُگنے اور پکنے میں خلاصی و نجات و کشائش ہے۔ اور اپنے پیرو مومنین کو یہ خوشخبری دے دو۔ پس وہ درخت اُگے اور سبز ہوئے اور پھل لگے۔ اور ایک مدت کے بعد پختہ ہو گئے۔ تو نوحؑ نے وعدہ پورا کرنے کی خواہش کی۔ حکم ہوا۔ ابھی اور ان کھیتوں کو بوؤ۔ اور ان کی ہدایت میں کوشش اور ان کے مصائب میں صبر کرو۔ اور ان پر اور حجت تمام کرو۔ آپ نے ان لوگوں کو اس حکم کی خبر دی۔ جو آپ پر اعتقاد رکھتے تھے۔ ان میں سے تین سو آدمی دین سے پھر گئے۔ اور کہا۔ کہ اگر نوحؑ سچے ہوتے۔ تو وعدۂ خدا خلاف نہ پڑتا۔ پھر اسی طرح خدا نوحؑ کو ان کے بونے کا حکم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے سات مرتبہ درخت لگائے۔ اور ہر دفعہ مومنین میں گروہ گروہ مرتد ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ستر سے کچھ زائد مومنین مخلصین چھٹ چھٹا کر رہ گئے۔ اس وقت خدا نے حضرت نوحؑ کو وحی کی۔ اے نوحؑ اب حق بالکل کھل گیا۔ اور صاف صاف روشن ہو گیا۔ اور صاف و مکدر جدا جدا۔ دیکھو اگر مَیں تمام کافرین کو اس وقت ہلاک کر دیتا اور ان مومنین کو باقی رکھتا جو اس امتحان میں دین سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے ہیں۔ تو مَیں اپنے اس وعدے میں سچا نہ ہوتا۔ جو مَیں نے ان مومنین سے کیا تھا۔ جو توحید میں مخلص ہیں اور تیری نبوت کو مستحکم پکڑنے والے اور اس اعتقاد پر پختہ یعنی یہ کہ مَیں نے کہا تھا۔ استخلفنھم فی الارض و امکن لھم دینھم و ابدل خوفھم بالامن لکی تخلص العبادۃ لی بذھاب الشرک من قلوبھم مَیں انہیں زمین کا خلیفہ بناؤں گا۔ اور ان کے دین پر قدرت و تمکین عطا کروں گا۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دوں گا۔ تاکہ ان کے دلوں سے شرک دور ہو کر میری خالص عبادت کیا کریں۔ اور کیوں کر مَیں ان کو خلیفہ بنا سکتا تھا اور دین پر قدرت دے سکتا تھا اور خوف کو امن سے بدل سکتا تھا درآنحالیکہ مَیں ان کے ایمان و یقین کے ضعف کو جانتا تھا جو مرتد ہو گئے۔ اور ان کی خبیث طینت اور بدباطنی سے

میں آگاہ تھا جو منافقت اور ضلالت کے پھیلنے کا باعث تھی۔ پس جب وہ وقت استخلاف مومنین و ہلاکت اعداء بُرنے حکومت وخلافت شرو نکلتے۔ ان کا نفاق مستحکم ہو جاتا اور دلوں کا ملال بڑھ جاتا۔ اور وہ ان مومنین بھائیوں سے (جو خلیفہ بنائے جاتے) کھلم کھلا عداوت کرنے لگتے۔ اور طلب ریاست اور صاحب حل وعقد ہونے پر ان سے لڑتے۔ کہ وہ کیوں بادشاہ بنے۔ ہم کیوں نہ بنے۔ ایسی صورت میں تمکین دین کہاں حاصل ہوتی۔ اور کیونکر مومنین میں امر الٰہی منتشر ہوتا۔ درآنحالیکہ فتنے برپا ہوتے اور لڑائیاں قائم۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ میں بلا امتحان اور کھوٹے کھرے کو جدا کئے عذاب نازل کروں۔ اور پھر منافقین وہی فتنہ برپا کر دیں۔ اور امن حاصل نہ ہو۔ اور خالص عبادت نہ ہو۔ اب ہمارے سامنے ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔

اسی طرح سے قائم آلِ محمدؐ کا حال ہے۔ کہ اس کی غیبت کا زمانہ بہت طولانی ہوگا۔ پس اس میں خالص حق نکل آئے گا۔ اور ایمان ان خبیث طینت اہل اسلام وایمان کے مرتد ہونے سے کدورت سے صاف ہو جائے گا۔ جو اس استخلاف وتمکین بر دین اور انتشار امر الٰہی کو عہد قائم میں مومنین میں دیکھ کر نفاق ظاہر کرتے۔ اس وقت مفضل نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیۂ استخلاف خلفاء اربعہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا۔ خدا ان کے دلوں کو ہدایت نہ دے۔ کب اس دین پر قدرت حاصل ہوئی۔ جو پسندیدہ خدا اور رسول خدا ہے۔ اور کب عام امت میں خالص امر الٰہی منتشر ہوا تھا۔ اور کب امت سے خوف رفع اور امن حاصل ہوا تھا۔ اور کب ان میں سے کسی کے عہد میں تمام مومنین کے دلوں سے شک وشبہات رفع ہوئے تھے۔ مسلمان مرتد ہو رہے تھے۔ فتنے برپا تھے۔ لڑائیاں قائم تھیں۔ اور یہ امن اور قدرت بر دین اسلام کہاں ہے۔ اور کفار سے برابر لڑائیاں رہی تھیں۔ پس ان پر یہ آیت ہرگز صادق نہیں ہو سکتی۔ لیکن عبد صالح یعنی خضرؑ۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کی عمر کو نبوت کے لئے دراز نہیں کیا۔ جو ان کے لئے مقدر کی گئی ہو۔ اور نہ ان پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہے۔ اور نہ کسی شریعت کے لئے ہے جو ناسخ شریعت سابقہ ہو۔ اور نہ ان کی امامت کے لئے جس کی اقتداء لوگوں پر لازم ہو۔ اور نہ ان کی اطاعت کی خاطر ان کی عمر درازی ہے جو لوگوں پر فرض ہو۔ بلکہ اس لئے کہ خدا تعالےٰ جانتا تھا۔ کہ وہ قائم آلِ محمدؐ کی عمر مثل خضر طولانی مقرر کرے گا۔ اور زمانہ غیبت میں فلاں فلاں امور واقع ہوں گے۔ اور چاہتا تھا۔ کہ لوگ اس عمر کی مقدار کو زیادہ سمجھیں گے اور انکار کریں گے تو

اس نے اپنے عبد صالح خضرؑ کی عمر بلا وجہ محض اس شک کے رفع کرنے کے لئے دراز کردی۔ تاکہ عمر قائمؑ پر استدلال کیا جا سکے اور معاندین کی حجت قطع ہو۔ اور لوگوں کے لئے خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔

واللہ ولی المومنین وھو نعم المولی ونعم النصیر۔

احادیث و روایات اس باب میں بہت ہیں۔ اور ابواب لاحقہ میں اور مذکور ہوں گی۔ یہاں صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جناب رسول خداؐ وارث وجامع وحاوی اوصاف وکمالات و معجزات جمیع انبیاء سابقین ہیں۔ اور مہدی آخر الزمانؑ وارث جناب رسول خداؐ۔ اس لئے وہ جناب بھی جامع جمیع اوصاف وکمالات وسنن انبیاءؑ سابقین ہیں۔ یہ چند روایات نقل کی ہیں۔ اور ان میں اس بیان کی پوری تصدیق ہے۔ اور مہدی آخر الزمانؑ میں اوصاف وسنن انبیاءؑ موجود ہیں۔ زیادہ تفصیل کے منتظر رہو۔

باب پنجم

اسماء و القاب امامؑ و تفسیر آیات در شان امامؑ

تفسیر الآیات اہل علم واہل معرفت وبصیرت سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ کلام حمید مجید کی شان عام کتب کی سی نہیں ہے۔ بلکہ دیگر کتب آسمانی کی مثل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ صرف یہی پاک ومقدس کتاب ایسی ہے۔ جو بصورت اعجاز نازل ہوئی ہے۔ اور یہی خود اپنی اور اپنے منزل علیہ کی دلیل صداقت ہے۔ اور کسی خارجی دلیل کی محتاج نہیں ہے اس کی ایک ایک آیت وجوہ متعددہ رکھتی ہے۔ ہر ایک آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اور پھر باطن کا باطن۔ یہاں تک کہ سات سات پردے ہیں۔ اور ان پر وہی احاطہ کر سکتا ہے جس کے قلب پر نازل ہوئی ہے۔ اور جن کو خدا نے قبل خلقت جسمانی

عطا کی ہے۔ پھر صورت صورتِ تنزیلی اور ہے۔ اور صورتِ تاویلی اور اور صورتِ تمثیلی۔ اور
صورتِ تنزیلی وہی ہے۔ جو کچھ کہ الفاظ ظاہریہ سے بلحاظ لغت عرب و باعتبار علوم عربیہ مفہوم
ہو۔ اور صورتِ تاویلی ایسی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق اصل اور باطن سے ہے۔ اسی واسطے
خدا فرماتا ہے۔ لَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ خدا کے سوا اور اس کی کوئی تاویل نہیں جانتا۔ یا زیادہ سے
زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ راسخون فی العلم بھی اس کی تاویل جانتے ہیں۔ اور راسخ فی العلم مَن
لَا یَزُوْلُ عِلْمُہٗ عَنْ مَکَانِہٖ ہے۔ یعنی وہ جس کے علم کو زوال و تغیر و تبدل نہ ہو۔ اور وہ ایسا شخص ہو وہ
عالم نہیں ہو سکتا جس کا علم کسبی و اکتسابی ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایسے علماء ان تینوں صفتوں
سے متصف ہیں۔ ان کے علم بدلتے متغیر ہوتے زائل ہوتے رہتے ہیں۔ اور اختلاف کی تو کوئی
حد ہی نہیں ہے۔ لہٰذا راسخ فی العلم وہ ہوئے۔ جن کا علم موہبتی لدنی ہو۔ اور اس لئے راسخ
فی العلم اور تاویل قرآن جاننے والے وہی ہوئے۔ جن کے قلب پر قرآن نازل ہوا ہے۔
اور خدا نے ان کو تعلیم دیا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ رحمٰن نے قرآن تعلیم دیا ہے۔ یا
جن کو قبل خلقت علم عطا کر دیا گیا ہے۔ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
چنانچہ ثابت و متحقق ہے۔ لہٰذا ضروری و لازمی ہوا۔ کہ آیات مبارکہ کے جو معانی باطنیہ اور تاویل
وہ بتلائیں۔ ان کو بشرط صحت سند و روایت ضرور تسلیم کریں۔ اور انہی سے دریافت کریں۔ یہی حال
تمثیلات کا بھی ہے۔ کہ لَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ان کا بھی عام علماء ادراک نہیں کر سکتے۔
خاص عالم جانتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بھی صورتِ ظاہری اور معلوم ہوتی ہے اور باطن کچھ ہوتا ہے۔
مثلاً خداوند عالم فرماتا ہے قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ اَنْزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ
عَلَیْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ
فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ
الْاَمْثَالَ (پ ۱۳ع ۸)"۔ یعنی خدا فرماتا ہے اے پیغمبر آپ کہہ دو کہ اللہ ہی ہر ایک شے کا خالق ہے۔ اور وہ ہی
خدائے واحد و قہار ہے۔ اس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پس اپنے اپنے اندازے اور اپنی
اپنی مقدار کے موافق نالے بہ نکلے۔ پھر پانی کی رَو نے پھولا ہوا جھاگ اٹھایا۔ اور ان چیزوں
سے بھی جن سے آگ میں ڈال کر زیور اور اسباب بنائے جاتے ہیں۔ ایسا ہی جھاگ پیدا ہوتا ہے
اور یوں خدا حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ پس جھاگ تو خشک ہو کر جاتا رہتا ہے۔

اور جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ زمین میں ٹھیرا رہتا ہے۔ اور اسی طرح سے خدا لوگوں کو
سمجھانے کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ظاہراً جو علوم و فنون خدا نے ودیعت کئے ہیں۔ ان کے بیان کا یہاں
محل نہیں۔ اور ان کے لئے دفتر چاہئے۔ مگر جن مثالوں کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے۔ وہ
قابل غور ہیں۔ اور ان کو کچھ خاص علماء کاملین ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس میں کس شان سے حق و باطل
کی مثال دی گئی ہے۔ محققین و عارفین نے لکھا ہے اور روایت کیا ہے۔ صورت باطنی اس
تمثیل کی یہ ہے۔ کہ پانی سے مراد حقیقت نورانیہ محمدیہ ہے۔ جو اول مخلوق و مصنوع ہے۔
وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ میں اس حقیقت کی طرف صاف پانی ہی سے اشارہ کیا ہے۔
فَلَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ وَلَا يَعْلَمُهَا اِلَّا الْعَاقِلُوْنَ۔ اسی طرح سے خدا مثل بیان کرتا
کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا
غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ
يَّشَآءُ وَكَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (سورۂ نور) یعنی خدا
نور زمین و آسمان ہے۔ اور اس کے نور کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ ایک چراغدان ہو۔ اور اس میں ایک
شمع ہو۔ اور شمع پر ایک شیشے کا گلوب ہو۔ اور وہ مثل ستارہ کے درخشاں۔ شجرۂ مبارکہ زیتون
سے روشن۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اور وہ بلا آگ کے مس کئے ہی روشن ہو جائے۔
پس وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور خدا جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔
اور اسی طرح لوگوں سے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور وہی ہر شے کو جانتا ہے۔ انتہیٰ۔ کیا کوئی کہہ
سکتا ہے۔ کہ خدا نے جو اپنے نور کی یہاں تمثیل بیان کی ہے۔ اس کی صورت تنزیلی کہیں متحقق
ہو سکتی ہے۔ اور کہیں ایک چراغدان میں وہ نور خدا روشن نظر آتا ہے وغیر ذالک۔ اس میں
بھی خدا نے اپنے مظہر نور اور اپنے حبیب کی حقیقت نورانی کی طرف تمثیلاً اشارہ کیا ہے۔
جن کو اہل بصیرت خوب جانتے ہیں۔ اور مشکوٰۃ نور الٰہی قلب نورانی محمدی ہے۔ فافہم اسی
طرح خدا شجرۂ طیبہ اور شجرۂ خبیثہ کی مثالیں دیتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں بصورت ظاہری کوئی ایسا
درخت طیب نظر نہ آئے گا۔ جس کی جڑ ہمیشہ قائم و ثابت ہو۔ اور چوٹی آسمان سے لگی ہوئی
اور وہ ہمیشہ باذن خدا پھل دیتا ہو۔ الا شجرۂ طیبہ محمدی جو ابتدائے عالم خلقت سے موجود و

قائم و ثابت ہے۔ اور جس کا فیض ہمیشہ سے جاری اللہ ہمیشہ رہے گا۔ اور بعد فناء اشیاء بھی باقی رہے گا۔ اور اسی کے ساتھ لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور وہ وہی حجت الٰہی ہے۔ جس کا وجود قبل خلق و مع خلق و بعد خلق ضروری ہے کما مر فی الحدیث الحجۃ قبل الخلق و مع الخلق و بعد الخلق۔

اسی طرح خدا سورۂ نحل میں فرماتا ہے۔ اِذْ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ الخ صورت ظاہری تنزیلی ظاہر ہے۔ کہ شہد کی مکھی با الہام و تعلیم الٰہی یہ تمام کارہائے حکمت انجام دیتی ہے۔ مگر تاویل منقول محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور اسی طرح اور بہت سی آیات ہیں۔ جن کی صورتِ تنزیلی اور ہے اور صورتِ تاویلی اور۔ اور پھر تاویل در تاویل۔ کیوں کہ آیاتِ قرآنی کے سات سات بطن ہیں۔ اور ہمیشہ ان اہل الذکر و اہل القرآن یعنی راسخون فی العلم کی طفیل اسرار و نکات علوم و معارف منکشف ہوتے رہتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں۔ کہ امام غائب علیہ السلام چوں کہ امام غائبؑ ہیں۔ اور ان کے تمام امور بطور خرق عادات و اسرار ہیں۔ آیات مبارکہ میں بھی ان کا اور ان کے اوصاف اور ان کے زمانہ ظہور و خروج کا بطور اشارات و کنایات و اسرار کے ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی علاوہ ان اوصاف و اسرار کے جو جملہ ائمہؑ اور ابواب علوم الٰہی سے مخصوص ہیں۔ اور ان مفسرین و محدثین نے بیان کئے ہیں۔ جنہوں نے معادنِ علوم و معالم تنزیل و تاویل سے فیض حاصل کیا ہے۔ بہت سی آیات ایسی ہیں۔ جن کی تاویل جناب امام زماں علیہ السلام سے ہوتی ہے۔ اور بعض تو ایسی ہیں۔ کہ جن کا مصداق سوائے اس جناب کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ایسی آیات ہیں۔ جن کی تاویل ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ زمانہ ظہور آنجنابؑ ہی میں ظاہر ہوگی۔ یہاں پر ہم ابواب علوم الٰہی اور علماء کاملین کی تحقیقات سے صرف چالیس اور ایک اکتالیس آیتیں نقل کرتے ہیں۔ جو اس جنابؑ کی شان میں آئی ہیں۔

اوّل وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

ع ۲) اور اگر ہم نے ان سے ایک چند روزہ مدت کے لئے عذاب کو تاخیر کر دی۔ وہ کہنے لگتے ہیں (کہ ہم مستحق عذاب ہیں)، تو کون چیز اب اس کو روکے ہوئے ہے؟ آگاہ رہو۔ کہ جس

دن وہ عذاب آیا۔ تو ان سے نہ ٹلے گا۔ اور وہ عذاب ان کو ہر طرف سے گھیرے گا۔ جس کی بابت وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ آیۂ مبارکہ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (نحل ع ۸) یعنی اگر خدا لوگوں کی کرتوتوں اور ان کے گناہوں کا مواخذہ کرتا۔ تو آج ایک متنفس زمین پر باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ ان کو ایک مدت معین تک کے لئے مہلت دیتا ہے۔ پس جب وہ آ ئے گا۔ تو پھر یہ لوگ ایک گھڑی آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے یہ واضح ہے۔ کہ دُنیا میں ظلم و گناہوں کی یہ حالت ہے۔ کہ اگر خدا ان کو ان کی کرتوتوں کی اس وقت سزا دے۔ تو ایک ذی روح کو زمین پر زندہ رباقی نہ چھوڑے۔ مگر ایک مدت معین کے لئے ان گنہگاروں اور مجرمین اور کافرین کو مہلت دی ہوئی ہے۔ اور اجل اور میعاد قیام قائم آل محمد اور ظہور مہدی آخرالزماں علیہ السلام ہے۔ کہ اس وقت کسی کافر کو مہلت نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ آیہ مذکورہ میں امت معدودہ سے مراد زمانہ قائم ہے۔ اور اسی وقت کے لئے مجرمین کو مہلت دی گئی ہے۔ چنانچہ علی بن ابراہیمؒ سے یہ مروی ہے۔ اور چوں کہ امت کے معنی متعدد ہیں۔ یعنی امت کی معنی مذہب بھی آتے ہیں۔ اور ایک جماعت کو بھی کہتے ہیں۔ اور ایک شخص کو بھی کہتے ہیں۔ اور مدت کو بھی کہتے ہیں۔ اور چاروں معانی قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ بنا بریں یہ بھی مروی ہے۔ کہ امت کے معنی جماعت کے ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے۔ کہ ایک جماعت خاص کے وجود تک ہم نے ان سے عذاب کو ٹلا دیا ہے۔ اور وہ امت خاص تین سو تیرہ اصحاب خاص امام مہدیؑ ہیں۔ جیسا کہ اکثر و بیشتر روایات متفقہ اہل سنت و اہل تشیع میں مذکور ہیں۔ لہٰذا جب ان اصحاب خاص کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ تو اس وقت وہ جناب ظہور فرمائیں گے۔ اور اس دن معاندین پر عذاب خدا بصورت سیف نازل ہوگا۔ چنانچہ ہشام بن عمار نے یہ معنی بھی جناب باب علوم محمدی امیرالموحدینؑ سے روایت کئے ہیں۔ اور اس کی تائید میں کہ یہ آیت اسی زمانہ کے لئے اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں سے بعض متفرق طور پر مذکور ہوں گی۔

دوم وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ (ابراہیم ع ۱) اور بیشک موسیٰ کو ہم نے اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ کہ جاؤ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ظلمت سے نور کی طرف نکالو۔ اور ان کو ایام خدا

یاد رکھو۔ اور مروی ہے۔ ایام خاص خدا تین دن میں یوم قیام قائم آل محمدؐ و یوم مرگ و یوم حساب و کتاب و روز قیامت۔ اس کی تائید بھی اور آیات سے ہوگی۔ کہ روز قیام قائم آل محمدؐ خاص ایام الٰہی سے ہے اور یہی وہ دن ہے۔ کہ دین خدا بدرجہ کمال صفائی پہنچ کر تمام روئے زمین پر قائم ہوگا۔ اس سے بڑھ کر خدا کا دن کونسا ہو سکتا ہے۔ پھر اسی دن تمام کفار و مشرکین ذلیل اور مومنین عزیز ہوں گے۔

سوم۔ سورۂ بنی اسرائیل میں خدا فرماتا ہے۔ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَاَكْثَرَ نَفِيْرًا اِنْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل سے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ بس تم زمین میں دو مرتبہ فساد برپا کرو گے۔ اور بڑا علو و ترقی حاصل کرو گے (اور مغرور ہو جاؤ گے) جو حق تعالیٰ و ترقی کا ہے۔ پس جب ان دو وعدوں میں سے پہلے کا وقت آ پہنچا (یعنی پہلا فساد کر چکے) تو ہم نے تم پر اپنے خاص بڑے لڑنے والے بندے بھیج دئے۔ اور وہ ایک دفعہ تمام ممالک کے اندر گھس گئے (یعنی محمدؐ و متبعین محمدؐ) اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے دوبارہ تم کو ان لوگوں پر غلبہ دیا۔ اور مال و دولت اور اولاد اور بے حساب فوجوں سے تمہاری مدد کی۔ اگر تم اچھے کام کرو گے۔ تو ان کی بھلائی تمہاری ہی لئے ہے۔ اور برائی کرو گے تو اس کا بد اثر تمہارے ہی اوپر پڑے گا۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آئے گا۔ تو پھر وہی لوگ تمہارے منہ بگاڑ دیں گے۔ اور خانۂ خدا میں اسی طرح داخل ہوں گے جس طرح پہلی مرتبہ ہوئے تھے۔ اور ایسا قتل کریں گے۔ جو حق قتل کرنے کا ہے۔ روایت میں وارد ہے اور خود آیت شاہد ہے۔ کہ یہ دوسرا وعدہ ان کے دوسرے فساد اور علو کبیر کے بعد زمانہ قیام قائم آل محمدؐ و ظہور مہدی آخر الزمانؑ میں پورا ہوگا۔ اور جس طرح اول اول آنحضرتؐ کے ساتھ جنگِ بدر میں قیام دین کے لئے تین سو تیرہ اصحاب جمع تھے۔ اسی طرح تین سو تیرہ اصحاب امام مہدی اول اول ان سے بیعت کریں گے۔ اور وعدۂ ثانیہ اسی وقت پورا ہوگا۔ (تنزیل اس آیت کی بنی اسرائیل میں ہے۔ اور تاویل بنی امیہ میں۔ فتدبرا)

چہارم فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ (انبیاء ع ۲) پس جس وقت ان مخالفین و معاندین و منافقین نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا۔ تو اس سے بھاگنے لگے۔ تو ہم نے کہا۔ بھاگو نہیں۔ اب پھر تم اسی عیش وعشرت اور اپنے محل و قصور کی طرف لوٹو اگر لوٹ سکتے ہو) کہ تم سے کچھ سوال کیا جائے۔ انہوں نے کہا۔ بیشک ہم سرکش و ظالم تھے۔ پس برابر یہی پکارتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے ان کو کھیتی کی طرح کاٹ کے ڈال دیا۔ چنانچہ علی بن ابراہیم ہی سے مروی ہے۔ کہ یہ حالت مخالفین و معاندین و منافقین کی وقتِ قیام قائم ہوگی۔ اور اس کے خوف اور عذاب الٰہی سے بھاگیں گے۔ مگر نہ بھاگ سکیں گے۔ یہاں تک کہ سب کے سب تلوار سے قتل ہو جائیں گے يَوْمَئِذٍ الَّذِيْنَ تَكَلَّفَ لِلّٰهِ۔ الفاظ آیت دال ہیں۔ یہ حالت قیامت کبریٰ کا ذکر نہیں ہے۔ کیوں کہ قیامت کبریٰ میں تو یکبارگی ایک صور میں تمام عالم فنا کر دیا جائے گا۔ نہ اس وقت کوئی بھاگ سکے گا۔ اور نہ کسی کو یہ کہا جائے گا۔ کہ ابھی تم اپنے گھروں کی طرف لوٹو۔ کیونکہ اس وقت گھر وغیرہ کچھ بھی نہ ہوں گے بنا بریں ضرور بالضرور یہ حالت قیامتِ صغریٰ یعنی قیام قائمؑ ہی کے وقت پیدا ہوگی۔ اس وقت تمام دشمنانِ خدا دشمنانِ دین خدا سیف اللہ کے خوف سے بھاگیں گے اور پناہ مانگیں گے۔ اور ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔ کیونکہ وہ مہلت کا وقت نہ ہوگا۔ اور اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ اس آیت کا مصداق کبھی پہلے متحقق نہیں ہوا۔ اور کوئی وقت ایسا نہیں آیا۔ کہ دشمنانِ خدا کو بالکل مہلت اور پناہ نہ دی جائے۔ اور آیات آئندہ آتی ہیں ؎

پنجم وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (سورۂ انبیاء) اور بیشک ہم نے زبور میں بعد ذکر لکھ دیا ہے۔ کہ ضرور زمین کے وارث و مالک ہمارے بندگان مخلص ہوں گے۔ تو زمین واہل سیر جانتے ہیں۔ کہ جب سے خدا کی زمین پیدا ہوئی ہے اور جب سے کہ خدا نے حضرت آدمؑ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ مالکِ زمین علی الظاہر ہمیشہ کافرین و ظالمین و جبارین ہی رہے ہیں نہ بندگان صالحین مگر شاذ و نادر۔ اور بڑے بادشاہ صالحین میں سے صرف حضرت سلیمانؑ اور ذوالقرنینؑ ہوئے ہیں۔ خصوصاً حقیقی صالحین یعنی انبیاء و اوصیاء علیہم السلام میں سے صرف حضرت سلیمانؑ وارث زمین ہوئے۔ اور مثل حضرت یوسفؑ و حضرت داؤدؑ بھی بادشاہ ہوئے۔ ورنہ تو انبیاء ہمیشہ بیچارے ظالمین کے

جابروں کے ہاتھ سے اذیتیں اُٹھاتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔ حالانکہ خدا ان بزرگواروں ہی کو خاص طور سے قرآن شریف میں جا بجا صالحین کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے۔ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ہم نے ان سب کو صالح بنایا ہے۔ پس ضرور ہے۔ کہ ان صالحین کے لئے وراثت زمین پانے کے لئے کوئی خاص وقت مقرر ہو۔ جیسا کہ اس آیت مذکورہ سے بھی واضح ہے۔ کہ ضرور بالضرور ایک دن ایسا آئے گا۔ کہ وارث زمین بندگان صالحین خدا ہوں۔ اور یہ زمانہ وہی ہے۔ کہ کفر و شرک و ظلم و جور دُنیا سے اُٹھ جائے گا۔ اور سلطنت جبابرہ بالکلیہ منقطع ہو جائے گی۔ اور اسی بزرگوار کے ہاتھ سے ہوگا۔ جس کی شان میں سیکڑوں حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ اور سُنی و شیعہ متفق ہیں۔ کہ يملأ الارض قسطا وعدلا بعد ما ملئت ظلما وجورا مہدیٔ آل محمدؐ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا بعد اس کے کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔ جیسا کہ اکثر روایات میں آ چکا ہے اور بعد ازاں بھی آئے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ مصداق اس آیت کا زمانہ ظہور امام مہدی آخرالزمانؑ ہے۔ اور اسی وقت صالحین وارثِ زمین خدا ہوں گے۔ اب تک ظالمین و طالبین و فاسقین و فاجرین مشرکین و کافرین حکومت کرتے رہے۔ اب ان مقدسین و مطہرین و معصومین و صالحین کی باری آئے گی۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ خدا کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ہے۔ وان الله لا يضيع اجر من احسن عملا بیشک خدا نکوکاروں کے اجر کو ضائع نہ کرے گا۔ چنانچہ زبور باب ۴۵ آیت ۱۶ میں خداوند عالم اپنے حبیبؐ کے ذکر کے بعد فرماتا ہے۔ "اے محبوبؐ میرے فرزند تیرے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ اور اُنہیں کُل روئے زمین کے سردار اور اپنے جانشین مقرر کرے گا۔ الخ" یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ارض سے مراد کوئی خاص قطعۂ زمین مکہ یا مدینہ یا عرب یا بیت المقدس نہیں ہے۔ بلکہ کل رُوئے زمین مراد ہے۔ اور کل روئے زمین کی حکومت بندگان صالحین کو نصیب نہیں ہے۔ پس یہ ضرور فرزندان رسولؐ ہی کو نصیب ہوگی۔ اور وہ اس کے مصداق ہیں۔ اور یہ ظہور جناب قائم آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موقوف ہے۔

ششم و ہفتم أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ وہ لوگ جو مقاتلہ کئے گئے ہیں یا شہید

کر دئے گئے ہیں۔ ان کے لئے ہم نے اجازت دے دی۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ اور بیشک خدا انکی
نصرت پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں۔ جو صرف اس وجہ سے اپنے گھروں سے نکال دئے گئے۔
کہ وہ یہ کہتے تھے۔ کہ ہمارا پروردگار بس خدا ہے (یعنی اس کے دین اور توحید کی طرف بلاتے تھے)
اور اگر خدا بعض لوگوں کی وجہ سے بعض سے عذاب دفع نہ کرتا۔ تو آج یہودیوں اور نصرانیوں کے
عبادت خانے اور نیز مسجدیں جن میں خدا کا نام بہت لیا جاتا ہے سب منہدم اور نیست و نابود
ہو جاتیں (مگر خدا بعض مقدس نفوس اور معصومین کی وجہ سے ان سے عذاب کو رد کئے ہوئے
ہے۔ اور ان کی برکت سے محفوظ ہیں) اور خدا ضرور (ایک دن) ان کی مدد و نصرت کرے گا۔ جو اس
کی نصرت کرتے ہیں۔ وہ ناصران خدا ہیں۔ اور انصار اللہ کہلاتے ہیں۔ اور بیشک خدا قوی اور
غالب ہے۔ آیۂ اوّل کی تفسیر میں وارد ہے۔ کہ خدا نصرت کل محمدؐ و آلِ محمدؐ اور ان کے پیرووں
کے لئے قائم آلِ محمدؐ کے ہاتھ سے عنایت کرے گا۔ اور وہی منصور من اللہ ہے اور ناصر دین خدا
و منتقم اولیاء اللہ۔ زیادہ تفصیل من قتل مظلوماً کے ذیل میں آئے گی۔ اور لولا دفع اللہ
الخ کے متعلق ہم باب اوّل میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور احادیث باب اہل البیتؑ مصرح ہیں۔
کہ امامؑ امان اہل زمین ہے۔ اور اسی کی وجہ سے خدا اہل زمین سے عذاب کو ٹلاتا ہے۔ اور اگر
اس وقت زمین میں وجود امامؑ نہ ہو۔ تو زمین متخسف ہو جائے۔ اور اس وقت دفع عذاب وجود
مہدیٔ آخر الزماں ہی کی وجہ سے ہے۔ اور وہی اس آیت کا مصداق ہیں:

ہشتم۔ اسی آیت کے ذیل میں خدا انہی مظلومین اور مہاجرین کی شان میں فرماتا ہے
اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج ۷۶) "یہ مظلومین وہی لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو
زمین میں قدرت و تمکین عطا کریں۔ تو یہ نماز کو قائم کریں۔ زکوٰۃ ادا کریں۔ اور نیکی کا حکم دیں اور
بُرائی سے منع کریں۔ اور سب امور کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے"۔ اس آیت سے
یہ واضح ہے۔ کہ ابھی ان مظلومین کو زمین میں قدرت نصیب نہیں ہوئی۔ اگر ان کو قدرت ہوتی
تو یہ دنیا میں نماز قائم کر دیتے اور حق زکوٰۃ ادا کرتے اور ہر ایک کو ہر ایک بُرائی سے روکتے اور
نیکی کا حکم دیتے۔ مگر ابھی تک تو دور دورہ ظالمین و جبارین رہا۔ ان مظلومین کو کچھ نہ کرنے دیا۔
اور محض اس وجہ سے ان پر ظلم ہوتے رہے کہ یہ کہتے تھے۔ کہ پروردگار صرف خدا ہے۔ اسی کو مانو
اور اسی کی عبادت کرو۔ اور اس کا حکم تسلیم کرو۔ مگر وہ اس کے خلاف ان سے جیتنا چاہتے

ہے۔ اگر انسان اس آیت کے الفاظ ظاہریہ پر غور کرے اور اس کے ساتھ اس آیت کو ملحوظ خاطر رکھے۔ کہ جناب ابراہیمؑ نے جس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کو مکہ معظمہ میں مقیم کیا تھا۔ تو دُعا کی تھی اور فرمایا تھا۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی عرض کرتے ہیں "اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی بعض ذریت کو تیرے خانۂ محترم کے پاس اس وادی بے زراعت میں سکونت پذیر کیا ہے۔ پروردگارا اس لئے کہ وہ دنیا میں نماز کو قائم کریں۔ تو نتیجہ صاف یہی نکلے گا۔ کہ یہ مظلومین جو محض خدا کا نام لینے پر گھر سے نکالے گئے۔ جلا وطن کئے گئے اور قتل کئے گئے۔ کسی کو زہر دیا گیا اور کسی کو تیغ ظلم سے بے آب و غذا گھرے در میدان کرب و بلا میں مع احباب و اصحاب و عزیز و اقرباء نہایت سختی اور بے رحمی سے ذبح کیا گیا۔ اور ان کو زمین میں کبھی قدرت نصیب نہ ہوئی۔ ہمیشہ ان کے سامنے ظالمین کا غلبہ رہا۔ یہی ذریت ابراہیمؑ رسولؐ و عترتِ رسولؐ ہیں۔ جو دنیا میں نماز قائم کرنے اور دین پھیلانے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ اور اگر ان کو قدرت ہوتی۔ تو وہ ضرور ایسا ہی کرتے۔ اور اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ ایک دن ضرور ایسا آئے گا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا پورے طور سے قبول ہو۔ اور یہ دنیا میں خالصاً نماز کو قائم کریں۔ اور یہ زمانہ ظہور امام مہدیؑ آخر الزمان میں ہوگا۔ جبکہ شرق سے مغرب تک اسی جناب کی سلطنت ہوگی۔ جیسا کہ روایات میں آچکا ہے۔ کہ وہ مشارق و مغارب عالم کو فتح کریں گے۔ اور تمام دنیا میں ایک ہی دین خدا ہوگا۔ اور اس لئے یہ آیت بھی اسی جنابؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ وعدہ اسی کے ہاتھ پر پورا ہوگا۔

نہم۔ اسی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آیہ مجیدہ وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَہُمْ اَئِمَّۃً وَّنَجْعَلَہُمُ الْوَارِثِیْنَ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَہَامَانَ وَجُنُوْدَہُمَا مِنْہُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ فقط تمام "اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں ضعیف سمجھے گئے اور مظلوم رہے۔ اور ہم ان کو امام بنائیں اور ان کو وارث و مالک زمین قرار دیں۔ اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھلائیں جس سے وہ بچتے تھے"۔ اس سے بالصراحت ثابت ہے۔ کہ وارث زمین مظلومین ہوں گے۔ اور وہ عام مومنین میں سے نہیں ہیں بلکہ وہی ہیں جو بادشاہ زمین ہونے کے ساتھ پیشوائے خلق اور امام اتامؑ بھی ہوں گے۔ اور امامت مخصوص ہے ذریت ابراہیمؑ و عترت خاتم النبیینؐ سے۔ جیسا کہ بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے۔

پس تاویل اس آیت کی بھی مہدی آخرالزمان علیہ السلام ہی کے زمانہ ظہور میں صادق آئے گی
اور تفصیل اس کی ہماری کتاب خلافت الٰہیہ میں دیکھو۔

دہم ۔ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (بنی اسرائیل ع ۴) اور جو شخص ظلم سے شہید کردیا گیا ہے۔ تو ہم نے اس کے وارث کو پورا غلبہ دے دیا ہے۔ پس وہ قتل کرنے میں اسراف نہ کرے گا کیونکہ نصرت خدا اس کے شامل حال ہوگی۔ اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ یہ عام مقتولین کا حکم نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو خلاف مشاہدہ ہے کہ مقتول کے وارث کو قاتل پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ بہت سے خون ایسے ہیں جو بالکل ہدر ہوجاتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ بجائے قاتل دوسرے بے گناہ قتل ہوجاتے ہیں۔ اور ان پر کوئی غلبہ نہیں پاتا۔ دوسرے اس آیت میں حکم ہے۔ کہ وہ وارث مقتول ایسا منصور ہوگا۔ کہ جتنا چاہے وہ قتل کردے۔ اسراف نہ ہوگا۔ اور عام حکم قصاص یہ ہے۔ کہ ایک کے عوض ایک ہی قتل کیا جائے نہ کہ ہزاروں پس اس لئے یہ کوئی مظلوم خاص ہے۔ جس کے عوض ہزاروں قتل کئے جائیں گے۔ اور کوئی مثل یحییٰ علیہ السلام نفس زکیہ ہے۔ کہ یحییٰ کے عوض ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کئے گئے تھے۔ تیسرے ہر وہ شخص جو بے وجہ ناحق قتل کردیا جائے۔ وہ ضرور مقتول مظلوم ہے۔ تو چاہئے کہ ہر ایک مقتول کے وارث کو یہ قدرت اور سلطنت قاتلین پر حاصل ہو۔ اور وہ پھر بلا اسراف جتنے دشمن چاہے قتل کردے۔ حالانکہ یہ حکم قصاص کے بالکل خلاف ہے۔ پس یہ مظلوم کوئی نبی یا نفس نبی ہے۔ جو جان عالم اور روح بنی آدم ہے۔ کیونکہ وہ حیات روحانی و ایمانی بخشنے والا ہوتا ہے۔ اور اس کے قتل ہونے سے لاکھوں مومنین گویا ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اور اس لئے اس کے عوض ایک قاتل قتل نہ کیا جائے گا بلکہ ہزاروں قتل ہوں گے جیسا کہ حضرت یحییٰ کے لئے ہوا۔ کہ وہ نبی تھے۔ قصاص نبی و وصی کی غیر قصاص عامہ ناس ہے۔ اور اس لئے روایات و تفاسیر میں مروی و منقول ہے کہ یہ مظلوم انہی مظلومین و مستضعفین کی ایک فرد خاص ہے۔ جن کا ذکر ابھی ہوا ہے۔ یعنی یہ مظلوم وہ مظلوم ہے۔ جو عام زبانوں پر اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور جس مظلوم کے لئے تمام دنیا روتی ہے جس مظلوم کی مظلومیت ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب و ملت کے افراد میں اثر رکھتی ہے۔ یعنی سید الشہداء حسین مظلوم اور بہتر خاص اور عام ایک سو بارہ شہیدوں اور مظلوموں کے وہ تین دن کا بھوکا پیاسا شخص اس لئے ذبح کیا گیا۔ کہ وہ کہتا تھا۔ کہ اللہ ایک ہے۔ ربنا اللہ۔ ہمارا

پروردگار صرف اللہ ہے۔ اور اس واسطے یہ ولی الدم اور وارث حسینؑ فرزند حسینؑ حجۃ ابن الحسنؑ مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ اور وہ منصور من اللہ ہے۔ اور اسی واسطے احادیث میں آیا ہے۔ اوّل نداء اصحاب مہدی یہ ہوگی۔ یَالِثَارَاتِ الْحُسَیْنِؑ کہاں ہیں خون حسینؑ کا بدلنے والے؟ چنانچہ مذکور ہوا۔

یازدہم۔ اسی ناصریت و منصوریت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ وَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِىْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ اور جب ان کی طرف خدا کی مدد آئے گی۔ تو کہنے لگیں گے۔ کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے (یہ جھوٹ بولتے ہیں)۔ کیا خدا ان کے دلوں کی بات جاننے والا نہیں ہے؟ روایت میں وارد ہے۔ کہ اس سے مراد نصرت قائمؑ ہے۔ اور نصر آپ کا نام ہے۔ اور یہی وہ ناصر دین ہے۔ جو سابقاً مذکور ہوا۔

دوازدہم۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ جن پر ظلم ہوا ہے۔ اگر وہ اس کے بعد اپنا انتقام لے۔ تو اس پر کوئی راہ اعتراض نہیں ہے۔ منصور اور منتقم سے مراد بھی مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ جو تمام مظلومین انبیاءؑ و اوصیاءؑ و اولاد انبیاءؑ کا انتقام لے گا۔ اور منتقم اور منتصر اس کے اسماء مبارکہ سے ہیں۔

سیزدہم۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ بھلا کافرو! جن کو تم معبود جانتے ہو۔ وہ معبود ہیں۔ یا) وہ خدائے بزرگ و برتر جو مضطر کی دعا کو قبول کرتا ہے جبکہ وہ دعا کرے۔ اور اس کی تکلیف و مصیبت کو دفع کر دیتا ہے۔ اور تم کو خلفاء الارض بناتا ہے۔ صورت تنزیل اس آیت کی ظاہر ہے۔ اور صورت تاویلی میں منقول ہے۔ کہ یہ مضطر مہدی آخر الزمانؑ ہیں۔ کہ جب وقت آئے گا۔ تو وہ دو رکعت نماز پڑھیں گے اور دعا کریں گے۔ تو اس وقت خدا ان کی دعا قبول کرے گا اور اذن خروج دے گا! اور کون اس بزرگوار سے زیادہ مضطر ہو سکتا ہے۔ جو ایک ہزار برس کے زائد عرصے سے ظلم و جور و عدوان دیکھ رہے ہیں اور صبر کرتے ہیں اور قدرت نہیں پاتے ہیں اور خود پوشیدہ پھرتے ہیں۔ بیشک مضطر بہت ہیں مگر مضطر مطلق اور اس کا مصداق کامل یہی جنابؑ ہیں۔ اور حقیقت امر یہ ہے کہ جب دنیا میں ظلم و جور حد سے زیادہ پھیل جائے گا۔ اور تمام روئے زمین خشکی و تری ظلم و جور و فتنہ و فساد سے پُر ہو جائے گی۔ اور ہر طرف خونریزی کا بازار گرم ہوگا۔ ہر طرف جان و مال و عزت و

ناموس معرضِ خطر میں ہوں گے۔ اس وقت تمام عالم خصوصاً بندگانِ خاص خدا اور نکوکاروں میں سخت اضطراب و اضطرار پیدا ہوگا۔ اور دنیا چیخ اُٹھے گی۔ اور طالب مدد و نصرتِ خدا ہوگی۔ اس حالت اضطراب و اضطرار کو دیکھ کر امامِ خلق اور ولی زمانؑ سے نہ رہا جائے گا۔ اور اس ظلمِ عمومی کو دیکھ کر نہایت مضطر ہوں گے۔ جس وقت ان کا اضطرار حدِ کمال کو پہنچ جائے گا۔ اور حضرت ظہور و خروج کے لئے بے چین ہوں گے۔ تو بارگاہِ ایزدی میں دُعا کریں گے۔ اور اذنِ خروج چاہیں گے۔ اس وقت مضطرِ کامل و مضطرِ مطلق اور تمام مضطرین و مضطرین کے پیشوا اور قائم مقام و خلیفۃ اللہ کی دُعا قبول ہوگی۔ اور اذنِ خروج دیا جائے گا۔ اور اس لئے مصداقِ کامل اس آیت کا یہی امامِ حق ہے۔ اور اسی وجہ سے مضطر ہے۔ فافہم و تدبر لیس۔

چہاردہم۔ وَإِنْ نَشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ۔ اور اگر ہم چاہیں۔ تو ان پر آسمان سے ایسی آیت نازل کریں۔ جس کے آگے سب مخالفین و معاندین کی گردنیں جھک جائیں۔ تفسیر میں وارد ہے۔ کہ اس آیت سے مراد وہ ندائے آسمانی ہے۔ جو وقتِ ظہور مہدی آخرالزمانؑ آسمان سے آئے گی (جس کا اکثر روایات میں ذکر آ چکا ہے۔ اور آئے گا۔) اور اس وقت معاندین و منافقین اس کے آگے عجز و انکساری ظاہر کریں گے۔ بلکہ خود وجود آنجنابؑ آیتِ خدا ہے بلکہ آیت بزرگِ الٰہی۔ اور کونسی آیت ان سے بڑھ کر ہو سکتی ہے۔ جن کا نفس وجود دلیلِ توحید و نشانِ حق ہے۔ و نعم ما قال ابن ابی الحدید ؎

وَمَا آيَةٌ لِلّٰهِ أَكْبَرُ مِنْهُمُ وَهُمْ آيَةٌ مِنْ دُونِهِمْ كُلُّ آيَةٍ

یعنی اہلِ بیتؑ سے کوئی آیتِ خدا بزرگ تر نہیں ہے۔ وہ ایسی آیت ہیں۔ کہ جن کے سامنے سب آیاتِ الٰہی پست ہیں۔ جس وقت مظہرِ کاملِ آیاتِ الٰہی اور یہ آخری خلیفۂ خدا و ولی لوربحکمِ خدا ظاہر ہوگا اور سیفِ محمدیؐ کھینچے گا۔ اور اس کے اعلان کے لئے من جانب اللہ انتظام ہوگا۔ اور آسمان کی جانب سے ہاتفِ غیبی یا خادمِ اہل البیتؑ یا استادِ جبرئیلؑ ندا کرے گا۔ اس وقت ظالمین جبارین کو سوائے عجز و انکسار کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ اور ان کو پستی اور ذلت کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ گردنیں شرم۔ ذلت اور خوف سے خم ہوں گی۔ و تری المجرمین ناکسو رؤسہم واللہ علی کل شیء قدیر۔

پانزدہم۔ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ تو یہ ع ترجمہ وہ معاندین چاہتے ہیں۔ کہ پھونکیں مار مار کر نورِ خدا کو گل کر دیں۔ اور اللہ اس سے انکار کرتا ہے اور وہ یہی چاہتا ہے۔ کہ اس نور کو کمال پر پہنچائے اگرچہ کافرین پر گراں گزرے" تفاسیر دال ہیں۔ کہ تتمیم و تکمیل نور محمدی اور اس کا ظہور کامل زمانہ ظہور فرزند رسولؐ دلبند۔ قرۃ العین مہدیؑ آلِ رسولؐ میں ہوگا۔ اور یہ آیت اسی جناب سے متعلق ہے۔ اور اسی کے ہم معنی یہ آیت ہے۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ بعض امور کی تحقیق سابقاً مذکور ہو چکی ہے۔ اور کچھ آیات لاحقہ میں آتی ہے تتفقل و تامل ؛

شانزدہم هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ترجمہ وہی خدا ہے۔ جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غلبہ ظاہری عطا کرے۔ اگرچہ مشرکین بُرا منائیں" اکثر روایات شاہد ہیں۔ اور خود الفاظ آیت دلالت کرتے ہیں۔ کہ یہ وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہوا ہے۔ اور یہ زمانہ ظہور امام مہدی علیہ السلام اور انہی کے ہاتھ پر ہوگا۔ چنانچہ فصول المہمہ میں سعید ابن جبیر سے روایت ہے۔ کہ اس سے مراد مہدی علیہ السلام ہیں۔ اور اس وقت دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اور وہ جناب اولاد فاطمہؑ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ اور سعید ابن منصور اور ابن منذر اور بیہقی نے جابر اور عبداللہ بن حمید سے روایت کی ہے۔ اور نیز ابوالشیخ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ اس وقت ہوگا۔ جب اسلام کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہے گا۔ اور اس وقت بکری اور بھیڑیے ایک جگہ پانی پئیں گے۔ اور گائے شیر سے نہ ڈرے گی۔ اور انسان سانپوں سے مطمئن ہوں گے (ان امور کی تفصیل باب خصائص میں دیکھنی چاہئے) اور اس وقت میں جزیہ نہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ وقت جب ہوگا۔ جبکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے (تفسیر درمنثور و تفسیر کبیر وغیرہا) ؛

ہفدہم۔ آیہ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ہے۔ تاویل اس آیت کی حضرت مہدی آخرالزماں علیہ السلام ہیں۔ نصرت تام اور فتح کامل اسی جنابؑ کے عہد سعادت مہد میں اہل اسلام کو حاصل ہوگی۔ بلکہ نفس وجود مہدیؑ فتح و نصرت ہے اور آپؑ کا نام ہی فتح ہے ؛

ہیجدہم۔ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ والنہار اذا تجلی سے مراد جس کی خدا قسم کھاتا ہے۔ نہار نور محمدی و یوم الٰہی جزو نور محمدی مہدی آخرالزماں ہے۔ کہ اسی وقت نور محمدی کی تجلی ظاہر ہوگی۔ اور تمام عالم امکان اس نور سے روشن ہو جائے گا

اور اسی کی طرف اس آیۂ نورد وہم میں اشارہ ہے۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا زمین اپنے مربی کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور یہ اسی وقت ہوگا۔ جبکہ وہ نور محمدی ایسے اوج ظہور و تجلی پر ہوگا۔ کہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی ماند ہو جائے گی۔

بست و نہم ۔ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ صورت تنزیلی ظاہر و واضح ہے۔ لیکن تاویل باطنی میں آب جاری و سرد سے مراد آب حیات عالم امکان و روح روان انس و جان امام غائبؑ صاحب العصر والزمان و خلیفۃ الرحمان مظہر الایمان عجل اللہ فرجہ ہیں۔ کہ خدا بطور کنایہ فرماتا ہے۔ کہ کوئی ہے کہ جب تمہارا امام غائب ہو جائے۔ تو کوئی ویسا امام بنا لائے۔ یا اس کا علم جو حیات روحانی ہے تم کو پہنچائے۔ معلم و مبین قرآن جو حیات روحانی ہے وہ جنابؑ ہے۔ وہ وہ ماء معین ہے۔ کہ جب جاری ہوگا۔ اور اپنے مقام رفیع سے ظہور و بروز کرے گا۔ تو تمام عالم حیات ظاہری و باطنی و نعیم دنیا و آخرت سے سرسبز ہو جائے گا ہر ایک مومن کا دل نور ایمان و حیات روحانی سے منور و مملو ہوگا۔ اور تمام روئے زمین نباتات سے پُر اور سرسبز اور اہل زمین دین و دنیا کی دولت سے مالا مال ہوں گے۔

بست و یکم يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا (انعام ۱۹) "جس دن تیرے پروردگار کی بعض نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ تو اس دن کسی ایسے نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جو پہلے سے اس پر ایمان نہیں لایا ہے۔ یا جس نے ایمان میں کسب خیر نہیں کیا ہے۔" اس آیت میں بعض آیت سے مراد وہ آیۂ اکبر حجۃ ابن الحسنؑ مہدیؑ امت ہے۔ کہ جس وقت وہ جناب ظہور کریں گے۔ اس وقت ایسے لوگ جو ان پر پہلے سے ایمان نہیں رکھتے ہیں یا انہوں نے اپنے ایمان میں عمل سے کسب خیر نہیں کیا۔ ان کو اس وقت اس جناب کے خوف سے ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ جیسا کہ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ میں بھی آیت سے مراد وہی جنابؑ ہیں۔

بست و دوم فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ قسم ہے مجھ کو ان کی جو چلتے چلتے پیچھے کو ہٹ جاتے اور غائب ہو جاتے ہیں) میں امام غائبؑ کی طرف تاویلاً اشارہ ہے۔ چنانچہ باقر العلومؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ "مراد اس سے امام غائبؑ ہے۔ جو بعد غیبت مثل شہاب ثاقب ظاہر ہوگا۔" اور بعد غیبت رجوع کر کے عالم کو روشن کرے گا۔

بست و سوم وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ

مِثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔ اور جو کچھ کہ تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور قسم ہے پروردگار زمین و آسمان کی کہ یہ ایسا ہی حق و صدق ہے۔ جیسا کہ تم آپس میں بولتے ہو۔ وعدہ خاص ظہور قائم بالکل حق و صدق ہے۔ جس طرح کہ اور تمام وعدہ ہائے الٰہی حق و صدق ہیں۔

بست و چہارم: اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا میں اصحاب قائم کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ روایات میں وارد ہے۔ کہ جب خروج قائم آل محمد کا وقت آئے گا۔ تو اصحاب خاص قائم یعنی تین سو تیرہ جہاں کہیں ہوں گے فوراً اس شب میں اس جناب کے پاس جمع ہو جائیں گے اور بیعت کریں گے۔ اور یہی مطلب ان احادیث کا ہے۔ جن میں آیا ہے۔ کہ خدا ایک رات میں ان کے کام کو درست کرے گا کما مر و سیجئی

بست و پنجم: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (سورہ نور) اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ کئے ہیں وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ ان کو خلیفۂ زمین قرار دے گا۔ جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو بنایا۔ اور ان کے لئے ان کے اس دین پر قدرت و تمکین عطا کرے گا۔ جو ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اور پھر بلا خوف و خطر خالص میری عبادت کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں گے۔ اس آیت میں چند امور غور طلب ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ وعدہ عام مومنین سے نہیں ہے بلکہ خاص افراد سے ہے۔ کیونکہ عام مومنین اگر مراد ہوتے۔ تو چاہیئے کہ سارے کے سارے ہی خلیفۂ خدا ہوتے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ضرور اس سے خاص مومنین مراد ہیں۔ دوم معیار خلافت کا اس آیت میں ایمان اور عمل صالحات ہے۔ اور اس لئے ضرور اس ایمان سے ذو کامل مکمل ایمان مراد ہے۔ جہاں شک و شبہ و تغیر و تبدل کو راہ نہ ہو۔ جیسے کہ ایک خلیفۂ خدا فرماتا ہے۔ لَوْ كُشِفَ الْغِطَآءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا اگر میرے آگے سے پردہ ہائے ظلمت و کثافت مادیہ و حجابہائے عوارض و عوائق امکانیہ حادثہ اٹھا دئے جائیں۔ تو بھی میرے یقین میں کچھ زیادتی نہ ہو۔ یعنی میں اس وقت درجہ ایمان و ایقان پر پہنچا ہوا ہوں۔ جہاں پر پہنچنا چاہئے۔ اور جہاں کمی و زیادتی و تغیر و تبدل و تفاوت و اختلاف نہیں ہے۔ اور اسی طرح عمل صالحات سے تمام اعمال صالحہ مراد ہیں۔ جیسا کہ لفظ جمع اور الف لام استغراق دال ہے۔

اس لئے کہ اگر مطلق ایمان اور جزوی عمل صالح اور مطلق عمل صالح مراد ہو۔ تو پھر وہی لازم آتا ہے۔ کہ تمام افراد مسلمین بلا استثناء خلیفہ زمین ہوں۔ کیونکہ مطلق ایمان اور مطلق عمل صالح سے کوئی فرد خالی نہیں ہے۔ پس ضرور اس ایمان اور عمل سے فرد کامل مراد ہے۔ اور وہ یہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ تیسرے تشبیہ دلالت کرتی ہے۔ کہ خدا جوان کو بشارت دیتا ہے۔ کہ ایسا ہی خلیفہ تمہیں بناؤں گا جیسا کہ میں نے تم سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا۔ اس سے مراد خلافت بمعنی بادشاہت نہیں ہو سکتی۔ جو شاہان دنیا کو حاصل ہوئی۔ اور خدا کا یہ مقصود نہیں ہو سکتا۔ کہ میں تم کو مثل فرعون و ہامان و نمرود و شداد و بخت نصر بادشاہ زمین بناؤں گا۔ بلکہ مراد اس سے وہی خلافت ہے۔ جس کو وہ اسی کتاب میں بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے آدمؑ و داؤد کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اس لئے ہرگز اس خلافت کا مصداق شاہان دنیا نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ضرور اس کا مصداق خلفاء ائمہ وارث نبوت و رسالت ہیں۔ چہارم ایک وعدہ یہ بھی ہے۔ کہ میں ان کو ان کے پسندیدہ اور مرتضٰے دین پر قدرت دوں گا۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دوں گا۔ اور پھر میری خالص عبادت ہوگی۔ یہ قدرت و تمکین آج تک کسی بادشاہ اسلام کو جن کو مسلمان خلیفہ کہتے ہیں۔ حاصل نہیں ہوئی۔ برابر فسادات وفتن برپا رہے۔ نفاق و شقاق پھیلا رہا۔ اور کشت و خون کا بازار گرم۔ جیسا کہ پہلے نقل ہوا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ یہ وعدہ بطور ظہور و فعلیت ابھی تک وقوع میں نہیں آیا۔ اور یہ وعدہ حقیقی اور اصلی معنوں میں اسی وقت صادق آئے گا۔ جب کہ دنیا میں سوائے اسلام کے اور کوئی دین باقی نہ رہے گا۔ اور سلطنت جبابرہ بالکلیہ منقطع ہو جائے گی۔ اور خوف و خطر دنیا سے اُٹھ جائے گا۔ اور بندگان صالحین وارث زمین و پیشوائے خلق ہوں گے۔ اور انہی صالحین اور مظلومین و مستضعفین کے لئے یہ وعدہ ہے۔ اور یہ زمان ظہور حضرت مہدی علیہ السلام میں ہوگا۔ اور اس لئے یہ آیت اسی جناب سے تعلق رکھتی ہے۔ (تفصیل خلافت الہیہ میں ملاحظہ ہو)۔

بست و ششم۔ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ اعلموا ان الله يحيي الارض بعد موتها (حدید ع ۲) مومنین مثل ان لوگوں کے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی (یہود و نصاریٰ وغیرہا) پس جب ان پر بہت عرصہ گزر گیا۔ تو ان کے دل سخت اور قسی القلب ہو گئے۔ اور بہت سے ان میں فاسق بن گئے۔ اس کی تاویل میں طول اور درازی مدت سے اس امت محمدی میں

طول غیبت امام مراد ہے۔ مومنین کو چاہیئے۔ کہ اس سے تنگ ہو کر قسی القلب اور فاسق نہ بن جائیں۔

بست و ہفتم۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ان ایام کو لوگوں کے درمیان باری باری سے پھراتے ہیں۔ کبھی کوئی مالک ہے کبھی کوئی۔ کبھی کسی کی باری ہے اور کبھی کسی کی۔ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے۔ سلطنت و غلبہ دشمنان خدا ہی کو رہا ہے۔ اور خدا انہی کو دولت دنیا دیتا رہا۔ تاکہ ان کے دل کی حسرت خوب نکل جائے اور حجت تمام ہو۔ اور اگر ان کو سلطنت نہ ملے۔ تو وہ یہ نہ کہ سکیں کہ۔ لَوْ وُلِّينَا لَعَدَلْنَا اگر ہم کو حکومت ملتی۔ تو ہم عدل کرتے"۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ ایک دن دوستان خدا اور نکوکاروں کی بھی باری ضرور آئے اور دشمنان خدا کا دور ختم ہو۔ اور پھر لوگ عدل و انصاف حقیقی کا لطف اٹھائیں۔ اور یہ اسی وقت ہوگا۔ جب وہ ظاہر ہوگا۔ جس کی صفت يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا بَعْدَ مَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا ہے۔ چنانچہ صادق آل محمد سے یہی مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ ابھی دشمنان خدا اور ابلیس کی باری ہے۔ پس خدا و دوستان خدا اولیاء اللہ کی باری کہاں ہے؟ بیشک وہ حجت قائمؑ کے زمانے میں آئے گی۔

بست و ہشتم۔ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً تمام مشرکین سے مقاتلہ کرو۔ جس طرح کہ وہ تم سب سے کرتے ہیں"۔ صدق کلی اس حکم کا زمانہ ظہور مہدیؑ ہوگا۔ جبکہ تمام ادیان پر دین محمدی کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور وہ مشرکین پر نہایت گراں گزرے گا۔ اور ان سے جزیہ قبول نہ ہوگا۔ اور عدم قبول اسلام پر ہر ایک مشرک قتل کر دیا جائے گا۔ جب تک کہ حکم جزیہ و صلح جاری ہے۔ یہ آیت صادق نہیں آسکتی۔ اور اس لئے اس کی تاویل ابھی نہیں آئی۔ مہدی ہی کے وقت میں آئے گی۔

بست و نہم۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ (الانفال پ ۹ بقیہ ع ۴ ۲)۔ اور ان سے مقاتلہ کرو یہاں تک کہ بالکل فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین کل کا کل دین خدا رہ جائے۔ اور کوئی دین باطل نہ رہے۔ بالکل بدیہی و مشاہد و محسوس ہے۔ کہ اس آیت کی تاویل ابھی تک نہیں آئی۔ اور وہ دن ابھی تک نہیں آیا۔ کہ دنیا میں سوائے دین خدا اور دین اسلام اور کوئی دین باقی نہ رہے۔ اور فتنہ و فساد دنیا سے بالکل اٹھ جائے۔ اور تمام مشرکین و معاندین و منافقین قتل کر دئے جائیں۔ یہ اسی وقت ہوگا۔ جب کہ من يملأ الارض قسطا وعدلا ظاہر ہوگا۔ اور گرگ و میش ایک جگہ پانی پئیں گے۔ اور دنیا جائے امن و

امامؑ اور بقعۂ جناں ہوگی یعنی ظہور مہدیؑ۔ وھوالمطلوب ؛

سی ام اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ نحل ۱۴ کیا وہ لوگ جو بڑی بڑی مکاریاں کرتے اور بُری چالیں چلتے تھے۔ ان کو اس سے اطمینان ہے۔ کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے۔ یا ایسی جگہ سے ان پر عذاب نازل کرے جہاں کا ان کو پتہ بھی نہ لگے۔ یا ان کو خدا چلتے پھرتے ہی میں پکڑ لے تو وہ اس کو مجبور نہیں کر سکتے۔ یا ان کو حالت خوف میں عذاب میں گرفتار کرے۔ بیشک تمہارا خدا بڑا شفیق اور مہربان ہے (جواب تک مہلت دی ہوئی ہے) یہ سزائیں اس امت میں زمانہ ظہور اور قبل ظہور دی جائیں گی۔ قریب بہ ظہور دنیا میں تین خسف واقع ہوں گے بعض لوگ مسخ ہو جائیں گے۔ بعض پر پتھر برسیں گے۔ اور لشکر سفیانی جو قتل امامؑ کو جائے گا بیداء میں دھنس جائے گا اور ان میں سے جو دو شخص زندہ بچیں گے۔ ان کے منہ مسخ ہو کر پیچھے کو پھر جائیں گے (جیسا کہ علائم ظہور میں آئے گا) اب تک ظالمین وکافرین کو مہلت دی ہوئی ہے۔ اور ان عذابوں سے بچے ہوئے ہیں۔ اور اس آیت کی تاویل ابھی تک نہیں آئی۔ زمانہ ظہور اسلام میں آئے گی ؛

سی ویکم فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ اس آیت کی صورت تنزیلی باب قیامت کہی جاتی ہے۔ مگر صورت تاویلی زمانہ ظہور مہدیؑ میں صادق آئے گی۔ جب خدا ان کے ظہور کا ارادہ کرے گا۔ تو ان کے دل میں القاء کر دے گا۔ اور پھونک دے گا۔ ذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ مدثر تو یہ دن بڑا سخت ہوگا۔ اور کافروں کے لئے آسان نہ ہوگا۔ وہ جناب اس الصامر اور نقر کے بعد خروج فرمائیں گے اور دشمنان خدا کو قتل کریں گے ؛

سی و دوم قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کہہ دو اے پیغمبرؐ کہ حق آگیا اور باطل نیست ونابود ہوگیا۔ بیشک باطل مٹ جانے ہی والا تھا۔ بلا شک وشبہ جملہ انبیاءؑ حق لے کر آئے۔ اور پیغمبر خاتم النبیینؐ مجسمۂ حق تھے۔ اور ہدایت اور کامل دین حق کے ساتھ بھیجے گئے۔ لیکن باطل ابھی تک دنیا سے بالکلیہ نیست ونابود نہیں ہوا۔ بلکہ ابھی تک روئے زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ مگر ضرور ہے کہ یہ بالکل مٹ جائے۔ اور یہ فرزند رسولؐ اور جزو نور محمدیؐ مہدیؑ امت کے ہاتھ پر ہوگا۔ جب کہ سوائے دین حق دنیا میں کچھ باقی نہ رہے گا۔ اور اسی وقت یہ آیت اپنے اصلی معنوں میں صادق آئے گی۔ اور یہی حق مہدی امت ہے۔ اسی واسطے

وقت ولادت باسعادت حضرت ختمی مرتبت منادی نے آسمان سے ندادی تھی۔ جاء الحق و زھق الباطل الخ اور اسی وجہ سے وقتِ ولادت باسعادت مہدیٔ امت نے تلاوت کی تھی۔ کہ تکمیل اس کی مجھ سے ہوگی۔ اور اس کے صدق کا آئینہ میں ہوں۔ اور یہی آیت ان کے اعضاءِ سجدہ پر نقش تھی۔

سی وسوم سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ہم ان کو اپنی نشانیاں اطراف و آفاق عالم اور خود ان کے نفسوں میں دکھلاتے ہیں۔ تاکہ یہ ظاہر ہو جائے اور کھل جائے۔ کہ یہی حق ہے۔ وقت ظہور قائم اہل عناد آفاق عالم میں قحط و کشت و خون و غارت اور اپنے اندر مسخ وغیرہ کی آیات دیکھیں گے۔ اور ایسی آیات الٰہی نظر آئیں گی۔ کہ سب جان لیں۔ کہ قیام قائم حق ہے۔ اور اس نے ظہور فرمایا ہے۔ جس کے منتظر تھے۔ حق نام ہے مہدیٔ امت کا۔

سی و چہارم۔ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا یہاں تک کہ وہ دیکھیں گے۔ جو کچھ کہ ان سے وعدہ کیا گیا ہے یا عذاب یا قیامت۔ تو پھر اس دن جانیں گے۔ کہ باعتبار مرتبہ و مقام بدتر اور کون از روئے لشکر کمزور و ضعیف ہے۔ اس وقت یقین کریں گے۔ کہ لشکر امام کا مقابلہ کوئی صاحب دولت و حشمت نہیں کر سکتا۔ جدھر پھریرا ہلا دیں گے فتح ہوگی۔ اور مشارق و مغارب عالم کو زیر کر لیں گے والحمد للہ علی احسانہ و انعامہ خدا کہیں جلد وہ دن لائے فَإِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا۔

یہی وہ وعدۂ خاص الٰہی ہے۔ جو اس نے اپنے حبیبؐ سے کیا تھا۔ اور جس کی بابت یوں دعا کرنے کا حکم دیا تھا۔ قُلْ رَبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ (مومنون ع ۲٦) کہو اے حبیبؐ کہ پروردگارا جس چیز کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اگر مجھے ابھی دکھلا دے (تو کیا اچھا ہو)۔ وَإِنَّا عَلَىٰ أَنْ نُرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَادِرُونَ خود اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ کہ بیشک ہم اس کے تجھ کو دکھلانے پر ہر حال میں قادر ہیں۔ جو ان سے وعدہ عذاب کیا گیا ہے۔ اور پھر اس کی صورت بھی خود بیان کرتا ہے۔ کہ إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ الخ۔

بیشک جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھ کو پھر تیری بازگشت کی طرف لوٹانے والا

ہے۔ یعنی اس میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ جب وہ وقت آئے گا۔ اور وہ وعدہ پورا ہوگا۔ تو ہم تجھ کو اے حبیبؐ پھر اس عالم میں لوٹا لائیں گے۔ اور اس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔ اور تجھ کو دکھلائیں گے۔ اور وعدۂ ظہور حق و غلبہ کلی اسلام اور عذاب معاندین و مشرکین موقوف ہے ظہور قائم آل محمدؐ پر۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس وقت مشرکین کو بالکلیہ قتل کر دیا جائے گا۔ پس یہ وعدہ وعدۂ قیام قائمؑ ہے۔ اور یہ وقت وقتِ ظہور و خروج امامؑ۔ لہٰذا یہ سی و پنجم پینتیسویں آیت ہے شان امام مہدی علیہ السلام میں۔

اور یہی وہ وعدہ ہے۔ جس کی بابت کافرین پیغمبرؐ اور متبعین پیغمبرؐ سے پوچھتے تھے۔ مَتٰى يَوْمُ الْفَتْحِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اے مسلمانو! بتلاؤ۔ وہ روز فتح جس کے تم امیدوار ہو کہ غلبہ کلی تمہیں حاصل ہوگا۔ اور تمام ادیان پر فتح پاؤ گے۔ وہ فتح کا دن کب ہوگا؟ اس کے جواب میں قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ سجدہ کہہ دو۔ کہ اس فتح کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ اس دن ان کو مہلت دی جائے گی۔ پس ان سے اعراض کر۔ اور منتظر روز فتح اور وعدۂ الٰہی رہو۔ کیونکہ یہ بھی منتظر ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ وعدۂ الٰہی ابھی پورا نہیں ہوا۔ یہ فتح ابھی پیغمبرؐ کو نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس فتح کی نشانی یہ ہے۔ کہ اس دن کافرین کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ اور اس دن ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔ اور اب تک ایسی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ اور نہ ایسا حکم قتل عام اور کافرین پر عذاب نازل ہوا۔ جس میں مہلت نہ دی جائے۔ سب سے بڑی فتح فتح مکہ ہے۔ جس کو خدا فتح مبین کہتا ہے۔ اس میں یہ دو باتیں موجود نہیں ہیں۔ اس دن کافرین و مشرکین کا ایمان لانا مفید ہوا۔ سب کو معاف کر دیا گیا۔ حتےٰ کہ مشرکین خاص اور دشمنان خدا و رسولؐ کو بھی اس دن معاف کر دیا گیا۔ اور حکم جزیہ و صلح آج تک جاری ہے۔ اور اس لئے یہ وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ بلکہ اسی وقت ہوگا۔ جب کہ کافرین و مشرکین کو بالکل نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ بالکل مہلت نہ دی جائے گی۔ اور اس وقت ان کا خوف سے ایمان لانا قبول نہ ہوگا۔ جزیہ نہ لیا جائے گا۔ صلح نہ کی جائے گی۔ اور اسی دن یہ آیت بھی صادق آئے گی۔ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا اور جزو اخیر آیت دال ہے۔ کہ پیغمبرؐ کو ابھی انتظار کا حکم ہے۔ اور کافرین بھی اس عذاب کے منتظر ہیں۔ پس یہ فتح و نصرت آل محمدؐ ہے۔ اور یہ سب وعدے انہی کے ہاتھ پر پورے ہوں گے۔ اور رسولؐ خود تشریف لا کر دیکھیں گے۔ یہاں سے ثابت ہوا۔ کہ جس قدر آیا

متعلق وعدہ و وقت وعدہ و فتح و نصرت سابقاً مذکور ہوئیں۔ ان سب کی تائید و تصریح اس آیت سے ہوتی ہے۔ اور ضرور ان سب کا مصداق وہی جناب ہیں۔ اور اسی دن تمام ادیان پر غلبہ کلی ظاہری حاصل ہوگی۔ اور یہ سی و ششم چھتیسویں آیت ہے شان امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں:-

سی و ہفتم۔ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً اس نے تم پر نعمت ظاہریہ اور نعمت باطنیہ کو جاری کر دیا ہے۔ اور کامل کر دیا ہے۔ اسی میں تاویلاً نعمت ظاہرہ سے امام ظاہر و حاضر اور نعمت باطنہ سے امام غائبؑ مراد ہے۔ اور کون اس میں شک کر سکتا ہے۔ کہ بہترین و کامل ترین و اعلےٰ ترین نعمتِ خدا نعمتِ ہدایت و ہادی ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جس سے نظام عالم وابستہ ہے۔ اور یہی وہ نعمت ہے۔ جو باعثِ وجود عالم ہے۔ یہی وہ نعمت ہے۔ کہ باقی تمام نعمات و رحمات اس کے تحت میں ہیں۔ اور اسی کے واسطے اور وسیلے سے پہنچتی ہیں۔ اور تمام عالم میں اس کا فیض جاری ہے۔ اور اسی واسطے اوّل مظہر رحمت واسطہ کاملہ شاملہ تامہ باقیہ دائمہ کے حق میں فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ "اے ہمارے حبیبؐ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام عوالم کے لئے رحمت بنا کر" پس وجود محمدی تمام عالم کے لئے رحمت ہے۔ اور اسی طرح وجود نفس محمدی تمام عوالم کے لئے رحمت و نعمت۔ اور یہی وہ نعمت ہے جس کی بابت خدا لوگوں سے قیامت میں سوال کرے گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ "پھر تم سے ضرور بالضرور اس دن نعمتوں کی بابت سوال کیا جائے گا" خدا کی شان اس سے کہیں ارفع و اعلےٰ ہے۔ کہ وہ کھانے پینے کی چیزوں سے ہم سے سوال کرے کہ میں نے تمہیں روٹی دی۔ میں نے تمہیں پانی دیا۔ میں نے تمہیں آم کھلائے۔ میں نے تمہیں بیر کھلائے۔ میں نے سیب دئیے۔ اور میں نے تمہیں انگور دئیے۔ غنی و جواد و کریم و فیاض مطلق کے لئے ممکن ہے؟ کہ وہ ان ادنےٰ چیزوں۔ سبز کھیتوں۔ سبزی ترکاریوں سے سوال کرے درآنحالیکہ اس نے محض اپنے کرم و جود و عطاء و فیض و تفضل سے عطا کی ہیں۔ بلکہ خلقت عالم مقام جود سے ہے۔ پھر جواد خود کس طرح ان چیزوں سے سوال کرے گا۔ کوئی سخی کوئی نعمت دے کر احسان نہیں جتاتا اور باز پرس نہیں کرتا۔ خداوند عالم جو غنی مطلق ہے۔ وہ کیونکر ذرا ذرا سی چیزوں کی باز پرس کرے گا۔ سوال اس نعمت سے ہوگا۔ جس کی اطاعت اس نے فرض کی ہے اور ہادی بنا کر بھیجا ہے۔ اور اسی نعمت سے خود رسول خدا روز قیامت سوال کریں گے۔ جیسا کہ باب

اہل البیتؑ میں آچکا ہے۔ پس ضرور وجود امامؑ نعمت عامہ تامہ کاملہ شاملہ ہے۔ اور اس لئے نعمت ظاہرہ امامؑ حاضر ہے۔ اور نعمت باطنہ امام غائبؑ۔ یہ وہ نعمت کاملہ شاملہ ہے۔ کہ جس وقت اس کا ظہور ہوگا۔ تمام نعم دنیاوی اہل دنیا کو حاصل ہو جائیں گی اور دنیا دار النعیم بن جائے گی۔ اور اسی واسطے ہم نے کہا تھا۔ کہ تمام نعمتیں اس نعمت کے تحت ہیں۔ اور جو اس نعمت کا منکر ہے یا کفران نعمت کرتا ہے۔ اس سے پھر ہر ایک نعمت کی باز پرس ہے۔ جو اس کے وسیلے سے پہنچی ہیں اور اس کے ماتحت ہیں۔ فَلَا تَکُن مِنَ الکَافِرِین وَکُن مِنَ الشَّاکِرِین دیکھو کتب فضائل و مناقب ینابیع وغیرہ و ایضاً بعض کتب تفاسیر ثعلبی وغیرہ ؛

ستّی و ہشتم وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِی فَاِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (طہٰع) اور جس نے ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہے۔ تو ضرور اس کے لئے نہایت تنگ معیشت و بربیہ ہے۔ اور روز قیامت ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ اور اس وقت وہ کہے گا۔ کہ پروردگارا تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں تو بینا تھا۔ اس وقت خدا فرمائے گا۔ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اسی طرح تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں۔ تو نے انہیں ترک کیا اور انہیں بھلا دیا۔ پس اسی طرح سے آج تو بھلا دیا جائے گا۔ اور چھوڑ دیا جائے گا۔" اس آیت سے دو باتیں ثابت ہیں اوّل یہ کہ جو کافرین و منکرین خدا اور اس کی عبادت اور اس کے ذکر سے اعراض کرنے والے ہیں۔ ان کی روزی دنیا میں خدا نے بہت تنگ بنائی ہے۔ دُوسرے یہ کہ ایسے لوگ روز قیامت اندھے اُٹھیں گے۔ مگر یہ دونوں امر خلاف واقع اور نیز دُوسری آیات کے متناقض ہیں۔ کیونکہ تاریخ و مشاہدہ بتلا رہا ہے۔ کہ آج تک منکرین خدا و رسولؐ مقابلہ مومنین مسلمین نہایت فراخ روزی میں بسر کرتے رہے ہیں۔ اور اب تک نعمات دنیا انہی کا حصہ رہی ہیں۔ اور نیز خدا خود فرماتا ہے۔ کہ اگر ہمیں مومنین کی تنگ دلی اور ان میں سے بعض کے پھر جانے کا خیال نہ ہوتا تو ہم ان کو اس سے بھی زیادہ دیتے۔ اور ان کے گھر اور چھت اور کوٹھے سب سونے چاندی کے بنا دیتے۔ اور اسی واسطے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اَلدُّنْيَا سِجْنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَجَنَّةٌ لِلْكَافِرِيْنَ یہ دنیا مومنین کے لئے قیدخانہ اور کافرین کے لئے بہشت ہے۔ پھر کہاں کافرین اور مومنین کی روزی تنگ ہوئی اور کیوں کر یہ آیت صادق آئی۔ اور اسی طرح روز قیامت ان سب کا اندھا اُٹھنا بالکل خلاف واقع ہے۔ کیونکہ آیۂ سورۂ قٓ دلالت کرتی ہے کہ اس

زیادہ بصارت والے اُٹھیں گے اور نگاہ تیز ہوگی۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۔ پس اس وقت تجھ سے حجت عوائق مادیہ کھول دیں گے۔ پھر تیری بصارت اس دن خوب تیز ہو جائے گی۔ اور احادیث اسی پر دال ہیں۔ اور حکماء نے تحقیق کیا ہے۔ کہ مرنے کے بعد قوائے احساسیہ وادراکیہ نفسانیہ دس گنی ہو جاتی ہیں۔ کیوں کہ حاجب زمانع ایک درجہ برطرف ہو جاتا ہے۔ بنابریں معلوم ہوا۔ کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے۔ اور ضرور اس قیامت سے قیامت کبریٰ مراد نہیں ہے۔ بلکہ یہ حالت ان کافرین ومنکرین کی زمانہ ظہور نور محمدی میں ہوگی۔ اور اس وقت ان کی معیشت نہایت درجہ تنگ ہوگی۔ چنانچہ واقعات زمانہ ظہور اور روایات شاہد ہیں۔ اور روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ اس دن یہ معاندین ومنکرین ناصبین اس نور محمدی کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اور اس نعمت اور اس نور سے محروم رہیں گے۔ اور قیامت سے مراد اس آیت میں یہ قیامت صغریٰ ہے۔ اور اسی واسطے روایات میں آپؑ کا نام قیامت بھی ہے۔ اور ساعت بھی۔ جیسا کہ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ہیں۔ کہ بیشک ساعت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ قیام وخروج اس جنابؑ کا حتمی ولازمی ہے اس میں کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور ساعت کبریٰ وقیامت کبریٰ اس کے بعد واقع ہوگی۔ اور یہ اسی قیامت کبریٰ کے علائم وآثار اور مقدمات میں سے ہے۔ پس کوئی منافات اس میں نہیں ہے۔ کہ قیامت کبریٰ کے ساتھ اس کو بھی ساعت وقیامت سے تعبیر کیا جائے۔ تامل فیہ

سی ونہم وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (زمر ۶) اہل وقت زمین اپنے مربی کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ اور کتاب سامنے رکھی جائے گی۔ اور انبیاءؑ اور شہداءؑ کو بلایا جائے گا اور ان کے درمیان سچا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ خاص انبیاءؑ اور شہداءؑ کے جمع ہونے اور ان کے متعلق فیصلہ کئے جانے کا دن وہی ہے جبکہ انبیاءؑ واولاد انبیاءؑ کے خون اور ظلم و جور کا انتقام لینے والا منتقم من اللہ ظاہر ہوگا۔ ورنہ حشر عمومی اور قیامت کبریٰ میں جملہ مخلوقات کا فیصلہ ہوگا۔ اور نیز وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا سے بھی ثابت ہے۔ کہ یہ قیامت کبریٰ کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ قیامت کبریٰ میں نہ یہ زمین باقی رہے گی اور نہ یہ آسمان يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ۔ اور یہ فیصلہ زمین پر ہے۔ اور زمین نور مربی سے روشن

ہوگی، پس ضرور یہ قیامت صغریٰ لے خروج مہدی آخر الزماںؑ ہے۔ فلا تکن من الممترین
چہلم۔ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى
النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ
(توبہ ع ۱۳ پ ۱۱) اور ان لوگوں میں سے جو تمہارے ارد گرد دیہاتی ہیں کچھ منافقین ہیں۔ اور ان اہل مدینہ
میں سے بھی منافق ہیں جو نفاق پر خوب اڑے ہوئے ہیں۔ تم ان کو نہیں جانتے ہو۔ ہم ان کو
خوب جانتے ہیں۔ ہم انہیں دو مرتبہ عذاب کریں گے۔ اور پھر عذاب عظیم کی طرف بھیجے جائیں گے۔
ظاہر الفاظ آیہ سے ثابت ہے۔ کہ عذاب عظیم عذاب آخرت ہے۔ چنانچہ اور دوسری آیات میں
اس کو عذاب اکبر بھی کہا گیا ہے۔ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ
أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ پھر اللہ نے ان کو زندگی دنیویہ میں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھایا اور بیشک
آخرت کا عذاب بہت بڑا عذاب ہے۔ کاش کہ وہ جانتے "۔ اور کہیں اس عذاب کو اشد عذاب
کہا گیا ہے۔ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ
إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (بقرہ) پس کیا جزا ہے ان کی جو ایسا
کرتے ہیں۔ الّا یہ کہ ان کو دنیا میں رسوائی اور ذلت نصیب ہو۔ اور روز قیامت وہ سخت ترین
عذاب کی طرف لوٹائے جائیں "۔ اس سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ تمام کافرین کو دنیا میں ذلت و
رسوائی ضروری ہے۔ مگر اب تک اس کے خلاف ہے۔ اور نسبتہً وہ بہت زیادہ عزت میں
ہیں۔ اس لئے ضرور قیامت کبریٰ اور عذاب اشد اکبر سے پہلے دنیا میں خدا سب کافرین کو
سزا دے گا اور عذاب کرے گا۔ اور یہ بات کلیتہً نصیب نہ ہوگی مگر اس وقت جبکہ غلبہ کلی اسلام کو حاصل
ہو۔ یعنی وہ وقت خروج مہدی آخر الزماںؑ دھوالحق۔ اور اس وقت بہت سے کافر مردہ بھی
زندہ کرکے عذاب کئے جائیں گے۔ اور وہی وہ دوسری زندگی ہے۔ جس کا ذکر وہ روز قیامت
یوں کریں گے۔ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ
إِلَىٰ خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ (مومن) اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دو دفعہ مارا۔ اور مارنے کے بعد
دو دفعہ جلایا۔ پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کر لیا۔ تو کیا اب ہمیں یہاں سے
نکلنے کا کوئی راستہ مل سکتا ہے "۔ یہ ایک دفعہ عام موت کے بعد زمانہ ظہور مہدی میں زندہ
جائیں گے۔ اور پھر مرنے کے بعد دوبارہ قیامت کبریٰ کو اٹھائے جائیں گے۔ دو دفعہ مارنا اور
دو دفعہ جلانا بلا حقیقت زمانہ ظہور کسی طرح صادق نہیں آسکتا۔ صدق احیاء بعد موت ہے۔ اور

امت بعد حیات اور ایجاد اولی کو احیاء نہیں کہتے۔ اور موت ثانوی دنیا میں ثابت نہیں۔ اِلّا وہی رجعی
فلاتکن من الشاکین۔

چہل ویکم وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ وَوَقَعَ الْقَوْلُ
عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ ۝ اور جس دن ہم ہر ایک امت میں سے ایک ایک جماعت
کو جمع کریں گے اور بلائیں گے اُن لوگوں میں سے جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے۔ پھر وہ
علیحدہ علیحدہ ٹولیاں بنا دئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ آئیں گے۔ تو وہ کہے گا۔ کیا تم نے میری آیات
کی تکذیب کی؟ حالانکہ تمہارا علم ان پر احاطہ رکھتا یا تم پڑھے ہوئے کیا کرتے رہے؟ پس ان پر ان کے ظلم
کی وجہ سے وعدہ عذاب آگیا اور بول بھی نہ سکے " یہ ہر ایک جماعت و گروہ کے مکذبین کی ایک ایک
ٹولی بھی زمانہ ظہور امام ہی میں جمع کی جائے گی اور اُٹھائی جائے گی۔ کیونکہ روز قیامت کبرے تو بلا استثناء
جملہ مخلوقات کا حشر ہوگا نہ کہ صرف ایک ایک جماعت خاص کا۔ اور وہ بھی ان کا جو مکذبین آیاتِ الہی
ہیں۔ چنانچہ سورۃ کہف رکوع ۶ میں فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ
فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝ اور اس دن سے ڈرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلا دیں گے اور تم زمین کو پہاڑوں
سے خالی پاؤ گے۔ اور سب کا حشر اور سب کو جمع کریں گے۔ اور ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے " یہ ہے
حشر کلی اور حشر عمومی۔ اور سابق الذکر حشر خاص ہے۔ جو وقت خروج امام ہوگا۔ اور یہ آیت اسی جناب سے
تعلق رکھتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں سے بعض اسماء و القاب میں مذکور
ہوں گی اور بعض دوسرے ابواب میں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ
الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۝

فصل

(اسماء و القاب امام علیہ السلام)

تمہید یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کثرت اسماء کثرت اوصاف پر دلالت کرتی ہے۔ اور
اسی طرح بالعکس یعنی کثرت اوصاف موجب کثرت اسماء ہے۔ مثلاً ایک شخص کتابت جانتا ہو

اس کو صرف کاتب کہیں گے۔ ایک شخص شعر کہنا جانتا ہے اس کو شاعر۔ اور ایک شخص جو لکڑی کی صنعت جانتا ہے اس کو نجار۔ اور لوہے کا کام جاننے والے کو لوہار۔ اسی طرح ایک شخص عالم ہے اور صرف علم فقہ خوب جانتا ہے اس کو فقیہ کہتے ہیں۔ جو شخص فلسفہ جانتا ہے اس کو فلسفی اور فلاسفر۔ اور علم حکمت جاننے والے کو حکیم اور علم طب جاننے والے کو طبیب اور علم ہندسہ جاننے والے کو مہندس اور علم حساب جاننے والے کو محاسب کہتے ہیں۔ اور جس شخص میں ان میں سے دو یا کئی اوصاف ہوں تو اس کے کئی نام لئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کتابت بھی جانتا ہے۔ شعر بھی کہتا ہے۔ علم ہندسہ سے بھی واقف ہے اور حساب بھی جانتا ہے۔ اس کو کاتب۔ شاعر۔ مہندس اور محاسب کہیں گے۔ اگر وہ بہادر بھی ہے۔ تو شجاع بھی کہلائے گا۔ اگر وہ خوبصورت ہے اور اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ تو حسین کہلائے گا۔ اور بلحاظ جمال و صباحت۔ جمیل و صبیح۔ اور اگر صاحب خلق حسن ہے۔ تو کریم۔ رحیم۔ حلیم سخی۔ صابر۔ شاکر۔ متحمل اور عادل و منصف وغیرہ اسماء سے پکارا جائے گا۔ پھر اگر مثلاً علم فقہ۔ حدیث تفسیر۔ کلام۔ فلسفہ سے بھی واقف ہے۔ تو فقیہ۔ محدث۔ مفسر اور متکلم و فیلسوف کہلائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ذات جامع جمیع صفات کمالیہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ ہزاروں ناموں سے موصوف و متصف ہے حالانکہ ذات مجرد مطلق و بسیط محض ہے۔ بلحاظ خالقیت و رازقیت خالق و رازق کہلاتا ہے۔ باعتبار احیاء و امامت محی و ممیت۔ بسبب قیام و تقویم اشیاء حی قیوم۔ بلحاظ علم و حکمت علیم و حکیم۔ اور چونکہ ہر ایک شے کو دیکھتا اور ہر ایک آواز کو سنتا ہے سمیع و بصیر کہلاتا ہے۔ چونکہ ہر شے پر باختیار و ارادہ قدرت رکھتا ہے۔ قادر و مختار و مرید کہا جاتا ہے۔ بوجہ رحمت و لطف و کرم رحیم و رحمٰن و لطیف و کریم اس کے نام ہیں۔ بلحاظ تنویر عالم امکان نور السموات و الارض۔ منور النور۔ خالق النور کہلاتا ہے۔ وعلےٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح اس کے مظہر کامل و آئینہ صفات کاملہ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے اسماء گرامی ہیں۔ مثل محمد۔ احمد۔ عبداللہ۔ یٰسین۔ طٰہٰ۔ ذکر۔ مزمل۔ مدثر۔ نٓ و قلم۔ جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور بہت سے اسماء احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ اور القاب کلام مجید میں بہت سے ہیں۔ اور آنحضرت جامع جمیع اوصاف انبیاء ہیں۔ اور مہدی آخر الزمان وارث اوصاف محمد مصطفےٰ لہٰذا وہ بھی جمیع اوصاف انبیاء کو حاوی و جامع ہیں اور خلیفہ خدا و حجۃ اللہ۔ اس لئے ان کے اسماء و القاب بھی بلحاظ کثرت اوصاف بہت ہی زیادہ ہیں۔ بلکہ ہم سب پر احاطہ بھی نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ اولیاء و انبیاءؑ میں اب صرف آپؑ ہی باقی ہیں۔ بقیۃ اللہ و بقیۃ الانبیاءؑ کہلاتے ہیں۔ اور بلحاظ اس کے کہ

آپ ہی زمین خدا پراس کی حجت ہیں۔ خلیفۃ اللہ و خلیفۃ الاتقیاء۔ حجۃ اللہ و برہان اللہ کہے جاتے ہیں۔ اور چونکہ آخر امام ہیں۔ قائم الائمۃ اور خاتم الاوصیاء کہلاتے ہیں۔ اور امام زمانہ ہونے کی وجہ سے صاحب۔ صاحب الامر۔ صاحب العصر۔ صاحب الزمان۔ صاحب الناحیۃ۔ قائم الزمان۔ قیم الزمان۔ قائم اور مسیح الزمان کے نام سے موسوم ہیں۔ اور بسبب غائب ہونے کے غیب۔ غائب اور صاحب الغیبۃ اور بعد غیبت رجوع کرنے اور صاحب حکم و ملک ہونے کی وجہ سے صاحب الرجعۃ۔ صاحب الکرۃ البیضاء۔ صاحب الدولۃ الزہراء اسماء گرامی ہیں۔ بلحاظ ہادی حق ہونے کے حق و صدق و لسان الصدق۔ داعی و ہادی و مہدی۔ میزان الحق۔ ہدایت و صراط کہے جاتے ہیں۔ اور بوجہ نورانیت ظاہریہ و باطنیہ و انتشار و اعلان و اظہار نور محمدی مصباح منیر۔ ضیاء و سناء و صبح۔ مسفر۔ نور آل محمد۔ نور الاصفیاء۔ ضیاء۔ نجم۔ نور الاتقیاء اور وارث نبوی اور وارث زمین ہونے کی وجہ سے وارث اور مربی زمین ہونے کے باعث رب الارض۔ اور باعث انعام و احسان خلق ہونے کے سبب۔ قسیم۔ محسن۔ مفضل۔ منان ہیں۔ بوجہ مظہر اوصاف الٰہی و خلیفہ ہونے کے وجہ اللہ۔ عین اللہ۔ ید اللہ۔ یمین اللہ۔ قوۃ اللہ۔ حبیب اللہ کے القاب سے پکارے جاتے ہیں۔ اور چونکہ دشمنان خدا و رسول سے بدلہ اور انتقام لیں گے اور ان کو قتل کریں گے اور سب پر غالب رہیں گے [illegible] صمصام الاکبر۔ قاتل الکفرۃ۔ قابض۔ قاطع۔ لواء اعظم [illegible] وغیرہ اسماء سے بلائے جاتے ہیں۔ اور چونکہ مومنین ان کے منتظر ہیں۔ اور نیز [illegible] گئے۔ اور آسائش مومنین انہی سے وابستہ ہے۔ اور غریبوں اور بیکسوں کی وہی مدد کرنے والے ہیں۔ مفرج اعظم۔ مأمول۔ السلطان المامول۔ موعود۔ منتظر۔ مؤمل۔ بقیۃ الصابرین۔ کاشف الغطاء۔ الفرج الاعظم۔ غایۃ الطالبین۔ غوث و غوث الفقراء فرج المومنین۔ فتح و نصر و ناصر ان کے نام ہیں۔ اور اقامہ عدل کی وجہ سے عدل و عادل و قسط کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ وعلٰی ہذا القیاس اور بہت سے اسماء گرامی ہیں۔ چنانچہ کتب غیبت میں منقول و مروی ہیں۔ اور ان میں سے اکثر بحسب ترتیب حروف تہجی یہاں لکھے جاتے ہیں۔ اور مناسب ہے کہ یہ ترتیب مراق کتاب مستطاب۔ نجم ثاقب ہو۔ کیونکہ اس سے جامع فہرست کسی کتاب میں نہیں ہے۔ مزدری کمی بیشی اور جرح و تعدیل اپنے اپنے مقام پر آتی رہے گی۔ اور وہ فہرست اسماء یہ ہے:۔

(۱) پہلا نام حضرت کا احمد ہے۔ چنانچہ شیخ صدوق نے کمال الدین میں امیر المومنین سے

روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؐ نے۔ کہ میرے فرزندوں میں سے ایک شخص آخر زمانے میں ظہور فرمائے گا۔ اور اس کے دو نام ہوں گے۔ ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر پس وہ نام جو مخفی ہے وہ احمدؑ ہے اور جو ظاہر ہے وہ محمدؑ ہے:

اور شیخ طوسی نے حذیفہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے رسول خداؐ سے سُنا ہے کہ حضرتؐ نے مہدیؑ کا ذکر کیا۔ پس فرمایا۔ کہ بیعت کریں گے لوگ اُس کے ہاتھ پر درمیان رکن اور مقام کے۔ نام اُس کا احمدؑ ہے۔ اور عبداللہ اور مہدی بھی حضرتؑ کے نام ہیں:

اور تاریخ ابن خشاب وغیرہ میں مروی ہے۔ کہ وہ جناب صاحب ہیں دو ناموں کے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ان دو ناموں سے مراد اسم مبارک پیغمبرؐ کے ہیں کہ وہ احمدؐ اور محمدؐ ہیں:

(۲) دوسرا نام اصلؑ ہے۔ چنانچہ شیخ کشی نے اپنی کتاب الرجال میں ابو حامد بن ابراہیم مراغی سے روایت کیا ہے۔ کہ اس نے بیان کیا۔ کہ ابو جعفر بن احمد بن جعفر قمی عطار نے ایک رقعہ لکھا اصلؑ کی طرف۔ اور اُس میں صاحب ناحیہ و صاحب توقیع سے ہماری تعریف و توصیف کی۔ در آنحالیکہ اُس کے اور حضرت حجتؑ کے درمیان کوئی اور واسطہ نہیں تھا۔ پس اُس کا جواب آیا۔ کہ میں واقف ہُوا اُس مضمون پر جس میں تم نے ابو حامد کی توصیف کی ہے۔ خداوند عالم اُس کو اپنی طاعت کی وجہ سے معزز بنائے۔ اور اس حال کو بھی ہم نے سمجھا جیسا ہیں کہ وہ ہے۔ خداوند عالم اُس کو اُس کے واسطے اس سے اور زیادہ بہتر کرے۔ اور ہمیشہ فضل خدا اُس کے شامل حال رہے۔ اور خدا اس کا ولی ہو۔ اس پر بہت سلام ہو اور خاص کر تم پر:

اور ابو حامد کہتے ہیں۔ کہ یہ مضمون ایک طولانی رقعہ میں تھا۔ جس میں میرے بھائی کے فرزند کے لئے بہت سے امر و نہی مذکور تھے۔ اور اُس رقعہ میں کچھ مقام تھے کہ ان کو قینچی سے کاٹ دیا تھا۔ پس یہ رقعہ اسی ہیئت کے ساتھ علان بن حسن رازی کو دیا گیا:

اور ہمارے بھائیوں میں سے ایک بزرگ نے جس کو حسن بن نضر کہتے تھے وہ تمام باتیں نقل کرلیں جو ابو حامد کے لئے آئی تھیں۔ اور اس کو اپنے لڑکے کے پاس بھیج دیا۔ پس ظاہر ہے کہ اصلؑ اور صاحب ناحیہؑ اور صاحب توقیعؑ سے مراد امام عصرؑ ہیں:

اور کتب رجال میں مذکور ہے کہ اصلؑ سے مراد امامؑ ہے۔ اور اسی حدیث سے استشہاد کیا ہے۔ اور گو یہ بات متعین نہیں ہوئی۔ کہ حدیث میں اصلؑ سے مراد کون سے امامؑ ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ اصلؑ سے مراد امامؑ ہے۔ اور وجہ اس امر کی کہ اصلؑ سے

مراد امام عصرؑ یا اور کوئی امامؑ ہے ظاہر ہے۔ کیونکہ یہی نفوس قادسہ و مقدسہ ہر علم و خیر و برکت اور فیضان کی اصل ہیں۔ اور کوئی حق کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ مگر یہ کہ وہ انہی حضرات تک منتہی ہوتا ہے۔ اور کوئی نعمت نہیں ہے مگر ان کے ذریعہ اور طفیل سے مخلوقات کو پہنچتی ہے۔ اور یہی حجج اللہ اور خلفاء اللہ دنیا اور دین اور برزخ اور آخرت میں بندگان خدا کے مرجع اور مآب اور ماوے اور ملجاء ہیں۔ اور یہی نفوس عالیہ متعالیہ خلقت جمیع عوالم علویہ و سفلیہ کے مقصد اعلےٰ ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

(۳) تیسرا نام حضرت کا م ذقیدمو‌ا ہے۔ چنانچہ فاضل المعی میرزا محمد نیشاپوری نے کتاب ذخیرۃ الالباب معروف بدوائر العلوم میں ذکر کیا ہے۔ کہ نام مبارک حضرت کا توریت میں بلغت ترکوم او قید موّ ہے۔

(۴) چوتھا نام حضرت کا ایزد شناس ہے۔ اور ان کے عارف خدا ہونے کی وجہ ظاہر و باہر ہے۔ بلکہ وہ مجسمۂ معرفت خدا ہیں۔ بلکہ حقیقت اصل عالم امکان ہیں۔ اوّل مخلوق اور نقطۂ دائرہ تکوین انہی کا نور ہے۔ اور تمام مخلوقات عالم اس نور کی شعاعیں ہیں۔

(۵) پانچواں نام ایزد نشانؑ ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں مسطور ہے۔ کہ یہ دونوں نام حضرت حجتؑ کے مجوس کے نزدیک معروف و مشہور ہیں۔ اور شیخ بہائیؒ نے کشکول میں تحریر فرمایا ہے کہ فارسی لوگ اُس جنابؑ کو ایزد شناسؑ اور ایزد نشانؑ کہتے ہیں۔ یعنی اس آنے والے مہدیؑ کہ جس کے سب منتظر ہیں۔ اور اس کی وجہ تسمیہ بھی ظاہر ہے۔

(۶) چھٹا نام ایستادہؑ ہے۔ چنانچہ اُسی مقام میں ذکر کیا ہے۔ کہ یہ نام اُس جنابؑ کا کتاب شاکونی میں مذکور ہے۔ اور یہ ہم معنی قائمؑ ہے۔

(۷) ساتواں ابوالقاسمؑ ہے۔ چنانچہ احادیث معتبرہ میں خاص و عام سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ مہدیؑ میرے فرزندوں میں سے ہے۔ نام اس کا میرا نام ہے اور کنیت اس کی میری کنیت ہے۔ اور کمال الدین میں ابی سہل نوبختی سے اور عقید خادم سے مروی ہے۔ کہ اُس جنابؑ کی کنیت ابوالقاسمؑ ہے۔ اور تاریخ ابن خشاب میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ خلف صالح میرے فرزندوں میں سے ہے۔ اور وہی مہدیؑ ہے۔ نام اُس کا محمدؑ ہے اور کنیت ابوالقاسمؑ۔ اور نیز قاسم بن عدی سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں۔ کہ کنیت خلف صالح کی ابوالقاسمؑ ہے۔

اسی واسطے بعض احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ کہ جس شخص کا نام محمدؐ ہو۔ اس کی کنیت ابوالقاسم مت رکھو۔

اور بعضوں نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت حجتؑ کو اس کنیت سے مجالس اور محافل میں یاد کرنا حرام ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ جو حکم حضرتؑ کے اصلی نام کا ہے وہی حکم اس کنیت کا ہے۔

(۸) آٹھواں ابوعبداللہؑ ہے۔ چنانچہ گنجی شافعی نے کتاب بیان احوال صاحب الزمانؑ میں حذیفہ سے اور اُس نے رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ اگر ایام دُنیا میں سے صرف ایک ہی دن باقی رہے۔ تو لابُد ہے کہ خداوند عالم ایک شخص کو بھیجے۔ جس کا نام میرا نام ہوگا اور خلق اس کا میرا خلق ہوگا۔ اور کنیت اس کی ابوعبداللہؑ ہوگی۔ اور عنقریب بیان کیا جائے گا کہ وہ جناب اپنے تمام اجداد طاہرینؑ کی کنیت سے مکنّیٰ ہیں۔

(۹) نواں نام ابوجعفرؑ ہے۔ (۱۰) دسواں ابواحمدؑ اور (۱۱) ابوابراہیمؑ ہے۔ اور مروی ہے۔ کہ اُس جنابؑ کے واسطے اُن کے گیارہ آباد طاہرینؑ اور ایک چچا یعنی حضرت امام حسنؑ کی کنیت ہے۔

(۱۲) نام حضرت کا ابوالحسنؑ۔ (۱۳) ابوترابؑ ہے۔ کیونکہ یہ دونوں امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی کنیت ہیں۔ اگرچہ ثانی میں کچھ تامل ہے۔ لیکن اگر ابوترابؑ سے مراد صاحب خاک اور [illegible] کچھ مخالفہ نہیں معلوم ہوتا۔ چنانچہ تفسیر آیۂ مجیدہ فَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا میں وارد ہوا ہے۔ کہ ربّ زمین امام زمینؑ ہے۔ اور یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے نور کی زیادتی کی وجہ سے لوگ نور آفتاب و ماہتاب سے مستغنی ہو جائیں گے۔

(۱۴) نام ابوبکر ہے۔ اور یہ جناب امام رضاؑ کی ایک کنیت ہے۔ چنانچہ ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں اور دوسروں نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

(۱۵) ابوصالحؑ ہے۔ ذخیرۃ الالباب میں مذکور ہے۔ کہ اُس جناب کی کنیت ابوالقاسمؑ اور ابوصالحؑ ہے۔ اور یہ کنیت حضرتؑ کی صحرائی عربوں اور بادیہ نشینوں میں بہت معروف و مشہور ہے۔ اور اکثر وہ لوگ اپنے استغاثوں اور وسیلوں میں حضرتؑ کو اسی نام سے پکارتے ہیں۔ اور شعراء اور ادباء قصائد اور مدائح میں ذکر کرتے ہیں۔ اور پہلے زمانے میں یہ نام حضرتؑ کا بہت مشہور تھا۔

(۱۶) امیر الامرۃ ہے۔ امیر المومنینؑ نے یہ خطاب دیا ہے۔ اور ثقہ جلیل فضل بن

شاذان نے کتاب غیبت میں جناب صادق سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرتؑ نے بعد ذکر کرنے
فتن اور حروب اور آشوب کے فرمایا۔ کہ دجّال آئے گا اور لوگوں کے گمراہ اور اضلال کرنے میں سخت
کوشش کرے گا۔ پس اس وقت ظاہر ہوگا۔ امیر امرہ اور قاتل کفرہ اور سلطان مامول کہ اس کی
غیبت میں عقول متحیر ہیں۔ اور اے حسینؑ وہ تیرے فرزندوں میں سے نواں ہے۔ ظاہر ہوگا درمیان
رکن ومقام۔ اور جن وانس پر غلبہ پائے گا۔ توجیہ اس کی محتاج بیان نہیں ہے۔ بیشک وہ سب
امیروں پر امیر۔ اور سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

(۱۷) احسانؑ ہے۔ اور (۱۸) اذن سامعہؑ ہے۔ اور بلاشبہ وہ احسان عظیم الٰہی اور
اس کے بندوں کا فریادرس اور اس کا گوش شنوا ہے۔

(۱۹) ایدیؑ ہے۔ اور ظاہراً مراد ایدی سے جریہ کی جمع ہے اس جگہ بمعنی نعمت ہے۔
چنانچہ صدوق نے کمال الدین میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں جناب امام موسیٰ کاظمؑ سے
روایت کیا ہے۔ تفسیر میں آیہ مجیدہ واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ وباطنۃ کے۔ کہ نعمت ظاہرہ
امامؑ ظاہرؑ ہے اور نعمت باطنہ امام غائبؑ ہے۔ اور قرآن مجید میں مختلف مقاموں پر نعمت کی تفسیر
امامؑ سے کی گئی ہے۔ اور تفصیل اس کی تفسیر الآیات میں آچکی ہے۔ اور بلاشبہ امامؑ زماں نعمت
کاملہ شاملہ عاملہ تامہ خداوندی ہے۔

(۲۰) بقیۃ اللہؑ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ یہ نام اُس جنابؑ کا کتاب ذوہر
میں ہے۔ اور غیبت فضل بن شاذان میں جناب صادقؑ سے احوال قائمؑ میں مروی ہے۔ کہ
فرمایا حضرتؑ نے کہ جب وہ جناب خروج فرمائیں گے۔ تو دیوار کعبہ سے ٹیکا لگا کر کھڑے ہوں گے
اور حضرتؑ کے پاس تین سو تیرہ آدمی جمع ہوں گے۔ پس سب سے پہلے اس آیت کو تلاوت فرمائیں
گے۔ بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین یعنی بقیۃ اللہؑ تمہارے واسطے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ پھر
فرمائیں گے۔ کہ میں ہوں بقیۃ اللہؑ اور حجۃ اللہؑ اور خلیفۃ اللہؑ۔ پس نہیں سلام کرے گا حضرت کو کوئی
شخص مگر ان الفاظ سے۔ السلام علیكَ یا بقیۃ اللّٰہ فی ارضہ۔

اور شیخ فرات بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں عمران بن داہر سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے
کہ ایک شخص نے جناب صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ ہم حضرت قائمؑ کو اس طرح سلام کرتے
ہیں۔ یا امرۃ المومنین یعنی ہم اُن کو یا امیرالمومنین کہتے ہیں۔ پس حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ نہ ہرگز
نہیں۔ یہ ایک نام ہے کہ خداوند عالم نے امیرالمومنینؑ کو عطا کیا ہے۔ نہ اُن سے پہلے یہ نام رکھا

گیا تھا نہ اُن کے بعد میں کوئی شخص اس نام سے موسوم ہوگا مگر وہ شخص جو کافر ہے۔ راوی نے عرض کیا پس ہم کس طرح حضرت حجتؑ کو سلام کریں۔ فرمایا۔ کہو۔ السلام علیك یا بقیۃ اللہ اس وقت حضرتؑ نے یہ آیت پڑھی۔ بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین اور قریب قریب یہی مضمون کتاب فصول المہمہ میں مذکور ہے۔ اور آئندہ اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

(۲۱) **بئر معطلہ** ہے۔ چنانچہ علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں جناب صادقؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے۔ تفسیر میں آیۂ شریفہ وبئر معطلۃ وقصر مشید کے۔ کہ یہ ایک مثل ہے جو جاری ہوئی واسطے آلِ محمدؐ کے۔ بئر معطلہ وہ کنواں ہے۔ جس سے پانی نہیں نکالا جاتا۔ اور وہ امامؑ ہے جو غائب ہے۔ پس اس کے علم سے لوگ فائدہ نہیں اُٹھاتے جب تک کہ وہ غائب ہے۔ وھو ظاھر۔

(۲۲) **بلد الامین** ہے۔ یعنی قلعۂ محکم اور شہر محفوظ خداوند عالم ہے۔ کہ کوئی شخص اُس کو فتح نہیں کرسکتا۔ اور اس کی تحقیق حالات ظہور و فتوح امام علیہ السلام سے صاف ثابت ہوتی ہے۔

(۲۳) بہرامؑ ہے۔ بوجہ عادل کامل ہونے کے بہرام کہا گیا ہے۔ اور بوجہ قاتل کفار ہونے کے بہرام فلک یعنی مریخ سے تشبیہ مسلم ہے۔

(۲۴) بندۂ یزدانؑ ہے۔ یہ دونو نام حضرتؑ کے کتاب الیتاح میں مذکور ہیں۔ بندۂ یزداں ترجمہ عبداللہ ہے۔ اور آپ کا خاص برگزیدہ بندۂ خدا ہونا مسلم ہے۔

(۲۵) پیرویزؑ ہے۔ جو کتاب برزین میں مذکور ہے جو زرتشت کی تصنیف ہے۔

(۲۶) برہان اللہؑ ہے۔ جو کتاب انکلیون میں مذکور ہے۔ یہ نام قرآن میں ان کے جد بزرگوار جناب رسولؐ مختار کا ہے۔ اور آپؑ اس جنابؐ کے مظہر اور اس کے وارث ہیں۔ اور بلاشبہ آپ کا وجود مجسمہ برہان الٰہی اور دلیل توحید۔ دلیل نبوت دلیل امامت ہے۔ اور اپنی شہادت ساتھ رکھتا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

(۲۷) باسطؑ ہے۔ جو ہدایہ اور مناقب قدیمیہ میں مذکور ہے۔ جس کے معنی فراخ کرنے والا اور پھیلانے والا ہے۔ اور فیض اُس جناب کا جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے۔ مانند آفتاب تمام جگہ پہنچا ہے۔ اور ہر موجود کو اس سے فائدہ حاصل ہوا ہے۔ اور ایام ظہور میں آپ کا عدل ایسا منبسط اور عام ہوگا۔ کہ بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ پانی پئیں گے۔ چنانچہ تفسیر شیخ فرات بن ابراہیم میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ زمانہ ظہور مہدیؑ آخر الزماں میں یہودی اور نصرانی اور تمام مذاہب والے اسلام میں داخل

ہو جائیں گے۔ حتّٰی کہ بھیڑیا اور بکری اور گائے اور شیر اور انسان اور سانپ سب آپس میں مانوس اور مامون ہو جائیں گے۔ حتّٰی کہ چوہا کسی مشک کو پارہ نہیں کرے گا۔ اور اس وقت مظہریت اسم الباسط ذات مہدیؑ کے لئے فعلاً متحقق ہوگی۔ اگرچہ تمام ائمہؑ ید باسط الٰہی ہیں۔ خصوصاً جناب امیرالمومنینؑ ۔ اور شیخ متقدم احمد بن محمد بن عیاش نے مقتضب الاثر میں اپنی سند سے عبداللہ بن ربیعہ مکی سے اُس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے تھا۔ جو عبداللہ بن زبیر کے ہمراہ خانہ کعبہ میں کام کر رہے تھے۔ اور اس نے کارکنوں کو حکم دیا تھا۔ کہ جس قدر ممکن ہو گہری بنیاد کھود دیں تاکہ پایہ مستحکم ہو جائے۔ پس ہم کو اس کھدائی میں ایک بہت بڑا پتھر ملا۔ جو اُونٹ کے برابر تھا۔ اور اُس پر لکھا ہوا تھا بِسْمِ الْاَوَّلِ لَا شَيْءَ قَبْلَهُ لَا تَمْنَعُوا الْحِكْمَةَ اَهْلَهَا فَتَظْلِمُوهُمْ وَلَا تُعْطُوهَا غَيْرَ مُسْتَحِقِّهَا فَتَظْلِمُوهَا اور یہ تحریر بہت طولانی ہے۔ اور اس میں پیغمبرؐ کی بعثت کا ذکر ہے۔ اور حضرتؐ کے صفاتِ حمیدہ اور کردارِ جمیلہ کا ذکر ہے۔ اور منزل اور مدفن کا ذکر ہے۔ اور اسی طرح ہر ایک امامؑ کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جناب امام حسن عسکریؑ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ ایک نئے شہر میں دفن ہوں گے۔ اور بعد اُن کے منتظرؑ ہوں گے۔ کہ نام اُن کا پیغمبرؐ کا نام ہوگا۔ اور وہ عدل کا حکم دیں گے اور خود اس پر عمل کریں گے اور فعل منکر سے منع کریں گے اور خود اس سے پرہیز کریں گے۔ خداوند عالم ان کے وجود ذیجود سے تمام تاریکیوں کو دور کرے گا۔ اور رفع کرے گا ہر ایک شک اور اندھے پن کو۔ اور اُن کے زمانے میں بھیڑیا اور بکری ساتھ ساتھ چریں گے۔ اور مرغان ہوا اور ماہیان دریا مامون ہوں گے اور اُن سے اہل آسمان خوشنود ہوں گے۔ سبحان اللہ کیسے مقدس اور محترم ہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک۔ خوشحالی اُس شخص کا جو ان کی اطاعت کرے۔ اور بُرا ہے وہ شخص جو ان کی نافرمانی کرے۔ اور مبارک ہے وہ شخص جو اُن کے سامنے جہاد کرے۔ پس قتل کرے یا قتل ہو جائے۔ اُن پر خدا کی رحمت اور اس کا درود ہو۔ اور وہی ہیں ہدایت یافتہ اور وہی ہیں رستگار اور وہی ہیں کامیاب ۔

(۲۸) بقیۃ الانبیاءؑ ہے۔ یہ نام چند دیگر القاب کے ہمراہ حافظ برسی نے مشارق الانوار میں اور سید حسین مفتی کرکی سبط محقق ثانی نے کتاب دفع المناوات میں جناب حکیمہ خاتون سے نقل کیا ہے۔ کہ اُس جناب نے فرمایا۔ کہ پیدائش قائم آل محمدؐ کی شب نیمہ شعبان میں ہوئی ہے۔ پس میں اُس جنابؑ کو اُن کے بھائی محسن ابن علیؑ کے پاس لائی۔ پس حضرتؑ نے اُن کے روئے مبارک پر دست مبارک پھیرا۔ جو نور الانوار تھا۔ اور فرمایا۔ کلام کرائے حجۃ اللہ و بقیۃ الانبیاءؑ و نور الاصفیاءؑ و غوث الفقراءؑ و خاتم الاوصیاءؑ و نور الاتقیاءؑ و صاحب کرۃ البیضاءؑ۔ پس کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ چنانچہ باب ولادت میں مذکور ہو چکا ہے اور بعض

شیخ مشارق میں اس طرح ہے۔ کلام کرلے حجۃ اللہ وبقیۃ الانبیاءؑ وخاتم الاوصیاءؑ وصاحب الکرۃ البیضاء ومصباح البحار العمیقۃ الشدیدۃ البیضاءؑ کلام کرلے خلیفۃ الاتقیاءؑ ونور الاوصیاءؑ الخ۔ اور یہ تمام اسمائے مبارک اس جنابؑ کے ہیں۔ اور وجہ تسمیہ تمام کی ظاہر ہے۔ اور اپنے اپنے مقام بیان کا ذکر فی الجملہ تفصیل سے آئے گا۔

(۲۹) تالیؑ ہے۔ اور یوسف بن قزغلی سبط ابن جوزی نے اسے مناقب میں حضرت حجتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔

(۳۰) تائیدؑ ہے۔ جس کے معنی قوت وزور دینے کے ہیں۔ اور کمال الدین میں امیر المومنینؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے بعد ذکر کرنے شمائل اور اسمائے اس جناب کے فرمایا۔ کہ وہ جنابؑ اپنا دست مبارک لوگوں کے سروں پر رکھیں گے۔ پس کوئی مومن نہیں رہے گا مگر یہ کہ اس کا دل لوہے کے ٹکڑے سے زیادہ قوی اور سخت ہو جائے گا۔ اور ہر مومن کو خداوند عالم چالیس پہلوانوں کی طاقت عطا کرے گا۔

(۳۱) تمامؑ ہے۔ اور معنی اس کے واضح ہیں۔ کیونکہ وہ جناب تمام صفات حمیدہ اور کمال و افعال وشرافت۔ نسب وشوکت وحشمت وسلطنت وقدرت ورافت میں تام اور تمام ہیں۔ اور عیوب و نقصان وزوال ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ تمام سے مراد متمم ومکمل ہو۔ کیونکہ اسی جناب سے خلافت اور ریاست الٰہیہ اور زمین میں آیات باہرہ اور علوم واسرار انبیاءؑ واوصیاءؑ تمام اور کامل ہوں گے اور یہ اطلاق استعمال میں شائع ہے۔ اور یہ اسم مبارک اس آیہ مجیدہ سے مستنبط ہوتا ہے۔ وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا اور باب ولادت میں بیان ہو چکا ہے کہ امام جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے بازو پر یہ کلمہ کندہ ہوتا ہے۔ اور خصوصیت امام زمانؑ اس سے ظاہر ہے کیونکہ ظہور تمام کلمات الٰہیہ اسی جنابؑ سے ہوگا۔ فتامل۔

(۳۲) ثائرؑ ہے۔ اور ثائر اس بدلہ لینے والے کو کہتے ہیں۔ جو آرام نہ کرے جب تک کہ بدلہ نہ لے لے۔ اور وہ جنابؑ اپنے جد بزرگوار بلکہ تمام انبیاءؑ واوصیاءؑ کے خون کا بدلہ لیں گے۔ چنانچہ دعائے ندبہ میں ہے۔ این الطالب بذحول الانبیاء وابناء الانبیاء این الطالب بدم المقتول بکربلاء۔

(۳۳) جعفرؑ ہے۔ شیخ صدوق نے کمال الدین میں حمزہ بن الفتح سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ کہ ابو محمدؑ کے یہاں فرزند پیدا ہوا۔ جس کے پوشیدہ رکھنے کا انہوں نے حکم دیا۔ حسن بن منذر نے اس سے پوچھا۔ کہ اس مولود مسعود کا نام کیا ہے؟ کہا۔ کہ نام تو محمدؑ رکھا گیا ہے اور کنیت

جعفر۔ اور بظاہر اس کا یہ مقصد معلوم ہوتا ہے۔ کہ کنیت معروفہ نہ ہو۔ بلکہ نام کو کنیت بنایا گیا ہے۔
تاکہ لوگ اس کے نام کی تصریح نہ کریں۔ بلکہ کنایۃً جعفر سے اس کی تعبیر کریں۔ کیوں کہ ان کے چچا جعفر کا
خوف تھا۔ کہ جب شیعہ لوگ آپس میں باتیں کریں گے تو کہیں گے۔ کہ میں نے جعفر کو دیکھا یا جعفر امام سے
یا جعفر سے توقیع پہنچی ہے یا اس مال کو جعفر کے پاس لے جا۔ تو اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ جو جعفر کے
پیرو ہوں گے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکیں گے۔ کہ اس سے کوئی اور مقصود ہے۔ وہ اپنے جعفر کو سمجھیں گے۔ پس
شیعہ اُن کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ اور غیبت شیخ نعمانی میں جناب امام محمد باقرؑ سے۔ دو حدیثوں میں
مذکور ہے۔ کہ یہ حضرت کا لقب ہے۔ کہ اُس جنابؑ کو اُن کے چچا کے نام کی کنیت دی گئی۔ تاکہ
اُن کے نام سے اُن کے چچا کا نام بھی کنایۃً سمجھا جائے۔ پس بظاہر اُن دونوں حدیثوں سے یہی مقصد
ہوگا۔ اور علامہ مجلسیؒ نے یہ احتمال پیدا کیا ہے۔ کہ شاید آپ کے بعض چچا کی کنیت ابوالقاسم ہو۔
اور آپ کی کنیت ابوجعفر یا ابوالحسنؑ یا ابومحمد بھی ہو۔ کہ یہ تینوں جناب امام حسنؑ مجتبٰے کی کنیتیں ہیں۔
اور سید محمد حضرتؑ کے معروف چچا ہیں۔ بعد ازاں اُس احتمال کو بیان کیا ہے جو اُوپر ذکر کیا گیا۔ پھر
اُس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ درمیانی کنیت زیادہ ظاہر ہے۔ جیسا کہ حدیث حمزہ بن الفتح میں
گذرا الخ۔ اور یہ بات بہت عجیب ہے۔ کیونکہ نسخہ کمال الدین میں جتنے کہ خود اُس مرحوم کے نسخہ
میں جہاں سے نقل کیا ہے صرف جعفر ہے نہ ابی جعفر۔ اور منتہی الارب میں مذکور ہے۔ ویقال
فلان یکنی بابی عبداللہ مجہولا ولایقال یکنی بعبداللہ۔ پس جہاں ایسا کلام صادر ہو
کہ ابو کا لفظ نہیں ہے صرف عبداللہ یا جعفر ہے۔ تو اس سے نام مقصود ہوگا نہ کنیت۔ اور
یاد رہے کہ جعفر عربی زبان میں نہر کبیر کو کہتے ہیں۔ اسم مبارک حضرت صادق آل محمدؑ کے لئے وجہ تسمیہ
کتب احادیث سے محقق ہے۔ کہ وہ جناب نہر علوم الٰہی ہیں۔ بنا بریں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسی شباہت
سے اس جناب کو جعفر کہا گیا ہو۔ اور ظاہر جس قدر ظہور علوم الٰہی اس جناب سے ہوگا کسی سے نہیں
ہوا۔ باب خصائص میں معلوم ہوگا۔ کہ اس وقت تک علوم الٰہی کے دو حرف عالم کو تعلیم ہوئے
ہیں۔ اور کل حروف علم ستائیس۲۷ ہیں۔ باقی پچیس۲۵ حرف علم زمانہ ظہور امام مہدی آخرالزمانؑ میں
ظاہر ہوں گے اور تعلیم دئے جائیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دریائے علوم اسی جنابؑ سے
جاری ہوں گے۔ اور اس لئے حضرتؑ کو جعفر کہنا بالکل بجا و درست ہے۔ اور کسی اور تاویل و
تفسیر کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب نجم ثاقب اور بحار نے کیا ہے۔ اگرچہ وہ بھی
ممکن ہیں۔

(۳۴) **جمعہ** ہے۔ جرالباب آیۃ میں مشرحا مذکور ہوگا۔ جہاں اعمال مخصوصہ زمانہ غیبت اور ایام مخصوصہ اس جناب کا ذکر کیا جائے گا۔

(۳۵) **جابر** ہے۔ اور جابر کے معنی درست کرنے والا اور ٹوٹے کو جوڑنے والا ہے۔ پس یہ لقب حضرت کے خصائص سے ہے۔ کیونکہ فرج اعظم اور تمام کاموں کی کشائش اور قلوب شکستہ کی بندش اور دلہائے پژمردہ کی شگفتگی اور تمام نفوس منقبضہ کی خوشی اور امراض مزمنہ کی شفا آپ کے وجود مسعود سے وابستہ ہے۔

(۳۶) **جنب** ہے۔ احادیث متواترہ اور تفسیر آیۃ مجیدہ یاحسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ۔ میں مروی ہے۔ کہ امام علیہ السلام جنب اللہ ہے۔ اور جناب امیرؑ نے اکثر جگہ اپنے خطبات میں اپنے آپ کو جنب اللہ فرمایا ہے۔ اور اسی طرح امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جنب اللہ ہیں۔

(۳۷) **جوار الکنّس** ہے۔ یعنی وہ ستارے جو دوران حرکت میں شعاع آفتاب میں پنہاں ہو جاتے ہیں مثل وحوش کے۔ کہ جب وہ خواب گاہ میں آتے ہیں۔ تو وہاں پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور کمال الدین اور غیبت شیخ طوسی اور نعمانی میں جناب باقرؑ سے تفسیر آیہ مجیدہ فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس میں مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ مراد اس سے وہ امامؑ ہے جو سنہ ۲۶۰ ہجری میں غائب ہوگا۔ پس مانند شہاب درخشاں کے ظاہر ہوگا۔ اور اس راوی سے حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ اگر تو اس زمانے کو پائے۔ تو تیری آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ اور اس کی تفسیر باب تفسیر الآیات میں آچکی ہے۔

(۳۸) **حجۃ** اور **حجۃ اللہ** ہے۔ عیون اور کمال الدین اور غیبت شیخ اور کفایۃ الاثر وغیرہا میں علی بن محمد حزاز اور ابی ہاشم جعفری سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے جناب امام علی نقیؑ سے سنا۔ کہ فرماتے تھے کہ میرے بعد میرا فرزند حسنؑ جانشین ہے۔ پس کیا حال ہوگا تمہارا اس جانشین کے ساتھ جو میرے جانشین کے بعد ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ کیوں میں حضور پر فدا ہو جاؤں؟ فرمایا اس لئے کہ ان کے وجود مبارک کو لوگ نہیں دیکھیں گے۔ اور تمہارے واسطے ان کا نام لینا بھی حلال نہیں ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ پس ہم ان کو کس طرح یاد کریں گے۔ فرمایا۔ اس طرح کہنا الحجۃ من آل محمد علیہم السلام اور یہ حضرتؑ کے مشہور القاب میں سے ہے۔ جو بہت سی دعاؤں اور حدیثوں میں مذکور ہوا ہے۔ اور بہت سے محدثین نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ اس لقب میں تمام ائمہ علیہم السلام یکساں شریک ہیں۔ کیونکہ سب حجۃ ہیں خدا کی طرف سے مخلوقات پر لیکن اب

اس لقب نے حضرت صاحب الامرؑ سے ایسا اختصاص پیدا کر لیا ہے۔ کہ جہاں کہیں حدیث میں بلا قرینہ ذکر ہوتا ہے۔ اس سے وہی جنابؑ سمجھے جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے۔ کہ لقب اس جنابؑ کا حجۃ اللہ ہے۔ جس کے معنی غلبہ یا سلطنت خداوندی کے ہیں خلائق پر۔ کیونکہ یہ دونو باتیں اُسی جنابؑ کے واسطے سے ظہور میں آئیں گی۔ اور حضرتؑ کی انگوٹھی کا نقش اَنَا حُجَّۃُ اللّٰہِ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اَنَا حُجَّۃُ اللّٰہِ وَخَالِصَتُہٗ۔ اور اسی بہرے روئے زمین کی حکومت کریں گے۔

(۳۹) حق ہے۔ کافی میں جناب باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ شریفہ قل جاء الحق الخ کے کہ جب قائمؑ خروج فرمائیں گے۔ تو تمام باطل سلطنتیں زائل ہو جائیں گی۔ اور چونکہ وقوع اس امر کا یقینی اور حتمی ہے۔ اس واسطے صیغۂ ماضی استعمال ہوا ہے۔ گویا کہ یہ بات ہو چکی ہے۔ اور حضرتؑ کی زیارت میں ہے اَلسَّلَامُ عَلَی الْحَقِّ الْجَدِیْدِ۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمام حالات اور صفات اور افعال اور اقوال اور اوامر اور نواہی اُس جنابؑ کے مشتمل ہیں ہر طرح کے منافع اور خیرات اور مصالح ثابتہ باقیہ تامہ پر۔ کہ جن میں نہ کوئی ضرر ہے اور نہ کوئی مفسد ہے اور نہ کوئی خرابی ہے دنیا اور آخرت میں نہ اُن کی ذات والا صفات کے لئے نہ کسی غیر کے لئے اُن کے تابعین میں ہے۔ اس واسطے آپ کا لقب حق ہے۔

(۴۰) حجابؑ ہے۔ اور آپؑ کی زیارت میں ہے۔ السلام علی حجاب اللہ الازلی القدیم۔

(۴۱) حامد ہے۔ (۴۲) حمّد ہے۔ اور وجہ تسمیہ اس کی بھی واضح ہے۔ بیشک اس سے بڑھ کر حامد کون ہوگا۔ کہ اسی سے دنیا میں وجود حمد الٰہی ہے۔ اور ان کو مجسمۂ حمد کہنا بالکل حق ہے۔

(۴۳) حاشر ہے۔ یہ نام حضرتؑ کا صحف ابراہیمؑ میں ہے۔ جیسا کہ تذکرۃ الائمہ میں مذکور ہے۔ اور حاشر کے معنی جمع کرنے والے کے ہیں۔ اور وہ جنابؑ لوگوں کو دین حق پر جمع کریں گے۔ اور اس لئے بھی کہ حشر و نشر عباد امامؑ ہی کے ساتھ ہوگا۔ حضرتؑ کو حاشر کہنا درست ہے۔

(۴۴) خاتم الاوصیاءؑ ہے۔ اور یہ حضرتؑ کے القاب مشہورہ سے ہے۔ اور وہ جنابؑ بھی اپنے آپ کو اسی لقب سے ملقب کرتے ہیں اور کہلواتے ہیں۔ چنانچہ بعض محدثین نے ابی نصر طریف خادم حضرت عسکریؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صاحب الزمانؑ کی خدمت میں داخل ہوا۔ پس مجھ سے فرمایا۔ اے طریف میرے واسطے صندل سُرخ لا۔ پس میں حضرتؑ کے واسطے وہ صندل لے آیا۔ پس مجھ کو فرمایا۔ کیا تو مجھ کو پہچانتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا۔ میں کون

ہوں۔ مَیں نے عرض کیا۔ حضور میرے آقا اور مولا ہیں اور میرے مولا اور آقا کے فرزند ہیں۔ فرمایا۔ اس سے مَیں نے نہیں سوال کیا ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ مَیں حضور پر قربان ہوں مجھے بیان فرمائیے۔ کہ وہ کس امر کے متعلق ہے۔ پس فرمایا مَیں ہوں خاتم الاوصیاءؑ۔ میرے ذریعے سے خداوند عالم میرے اہل سے بلا و مصیبت کو رفع کرے گا۔ اور میرے شیعوں سے جو دین خدا کو قائم کرتے ہیں۔

(۴۵) **خاتم الائمہؑ** ہے۔ چنانچہ جنات الخلود میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔

(۴۶) **خجستہ** ہے۔ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا آل فرنکیان کی کتاب کندر میں ہے۔

(۴۷) **خسرو** ہے۔ چنانچہ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرت کا مجوس کی کتاب جاودیدان خرد میں ہے۔

(۴۸) **خداشناس** ہے۔ چنانچہ اُن دونوں کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب شاکمونی میں ہے جو اہل ہند کے اعتقاد میں پیغمبر صاحب کتاب تھا اور کہتے ہیں کہ اہل خطاد ختن پر مبعوث ہوا تھا۔ اور جائے پیدائش اس کی شہر کیلماس تھی۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دنیا اور اس کی سلطنت اور حکومت فرزند سید خلائق دو جہاں رشن کو جو نام ہے اُن کی زبان میں رسول خدا کا پہنچے گی۔ اور اس کا حکم مشرق اور مغرب دنیا کے پہاڑوں پر جاری اور ساری ہوگا۔ اور وہ بادلوں پر سواری کرے گا۔ اور فرشتے اُس کے کارکن ہوں گے۔ اور جن وانسان اُس کی خدمت میں ہوں گے۔ اور سودان سے جزیرہ خط استواء ہے عرض البلد کے نوّے ۹۰ درجے تک جو زیر قطب شمالی ہے۔ اور ماوراء اقلیم ہفتم جس کو گلستان ارم اور کوہ قاف کہتے ہیں مالک ہوگا۔ اور اس کی سلطنت میں ایک دین ہوگا۔ اور نام اس کا ایستادہ (قائمؑ) اور خداشناس ہے۔

(۴۹) **خازنؑ** ہے۔ اور بوجہ خزینہ دار علم الٰہی ہونے کے خازن کہلاتے ہیں۔

(۵۰) **خلف و خلف صالحؑ** ہے۔ یہ لقب کثرت زبان ائمہؑ میں مذکور ہوا ہے۔ بلکہ تاریخ ابن خشاب میں مذکور ہے۔ کہ اُس جناب کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ اور نام دو ہیں۔ خلفؑ اور محمدؐ۔ جو آخر زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ اور اس جنابؑ کے سر مبارک پر دھوپ میں ایک ابر سایہ کرے گا۔ اور وہی ابر اس جنابؑ کو جہاں چاہیں گے سیر کرائے گا۔ اور وہی ابر بآواز فصیح ندا کرے گا۔ ھذا ھو المھدی یعنی یہ ہے وہ مہدیؑ موعود جس کے تمام منتظر تھے۔

اور نیز جناب امام رضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرت نے۔ کہ خلفؑ صالح فرزندانِ ابی محمدؑ حسنؑ بن علیؑ سے ہے۔ اور وہی صاحب الزمانؑ ہے اور وہی مہدیؑ ہے۔ اور نیز جناب صادقؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے۔ کہ خلفؑ صالح میرے فرزندوں میں سے ہے۔ اور وہی مہدیؑ ہے۔ نام اس کا محمدؐ ہے۔ کنیت ابوالقاسم ہے۔ آخر زمانے میں خروج کرے گا۔ مراد خلف سے جانشین ہے۔ اور وہ جنابؑ تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ ئے ماسلف کے خلف اور جانشین ہیں۔ اور تمام علوم اور صفات و حالات اور خصائص انبیاءؑ و اوصیاءؑ سے متصف ہیں۔ اور مواریث الٰہیہ جو ایک دوسرے سے ورثہ میں پاتے ہیں اور تبرکات نبویہ تمام اُس جنابؑ کے پاس جمع ہیں اور وہ جنابؑ خلیفہ جمیع انبیاءؑ ہیں۔

اور حدیث لوح میں جس کو جابرؓ نے جناب فاطمۃ زہراؑ صدیقہ کبریٰ کے پاس دیکھا تھا اور اس معصومہؑ سے انہوں نے نقل کر لیا تھا۔ بعد ذکر جناب امام حسن عسکریؑ کے مذکور ہے۔ کہ اس وقت ہم کامل کریں گے اس امر کو اُن کے فرزند خلف سے جو رحمت ہے جمیع عوالم کے لئے۔ اور اُس پر ہے کمال صفوت آدمؑ اور رفعت ادریسؑ اور سکینہ نوحؑ اور حلم ابراہیمؑ اور شدت موسیٰؑ اور بہاء عیسیٰؑ اور صبر ایوبؑ اور حدیث مفضل میں ہے۔ کہ جب وہ جنابؑ ظاہر ہوں گے تو خانہ کعبہ کی دیوار سے تکیہ لگا کر کھڑے ہوں گے اور فرمائیں گے۔ اے گروہ خلائق آگاہ ہو۔ کہ جو شخص چاہتا ہے کہ دیکھے جناب آدمؑ اور شیثؑ کو پس وہ دیکھے میری طرف۔ میں ہوں آدمؑ۔ میں ہوں شیثؑ۔ میں ہوں نوحؑ۔ میں ہوں سامؑ۔ میں ہوں ابراہیمؑ۔ میں ہوں اسمٰعیلؑ۔ میں ہوں موسیٰؑ۔ میں ہوں یوشعؑ۔ میں ہوں عیسیٰؑ۔ میں ہوں شمعونؑ۔ میں ہوں محمدؐ مصطفےٰ اور میں ہوں باقی ائمہ علیہم السلام۔ اور بروایت نعمانی اس طرح فرمائیں گے۔ میں ہوں بقیۃ اللہ آدمؑ سے اور ذخیرۂ نوحؑ سے اور مصطفےٰ ابراہیمؑ سے اور صفوۃ محمدؐ سے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ چونکہ حضرت عسکریؑ کوئی فرزند نہیں رکھتے تھے پس لوگ یہ کہتے تھے۔ کہ بس اب جانشینی کا سلسلہ ختم ہوا۔ چنانچہ ایک جماعت اسی اعتقاد پر باقی رہی۔ پس اُس جنابؑ کی ولادت سے جماعت شیعہ آپس میں بشارت دیتے تھے۔ کہ خلف اور جانشین ظاہر ہوا۔ اور اسی مطلب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شیعہ بلکہ خود ائمہؑ اس جنابؑ کو اس لقب سے یاد فرماتے تھے۔

(۵۱) **خُنّسؑ** ہے۔ اور خنس اُن ستاروں کو کہتے ہیں۔ جن کو رجعت ہے۔ یعنی جو کبھی اپنی سیر سے رجوع کرتے ہیں مثل زحل و مشتری و مریخ و زہرہ و عطارد کے۔ آفتاب و ماہتاب کے رجوع اور رجعت نہیں ہے۔ پس چونکہ اس جنابؑ کو بھی رجوع اور رجعت ہے۔ اس لئے۔ اس

نام سے موسوم ہوئے۔ کما مر سابقاً۔ حسین بن حمدان نے جناب باقرؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ مجیدہ فلا اقسم بالخنس کے کہ مراد اس سے وہ امام ہے۔ جو ۲۶۰ھ ہجری میں غائب ہوگا۔ اور یہ سن خلافت آنجنابؑ ہے۔ اور کمال الدین اور غیبت نعمانی میں ام ہانیؓ سے مروی ہے۔ کہ بیان کیا انہوں نے کہ میں ایک روز حضرت باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ پس اس جنابؑ سے میں نے سوال کیا۔ کہ۔ اس آیت فلا اقسم بالخنس کا کیا مطلب ہے۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس سے مراد وہ امامؑ ہے جو اپنے زمانے میں پوشیدہ ہوگا۔ الخ؛

(۵۲) خلیفۃ اللہؑ ہے۔ کشف الغمہ میں رسول خداؐ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ خروج کرے گا مہدیؑ پس اس کے سر پر ایک ابر سایہ انداز ہوگا۔ اور اس میں سے منادی ندا کرے گا۔ یہ مہدی خلیفۃ اللہؑ ہے اس کی پیروی کرو۔ اور نیز اُسی جناب سے مروی ہے۔ کہ حضرتؐ نے ایک حدیث میں اُس جناب کا ذکر فرمایا۔ پس ارشاد فرمایا۔ کہ وہ خلیفۃ اللہ مہدیؑ ہے۔ اور اس حدیث کو گنجی شافعی نے کتاب بیان میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی کامل بحث باب اول میں آچکی ہے۔ اور باب خصائص میں مزید مذکور ہوگا؛

(۵۳) خلیفۃ الاتقیاءؑ ہے۔ جیسا کہ لقب بست و ہشتم میں بیان ہو چکا ہے؛

(۵۴) دابۃ الارضؑ ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔ اور بہت سی حدیثوں میں مذکور ہے کہ مراد اُس سے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور مفسرین اہل سنت کا خیال ہے۔ کہ وہ ایک حیوان ہے۔ اور روایت کرتے ہیں۔ کہ اس کے پر ہیں۔ اور چار ہاتھ پاؤں ہیں۔ اور طول اس کا ساٹھ ہاتھ ہے۔ اور کوئی اس کو پکڑ نہیں سکے گا۔ اور نہ اس سے بھاگ سکے گا۔ پس وہ مومن کی پیشانی پر نشان کرے گا۔ مومنؑ اور کافر کی پیشانی پر کافرؑ الخ۔ لیکن اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ صفات اور رفتار مناسب نہیں ہے مگر واسطے انسان کے۔ چنانچہ امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ایہا الناس آگاہ ہو۔ کہ دابۃ الارض کے واسطے دُم نہیں ہے۔ اُس کے ڈاڑھی ہے۔ یعنی وہ انسان ہے حیوان نہیں ہے۔ اور ناظرین علامات اور اشراط قیامت پر مخفی نہیں ہے۔ کہ بہت کچھ جو وہاں مذکور اور مروی ہے باب آیات و علامات ظہور مہدیؑ میں بھی مذکور و مروی ہے۔ پس جائز ہے کہ یہ لقب دونوں صاحبوں کے لئے ہو۔ اور اس زمانہ میں بھی وہی وقوع میں آئے جو اس وقت واقع ہوگا۔ اور اس کلام کی تائید لقب ساعۃ میں آئے گی۔ اور حالات ظہور و خروج میں بھی اس کا ذکر ہوگا؛

(۵۵) داعیؑ ہے۔ اور اس جنابؑ کی زیارت میں وارد ہوا ہے۔ السلام علیک یا داعی اللہ

اور وہ جناب داعی ہیں خلائق کے واسطے خداوند عالم کے اور طرف خداوند عالم کے۔ اور انجام اس دعوت کا یہ ہوگا۔ کہ دنیا میں سوائے اُن کے جدّ بزرگوار کے دین کے اور کوئی دین نہیں رہے گا۔ اور اس وقت سچائی پیچھے دھرے کرنے والے کی ظاہر ہوگی۔ کہ فرمایا ہے۔ لیظہرہ علی الدین کلہ چنانچہ اس کی تفسیر آگے آئے گی۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں ذیل میں آیہ شریفہ یریدون لیطفئوا نوراللہ کے مروی ہے کہ خداوند عالم کامل کرے گا اپنے نور کو قائم آلِ محمدؐ کے ساتھ۔ اور ہم اس کی تفسیر لکھ چکے ہیں :

(۵۶) رجلؑ ہے۔ کہ اوقات تقیہ میں شیعہ اس جنابؑ کو رجل کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کا تھوڑا بیان لقب دوم میں گزر چکا ہے :

(۵۷) راہنماؑ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام اس جنابؑ کا کتاب بانکل میں ہے۔ جس کا مصنف عظماء کفرہ میں سے ہے۔ اور اس کتاب سے حضرتؑ کے وجود اور ظہور کے متعلق کچھ کلمات بشارت میں نقل کئے ہیں۔ جن کا ذکر یہاں غیر ضروری ہے۔ اور یہ ترجمہ ہادی ہے۔ اور ہادی جنابؑ کا لقب مشہور ہے :

(۵۸) ربّ الارضؑ ہے۔ چنانچہ آیہ شریفہ واشرقت الارض الخ کی تفسیر میں وارد ہُوا ہے اور کچھ بیان اس کا گزر چکا ہے اور کچھ باب خصوصیات میں آئے گا ان شاء اللہ۔ اور یہ لقب تمام ائمہ میں مشترک ہے۔ اور باب اوّل میں مکمل بحث ہو چکی ہے۔ اور وجہ خصوصیت بلحاظ ظہور اوصاف ظاہر ہے :

(۵۹) زند افریسؑ ہے۔ اور ذخیرہ الالباب میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب ماریاقین میں ہے۔ اور عبارت ذخیرہ کی یہ ہے۔ دنی کتاب ماریاقین زند افریس پس اس سے یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ اصل نام تو وہی فریس ہو۔ اور مراد زند سے وہ کتاب ہو۔ جو زردشت کی طرف منسوب ہے یا صحف ابراہیمؑ یا اس کی کوئی فصل ہو۔ واللہ العالم :

(۶۰) سروش ایزدؑ ہے۔ اس کتاب اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا زردشت کی کتاب زمزم میں ہے :

(۶۱) السلطان المامولؑ ہے۔ چنانچہ لقب شانزدہم میں بیان ہو چکا ہے۔ اور شک نہیں کہ تمام امیدیں اور آرزوئیں اسی سلطان عادلؑ سے مخصوص اور اسی جنابؑ کے ظہور پر موقوف ہیں :

(۶۲) سدرۃ المنتہیٰؑ ہے۔ (۶۳) سناءؑ ہے اور (۶۴) سبیلؑ ہے۔ اور

آپ کا سنناء اللہ وسبیل اللہ ہونا محتاج دلیل نہیں۔ اور آپؑ ہی سدرۃ المنتہا ئے علوم الٰہی ودین خداوندی ہیں۔ فافہم۔

(۵) سماعۃؓ سے۔ مفضل وغیرہ کی ایک طولانی حدیث میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ مراد ساعۃ سے آیۂ شریفہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا اور آیۂ شریفہ یسئلونک عن الساعۃ الخ اور آیۂ کریمہ وعندہ علم الساعۃ اور آیۂ کریمہ ھل یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَۃَ اور آیۂ مجیدہ وما یدریک لعل الساعۃ الی قولہ تعالیٰ ان الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلال بعید میں حضرت مہدیؑ ہیں۔ مفضلؓ نے سوال کیا۔ کہ یمارون کے معنی کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ لوگ کہیں گے کہ وہ کب پیدا ہوئے۔ اور کس نے ان کو دیکھا۔ اور وہ کہاں ہیں۔ اور کب ظاہر ہوں گے۔ پس یہ تمام باتیں خدا کے امر میں استعجال کو راہ دینے اور اس کی قضاء میں شک کرنے سے پیدا ہوں گی۔ اور ارشاد اس جنابؑ کی ساعۃ کے ساتھ مختلف وجوہات سے ہے۔ مثلاً حضرتؑ کا ظہور اور قیام قیامت دونوں ناگہاں ہوں گے۔ اور جو علامتیں قرب قیامت کی ہیں وہی ظہور کی ہیں۔ مثلاً خسف ومسخ اور ظہور آتش وغیرہ۔ اور امتیاز درمیان مومن اور کافر کے۔ اور ہلاکت جبارین کی دونوں کے ظاہر ہونے کے وقت اور عدم تعیین اوقات ہر دو۔ اور تمام پیغمبروں کا اپنی اپنی امتوں کو دونو کے آنے کی خبر دینا۔ اور آیۂ شریفہ وَذَکِّرْھُمْ بِاَیَّامِ اللّٰہِ کی تفسیر میں جو جناب موسٰےؑ کو خطاب ہوا ہے۔ کہ بنی اسرائیل کو ایام خدا کی یاد دہانی کرے۔ وارد ہوا ہے کہ ایام خداوند تین روز ہیں۔ روز قائمؑ۔ روز رجعت اور روز قیامت اور بعض احادیث میں بجائے رجعت کے روز قیامت مذکور ہے۔ اور مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں روایت کیا ہے۔ کہ جس روز جناب موسٰےؑ نے بنی اسرائیل کو ایام اللہ کی تذکیر اور تفصیل بیان فرمائی۔ آپ کے وعظ میں ہزار پیغمبر مرسل سننے کے لئے شریک ہوئے تھے اللہ اکبر! اللھم صل علی محمد وآل محمد وعجل فرجھم۔

اور غیبت فضل بن شاذان میں مروی ہے۔ کہ حضرت امام حسن مجتبےٰؑ نے اپنے نانا رسول اللہؐ سے سوال کیا۔ کہ یا جداہ قائم آل محمدؐ کب خروج فرمائیں گے۔ فرمایا اے حسنؑ بالتحقیق کہ مثال اس کی مثل قیامت کے ہے۔ کہ خداوند عالم نے اس کا علم اہل آسمان اور اہل زمین سے پوشیدہ رکھا ہے۔ ظہور ناگہانی ہوگا۔ جس طرح قیامت اچانک قائم ہو جائے گی۔ اور کافی میں مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیۂ شریفہ حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَۃَ کے۔ کہ مراد ما یوعدون سے خروج قائمؑ ہے۔ اور وہی جناب ساعت ہیں پس جان لیں گے لوگ کہ اس دن ان پر خدا کی طرف سے

اُس مظہر خداوندی کے ہاتھوں سے کیا کچھ نازل ہوگا۔ اور ظہور اس جناب کا قیامت صغریٰ ہے۔

(۶۶) **سید** ہے۔ اکثر اخبار میں حضرتؑ کو اس لقب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور شیخ صدوقؒ نے کمال الدین میں علی خیزرانی سے انہوں نے اس کنیز سے جس کو انہوں نے جناب امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں نذر کیا تھا روایت کی ہے۔ کہ جب جعفر نے حضرتؑ کے مکان کو غارت کیا ہے۔ تو وہ بھاگ کر میرے پاس آئی۔ اور اس نے بیان کیا۔ کہ وہ سیدؑ کی ولادت کے وقت حاضر تھی۔ اور اس جناب کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی صیقل ہے۔ اور امام حسن عسکریؑ نے ان کو بتا دیا تھا۔ کہ میرے بعد میرے اہل و عیال پر یہ مصیبت نازل ہوگی۔ پس اُس مخدومہ نے امامؑ سے درخواست کی۔ کہ حضورؑ میرے واسطے دعا فرمائیں۔ کہ میں حضورؑ کے سامنے پیوند زمین ہو جاؤں۔ پس وہ مخدومہ حضرتؑ کے سامنے فوت ہوئیں۔ اور ان کی قبر پر ایک لوح تھی۔ جس پر یہ مکتوب تھا۔ کہ یہ قبر والدۂ م ح م د صلواۃ اللہ علیہ کی ہے۔

اور بیان کیا۔ کہ جب سیدؑ متولد ہوئے۔ تو میں نے اُن سے ایک نور دیکھا۔ جو آسمانوں میں پہنچا ہوا تھا۔ اور مرغان سفید کو دیکھا۔ کہ وہ آسمان سے آتے ہیں۔ اور اپنے بال و پر کو حضرتؑ کے سر و رُو اور تمام جسم پر ملتے ہیں۔ اور پھر پرواز کرتے ہیں۔ پس میں نے اپنے آقا امام حسن عسکریؑ کو اس امر کی خبر دی۔ وہ جنابؑ مسکرائے اور فرمایا۔ کہ وہ ملائکہ آسمان تھے۔ اس لئے نازل ہوئے کہ قائم آلِ محمدؐ سے برکت حاصل کریں۔ اور وہ تمام ملائکہ حضرت حجتؑ کے انصار ہیں۔ جب وہ جنابؑ خروج کریں گے تو وہ سب ان کے ہمراہ ہوں گے۔

(۶۷) **شماطیلؑ** ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام اُس جنابؑ کا کتاب ارماطش میں ہے۔

(۶۸) **شرید** ہے۔ لسان ائمہؑ میں یہ نام حضرتؑ کا مکرر مذکور ہوا ہے۔ خصوصاً حضرت امیرالمومنینؑ و جناب باقرؑ نے اکثر بیان کیا ہے۔ اور شرید کے معنی بھگایا ہوا یعنی مخلوق ناقدر شناس نے اُس جنابؑ کی کچھ قدر نہ کی۔ اور نہ اُن کی معرفت حاصل کی اور نہ اُن کے وجود ذیجود کا احترام کیا اور نہ ان کا حق خدمت ادا کیا۔ بلکہ اپنے غلبہ اور تسلط کی وجہ سے اُس جناب کے قتل و قمع کے درپے ہوئے۔ جس طرح اُن کے بزرگوں کو مقتول و مسموم کیا۔ اور زبان و قلم سے لوگوں کے دلوں سے اُن کا ذکر مٹانے میں کوشاں ہوئے۔ اور اُن کے عدم وجود اور نفی تولد پر جھوٹی دلیلیں قائم کیں۔ اور اُن کی یاد لوگوں کے قلوب سے نکال دی۔ اس واسطے حضرتؑ کو بھگایا ہوا کہا گیا ہے۔

اور خود حضرت نے ابراہیم بن علی بن مہزیار سے فرمایا۔ کہ میرے والد ماجدؑ نے مجھے وصیت کی ہے کہ مَیں زمین میں اُس مقام پر قیام کروں جو نہایت مخفی اور بہت دور ہو۔ تاکہ میرا حال کسی پر ظاہر نہ ہو۔ کہ اہلِ ضلال میری اذیت کے درپے ہوں۔ اور فرمایا۔ کہ والد ماجدؑ نے ارشاد فرمایا۔ اے فرزند تجھ پر لازم ہے۔ کہ زمین پر بہت پوشیدہ مقام میں قیام کرنا۔ جو لوگوں سے بہت دور ہو۔ کیونکہ ہر ولی خدا کے لئے ایک دشمن مغالب اور ضد منازع ہے ؛

(۶۹) صاحبؑ ہے۔ یہ حضرتؑ کے مشہور القابوں میں سے ہے۔ چنانچہ علمائے رجال نے تصریح کی ہے۔ اور ذخیرہ میں بیان کیا ہے کہ یہ نام اُس جنابؑ کا صحف ابراہیمؑ میں ہے ؛

(۷۰) صاحبُ الغیبۃؑ ہے۔ اور (۷۱) صاحبُ الزمانؑ ہے۔ یہ دو لو القاب معروفہ اور ثانی القاب مشہورۂ حضرتؑ سے ہے۔ اور مراد اس سے فرمانروا اور حکمران زمان از طرفِ خدا ہیں۔ اور حسین بن حمدان نے ریان بن صلت سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت رضا علیؑ بن موسےٰ سے سُنا۔ کہ فرمایا حضرت نے۔ کہ قائم مہدیؑ میرے بیٹے حسنؑ کا فرزند ہے۔ زمانہ غیبت میں نہ اُن کا کوئی جسم دیکھے گا اور نہ نام سے گا۔ یہاں تک کہ اُن کو دیکھیں اور ان کا نام مشہور کریں تاکہ مخلوقات اُن کا نام لیں۔ راوی کہتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ اے میرے مولا پس اگر ہم ان کو زمانۂ غیبت میں صاحب الغیبۃؑ اور صاحب الزمانؑ کہیں۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا۔ تمام اس طرح کے نام مطلقاً جائز ہیں۔ مَیں تو تمہیں اُن کے صریح نام لینے کی ممانعت کرتا ہوں۔ تاکہ دشمن اُن کو نہ پہچان سکیں کہ وہ کون ہیں ؛

(۷۲) صاحبُ الرجعۃؑ ہے اور (۷۳) صاحبُ الدارؑ ہے۔ چنانچہ علمائے رجال نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ حضرتؑ کے القاب خاصہ سے ہے۔ اور حضرتؑ نے خود فرمایا ہے۔ انا صاحب الدار

(۷۴) صاحبُ الناحیہؑ ہے۔ اس کا اطلاق احادیث میں حضرتؑ پر بہت پڑا ہے۔ لیکن علماء رجال نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت امام حسن عسکریؑ اور نیز حضرت امام علی النقیؑ پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ اور سید علی بن طاؤس نے اقبال میں اور محمد بن مشہدی نے مزار میں اور نیز اور لوگوں نے روایت کیا ہے۔ کہ ۲۵۲ھ ہجری میں ناحیہ مقدسہ سے بذریعہ شیخ محمد بن غالب اصفہانی ایک زیارت معروفہ برآمد ہوئی۔ جس میں شہداء کربلا کے اسماء مبارکہ مذکور ہیں اور علامہ مجلسی نے بحار میں بیان کیا ہے۔ کہ اس خبر میں اشکال ہے۔ کیونکہ اس کی تاریخ ولادت قائمؑ کی تاریخ

سے چار سال پہلے ہے۔ یا شاید کہ نسخہ میں دو سو باسٹھ ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ وہ زیارت حضرت امام حسن عسکریؑ سے صادر ہوئی ہو۔ پس اس کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ناحیہ کا اطلاق غیر امام زمانؑ پر بہت کم ہے۔ بلکہ کفعمی نے مصباح کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ ناحیہ ہر وہ مکان ہے۔ جہاں صاحب الامرؑ نے غیبت صغریٰ میں قیام فرمایا ہو۔

(۷۵) صاحب العصرؑ ہے۔ یہ لقب بھی شہرت اور معروفیت میں مثل صاحب الزمانؑ کے ہے۔

(۷۶) صاحب الکرۃ البیضاءؑ ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔ اور اس کی سند لبست و ہشتم میں گزر چکی ہے۔

(۷۷) صاحب الدولۃ الزہراءؑ ہے۔ چنانچہ اس کو بھی اس کتاب میں عدو القاب میں درج کیا ہے۔

(۷۸) صالحؑ ہے۔ چنانچہ صاحب تاریخ عالم آرا اور مقدس اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔

(۷۹) صاحب الامرؑ ہے۔ اور یہ حضرتؑ کے مشہور و متداول القاب سے ہے۔

(۸۰) صمصام الاکبرؑ ہے۔ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب کنددال میں ہے۔

(۸۱) صبح مسفرؑ ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب خاصہ سے شمار کیا ہے۔ اور محتمل ہے کہ اس کو آیہ شریفہ والصبح اذا اسفر سے استنباط کیا ہو۔ اور مناسبت اس لقب کی حضرتؑ کے ساتھ صبح صادق کی طرح روشن اور ہویدا ہے۔

(۸۲) صدقؑ ہے۔ چنانچہ مناقب قدیمہ اور ہدایہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب خاصہ سے شمار کیا ہے۔ اور اس کی بحث باب اول میں آ چکی ہے۔

(۸۳) صراطؑ ہے۔ ہدایہ میں اس کو القاب حضرتؑ سے شمار کیا ہے۔ اور قرآن و حدیث میں اس کا اطلاق ہر امامؑ پر ہوا ہے۔ اور امام زمانؑ کے ساتھ اس کے اختصاص کی وجہ شاید ظہور و غلبہ صراط مستقیم الٰہی ہو۔

(۸۴) ضیاءؑ ہے اور **(۸۵) ضحٰیؑ** ہے۔ شیخ شرف الدین نجفی کی تاویل الآیات میں تاویل آیۂ مجیدہ والشمس وضحٰھا میں مروی ہے کہ شمس رسول خدا ہیں۔ اور ضحاء شمس جو آفتاب کا

نور اور اس کی ضیاء سے حضرت قائمؑ ہیں۔ اور بعض نسخوں میں فتحے سے مراد اُس جناب کا زمانہ خروج مذکور ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ شعاع خورشید رسالت اطراف عالم میں ہر صغیر و کبیر برنا و پیر پہ حضرت صاحب الامر سے نور افشاں ہوگی۔ اور اشرقت الارض بنور ربھا سے اس کی ترجیہ ظاہر ہے۔

(۸۶) طالب التراثؑ ہے۔ اور اس کی توضیح لقب وارث کے ضمن میں مذکور ہوگی۔

(۸۷) طریدؑ ہے۔ احادیث میں اکثر حضرتؑ کو اس لقب سے پکارا گیا ہے۔ اور اس کے معنی قریب قریب شرید کے ہیں۔

(۸۸) عالمؑ ہے۔ اور اس نام سے حضرتؑ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور اگرچہ اس کا اطلاق ہر ایک امامؑ پہ ہوتا ہے۔ لیکن اس زمانے میں عالم سے کنایہ اسی جنابؑ کی طرف ہوتا ہے۔

(۸۹) عدلؑ ہے۔ کمال ظہور عدل کی وجہ سے جنابؑ عدل مطلق اور مجسمہ عدل کہا گیا ہے۔

(۹۰) عاقبۃ الدارؑ ہے (۹۱) عزۃؑ ہے۔ (۹۲) عینؑ ہے۔ یعنی عین اللہ۔ چنانچہ حضرتؑ کی زیارت میں مذکور ہے۔ اور اس کا اطلاق تمام ائمہ پر شائع ہے۔

(۹۳) عصرؑ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں اس کو حضرتؑ کے اُن اسماء سے شمار کیا ہے۔ جو قرآن میں مذکور ہے۔ اور والعصر ان الانسان لفی خسر کی تفسیر و تاویل میں وارد ہے کہ عصر سے مراد یہی جناب ہیں۔

(۹۴) غائبؑ ہے اور (۹۵) غلامؑ ہے یعنی طفل زکی! چنانچہ یہ لقب زبان رواۃ اور اصحاب میں مکرر مذکور ہوا ہے۔

(۹۶) غیبؑ ہے۔ اور ان اسماء سے شمار ہے جو قرآن میں مذکور ہیں۔ اور کمال الدین میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیۂ شریفہ هدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب کے کہ متقین شیعیان علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اور غیب سے مراد حجتؑ و امام غائبؑ ہے! اور شاہد اس پہ آیہ شریفہ ویقولون لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ فقل انما الغیب للہ فانتظروا انی معکم یعنی وہ کہتے ہیں۔ کہ اس پر کیوں اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی آیت نہیں نازل ہوئی۔ پس اُن سے کہہ دے کہ غیب نہیں ہے مگر خدا کے واسطے پس انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ کہ وہ غیبؑ جو آیات خدا سے ہے آئے۔ اور تمہیں تمہاری سرکشیوں کا مزہ چکھائے۔ اس کی مکمل بحث باب غیبت میں ملاحظہ ہو۔

(۹۷) غریمؑ ہے۔ چنانچہ علماء رجال نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ حضرتؑ کے القاب خاصہ سے ہے۔ اور احادیث میں اس کا اطلاق اس جنابؑ پر شائع ہے۔ اور غریم کے معنی طلبگار کے ہیں۔ اور

یہ لقب حضرت حجتؑ کا شل غلامن کے از روئے تقیہ تھا۔ کہ جب چاہتے تھے۔ کہ اس جنابؑ یا ان کے وکلاؑ
کے پاس کوئی مال بھیجیں یا وصیت کریں یا اس جنابؑ کی طرف سے مطالبہ کریں۔ تو اس لقب سے پکارتے
تھے۔ اور اکثر وہ جنابؑ صاحب زراعت اور تجارت اور صناعت سے طلبگار تھے۔ اور شیخ مفیدؒ نے
ارشاد بن محمد بن صالح سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب میرے والد ماجد کا انتقال ہوا۔ اور
تمام کاروبار میں مختار ہوا۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے والد مرحوم کے پاس مال غریمؑ کے متعلق جو لوگوں
کے ذمے تھا ایک تحریر تھی۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ ایک رمز تھی۔ کہ شیعہ اس وقت اس کو پہچانتے تھے
اور یہ خطاب حضرتؑ کے واسطے تقیۃً تھا۔

(۹۸) غوثؑ ہے۔ یہ لقب حضرتؑ کے القاب خاصہ سے ہے۔ اور جنابؑ کا فریاد رس
جملہ مظلومین ہونا بالکل واضح ہے۔ محتاج دلیل و بیان نہیں۔

(۹۹) غایۃ الطالبینؑ اور (۱۰۰) غایۃ القصوےٰؑ ہے۔ اور (۱۰۱) غلیلؑ ہے
اور (۱۰۲) غوث الفقراءؑ ہے۔ جیسا کہ لقب بست و ہشتم میں بیان ہو چکا ہے۔

(۱۰۳) فجرؑ ہے۔ چنانچہ شیخ شرف الدین نجفی کی تاویل الآیات میں جناب امام جعفر صادقؑ
سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ مجیدہ والفجر کے کہ مراد فجر سے قائمؑ ہیں۔ اور نیز اسی جنابؑ
سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرت نے تفسیر میں سورۂ مبارکہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے کہ حتےٰ
مطلع الفجر سے مراد یہ ہے۔ کہ یہاں تک کہ خروج فرمائیں گے اور ظاہر ہوں گے قائم علیہ السلام۔

(۱۰۴) فردوس الاکبرؑ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا
داؤدیوں کی کتاب قبرس میں ہے۔

(۱۰۵) فیروزؑ ہے۔ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا آمان کے نزدیک لغت ماچار
میں ہے۔ اور تذکرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ ماچار آلامان کی کتاب فرنگان میں ہے۔

(۱۰۶) فرخندہ ہے۔ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا شعیائی پیغمبر کی کتاب
میں ہے۔

(۱۰۷) فرج المومنینؑ ہے اور (۱۰۸) الفرج الاعظمؑ ہے اور (۱۰۹) فتحؑ ہے۔ اور حدیث
ولادت میں مذکور ہے کہ حکیمہ خاتونؑ نے نرجس خاتونؑ سے فرمایا۔ کہ آج شب کو خداوند عالم تمہیں ایسا فرزند
عنایت فرمائے گا۔ جو دنیا و آخرت میں سید ہے اور وہی فرج مومنینؑ ہے۔ اور احمد بن محمد سیاری کی
کتاب تنزیل و تحریف میں مروی ہے۔ کہ آیہ شریفہ اذا جاء نصر اللہ والفتح کی تفسیر میں فرماتا ہے کہ

مراد فتح سے قائم علیہ السلام ہیں۔ اور تفسیر علی بن ابراہیم میں آیہ مجیدہ نصر من اللہ وفتح قریب کی تفسیر میں مذکور ہے۔ کہ فتح سے مراد قائم علیہ السلام ہیں۔

(۱۱۰) **فقیہ** ہے۔ اور یہ مثل عالم ہے۔ اور شیخ طوسیؒ نے تہذیب میں باب حد حرم حسینؑ میں محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری سے روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے فقیہ علیہ السلام کی خدمت میں ایک سوال لکھا۔ کہ آیا خاک شفاء کی تسبیح پڑھنی جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے۔ تو آیا اس میں کوئی فضیلت ہے؟ پس جواب دیا۔ کہ میں نے تمہاری تحریر پڑھی۔ اور اس کا جواب یہ ہے۔ کہ خاک شفاء کی تسبیح پڑھو۔ اس سے بہتر اور کوئی تسبیح نہیں ہے۔ اور اس کی فضیلت یہ ہے۔ کہ تسبیح اگر اس کو یونہی پھرائے۔ تو بھی اس کے واسطے تسبیح پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور نیز انہی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایک تحریر کے ذریعہ سے فقیہؑ سے سوال کیا۔ کہ یہ جو میت کی قبر میں خاک شفاء رکھی جاتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ پس جواب میں ارشاد ہؤا۔ کہ ہم نے تمہاری تحریر پڑھی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بیشک میت کے ہمراہ خاک شفاء اس کی قبر میں رکھی جاتی ہے۔ اور اس کے حنوط کے ساتھ بھی اس کو ملاتے ہیں۔ انشاء اللہ۔ پس مراد فقیہؑ سے اس جگہ حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

(۱۱۱) **فیذ مؤا** ہے۔ شیخ اقدم احمد بن محمد بن عیاش نے مقتضب الاثر میں جابر بن یزید جعفی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے۔ کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بالتحقیق کہ خدائے عزوجل نے شب معراج میں میری طرف وحی کی۔ کہ اے محمدؐ! زمین میں اپنی امت پر کسی کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا ہے۔ اور وہ خود اس امر کو بہتر جانتا تھا۔ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار اپنے بھائی کو۔ فرمایا۔ اے محمدؐ! علیؑ بن ابی طالبؑ کو! میں نے عرض کیا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ فرمایا اے محمدؐ! میں نے زمین میں لوگوں کو دیکھا۔ پس اُن میں سے تجھ کو اپنے لئے پسند فرمایا اور منتخب کیا۔ پس اب جہاں میرا ذکر ہوگا۔ وہاں تیرا بھی ہوگا۔ پھر اس کے بعد دوسری مرتبہ علمی نظر سے میں نے زمین پر نگاہ کی۔ پس علیؑ بن ابی طالبؑ کو منتخب کیا۔ پس میں نے اس کو تیرا وصی بنایا۔ پس تو سید الانبیاءؐ ہے اور علیؑ سید الاوصیاء ہے۔ پس اُس کا نام میں نے اپنے ایک نام سے مشتق کیا۔ پس میں اعلےٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے۔ اے محمدؐ بالتحقیق کہ میں نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ اور باقی ائمہؑ کو ایک نور سے خلق فرمایا ہے۔ پس ان کی ولایت کو میں نے ملائکہ پر پیش کیا۔ پس جس نے ان کی ولایت اور خلافت کو قبول کیا۔ وہ مقربین سے ہؤا۔ اور جس نے انکار کیا۔ وہ کافرین سے ہؤا۔ اے محمدؐ! اگر میرے بندوں میں سے کوئی بندہ میری یہاں تک

عبادت کرے کہ مر جائے۔ اور وہ ان کی ولایت کا منکر ہو۔ تو میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔ پس ارشاد فرمایا اے محمدؐ آیا تم ان کو دیکھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ فرمایا۔ آگے بڑھ کر نظر کرو۔ پس میں آگے بڑھا۔ پس ناگہاں دیکھا میں نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو۔ اور حسنؑ و حسینؑ و علیؑ ابن الحسینؑ اور محمدؑ بن علیؑ اور جعفرؑ بن محمدؑ اور موسےٰ بن جعفرؑ اور علیؑ بن موسےٰ اور محمدؑ بن علیؑ اور علیؑ بن محمدؑ اور حسنؑ بن علیؑ اور حجتؑ قائمؑ کو اُن سب کے درمیان ستارۂ درخشاں کی مانند دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار یہ کون ہیں؟ ارشاد ہوا۔ کہ یہ سب امام ہیں۔ اور یہ جو کھڑا ہوا ہے۔ حلال کرے گا حلال کو حرام کرے گا حرام کو۔ اور میرے دشمنوں سے بدلہ لے گا۔ اے محمدؐ اس کو دوست رکھو۔ کیونکہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ اور میں اس شخص کو بھی دوست رکھتا ہوں جو اس کو دوست رکھتا ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ جب سالم حجر اسود کو چوم کر لوٹا۔ تو میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور اس سے کہا۔ اے ابا عمر میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ آیا تجھے تیرے باپ کے سوا کسی اور شخص نے ان ناموں کی خبر دی ہے۔ تو اس نے کہا۔ کہ یہ حدیث رسول خداؐ سے مروی نہیں ہے۔ بلکہ میں ایک روز اپنے باپ کے ہمراہ کعب الاحبار کے پاس بیٹھا تھا۔ پس میں نے اُس کو سنا۔ کہ کہتا تھا۔ بالتحقیق کہ اس امت میں بعد پیغمبرؐ کے امام نقباء بنی اسرائیل جتنے ہوں گے۔ اسی اثناء میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ظاہر ہوئے۔ پس کعب نے کہا۔ یہ جانے والا ان کا اوّل ہے۔ اور گیارہ اشخاص اس کے فرزندوں میں سے ہوں گے۔ اور کعب نے اُن کے وہ نام بیان کئے جو توراۃ میں ہیں۔ تقریث[1]۔ قیذوا[2]۔ دبیرا[3]۔ مفسوما[4]۔ مسموعاہ[5]۔ دوموہ[6]۔ ثیمو[7]۔ ہذار[8]۔ یثیموا[9]۔ بطور[10]۔ نوقس[11]۔ قیدموا[12]۔ ابو عامر ہشام دستوائی جو اس خبر کا راوی ہے وہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے مقام حیرا میں جو کربلا کے نزدیک ہے ایک یہودی سے ملاقات کی۔ جس کو عثوا بن اوسوا کہتے تھے۔ اور وہ علماء یہود سے تھا۔ پس میں نے اُس سے ان اسماء مبارکہ کی نسبت سوال کیا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ یہ نام نہیں ہیں۔ اگر نام ہوتے۔ تو ناموں کے سلسلے میں مرقوم ہوتے۔ البتہ یہ عبرانی زبان میں ایک قوم کے اوصاف جمیلہ ہیں۔ بالکل درست ہے۔ میں ان کو توراۃ میں پاتا ہوں۔ اگر تو تیرے سوا کسی اور سے ان کی نسبت سوال کرے گا۔ تو وہ ہرگز ان کے معانی تجھ کو نہیں بتلائے گا۔ یا اس لئے کہ وہ ناواقف ہو گا یا قصداً نہیں بتلائے گا۔ میں نے کہا۔ کہ وہ کیوں ایسا کرے گا۔ تو کہا۔ کہ بہر حال ناواقفیت پس جہالت کی وجہ سے ہو گی۔ اور تجاہل۔ پس اس لئے کہ اپنے دین کے باطل ہونے پر معین نہ ہو۔ اور اس لئے کہ لوگوں کو اس کی بصیرت حاصل نہ ہو۔ اور میں نے جو تجھ سے صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ تو اس لئے ہے۔ کہ میں حضرت ہارونؑ بن عمرانؑ کی اولاد میں سے ہوں۔ اور محمدؐ مصطفےٰ پر

ایمان لایا ہوں۔ بسبب یہودیوں سے میں اسلام کو پوشیدہ رکھتا ہوں۔ اور تیرے بعد کسی اور سے بھی ظاہر نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ مر جاؤں۔ میں نے کہا۔ یہ کیوں۔ تو کہا۔ کہ میں نے اپنے بزرگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے۔ کہ جو شخص پیغمبر پر جس کا نام محمدؐ ہے ظاہراً ایمان نہیں لائیں گے۔ البتہ باطناً ایمان لائیں گے یہاں تک کہ مہدیؑ جو ان کے فرزندوں سے ہے ظاہر ہو۔ پس ہم میں سے جو شخص ان کو پائے۔ اُس کو چاہئے۔ کہ اُن پر ایمان لائے۔ اور ان اسماء مبارکہ کے آخر میں اُن کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے میں نے کہا۔ کس صفات سے۔ تو کہا۔ کہ وہ جنابؑ تمام ادیان پر غالب آئیں گے۔ اور حضرت مسیح ان کے ہمراہ خروج کریں گے۔ اور ان کے دین میں داخل ہوں گے اور ان کے مصاحب ہوں گے میں نے عرض کیا۔ برائے مہربانی مجھے ان اسماء مبارکہ کے معانی بتلایئے کہ کیا ہیں۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ لیکن ان کو سوائے اُن کے اہل کے اور کسی سے مت بیان کرنا:۔

نقرثیث۔ سید الاوصیاءؑ ہے۔ اور وصی و خلیفۂ آخر انبیاءؑ ہے:

قیدوا۔ ثانی اوصیاء ہے اور اول عترت اصفیاءؑ ہے:

دبیرا۔ عترت دوم اور سید الشہداءؑ ہے:

مفسورا۔ سید اور سردار ہے عبادت کرنے والوں کا:

مسموعاہ۔ وارث علم اولین و آخرین ہے۔ یہی معنی باقرؑ ہیں:

دومو۔ دریائے علم الٰہیہ ہے۔ اور یہی معنی جعفرؑ ہیں:

مشیوا۔ تمام محبوسین سے بہتر ہے:

ہذار۔ آوارۂ وطن ہے۔ غریب الغرباءؑ:

یثموا۔ تھوڑی عمر والا اور بڑے آثار والا:

بطورا۔ اس کا چوتھا نام ہے یعنی علیؑ چہارم:

نوقس۔ وہ اپنے چچا کا ہم نام ہے یعنی حسنؑ:

قیذموا۔ وہ ہے جو اپنے ماں باپ سے مفقود رہے۔ یعنی بحکم خدا سے غائب ہے۔ اور اس کے حکم کو قائم رکھنے والا ہے:

اور شیخ نعمانیؒ نے اپنی کتاب غیبت میں بیان کیا ہے۔ کہ عبدالحکیم بن حسن سمریؒ نے ارجان میں مجھے ایک تحریر سنائی۔ جسے ایک یہودی نے لکھا تھا جو علماء یہود سے تھا اور اس کو حسن بن سلیمان کہتے تھے۔ اُس تحریر میں ائمہؑ کے اسماء مبارکہ عبرانی زبان میں اور ان کی تعداد مذکور تھی خلاصہ

اس کا یہ ہے۔ کہ خداوند عالم فرزندان اسمٰعیلؑ سے ایک پیغمبرؐ مبعوث فرمائے گا۔ اور نام جناب اسمٰعیلؑ توراۃ میں اشموعیلؑ ہے۔ اور اُس پیغمبرؐ کا اسم مبارک میمی ماد ہے اور اب بماد ماد ملتا ہے۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور وہ بڑھے گا۔ اور اُس سے بارہ سردار اور امامؑ پیدا ہوں گے۔ جن کی لوگ پیروی کریں گے۔ اور نام اُن کی تقریباً نحو ہیں جو ابھی بیان کئے گئے ہیں۔ اور ماکس سے پوچھا گیا۔ کہ یہ نام کونسی سورۃ میں مذکور ہیں۔ تو اس نے کہا۔ کہ مسنہ سلیمانؑ یعنی قصہ سلیمان میں ہیں۔ صاحب نجم ثاقب فرماتے ہیں۔ کہ کلمہ فیہذ موا اکثر نسخوں میں تو قاف سے مذکور ہے اور بعضوں میں فا سے لیکن چونکہ زبان عبرانی ہے۔ اور پُرانے نسخے ذرا کم پڑھے جاتے ہیں۔ اس لئے ان اسماء مبارکہ کے صحیح تلفظ کے متعلق اطمینان کلی نہیں ہے ؎

(۲۱۱) **قائمؑ** ہے۔ اور یہ حضرتؑ کے اسماء خاصہ مشہورہ متداولہ سے ہے۔ اور ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا سفر دہم زبور میں مذکور ہے۔ اور نیز کتاب برلیوموایس۔ اور قائمؑ کے معنی فرمان الٰہی میں کھڑے ہونے والے کے ہیں۔ کیونکہ وہ جنابؑ ہمیشہ شب و روز فرمان خدا کے بجالانے کے لئے مستعد ہیں۔ جہاں ارشاد ہوا۔ فوراً ظہور فرمائیں گے۔ اللھم عجل اس لئے قائم کہلائے ؎

اور شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں جناب امام رضاؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب حضرت قائم علیہ الصلوٰۃ والسلام خروج فرمائیں گے۔ تو لوگوں کو نئے اسلام کی طرف بلائیں گے۔ اور فرمایا۔ کہ ان کو قائم اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ حق کو قائم کریں گے۔ اور شیخ طوسیؒ نے غیبت میں ابی سعید خراسانی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جناب صادقؑ سے دریافت کیا۔ کہ آیا مہدیؑ اور قائمؑ سے ایک ہی شخص مقصود ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ اور فرمایا۔ کہ ان کو قائم اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ وہ قائم ہوں گے بعد موت ذکر و نام مبارک بالتحقیق کہ وہ ایک امر بزرگ کے واسطے قائم ہوں گے ؎

صدوقؒ نے معانی الاخبار میں بیان کیا ہے۔ کہ قائم علیہ السلام کو قائم اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ وہ قائم ہوں گے بعد مر جانے اپنے ذکر کے۔ یا اس واسطے کہ بعض بیوقوفوں کے خیال میں وہ جنابؑ مرنے کے بعد قائم ہوں گے۔ اور اسی احتمال کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو شیخ نعمانی نے اپنی غیبت میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ تب زمانہ پلٹا کھائے۔ اور لوگ کہیں کہ مہدیؑ مر گئے یا ہلاک ہو گئے۔ اور کونسی کھاڑی میں چلے گئے کہ نہیں آتے۔ اور اُن کا تلاش کرنے والا کہے۔ کہ وہ کہاں ہوں گے۔ حالانکہ اُن کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو گئی ہوں گی۔ پس تم لوگ اس وقت اُن کے ظہور کے منتظر رہو (یہی زمانہ اُن کے ظہور کا ہوگا) جھوٹی مہدویت و مسیحیت کے مدعی آج کل یہی شور مچا رہے ہیں۔

پیروان حق وصدق پر اعتراض اور طعن کرتے ہیں۔ اور نیز جناب صادقؑ سے روایت ہے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ جب قائم علیہ السلام ظہور فرمائیں گے۔ تو لوگ کہیں گے۔ کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ اُن کی تو ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو چکی ہیں۔ اور دُوسری روایت میں ہے۔ کہ حضرت صادقؑ کے حضور میں حضرت قائم علیہ السلام کا ذکر آیا۔ تو حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ آگاہ ہو۔ کہ جب وہ جنابؑ ظہور فرمائیں گے۔ تو لوگ کہیں گے۔ کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اُن کی تو ہڈیاں بھی فلاں زمانے سے بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ اور صدوقؒ نے کمال الدین میں صقر بن دلف سے روایت کیا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت امام محمد تقیؑ سے سُنا۔ کہ وہ جناب فرماتے تھے۔ کہ میرے بعد خلق کا امام میرا فرزند علیؑ ہے۔ اُس کا حکم میرا حکم ہے۔ اُس کا قول میرا قول ہے۔ اُس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور امامت اُس کے بعد اُس کے فرزند حسنؑ میں ہے۔ اور حکم حسنؑ کا اُن کے والد کے حکم کی مانند ہے۔ اور اُن کا فرمان اُن کے والد کا فرمان ہے۔ اور اُن کی طاعت اُن کے والد کی اطاعت ہے۔ پس حضرت خاموش ہو گئے۔ میں نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ حضرت حسنؑ کے بعد کون امام ہے۔ پس حضرت زار زار رونے لگے۔ پھر فرمایا۔ کہ اُن کے بعد اُن کے فرزند امامؑ ہیں جو قائم بحق اور منتظر ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ اُن کو قائم کیوں کہتے ہیں۔ فرمایا۔ اس لئے کہ وہ جنابؑ امامت کے ساتھ اُٹھیں گے بعد اس کے کہ اُن کا ذکر لوگوں میں سے جاتا رہے گا۔ اور بہت سے لوگ جو اُن کی امامت کے قائل ہوں گے اُس سے مُرتد ہو جائیں گے (لعنۃ اللہ علیہم) اس حدیث کا ذکر آئندہ بھی آئے گا۔ نیز ابو حمزہ ثمالیؒ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت محمد باقرؑ سے سوال کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ۔ آیا آپ تمام ائمہ علیہم السلام قائم بحق نہیں ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا۔ بیشک ہم تمام قائم بحق ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ پس حضرت صاحب الامرؑ کو کیوں قائم کہتے ہیں؟ فرمایا۔ جب ہمارے جد امام حسینؑ کو اشقیاء نے شہید کیا۔ تو فرشتوں نے بارگاہ ذوالجلال میں آہ و بکا کی آواز بلند کی۔ اور عرض کیا اے ہمارے پروردگار کیا تو فرزند پیغمبرؐ اور برگزیدۂ خلق کے قتل پر خاموشی اور چشم پوشی اختیار کرے گا اور بدلہ و انتقام نہیں لے گا۔ پس خداوند عالم نے اُن کی طرف وحی کی۔ کہ اے میرے فرشتو! اقرار پکڑو۔ مجھے اپنے عزت اور جلال کی قسم ہے کہ میں بالضرور ان لعینوں سے انتقام لوں گا اگرچہ بہت زمانوں اور قرنوں کے بعد ہو۔ پس اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کے سامنے سے حجابوں کو اُٹھایا۔ اور ائمہ فرزندان حسینؑ کے انوار کو انہیں دکھلایا۔ پس ملائکہ ان کو دیکھ کر خوش ہوئے پس اُن میں سے ایک نور کو دیکھا کہ وہ قائم ہے۔ اور نماز میں مشغول ہے۔ پس حق تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ میں اس قائم کے ہاتھوں سے خون ناحق کا انتقام لوں گا۔

(۱۱۳) قابضؑ ہے۔ (۱۱۴) قیامتؑ ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔ اور بیانِ ساعت میں اس لقب کی مناسبت گزر چکی ہے۔

(۱۱۵) قسطؑ ہے۔ اور یہ مثل مدل ہے۔ (۱۱۶) قوۃؑ ہے (۱۱۷) قاتل الکفرۃؑ ہے اور اس کی سند آٹھویں لقب میں گزر چکی ہے۔

(۱۱۸) قطبؑ ہے۔ اور یہ لقب حضرتؑ کا طائفہ عرفا اور صوفیہ کے نزدیک بہت مشہور ہے۔ اور احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اور شیخ کفعمی حاشیہ جنۃ الواقیہ اور دعائے اُم داؤد میں جہاں کہ فرمایا ہے۔ اللھم صل علی الابدال والاوتاد بیان کرتے ہیں۔ کہ دنیا کبھی خالی نہیں ہوگی ایک قطب اور چار اوتاد اور چالیس ابدال اور ستر نجیب اور تین سو ساٹھ صالحین سے۔ پس قطب حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں الخ۔

(۱۱۹) قائم الزمانؑ ہے۔ کمال الدین میں حدیث ازدی میں مذکور ہے۔ کہ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں مسجد الحرام میں حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا۔ پس حضرتؑ نے ایک پتھر کو میرے لئے سونا بنا دیا۔ اور میرے حق میں دعا کی اور فرمایا۔ کہ آیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ میں مہدیؑ ہوں۔ میں قائم الزماں ہوں۔ اور میں ہی وہ ہوں کہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دوں گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

(۱۲۰) قیّم الزمانؑ ہے۔ جیسا کہ حدیث علوی مصری میں مذکور ہے۔

(۱۲۱) قاطعؑ ہے۔ چنانچہ صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب تنطرہ میں مذکور ہے۔

(۱۲۲) کاشف الغطاءؑ ہے۔ جیسا کہ ہدایہ اور مناقب میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا گیا ہے۔

(۱۲۳) کمالؑ ہے۔ (۱۲۴) کلمۃ الحقؑ ہے۔ چنانچہ صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں کہ یہ نام حضرتؑ کا صحیفہ میں مذکور ہے۔

(۱۲۵) کیقباد دوّمؑ ہے۔ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا مجوس اور گبران عجم کے نزدیک ہے۔ جس کے معنی عادل برحق کے ہیں۔

(۱۲۶) کوکماؑ ہے۔ صاحب ذخیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب بجتا

میں مذکور ہے ؛

(۱۲۷) کاتزٌ ہے۔ چنانچہ ہدایہ اور مناقب میں اس کو القاب سے شمار کیا گیا ہے۔ جس کے معنی کرٹنے والا اور کوٹانے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جنابؑ ایک دن عالم غیبت سے ظہور فرمائیں گے مُردوں کو زندہ کریں گے۔ چنانچہ شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں اور دُوسروں نے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ کہ جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ کہ حضرت قائمؑ کے ہمراہ پشتِ کوفہ سے ۲۷ آدمی تو جناب موسٰی کی قوم سے زندہ ہو کر خروج کریں گے جو حق کی طرف ہدایت فرماتے تھے اور عدل و انصاف کرتے تھے۔ اور ۷ آدمی کہفِ رقیم سے۔ اور جناب یوشع بن نونؑ اور سلمان فارسیؓ اور ابودجانہ انصاری اور مالک اشترؓ۔ پس یہ سب حضرتؑ کے انصار اور حکام ہوں گے مختلف شہروں میں ؛

(۱۲۸) لواء اعظمؑ ہے۔ اور کوئی شک نہیں ہے کہ وہ جنابؑ لواء اعظم الٰہی و رایۃ خداوندی ہیں ؛

(۱۲۹) لندیطائہ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب ہزارنامۂ ہند میں مرقوم ہے ؛

(۱۳۰) لسان الصدقؑ ہے۔ چنانچہ صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں کہ یہ نام حضرتؑ کا صحیفہ میں ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ لسان صدق جناب امیرؑ کا نام ہے۔ اور وجہ مناسب دونو بزرگواروں میں واضح ہے ؛

(۱۳۱) ماشیعؑ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا توراتِ عبرانی میں ہے۔ اور صاحب تذکرہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ نام اُس توراۃ میں ہے جو آسمان سے نازل ہوئی ہے ؛

(۱۳۲) مہمید الآخر ہے۔ چنانچہ انہی دونو کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا انجیل میں ہے ؛

(۱۳۳) مسیح الزماں ہے۔ چنانچہ انہی دونوں کتابوں میں مرقوم ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا فرنگیوں کی کتاب میں ہے ؛

(۱۳۴) میزان الحقؑ ہے۔ صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا آخری پیغمبر کی کتاب میں ہے ؛

(۱۳۵) منصوٗر ہے۔ ذخیرہ اور تذکرہ میں مرقوم ہے کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب دید براہمہ میں ہے۔ جو اُن کے اعتقاد کے موافق آسمانی کتاب ہے اس کا ہم معنی لفظ اور شیخ فرات ابن ابراہیم کوفی کی

تفسیر میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے آیہ شریفہ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا کی تفسیر میں ارشاد فرمایا۔ کہ مظلوم سے مراد جناب امام حسینؑ ہیں۔ اور فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا۔ منصور سے مراد جناب مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پس خدا نے آپ کا نام منصور رکھا ہے جس طرح سے۔ احمدؐ۔ محمدؐ۔ محمودؐ رکھا ہے۔ اور جس طرح سے جناب عیسےٰ کا نام مسیح رکھا گیا ہے۔ اور اس کی تفسیر پہلے آچکی ہے:۔

(۱۳۶) محمدؐ ہے۔ یہ نام حضرتؑ کا اصلی اور ذاتی اور سب سے پہلا نام ہے۔ جیسا کہ احادیث متواترہ خاصہ اور عامہ میں مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ مہدیؑ امت میرا ہم نام ہے۔ اور حدیث لوح جابرؓ میں جو کہ متواتر معنوی ہے۔ وہ لوح جس کو جابرؓ نے جناب سیدۃؑ بنت رسول اللہؐ کے پاس دیکھا تھا جبکہ وہ ولادت حسینؑ کی مبارکباد کے لئے گئے تھے۔ جو ایک لوح تھی۔ مرد اخضر کی اور اس پر نور کی تحریر تھی پس انہوں نے جناب فاطمہ زہراؑ سے عرض کیا۔ کہ یہ کیسی لوح ہے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا۔ کہ خداوند عالم نے یہ لوح اپنے حبیبؐ کے لئے بطور ہدیہ کے بھیجی ہے۔ جس میں ان کے اوصیاءؑ کے اسماء گرامی مکتوب ہیں اور انہوں نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ پس جابرؓ نے عرض کیا۔ کہ آیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس کو نقل کر لوں۔ جناب فاطمہؑ زہرا صدیقہ کبریٰ نے اجازت دی۔ پس جابرؓ نے نقل کر لیا اور جب جناب امام محمد باقرؑ نے جابرؓ سے فرمایا۔ کہ آیا آپ مجھے اس لوح کی نقل دکھلا سکتے ہیں جو آپ نے ہماری جدہ جناب سیدہ کے پاس سے نقل کیا ہے۔ پس جابرؓ نے اس لوح کی نقل کو حضرتؑ کے پیش کیا۔ لیکن قبل دیکھنے کے جناب امام محمد باقرؑ نے اس کو پڑھ کر سنایا۔ جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ میں اس نقل کو دیکھتا رہا۔ اور حضرتؑ زبانی پڑھتے گئے۔ پس اس میں ایک حرف کی بھی کمی اور بیشی نہیں تھی۔ پس حضرتؑ کا نام اس میں اس طرح مرقوم ہے۔ واکمل ذالك بابنه محمد ابوالقاسم رحمة للعلمين عليه كمال موسیٰ وبهاء عیسیٰ وصبر ایوب الخ یعنی خدا فرماتا ہے۔ کہ میں ان تمام باتوں کو حسن عسکریؑ کے فرزند م ح م د سے کامل کروں گا جس کا لقب ابوالقاسم ہے۔ اور جو رحمۃ للعالمین ہے۔ اور جس میں کمال موسےٰ ہے اور بہاء عیسےٰ ہے اور صبر ایوبؑ ہے الخ۔ اور آئندہ مذکور ہوگا۔ کہ زمانہ غیبت میں اس نام سے پکارنا جائز نہیں ہے:۔

(۱۳۷) بقیۃ الصابرینؑ ہے۔ (۱۳۸) منتقمؑ ہے۔ اور خطبہ غدیریہ رسول خداؐ میں حضرت حجتؑ کے اوصاف میں ہے۔ الا انه المنتقم من الظالمین آگاہ ہو۔ کہ قائم آل محمدؐ ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔ اور ایک مشہور حدیث طولانی جارود بن منذر بروایت ابن عباسؓ میں جو کتاب

مقتضب میں مذکور ہے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ شب معراج میں خداوند عالم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ میں رسولانِ ماسلف سے یہ امر دریافت کروں۔ کہ تم کو کس لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ پس میں نے اُن سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ حضورؐ کی نبوت پر اور علیؑ ابن طالبؑ کی ولایت پر اور اُن اماموں کی ولایت پر جو حضورؐ کی ذریت سے ہیں۔ پس خداوند عالم نے میری طرف وحی کی۔ کہ عرش اعظم کی دائیں جانب دیکھو۔ میں نے نظر کی۔ پس کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہاں پر علیؑ و حسنؑ و حسینؑ و علیؑ بن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسےؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسےؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ موجود ہیں۔ اور مہدیؑ کو دیکھا۔ کہ وہ ایک نور کے چبوترے پر نماز میں کھڑے ہیں۔ پس خداوند عالم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ یہ تمام میرے دوستوں کے لئے میری حجت ہیں۔ اور یہ (یعنی مہدی علیہ السلام) منتقم ہے یعنی میرے دشمنوں سے بدلہ لے گا۔

اور علل الشرائع میں جناب باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے۔ آگاہ ہو۔ کہ جس وقت ہمارا قائمؑ خروج کرے گا۔ تو ایک عورت کو زندہ کرے گا۔ تاکہ اس سے انتقام لے اور اس پر حد جاری کرے واسطے فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کے۔ راوی نے پوچھا۔ اس پر حد کیوں جاری کریں گے۔ فرمایا اُس افترا کی وجہ سے جو اُس نے جناب ابراہیمؑ ابن رسولؐ کی والدہ پر کیا تھا۔ راوی نے پوچھا۔ کہ اس معاملہ کو خدا نے حضرت قائمؑ کے زمانے پر کیوں موقوف رکھا۔ تو فرمایا۔ کہ خداوند عالم نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت مبعوث فرمایا ہے اور قائم علیہ السلام کو نقمت۔

اور کافی میں اُسی جنابؑ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص قائم علیہ السلام کی تمنا کرے تو اس کو چاہیئے کہ اُن کو عافیت میں تمنا کرے (یعنی وہ شخص اُن کے ظہور کی خواہش کرے جس کے اعمال اچھے ہیں)۔ کیونکہ خداوند عالم نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت مبعوث فرمایا ہے۔ اور قائم علیہ السلام کو نقمت مبعوث فرمائے گا۔

اور کمال الدین میں مروی ہے۔ کہ اُس جنابؑ نے تین سال کی عمر میں احمد بن اسحاق سے فرمایا۔ انا بقیة اللہ فی ارضہ والمنتقم من اعدائہ یعنی میں اللہ کی زمین میں بقیۃ اللہ ہوں۔ اور انتقام لینے والا ہوں اُس کے دشمنوں سے۔

(۱۳۹) مہدیؑ ہے (صلوات اللہ علیہ) اور یہ لقب تمام اسلامی فرقوں میں حضرتؑ کے القاب مشہورہ سے ہے۔ اور شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب غیبت میں ابی سعید خراسانی سے روایت کیا ہے۔ کہ اُس نے جناب صادقؑ سے سوال کیا۔ کہ حضرت حجتؑ کو مہدی کیوں کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

اس لئے کہ وہ جنابؑ لوگوں کو ہر امر مخفی کی طرف ہدایت فرمائیں گے۔ اور شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں اُسی جنابؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ قائمؑ کو مہدی اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ وہ لوگوں کو اس امر کی طرف ہدایت کریں گے جو اُن سے گم ہو چکا ہوگا۔ اور یوسف بن یحییٰ السلمی نے کتاب عقد الدرر فی اخبار الامام المنتظر میں جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ مہدی کو مہدی اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ وہ لوگوں کو امر مخفی کی طرف ہدایت کریں گے۔ اور توریت و انجیل کو اُس زمین سے نکالیں گے جس کو انطاکیہ کہتے ہیں۔ اور دوسری روایت کے موافق فرمایا۔ کہ اُن کو اس لئے مہدیؑ کہا گیا ہے۔ کہ وہ جنابؑ سفر ہائے توریت سے ہدایت فرمائیں گے۔ پس اُن سفروں کو شام کے پہاڑوں سے نکالیں گے۔ اور اُن کی طرف یہودیوں کو بُلائیں گے۔ پس یہود اُن کتابوں پر ایمان لائیں گے جن کی تعداد تیس ہزار ہوگی ؛ اور دوسری روایت کے موافق مہدی اُس جنابؑ کو اس لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ شام کے ایک پہاڑ کی طرف لوگوں کو ہدایت کریں گے۔ پس اُس پہاڑ سے سفر ہائے توریت نکالیں گے۔ اور یہودیوں سے اُس کے ساتھ احتجاج فرمائیں گے۔ پس یہودیوں کی ایک جماعت حضرتؑ کے ہاتھ پر اسلام لائے گی ؛ لیکن ان حدیثوں پر ایک اعتراض ضرور ہے۔ کیونکہ جو کچھ ان میں بیان کیا گیا ہے وہ لقب ہادیؑ کے مناسب ہے نہ مہدیؑ کے۔ اس اعتراض کا جواب انشاءاللہ لقب ہادی میں مذکور ہوگا

(۱۴۰) عبداللہؑ ہے۔ جیسا کہ اسم احمدؑ میں مذکور ہو چکا ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ مہدیؑ کا نام احمد اور عبداللہ اور مہدی ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام ؛

(۱۴۱) مُؤَمَّلؑ ہے۔ چنانچہ شیخ کلینی اور شیخ طوسیؒ نے جناب امام حسن عسکریؑ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حجتؑ متولد ہوئے۔ تو فرمایا حضرتؑ نے کہ ظالموں نے گمان کیا تھا۔ کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے تاکہ نسل رسولؐ کو بالکل منقطع کر دیں گے۔ پس کس طرح دیکھا انہوں نے قدرتِ خدا کو۔ کہ اُس ذات قدیر نے اُن کی مرضی کے برخلاف مجھے فرزند عنایت فرمایا۔ پس حضرتؑ نے اپنے فرزند کا نام مؤمل رکھا۔ پس اس سے ظاہر ہے۔ کہ مُؤَمَّل بفتح میم دوم ہے یعنی بصیغہ مفعول جس کے معنی امید کئے گئے کے ہیں۔ یعنی یہ وہ فرزند ہے۔ جس کی تمام خلائق کو امید ہے۔ چنانچہ دعاء ندبہ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے ؛ بنفسی انت من امنیۃ شائق یتمنّٰی من مؤمن ومؤمنۃ ذکرا فحنّا

(۱۴۲) منتظرؑ ہے۔ چنانچہ کمال الدین میں جناب امام محمد تقیؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ بعد امام حسن عسکریؑ کے امامؑ اُن کے فرزند ہوں گے۔ جو قائم بحق اور منتظر ہیں۔ راوی نے پوچھا کہ اُن کو منتظر کیوں کہتے ہیں ؛ ارشاد فرمایا۔ کہ اُن کے لئے ایک غیبت ہے جس کے بہت سے دن

ہوں گے اور مدت دراز ہو گی۔ پس جن کا ایمان خالص ہے وہ تو ان کا انتظار کریں گے۔ اور جن کا ایمان مخلوط بشک ہے وہ انکار کریں گے۔ اور جو بے ایمان ہیں وہ ان کے نام لینے والوں پر استہزاء کریں گے۔ اور جو اُن کے زمانہ ظہور کا وقت معین کریں گے وہ جھوٹے ہوں گے۔ اور اُن کے ظہور میں جلدی چاہنے والے ہلاک ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ اُن ایام میں اطمینان اور تسلیم کے ساتھ اُن کا انتظار کریں گے۔ اور توقف ظہور میں چون و چرا نہ کریں گے۔ وہ نجات پانے والے اور مومن کامل ہوں گے۔ (اللھم اجعلنا منھم)

پس اس حدیث کی رو سے منتظر بفتح تا ہے یعنی بصیغہ مفعول۔ جس کے معنی وہ شخص جس کی انتظار کی گئی ہے۔ کیونکہ تمام خلائق آپ کی منتظر ہے۔ بعض آیات سے منتظر بھی مستنبط ہے اور یہی صحیح ہے اور آپ منتظر حکم خروج ہیں

(۱۴۳) **ماء معین** ہے یعنی آب شیریں وجاری۔ چنانچہ کمال الدین اور غیبت شیخ میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیۂ مجیدہ قُل ارایتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین ترجمہ لفظی۔ کہدے لے پیغمبر کہ اگر تمہارا آب شیریں زمین میں غائب ہو جائے پس ہے کوئی جو لائے اُس پانی کو۔ پس امامؑ نے فرمایا۔ کہ یہ آیت قائم علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے پس منشاء خداوند عالم کا یہ ہے۔ کہ اگر تمہارا امام تم سے غائب ہو جائے۔ اور تم کو نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے پس کون ہے۔ جو اُس امام حق کو تمہارے پاس لائے۔ تاکہ وہ تمہارے لئے آسمانی اور زمینی خبریں بیان کرے اور حلال خدا اور حرام خدا سے تم کو آگاہ کرے۔ پس اُس وقت فرمایا حضرتؑ نے کہ خدا کی قسم اب تک اس آیۂ مجیدہ کی تاویل نہیں ظاہر ہوئی ہے۔ اور ایک روز حتماً ظاہر ہو کر رہے گی۔ اور اسی مضمون کے قریب قریب کچھ اور حدیثیں اُس جگہ اور غیبت نعمانی اور تاویل الآیات میں مذکور ہیں۔ اور وجہ مشابہت حضرتؑ کی آب کے ساتھ ظاہر ہے۔ کہ جس طرح بارش کی وجہ سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حضرتؑ کے ظہور سے عدل و انصاف سے سرسبز و شاداب ہو جائے گی۔ اور نیز انواع واقسام کے اشجار اور نباتات سے زمین مزین ہو جائے گی۔ واشرقت الارض بنور ربھا کیونکہ رب الارض حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پس جو کام زمین پر پانی کرتا ہے۔ اُس سے زیادہ حضرتؑ کے ظہور سے ہو گا۔ کیونکہ اصل آب حیات وجود حضرتؑ ہے۔ اور کمال الدین میں جناب باقر العلومؑ سے آیۂ مجیدہ اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا (یعنی آگاہ ہو کہ خداوند عالم زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کرتا ہے) کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ زندہ کرتا ہے اللہ زمین کو بسبب قائمؑ کے۔ کہ جب وہ اہل زمین کے کفر سے مر جائے گی۔ تو حضرت حجتؑ کے ظہور سے خداوند عالم پھر اس کو نور ایمان سے زندہ فرمائے گا۔ کیونکہ وجود کافر مثل مُردے کے ہے۔ اور جب تمام روئے زمین پر کافر ہی کافر ہوں گے۔

تو گویا زمین مُردہ ہو چکی ہو گی۔ اور یہی معنی ملئت الارض ظلماً وجوراً کی ہیں۔ یعنی بلحاظ کثرت۔
اور شیخ طوسیؒ کی روایت کے مطابق یہ تفسیر فرمائی۔ کہ اصلاح فرمائے گا۔ خداوند عالم زمین کی وجود قائمؑ سے بعد اس کے مرجانے کے یعنی بعد اہل ممالک کے ظلم و ستم کے ؛
پوشیدہ نہ ہے کہ زمانہ ظہور میں حضرتؑ کے وجود مبارک کو ماء معین سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور زمانہ غیبت میں دوسری آیت میں بئر معطلہ سے یعنی چاہ متروک۔ پس وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ اس زمانہ ظہور میں تو ہر شخص حضرتؑ سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے جس طرح چاہ جاری سے ہر شخص سیراب ہو سکتا ہے۔ اور زمانہ غیبت میں صرف وہی لوگ مستفیض ہو سکتے ہیں۔ جن کو پانی کی بیحد تلاش ہے۔ اس لئے بئر معطلہ فرمایا ہے۔ کہ ہر شخص اُس سے پانی نہیں نکالتا ؛

(۱۴۴) مخبر بما یعلنؑ ہے۔ (۱۴۵) مجازی بالاعمالؑ ہے ؛

(۱۴۶) موعودؑ ہے۔ شیخ طوسیؒ نے جناب امام زین العابدینؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ شریفہ وفی السماء رزقکم وما توعدون۔ یعنی آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو کچھ تم وعدہ کئے جاتے ہو۔ اور جس شے کا تم کو وعدہ دیا گیا ہے۔ اُس کے وقوع کی نسبت ارشاد فرمایا ہے۔ فورب السماء والارض انہ لحق مثل انکم تنطقون یعنی خدائے زمین و آسمان کی قسم جو کچھ تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ ویسا ہی حق ہے جیسا کہ تم بات کرتے ہو پس فرمایا۔ کہ اس سے مراد ظہور اور خروج قائم آل محمدؐ ہے۔ اور ابن عباس سے بھی اسی طرح کا مضمون نقل کیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ غرض حضرتؑ کی آیہ مجیدہ میں رزق کی تاویل ہو ظہور حضرت حجتؑ ہے۔ کیوں کہ رزق روحانی حقیقت میں معارف سُبحانی ہیں۔ جیسا کہ آیہ شریفہ میں فلینظر الانسان الی طعامہ (یعنی انسان کو چاہئے۔ کہ اپنے طعام کی طرف دیکھے۔ کہ وہ کہاں سے لیتا ہے) طعام کی تفسیر علم سے کی گئی ہے۔ اور جو کچھ اس آیت کے آخر حصہ میں اناج اور انگور اور زیتون اور نخل اور بستان اور چراگاہ وغیرہ مذکور ہیں۔ اُن سے انواع و اقسام کے علوم مراد ہیں۔ اور غیبت نعمانی میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ اس زمانے میں لوگوں کو اس قدر حکمت (یعنی علم شریعت) دی جائے گی۔ کہ عورت اپنے گھر بیٹھی ہوئی کتاب خدا اور سنت رسول خدا پر حکم کرے گی ؛
یا یہ کہ حضرتؑ کا مقصد تفسیر وما توعدون۔ ہو۔ یعنی وہ موعود کہ جس کے آنے کا وعدہ تمام انبیاءؑ نے اپنی امتوں کو دیا ہے۔ وہ وجود حضرت حجتؑ اور زمانہ ظہور ہے۔ جیسا کہ حضرتؑ کی

زیارت میں وارد ہوا ہے۔ السلام علی المھدی الذی وعد اللہ بہ الامم ان یجمع بہ الکلم اور زیارت جامعہ کے ایک نسخہ میں حضرتؑ کے اوصاف میں مذکور ہے۔ والیوم الموعود والشاھد والمشھود ؛

(۴۷) **مظہر الفضائح** ہے۔ (۴۸) **مبلی السرائر** ہے۔ اور غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے اُس اثنار میں کہ ایک شخص حضرت حجتؑ کے پیچھے کھڑا ہوگا۔ اور حضرتؑ اُس کو امر و نہی فرماتے ہوں گے۔ کہ یکایک حکم دیں گے کہ اُس کو سامنے لائیں۔ پس وہ حضرتؑ کے رو برو لایا جائے گا۔ پس حکم دیں گے کہ اس کی گردن مارو۔ پس اُس کو قتل کیا جائے گا۔ اور یہ ماجرا دیکھ کر تمام چیزیں حضرتؑ کے رعب سے خائف اور ہراساں ہوں گی۔ اور دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ کہ اُسی جگہ جہاں وہ کھڑا ہو گا۔ اُس کو قتل کریں گے ؛

(۴۹) **مُبدِیُ الآیاتؑ** ہے۔ اور اس کے معنی آیات خداوندی کا ظاہر کرنے والا ہے یا مقام ظہور آیات الٰہیہ۔ ظاہر ہے کہ جب سے زمین کی خلافت قائم ہوئی ہے انبیاءؑ و مرسلینؑ نے خلق کی ہدایت کے واسطے آیات الٰہیہ کو ظاہر فرمایا ہے۔ لیکن چوں کہ حضرت حجتؑ قائم آلِ محمدؐ تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ اولین و آخرین کے دلی ثمار اور منتقم ہیں۔ اس لئے آپ سے تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ کی آیات اور معجزات ظاہر ہوں گے۔ عمر حضرتؑ کی اس قدر طولانی ہوگی کہ جس کی انتہا نہیں۔ اور باوجود اس کے جوان رعنا سی سالہ نظر آئیں گے۔ اور سر مبارک پر ہمیشہ ابر سفید سایہ انداز ہوگا۔ اور اُس میں سے باواز فصیح یہ ندا آئے گی۔ ھذا ھو المھدیؑ یہ ہے مہدیؑ۔ اور جب وہ جناب اپنے دوستوں اور شیعوں کے سروں پر ہاتھ پھیریں گے۔ تو ان کی عقلیں کامل ہو جائیں گی۔ اور اُن کے لشکر میں فرشتے ہوں گے جن کو لوگ کھلم کھلا دیکھیں گے۔ جیسا کہ زمانۂ ادریسؑ تک لوگ دیکھتے تھے۔ اور اسی طرح سے جنوں کا لشکر ہوگا۔ اور حضرتؑ کے لشکر میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہوگی سوائے ایک پتھر کے کہ اُسی سے سب کچھ برآمد ہوگا۔ اور ان کے چہرۂ انور سے اس قدر نور ساطع ہوگا۔ کہ نور آفتاب و ماہتاب کی کچھ حاجت نہیں ہوگی۔ واشرقت الارض بنور ربھا۔ اور آپؑ کے ظہور کی وجہ سے تمام درندے اور حشرات الارض کا ضرر اور خوف جاتا رہے گا۔ اور زمین اپنے تمام خزانے ظاہر کر دے گی۔ اور آسمان کی گردش کم ہو جائے گی۔ اور حضرتؑ کا لشکر سطح آب پر رواں ہوگا۔ اور جس شجر یا حجر میں کافر پوشیدہ ہوگا۔ وہ حضرتؑ کو اُس کی موجودگی سے خبر

دے گا۔ اور کافر کو حضرتؑ اُس کی پیشانی سے پہچان لیں گے۔ اور بہت سے مُردے حضرتؑ کے ہمراہ زندہ ہو کر اہل زمین کے بے دین کو قتل کریں گے۔ اور اسی طرح کی بہت سی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ اور اسی طرح سے وہ آیات ہیں۔ جو قبل از ظہور ظاہر ہوں گی۔ کہ جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ جو حضرتؑ کے ظہور اور خروج کا مقدمہ ہوں گی۔ اکثر قرآن میں مذکور ہیں۔ اور بعض احادیث میں۔ مثلاً یوم ینادی المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذالک یوم الخروج ﴿

(۱۵۰) محسنؑ ہے اور (۱۵۱) منعمؑ اور (۱۵۲) مفضلؑ ہے۔ اور یہ تینوں وہ اسماء حسنے ہیں کہ خدا لے تعالٰے نے ان کا مظہر کامل وجود حضرت حجتؑ کو بنایا ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ سید جلیل علی ابن طاؤس کتاب اقبال میں بسند صحیح روایت کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ نجران میں دعوت اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ تو وہاں کے عیسائیوں کے علما جمع ہوئے کہ حضرتؐ کے دعاوی کی صداقت معلوم کریں۔ اور اپنی آسمانی کتابوں میں تلاش کیا۔ منجملہ اُن کتابوں کے ایک کتاب تھی جس کا نام صحیفۂ کبریٰ حضرت آدم صفی اللہ تھا۔ اور اُس میں علم ملکوت خداوند عالم مرقوم تھا۔ اور جو کچھ زمین و آسمان میں خلاق عالم نے خلق فرمایا سب کا بیان تھا۔ پس اُس کے دوسرے مصباح میں انہوں نے پایا (بعد چند فقروں کے) کہ اس وقت جناب آدمؑ نے نظر کی اُس نور کی طرف۔ جس نے اپنی چمک سے تمام خلاء زمین و آسمان کو روشن و منور کر دیا۔ پس اس کی روشنی بڑھتی گئی۔ حتےٰ کہ تمام آفاق مشارق کو پُر کر دیا۔ اور اسی طرح بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ تمام آفاق مغارب کو نور سے معمور کر دیا۔ پس اس وقت اُس چمک نے عالم بالا کا رُخ کیا۔ حتےٰ کہ ملکوت آسمان تک پہنچی۔ پس جناب آدمؑ نے غور سے اس کو دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور دیکھا کہ تمام عالم اُس کی خوشبو سے معطر اور معنبر ہو گیا ہے۔ اور دیکھا کہ چار نور اور ہیں۔ جنہوں نے اُس نور اوّل کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں سے۔ جو نور اوّل سے بہت ہی مشابہ ہیں نورانیت اور خوشبو میں۔ اور کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ان پانچوں نوروں کے پیچھے کچھ اور انوار نمودار ہوئے ہیں۔ جو ان پانچوں سے استمداد چاہتے ہیں۔ اور یہ تمام انوار بھی انہی پانچوں کی طرح روشنی اور خوشبو اور عظمت میں برابر ہیں۔ پس ان پانچوں نوروں کے نزدیک ہوئے۔ اور ان کا احاطہ کر لیا۔ اور پھر نظر غور سے دیکھا۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ان نوروں کے بعد کچھ اور انوار ہیں۔ جو تعداد میں ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ لیکن پہلے نوروں سے بہت کم روشن ہیں۔ اور پھر ان میں بھی بعض بعض سے روشن اور تاریک ہیں ﴿

اس کے بعد کیا دیکھتے ہیں۔ کہ شب تاریک کی طرح کی سیاہی نمودار ہوئی ہے۔ اور مثل سیل دریا کے ہر طرف سے بڑھتی چلی آتی ہے۔ یہتے کہ اُس نے تمام کوہ و دشت کو پُر کر دیا۔ اور کیا دیکھتے ہیں۔ کہ یہ سیاہی نہیں ہے۔ بلکہ کچھ لوگ نہایت بُری صورت اور شکل کے ہیں۔ اور ان سے سخت بد بو آ رہی ہے۔ پس یہ ماجرا دیکھ کر جناب آدمؑ نہایت متحیّر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ اے غیبوں کے جاننے والے اور گناہوں کے بخشنے والے اور اے قدرت قاہرہ والے اور اے مشیت غالبہ والے۔ وہ کون مخلوق سعید اور بلند مرتبہ ہے۔ کہ جس کو تو نے تمام عالم پر فوقیت عطا فرمائی ہے۔ اور وہ افراد برگزیدہ کون ہیں۔ جنہوں نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور اس کے گرد پروانوں کی طرح پھرتے ہیں۔ پس ارشاد ہوا۔ کہ اے آدمؑ یہ نفوس قدسیہ تیرے اور ہر نیک بخت مخلوق کے لئے میری جناب میں وسیلہ ہیں۔ یہ وہ نفوس قادسہ و مقدسہ ہیں۔ کہ سب پر سبقت رکھنے والے ہیں۔ اور تمام مخلوقات کی (رزق و حیات و ممات میں) شفاعت کرنے والے ہیں۔ (اور بروز حساب) گنہگاروں کے حق میں ان کی شفاعت مقبول ہے۔ اور یہ احمدؐ ہے جو ان سب کا سردار ہے اور میری تمام مخلوقات کا سردار ہے۔ مَیں نے اپنے علم سے اُس کو برگزیدہ کیا ہے۔ اور اُس کے نام کو مَیں نے اپنے نام سے نکالا ہے پس میں محمود ہوں اور وہ محمدؐ ہے۔ اور یہ اُس کا بھائی اور اس کا وصی ہے۔ اور اُس کی تقویت مَیں نے اُس سے کی ہے۔ اور مَیں نے اپنی تطہیر اور برکات کو اُس کی ذریت میں قرار دیا ہے۔ اور یہ میری کنیزوں کی سردار ہے اور میرے احمد پیغمبرؐ کی یادگار ہے (صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہما)۔ اور یہ دونوں ان کے دو سبط اور دو دُرِّ شاہوار ہیں۔ اور یہ ذوات مقدسہ جن کے نوران کے نوروں میں داخل اور شامل ہو گئے ان کی ذریت ہیں اور ان کی یادگار ہیں اے آدمؑ آگاہ ہو۔ کہ مَیں نے ان میں سے ہر ایک کو برگزیدہ بنایا ہے۔ اور ہر طرح کی آلائش سے ان کو پاک اور مطہر کیا ہے۔ اور ہر ایک پر اپنی برکت اور رحمت کو بھیجا ہے۔ اور اپنے علم سے مَیں نے ہر ایک کو اپنی مخلوقات کا امام بنایا ہے۔ اور اپنے شہروں (لاہوتی۔ ملکوتی۔ جبروتی۔ ناسوتی) کا ان کو نور بنایا ہے ؛

اور نظر کیا آدمؑ نے۔ پس اُن سب کے آخر میں ایک شیخ (یعنی صورتِ نورانی) کو دیکھا۔ کہ وہ اس طرح اُس خلا میں روشن ہے جس طرح صبح کا ستارہ اہل دنیا کے لئے روشن نظر آتا ہے پس خداوند عالم نے فرمایا۔ کہ اے آدمؑ مَیں اپنے اس بندۂ سعید سے اپنے مقیّد بندوں کی طوقوں اور بیڑیوں کو قطع کروں گا۔

اور اُن کو ہر طرح کے بار دنیاوی دشاہان جبابرہ سے سبکدوش کر دوں گا۔ اور زمین کو اس کے وجود کے ذریعہ سے مہربانی اور نرمی اور عدل سے پُر کر دوں گا جیسا کہ اُس کے ظہور سے پہلے فسادت قلبی اور جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

اور نیز اسی حدیث شریف میں ہے۔ کہ پھر اس جماعت نصاریٰ نے صحیفہ صلوٰۃ ابراہیمؑ کی طرف رجوع کیا۔ پس اس میں مذکور تھا۔ کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کو تابوت آدمؑ میراث میں عطا فرمایا جس میں تمام وہ علوم تھے جو خداوند عالم نے ملائکہ کو عطا فرمائے تھے۔ پس جناب ابراہیمؑ نے اُس تابوت میں نظر کی۔ پس دیکھا کہ اُس میں بعدد انبیاءؑ اولوالعزم و مرسلینؑ کے خانے بنے ہوئے ہیں۔ اور دیکھا کہ سب کے آخر میں خانۂ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور اُن کے دائیں طرف خانۂ علی ابن ابی طالب علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ اور دیکھا کہ ایک شکل نہایت نورانی ہے جس کا دامن علی ابن ابی طالب نے پکڑا ہوا ہے۔ اور اُس خانہ میں مرقوم تھا۔ کہ یہ اُس کا بھائی اور اس کا وصی ہے۔ اور مؤید ہے تائید خدا سے۔ پس جناب ابراہیمؑ نے عرض کیا۔ بار الہٰا یہ مخلوق شریف کون ہے؟ ارشاد ہوا۔ کہ یہ میرا بندہ میرا برگزیدہ فاتح خاتمؑ ہے۔ اور یہ اس کا وصی اور وارث ہے عرض کیا۔ فاتح خاتم کون ہے۔ ارشاد ہوا۔ کہ محمدؐ میرا برگزیدہ میری پہلی مخلوق اور میری سب سے بڑی حجتؐ میری مخلوقات میں۔ میں نے اس کو اس وقت سے پیغمبرؐ بنایا ہے جبکہ آدمؑ مٹی اور جسد میں تھا۔ پس نظر کی ابراہیمؑ نے۔ پس کیا دیکھتے ہیں۔ کہ بارہ صورتیں نہایت مقدس اور خوش شکل ہیں۔ جن کے حسن جمال سے قریب ہے کہ نور چمکے۔ پس بارگاہ ذوالجلال میں عرض کیا۔ بار الہٰا مجھے ان صورتوں کے نام بتلائے جو پہلی دو صورتوں محمدؐ و علیؑ سے مقرون ہیں۔ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ارشاد ہوا۔ کہ یہ میری کنیز اور میرے حبیبؐ کی یادگار ہے۔ اس کا نام فاطمۂ صدیقہ زاہرہ ہے اور میں نے اس کو اس کے خلیلؑ کے ساتھ قرار دیا ہے۔ اور میرے پیغمبرؐ کی ذریت کا سلسلہ انہی سے قائم ہوگا۔ اور یہ دو حسنینؑ ہیں علیہما السلام۔ اور یہ علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ ہے۔ اور یہ محمدؑ بن علیؑ باقر العلومؑ ہے۔ اور یہ جعفرؑ بن محمدؑ ہے۔ اور یہ موسےٰؑ بن جعفرؑ ہے۔ اور یہ علیؑ بن موسےٰؑ ہے۔ اور یہ محمدؑ بن علیؑ ہے۔ اور یہ علیؑ بن محمدؑ ہے۔ اور یہ حسنؑ بن علیؑ ہے۔ اور یہ میرا کلمۃؑ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے میں اپنی رحمت کو شہروں میں منتشر کر دوں گا اور اپنے دین کو ظاہر کروں گا۔ اور اپنے بندوں کو بعد اُن کے مایوس ہو جانے کے اس کے ذریعہ سے فرحاں و شاداں و آباداں کروں گا۔ حتیٰ کہ یَعْبُدُونَنِی لَا یُشْرِکُونَ بِی شَیْئًا الخ۔ پس اس مقام میں اس حدیث شریف کا مضمون کافی ہے۔ اور یہ وہ

حدیث ہے۔ جس کو ابن طاؤس نے اصل کتاب عمل ذی الحجۃ حسن بن اسمٰعیل بن اشناس سے نقل کیا ہے۔ اور وہ مشہور قدماء سے ہیں۔ پس جو کچھ ذکر ہوا ہے۔ اُس سے توجیہ القاب خوب ظاہر ہو گئی ہے۔

(۱۵۳) مَنّانؑ ہے۔ اور یہ بھی اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اور لقب ید باسطہ میں اس کی توضیح ہو گی۔ انشاء اللہ۔

(۱۵۴) مُوتُورؑ ہے۔ کئی ایک حدیثوں میں حضرتؑ کو اس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور موتور بالوالدین وہ شخص ہے۔ جس کے والد کو قتل کیا گیا ہو۔ اور اس کا بدلہ نہ لیا گیا ہو۔ اور مجلسیؒ فرماتے ہیں۔ کہ مراد والدین سے یا حضرت عسکریؑ ہیں یا امام حسینؑ ہیں۔ یا جنس والد مقصود ہے۔ جو تمام ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شامل ہے۔ اور مدعا یہی ہے کہ اب تک کسی امامؑ کے خون کا بدلہ نہیں لیا گیا ہے اور ورثۂ امامت حضرت حجتؑ تک پہنچ چکا ہے۔ پس حق ثار بھی حضرتؑ کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ اسی لئے جب ظہور فرمائیں گے۔ تو اپنے تمام آباؤ اجداد کا بدلہ لیں گے۔ نہیں بلکہ کل انبیاءؑ و مرسلینؑ کے ولی ثار ہیں۔ کیونکہ وارث تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ ہیں۔ پس تمام مظلومین و مقتولین اوّلین و آخرین کا بدلہ لیں گے۔ جیسا کہ دعاء ندبہ میں صریحاً مذکور ہے۔ اس لئے حضرتؑ تمام سلسلۂ علیۃ الٰہیہ کے موتور ہیں۔ چنانچہ غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے ابو بصیر سے فرمایا۔ اے ابا محمد! بالتحقیق کہ قائم آل محمدؐ موتور خشمناک خروج فرمائیں گے۔ اُن کے جسم مبارک پر رسول اللہؐ کا احد کے دن کا خون آلود پیراہن ہو گا۔ جس کا تذکرہ لقب وارث میں آئے گا۔

(۱۵۵) مُدبّرؑ ہے۔ اور اس کی پوری تحقیق باب اوّل میں آ چکی ہے۔ کہ مدبر عالم اس وقت وہی جنابؑ ہیں۔

(۱۵۶) ماموںؑ ہے اور (۱۵۷) مُقتدِرؑ ہے۔ جس کے معنی توانا کے ہیں۔ کیونکہ حضرتؑ سے بہت سے عجائبات قدرت الٰہیہ کے ظہور ہوں گے۔ اس واسطے گویا وہ جنابؑ عین قدرت الٰہی ہو گئے ہیں۔ پس اس لقب کا اطلاق ویسا ہی ہے جیسا کہ عدل وقسط کا ہے۔

(۱۵۸) ماموَلؑ ہے۔ جس کے معنی اُس شخص کے ہیں جس کی لوگوں کو امید ہو۔ چنانچہ غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ بعد ذکر کرنے علامات ظہور کے ارشاد فرمایا۔ کہ اس وقت اُٹھے گا قائم ماموَل اور امام مجہول الخ۔ اور غیبت فضل میں سلطان ماموَل ہے۔ اور زیارت ماثورہ آنجناب میں ہے۔ السلام علیک ایھا الامام المامول۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہو گا۔ اور مصباح شیخ طوسیؒ

ذخیرہ میں عاصم بن حمید سے مروی ہے۔ کہ فرمایا جناب صادقؑ نے اور ذکر کیا ایک عمل کا جو حاجت طلب کرنے کے لئے بتلایا تھا۔ اور وہ عمل روزہ رکھنا ہے بدھ اور جمعرات اور جمعہ کا۔ اور غسل کرنا ہے۔ اور پاکیزہ لباس پہننا ہے۔ اور مکان کی چھت پر جا کر دو رکعت نماز ادا کرنا ہے۔ اور ایک دعا کا پڑھنا ہے جس کے چند فقرے یہ ہیں۔ کہ اے پروردگار میں تیری جناب میں اس امام غائبؑ اور بقیہ باقی کے ساتھ تقرب چاہتا ہوں۔ جو اپنے دوستوں میں مقیم ہے۔ جس کو تو نے اپنے نفس کے لئے پسند فرمایا ہے۔ جو طیّب و طاہر ہے۔ فاضل ہے خیر ہے۔ نور زمین ہے عماد زمین ہے۔ اور اس امت مرحومہ کا مامول اور سردار ہے۔ نیکیوں کا حکم دینے والا ہے۔ برائیوں سے منع کرنے والا ہے۔ ناصح امین ہے اور انبیاءؑ و مرسلینؑ کی طرف سے دین الٰہی کا پہنچانے والا ہے۔ اور خاتم اوصیاءؑ نجباء طاہرینؑ ہے۔ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ۞

(۱۵۹) مُفَرِّجِ اعظمؑ ہے۔ اور مسعودی نے اثبات الوصیہ میں اور حضینی نے اپنی کتاب میں جو ہدایہ کے علاوہ ہے جناب امام رضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب تمہارا عالمؑ تم سے غائب ہو جائے۔ پس منتظر ہو فرج اعظمؑ کے ۞

(۱۶۰) مضطرؑ ہے۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ مجیدہ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ کی۔ کہ یہ آیت حضرت قائمؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ خدا کی قسم ہے۔ کہ مضطر وہی جنابؑ ہیں۔ جب وہ جنابؑ دو رکعت نماز مقام ابراہیمؑ میں پڑھیں گے۔ اور اللہ سے دعا کریں گے پس خداوند عالم اُن کی دعا کو قبول فرمائے گا۔ اور اُن کے ایام مصائب کو دور کرے گا۔ اور اُن کو اپنی تمام زمین کا خلیفہ بنائے گا۔ اور شیخ شرف الدین کی تاویل الآیات میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ حضرتؑ نے آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا۔ کہ یہ آیت قائمؑ آل محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب حضرتؑ خروج فرمائیں گے تو عمامۂ مبارک سر پر رکھیں گے۔ اور مقام ابراہیمؑ میں نماز پڑھیں گے۔ اور اپنے پروردگار کی جناب میں تضرع اور انکسار سے دعا کریں گے۔ پس اُن کا کوئی عَلَم واپس نہیں لوٹے گا۔ یعنی جہاں حضرتؑ اپنا لشکر روانہ کریں گے ظفر یاب ہوں گے۔ اور نیز جناب صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب قائمؑ خروج کریں گے تو مسجد الحرام میں داخل ہوں گے۔ اور منہ خانہ کعبہ کی طرف ہو گا اور پشت مبارک مقام ابراہیمؑ کی طرف۔ پس دو رکعت نماز ادا فرمائیں گے۔ اور کھڑے ہو کر ارشاد فرمائیں گے۔ ایہا الناس میں آدمؑ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں بہ نسبت اور

لوگوں کے۔ اور مَیں ابراہیمؑ سے زیادہ مماثلت رکھتا ہوں بہ نسبت اور لوگوں کے۔ اور مَیں اسمٰعیلؑ کا بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ سزاوار ہوں۔ اور مَیں رسول اللہؐ سے بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ سزاوار ہوں پس ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند فرمائیں گے اور نہایت اضطرار اور تضرع کے ساتھ دعا کریں گے یہاں تک کہ منہ کے بل زمین پر گر پڑیں گے۔ اور یہی مقصد ہے آیۂ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ الخ کا حقیقت یہ ہے۔ کہ جس وقت ظلم و جور زمین میں عام ہو جائے گا۔ اور مومنین و نکوکار زیادہ مصائب میں گرفتار ہوں گے۔ تو وہ مضطر ہو کر خدا اور اس کے ولی زمانؑ کی طرف رجوع کریں گے۔ اور اس کو ہر طرف سے پکاریں گے۔ اس وقت ولی زمانؑ لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر اور ان کا استغاثہ سن کر مضطرب ہو جائیں گے اور بحالتِ اضطرار بارگاہ الٰہی میں خروج کی دُعا کریں گے۔ اور وہ قبول ہو گی۔ اور اس وقت حقیقت مصداق مضطر معلوم ہو گی۔ اللّٰھم عجل۔

(۱۶۱) مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ سَمِیًّا۔ ہے۔ مناقب قدیمہ میں تو بجائے سمیا کے شبیھا مذکور ہے۔ لیکن ہدایہ میں سمیا ہے جس کی تفسیر شبیھا سے کی ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ کوئی بھی اُس جناب کا شبیہ و نظیر نہیں ہے۔ اور نہ کوئی آپؑ کے مرتبۂ عزت و جلال کو پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ اس قدر اسماء سے کوئی ولی خدا موسوم نہیں ہُوا۔

(۱۶۲) مقتصرؑ ہے۔ شاید اُس جناب کو مقتصر اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ آپؑ اقتصار فرمائیں گے اپنے انصار اور اعوان اور مومنین مخلصین اور عباد صالحین کی مصاحبت اور قرابت کے ساتھ جن کی خداوند عالم تعریف فرماتا ہے۔ کہ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ برخلاف دیگر انبیاءؑ و مرسلینؑ و اوصیاءؑ و صدیقینؑ کے کہ وہ بزرگوار منافقین اور فاسقین کی معاشرت اور موانست اور مصاحبت بلکہ مواصلت اور مناکحت کے لئے معذور تھے۔ اور ان کی مدارات کے لئے مامور تھے۔ تحفظ دین اور بقاء جماعت مومنین کے لئے ایسا کرتے تھے۔ اور اُس زمانے میں زمین کے مالک تمام صالحین ہی ہوں گے۔ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ چنانچہ علی بن ابراہیم نے روایت کیا ہے کہ اس وقت رشتۂ الفت و مجالست و موانست کفار و منافقین سے بالکل شکستہ ہو جائے گا۔ صالح اور طالح اور طیب اور خبیث ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ اور ہرگز ان منافقین میں سے کسی کو امداد کے لئے نہیں بُلایا جائے گا۔ جیسا کہ امیر المومنینؑ منافقین کی اعانت سے جہاد کیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں ایسا نہیں ہو گا۔

اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ وہ لفظ مقتصر نہ ہو۔ بلکہ منتصر ہو۔ یعنی بدلہ لینے والا۔ اور اس آیۂ شریفہ سے

ماخوذ ہو۔ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولٰئک ما علیھم من سبیل۔ چنانچہ تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب قائمؑ خروج فرمائیں گے۔ تو وہ جناب اور اُن کے اصحاب۔ بنی امیہ اور کذابین اور ناصبین سے بدلہ لیں گے۔ اور بظاہر یہی صحیح ہے۔

(۱۶۳) المصباح الشدید الضیاءؑ ہے۔ چنانچہ لقب بست و ہشتم میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

(۱۶۴) ناقور صورؑ ہے۔ اور صور قرنا اور نرسنگھے کو کہتے ہیں۔ جس میں پھونکتے ہیں۔ غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے تفسیر آیہ شریفہ فاذا نقر فی الناقور میں فرمایا۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہمارے امام قائم الزمانؑ کے قلب مبارک میں خداوند عالم القاء فرمائے گا۔ کہ اب تم خروج کرو جب خداوند عالم کا منشاء ہوگا۔ پس وہ جنابؑ ظاہر ہوں گے اور بامر خدا کے ساتھ خروج فرمائیں گے۔ اور تفسیر سیاری میں اسی جنابؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے آیہ مذکورہ میں۔ کہ پھونکا جائے گا گوش مبارک قائمؑ میں اور حضرتؑ کو اذن خروج دیا جائے گا۔ اور مسعودی کی اثبات الوصیہ میں مفضل بن عمر سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے جناب صادقؑ سے سوال کیا تفسیر جابر کی نسبت۔ پس فرمایا حضرتؑ نے کہ کسی بیوقوف کو اس کی خبر مت دو۔ ورنہ وہ راز فاش کر دیں گے۔ کیا تو نے کتاب خدا میں نہیں پڑھا۔ فاذا نقر فی الناقور۔ بالتحقیق کہ ہم میں سے ایک امام پوشیدہ ہو جائے گا۔ پس خداوند عالم ارادہ فرمائے گا۔ کہ اپنے امر کو ظاہر ہے۔ تو اس کے قلب میں القاء فرمائے گا۔ پس وہ جنابؑ ظاہر ہوں گے۔ اور اقامہ امر الٰہی فرمائیں گے۔

(۱۶۵) ناطقؑ ہے۔ مقتضب الاثر میں ایک طولانی حدیث میں جو رسول اللہ نے سلمان فارسیؓ سے بیان فرمائی تھی۔ اور جس میں حضرتؐ نے ائمہ طاہرینؑ کے اسماء مبارکہ بیان فرمائے تھے حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ حسنؑ بن علیؑ صامت امین عسکریؑ ہے۔ اور اس کا فرزند حجتؑ اللہ ابن الحسن المہدیؑ الناطق او قائم بحق اللہ ہے۔

اور زیارت عاشورا میں بروایت ابن قولویہ مذکور ہے۔ وان یرزقنی ثارکم مع امام مہدی ناطق لکم اور بروایت شیخ طوسی امام مہدی ظاہر ناطق منکم ہے۔ اور ناطق ہونا اُس جنابؑ کا ظاہر ہے۔ کیونکہ اُن کے آباء طاہرین صلوٰۃ اللہ علیھم اجمعین اسرار الٰہی اور معارف اور حکم کے بیان کرنے کے لحاظ سے بہ نسبت اس جنابؑ کے گویا خاموش تھے۔ بہت سے احکام خوف اعداء سے پردۂ خفا میں رہ گئے۔ اور ان کو بیان کرنے کا موقع نہ ملا۔

اور محمد بن طلحہ شافعی فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بطین اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ جنابؑ مُبْطِن تھے۔ یعنی اُن اسرار اور علوم کو جو رسول اللہؐ نے بتلائے تھے پوشیدہ کرنے والے تھے۔ کہ کسی سے بیان نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ اُن کا متحمل اُن کو نہیں سمجھتا تھا۔ پس یہ تمام علوم اور اسرار الہیہ بطور خزانہ کے وجود امام زماں علیہ الصلوٰۃ والسلام میں موجود ہیں۔ کہ اُن کی زبان مبارک سے لوگوں تک پہنچیں گے؛

اور دعاء ماہ مبارک رمضان میں ہے۔ کہ خدایا اپنے دین اور اپنے اُس پیغمبرؐ کی سنت کو ظاہر فرما۔ کہ کوئی حق بات، کسی کے خوف سے پوشیدہ نہ رہ جائے۔ اور فضیلت نطق بالحق بلا خوف اسی جنابؑ سے مخصوص ہے؛

(۱۶۶) نہارؑ ہے۔ شیخ فرات بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ حارثؒ اعور ہمدانیؒ نے جناب امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ میں آپ پر فدا ہو جاؤں مجھے اس آیت کی تفسیر بتلائیے۔ والشمس وضحھا فرمایا۔ اے حارث اس سے مراد وجود پیغمبرؐ ہے۔ پھر عرض کیا۔ میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ والقمر اذا تلٰھا۔ سے کیا مراد ہے۔ ارشاد فرمایا۔ اس سے وجود امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ مراد ہے۔ کہ وہ جنابؑ بعد شمس نور محمدیؐ کے اپنے نور سے عالم کو منور کرنے والے ہیں۔ جس طرح قمر شمس آسمانی کے بعد عالم کو روشن کرتا ہے۔ پھر عرض کیا۔ والنھار اذا جلّٰھا سے کیا مراد ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کہ اس سے مراد وجود قائمؑ ہے۔ کہ روشن کریں گے زمین کو عدل وداد سے؛

اور تفسیر علی بن ابراہیم میں جناب باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ شریفہ واللیل اذا یغشٰی کے ارشاد فرمایا۔ کہ شب سے مراد یہاں پر وہ شخص ہے کہ جس نے نور امیر المومنینؑ کو اپنی حکومت میں پوشیدہ کر دیا۔ اور خداوند عالم نے امیر المومنینؑ کو ارشاد فرمایا۔ کہ اُن کی حکومت میں صبر کریں جتنے کہ اُن کا زمانہ ختم ہو۔ والنھار اذا تجلّٰی فرمایا۔ کہ ان راتوں کی تاریکیوں کا دور کرنے والا ہمارا قائمؑ ہوگا۔ کہ جب وہ جنابؑ خروج فرمائیں گے تو تمام باطل دولتوں کو مغلوب کر دیں گے۔ اور قرآن مجید میں خداوند عالم نے مثالیں بیان کی ہیں۔ اور اُن مثالوں سے مخاطب کیا ہے اپنے پیغمبرؐ کو اور اُن کے اوصیاءؑ کو۔ پس ہمارے سوا کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ ان مثالوں سے کون لوگ مقصود ہیں اور اس کی توضیح واشرقت الارض بنور ربھا سے ظاہر ہے؛

(۱۶۷) نفسؑ ہے۔ اور مراد بظاہر نفس اللہ ہے۔ جس طرح کہ زیارت ششم میں جنابؑ امیرؑ کو

نفس اللہ کہا گیا ہے۔ اور وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

(۱۶۸) نور آل محمدؐ ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور یہ لقب حضرتؑ کا اکثر احادیث اور آیات قرآنیہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ آیہ شریفہ واللہ متم نورہ میں نور سے مراد حضرتؑ کا وجود مبارک ہے۔ اور اسی طرح آیہ مجیدہ واشرقت الارض بنور ربھا میں نور رب سے مراد نور امام زمانؑ ہے۔ کیوں کہ رب الارض وہی جنابؑ ہیں۔ چنانچہ حضرتؑ کی ایک زیارت میں ہے۔ نور الانوار الذی تشرق به الارض عما قلیل۔

اور غایۃ المرام وغیرہ میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز میں مسجد کوفہ میں داخل ہوا۔ پس کیا دیکھتا ہوں۔ کہ امیر المومنینؑ انگشت مبارک سے کچھ لکھ رہے ہیں اور مسکراتے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین آپ کیوں مسکراتے ہیں؟ ارشاد فرمایا۔ کہ لوگ اس آیت کو پڑھتے ہیں۔ لیکن اس کی حقیقت سے بے بہرہ ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ وہ کونسی آیت ہے یا امیر المومنینؑ۔ ارشاد فرمایا۔ اللہ نور السموات والارض الخ مثل نورہ کمشکوٰۃ مشکوٰۃ سے مراد وجود پیغمبرؐ ہے۔ فیھا مصباح سے مراد میرا وجود ہے۔ الزجاجۃ سے مراد حسنینؑ ہیں۔ کانھا کوکب دری سے مراد علیؑ ابن الحسینؑ ہے۔ یوقد من شجرۃ مبارکۃ سے مراد محمدؑ بن علیؑ ہے۔ زیتونۃ سے مراد جعفرؑ بن محمدؑ ہے۔ لا شرقیۃ سے مراد موسیٰؑ بن جعفرؑ ہے۔ ولا غربیۃ سے مراد علیؑ بن موسی الرضاؑ ہے۔ یکاد زیتھا یضئ سے مراد محمدؑ بن علیؑ ہے۔ ولو لم تمسسه نار سے مراد علیؑ بن محمدؑ ہے۔ نور علی نور سے مراد حسنؑ بن علیؑ ہے۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء سے مراد قائم مہدیؑ ہے صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین اور یاد رہے کہ اس آیہ مبارکہ نور کی تفسیر میں تقریباً ستر حدیثیں وارد ہیں۔ اور دراصل اپنے اپنے محل کے لحاظ سے سب صحیح ہیں۔ لہٰذا شبہ نہ ہو۔ کہ مشکوٰۃ نور جناب سیدہؑ کو بھی کہا گیا ہے۔ اور اسی طرح اور کلمات کی تاویل۔ ایک ایک آیت قرآنی کے سات سات بطن ہیں بلکہ ستر بطون۔ وما یعلم تاویله الا اللہ۔

اور اکثر احادیث معراج میں مذکور ہے۔ کہ نور حضرت حجتؑ عالم ظلال میں درمیان انوار اشباح ائمہ علیہم السلام کی مانند ستارۂ درخشاں کے ہے درمیان تمام ستاروں کے۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ کہ مثل ستارۂ صبح کے درخشاں ہے۔

(۱۶۹) نور الاصفیاءؑ ہے۔ (۱۷۰) نور الاتقیاءؑ ہے۔ ان دونوں کی سند اٹھائیس دیں

لقب بیں گزر چکی ہے ؛

(۱۷۱) محکم ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں اس کو حضرتؑ کے اُن اسماء سے اشمار کیا ہے جو قرآن میں مذکورہ ہیں؛

(۱۷۲) ناحیہ مقدسہ ہے۔ چنانچہ جناب المخلد میں بیان کیا ہے۔ کہ زمانہ تقیہ میں حضرتؑ کو کبھی اس نام سے بھی ملقب کرتے تھے؛

(۱۷۳) واقیذ ہے۔ اسی جنات المخلد میں مذکور ہے کہ یہ لقب حضرتؑ کا کتب سماوی میں ہے۔ جس کے معنی ہیں دیر تک غائب رہنے والا۔ اور تاریخ عالم آراء میں مذکور ہے۔ کہ حضرتؑ کا نام توریت میں واقیذ لکھا ہے؛

(۱۷۴) وترؑ ہے۔ جس کے معنی ہیں یکتا اور طاق اور فرد کامل۔ اور متفرد کمالات و فضائل میں وہ کمالات و فضائل جو نوع بشر کے لئے ممکن ہیں۔ اور متفرد خصائص اور کرامات الٰہیہ میں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور ہوگا۔ کہ حجج اللہ میں سے کوئی بھی اُن کے ساتھ حضرتؑ سے پہلے سرفراز نہیں ہوا ہے؛

(۱۷۵) وجہؑ ہے۔ اور زیارت میں وارد ہے۔ السلام علی وجہ اللہ المتقلب بین اظہر عبادہ۔ اور یہ لقب بھی تمام معصومینؑ میں مشترک ہے؛

(۱۷۶) ولی اللہؑ ہے۔ یہ لقب حضرتؑ کا احادیث میں بار بار آیا ہے۔ اور رواۃ کی زبان پر تو بھی لقب زیادہ آتا ہے۔ اور لقب یہ باسط میں آئے گا۔ کہ خداوند عالم نے شب معراج میں فرمایا۔ کہ وہ یعنی قائم علیہ السلام میرا سچا ولی ہے۔ اور خزاز کی کفایۃ الاثر میں رسول خداؐ سے مروی ہے کہ جب ہمارے قائم علیہ السلام کا وقت خروج آئے گا۔ تو اس کے لئے ایک تلوار ہو گی جس پر غلاف ہوگا پس وہ تلوار اُن کو آواز دے گی۔ کہ اٹھ لے ولی اللہ اور دشمنان خدا کو قتل کر۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرتؑ کا علم بھی یہی آواز دے گا۔ اور یہ لقب بھی القاب مشترکہ سے ہے ؛

(۱۷۷) وارثؑ ہے۔ خطبہ غدیریہ میں رسول خداؐ نے فرمایا ہے۔ الا وانہ وارث کل علم والمحیط بہ ظاہر ہے۔ کہ وہ جنابؑ وارث علوم و کمالات اور مقامات اور برکات بینات تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ اور اپنے آباء طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہیں؛

اور مفضلؓ کی ایک طولانی حدیث میں ہے۔ کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا۔ کہ جب حسنی سید کا لشکر کوفہ میں پہنچے گا۔ تو حسنی اپنے لشکر سے جدا ہو گا۔ اور حضرت مہدی علیہ السلام بھی اپنے لشکر سے

جدا ہوں گے۔ پس یہ دونو بزرگوار دونو لشکروں کے مابین کھڑے ہوں گے۔ پس حسنیؑ اُس جنابؑ سے کہے گا۔ کہ اگر تم مہدی آلِ محمدؐ ہو۔ پس کہاں ہے تمہارے جد رسول اللہؐ کا عصاء مبارک اور اُن کی انگشتری اور چادر اور زرہ جس کا نام فاضل ہے۔ اور عمامہ جس کا نام سحاب ہے۔ اور گھوڑا جس کا نام مرتجز ہے۔ اور اُونٹنی جس کا نام عضباء ہے۔ اور استر جس کا نام دلدل ہے۔ اور حمار جس کا نام یعفور ہے۔ اور اُونٹ جس کا نام براق ہے۔ اور وہ قرآن جس کو امیرالمومنینؑ نے باترتیب جمع کیا تھا۔ پس حضرت صاحب الامر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک خرجی نکالیں گے۔ جس کو سفط کہتے ہیں۔ پس اُسی میں وہ تمام چیزیں موجود ہوں گی۔ مفضل نے عرض کیا۔ لے مولا یہ ممکن کیا اُسی ایک سفط میں یہ تمام چیزیں موجود ہوں گی۔ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم یہی نہیں بلکہ تمام انبیائے سابقین کے تبرکات موجود ہوں گے حتیٰ کہ عصائے آدمؑ اور آلات بخاری نوحؑ اور ترکہ ہودؑ و صالحؑ اور مجموعہ ابراہیمؑ اور صاع یوسفؑ اور کیال شعیبؑ اور ان کا آئینہ اور عصائے موسےؑ اور وہ تابوت جس میں تبرکات آلِ موسےؑ و ہارونؑ ہیں جس کو ملائکہ اُٹھاتے ہیں۔ اور زرہ داؤدؑ اور عصائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاتم سلیمانؑ اور اُن کا تاج اور رحل عیسےٰؑ اور تمام پیغمبروں کی میراث اُسی ایک سفط میں ہوگی مفصل بحار میں دیکھو۔

اور شیخ ابوالفتوح رازی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ کہ یہ بات دونو صادقین (امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ) سے پہنچی ہے۔ کہ تابوت سکینہ اور عصاء موسےؑ دریائے طبرستان میں ہے۔ اور اُن کو زمانہ حضرت حجتؑ میں وہاں سے نکالیں گے۔

اور غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ عصاء موسےؑ اس درخت کی شاخ کا تھا۔ جو بہشت میں بویا گیا تھا۔ پس جناب موسےؑ مدین کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو اُن کو جبرئیلؑ نے وہ عصاء لاکر دیا۔ پس یہ عصاء اور تابوت حضرت آدمؑ دریائے طبریہ میں ہیں۔ اور بوسیدہ اور متغیر نہیں ہوں گے حتیٰ کہ قائم آلِ محمدؐ اُن کو نکالیں گے جبکہ خروج فرمائیں گے۔ اور چند حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ کہ اصلی آسمانی کتابیں غار انطاکیہ میں ہیں۔ اور اُن کو حضرت صاحب الامر علیہ الصلوٰۃ والسلام نکالیں گے۔

اور غیبت فضل بن شاذان میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ سب سے پہلے جو کام حضرت قائمؑ کریں گے وہ یہ ہوگا۔ کہ ایک شخص کو انطاکیہ میں روانہ کریں گے۔ پس وہاں سے توریت کو اُس غار سے نکالیں گے جہاں کہ عصاء موسےؑ اور سلیمانؑ کی انگوٹھی ہے۔

اور غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے یعقوب بن شعیب سے فرمایا۔ کہ آیا میں تمہیں بتاؤں۔ کہ قائم آلِ محمدؐ کس پیراہن میں خروج فرمائیں گے۔ اُس نے عرض کیا۔ ہاں اے فرزندِ رسولؐ۔ پس حضرتؑ نے ایک جزدان طلب کیا۔ اور اس کو کھولا۔ اور اس میں سے ایک کرباس کا پیراہن نکالا۔ پس اس کی بائیں آستین پر کچھ خون لگا ہوا تھا۔ پس فرمایا۔ کہ یہ پیراہنِ رسولِ خداؐ کا ہے۔ اور جب حضرتؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ تو یہی پیراہن حضرتؐ کے جسمِ اقدس پر تھا۔ پس اسی پیراہن میں حضرت قائم علیہ السلام خروج فرمائیں گے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے اُس پیراہن خون آلود کو چوما اور اپنے سر پر رکھا۔ پس حضرتؑ نے اُس کو تہ کر دیا اور رکھوا دیا۔

اور اسی غیبت نعمانی اور کافی میں مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ حضرتؑ نے کہ باہر جائے گا حضرت صاحب الامرؑ مدینہ سے مکہ کی طرف در آنحالیکہ میراث رسولِ خداؐ اُس کے ہمراہ ہوگی۔ راوی نے پوچھا۔ میراث رسولِ خداؐ کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ شمشیر رسولِ خداؐ اور زرہ اور عمامہ اور عصاء مبارک اور تمام ہتھیار اور زین۔ اور آیۂ مجیدہ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون کی تفسیر میں ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ وراثت تامہ کاملہ اسی جنابؑ کے لئے ہے۔ اور اسی جنابؑ کے ہاتھ پر ظہور ہوگا۔ پس بلا شک وشبہ وارث علے الاطلاق وہی ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

(۸۷) ہادیؑ ہے۔ تاریخ جھفی باب القاب ائمہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت قائم آلِ محمدؐ کا لقب ہادیؑ اور مہدیؑ ہے۔ اور احادیث اور دعاؤں اور زیارات میں تو حضرتؑ کو اس لقب سے مکرر یاد کیا گیا ہے۔ اور مسلمات سے ہے کہ خداوند عالم کسی کو ہادی خلق نہیں بناتا اور اُن کے لئے نہیں بھیجتا بلکہ وعدہ بھی نہیں کرتا کہ اُس کے کام کو منتہیٰ تک پہنچانے گا۔ مگر اس وقت جبکہ وہ شخص از روئے حقیقت ہدایت یافتہ ہو۔ یعنی اُس کی فطرت وماہیت کو خداوند عالم نے ہدایت کیا ہو۔ اور تمام اسرار حقیقت اور حقانیت کے دروازے اُس پر کشادہ کر دئے گئے ہوں۔ اور ہر مقصد کو پہنچا دیا گیا ہو۔ اور مستعد ہدایت ہو چکا ہو۔ پس جس شخص کو خداوند عالم نے ہادی بنایا ہے چاہئے۔ کہ وہ مہدی ہو (یعنی ہدایت یافتہ از جانب خدا) اور اس کو مہدی کا خطاب اس لئے دیا گیا ہو۔ کہ وہ ہدایت کے اُن مدارج علیا پر فائز ہو چکا ہے۔ کہ اب وہ جناب اقدس الٰہی کی طرف سے خلق کا ہادی ہو سکتا ہے۔ اور ہر شخص کو صراطِ مستقیم پر اُس کی استعداد کے موافق پہنچا سکتا ہے۔ پس اس لحاظ سے جائز ہے کہ ہادی کی تفسیر مہدی سے کی جائے اور مہدی کی ہادی سے۔ جیسا کہ لقب مہدی میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ جب لوگوں نے جناب صادقؑ سے مہدی کے معنی دریافت

گئے۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ مہدی وہ شخص ہے جو لوگوں کو ہدایت کرے الخ۔ یعنی وہ مہدی جس کو خداوند عالم نے مہدی کہا ہے۔ وہ وہ شخص ہے۔ کہ اُس کا منجانب اللہ ہدایت پانا اس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کہ اب وہ خداوند عالم کی طرف سے مخلوقات کو ہدایت کر سکتا ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدیٰ فما لکم کیف تحکمون کیا وہ شخص جو ہادی الی الحق ہے سزاوار اتباع ہے یا وہ شخص جو خود محتاج ہدایت غیر ہے۔ یہ کیسا بیجا حکم ہے۔ جو خود ہدایت یافتہ نہیں۔ وہ ہادی ہی کیسے ہو سکتا ہے۔ ہادی دراصل وہی ہے۔ جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ بلکہ مجسمۂ ہدایت اور سراسر مہدی ہو۔

صاحب نجم ثاقب فرماتے ہیں۔ کہ مہدی کی تفسیر ہادی سے کرنے میں جو اشکال پیدا ہوتا ہے ویسا ہی اشکال ہے جو لقب امیر المومنینؑ میں پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ معانی الاخبار اور علل الشرائع میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ لوگوں نے اُن سے سوال کیا کہ امیر المومنینؑ کو امیر المومنینؑ کیوں کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ اِنَّہٗ یَمِیْرُ الْعِلْمَ یعنی وہ جناب لوگوں کے لئے علم کا کھانا لاتے ہیں۔ کیا تم نے کتاب خدا کو نہیں سُنا و نمیر اھلنا اور وجہ اشکال کی یہ ہے۔ کہ مِیْرَۃٌ جس کے معنی کھانا لانے کے ہیں مادہ میر میرۃ سے ماخوذ ہے۔ اور امیر امر یأمر سے ہے۔ جس کے معنی حکم دینے والے کے ہیں پس بعضوں نے اس کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ یہ بروجہ قلب ہے اور بعضوں نے کہا ہے۔ کہ اَمِیْرُ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع ہے جس کے معنی کھانا لاتا ہوں۔ اور خود حضرت نے یہ کلام فرمایا ہے۔ پس مشہور ہوا۔ جیسا کہ تَاَبَّطَ شَرًّا مشہور ہوا۔

اور تیسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ اُمراء دنیا امیر اس لئے ہیں۔ کہ وہ اپنے خیال میں لوگوں کے جلب طعام کے متکفل ہیں۔ اور امیر المومنینؑ چونکہ لوگوں کی غذائے روحانی یعنی علم لانے کے متکفل ہیں جو سبب حیات جاودانی ہے اور قوت روحانی ہے۔ اور علاوہ اس بزرگ کام کے جلب طعام دنیاوی میں بھی امرأ دنیوی کے مشارک ہیں۔ اس لئے امیر المومنینؑ ہیں۔ علامہ مجلسیؒ نے اس وجہ کو بہت پسند فرمایا ہے۔ لیکن بہتر وہی ہے جو ہم نے تفسیر مہدی میں بیان کیا ہے۔ کہ امارت جانب پروردگار سے نہیں حاصل ہوتی مگر بعد تکمیل اور استعداد اور حصول مدارج علیا کے کہ جو شخص جس چیز کا محتاج ہو۔ اُس کو اُس کی تعلیم دے سکے پس جب تک کہ خود عالم راسخ اور عامل کامل نہ ہوگا۔ مسند امارت الٰہیہ پر ہرگز نہیں بیٹھ سکتا پس جس شخص کو خداوند عالم مہدی کہے۔ چاہیئے کہ وہ ان تمام مدارج کو طے کر چکا ہو۔ اسی طرح جس کو امیر المومنین کہے۔ وہ بھی تمام علوم و کمالات الٰہیہ پر حاوی ہو۔

و مثل امراء دنیوی کے ہو کہ جو جن اور نادان امیر کہلا سکتا ہے۔ اور وجہ تسمیہ کا مرجع بھی یہی توجیہ ہو سکتی ہے۔

(۱۷۹) یداللہ باسطۃ ہے۔ یعنی خداوند عالم کا وہ ہاتھ جس سے نعمت اور رحمت اور رافت اور لطف کو اپنی مخلوقات پر پھیلاتا ہے۔ اور اُن کی روزی کو اُس سے فراخ کرتا ہے۔ اور بلاؤں کو اُن سے دفع کرتا ہے۔ شیخ صدوقؒ نے امالی میں عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہؐ نے۔ کہ جب مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے۔ اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پر اور سدرۃ المنتہیٰ سے حجابہائے نور کی طرف۔ تو خداوند عالم نے مجھے آواز دی۔ کہ اے محمدؐ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں۔ پس میری جناب میں خضوع و خشوع کر۔ اور خاص میری عبادت کر۔ اور مجھ پر توکل کر اور مجھ پر بھروسہ کر۔ پس بتحقیق کہ میں راضی اور خوشنود ہوا اس بات سے کہ تو میرا بندہ اور حبیبؐ اور میرا رسولؐ اور نبیؐ ہو۔ اور اسی طرح میں خوشنود ہوا اس بات سے۔ کہ تیرا بھائی علیؑ تیرا خلیفہ اور باب العلوم ہو۔ پس وہ میری مخلوقات میں میری حجت ہے اور سب کا پیشوا ہے۔ اُس کے ذریعہ سے میرے دوست اور دشمن پہچانے جائیں گے۔ اور اُس کے سبب سے تمیز ہو گی جماعت شیطان میری جماعت سے۔ اور اُس کے ذریعہ سے میرا دین قائم ہو گا۔ اور میری حدود محفوظ ہوں گی اور میرے احکام جاری ہوں گے۔ اور تیرے اور اُس کے اور اُس کے فرزندوں کی طفیل سے میں اپنے بندوں اور کنیزوں پر رحم کروں گا۔ اور تمہارے قائمؑ کے ذریعہ سے میں اپنی زمین کو معمور و آباد کروں گا اپنی تسبیح اور تقدیس اور تہلیل اور تکبیر اور تمجید سے۔ اور اُس کے ہاتھوں سے میں اپنی زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک اور صاف کر دوں گا اور اپنے دوستوں کو اس کا وارث بناؤں گا۔ (ان الارض یرثھا عبادی الصالحون) اور اس کے ہاتھوں سے میں اُن کا نام و نشان مٹا دوں گا جنہوں نے میرے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور اپنے نام و نشان کو بلند کر دوں گا اور اُس سے اپنے بندوں اور شہروں کو زندہ اور آباد کروں گا اپنے علم سے۔ اور اُس کے واسطے تمام خزانے اور ذخیرے اپنی مشیت سے ظاہر کر دوں گا۔ اور اُس کے لئے تمام اسرار اور ضمائر اپنے ارادے سے واضح کر دوں گا۔ اور اُس کی امداد اپنے فرشتوں سے کروں گا۔ تو اُس کی تائید کریں میرے امر کے نفوذ کی خاطر اور میرے دین کے اعلان کی خاطر۔ پس یہ شخص میرا سچا ولی ہے۔ اور میرے بندوں کا حقیقی مہدیؑ ہے۔

(۱۸۰) یمین ہے۔ اور یہ بھی معنا ید باسطہ کی طرح ہے۔

(۱۸۱) وھو یاتی ہے شیخ احمد بن محمد بن عباس اپنی کتاب مقتضب الاثر کے جزو ثانی

میں اپنے ہی اسناد سے صاحب بن سلیمان بن صورح السدوی سے روایت کرتے ہیں کہ اُس کا بیان ہے کہ "میں نے بیت المقدس میں عمران بن خاقان سے ملاقات کی جو منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ پس اُس نے یہود کے ساتھ مباحثہ کیا تھا اُس بیان اور اُس علم سے جس کا وہ عالم تھا۔ پس یہود انکار نہیں کر سکتے تھے جو کچھ وہ کہتا تھا اُن کو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ اُس نے توریت میں سے رسول اللہؐ اور اُن کے اوصیائؑ کی پیش گوئیوں کو بیان کیا تھا۔ پس یہ شخص ایک روز مجھ سے کہنے لگا کہ اے ابا مونج ہم توریت میں تیرہ نام پاتے ہیں۔ جن میں سے ایک محمدؐ ہے۔ اور بارہ نام اُن کے اہل بیت کے ہیں جو اُن کے خلفاء ہیں۔ اور یہ سب توریت میں مذکور ہیں۔ لیکن اُن کے بعد اُن کے خلفاء میں سے کوئی بھی قبیلہ تیم و عدی اور بنی امیہ میں سے نہیں ہے۔ سب اُن کے اہل بیت میں سے ہیں۔ پس میں گمان کرتا ہوں کہ یہ اہل تشیع جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ حق ہے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے اُس سے کہا۔ مجھے بھی بتلا دے کہ وہ نام کون کون سے ہیں۔ اُس نے کہا۔ یوں نہیں بتلاؤں گا۔ مجھے عہد و میثاق خداوندی دے۔ کہ کسی شیعہ کو خبر مت کرنا۔ اُن ناموں کی جو میں تمہیں بتلاؤں گا۔ ورنہ وہ انہی ناموں کو پیش کر کے مجھے مغلوب کریں گے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ اس بات سے کیوں ڈرتا ہے۔ یہ لوگ یعنی بنی عباس تو بنی ہاشم سے ہیں۔ تب اُس نے کہا۔ کہ ان لوگوں کے ناموں میں سے بھی کوئی نام اُن میں نہیں ہے۔ تو وہ سب کے سب فرزندان محمدؐ سے ہیں۔ اور اُس کی یادگار یعنی فاطمہ زہراؑ کی ذریت سے ہیں۔

راوی کہتا ہے۔ کہ پھر میں نے اُس کو عہد و پیمان دیا۔ کہ میں ہرگز کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ تب اُس نے کہا۔ کہ ایک بات اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر میں تجھ سے پہلے فوت ہو جاؤں۔ تو تجھ کو اجازت ہے کہ ان کو بیان کرے۔ اور میری زندگی میں تجھ کو جائز نہیں ہوگا۔ کہ کسی سے بیان کرے۔

بہر حال اُس نے کہا۔ کہ وہ اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ شموعل۔ شماعیشحو۔ دقی برجیحی تبوا۔ یسامدیثم۔ غوشود۔ بیثمم۔ بولیث۔ دبشیر العوی۔ فوم لوم۔ کودرد۔ عان لا نذبود۔ دھوکال۔ یہ نقل مطابق اصل ہے۔ غلطی اور صحت کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ اور پوشیدہ نہ رہے۔ کہ توریت کبھی تو صرف انہی پانچ حصوں کو کہتے ہیں جو جناب موسےٰ کی طرف منسوب ہیں۔ اور کبھی تمام صحف انبیاءؑ کو کہتے ہیں۔ جن کو عہد عتیق بھی کہتے ہیں۔

(۱۸۲) یعسوب الدینؑ ہے۔ غیبت شیخ طوسیؒ میں جناب امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ فرمایا کرتے تھے۔ کہ لوگ ہمیشہ خسارے میں ہیں جب تک کہ

وہ زمانہ نہ آئے کہ لوگ اللہ کہیں۔ یعنی نام خدا لیا جائے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ یعسوب دین مع اپنے اتباع و انصار کے خروج کریں گے۔ اور جب وہ زمانہ آئے گا۔ تو خداوند عالم ایک گروہ کو اطراف زمین سے اُن کی خدمت میں پہنچائے گا۔ پس وہ لوگ مختلف مقامات سے اس طرح آئیں گے جس طرح بادل کا ٹکڑا دوڑتا ہے قسم بخدا کہ میں اُن کے ناموں کو جانتا ہوں اور اُن کے قبیلوں کو جانتا ہوں۔ اور اُن کے امیر کو جانتا ہوں۔ اور اُن کو خداوند عالم جس طرح چاہے گا اُن کے مکانوں سے اُٹھائے گا۔ کسی قبیلہ سے ایک آدمی کسی سے دو۔ کسی سے تین۔ کسی سے چار۔ کسی سے پانچ۔ کسی سے چھ۔ کسی سے سات۔ کسی سے آٹھ اور کسی سے نو۔ پس تمام آفاق عالم سے تین سو تیرہ آدمی موافق تعداد شجاعان بدر حضرت قائم آل محمدؑ کی خدمت میں جمع ہو جائیں گے۔ پس یہی مقصد ہے خداوند عالم کا آیہ مجیدہ سے۔ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ترجمہ: "تم جہاں کہیں ہوگے خداوند عالم تم سب کو اکٹھا کرے گا۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے" حتٰی کہ اُن میں سے اگر کوئی شخص گھٹنوں میں ہاتھ ڈالے بیٹھا ہوگا۔ تو خداوند عالم اس کے ہاتھ کھولنے سے پہلے اُس کو حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا دے گا۔ اور اس حدیث کے پہلے حصّہ کو سیّد رضیؒ نے کتاب نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے۔ فاذا کان ذلک ضرب یعسوب الدین بذنبہ فیجتمعون الیہ کما یجتمع قزع الخریف سیّد رضی نے فرمایا ہے کہ یعسوب دین وسیّد عظیم اس روز تمام امور انسانی کے مالک ہوں گے علیہ الصلوٰۃ والسلام (اللھم عجل) اور قزع اُس بادل کو کہتے ہیں۔ جس میں پانی نہیں ہوتا۔ اور جزری اور زمخشری اور دوسروں نے اس جملہ کو جس میں ظہور مہدی کنایۃً مذکور ہے نقل کر کے اس کی شرح کی ہے۔ اور یعسوب شہد کی مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں۔ اور ذنب سے مراد حضرتؑ کے انصار ہیں۔ اور یہ ترجمہ زمخشری کی تفسیر کے موافق ہے جو اس نے اس حدیث کے متعلق لکھی ہے:

مخفی نہ رہے۔ کہ اکثر ان اسماء اور القاب اور کنیتوں سے جو مذکور ہوئے ہیں از جانب خدا اور انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کی طرف سے رکھے گئے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ اور اُس کے خلفاء کا نام رکھنا عوام الناس و خواص الناس کے نام رکھنے کی طرح نہیں ہوتا۔ کہ اس تسمیہ میں تو معنی کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور نہ اسم کے مفہوم کا مسمّٰی میں پائے جانے یا نہ پائے جانے کا لحاظ ہوتا ہے۔ محض نام رکھ دیتے ہیں۔ اور بس اسی واسطے اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ نہایت پست فطرت اور دنی النفس کا نام نہایت اعلےٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ لیکن خداوند عالم اور اُس کے خلفاء انہی اوصاف ذاتیہ و صفاتیہ کے لحاظ سے کسی کا

نام کہتے ہیں۔ جو حقیقتہً اس میں پائے جاتے ہیں۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جس نفس قدسی میں متعدد اوصاف ہوتے ہیں۔ تو اس کا ایک ایسا نام یا لقب یا کنیت رکھتے ہیں۔ جو سب کو حاوی ہو۔ پس یہی وجہ ہے۔ کہ بعض حجج اللہ کے اسماء والقاب کی توجیہ احادیث میں مختلف طریقوں سے مذکور ہوتی ہے۔ مثلاً کنیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوالقاسمؐ ہے۔ پس کسی سائل کے جواب میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ ابوالقاسم حضرتؐ کو اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ حضرتؐ کے فرزند کا نام قاسم تھا۔ اور کسی سائل کے جواب میں ارشاد ہوا ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے باپ ہیں۔ اور تمام امت میں امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ بھی داخل ہیں۔ اور وہ جناب قاسم جنت و نار ہیں اس لئے رسول اللہؐ کو ابوالقاسم کہا گیا ہے (یعنی علیؑ کے باپ)

اور کسی کے جواب میں کہا گیا ہے۔ کہ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم روز قیامت خلق خدا میں رحمت الٰہی کو تقسیم فرمائیں گے اس لئے ابوالقاسم ہیں۔ اور کسی کے جواب میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ مخلوقات علوی وسفلی میں وہی جناب مقسم امور الٰہیہ ہیں۔ اس لئے ابوالقاسم سے موسوم ہوئے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پس یہی حال ہے تمام ان اسماء والقاب کا جو حجج اللہ کو اللہ اور رسولؐ اور اوصیاء کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔

پس یہاں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کثرت اسماء شرف مسمّٰی کی دلیل ہیں۔ پس ہر ایک اسم جو اللہ کی جانب سے حجج اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کو عطا ہوا ہے۔ وہ ایک خاص صفت اور مقام ومرتبۂ عظیم کا کاشف ہے اس لئے ہر ایک اسم ایک خلق اور صفت اور فضل اور رتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ بلکہ بعضے ایسے ہیں۔ کہ بحیثیت جامعیت سارے ہی اوصاف پر دلالت کرتے ہیں۔ پس ان اسماء اور القاب سے انسان کو چاہئے۔ کہ ان مقامات اور مدائح ائمہ علیہم السلام کو معلوم کرے۔ جو اس اسم سے مفہوم ہو سکتے ہیں۔

اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مراتب ومقامات امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھوڑا سا ادراک بھی قوتِ بشری کے لئے ناممکن ہے۔ وقال عزوجل قل لو کان البحر مدادًا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی ولو جئنا بمثلہ مددًا ... یہ خلاصہ ہے ان مباحث کا جو اصول کافی۔ کمال الدین وتمام النعمہ۔ جنات الخلود۔ سیزدہم بحار۔ تفسیر برہان وصافی۔ نور الانوار اور نجم ثاقب میں اسماء مبارکہ مہدی آخر الزمانؑ کے متعلق ہیں۔ اور لفظ زیادہ تر نجم ثاقب کے ہیں اور ترتیب بھی اسی کے موافق۔ کیونکہ جو جامع فہرست اس کتاب میں ہے۔ اور کسی میں نہیں ہے۔ اور یہ زیادہ ذخیرہ۔ ذخیرۃ الالباب اور مناقب قدیمہ کا ہے۔ اور یہ کتب نہایت کم یاب بلکہ بعض نایاب ہیں۔

یہیں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مہدی آخر الزمان وہ شخص ہے۔ جو ان تمام اوصاف سے حقیقۃً متصف ہو۔ اور ان کی حقیقت اس میں پائی جائے۔ وہ اصلاً اصل عالم امکان۔ احمد مجتبےٰ۔ امیر جمیع امراء۔ بقیۃ اللہ فی الارضین و بقیۃ الانبیاء و اوصیاء مرسلین۔ ثائر و منتقم انبیاء و اولیاء و حجت خدا۔ جنب اللہ۔ حق مطلق۔ حجاب اللہ۔ حاشر لے اللہ۔ خزینہ دار علوم الٰہی۔ خدا شناس یکتا۔ خلیفہ خدا و خاصان خدا۔ داعی حق۔ رب الارض۔ سلطان مرتجی و مامول۔ سید اکبر۔ شرید و طرید ظالمین و طاغین صاحب الرجعت والغیبت۔ صاحب الدولۃ الباہرہ۔ صدق مجسم۔ آفتاب درخشاں عالم امکان و ماہتاب تابان امامت و خلافت۔ صراط مستقیم و ضیاء کون و مکان۔ عدل و عادل۔ فریاد رس۔ مشکل کشائے جمیع مومنین و مسلمین۔ عالم علم لدنی۔ قائم آل محمدؐ۔ قوت خدا۔ قاتل الکفرۃ۔ قطب زمان۔ مسیح دوران کاشف الغطاء۔ لواء اعظم۔ لسان صدق۔ میزان حق۔ منصور من اللہ۔ مسمّٰی بجد خود رسول خدا۔ ہادی خلق و مفطور بر ہدایت۔ چشمہ فیض اعضاء عمال الٰہی و ید باسط خداوندی۔ نور خدا و منعم و محسن دنیا۔ مامور من اللہ و موتور انبیاء و اولاد انبیاء۔ شمع ہدایت و مصباح امامت و ولایت۔ وجہ اللہ۔ ولی خدا۔ غایت العالمین و یعسوب الدین۔ عین اللہ و یمین اللہ ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ اوصاف حقیقۃً اگر کسی میں پائے جا سکتے ہیں، تو وہ انہی حضرت حجت ابن الحسن العسکری جزو نور الٰہی و فرزند رسالت پناہی علیہم الصلوٰۃ والسلام میں پائے جا سکتے ہیں۔ اور جو ہمارے استدلال باب اول میں خوب غور کرے گا۔ اس کو اس کا پورا یقین ہو جائے گا۔ اور نیز تمام ابواب کے ضمن میں ہر ایک نام کی اصلیت اور اس کی دلیل مل جائے گی۔ اور اس لئے یہ ایک سو بیاسی نام ایک سو بیاسی دلیلیں تشخیص و تخصیص امامت و مہدویت جناب حجت ابن الحسن العسکری علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہیں۔ اور کسی ذات میں یہ اوصاف مجموعاً نہیں پائے جاتے۔ اور جھوٹے مدعیان مہدویت و عیسویت میں تو ایک صفت بھی ان میں سے حقیقۃً نہیں پائی جاتی۔ تو یہ ایک سو بیاسی دلائل ان کے کذب و افتراء پر شاہد بیّن ہیں۔ ناظرین حق و باطل کو پہچانیں اور حق کی پابندی کریں۔ و بشر عبادی الذین یستمعون القول و یتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ و اولئک ھم اولوا الالباب ۔

باب ششم

(غیبت و علل غیبت امام علیہ السلام)

فصل

(مطلق غیبت اور اس کی علت)

حضرت آدمؑ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ الٓمّٓ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ وَ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ہُدًی مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۔ الٓمّٓ یہی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ یہ ہدایت ہے اُن متقیوں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور جو ہم نے ان کو ان کی روزی اور قوت دی ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اور اس پر جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے۔ اور آخرت پر وہ پورا یقین رکھتے ہیں۔ **بس یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں۔ اور یہی لوگ نجات و فلاح پانے والے ہیں**" پس اوّل مرتبہ متقین ایمان بالغیب ہے۔ اور آخر درجہ ایقان بالآخرۃ۔ کتاب اللہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خداوند عالم نے جابجا حضرت آدمؑ کے قصہ کا ذکر کیا ہے۔ اور بیان قصص عبرت و نصیحت کے لئے ہوتا ہے۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی۔ اور جو قصہ جس قدر زیادہ اہتمام سے بیان ہو۔ اور مکرر ذکر کیا جائے۔ اور جابجا اس کے بیان کرنے کا حکم ہو۔ اور لوگوں کو اس کے بیان کرنے کی ہدایت کی جائے۔ وہ اتنا ہی ضروری اور مہتم بالشان ہوگا۔ بنا بریں معلوم ہوتا ہے۔ کہ قصہ حضرت آدمؑ نہایت اہم اور

مہتم بالشان قصہ ہے۔ اور یہ امر اہل بصیرت اور علما علم قرآن سے پوشیدہ نہیں۔ کہ بیشمار نصیحتیں اور عبرتیں اور بہت سے احکام اس قصہ میں مندرج اور مطوی ہیں۔ اور بہت سے اہم راز خدا نے اس میں ودیعت کئے ہیں۔ اور اس کا ہر ایک لفظ قابل غور و تامل ہے۔ سب سے اہم اور اول امر قابل غور اس میں یہ ہے۔ کہ خدا نے قبل خلقت حضرت آدمؑ ہزاروں برس پہلے اس کا اعلان کیا۔ اور اپنے ملائکہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً "میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ وَقَالَ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ "تحقیق کہ میں مٹی سے ایک صورت بشری خلق کرنے والا ہوں پس جب میں اس کو درست بنالوں۔ اور اس میں اپنی ایک خاص روح پھونک دوں۔ تو تم اس کو سجدۂ تعظیمی دو" پس مخلوق سے پہلے خلیفہ خلق کیا گیا اور خلقت انسانی کی ابتدا خلیفۂ خدا سے ہوئی۔ اور قاعدہ کلی ہے کہ حکیم پہلے وہی کام شروع کرتا ہے اور اسی سے ابتدا کرتا ہے۔ جو زیادہ اہم اور مہتم بالشان ہو۔ لہٰذا خلقت خلیفہ خلقت مخلوق سے اہم اور افضل و اشرف و مہتم بالشان ہے۔ اور وجود خلیفہ میں مصلحت بہ نسبت وجود مخلوق زیادہ ہے۔ اور جب قبل مخلوق وجود خلیفہ خدا ضروری ہے تو مخلوق کے وجود کے ساتھ ضروری تر ہوگا۔ اور حکیم کبھی امر ضروری و واجب کو ترک نہیں کر سکتا۔ پس اب ناممکن ہے۔ کہ زمین خدا خلیفہ خدا سے خالی ہو۔ جب تک زمین ہے خلیفۂ خدا کا وجود اس میں ضروری ہے۔ نیز انہی آیات اور ان واقعات سے ثابت ہے۔ کہ بشر اشرف مکونات ہے۔ کہ ملائکہ مقربین تک تعظیم بشر پر مامور ہیں۔ اور جسطرح یہ معلوم ہوا۔ کہ خلقت مخلوق سے پہلے خلقت خدا اہم و ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اعلان خلقت خلیفہ خدا اس کے وجود سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ ورنہ ناممکن ہے کہ حکیم مطلق قبل خلقت خلیفہ خدا ہزاروں برس پہلے اس کے پیدا کرنے اور اس کے بھیجنے کا اعلان کرے۔ اگر اس وقت اعلان خلافت الٰہیہ میں کوئی اہم ترین مصلحت پوشیدہ نہ ہو۔ تو فعل حکیم لغو سمجھا جائے گا۔ حالانکہ یہ محال ہے۔ وَفِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَةِ۔ حکیم کا فعل کبھی حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یقیناً اس اعلان خلافت میں وجود خلیفہ سے بھی زیادہ مصلحت ہے۔ ورنہ اس پر مقدم نہ ہوتا۔

اب غور طلب یہ امر ہے۔ کہ وہ کیا مصلحت ہے جس کی وجہ سے اعلان کو وجود خلیفہ پر مقدم کیا گیا۔ اور پیدا کرنے سے پہلے ملائکہ سے فرمایا۔ کہ میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور فرمایا۔ کہ جب میں اسے بنالوں۔ اور اپنی روح خاص اس میں پھونک دوں۔ تو فوراً اس کے لئے سجدہ ادا کرو اور سجدۂ تعظیمی میں گر پڑو۔ کیوں ایسا کیا گیا؟ اگر انسان عقل و بصیرت سے کام لے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اس میں مصلحت صرف

یہی ہے۔ اور محض اسی وجہ سے اعلان کو وجود پر مقدم رکھا گیا ہے۔ کہ مبعوث الیہم اور مخاطبینؑ سامعین اس پر اسی
وقت سے ایمان لے آئیں۔ اور اس کی تصدیق کریں۔ اور اس پر یقین رکھیں۔ اور ان کے لئے جو حکم دیا جائے اس
کے بجالانے کے لئے ان میں ایک حالت منتظرہ پیدا ہو جائے۔ اور جس وقت وہ خلق کیا جائے۔ اور ظاہر ہو تو حکم
الٰہی میں تخلف و تخلّی نہ ہو۔ فوراً بجا لائیں۔ چنانچہ اس قصے اور الفاظ آیہ مبارکہ سے صاف ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ فرماتا ہے
کہ جس وقت میں اسے درست بنالوں اور اس میں اپنی روح خاص پھونک دوں۔ تو فوراً بلا توقف و تاخیر سجدے
میں گر پڑو۔ خلقت خلیفہ خدا اور صورت بشری مکمل و درست ہونے کے ساتھ ہی تعظیم کا حکم ہے۔ اور قاعدہ فطریہ
ہے۔ کہ مجہول مطلق کی طرف ذہن کی توجہ محال ہے۔ اگر یہ صورت بشری پہلے سے معلوم بالوجہ نہ ہو۔ اور مجہول
مطلق ہی رہے۔ تو اذہان مخاطبینؑ سامعین و مامورین اس طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اور ایسی صورت میں اگر
یکایک و ناگہانی خلقت اور ظہور خلیفہ خدا واقع ہو۔ اور تعظیم کا حکم بھی ساتھ ساتھ ہی۔ تو بہت سے مامورین سے
تخلف واقع ہو۔ کیونکہ ان کے اذہان اس کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ اور وہ کسی ایسے امر اور حکم کے لئے منتظر نہیں ہیں
اور جس کی تعظیم کا حکم دیا جارہا ہے۔ اس کی کوئی عظمت و وقعت پہلے سے ان کے دل میں نہیں ہے۔ کیوں کہ
اس کی معرفت نہیں رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں تعقُوْلہ سٰجِدِیْن میں تخلف واقع ہوگا۔ کم سے کم یکایک ایسا
کرنے سے جھجکیں گے۔ بخلاف اس کے جبکہ ان کو پہلے سے خبر دی جائے اور اس کا اعلان کر دیا جائے اور پہلے
سے اس کے لئے مامور کر دیا جائے۔ تو ان میں حالت منتظرہ پیدا ہو جائے گی۔ اور چونکہ وہ ہزاروں برس سے
اس کے آنے کے منتظر ہوں گے۔ اس پر ایمان لا چکے ہوں گے اور اس کی فی الجملہ معرفت حاصل کر چکے ہوں گے
اس کے ظاہر ہوتے ہی اور صورت بنتے ہی بلا توقف و تاخیر حکم بجا لائیں گے اور تعظیم ادا کریں گے۔ حکم مانیں
گے اور اس کی اطاعت کریں گے۔ چنانچہ معلوم ہے کہ ملائکہ نے حضرت آدمؑ کے مخلوق ہونے پر ان کو سجدہ کرنے
میں ذرا توقف نہ کیا۔ اور وجود آدمؑ اور سجدے میں تخلف واقع نہ ہوا۔ جو ان پر پہلے سے ایمان لے آئے تھے ان کے
آنے کے منتظر تھے۔ ان کی فی الجملہ معرفت حاصل کر چکے تھے۔ سب کے سب فوراً سجدے میں گر پڑے۔ لیکن جو شخص جو
ایمان بالغیب نہیں رکھتا تھا اس وقت سے مومن نہیں ہوا تھا جس وقت کہ حضرت آدمؑ اس سے غائب تھے
اور صورت ظاہری جسمانی نہیں رکھتے تھے۔ اس وقت سے ان کا منتظر نہیں تھا جبکہ وہ عالم غیب میں تھے۔
اور عالم شہود میں نہیں آئے تھے۔ اور پہلے ہی سے ان کی معرفت حاصل نہیں کی تھی۔ وہ فوراً سجدے
سے ہٹ رہا۔ کیونکہ پہلے سے ایمان نہیں لایا ہوا تھا۔ اعتراض کرنے لگا۔ کیوں کہ معرفت پہلے سے

حاصل نہیں کی تھی۔ قیاس کرنے لگا۔ کیونکہ پہلے سے حالت منتظرہ اس میں حکم بجا لانے کے لئے پیدا نہیں ہوئی تھی۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کل فرشتوں نے فوراً سجدۂ تعظیمی ادا کیا سوائے ابلیس کے۔ کہ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور پہلے ہی سے مومن نہیں بلکہ کافر و منکر تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ایمان بالغیب نہایت ضروری ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے۔ کہ کسی حجت خدا کے ماننے اس کی اطاعت کرنے اس کا حکم تسلیم کرنے اور اس کی تعظیم بجا لانے کے لئے معرفت ضروری ہے اگرچہ تھوڑی ہی سی ہو۔ جب تک معرفت حاصل نہ ہو۔ دل میں عظمت پیدا نہ ہوگی۔ جب تک عظمت پیدا نہ ہوگی۔ قلب اس کی پوری تصدیق نہ کرے گا اور اطاعت و اتباع کی طرف مائل نہ ہوگا۔ پس اگر کسی حجت خدا کی معرفت قبل اس کے وجود ظاہری کے حاصل نہ ہو اور نہ بتلائی جائے اور اس کا پہلے سے اعلان نہ کیا جائے اور فوراً اس کی اطاعت و اتباع و تعظیم کا حکم دیا جائے۔ تو مامورین تا حصول معرفت تعظیم و توقیر و اطاعت و اتباع سے متخلف رہیں گے اور توقف کریں گے۔ اور غرض فوت ہو جائے گی۔ لہٰذا چاہئے کہ اس کے وجود اور ظہور سے پہلے اس کا اعلان ہو۔ اس کی فی الجملہ معرفت حاصل ہو اور اس طرح سے وہ پہلے سے منتظر ہو جائیں اور تیار رہیں۔ اور ظاہر ہوتے ہی اس کی تعظیم و توقیر کریں۔ اور اطاعت و اتباع کے لئے فوراً تیار و آمادہ ہو جائیں۔ شک شبہ نہ کریں۔ قیاسات نہ دوڑائیں۔ شیطان کی طرح اعتراض نہ کریں۔ بلکہ فرشتوں کی طرح فوراً سر تسلیم خم کریں۔ پس ایمان بالغیب بہترین ایمان ہے۔ اور یہاں سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ جو لوگ ایمان لانے والے ہیں اور مومن ہوتے ہیں وہ پہلے ہی سے ایمان لے آتے ہیں۔ اور ان کے لئے غیب و شہود دونوں مساوی ہیں۔ وہ اعلان و اخبار ہی سے مومن ہو جاتے ہیں۔ وہ غیب و غائب پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ چنانچہ ملائکہ مقربین کے حالات سے ثابت ہے۔ ملائکہ نے اس سجدہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ کہ ہم کیوں اس شخص کو سجدہ کریں۔ ہمیں اس سے کیا فائدہ۔ اور جو کافر ہوتے ہیں وہ پہلے ہی سے کافر ہوتے ہیں اور اسی طرح وقت ظہور حجت ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ شیطان۔ اور اس وجہ سے کہ ایمان بالغیب نہایت اہم و ضروری ہے بلکہ مومن وہی ہے جو غیب پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ سنت الٰہی ہمیشہ جاری رہی ہے اور ہمیشہ حجج اللہ کے آنے کا اعلان ہوتا رہا ہے۔ ہر ایک سابق حجت خدا لاحق کی خبر دیتا رہا ہے۔ قبل خلقت آدمؑ خلافت آدمؑ کا ہزاروں برس پہلے اعلان کیا گیا۔ حضرت آدمؑ نے اپنے وصی جناب ہبۃ اللہ شیثؑ کا اعلان اور ان کی نبوت کی خبر دی۔ حضرت شیثؑ نے اپنے بیٹے شبان کی وصایت کا اعلان کیا۔ شبانؑ نے مخلثؑ کا مخلثؑ نے محوقؑ کا

محوقؑ نے غنمیشاءؑ کو۔ غنمیشاءؑ نے اخنوخؑ کو۔ اخنوخؑ نے ناخورؑ کو۔ ناخورؑ نے نوحؑ کا اعلان کیا۔ اور مومنین ان پر ایمان لائے۔ کافرین منکر ہے۔ اور اسی طرح تا زمانہ حضرت ختمی مرتبت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر ایک نبی اور حجت خدا اپنے سابق کی تصدیق اور لاحق کی تبشیر کرتا آیا۔ اور خاص طور سے ان انبیاء کی بشارت جن پر ظہور کا دارو مدار تھا چنانچہ بعد وفات حضرت آدمؑ ظہور حق جناب نوحؑ کے ظہور پر موقوف رکھا گیا تھا۔ بعد ازاں حضرت ہودؑ پر۔ ہکذا۔ اسی سلسلہ اعلان و اخبار میں جناب نوحؑ نے اپنے بیٹے سامؑ کو وصایت نبوت پہنچائی۔ اور مومنین کو ان کی خبر دی۔ جناب سامؑ نے عثامؑ کو وصیت کی اور مومنین کو ان کی خبر دی۔ اور وہ ان پر ایمان لائے۔ اور عثامؑ نے برعیثاثا کو وصیت کی اور ان کی وصیت کا اعلان کیا۔ برعیثاثا نے یافثؑ کو۔ اور یافثؑ نے برہؑ کو۔ اور برہؑ نے حقیبہؑ کو۔ اور حقیبہؑ نے عمرانؑ کو۔ اور عمرانؑ نے ابراہیمؑ کو۔ اور ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو۔ اسمٰعیل نے اسحٰقؑ کو۔ اسحاقؑ نے یعقوبؑ کو۔ اور یعقوبؑ نے یوسفؑ کو۔ یوسفؑ نے بثریاؑ کو۔ بثریا نے شعیبؑ کو۔ شعیبؑ نے موسٰی بن عمرانؑ کو۔ موسٰے بن عمرانؑ نے یوشعؑ کو۔ یوشعؑ نے داؤدؑ کو۔ داؤدؑ نے سلیمانؑ کو۔ سلیمانؑ نے آصفؑ بن برخیا کو۔ آصفؑ بن برخیا نے زکریاؑ کو۔ زکریاؑ نے عیسٰےؑ کو۔ عیسٰےؑ نے شمعونؑ بن حمون الصفا کو۔ شمعونؑ نے یحیٰےؑ بن زکریاؑ کو۔ یحیٰےؑ نے منذرؑ کو۔ منذرؑ نے سلیمؑ کو۔ سلیمؑ نے بردہؑ کو۔ اور بردہؑ نے بوساطت جناب رسول اللہؐ کو وصیت کی۔ اور ان کی نبوت و رسالت کا اعلان کیا۔ اور لوگوں کو خبر دی۔ اور ان میں سے جنہوں نے یہ خبر سُنی اور اس کی تحقیق کر کے یقین کر لیا۔ وہ اسی وقت سے آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے۔ اور ان کے ظہور و بعثت کا انتظار کرنے لگے۔ چنانچہ کتب تواریخ و سیر شاہد ہیں۔ کہ بہت سے علماء نصاریٰ و راہبان خیبر ہم آنحضرتؐ پر ایمان لائے ہوئے تھے اور ان کے ظہور کے منتظر تھے۔ پڑھو قصہ سیف بن ذی یزن و روزبہ سلیمان فارسیؓ وغیرہا۔ سیف بن ذی یزن اور بہت سے کاملین نے ظہور حضرتؐ ختمی مرتبت سے پہلے ہی انتقال کیا۔ اور سلمان فارسیؓ جیسے بزرگوار ظہور حضرتؐ تک زندہ رہے۔ اور زیارت و صحبت سے مشرف ہو کر سلمان منا اہل البیتؑ کے مرتبہ عالیہ تک پہنچے۔ اور تین سو یا پانچ یا چھ سو سال کی عمر پائی۔ یہ سنّت سنّتِ خدا و سنّتِ حجج اللہ ہے ایمان بالغیب کی ہمیشہ ہدایت کی گئی اور تعلیم دی گئی ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا اس سنّتِ الٰہی میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

انبیاء مستعلین و مستخفین | اس سلسلہ حجج اللہ میں یہ سنّتِ الٰہی بھی ہمیشہ جاری رہی ہے۔ اور تا ظہور حضرت رسالت مآبؐ کبھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کہ ان حجج اللہ میں

اکثر و بیشتر حجج اللہ غائب و پوشیدہ رہے ہیں۔ یعنی اپنے زمانہ وجود ظاہری میں اکثر لوگوں سے بحیثیت حجت خدا پوشیدہ و
غائب رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے حجت اللہ ہونے کو ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ بہت زیادہ تعداد انہی حجج اللہ کی ہے چنانچہ
خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ
اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا یعنی خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اے ہمارے حبیب بعض رسول تو وہ ہیں جن کا ہم نے تجھ سے
پہلے ہی ذکر کر دیا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کا بیان نہیں کیا۔ اسی کی تفسیر میں صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں ان اللہ
رسلا مستعلنین و رسلا مستخفین فاذا سئلت بحق المستعلنین فسئلہ بحق المستخفین یعنی خدا کے
کچھ انبیاء ظاہری ہیں جنہوں نے اپنی نبوت و رسالت کا اظہار و اعلان کیا اور بعض وہ غائب و پوشیدہ ہیں جنہوں نے
اپنے آپ کو مخفی اور پوشیدہ رکھا ہے اور اپنی نبوت و رسالت کا اظہار و اعلان خود نہیں کیا اور تبلیغ ظاہری نہ کر سکے
اور خدا نے انہی مستعلین کا ذکر کیا ہے مستخفین کا نہیں کیا۔ اور یہ مطلب صاف لم نقصصہم کا ہے۔ اور یہ غیبت و
ظہور بمقتضیات الزمان و حکم الٰہی ہوتا رہا ہے۔ حضرت ہابیلؑ کے قتل ہونے سے ہی قابیلی مومنین و اولاد مومنین و
نسل و اولاد ہبتہ اللہ پر غالب آ گئے۔ اور کفر و ضلالت کا زور ہو گیا۔ اور حضرت ہبتہ اللہ ان کے خوف و
عدم قدرت اظہار حق و دین حق علے الاعلان کی وجہ سے جزیروں میں پوشیدہ و غائب رہے۔ اور اپنے
معبود کی عبادت کرتے رہے۔ اور سب حضرت نوحؑ کے ظہور کی بشارت دیتے رہے۔ اور مومنین ان کے
ظہور کا انتظار کرتے رہے۔ اور اس عرصے میں یعنی وفات حضرت آدمؑ سے تا ظہور حضرت نوحؑ صرف جناب
ادریسؑ بصورت حکیم مدرس ظاہر ہوئے۔ اور بطور حکیم و فلاسفر علوم کی تعلیم دیتے رہے۔ اور انہی کو ہرمس
حکیم کہا جاتا ہے۔ ان کے چالیس شاگرد کامل ہوئے۔ جو سب کے سب ہرامسہ کہلاتے تھے انہی میں سے دو
شخص ہندوستان میں آئے۔ اور خاص طور سے علوم ریاضیہ ہندسہ و حساب و نجوم کی تعلیم دی۔ اور ہندوستان
ان علوم میں مشہور ہوا اور بعض نے بعض پیغام الٰہی پہنچائے۔ غرض جس وقت ظہور و تربیت قوم و تدبیر مملکت ان اولیاء اللہ
و حجج اللہ کو ممکن ہوئی اظہار کیا اور جس وقت جس زمانے میں ممکن نہ ہوئی اظہار نہ کیا اور غلبۂ دولت کفر و ضلال میں اپنے کو
پوشیدہ رکھا۔ وفات جناب آدمؑ سے تا حضرت نوحؑ اور حضرت نوحؑ سے تا حضرت ابراہیمؑ حجج اللہ مستعلین و مستخفین ہوتے
رہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ کے ظاہر ہونے کا وقت آیا۔ اور لوگ ان کے ظہور کے منتظر تھے۔ تو خدا نے ان کے
وجود کو پوشیدہ کر دیا اور ان کی ولادت کو چھپا دیا۔ اور نمرود کو خبر نہ ہوئی۔ اور اس کی سلطنت و غلبے کے زمانے
میں حضرت ابراہیمؑ اپنی رسالت کو چھپاتے رہے۔ اور اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا۔ اور نمرود ان کی تلاش میں اپنی

اہل مملکت اور اپنی رعیت کی اولاد کو قتل کرتا تھا۔ کیونکہ اس کو خبر دی جا چکی تھی اور لوگ منتظر تھے۔ مگر حضرت ابراہیمؑ اپنے
کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور پوشیدہ زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ ظلم و جور نمرود دیکھتے تھے۔ اور صبر سے وقت اعلان و
اظہار و مصلحت و حکمت الٰہی کے منتظر تھے۔ جب وہ مدت غیبت ختم ہو گئی۔ اور ظہور ممکن ہوا۔ اور مصلحت و حکمت
الٰہی مقتضی۔ تو حضرتؑ نے لوگوں کو اپنی طرف راہ نمائی کی۔ اور اپنے امر رسالت کو ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ خدا نے ان کے
دین کو ظاہر کیا اور ان کی حجت کو غالب۔ اور بعد وفات جناب ابراہیمؑ ان کے اوصیاء حجج اللہ ہوئے۔ اور یکے بعد
دیگرے وارث وصیت ہوتے رہے۔ بعض ان میں سے ظاہر ہوئے اور بعض بالکل غائب رہے۔ تا اینکہ حضرت
موسٰیؑ کے ظاہر ہونے کا وقت آیا۔ تو لوگ شدت سے ظہور کا انتظار کرتے تھے۔ اور فرعون موسٰیؑ کی تلاش میں
بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرتا تھا۔ اور ان کے آنے اور ظاہر ہونے کی خبر ہر طرف شائع ہو چکی تھی۔ اللہ نے ان کی
ولادت کو بھی پوشیدہ رکھا۔ صندوق میں بند ہو کے دریا میں ڈلوائے گئے۔ اور آخر کار فرعون کی گود میں پرورش
پائی۔ اور وقت حکمت و مصلحت تک حضرت موسٰیؑ اپنے کو چھپاتے رہے اور لوگوں سے غائب۔ پھر جب
حکم خدا ہوا اور ظہور ممکن۔ تو ظاہر ہو کر فرعون اور فرعونیوں کو دعوت دی۔ اور بنی اسرائیل کو اس کے ظلم و جور
سے بچایا۔ اور اس کے پھندے سے نجات دلائی۔ بعد وفات حضرت موسٰیؑ ان کے اوصیاء حجج اللہ قرار
پائے۔ اور وہ مستعلین و مستخفین رہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام وقت ولادت ہی سے ظاہر ہوئے۔ کیونکہ وہ وقت
ایسا ہی تھا۔ اور مصلحت اسی کو مقتضی تھی۔ اعتراض یہود و اقتضاء زمانی اسی کو چاہتا تھا۔ کہ حضرتؑ وقت ولادت ہی
سے نبوت کا اظہار کریں۔ اور اس میں تکلم فرما کر معترضین کی زبان بند فرمائیں۔ بعد از ظہور و نور موفور السرور حضرت سرور
کائنات صلعم جو پانچ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے حضرت عیسٰیؑ کے اوصیاء حجج اللہ رہے۔ اور اول اول بعض ان میں سے
ظاہر ہوئے۔ اور اس کا اظہار و اعلان کیا۔ بعد ازاں دولت کفر و ضلالت غالب ہوتی گئی اور حجج اللہ مغلوب
تا اینکہ آنحضرتؐ کے ظہور سے پہلے عالم پر جہالت و ضلالت کی سخت تاریک گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور
دنیا ظلم و جور و فتنہ و فساد سے پُر ہو رہی تھی۔ حضرتؐ کے ظاہر ہوتے ہی دور دور تک نور حق پھیل گیا۔ ضلالت
و جہالت کا بادل پھٹ گیا۔ اور حق کا ہر طرف اعلان ہوا۔ وَقِيلَ لَهُ مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِهِ
جو کچھ پہلے رسولوں کے لئے حکم ہوا تھا اور ان سے کہا گیا۔ وہی آنحضرتؐ سے کہا گیا۔ اور
وہی ان کے لئے حکم ہوا۔ وَقَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا یعنے
سنت اُن لوگوں کی جن کو ہم نے تجھ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا۔ اور وہ سنت یہی تھی۔ کہ آپؐ کے بھی

مثل انبیاء سابقین اوصیاء حجج اللہ قرار پائیں۔ چنانچہ مثل نقباء بنی اسرائیل بارہ اوصیاء حجج اللہ قرار پائے۔ جن میں سے گیارہ مستعلین ہوئے۔ اور بارھواں مستخفین میں سے۔ کیونکہ سنت استعلان و استخفاء ہے۔ اور مسلم ہے کہ بارہ منصوص اوصیاء میں سے گیارہ یقیناً ظاہر و مستعلن ہوئے۔ پس لا بد سنت استخفاء بارھویں سے متعلق ہو گی۔ اور وہی حجت غائب قرار پائے گا۔ اور ایسا ہی ہے (دیکھئے تفصیلا) یہ سنت الٰہی و سنت رسول اللہ ہی ہے اور کبھی اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اور نہ اس وقت میں ہو گا۔ اکثر حجج اللہ ہمیشہ پوشیدہ و غائب رہے ہیں اور مومنین جس طرح انبیاء مستعلین پر ایمان رکھتے رہے۔ اسی طرح مستخفین پر ایمان رکھتے رہے۔ اور احادیث نبویہ شاہد ہیں۔ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کل تین سو تیرہ رسول مبعوث برسالت ہوئے ہیں۔ اور باقی صرف اپنے نفس پر نبی تھے۔ اور جو رسول ہوئے ہیں۔ ان میں سے بھی سب ظاہر نہیں ہوئے بلکہ بعض بالکل غائب رہے۔ اور بعض ایک مدت خاص تک غائب رہے۔ اور جس طرح انبیاء مستعلین پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح انبیاء مستخفین پر۔ چنانچہ امت محمدی بھی بلا استثناء تمام انبیاء پر ایمان لانے پر مامور ہے۔ اور آیات صریحۃ الدلالۃ شاہد ہیں۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ایمان لایا رسول اس پر جو کچھ کہ اس کی طرف اس کے پروردگار کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اور ایمان لائے اس پر مومنین۔ یہ سب کے سب ایمان لائے ہیں خدا پر اس کے ملائکہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر۔ اور وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ ہم کسی ایک کو بھی اس کے رسولوں میں سے جدا نہیں کرتے ہیں پس کل انبیاء پر ایمان لانا تمام امت محمدی پر فرض ہے۔ اور جو بعض پر ایمان لائے اور بعض پر نہ لائے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور اب یہ تمام انبیاء گزر چکے ہیں۔ اور اب سب ہم سے بالکلیہ غائب ہیں۔ اور ایک بھی ہمارے سامنے موجود نہیں ہے۔ جو زندہ ہیں وہ بھی غائب ہیں۔ مثل حضرت ادریس و عیسٰی و الیاس و خضر۔ اور اپنے زمانوں میں بھی تمام ظاہر نہیں تھے۔ بلکہ اکثر مخفی و پوشیدہ اور غائب تھے۔ ان سب پر ایمان لانا فرض ہے جس سے ثابت ہے۔ کہ ایمان بالغیب نہایت اہم ہے۔ بلکہ افضل ترین ایمان ایمان بالغیب ہے۔ اور مومنین کاملین صرف وہی لوگ ہیں جو غیب غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس لئے جس طرح گزشتہ حجج اللہ پر ایمان لانے پر مامور ہیں اسی طرح لابد ہم آنے والے حجت اللہ الغائب پر ایمان لانے پر مامور ہیں۔ اور جب تک کہ آنے والے حجت اللہ الغائب پر ایمان نہ لائیں۔ مومن کامل نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ نجات و فلاح صرف انہی کے لئے ہے۔ جو مومن بالغیب ہیں۔ وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ جو غیب پر یقین رکھتے ہیں۔ متقی و پرہیزگار وہی ہیں۔ جو

حجت غائب کے قائل و معتقد ہیں۔ اور فیض قرآن و ہدایت قرآن انہی کے لئے ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ اور اس غیب سے مراد قیامت ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ قیامت کا ذکر صاف آخر آیت میں موجود ہے۔ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ اور قیامت پر ایمان لانا مومنین بالغیب کی آخری صفت ہے۔ اس لئے غیب سے مراد یہاں قیامت کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں ایمان بالغیب متقین کاملین کی اوّل صفت ہے۔ اور اسلام و ایمان میں فرق ہے۔ سارے مومن بھی متقی نہیں ہیں چہ جائیکہ سارے مسلمان متقی کہلا سکیں۔ حالانکہ قیامت پر اعتقاد رکھنا اوّل اسلام ہے۔ اور ہر ایک مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک کلمہ گو اس صفت سے متصف ہو۔ حالانکہ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ سارے مسلمان متقی نہیں اور نہ سارے نجات پانے والے جیسا کہ قرآن میں صاف موجود ہے۔ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا (مریم) پس تیرے پروردگار کی قسم ہے کہ ہم ضرور ان سب کو اور شیاطین کو اکٹھا کریں گے۔ اور پھر ہم ان سب کو جہنم کے گرد حاضر کریں گے۔ پھر ہم ہر ایک جماعت سے لوگوں کو جدا جدا کریں گے۔ کہ ان میں سے کون خدا کا سب سے زیادہ نافرمان اور سرکش ہے (یہاں تک عام کافرین و اولیاء شیاطین کا حال ہے۔ اب خاص اہل اسلام سے خطاب کر کے خدا فرماتا ہے) اور تم میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ وارد جہنم ہوگا اور اس تک پہنچے گا۔ یہ تیرے پروردگار کی قضاء حتمی ہے۔ پھر ہم نجات دیں گے صرف ان لوگوں کو جو متقی ہیں۔ اور باقی گنہگاروں کو وہیں جہنم میں پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔" اس سے صاف ثابت و محقق ہے۔ کہ سارے مسلمان نجات نہیں پا سکتے۔ اور یہی مضمون حدیث کا ہے۔ کہ مسلمانوں کے تہتر فرقوں میں سے بہتر ناری اور ایک ناجی اور مطابق آیۂ مبارکہ ناجی صرف یہی فرقہ متقین ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ آیۂ یؤمنون بالغیب میں غیب سے مراد قیامت و معاد ہرگز نہیں ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے۔ کہ سارے مسلمان متقی اور ناجی ہوں۔ و هو خلاف الحق و خلاف القرآن یقیناً نجات صرف ان متقین کے لئے ہے جو اقامہ صلوٰۃ و انفاق فی سبیل اللہ و ایقان معاد و قیامت کے ساتھ غیب پر بھی ایمان رکھتے ہیں ایمان بالآخرہ اور شے ہے۔ اور ایمان بالغیب اور شے۔ جو لوگ مومنین بالغیب ہیں وہ مومنین بالآخرۃ ضرور ہیں۔ مگر جو لوگ مومنین بالآخرۃ ہیں ضروری نہیں کہ وہ مومنین بالغیب بھی ہوں۔ مومنین بالقیامت سارے مسلمان ہیں۔ اور مومنین بالغیب

ایک خاص جماعت۔ اور اب دیکھنا ضروری ہے کہ وہ مومنین بالغیب کون جماعت ہے۔ اور غیب سے مراد کیا ہے
اور کیوں اس کو ناجیوں اور متقیوں کی سب سے پہلی صفت قرار دیا گیا ہے۔ اور جملہ اوصاف متقین پر مقدم کیا گیا ہے
اور ضرور اس میں کوئی خاص حکمت و مصلحت ہے۔ پس حکمت و مصلحت اور اس کی علت یہی ہو سکتی ہے۔ کہ یہ
غیب کوئی ایسی شے ہے جس پر ایمان لائے بغیر باقی اوصاف کالعدم ہوں، اور نجات کا دارومدار اسی پر ہو۔ بلکہ
باقی تمام اوصاف متقین اسی پر موقوف ہوں۔ اور وہی علت تامہ اور علت غائی ہو۔ ظاہر ہے۔ کہ اصول دین اسلام
بنا بر مشہور تین ہیں۔ توحید۔ و نبوت و معاد۔ اور ان تینوں میں تمام مسلمان مساوی ہیں۔ اور سب ان پر اعتقاد رکھتے
ہیں۔ اور مقام توحید میں شہود و غیب دونو پر اعتقاد اجمالی رکھتے ہیں۔ لہٰذا بنا بر دلیل سابق اگر ان تینوں اصولوں
میں سے کوئی غیب کا یہاں مصداق ہو۔ تو وہی محظور پھر لازم آتا ہے۔ یعنی کہ سارے مسلمان مومنین بالغیب
ہو جاتے ہیں۔ اور یہ خلاف حق و خلاف فرض ہے۔ اور یہ تینوں اصول اسی کا مصداق ہوئے تو ضرور ان کے
علاوہ ہوں گے۔ اور مسلم ہے کہ ان تینوں اصولوں کے علاوہ اگر اصول ہیں تو وہ عدل و امامت ہیں۔ اور عدل
توحید کے ساتھ ہے۔ اب اگر بعد نبوت کوئی اعتقاد ضروری ہے تو وہ اعتقاد امامت ہے۔ اور یہ ایمان بالغیب
اسی میں منحصر ہے۔ اب ہم قرآن شریف میں دیکھتے اور غور کرتے ہیں۔ کہ غیب خدا نے کن چیزوں کو کہا ہے۔ اور
یہاں غیب سے مراد کون ہو سکتا ہے قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ یَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ
رَّبِّہٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ "یعنی وہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں
نہیں اس پر اس کے پروردگار کی کوئی آیت نازل ہوتی؟ کہہ دو۔ کہ آیت غیب ہے اور غیب تو بس اللہ ہی کے
لئے ہے۔ پس تم اس آیت کے آنے اور ظاہر ہونے کے منتظر رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں" اس آیہ
مجیدہ میں آیۃ اللہ کو غیب سے تعبیر کیا ہے۔ اور آیۃ اللہ العظمیٰ حجت اللہ ہے۔ اور حجت اللہ سے بڑھ کر کوئی آیت خدا
نہیں ہے۔ کیونکہ تمام آیات اور ظہور تمام آیات الٰہی حجت اللہ (نبی و امام) پر موقوف ہے۔ اور اس میں کسی مومن بلکہ
بلکہ کسی ذی عقل و فہم کو شک نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر و امام سے بڑھ کر کوئی آیت اللہ نہیں ہے۔ بلکہ اصل آیت خدا ہی
ہیں نفس نفیس جو نبی و امام آیت خدا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسٰیؑ اور ان کی والدہ کو خدا صاف آیۃ فرماتا ہے۔ وَ
جَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ اٰیَۃً یعنی ہم نے عیسٰیؑ بن مریمؑ اور اس کی ماں کو آیت بنایا ہے۔ یعنی حجت قرار
دیا ہے۔ اور چونکہ خدا نے حضرت عیسٰیؑ کو حجت خلق کیا تھا۔ اور انہوں نے اوّل روز ولادت ہی اپنی حجت
کا اقرار کیا اور اظہار فرمایا۔ فَقَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ؕ بیشک میں بندہ خدا

اوں۔ مجھ کو خدا نے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے" اور نبی حجت خدا ہے۔ پس ان آیات میں آیت سے مراد حجت خدا
ہے۔ اور دوسری جگہ خدا نے آیت یعنی حجتؑ کو غیب سے تعبیر کیا ہے۔ وقال لِنَجْعَلَهُ اٰيَةً لِّلنَّاسِ لِنَا الغیب
آیت و حجتِ خدا یہاں ایک ہی ہوئے۔ اور لابد غیب ایک حجت خدا ہے۔ نیز قرآن شریف میں خدا نے حضرت یوسفؑ
کو جو ایک آیت خدا اور حجت خدا ہیں صاف لفظوں میں غیب کہا ہے۔ فَقَالَ ذَالِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ
نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔ اے حبیب یہ غیب کی خبر ہے جو ہم تجھ
کو وحی کرتے ہیں اور تو اس وقت ان کے برادران یوسفؑ کے پاس نہیں کھڑا تھا۔ جبکہ انہوں نے اپنی رایوں میں
اتفاق کیا۔ اور ایک مکر کی چال چلے۔ خدا اس قصہ یوسفؑ کو غیب کی خبر کہتا ہے۔ پس لابد صاحب قصہ غیب ہے
ورنہ تو ظاہر ہے کہ اس وقت قصہ حضرت یوسفؑ عالم شہود میں آچکا تھا۔ اور کتب سابقہ میں موجود تھا۔ اور یہود
ونصاریٰ و علماء اس کے عالم تھے۔ اب صرف عالم غیب میں نہیں تھا۔ ضرور غیب یہاں پر وہی بزرگوار ہیں۔
جن کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اور قصہ حضرت یوسفؑ کا ہے۔ اور اس لئے غیب حضرت یعنی حجت خدا بلی اللہ
ہی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ اور ابواب سابقہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ بعد رسول اللہؐ ائمہ اہل بیتؑ اور
اوصیاء عترت رسولؐ حجج اللہ ہیں۔ اور یہ سب کے سب آیات الٰہی ہیں۔ اور ان آیات الٰہی میں گیارہ
آیات گزر چکی ہیں۔ اور اب اس سلسلۂ اوصیاء رسولؐ اور حجج اللہ میں صرف امام غائبؑ و حجت قائم باقی
ہیں۔ اور وہ وہی آیتِ منتظرہ ہیں۔ اور چونکہ وہ آخری خلیفہ خدا اور حجت خدا اور آیت الٰہی ہیں۔ اور ان پر
ایمان لانے والا ضرور باقی تمام آیات سابقہ پر ایمان لانے والا ہوگا۔ جس طرح سلسلہ انبیاءؑ میں جناب ختمی
مرتبتؐ پر ایمان لانے والا پہلے تمام انبیاءؑ پر ایمان لانے والا ہے۔ کیونکہ وہ جنابؐ مصدق جملہ انبیاء سابقین
ہیں عملاً و علماً۔ اسی طرح جناب امام غائبؑ آخری اوصیاء و مصدق جملہ انبیاءؑ و اوصیاءؑ ہیں علماً و عملاً پس آنحضرتؑ
پر ایمان لانے والا جملہ انبیاءؑ و اوصیاءؑ پر ایمان لانے والا ہے۔ اور آنحضرتؑ کا منکر گویا تمام انبیاءؑ و اوصیاءؑ کا منکر ہے
اور اس کو یہ ایمان کچھ مفید نہیں ہے۔ اور سلسلہ نبوت میں علت تامہ اور علت غائی جناب خاتم الانبیاءؐ
محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ اسی طرح سلسلۂ اوصیاء میں جناب خاتم الاوصیاء امام غائبؑ حجۃ اللہ
المنتظر علیہ الصلوٰۃ والسلام علت تامہ و علت غائی ہیں۔ اور ان پر ایمان لانا تمام انبیاءؑ و اوصیاءؑ سابقین
پر ایمان لانا ہے۔ اور ان کی تصدیق سب کی تصدیق ہے۔ اور ان کا انکار سب کا انکار ہے
اور جو شخص ان پر زمانۂ غیبت میں ایمان نہیں لائے گا۔ اس کی نجات ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور

یہی مطلب ہے اس آیہ مبارکہ کا یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا جس وقت بعض آیات پروردگار ظاہر ہوں گی۔ اس دن کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے اس پر ایمان لایا ہوا نہیں ہے۔ اور نہ اس کو کچھ فائدہ ہوگا جس نے اپنے ایمان میں کسب خیر نہیں کیا ہے۔" اس بعض آیات کے ظاہر ہونے سے بھی آیہ منتظرہ حجت غائبؑ مراد ہے۔ جس وقت اس کا ظہور ہوگا۔ تو اس وقت جو اس کے خروج بالسیف و قیام بالسیف سے پہلے ایمان لایا ہوا نہیں ہے۔ یا پہلے سے اس نے کسب خیر نہیں کیا ہے۔ اور اس کا ایمان لانا مثل ایمان فرعون ہوگا۔ اور آیہ مجیدہ مذکورہ قُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ صاف غیبت منتظر پر دال ہے۔ اور ان آیات سے مراد قیامت کبریٰ کسی طرح نہیں ہو سکتی کیونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ قیامت پر سارے مسلمان ایمان رکھتے ہیں۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے۔ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اگر کوئی ایسا ہے تو وہ دراصل مسلمان ہی نہیں ہے۔ اوّل ہی سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بلکہ قیامت پر تو یہود و نصاریٰ وغیرہم بھی اعتقاد و ایمان رکھتے ہیں۔ تو چاہیئے کہ وہ سب ناجی و بہشتی ہوں۔ اور اسی طرح ایمان بالغیب میں بھی وہ سب داخل ہوں۔ اور مثل اہل ایمان و اسلام نجات پائیں۔ حالانکہ کفار خلدین فی النار ہیں۔ ضروری ان آیات سے مراد حجج اللہ ہیں۔ اور وہ آیہ منتظر جس پر قبل ظہور زمانہ غیبت میں ایمان لانا ضروری ہے۔ حجت غائب منتظر امام قائم الزمانؑ ہیں۔ اور یہی بزرگ ترین آیات الٰہی ہیں۔ اسی واسطے اور یہیں سے ابن ابی الحدید نے کہا ہے اور اچھا کہا ہے۔ ؎

وَمَا اٰیَةٌ لِلّٰهِ اَكْبَرُ مِنْهُمْ ۔۔۔ وَهُمْ اٰیَةٌ مِنْ دُوْنِهِمْ كُلُّ اٰیَةٍ

خدا کی کوئی آیت ان سے بڑھ کر اور بزرگ تر نہیں ہے۔ یہی وہ آیت خدا ہیں۔ کہ باقی تمام آیاتِ الٰہی ان سے پست ہیں۔ **فلا شک ولا ریب یؤمنون بالغیب میں غیب جناب امام غائبؑ ہیں۔ اور تفسیر آیات میں ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ غیب اس جنابؑ کی نام ہے۔ اور نجات انہی کے لئے اور ہدایت یافتہ وہی ہیں۔ جو امام غائبؑ پر اعتقاد اور** ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہی اعتقاد تکمیل ایمان و غایت ایمان ہے۔ اور اسی وجہ سے متقین کو خدا نے اس خاص صفت سے متصف قرار دیا ہے۔ اور تمام اوصاف پر مقدم رکھا ہے۔ اور یہی خاص صفت ما بالامتیاز ہے۔ نہ اعتقاد قیامت جو یہود و نصاریٰ وغیرہم سب میں مشترک ہے۔ کیونکر ممکن ہے۔ کہ خدا مومنین خلص و متقین کی مدح ایسی صفت سے کرے۔ جو دشمنان خدا یہود و نصاریٰ کفار میں مشترک ہے۔

پس بہ براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ و آیات بینہ ثابت ہو گیا۔ کہ ابتدا از خلقت بشری سے غیبت سنت حجج اللہ ہے۔ اور ایمان بالغیب افضل ترین ایمان و اہم ترین مرتبہ ایمان ہے۔ اور نجات صرف انہی کے لئے ہے۔ جو غیبت اور حجت خدا غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔ حجت خدا کے ظہور سے وہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور اُٹھاتے ہیں۔ جو پہلے سے زمانہ غیبت میں ایمان لائے ہوئے ہوں۔ اور اس پر اعتقاد رکھتے ہوں۔ وہ لوگ اوّل اس کی تصدیق کر سکتے ہیں اور اس کو پہچان سکتے ہیں۔ اس کے اتباع و اطاعت میں سبقت کر سکتے ہیں۔ جو پہلے سے مومن ہوں اور اس کے منتظر۔ جب تک ان میں حالت منتظرہ پہلے سے پیدا نہ ہوگی۔ ہرگز اطاعت و اتباع میں سبقت نہ کر سکیں گے بلکہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے بلکہ مثل شیطان شک و شبہ کر کے اپنے قیاسات باطلہ رکیکہ سے اس کی حجیت کا انکار کریں گے۔ بلکہ اس کے مقابلہ کو تیار اور عداوت و دشمنی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہر طرح سے اس کو اور اس کے معتقدین کو اذیت پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ علماء اس کے قتل کے فتوے دیں گے اور بعض اہل دول اس کے قتل کے لئے فوجیں بھیجیں گے۔ اور یہ تمام نام کے مسلمان ہی ہوں گے۔ جیسا کہ آئندہ مفصل بیان ہوگا۔ ولولا السیف بیدہ لافتی الفقہاء لقتلہ۔ اگر تلوار اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ تو فقہاء اس کے قتل کا فتوے دے دیں۔ اس کی تلوار کے سامنے ان کی کچھ نہ چلے گی۔ اور نور حق ظاہر ہو کر رہے گا اور مشرق و مغرب عالم تک پھیلے گا۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

بہرحال اب معلوم ہو گیا۔ کہ حجت غائب پر ایمان لانا ایمان کامل کی دلیل ہے۔ اور یہی ایمان اہل اسلام کے لئے موجب نجات ہے۔ جو لوگ حجت غائب پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ وہ ہرگز ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ اور ان کے لئے کوئی امید نجات نہیں ہے۔ اور یہیں سے بخوبی ثابت و واضح ہو گیا۔ کہ حجت غائب کے لئے غیبت کوئی مضر نہیں ہے۔ غیبت سنت انبیاء و حجج اللہ ہے۔ بہت سے حجج اللہ غائب رہے ہیں۔ اور بہت سے ایک مدت تک غائب رہنے کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ جیسے کہ حضرت ادریسؑ و حضرت ابراہیمؑ و یوسفؑ و موسےؑ وغیرہم۔ اور اس غیبت سے ان کی نبوت و رسالت باطل نہیں ہو گئی۔ بلکہ ان کی نبوت زمانہ غیبت میں بھی اسی طرح صحیح و ثابت ہے جس طرح کہ زمانہ ظہور میں۔ اور ان کی نبوت اسی طرح صحیح و ثابت ہے جس طرح کہ ان انبیاء کی جو غائب نہیں ہوئے اور جب حضرت ابراہیمؑ و حضرت یوسفؑ و حضرت موسےؑ کی نبوت باوجود غیبت صحیح و

ثابت ہے۔ تو پھر امام مہدی حجت غائبؑ کی امامت وحجیت کیوں صحیح نہیں ہوگی۔ اور کیونکر ان کی غیبت معاذاللہ موجب بطلان امامت ہوگی۔ اور کیوں کر ان پر ایمان رکھنے والے مورد طعن مخالفین ومخاصمین ہوں گے۔ اگر محض غیبت کی وجہ سے امامت امام مہدیؑ حجت اللہ الغائب کا انکار ممکن ہے۔ تو ان انبیا کی نبوت کا انکار ممکن ہوگا اور تکذیب قرآن لازم آئے گی اور سلسلہ نبوت منقطع بلکہ باطل ہو جائے گا۔ ورنہ اگر ان کی نبوت باوجود غیبت صحیح ہے۔ تو حجت غائبؑ کی امامت در زمان غیبت ضرور صحیح ہے۔ اور یہاں یہ کہنا غلط محض ہے کہ نبوت حضرت ابراہیمؑ وغیرہم اس وقت ثابت ہوئی جبکہ انہوں نے اپنی مُخبری کی اور لوگوں کو اپنی طرف بُلایا۔ نہ اس وقت جبکہ وہ ظاہر نہ تھے۔ اور اپنے کو نہ بتلاتے تھے اور اپنی طرف نہ بُلاتے تھے اور دعوت اسلام نہ دیتے تھے۔ کیوں کہ ہم پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ہر ایک حجت خدا کے آنے سے پہلے ہی مومنین کو خبر دی جاتی رہی تھی اور ہر پہلے سے اعلان ہوتا رہا تھا۔ اور پہلے ہی سے لوگ ان پر ایمان لاتے تھے اور ان کے ظہور کے منتظر رہتے تھے اور ان کے نزدیک ان کی نبوت پہلے ہی سے ثابت تھی۔ چنانچہ قصہ حضرت موسےٰ سے معلوم ہے۔ کہ قبل ظہور و مقابلہ فرعون اور اس کی دعوت دینے اور ظاہر ہونے سے پہلے حضرت موسےٰ کے پیرو ان پر ایمان رکھنے والے اور ان کے شیعہ موجود تھے۔ اور حالات جناب سرور کائناتؐ کے ظہور و بعثت سے پہلے بہت سے لوگ حضرتؐ پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جیسا کہ سلمان فارسیؓ۔ سیف بن ذی یزنؓ۔ جناب عبدالمطلبؑ۔ حضرت ابو طالبؑ قس بن ساعدۃ الایادیؓ۔ ابو مویہب الراہبؓ۔ بحیرا الراہبؓ۔ سطیح کاہنؓ۔ تبع الملکؓ۔ یوسف الیہودیؓ۔ ابن حواش الحبرؓ۔ زید بن عمرو بن نفیلؓ وغیرہ وغیرہ بہت سے علماء و راہب حضرتؐ پر ایمان رکھتے تھے ظہور کے منتظر تھے اور ان کے اوصاف سے ان کو پہچانتے تھے۔ اور ان کے حالات و واقعات تواریخ میں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان کی نبوت بعد ظہور و اظہار دعوت ثابت نہیں ہوئی بلکہ پہلے ہی سے ثابت تھی۔ مومن پہلے ہی سے ایمان رکھتے تھے۔ اور ان کا امر کبھی ان کے اولیاء ان کے شیعوں اور تبعین سے پوشیدہ نہیں رہا۔ صرف اہل جحود و ضلال و جہال ان کے وجود کے منکر ہوتے تھے۔ مومنین ہمیشہ مومنین بالغیب رہے ہیں۔ حضرت یوسفؑ مخاصمین و مخالفین کے نزدیک غائب تھے۔ مگر مومنین و موالین ان کو جانتے تھے۔ اور یقین رکھتے تھے۔ بلکہ مومنین کو ان کی ولادت کا وقت ان کا حسب نسب ان کا خاندان اور ان کا مقام ظہور ہمیشہ معلوم رہا ہے۔ یہی حال بعینہٖ حضرت صاحب الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ کہ مومنین و موالین ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی امامت کے قائل ہیں۔ ان کے خاندان اور ان کے والدین سے واقف ہیں۔ ان کی ولادت کے

وقت سے آگاہ ہیں۔ حالاتِ ولادت سے باخبر ہیں۔ ان کے اوصاف و کمالات کا علم رکھتے ہیں۔ ان کے شمائل و خصائل کو پہچانتے ہیں۔ ان کے نقش و نگار سے خبردار ہیں۔ اور ان کے آنے کے منتظر۔ جیسا کہ مومنین حضرت ادریسؑ و ابراہیمؑ و یوسفؑ و موسےٰؑ وغیرہم ان کے زمانہ غیبت میں ان کے ظہور کے منتظر رہتے تھے۔ پس مومنین و شیعہ امام قائم الزمانؑ حجت غائب صاحب العصر علیہ السلام سنت انبیاءؑ و امم انبیاءؑ پر ہیں۔ ان کا طریق طریقِ پیغمبری ہے اور منہاج منہاج مومنین کاملین اہل التقوے والیقین۔ وَلَيْسَ الْعَاقِبَةُ اِلَّا لِاَهْلِ التَّقْوٰى وَالْيَقِيْنِ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ انکار وجود حجت غائبؑ انکار جحودی یا نتیجہ تقلیداً بائی یا اثر عصبیت مذہبی ہے۔ کہ سنت حجج اللہ بدعت نظر آتی ہے۔ اور بہتوں نے صفت ایمان بالغیب مورد طعن و تشنیع ہے۔ سچ ہے ؎

هنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است ٭ گل است سعدیؒ و در چشم دشمناں خار است

حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ بیشک انسان محبت میں اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔

فصل

(غیبت انبیاءؑ)

یہاں مناسب ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کی غیبت کا حال مفصل لکھا جائے۔ تاکہ مکمل طور پر سنتِ انبیاء اللہ اور سنت الٰہی در باب حجج اللہ کالشمس فی رابعۃ النہار واضح ولائح ہو جائے۔ اور کسی عاقل بصیر کو شک و شبہ کا موقع نہ رہے۔ اور مومنین کو اطمینان قلب حاصل ہو۔ اور معلوم ہو جائے۔ کہ مہدی آخر الزمانؑ کی غیبت سنت انبیاءؑ و سنت الٰہی ہے۔ کہ جس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اور جس سے انکار اصل دیانت اسلام سے انکار ہے اور اس کی تکذیب تکذیب سنن الٰہی اور سنن انبیاء اللہ و حجج اللہ ہے۔ وَمَنْ تَرَكَ السُّنَّةَ فَقَدْ كَفَرَ

غیبت حضرت ادریسؑ

جناب محمد بن علیؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ادریسؑ کے زمانہ میں ایک بادشاہ جبار تھا۔ وہ ایک دن سیر کے لئے سوار ہو کر چلا۔ تو ایک زمین کے پاس سے گزرا۔ جو نہایت تر و تازہ اور شاداب تھی۔ اور وہ ایک بندۂ مومن شیعۂ ادریسؑ کی ملکیت تھی۔ اس بادشاہ کو وہ سرسبز زمین نہایت اچھی معلوم ہوئی۔ اور اپنے وزیر سے دریافت کیا۔ کہ یہ زمین کس کی ہے۔ کہا۔ یہ ایک بندۂ رعیت بادشاہ کی زمین ہے جو رافضی اور شیعۂ ادریسؑ نبی سے ہے

الماب بادشاہ کے دین پر نہیں ہے۔ بادشاہ نے اس بندۂ مومن کو بلایا۔ الیاس سے کہا۔ کہ یہ زمین مجھے دے دے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میرے عیال اس کے زیادہ محتاج ہیں۔ کہا۔ اچھا تو اس کی قیمت لگا۔ کہ میں اس کی قیمت تجھے دے دوں اس نے کہا۔ کہ میں نہ مفت دوں گا اور نہ فروخت کروں گا۔ اس کا ذکر ہی چھوڑ دو۔ بادشاہ یہ سن کر غضبناک ہوا۔ اور افسوس کرتا ہوا واپس ہو گیا۔ درآنحالیکہ اس معاملہ میں نہایت مغموم و متفکر تھا۔ اس کی ایک بیوی قوم ازارقہ سے تھی۔ اور وہ اس کو بہت محبوب رکھتا تھا۔ اور جب اس کو کوئی مہم پیش آتی تھی۔ تو وہ اس سے اس معاملہ میں مشورہ لیتا تھا جب اپنے مقام پر پہنچا اور اپنی جگہ بیٹھا۔ تو اس کو بلا بھیجا۔ تاکہ اس امر میں اس سے مشورہ لے۔ وہ اس کے پاس آئی۔ اور اس کو غیظ و غضب کی حالت میں پایا۔ اور کہنے لگی۔ اے بادشاہ کیا مصیبت پڑی ہے جو چہرے پر آثار غضب نمایاں ہیں۔ اس نے زمین اور مالک زمین کا مفصل قصہ سنایا۔ وہ سن کر کہنے لگی۔ کہ اے بادشاہ غمگین وہ ہوتا ہے جو انتقام پر قادر نہ ہو۔ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ بلا حجت و دلیل اس کو قتل کرے۔ تو میں ایک تدبیر نکالتی ہوں۔ اور اس کام کو انجام دوں گی۔ اور وہ زمین اس طرح سے تیرے قبضہ میں کر دوں گی۔ تو اپنی رعیت اور اہل مملکت کے نزدیک اس کے قتل کرنے میں معذور سمجھا جائے گا اور حجت قائم ہو جائے گی۔ بادشاہ نے پوچھا۔ وہ کیا تدبیر ہے۔ اس نے کہا۔ میں اپنے بعض اصحاب ازارقہ کو اس کے پاس بھیجتی ہوں۔ جو تیرے پاس آ کر شہادت دیں گے۔ کہ وہ شخص تیرے دین سے بیزار ہے۔ پس تجھ کو اس کا قتل کرنا جائز ہو جائے گا۔ اور اس کی زمین جائز طور سے لے سکے گا۔ کہا ایسا ہی کر۔ اس نے بعض ازارقہ کو بھیجا جو مومنین اور پیروان ادریس نبی کے قتل کو مباح جانتے تھے۔ کہ بادشاہ کے پاس شہادت دیں۔ کہ فلاں شیعہ بادشاہ کے دین سے بیزار ہے۔ ان کی شہادت پر اس مومن شیعۂ ادریس کو قتل کر دیا اور اس کی زمین کو خالصہ بنا کر قبضہ کر لیا۔ اسی وقت خداوند عالم احکم الحاکمین ملک الملوک رب العالمین کو اس مومن کے قتل سے طیش آ گیا۔ آثار غیظ و غضب اس بادشاہ جبار سفاک قتال مومنین پر ظاہر ہوئے۔ اور حضرت ادریس کو وحی ہوئی۔ کہ اس جبار کے پاس جاؤ اور اس سے کہو أَمَا رَضِيتَ أَنْ قَتَلْتَ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنَ ظُلْماً اسْتَخْلَصْتَ أَرْضَهُ خَالِصَةً لَكَ فَأَحْوَجْتَ عِيَالَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَأَجَعْتَهُمْ أَلَا وَعِزَّتِي لَأَنْتَقِمَنَّ لَهُ مِنْكَ فِي الْآجِلِ وَلَأَسْلُبَنَّكَ مُلْكَكَ فِي الْعَاجِلِ وَلَأُخَرِّبَنَّ مَدِينَتَكَ وَلَأُذِلَّنَّ عِزَّكَ وَلَأُطْعِمَنَّ الْكِلَابَ لَحْمَ امْرَأَتِكَ فَقَدْ غَرَّكَ يَا مُبْتَلَى حِلْمِي عَنْكَ اے شاہ جبار تو اس پر راضی نہ ہوا کہ میرے بندۂ مومن کو قتل کیا تا اینکہ اس کے بعد تو نے اس کی زمین کو اپنا خالصہ بنا لیا۔ الیاس کے عیال کو اس کے بعد محتاج کر دیا اور ان کو بھوکا رکھا۔ خبردار مجھ کو اپنی عزت و بزرگی کی قسم ہے میں ضرور آخرت میں تجھ سے اس کا انتقام لوں گا۔ اور دنیا میں تیرا ملک تجھ سے چھین لوں گا۔ اور تیرے شہر کو برباد کر دوں گا۔ اور تیری اس عزت کو ذلت سے

بدل دوں گا۔ اور تیری بیوی کا گوشت کتوں کو کھلاؤں گا۔ اے میرے حلم کے آزمانے والے تجھے اس بات نے مغرور کر دیا ہے۔"
حضرت ادریسؑ اس کی مجلس میں اپنے پروردگار کی رسالت پہنچانے گئے۔ ایک جبار کا دربار ہے اور اللہ کا ایک تنہا ولی خدا
ہدایت اور تبلیغ رسالت کے لئے جاتا ہے۔ اور انہی لفظوں میں پیغام الٰہی پہنچا دیا۔ درآنحالیکہ اس کے گرد اس کے اصحاب
جمع تھے۔ وقال ایھا الجبار انی رسول اللہ الیک وھو یقول لک اما رضیت ان قتلت
عبدی المومن ظلماً حتی استخلصت ارضہ خالصۃ لک واحوجت عیالہ من بعدہ واجعتہم
اما وعزتی لانتقمن لہ منک فی الآجل ولاسلبنک ملکک فی العاجل۔ جبار نے یہ پیغام الٰہی سن کر
کہا۔ اخرج عنی یا ادریس فلن تسبقنی بنفسک اے ادریسؑ یہاں سے باہر ہو جاؤ۔ تم اپنی جان بچا سکو گے اور مجھ
سے سبقت نہ کرو گے اور مجھ سے پہلے ہلاک کر دئے جاؤ گے۔ پھر اس عورت کو بلایا۔ اور پیغام ادریسؑ کی خبر دی اس نے کہا
میں ابھی اس کو قتل کر کے اس کے خدا کی رسالت باطل کئے دیتی ہوں۔ اس نے کہا۔ ایسا ہی کر۔ حضرت ادریسؑ کے
شیعہ جو آپؑ کے پاس جمع ہوئے تھے جب انہوں نے حضرتؑ سے یہ قصہ سنا ڈرے۔ کہ مبادا حضرتؑ قتل ہو جائیں
اور اس خبیثہ نے چالیس جوان ازارقہ اس جنابؑ کے قتل کے لئے بھیجے۔ جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں
حضرتؑ بیٹھا کرتے تھے۔ تو حضرتؑ کو وہاں نہ پایا۔ اور واپس پھرے۔ مومنین کو ان کے ارادے کی خبر ملی۔
تو وہ حضرت ادریسؑ کی تلاش میں ہر طرف پھیل گئے۔ اور ایک مقام پر ملاقات ہوئی۔ بادشاہ اور ان چالیس
جوانوں کے ارادے سے حضرتؑ کو خبر دی۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ یہاں سے باہر نکل جائیں۔ حضرتؑ کچھ اصحاب کے
ہمراہ باہر چلے گئے۔ اور اپنے پروردگار سے مناجات کی۔ اور عرض کیا۔ پروردگارا تو نے مجھے اپنی پیغامبری کے ساتھ
اس جبار کے پاس بھیجا۔ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔ اب وہ جبار مجھے دھمکاتا ہے۔ اور قتل سے ڈراتا ہے۔ اور
اگر مجھے پکڑ لے تو قتل ہی کر ڈالے گا۔ وحی ہوئی۔ اے ادریسؑ اس سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور اس کے شہر سے باہر نکل
جاؤ۔ اور اس کو اور مجھے چھوڑ دو۔ میں ضرور اپنا امر اس کے باب میں جاری کروں گا اور تمہاری تصدیق کروں گا۔ حضرت
ادریسؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار میری ایک حاجت ہے۔ ارشاد ہوا کیا ہے عرض کرو۔ عرض کیا۔ جب تک میں
سوال کروں اس شہر اور اس کے ارد گرد باران رحمت نہ برسانا۔ ارشاد ہوا اے ادریسؑ گاؤں تباہ ہو جائے گا۔ لوگ
بھوک کے مر جائیں گے اور نہایت محنت و تکلیف میں پڑ جائیں گے۔ عرض کیا۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ شہر تباہ ہو جائے
لوگ بھوک کے مر جائیں اور سخت تکلیف میں پڑ جائیں۔ مگر میری دعا یہی ہے کہ باران رحمت نہ برسے جب
تک کہ میں سوال نہ کروں۔ ارشاد ہوا۔ تیری دعا ہم نے قبول کی۔ اور جب تک تو سوال نہ کرے گا میں ان پر

باراں نازل نہ کروں گا۔ اور اپنے وعدے کو پورا کرنے کا زیادہ سزاوار ہوں پس اے مومنین تم سب اس گاؤں سے نکل جاؤ۔ مومنین سب باہر چلے گئے۔ جو اس وقت صرف بیس شخص تھے۔ اور دوسرے گاؤں میں چلے گئے۔ اور حضرت ادریسؑ کی اس دعا کی خبر تمام دیہات میں پھیل گئی۔ اور حضرت ادریسؑ ان سے کنارہ کشی کر کے ایک بلند پہاڑ کی کھو میں چلے گئے اور ان سے غائب ہو گئے۔ دن میں روزہ رکھتے تھے اور شام کے وقت ایک فرشتہ مؤکل ان کا کھانا لاتا تھا اس سے افطار کرتے تھے۔ اور خدا نے اس عرصہ میں اس بادشاہ جبار کے ملک کو برباد کر دیا اس کی سلطنت چھین لی۔ اور اس مومن کے قتل کی وجہ سے اس کی عورت کا گوشت کتوں کو کھلا دیا۔ بعد ازاں شہر میں ایک جبار نافرمان ظاہر ہوا۔ اور حضرتؑ کے غائب ہونے کے بعد بیس سال تک ان لوگوں پر بارش نہ ہوئی۔ ایک قطرہ تک نہ ٹپکا۔ اور لوگ سخت تکلیف میں تھے۔ اور دوسرے دیہات سے کھانا مانگ کر کھاتے تھے جب یہ حالت ہوئی۔ تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ یہ سب دعاء ادریسؑ کا اثر ہے۔ اور جب تک وہ دعا نہ کرے بارش نہ ہوگی۔ اور وہ غائب ہے۔ اور ہمیں اس کا مقام معلوم نہیں۔ اور خدا ہم پر ادریسؑ سے زیادہ مہربان ہے۔ اور سب نے اتفاق کیا۔ کہ بارگاہ الٰہی میں توبہ کریں اور اس سے پناہ لیں۔ اور سوال کریں کہ باران رحمت نازل فرمائے۔ پس راکھ پر کھڑے ہوئے ٹاٹ پہن لیا۔ سروں پر خاک ڈالی۔ اور خدا کی طرف توبہ واستغفار و تضرع و زاری کے ساتھ استغاثہ کیا۔ دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا اور حضرت ادریسؑ کو وحی ہوئی۔ کہ تمہارے گاؤں والوں نے توبہ واستغفار و تضرع و زاری کے ساتھ مجھ سے فریاد کی ہے۔ اور میری طرف رجوع کیا ہے۔ اور میں خدائے رحمان و رحیم ہوں۔ میں توبہ کو قبول کرتا ہوں اور سیئات کو معاف کرتا ہوں۔ اور مجھے ان پر رحم آتا ہے۔ اور مجھے ان کی دعا قبول کرنے سے تمہاری دعا اور میرا وعدہ مانع ہے نہ اور کوئی شے اب مجھ سے سوال کرو۔ کہ میں ان پہ بارش برساؤں۔ حضرت ادریسؑ کہنے لگے۔ خداوندا میں تو یہ سوال نہ کروں گا ارشاد باری ہوا۔ کہ اے ادریسؑ کیا تو نے سوال نہیں کیا تھا کہ میں نے قبول کیا۔ اب میں سوال کرتا ہوں۔ تو کیوں میرا سوال منظور نہیں کرتا۔ کہا۔ خداوندا میں بارش کے لئے تجھ سے سوال نہ کروں گا۔ پس اس وقت خدا نے اس ملک مؤکل کو وحی کی۔ کہ ادریسؑ کو کھانا نہ پہنچا۔ کھانا بند ہو گیا۔ اور حضرتؑ کو بھوک محسوس ہوئی۔ ایک دن صبر کیا۔ دوسرے دن صبر کیا۔ تیسرے دن بہت تکلیف محسوس ہوئی۔ اور بہت مغموم ہوئے۔ اور دامن صبر ہاتھ سے چھوٹنے لگا۔ اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے۔ خداوندا میری روح قبض کرنے سے پہلے میرا رزق بند کر لیا۔ وحی ہوئی۔ اے ادریسؑ تین دن روٹی نہ ملنے سے بیقرار ہو گئے۔ اور تمہارے اہل قریہ

بیس سال سے بھوک کی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ پھر میں نے ان کی اس تکلیف کو دیکھ کر تم سے سوال کیا۔ کہ تم ان کے لئے
بارش کی دعا کرو۔ تم نے میرا سوال قبول نہ کیا۔ اور تحمل کیا۔ اب میں نے تم کو تادیب کی ہے تاکہ تم بھوک کی لذت
محسوس ہو۔ اس وقت تمہارا صبر کم ہوگیا۔ اور جزع و فزع ظاہر کرنے لگے۔ اب یہاں سے اترو۔ اور اپنی غذا
خود تلاش کرو۔ اب میں نے تمہاری غذا تمہاری سعی پر منحصر کر دی ہے۔ حضرت ادریسؑ اس پہاڑ سے اترے
اور کھانے کی تلاش میں ایک گاؤں کی طرف چلے۔ گاؤں میں داخل ہوئے۔ تو کہیں سے دھواں اٹھتے دیکھا۔
اس طرف گئے اور ایک بڑھیا کے گھر پہنچے۔ وہ اپنے چولھے پر دو روٹیاں پکا رہی تھی۔ کہا اے بڑھیا مجھے
کھانا کھلا۔ کہ بھوک سے مر رہا ہوں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اے شخص ادریسؑ کی دعا نے ہمارے لئے کچھ وسعت
نہیں چھوڑی جو ہم کسی کو کھانا کھلائیں۔ اور اس نے حلف کیا۔ کہ اس کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں ہے
جاؤ کہیں اور سے کھانا طلب کرو۔ کہا اتنا سا کھانا تو دے کہ میں جان بچا سکوں اور قدم اٹھا سکوں۔ اور کہیں اور جا کر کھانا طلب کر سکوں۔
کہا یہ صرف دو روٹیاں ہیں۔ ایک میرے لئے اور دوسری میرے بیٹے کے لئے اگر میں اپنی قوت تجھے دوں تو میں بھوک سے مر جاؤں گی اگر بیٹے
کی تجھے دوں تو وہ مر جائے گا اور زیادہ یہاں ہے نہیں۔ فرمایا۔ لڑکا ابھی بچہ ہے اس کے لئے آدھی روٹی کافی ہو گی۔ اور آدھی میری

جان بچانے کے لئے۔ بڑھیا نے اپنی روٹی کھالی۔ اور لڑکے کی روٹی میں سے نصف حضرت ادریسؑ کو دے دی۔
جب لڑکے نے اپنی روٹی حضرت ادریسؑ کو کھاتے دیکھا بیقرار ہوگیا۔ اور صدمہ سے مر گیا۔ بڑھیا چلائی۔ کہ اے بندۂ خدا
میرا لڑکا اس اپنی قوت کے صدمہ سے مر گیا۔ حضرت ادریسؑ نے فرمایا۔ میں باذن خدا اس کو زندہ کرتا ہوں۔ اور حضرتؑ
نے اس بچے کا بازو پکڑا۔ اور کہا اے روح جو اس کے بدن سے نکل گئی ہے۔ باذن خدا اس کے بدن میں واپس آجا اور میں
ادریسؑ نبی ہوں۔ لڑکے کی روح واپس ہوگئی۔ اور لڑکا زندہ۔ جب بڑھیا نے حضرت ادریسؑ کا یہ کلام سنا اور اپنے لڑکے
کو زندہ دیکھا۔ کہا۔ میں شہادت دیتی ہوں کہ تو ادریسؑ ہے۔ اور باہر نکل کر پکارنے لگی۔ کہ لوگو تمہیں کشادہ حالی اور
فراخ عیشی کی بشارت ہو۔ ادریسؑ تمہارے گاؤں میں آگیا ہے۔ حضرت ادریسؑ چلے اور اسی جبار بادشاہ کے مقام
پر جا بیٹھے۔ اور اس کو ایک تباہ شدہ ٹیلہ پایا۔ تلک بیوتہم خاویہ۔ حضرتؑ کے گرد اہل قریہ جمع ہو گئے اور التماس کرنے
لگے کہ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ کیا آپ کو رحم نہیں آتا۔ کہ بیس برس سے بارش نہیں ہوئی۔ اور
بھوک کی تکلیف سے مر رہے ہیں۔ کہا۔ تمہارا بادشاہ جو اس وقت ہے اور کل اہل
قریہ برہنہ پا پیادہ چل کر آئیں اور مجھ سے سوال کریں۔ جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی۔
تو چالیس شخصوں کو بھیجا۔ کہ حضرت ادریسؑ کو پکڑ لائیں۔ جب وہ آپ کے پاس آئے

تو حضرت ادریسؑ نے ان کے لئے بددعا کی اور سب ہلاک ہو گئے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی۔ تو پانچ سو آدمی اور بھیجے کہ پکڑ لائیں۔ جب وہ لوگ حضرتؑ کے پاس آئے۔ تو حضرتؑ نے ان سے فرمایا۔ کہ اپنے اصحاب کی قتل گاہ اور قیام گاہ کو دیکھ لو۔ یہی تمہارا انجام ہوگا۔ تب انہوں نے عرض کیا۔ بیس سال ہمیں بھوک سے ہلاک کیا۔ اب چاہتے ہو کہ بددعا کر کے ہلاک کر دو۔ کیا تمہیں رحم نہیں آتا۔ فرمایا۔ نہ تو میں تمہارے بادشاہ کے پاس جاؤں گا۔ اور نہ بارش کی دعا کروں گا۔ جب تک کہ تمہارا بادشاہ اور تمام اہل قریہ میرے سامنے برہنہ پا اور پیادہ نہ آئیں۔ تم اپنے جبار کے پاس جاؤ اور اس کو یہ خبر دے دو۔ وہ گئے اور بادشاہ سے عرض کیا۔ اور اس کو ادریسؑ کے پاس چلنے کے لئے کہا۔ وہ سب حضرتؑ کے سامنے اسی شان سے آئے جس طرح حضرت ادریسؑ چاہتے تھے۔ اور عجز و انکسار کے ساتھ حضرتؑ کے آگے کھڑے ہوئے۔ اور خواہش کی کہ حضرتؑ بارش کی دعا کریں۔ اس وقت حضرتؑ نے فرمایا۔ اب میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور دعا کی۔ فوراً بادل پیدا ہوا۔ بجلی کڑکی اور چمکی۔ اور اسی وقت بارش ٹوٹ پڑی۔ یہاں تک کہ اتنا پانی پڑا کہ لوگوں کو غرق ہونے کا گمان ہونے لگا۔ اور بمشکل تمام اپنے گھروں تک پہنچے۔ غرض حضرت ادریسؑ کی غیبت میں شیعیان حضرت ادریسؑ مصائب میں گرفتار ہے شاہان جباران کی اولاد کو قتل کرتے تھے۔ ان کو محتاج کرتے تھے اور ان کو ڈراتے تھے۔ پھر حضرتؑ اپنے شیعوں میں ظاہر ہوئے۔ تو ان کو حضرت نوحؑ کے ظہور کی خبر دی۔ اور ان کے ظہور پر فرج و کشادگی کی بشارت دی۔ اور لوگ برابر ان کے ظہور کا انتظار کرتے رہے۔ اور اس پر قرن گزر گئے۔ نسلیں فنا ہو گئیں۔ اور برابر طغات و طواغیت زمانہ کی سختیوں اور عذاب و محنت پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت نوحؑ نے اظہار نبوت کیا۔

اس قصے سے حسب ذیل نکات مفیدہ ثابت ہوتے ہیں۔ **اوّل** جناب ادریسؑ کا بیس سال اپنی امت سے غائب رہنا۔ **دوم** یہ غیبت طغات زمان و طواغیت دوران شاہان جبابرہ کے غلبہ و ظلم و جور کی وجہ سے تھی۔ **سوم**۔ شیعیان حضرت ادریسؑ اس عرصہ غیبت میں متفرق مقامات پر سختی و شدت میں تھے۔ اور طرح طرح کے ظلم و ستم سہتے تھے اور صبر کرتے تھے۔ **چہارم** حضرت ادریسؑ نے اس بیس سال کی غیبت کے بعد خروج فرما کر جباران جہاں کو فنا نہیں کیا۔ بلکہ سوائے اس دعا خاص کے اور کوئی سزا ان کو نہیں دی۔ اور فرج و کشادہ حالی و فراخ عیشی کے لئے اپنی اولاد میں سے جناب نوحؑ کے آنے کی بشارت دی۔ اور وہ ان کے ظہور پر موقوف رکھی گئی۔ اور حضرت ادریسؑ سے حضرت نوحؑ تک چار پشتیں ہوتی ہیں۔ بہت سے لوگ اس انتظار میں مر گئے۔ **پنجم** اس غیبت نوحؑ

قتل وجود کے زمانہ میں یہ مومنین حضرت نوحؑ پر ایمان رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ دعاء فرج کرتے رہتے تھے۔ **ششم** اس سے واضح ہے۔ کہ شاہان جبارہ سے ہمیشہ خاصان خدا پر ظلم ہوتے رہے ہیں۔ اور مومنین ان کے ہاتھ سے اذیتیں اٹھاتے رہے ہیں۔ **ہفتم** مومنین و شیعیان حضرت ادریسؑ شاہان دنیا سفاک و جبار ان کے مذہب سے بیزار تھے۔ اور اس وجہ سے کہ یہ لوگ خاصان خدا اور انبیاء اللہ کے ساتھ تھے سلاطین زماں ان کے دشمن رہتے تھے۔ اور ان کا قتل جائز جانتے تھے۔ **ہشتم** غیبت حضرت ادریسؑ بحکم خدا تھی۔ خوف و خطر کے موقع پر خدا نے ان کو غائب ہو جانے کا حکم دیا۔ یہ نہیں کیا کہ فوراً بادشاہ کو ہلاک کر دے اور حضرت ادریسؑ کو غالب کرے۔ کیونکہ خدا رب العالمین ہے حجت تمام کرتا ہے۔ اور اجل معین سے پہلے ہلاک نہیں کرتا۔ بلکہ اجل معینہ تک مہلت دیتا ہے اور اپنے خلیفہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ تا اینکہ حضرت ادریسؑ کو اپنے پاس اٹھا لیا۔ اور فرمایا۔ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور مومنین تا ظہور حضرت نوحؑ مصائب و شدائد میں گرفتار رہے۔ اور پھر زمانہ حضرت نوحؑ بھی ایک نہایت طولانی زمانہ ہے۔ اور تمام قوم کفار اس وقت ہلاک ہوئی۔ طوفان آیا جبکہ کتاب الٰہی اپنی میعاد کو پہنچ گئی۔ اس کی علت کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ **نہم** خداوند عالم ایک بندۂ مومن پر ظلم دیکھنے سے بادشاہ جبار پر غضبناک ہوا۔ دنیا میں اس نے اپنے کئے کا نتیجہ بھگتا۔ اور آخرت میں اس کی سزا پائے گا۔ **دہم** اس سے معلوم ہے۔ کہ دنیا میں بہت زیادہ شر عورت کے ہاتھ سے ظاہر ہوا ہے۔ اور اکثر فتنۂ دین کا باعث عورت ہی ہے۔ **یازدہم** معلوم ہوا۔ کہ انبیاء علیہم السلام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ جو کچھ خدا سے طلب کرتے ہیں وہ عطا کرتا ہے۔ **دوازدہم** خدا اپنے وعدے کے کبھی خلاف نہیں کرتا۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ **سیزدہم** خدا اپنے بندوں پر پیغمبروں سے زیادہ مہربان ہے۔ مگر پیغمبروں کے ناز بھی اٹھاتا ہے۔ **چہاردہم** محل امتحان نہایت نازک ہے۔ اور بھوک و پیاس میں ثابت قدم اور صابر رہنا بہت مشکل۔ **پانزدہم** انبیاء اللہ باذن اللہ مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اور جس نے تواریخ انبیاء کا مطالعہ کیا ہے وہ یقین کرے گا۔ کہ ہمارے پیغمبر حضرت ختمی مرتبت تمام انبیاء سے زیادہ صابر اور اپنی امت پر مہربان تھے۔ انتہا درجہ کی سختیوں میں بھی انہوں نے کبھی اپنی امت کے لئے اس قسم کی بددعا نہیں کی۔ اور اذیت پر اذیت اٹھاتے رہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کو رحمۃ للعالمین کے مبارک و گراں بہا خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ روحی و ارواح المومنین لہ الفداء۔

ظہور حضرت نوحؑ مومنین برابر شدائد و مصائب میں رہے۔ تا اینکہ نوحؑ ظاہر ہوئے۔

اس وقت بھی شاہان جبار و سلاطین زمان کا دور دورہ تھا۔ اور شیعیان حضرت ادریسؑ پر برابر ظلم و ستم ہو رہے تھے حضرت نوحؑ نے ستر جباروں کے دربار میں پیغام خدا پہنچایا۔ مگر ان کو کوئی اثر نہیں ہوا۔ تین سو برس تک دعوت دیتے رہے۔ اور اس عرصے میں ایسے ایسے صدمے اٹھائے اور ساقتیں جھیلیں کہ حضرتؑ اکثر غش ہو جاتے تھے۔ بعض ملاعین آکر حضرتؑ کے سر پر پتھر مارتے تھے۔ جب تین سو سال اس حالت میں گزر گئے تو حضرتؑ ان کے لئے بد دعا کرنے پر آمادہ ہوئے۔ اور بعد نماز صبح مصلّے پر بیٹھ کر چاہا۔ کہ دعا کریں۔ کہ تین فرشتے ساتویں آسمان سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ ہم آپؑ سے ایک حاجت رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ کیا ہے عرض کیا۔ ابھی دعا کرنے میں تاخیر کیجئے۔ کہ یہ خدا کا زمین پر پہلا حملہ ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ تین سو سال کے لئے میں نے دعا میں اور تاخیر کر دی۔ اور حضرتؑ پھر اپنی قوم میں آئے۔ اور وعظ و پند کرنے لگے۔ اور دعوتِ حق دینے لگے۔ اور وہ لوگ حضرتؑ کے ساتھ اسی طرح پیش آتے رہے۔ یہاں تک کہ جب یہ مدت بھی پوری ہو گئی۔ اور ان کے ایمان لانے سے مایوسی ہوئی۔ تو پھر چاشت کے وقت دعا کرنے بیٹھے کہ تین فرشتے چھٹے آسمان سے نازل ہوئے اور عرض کیا۔ ہم صبح چلے تھے اور اب چاشت کے وقت آئے ہیں۔ اور ہم آپؑ سے ایک حاجت رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ کیا ہے۔ عرض کیا۔ ابھی دعا میں تاخیر کیجئے۔ حضرتؑ پھر اپنی قوم میں گئے اور دعوتِ حق دینے لگے۔ مگر وہ لوگ حضرتؑ سے گریز ہی کرتے رہے۔ اور تین سو سال اور گزر گئے۔ اور پورے نو سو سال ہو گئے۔ پھر شیعہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلاطین سفاکین و جبارین کے ظلم و جور اور سختی اور شرارت کی شکایت کی۔ اور التماس کی۔ فرج کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے دعا کی۔ اور حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے۔ اور کہا۔ خدا نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے۔ اپنے شیعوں سے کہہ دو۔ کہ چھوارے کھائیں۔ اور ان کی گٹھلیاں بو دیں۔ اور ان کی حفاظت کریں یہاں تک کہ ان میں پھل لگے۔ گٹھلیاں بوئی گئیں۔ اُگیں اور پھل لگا۔ تو حضرت نوحؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایفاء وعدہ کا سوال کیا۔ حضرتؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا۔ وحی ہوئی۔ کہ ان سے کہہ دو۔ کہ چھوارے کھائیں اور گٹھلیاں بو دیں۔ جب وہ پھل دیں گی۔ تو فرج حاصل ہو جائے گی۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا تو گمان کیا۔ کہ یہ خلاف وعدگی ہے۔ اور ایک تہائی مومنین دینِ حق سے مرتد ہو گئے۔ اور باقی دو تہائی رہ گئے۔ یہاں تک کہ جب ان پر پھل لگے وہ لوگ۔ پھر حضرت نوحؑ کے پاس آئے۔ اور وہی سوال کیا۔ حضرتؑ کے سوال پر وحی ہوئی۔ کہ ان سے کہہ دو۔ کہ پھل کھائیں اور گٹھلیاں بو دیں۔ جب ان پر پھل لگیں گے اس وقت

فرج حاصل ہو گی۔ اس وقت ایک تہائی اور پھر گئے اور مرتد ہو گئے۔ اور ایک تہائی باقی رہ گئے۔ انہوں نے مثل سابق عمل کیا۔ اور پھر کھجوروں پہ پھل لگا۔ اور وہ پھر حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور وہی سوال کیا۔ اور کہا۔ کہ اب ہم میں سے صرف تھوڑے سے باقی رہ گئے ہیں۔ اور ہمیں خوف ہے۔ کہ مبادا باقی بھی مرتد ہو جائیں اور انتظار فرج پر صبر نہ کر سکیں۔ حضرتؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ کہ خداوندا میرے اصحاب میں سے یہ جماعت باقی رہ گئی ہے۔ اور مجھے اب ان کی ہلاکت کا خوف ہے اگر اب فرج میں تاخیر ہوئی۔ وحی ہوئی! اب تمہاری دعا قبول کی گئی کشتی بناؤ۔ اور اجابت دعا اور طوفان کے درمیان پچاس سال کا زمانہ تھا۔ کشتی بنائی گئی! اور طوفان آیا۔ تمام کفار وجبار ہلاک ہوئے۔ اور مومنین نے سفینۂ نوحؑ میں نجات پائی۔ اور مالک زمین بنے۔ اور دنیا کچھ عرصہ کے لئے کفر و شرک سے خالی ہوئی۔ جب حضرتؑ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ وحی ہوئی۔ کہ اے نوحؑ تمہاری نبوت کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ اسم اکبر۔ میراث العلم اور ان آثار علم نبوت کو جو تمہارے پاس ہیں اپنے بیٹے سامؑ کے سپرد کر دو۔ کیونکہ میں کبھی زمین کو بلا ایسے عالم کے نہیں چھوڑ سکتا۔ جس سے میری طاعت پہچانی جائے۔ ایک نبی کے قبض ہونے سے دوسرے نبی کے مبعوث ہونے تک میرے بندوں کے لئے باعث نجات ہو۔ اور میں نے کبھی زمین کو اپنی حجت اور داعی اور ایسے ہادی سے خالی نہیں چھوڑا ہے۔ جو میرے امر کا عارف ہو۔ کہ میری قضا جاری ہو چکی ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی قرار دوں۔ ایک پیغمبر یا امام بھیجوں۔ سعیدوں کو اس سے ہدایت کروں اور بدبختوں اور شقیوں پر اتمام حجت۔ حضرت نوحؑ نے اسم اکبر۔ مواریث علم اور آثار نبوت حضرت سامؑ کے سپرد فرمائے۔ اور حامؑ یافثؑ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔ اور حضرت نوحؑ نے حضرت ہودؑ کے آنے کی خبر دی۔ اور تمام امت کو ان کے اتباع کا حکم دیا۔ اور یہ کہ وصیت کو ہر سال قائم کرتے رہیں اور تازہ رکھیں۔ اور اس کو دیکھیں۔ اور وہ دن ان کی عید ہو۔ جیسا کہ آدمؑ نے ان کو وصیت کی ہے۔ پس اولاد حام و یافث کے جبار ظاہر و غالب ہوئے جس طرح اولاد قابیل کی جبابرہ۔ اور اولاد سامؑ اپنے علم اور آثار علم کے ساتھ پوشیدہ اور مخفی ہو گئی۔ اور حضرت سامؑ پر جبابرۂ حام و یافث کی دولت و حکومت رہی۔ وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۔ اور خلاصہ حضرت نوحؑ کی وصیت کا یہ ہے۔ کہ حضرتؑ نے اپنے تمام شیعوں کو بلا کر فرمایا۔ کہ میرے بعد حجج اللہ کے لئے غیبت واقع ہو گی۔ اور طواغیت و طغاۃ زماں غالب و ظاہر ہوں گے۔ اور اللہ تعالےٰ میری اولاد میں سے ایک شخص کے ہاتھ پہ تمہیں فرج و کشادگی عطا کرے گا۔ اس کا نام ہودؑ ہے۔ اور اس کے لئے نشان اور سکینہ و وقار ہے۔ وہ خلق اور نرم مزاجی میں میرے مشابہ ہو گا۔ اور خدا اس کے ہاتھ سے

دشمنوں کو ہلاک کرے گا اور ریح عقیم بھیجے گا۔ اور یہی وہ ریح عقیم ہے جس کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ لوگ برابر حضرت ہودؑ کے ظہور کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مدت دراز ہو گئی اور ان کے قلب سخت و سیاہ ہو گئے۔ اور جب وہ مایوس ہو گئے۔ تو خدا نے اپنے نبی ہودؑ کو ظاہر کیا۔ اور ریح عقیم سے لوگوں کو ہلاک کیا۔ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ پھر غیبت حج اللہ واقع ہوئی۔ اور حضرت صالحؑ نے ظہور کیا۔

مومنین اور شیعیان انبیاءؑ کے لئے حضرت نوحؑ سے تا حضرت ہودؑ نہایت سخت امتحان کا زمانہ تھا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی قوم میں ضعیف الایمان اور منافقین بہت زیادہ تھے۔ اور اسی وجہ سے ملائکہ نے تاخیر کی التماس کی۔ پھر وعدہ الٰہی برابر مشروط ہوتا رہا۔ چنانچہ نتیجہ اس کا ظاہر ہوا۔ جتنے ضعیف الایمان اور منافقین تھے۔ سب مرتد ہو کر کافر ہو گئے۔ اور ان طولانی امتحانوں کے بعد خالص مومنین چھنٹ کر رہ گئے۔ ایک طرف کافر محض تھے اور دوسری طرف مومنین خالص۔ اس کے بعد طوفان آیا۔ اور سب کفار کو ہلاک کر دیا۔ اور مومنین کو نجات ملی۔ ان تمام تکالیف و مصائب و شدائد میں مومنین کاملین ثابت اور صابر رہے۔ اور محبت حاضر و غائب سب پر ایمان رکھتے رہے۔ اور کبھی ان کے ایمان میں فرق نہ آیا۔ مگر منافقین و مشرکین مرتد ہوتے گئے۔ جتنا زمانہ طولانی ہوتا گیا۔ وہ قسی القلب ہوتے گئے۔ اور آخر ان کا نفاق ظاہر ہوا اسی کی خبر خدا ان الفاظ میں دیتا ہے۔ اور اس آیت سے خطاب کر کے فرماتا ہے۔ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ کیا ابھی اہل ایمان کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی طرف جھکیں اور اس کے ذکر کی طرف۔ اور اس کی طرف جو حق نازل ہوا ہے مائل ہوں۔ اور مثل ان لوگوں کے نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر جب مدت دراز ہو گئی۔ تو ان کے دل سیاہ ہو گئے۔ اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں۔" یہ حالت بعینہ زمانہ غیبت امام زمان علیہ السلام سے مشابہ ہے۔ اور اسی واسطے خدا مومنین سے خطاب کرتا ہے۔ کہ عبرت حاصل کریں۔ اور خدا کی طرف رجوع لائیں اور محبت خدا پر ایمان اور بہت سخت امتحان مومنین کے لئے ہے۔ جو کامل الایمان ہیں ان کا ایمان اور بڑھتا جاتا ہے۔ اور جو شاکین اور جاحدین ہیں۔ وہ طول مدت غیبت کی وجہ سے مرتد ہوتے جاتے ہیں اور اپنی جلد بازی سے جہال کو امام بنا کر دین سے پھرتے جاتے ہیں اور اعتقاد صحیح سے دور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے۔ کہ لاکھوں مسلمان اسی عرصہ غیبت میں دین اسلام سے مرتد ہو گئے۔ نئے نبی اور نئے امام بنا لئے۔ مگر مومنین برابر صبر کے ساتھ

انتظار کرتے ہیں۔ خدا انہی کی طرف اشارہ کرکے فرماتا ہے۔ کہ اب باوجود بہت سی شرائط و علائم موجود ہو جانے کے ان کے دل ذکر خدا اور حق کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا۔ کہ ضلالت و جہالت کی خواب غفلت سے بیدار ہوں اور خدا کی طرف رجوع کریں۔ بہرحال طول غیبت حجت اللہ حجت اللہ کی حجیت کو باطل کر دیتی ہے نہ مخلص اہل ایمان کے ایمان میں خلل انداز ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہ تمام آیات و سنن الٰہی ہیں۔ ان کو دیکھ کر ان کے دل نور ایمان سے اور روشن ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ کوئی ایسی بات دیکھتے ہیں۔ تو بیساختہ کہہ اٹھتے ہیں صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ جو کچھ خدا اور اس کے رسولؐ نے خبر دی ہے وہ سب سچ ہے۔ اس زمانہ غیبت میں مثل امت حضرت نوحؑ ضعیف الایمان اور منافقین کا نفاق ظاہر ہو جائے گا! اور آخرکار خالص ایمان اور ان کے مقابل کامل اہل کفر باقی رہ جائیں گے۔ تاکہ ان کے فنا کرنے کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ مزید توضیح باب امتحان مومنین میں آئے گی۔ اور انبیاء اللہؑ کے ساتھ مشابہت امام زمان علیہ السلام کا حال مفصل معلوم ہوگا۔

غیبت حضرت صالحؑ

حضرت ہودؑ نے حضرت صالحؑ کے خروج اور ظہور کی خبر دی۔ اور لوگ ان کے آنے کے منتظر رہے۔ حضرتؑ ظاہر ہوئے۔ اور قوم ثمود کو دعوت حق دی۔ اور ان کے بتوں کو حجاب کرکے ان کو محجوج کیا۔ پھر حضرتؑ سے معجزہ طلب کیا گیا۔ کچھ لوگ منتخب ہو کر پہاڑ کے قریب گئے اور حضرت صالحؑ سے سوال کیا۔ کہ اپنے پروردگار سے سوال کرکے ایک اونٹنی سرخ رنگ اس پہاڑ سے نکال دے۔ حضرتؑ نے دعا کی فوراً پہاڑ کو جنبش ہوئی اور ویسی ہی اونٹنی نکل آئی۔ پھر انہوں نے کہا۔ کہ اس کا بچہ بھی نکلے۔ فوراً اس سے بچہ پیدا ہو گیا۔ اور اس کے گرد پھرنے لگا۔ ستر آدمی ایمان لائے مگر اپنی قوم تک واپس ہوتے تک ستر میں سے چونسٹھ مرتد ہو گئے۔ اور ان چھ میں سے بھی ایک شک کرنے لگا! اور کہنے لگا کہ یہ جادو ہے۔ اور یہ حکم ہوا تھا۔ کہ ایک دن پانی یہ اونٹنی پیے اور ایک دن تم پیو۔ اور جب اونٹنی پانی پی لیتی تھی۔ تو اتنا دودھ دیتی تھی کہ ساری قوم سیراب ہو جاتی تھی۔ مگر عتاۃ و طغاۃ و طواغیت قوم پھر بھی ایمان نہ لائی۔ اور حضرتؑ کی تکذیب کرتے رہے۔ اور آخرکار انہوں نے ناقہ کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ اور عذاب خدا نازل ہوا۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا۔ قوم ثمود نے اپنی سرکشی سے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی جب کہ انہوں نے ناقہ کو پے کرنے کے لئے اپنے شقی ترین شخص رقدار کو بھیجا۔ پس پیغمبر خدا نے ان سے کہا۔ خدا کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے تعرض نہ کرو۔ اور اس کا خیال رکھو۔ اس پر کسی نے بھی ان لوگوں نے

رسولؐ خدا کی تکذیب کی۔ اور اس کو پے کر دیا۔ اور کوچیں کاٹ ڈالیں پس اس گناہ کی وجہ سے خدا غضب ناک ہُوا۔ اور ان سب کو ملیا میٹ کر دیا۔ اور وہ اس کے انجام سے ذرا نہیں ڈرتا کیونکہ وہ اسی عذاب اور سزا کے مستحق تھے۔ جب ان پر عذاب نازل ہُوا۔ اور حضرت صالحؑ وہاں سے چلے گئے۔ اور ایک زمانہ دراز تک لوگوں سے غائب رہے۔ اور جب غائب ہوئے۔ تو ادھیڑ عمر، خوبصورت جسیم، حسین و شکیل جوان رعنا تھے شکم بھاری۔ رخسار سیک اور بھری ہوئی ڈاڑھی رکھتے تھے۔ جب ظاہر ہوئے۔ تو آپ کی شکل بہ نسبت سابق بدلی ہوئی تھی۔ اور لوگوں نے انہیں نہ پہچانا۔ اور لوگوں کے تین فرقے تھے۔ ایک بالکل جاحد اور منکر تھا جو کبھی حق کی طرف رجوع ہی نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرا شک کرنے والا۔ تیسرا یقین رکھنے والا۔ حضرتؑ نے اوّل شاکین کو دعوت دی۔ اور کہا۔ میں صالحؑ ہوں۔ انہوں نے حضرتؑ کی تکذیب کی اور گالیاں دیں۔ اور زجر و توبیخ کی۔ اور کہا۔ خدا تیرے دعوے سے بری ہے۔ تحقیق کہ صالحؑ اور صورت میں تھا۔ اس کی یہ صورت نہ تھی۔ پھر حضرتؑ جاحدین و منکرین کی طرف آئے۔ انہوں نے حضرتؑ کی بات بھی نہ سُنی اور ان سے گریز کیا۔ تب حضرتؑ تیسرے طبقے کے لوگوں کے پاس گئے اور کہا۔ میں صالحؑ ہوں۔ کہا۔ ہمیں ایسی خبر دیجئے۔ جس سے ہمیں یقین ہو جائے کہ آپؑ صالحؑ ہیں۔ اور شک باقی نہ رہے۔ کیونکہ ہم اس میں شک نہیں کرتے۔ خدا قادر ہے۔ جس کو جس شکل میں چاہے بدل دے۔ اور ہمیں پہلے ہی خبر دی گئی ہے۔ اور کچھ علامات قائم دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں۔ کہ جب وہ ظاہر ہو گا۔ تو کیسا ہو گا اور کیا علامت ہو گی۔ اور ہمارے نزدیک وہی خبر صحیح ہے جو آسمان سے ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ میں وہی صالحؑ ہوں۔ جو تمہارے لئے ناقہ لایا تھا۔ کہا۔ سچ کہتے ہو۔ یہی بات ہم میں معروف ہے۔ فرمایا۔ ایک یوم معلوم کا پانی تمہارے لئے تھا اور ایک دن اس کے لئے۔ یہ سُن کر وہ بول اُٹھے۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ بِمَا جِئْتَنَا۔ اس وقت خداوند عالم نے فرمایا۔ اِنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّہٖ اور اہل یقین نے عرض کیا۔ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ ہم اس پر جو کچھ اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے ایمان لائے ہوئے ہیں۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ۔ متکبرین و جاحدین نے کہا۔ ہم اس کے کافر ہیں۔ اور اس سے انکار کرتے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔ ان مومنین نے نجات پائی۔ اور کافرین ہلاک ہُوئے۔

حالات حضرت صالحؑ بہت مشابہ ہیں حضرت مہدی آخر الزمانؑ اور زمانہ غیبت سے۔ بعض لوگ وقت ظہور حضرتؑ کو نہ پہچانیں گے۔ اور اس وقت تین فرقے ہوں گے۔ ایک اہل یقین۔ دوسرے شاکین۔ تیسرے جاحدین۔ اہل یقین حضرتؑ کے ساتھ ہوں گے اور حضرتؑ کا اتباع کریں گے۔ شاکین شک سے ہلاک ہوں گے۔ جاحدین مقابلہ کریں گے اور سب سے پہلے لڑنے کو تیار ہوں گے۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہُوا۔ کہ مومنین

وہی ہیں۔ جو پہلے ہی ایمان لائے ہوتے ہیں۔ اور ایمان دراصل ایمان بالغیب ہے بعد از حجت خدا کے ظہور کے وقت تلوار کی دھار دیکھ کر تو بہت سے منافقین بھی ایمان کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ مومنین ہمیشہ علائم حجت قائم کو ضبط و حفظ رکھتے ہیں۔ اور وقت ظہور دلائل و علائم طلب کرتے ہیں۔ اور ان کے روسے دلائل و براہین اطمینان پیدا کر لیتے ہیں۔ شاکین و جاحدین کی طرح اندھا دھند انکار نہیں کر دیتے۔ اور اسی وجہ سے اہل یقین جھوٹے مدعیان امامت و مہدویت کے دعوے پر ایمان نہیں لاتے۔ کیونکہ وہ دلائل و براہین و علامات طلب کرتے ہیں اور ان سے واقف ہوتے ہیں۔ اور جھوٹے مدعی وہ علائم و براہین نہیں دکھا سکتے۔ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ اور خروج و ظہور امام مہدی آخر الزمان سے وہی فائدہ اٹھائیں گے۔ جو پہلے سے ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے اوصاف سے آگاہ۔ اس کی علائم کو جانتے ہیں۔ اور وہی ناجی و رستگار ہیں هُمُ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ وَالشَّكُّ هُوَ الْكُفْرُ ۔ شک کرنا ہی کفر ہے خدا اہل ایمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین؛

غیبت حضرت ابراہیم حضرت ابراہیم کے والد ماجد نمرود کے منجم تھے۔ ایک روز آپ نے بیان کیا۔ کہ اے نمرود میں نے علم نجوم سے دیکھا ہے۔ کہ ایک بچہ ہمارے ملک میں پیدا ہوگا۔ اور اسی کے ہاتھ پر اس ملک کی ہلاکت ہے۔ دریافت کیا۔ کیا اس کا حمل قائم ہو چکا ہے۔ کہا۔ نہیں۔ عنقریب ہونے والا ہے۔ اس نے حکم دے دیا۔ کہ عورتیں مردوں سے علیحدہ رکھی جائیں۔ کوئی مرد ان کے پاس نہ جانے پائے۔ اور بعض روایات میں یہ تصریح ہے۔ کہ بہت سے منجمین نے نمرود کو یہ خبر دی تھی۔ اور اس پر نمرود نے یہ حکم جاری کیا۔ مگر قدرت خدا کو کون روک سکتا ہے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (صف ۱) "یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ نور خدا کو پھونکیں مار مار کر بجھا دیں۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ وہ نمرود اپنے اسے تمام و کمال پر پہنچ کر رہے گا؛ عورتیں مردوں سے بالکل جدا کر دی گئیں۔ اور وہ نور محل نمرود ہی میں نازل ہوا۔ اور اپنی امانت گاہ میں پہنچا۔ حضرت کے والد شب کو نمرود کے سرہانے پہرہ دیا کرتے تھے۔ جس شب کو یہ قدرت خدا ظاہر ہونے والی تھی۔ والدہ گرامی وہیں قصر شاہی میں سامنے ڈیوڑھی اور پہرہ داروں سے گزر کر اپنے شوہر کے پاس پہنچ گئیں۔ اور نمرود کے سرہانے ایک گز کے فاصلہ پر یہ نور خدا اپنے مستقر و قرار مکین میں پہنچا۔ ادھر اسی طرف نمرود عالم خواب میں دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک ستارہ درخشاں آسمان سے نازل ہوا۔ اور قصر نمرود پر اترا۔ اور اس کو چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ اور چھت میں سے گزر کر اس کے سرہانے

ایک گز کے فاصلہ پر غائب ہوگیا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَعَالیٰ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ منجمین سے تعبیر خواب دریافت
کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ اس بچے کا حمل اس شب قائم ہوچکا ہے۔ اور ایک منجم نے بیان کیا۔ کہ اسی جگہ اور
اسی قصر میں ہوا ہے۔ مگر یقین نہ آیا تھا۔ اس خبر کے بعد حاملہ عورتوں پر دایہ مقرر ہوئیں۔ کہ حمل معلوم کر کے
ضائع کردیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی والدہ کو ان عورتوں نے جاکر دیکھا۔ تو کوئی اثر حمل کا نہ پایا۔ خدا نے
اس کو پشت کی طرف غائب کردیا۔ جب ولادت ہوئی۔ تو یہ بھی مخفی رہی۔ ان کی والدہ گرامی ہلاکت کے
خوف سے ان کو ایک غار میں چھوڑ آئیں۔ خدا نے ان کی پرورش کا یہ سامان کیا۔ کہ ان کے انگوٹھے میں دودھ
آتا تھا۔ کہ وہ سیراب ہوجاتے تھے اور اسی سے پرورش پاتے تھے۔ ان کی والدہ کبھی کبھی جاکر دیکھ آتی
تھیں۔ نشوونما آپ کی غیر عادی تھی۔ پندرہ ماہ میں پندرہ سالہ جوان معلوم ہوتے تھے۔ اور خدا نے اپنی
قدرت کا اظہار کیا۔ اور آخرکار انہی کے ہاتھ سے نمرود اور اس کی قوم ہلاک ہوئی۔ اور کلمہ خدا بلند ہوا۔ وَاللّٰہُ
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؎

ایک مدت تک حضرت ابراہیمؑ مخفی و غائب رہے۔ اور خدا نے دشمنوں کے شر سے انہیں یوں
محفوظ رکھا۔ اور ظاہر ہوگئے۔ پھر ایک عرصہ بعد جب طاغوت زماں نے غلبہ پایا اور آپ کو مصر سے نکال دیا۔
تو پھر حضرت ابراہیمؑ غائب رہے۔ اور اسی کا ذکر حضرتؑ اس آیت میں فرماتے ہیں۔ وَاَعْتَزِلُکُمْ وَمَا
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰی اَلَّا اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا۔ یعنی فرماتے ہیں۔
کہ میں تم سے اور ان جھوٹے معبودوں سے جو تم نے خدا کے مقابل بنا رکھے ہیں جدا اور علیحدہ ہوتا ہوں۔ اور
کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں۔ اور میں اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں۔ اور امید ہے۔ کہ میں اپنے پروردگار کی
عبادت سے محروم نہ رہوں گا۔ اور اسی کی بابت خدا فرماتا ہے۔ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰہِ وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ
لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ؎ جب ہمارے خلیل نے ان لوگوں اور ان کے خود ساختہ معبودوں سے کنارہ کشی
کی۔ تو ہم نے اس کو اسحاقؑ و یعقوبؑ بخشے۔ اور سب کو نبی بنایا۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت کا خاص ایک
حصہ عطا کیا۔ اور ان کے لئے علی کو لسان صدق بنا کر بھیجا۔ یہ فضیلت خاص بھی جناب ابراہیمؑ کو عطا ہوئی۔
کیونکہ آپ ہی نے دعا کی تھی۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ امت آخری میں میرے لئے ایک
لسان صدق پیدا کر۔ اور رحمۃ للعالمین پیغمبرؐ آپ ہی کی ذریت سے مبعوث ہوئے ؎

یہ دوسری غیبت حضرت ابراہیمؑ کی تھی۔ تیسری غیبت حضرتؑ کی وہ ہے۔ جس میں موجودات ارضی و
موجودات عالم سے عبرت عینی حاصل کرنے کے لئے اطراف و اکناف بلاد میں پھرتے تھے اور سیر کرتے پھرتے

اور اسی سیر میں ایک جنگل میں گزرے۔ اور ایک شخص کو نہایت خضوع و خشوع سے عبادت خدا میں مشغول دیکھا اور آپؑ نے دریافت کیا۔ کہ یہ کس کی نماز پڑھتا ہے۔ عرض کیا۔ ابراہیمؑ کے معبود کی۔ اور حضرتؑ نے اس سے مواخات پیدا کی۔ لہٰذا اس شخص نے حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا۔ تمہاری کوئی حاجت ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ عرض کیا۔ کیا ہے۔ فرمایا۔ یا میں دعا کروں۔ تو آمین کہو۔ یا تو دعا کر میں آمین کہوں۔ عرض کیا کس امر کے لئے دعا کرتے ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ گنہگار مومنین اور مومنات کے لئے۔ اس نے کہا۔ میں تو ایسا نہ کروں گا۔ کیونکہ میں تین سال سے ایک دعا کر رہا ہوں۔ اور آج تک وہ قبول نہیں۔ اب مجھے دعا کرتے شرم آتی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ تو کیا دعا کرتا ہے۔ عرض کیا۔ میں یہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ ناگاہ ایک نہایت حسین و جمیل و شکیل لڑکا نہایت ناز و ادا سے چاق گائیں اور بھیڑیں لے کر گزرا۔ میں دیکھ کر متعجب ہوا۔ اور یہ نظارہ بہت عمدہ معلوم ہوا۔ اور میں نے کہا۔ اے لڑکے تو کون ہے۔ کہا۔ میں اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ خلیل اللہ ہوں۔ اسی وقت میں نے دعا کی۔ کہ خدایا مجھے اپنے خلیلؑ کو دکھلا دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ میں ہی ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ اور وہ میرا بیٹا ہے۔ اس نے خدا کی حمد و ثنا کی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے رخساروں پر بوسہ دیا۔ تاخیر اجابت دعا سے مومنین کو تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت حجت عجل اللہ فرجہ کے حالات ولادت کو مطالعہ کر کے ناظرین معلوم کر چکے ہوں گے۔ کہ حالات ولادت و غیبت حضرت ابراہیمؑ کس قدر حضرت امام زمانؑ کے حالات ولادت و غیبت سے مشابہ ہیں۔ اور اخفائے حمل مثل حضرت ابراہیمؑ پوشیدہ رہا۔ پرورش بحالت خفاء و غیبت ہوئی۔ اور پھر غیبت صغریٰ و کبریٰ واقع ہوئی۔ اور مثل حضرت ابراہیمؑ امام مہدیؑ کے لئے تین غیبتیں مسلم ہیں۔ اور یہ غیبت جناب امام زمانؑ وراثت جد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ ہے۔ لسان صدق حضرت علیؑ ہیں۔ اور حضرت مہدی آخر الزمانؑ اولاد حضرت علیؑ سے ہیں۔ اور ظہور صدق کلی انہی کے ظہور پر موقوف ہے جب ظاہر ہوں گے۔ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا بَعْدَ مَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا زمین کو عدل و داد و صدق و حق سے پُر کر دیں گے۔ اور اس وقت لسان صدق فی الآخرین کے تفصیلی معنی مشاہدے میں آئیں گے و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

غیبت حضرت یوسفؑ

حضرت یوسفؑ اپنی قوم و قبیلہ باپ بھائیوں سے بیس سال غائب رہے۔ اس عرصہ میں حضرتؑ نے نہ سرمہ لگایا نہ خوشبو استعمال کی اور نہ عورتوں کے پاس گئے۔ اس عرصے میں تین دن حضرت یوسفؑ کنوئیں میں رہے۔ چند سال قید خانہ میں اور باقی مدت ملک مصر میں۔ حضرت یعقوبؑ فلسطین میں تھے۔ اور مصر و فلسطین کے درمیان نو دن کی راہ ہے اور زیادہ سے زیادہ اٹھارہ دن کی۔ مگر اس عرصے میں حضرت یوسفؑ کو نہ دیکھ سکے۔ اور

ملاقات نہ ہوئی۔ کیونکہ یہ زمانہ زمانہ غیبت تھا۔ حضرتؑ نے بھائیوں کے ظلم اُٹھائے۔ کنوئیں میں ڈالے گئے
چند درہم کو بازار میں فروخت ہوئے۔ زلیخا کے فتنہ میں مبتلا ہوئے۔ اور ان تمام مصائب میں صابر و
ثابت قدم اور معصوم رہ کر بادشاہ مصر بنے۔ باپ بھائیوں سے ملے۔ اور غیبت کے بعد ظہور ہوا۔ اسی
طرح قائم آلِ محمد بعد مصائب و شدائد و غیبت طولانی اپنے دوستوں عزیزوں سے ملیں گے۔ اور آخر کار
روئے زمین کے مالک اور بادشاہ ہوں گے۔ اور تمام روئے زمین کو عدل و داد اور دین خدا سے پُر کر دیں گے۔
مشرق سے مغرب تک دین خدا ہوگا۔ اس زمانہ غیبت میں لوگ طرح طرح کے گمان حضرت یوسفؑ کی نسبت رکھتے
تھے۔ کچھ تصدیق کرتے تھے کہ حضرتؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔ کچھ گمان کرتے تھے کہ حضرتؑ دوسری صورت سے
ہلاک ہو گئے۔ مگر اولیاء حضرتؑ مثل حضرت یعقوبؑ یقین رکھتے تھے کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں اور ضرور
ایک دن ملیں گے اور اس غیبت کے بعد ظاہر ہوں گے اور بار بار اس کا اظہار بھی فرما دیتے تھے۔ جب حضرت
یعقوبؑ نے قمیص یوسفؑ کی بُو سونگھی۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ کہ میں یوسفؑ کی بُو پاتا ہوں۔ تو بیٹوں نے کہا۔
کہ آپؑ تو یونہی محبت یوسفؑ میں غرق ہو رہے ہیں۔ اور جب بشیر یعنی یہودا ان کے بیٹے نے کُرتا لا کر آپ
کی آنکھوں پر ڈالا۔ اور آپؑ کی بینائی روشن ہوگئی۔ تو فرمایا اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
"کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں منجانب اللہ وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو"۔ نیز فرمایا عَسَى
اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا "امید ہے کہ خدا ان دونوں کو مجھ سے ملائے گا۔" وَقَالَ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ
یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ وَلَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ "میرے
بیٹو! جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کی تلاش کرو۔ اور خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ رحمت سے
سوائے کافروں اور کوئی مایوس نہیں ہوتا۔" مومنین حضرت یوسفؑ کی غیبت کے زمانہ میں ان کے ظہور
پر یقین رکھتے تھے۔ اور کافرین اس سے مایوس تھے۔ یہی حال زمانہ غیبت امام زمان علیہ السلام میں ہے
کہ مومنین کاملین ان کے ظہور و خروج اور غیبت کے بعد رجوع کرنے پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ
رحمت خدا سے امام کے ظہور کے منتظر رہتے ہیں۔ اور مخالف خصوصاً مرتدین اسلام ان سے مایوس ہیں۔
طرح طرح کے شک و شبہ پیدا کرتے ہیں اور مومنین پر اعتراض کرتے ہیں۔ وَلَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا
الْكٰفِرُوْنَ حضرت یعقوبؑ یہ بھی جانتے تھے کہ یوسفؑ حی و زندہ ہیں۔ صرف امتحان و اختیار کے لئے غائب
ہوئے ہیں۔ اور مخالفین و معاندین کہتے تھے کہ یوسفؑ ہلاک ہو گئے اب واپس نہ ہوں گے۔ مومنین بھی
یہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مہدی آخر الزمانؑ حی و زندہ ہیں۔ اور محض امتحان اور اختیار اور مومنین و
کافرین کے جدا اور ممیز ہونے کے لئے غائب ہوئے ہیں۔ اور یہ سنت ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا

سنت الٰہی تبدیل نہ ہوگی۔ وَمَنْ اَنْكَرَ السُّنَّةَ فَقَدْ كَفَرَ

غیبت حضرت موسیٰ علیہ السلام

جناب امیر المومنینؑ و جناب صادق آل محمدؑ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت یوسفؑ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو آپؑ نے تمام آل یعقوبؑ کو جمع کیا جو اسّی آدمی تھے۔ اور اسی طرح اپنے تمام شیعوں کو اکٹھا کیا۔ اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لانے کے بعد فرمایا۔ اِنَّ هٰؤُلَاءِ الْقِبْطَ سَيَظْهَرُوْنَ عَلَيْكُمْ وَيَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یہ قبطی تم پر غالب آئیں گے۔ اور تم کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں گے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کئے جائیں گے۔ بچے ذبح ہوں گے۔ مرد قتل کئے جائیں گے۔ حَتّٰى يُظْهِرَ اللّٰهُ الْحَقَّ فِي الْقَائِمِ مِنْ وُلْدِ لَاوِيْ بْنِ يَعْقُوْبَ یہاں تک کہ خدا حق کو لاوی بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے قائمؑ کے ہاتھ پر ظاہر کرے گا۔ اور اسی کے ذریعہ سے تمہیں ان کے ہاتھ سے نجات دے گا۔ اس کا نام موسیٰ بن عمرانؑ ہے وہ ایک مرد دراز قد گندم گوں رنگ ہے۔ اس کے بال گھونگر یالے ہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ کے اوصاف و علامات بیان فرمائے۔ لوگوں نے اس کو حفظ و ضبط رکھا۔ اور بعد حضرت یوسف علیہ السلام۔ بنی اسرائیل پر شدت ہونے لگی۔ اور حجج اللہ کے لئے غیبت واقع ہوئی۔ اور پھر لوگ چار سو برس تک قیام قائمؑ اولاد یعقوبؑ کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت قریب آیا۔ اور فرعون کو نجومیوں نے خبر دی۔ کہ ایک بچہ۔ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ہے۔ اور تیری اور تیری قوم کی ہلاکت اسی کے ہاتھ پر ہے۔ اس نے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کرنے اور لڑکوں کو قتل اور ذبح کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اور بنی اسرائیل اس نئی مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ حضرتؑ کا حمل قائم ہوا۔ اور خدا نے اس حمل کو مثل حضرت ابراہیمؑ پوشیدہ رکھا۔ اور ظاہر نہ ہونے دیا۔ جب پیدا ہوئے۔ تو دریا میں ڈالے گئے۔ اور فرعون کی گود میں پرورش پائی۔ اور وہیں جوان ہوئے۔ ادھر بعض لوگ اپنے بیٹے کا نام عمران رکھتے۔ اور اس کے جو لڑکا ہوتا اس کا نام موسیٰ رکھتے۔ اور کتنے ہی موسیٰ بن عمران ہے۔ یہاں تک کہ جناب موسیٰ بن عمران پیغمبر برحق کے ظہور تک پچاس جھوٹے مدعیان دعویٰ گزرے۔ آخر کار شیعیان و موالیان حضرت موسیٰ بن عمران کے انتظار میں شدائد فرعون سے تنگ آکر ایک چاندنی رات میں اپنے ایک عالم و فقیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ ہم کب تک ان مصائب میں گرفتار رہیں گے۔ فرمایا۔ برابر انہی شدائد میں مبتلا ہو گے۔ تا ایں کہ لاوی بن یعقوبؑ سے ایک لڑکا خروج کرے جس کا نام موسیٰ بن عمران ہے۔ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ موسیٰ ایک جوان رعنا کی صورت میں ان کے پاس سے گزرے۔ خچر پر سوار تھے۔ اس

عالم نے جو سر اٹھا کر دیکھا۔ تو اوصاف و علائم سے جن کا وہ عالم تھا حضرت موسیٰؑ کو پہچان لیا۔ اور سوال کیا۔ خدا تجھ پر رحم کرے تیرا نام کیا ہے۔ فرمایا، موسیٰؑ۔ دریافت کیا۔ باپ کا کیا نام ہے۔ فرمایا۔ عمرانؑ۔ وہ شخص حضرتؑ کے ہاتھ چومنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ حمد ہے اس خدا کے لئے جس نے مرنے سے پہلے مجھے تجھ کو دکھلایا۔ الحمد ارنا صالحنا ھکذا اقبل ہونا اور تمام لوگ دوڑے اور پاؤں پر گر پڑے۔ اور حضرتؑ نے ان کو اپنا شیعہ بنا لیا (پس حجت اللہ کے ظہور سے پہلے علائم حجتؑ اور ظہور حجتؑ کا جاننا ہر مومن کے لئے نہایت ضروری ہے)۔ اور ایک مدت اسی حال میں رہے۔ اور حضرت موسیٰؑ پھر غائب ہو گئے اور فرما گئے۔ کہ عنقریب خدا تمہارے لئے فرج عطا کرے گا۔ اور پہلی غیبت ختم ہو کر دوسری غیبت شروع ہوئی۔ ان سے غائب ہو کر حضرت موسیٰؑ فرعون کے ایک شہر میں داخل ہوئے۔ اور وہاں اپنے ایک شیعہ کو ایک قبطی سے لڑتے دیکھا۔ اس نے فریاد کی۔ حضرت نے اس کو مارا تو وہ مر گیا۔ اور یہ خبر پھیل گئی۔ دوسرے دن پھر یہ قصہ پیش آیا اور اس شیعہ نے پھر فریاد کی۔ اور موسیٰؑ نے اس کو سرزنش کی۔ اور پھر ارادہ کیا کہ حملہ کریں۔ تب اس قبطی نے کہا۔ کیا کل کی طرح آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ زمین پر فساد برپا کرو۔ اور تم مصلحین میں سے بننا نہیں چاہتے۔ اتنے میں ایک شخص دور سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور حضرتؑ کو خبر دی۔ کہ لوگ تمہارے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں یہاں سے نکل جاؤ۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ وہاں سے ڈرتے ڈرتے منتظر حکم الہٰی نکل کھڑے ہوئے۔ نہ کوئی سواری تھی نہ کوئی خادم۔ پھرتے پھراتے شہر مدینؑ میں پہنچ گئے۔ حضرت شعیبؑ کی گوسفندوں کو سیراب کیا اور ایماناں ان کی بیٹی صفورا سے عقد ہو گیا۔ دس سال وہاں رہے۔ اور اپنی بیوی کو لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں دور سے آگ دیکھی۔ آگ لینے گئے۔ اور کلام الہٰی سنا معجزہ عطا ہوا۔ اور یدِ بیضا کے ساتھ واپس آئے۔ اور ان دو نشانیوں کے ساتھ فرعون کے پاس پہنچے۔ ایک رات میں تمام کام درست ہو گئے اور مبعوث برسالت ہو کر واپس آئے۔ اور یہ غیبت حضرت موسیٰؑ اٹھائیس سال رہی۔ اس موقع کو شاعر نے یوں ادا کیا ہے۔ ؎

خدا کے دین کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال | کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

حضرت صاحب الامرؑ کے لئے بھی مثل حضرت موسیٰؑ چند غیبتیں ہیں۔ اور بہت سے حالات بالکل حضرت موسیٰؑ سے مشابہ ہیں۔ حضرتؑ آل فرعون کے قتل کے خوف سے شہر سے نکلے۔ حضرت صاحب الامرؑ مدینہ نبویؐ سے یہ تلاوت فرماتے ہوئے نکلے روانہ ہوں گے۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ جبکہ لشکر سفیانی حضرتؑ کے قتل کو مدینہ پہنچے گا۔ اور اسی طرح سے ایک رات میں خدا حضرت صاحب الزمانؑ کے معاملہ کو درست کر دے گا۔

اور تمام اصحاب خاص حضرت حجتؑ جو تین سو تیرہ بقدر عدد اصحاب بدر ہیں۔ ایک شب میں مکہ معظمہ میں جمع ہو جائیں گے۔ اور درمیان رکن و مقام حضرتؑ سے بیعت کریں گے۔ آسمانی نشان ظاہر ہوں گے اور حضرتؑ خروج فرمائیں گے۔ جیسا کہ آئندہ مفصل معلوم ہو گا۔

غیبت اوصیاء موسیٰؑ

جب حضرت موسیٰؑ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو ملک الموت حاضر ہوا۔ اور کہا السلام علیک یا موسیٰؑ۔ فرمایا۔ وعلیک السلام۔ تو کون ہے؟ کہا۔ میں ملک الموت ہوں۔ فرمایا۔ کیوں آئے ہو۔ عرض کیا۔ قبض روح کو۔ فرمایا۔ کہاں سے قبض کرو گے۔ کہا منہ سے۔ فرمایا۔ یہ کیوں کر ممکن ہے۔ حالانکہ میں نے اس منہ سے خدا سے کلام کیا ہے۔ کہا۔ ہاتھ سے۔ فرمایا۔ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اس سے میں نے توریت اٹھائی ہے۔ کہا پیروں سے۔ فرمایا۔ کیوں کر ممکن ہے حالانکہ میں ان سے کوہ طور پر چلا ہوں۔ کہا۔ آنکھوں سے۔ فرمایا۔ کس طرح؟ حالانکہ وہ ہمیشہ خدا کی طرف امید میں لگی رہی ہیں۔ کہا۔ کانوں سے۔ فرمایا۔ کیوں کر۔ حالانکہ ان سے میں نے کلام خدا سنا ہے۔ تب وحی ہوئی۔ اے ملک الموتؑ اس کی روح قبض نہ کرو۔ جب تک وہ خود نہ چاہے۔ جناب موسیٰؑ کی یہ رد و بدل ملک الموتؑ کے ساتھ حکم الٰہی سے اعراض نہ تھا۔ بلکہ دراصل خدا کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں تھیں۔ اور جانتے تھے۔ کہ ملک الموتؑ ان کی قبض روح پر اختیار نہیں رکھتا ہے۔ جب تک کہ خود راضی نہ ہوں۔ اور ان کو قبض روح پر اختیار دیں۔ تدبر فیہ

حضرت موسیٰؑ اس کے بعد ایک مدت تک زندہ رہے۔ اور حضرت یوشعؑ بن نونؑ کو بلایا۔ اور ان کو وصیت کی۔ اور اپنے امر کو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کی۔ اور حضرت موسیٰؑ پھر اپنی قوم سے غائب ہو گئے۔ اور اس غیبت کے زمانے میں پھرتے ہوئے ایک شخص کے پاس سے گزرے جو قبر کھود رہا تھا۔ فرمایا۔ لا میں بھی تیری مدد کر دوں۔ قبر کھود کر لحد درست کی۔ اور اس میں لیٹ کر دیکھا۔ تو خدا نے پردے اٹھائے اور ان کے مقامات دکھلائے۔ اس وقت خواہش کی۔ کہ میری روح قبض کر لی جائے۔ فوراً روح قبض ہو گئی۔ اور اسی قبر میں جو میدان تیہ میں تھی دفن ہو گئے۔ اور آسمان سے ندا آئی۔ مَاتَ مُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰہِ وَ اَیُّ شَیٍٔ لَمْ یَمُتْ لے موسیٰ کلیم اللہ مر گئے۔ اور کون ہے جو نہ مرے گا۔" اور یہ قبر کھودنے والا ملک الموت تھا۔ وَ تَقْضِیَ الْاَمْرُ حضرت موسیٰؑ کی اس غیبت کے زمانے میں اور وفات کے بعد حضرت یوشعؑ وصی رہے۔ اور ان پر کس شان دہر اور جباران زمانہ نے طرح طرح کے ظلم و ستم کئے۔ اور آپ برابر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تین طاغوت زمانہ گزر گئے۔ اور اس کے بعد حضرت یوشعؑ کچھ غالب ہوئے۔ کہ اس عرصے قوم موسیٰؑ کے دو منافقوں نے حضرت کی بیوی صفورا بنت

شیعیبٌ کے ساتھ آپ پر خروج کیا۔ اور ایک لاکھ لشکر کے ساتھ یوشعؑ سے لڑے۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔
اور حضرت یوشعؑ نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ اور باقی کو شکست دی۔ اور صفوراء بنت شعیبؑ زوجہ موسےٰؑ
کو قید کر لیا۔ اور عزت سے اسیر کر کے لے گئے۔ اور فرمایا۔ میں نے معاف کیا اس وقت تک کہ میں نبی اللہ
موسےٰ بن عمران سے ملاقات کروں۔ اور تیری اس حرکت کی شکایت کروں گا۔ وہ فریاد کرنے لگیں اور کہتی
تھیں۔ اگر مجھے بہشت بھی دیا جائے۔ تو شرماؤں گی اس حالت سے کہ نبی اللہ سے ملاقات کروں۔
درانحالیکہ میں نے اس کی پردہ دری کی۔ اس کے پیچھے گھر سے نکلی۔ اور اس کے وصی سے لڑائی کی۔
بعینہٖ یہی واقعہ صاحب منزلت ہارونؑ حضرت علیؑ ابن ابی طالب وصی خاتم النبیینؐ کو بھی پیش آیا۔
بعد وفاتِ رسول خداؐ اور بعد گزرنے خلافت خلفا حضرتؑ کو فی الجملہ سلطنت حاصل ہوئی۔ اعنیٰ
اس وقت دو شخصوں کے (طلحہ و زبیر) بہکانے سے اُمّ المومنین زوجہ رسول خداؐ حضرت عائشہؓ بنت
حضرت ابی بکرؓ حضرتؑ سے لڑنے آئیں۔ بصرہ میں عظیم الشان جنگ ہوئی۔ بہت سے لوگ قتل ہوئے
اور باقی نے شکست کھائی۔ اور جناب اُمّ المومنین کو وصیٔ رسولؐ نے عزت سے قید کر کے مدینہ
پہنچا دیا۔ اس واقعہ کو یاد کر کے اُمّ المومنینؓ اکثر سخت تاسف فرمایا کرتی تھیں۔ سبحان اللہ کس قدر مشابہ
ہیں اس امت کے حالات اُمم سابقہ سے۔ وصدق اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کہ
جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے۔ ہو بہو اس امت میں واقع ہوگا۔ (کما سیجئی)؛

غرض بعد حضرت یوشعؑ نجیح اللہ پھر ایک مدت غائب رہے۔ یہاں تک کہ چار سو سال کے بعد
حضرت داؤدؑ ظاہر ہوئے۔ اور اس عرصے میں گیارہ اوصیاء گزرے۔ مومنین ان سے وقتاً فوقتاً معالم
دین سیکھتے رہے۔ اور آخرین نے داؤد کی بشارت دی۔ حضرت داؤد کے چار بھائی تھے۔ اور یہ
سب سے چھوٹے تھے۔ اور گنا ہم و عوام کو گمان بھی نہ تھا۔ کہ یہی داؤدؑ حجت منتظر ہیں۔ جو زمین کو
جالوت اور اس کے لشکر سے پاک کریں گے۔ اور شیعہ یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ حجت منتظر پیدا ہو چکے
ہیں اور بالغ ہو گئے ہیں۔ ان کو دیکھتے تھے مگر پہچانتے نہ تھے۔ کیوں کہ وہ حالتِ غیبت میں تھے۔
اور اپنے کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ لشکر جالوت سے جنگ ہوئی۔ ان کے بھائی لڑنے گئے۔ جب یہ اس
طرف کھانا لے کر گئے۔ تو ایک پتھر سے آواز آئی۔ اے داؤدؑ مجھے لو۔ اور جالوت کو قتل کر دو۔
کہ میں اسی لئے خلق کیا گیا ہوں۔ اور خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرتؑ نے جالوت کو قتل کر دیا۔ اور شجاعت
آپ کی معلوم ہو گئی۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ کہ خدا نے طالوت کو وحی کی تھی۔ کہ جالوت
کو سوائے اس شخص کے کوئی قتل نہ کرے گا جس پر تمہاری زرہ پوری آئے۔ حضرت داؤدؑ کے اوپر

بزرہ آپؑ کو پہنائی گئی۔ اور وہ پوری آتری۔ اسی طرح سے زرہ رسول خدا آپؐ کے وصی جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ کے پوری آئی تھی۔ اور حضرتؑ ہی کے ہاتھ پر لڑائیاں فتح ہوتی تھیں۔ اس فتح کے بعد تمام بنی اسرائیل حضرت داؤدؑ پر جمع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر زبور نازل فرمائی۔ لوہے کو آپ کے لئے نرم کر دیا۔ کہ بلا کسی سبب ظاہر محض ہاتھ سے موڑ کر زرہ بنا لیتے تھے۔ اور پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا۔ کہ آپؑ کے ساتھ تسبیح خدا بجا لائیں۔ اور ایسی آواز آپؑ کو عطا ہوئی۔ جو کسی کو نہ ہوئی تھی ؎

حضرت صاحب الامر علیہ السلام مثل جناب داؤدؑ ایک مدت تک گم نامی کی حالت میں رہیں گے۔ لوگوں میں چلتے پھرتے ہوں گے اور لوگ ان کو نہ جانتے ہوں گے۔ پھر جب ان کے خروج کا وقت آئے گا۔ تو آپؑ کے پاس ایک علم محمدیؐ رایت الاسلام ہوگا۔ اس کا پھریرہ خود بخود کھل جائے گا۔ اور خدا اس کو گویا کر دے گا۔ اور وہ ندا کرے گا۔ اُخْرُجْ يَا وَلِيَّ اللهِ فَاقْتُلْ اَعْدَاءَ اللهِ اے ولی خدا خروج کر اور دشمنانِ خدا کو قتل کر۔ اور ان کی ایک تلوار ہوگی۔ جو خود بخود میان سے نکل آئے گی۔ اور خدا اس کو گویا کرے گا اور وہ پکارے گی۔ اُخْرُجْ يَا وَلِيَّ اللهِ فَلَا يَحِلُّ لَكَ اَنْ تَقْعُدَ عَنْ اَعْدَاءِ اللهِ اے ولی خدا خروج کر۔ اور تیرے لئے اب حلال نہیں کہ دشمنانِ خدا کے جہاد سے بیٹھا رہے۔ حضرتؑ خروج فرمائیں گے اور دشمنانِ خدا کو جہاں پائیں گے قتل کریں گے۔ عجل اللہ فرجہ وسہل مخرجہ۔ چونکہ یہ خروج مہدیؑ آخر الزمانؑ قیامت صغریٰ ہے۔ بہت مشابہ ہے قیامت کبریٰ سے۔ قیامت کبریٰ میں انسان کے اعضاء و جوارح کلام کریں گے اور گنہگاروں کے برخلاف شہادت دیں گے۔ جب وہ یہ سوال کریں گے۔ کہ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۔ تم نے ہمارے برخلاف گواہی کیوں دی؟ تو اعضائے انسانی ان سے گویا ہوں گے اور کہیں گے۔ اَنْطَقَنَا اللهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ہمیں اسی خدا نے گویا کیا ہے جس نے کہ ہر ایک شے کو نطق عطا کیا ہے۔ اور نطق تمام اشیاء محققین کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ہر شے ایک زبان باطنی ملکوتی رکھتی ہے۔ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ہر ایک شے خدا کی تسبیح بالحمد کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ وَكُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ہر ایک اپنی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم رکھتی ہے۔ وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ ذَرَّةٍ لِسَانٌ مَلَكُوْتِيٌّ نَاطِقٌ بِالتَّسْبِيْحِ ہر ہر ذرہ ایک زبان باطن ملکوتی رکھتا ہے۔ جو اس کی تسبیح میں گویا ہے۔ اور مسلّم ہے۔ کہ نطق انسان ایک قوۃ ملکوتی روحانی کا اثر ہے۔ اور قوۃ ملکوتی ہر شے میں ہے۔ پس عقلاً بھی تکلم اشیاء محال نہیں ہے۔ تفصیل کشف الاسرار میں دیکھنی چاہئے ؎

حضرت داؤدؑ نے اپنی وفات کے وقت حضرت سلیمانؑ کو وصی بنانا چاہا۔ معاندین و منافقین نے اعتراض کیا۔ کہ ایک نوجوان کو ہم پر حاکم اور خلیفہ بناتے ہو۔ حالانکہ ہم میں وہ لوگ موجود ہیں۔ جو ان سے سن میں بڑے ہیں داہل اسلام میں بھی یہ اعتراض جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے استخلاف پر کیا گیا ہے۔ اور کیا جاتا ہے۔ والمنہاج واحد) حضرت داؤدؑ نے اسباط بنی اسرائیل کو جمع کر کے ایک ایک عصا دیا اور فرمایا۔ کہ ان کو زمین پر گاڑ دو۔ جس کے عصا میں پھل لگ جائیں۔ وہی خلیفہ ہوگا۔ اس امتحان الٰہی میں حضرت سلیمانؑ ہی کامیاب ہوئے۔ پھر حضرتؑ نے بنی اسرائیل کے سامنے ان کا علمی امتحان لیا۔ اور فرمایا۔ کون چیز سب سے زیادہ سرد ہے۔ فرمایا۔ عَفْوُ عَنِ النَّاسِ لوگوں کو معاف کرنا۔" فرمایا۔ کون چیز شیریں تر ہے۔ فرمایا محبت۔ کیونکہ وہی روح خدا ہے۔ حضرت داؤدؑ بہت خوش ہوئے۔ اور بنی اسرائیل میں اعلان کیا۔ کہ یہ میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ معیار خلافت علم ہے۔ اور خلیفہ رسولؐ کے لئے صاحب معجزہ ہونا ضروری ہے۔ پھر حضرت سلیمانؑ غائب ہو گئے۔ اور لوگوں سے پوشیدہ ہو کر کہیں چلے گئے اور ایک عورت سے شادی کر لی۔ اور وہیں رہے۔ اور اسی غیبت میں خاتم سلیمانی لے کر واپس آئے۔ شیعہ خوش ہوئے اور غیبت کی حیرت سے نجات پائی اور فرج حاصل ہوئی۔ حضرتؑ نے آصفؑ بن برخیا کو وصی بنایا۔ پھر خدا نے آصفؑ کو بھی غائب کر دیا۔ اور بعد مدت دراز ظاہر کیا۔ اور پھر قوم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ وَاشْتَدَّتِ الْبَلْوٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ بِغَیْبَتِہٖ۔ اور بخت نصر بنی اسرائیل پر مسلط ہوا۔ اور ان کو قتل کرنے لگا۔ اور ان کی ذریت کو قید۔ اور اہلبیت نبوت سے چار شخص اسیروں میں سے انتخاب کئے۔ جن میں سے ایک دانیالؑ تھے۔ اور اولاد ہارونؑ میں سے عزیرؑ تھے۔ حضرت دانیالؑ کو پھر کوئیں میں قید کر دیا۔ کیونکہ خبر ہو گئی تھی۔ کہ مومنین دانیالؑ کے خروج کے منتظر ہیں۔ یہ زمانہ بھی شیعوں کے لئے نہایت سختی اور بلا کا تھا۔ آخر کار قدرت خدا ظاہر ہوئی! اور بعض معجزات دانیالؑ کا بخت نصر کو علم ہوا۔ اور شرمندہ ہو کر ان کو کوئیں سے نکلوایا۔ اور ان سے عذر خواہی کی۔ اور قضا اور فیصلے کے لئے امور سلطنت ان کے سپرد کر دیئے۔ اور بنی اسرائیل نے ان شدائد سے نجات پائی۔ اور جو پوشیدہ مومن تھے ظاہر ہونے لگے۔ مگر حضرت دانیالؑ نے تھوڑے ہی عرصے میں رحلت کی۔ اور حضرت عزیرؑ کو وصی قرار دیا۔ پھر سو سال کے لئے خدا نے حضرت عزیرؑ کو غائب کر دیا اور پھر مبعوث کیا۔ الغرض حضرت یحییٰؑ بن حضرت زکریاؑ بہت سے حجج اللہ غائب رہے۔ حضرت یحییٰؑ سات سال کی عمر میں درجہ نبوت پر فائز ہوئے۔ ایک خطبہ میں ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہم بندگان صالحین

ہیں۔ اور یہ جو کچھ سختیاں اور تشدد بنی اسرائیل کو پہنچتی ہیں۔ ان کے گناہوں کا اثر اور نتیجہ ہیں۔ اور ایام اللہ کی یاد دلا کر حضرت مسیح کے آنے کی بشارت دی۔ اور اس کے بعد تقریباً بیس سال یا اس سے کچھ زائد عرصے میں مسیح بن مریمؑ ظاہر ہوئے۔ اور قصہ ولادت حضرت عیسٰےؑ قرآن میں مفصل ہے۔ اور باب ولادت میں مذکور بھی ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح کا زمانہ نہایت ہی نازک تھا۔ اور سلاطین جبابرہ و طغاۃ و طواغیت ہر طرف غالب ہوئے۔ مومنین بنی اسرائیل پہ اور سختیاں ہونے لگیں حتےٰ کہ خود حضرت عیسٰےؑ ان سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں ان کے ہاتھ سے اٹھائیں۔ یہاں تک کہ وہ جبارانِ قتل کے درپے ہوئے۔ اور خدا نے ان کے شر سے آپؑ کو محفوظ رکھا اور اپنے پاس اٹھا لیا۔ (اصل بحث باب شبہات میں دیکھنا چاہیئے) حضرت عیسٰےؑ نے جناب شمعونؑ بن حمون الصفاء کو وصی کیا اور جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ پیغمبر اُمّی خاتم النبیینؐ کے آنے کی بشارت دی۔ حضرت شمعونؑ ظالموں کے ظلم سے تنگ آ کر پوشیدہ ہو گئے۔ اور شیعیان حضرت عیسٰےؑ ایک مدت تک مصائب میں مبتلا رہے۔ حضرت عیسٰےؑ اس عرصے میں چند مرتبہ اپنی قوم سے غائب ہوئے۔ اور بلادِ خدا میں پوشیدہ پھرتے رہے۔ اور آخری غیبت کے بعد حضرت شمعونؑ کو اپنا وصی بنایا تھا۔

ظہور حضرت عیسٰےؑ سے تا ظہور حضرت محمد مصطفےٰ سلاطین جبابرۂ بنی اسرائیل کے کمال علو و عروج کا زمانہ تھا۔ اور اس عرصے میں فساد عظیم روئے زمین پر برپا کیا ہوا تھا۔ اور عالم پہ ہر طرف سے تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ احکام دیانت مٹتے چلے جاتے تھے۔ اور ہیئت دیانتی بالکل متغیر ہو گئی تھی۔ اور آخر الزمانؐ میں کوئی تمیز دینی باقی نہ رہی تھی۔ کہیں بُت پوجے جاتے تھے اور کہیں چاند و سورج و آتش پرستی کا دور دورہ تھا۔ کہ نورِ محمدی نے کوہ فاران کی چوٹیوں سے طلوع کیا۔ اور آفتاب رسالت کی ترچھی شعاعیں جزیرہ نمائے عرب کے پہاڑوں سے اطرافِ عالم میں پھیلیں۔ اور جب وہ اپنے مقام عروج پر پہنچا۔ تو تمام اقطار زمین نورِ محمدی سے روشن ہو گئے۔ اور اہل اسلام ایک وقت تمام عالم میں گھس گئے۔ اور تمدن و تہذیب نے ہر طرف ان کے طفیل اپنے قدم جمائے۔ جا بجا علوم کا چرچا ہوا۔ جہاں عرب چند سال میں بہترین متمدن قوم بن گئے۔ اور موجودہ تمدنی ترقی اسی کا اثر اور نتیجہ ہے۔ مگر اسلام کا اصلی ظہور بہت تھوڑے دنوں رہا۔ اور ترقی معکوس کرنے لگا۔ اور چند ہی دنوں میں یعنی حضرتؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی آپؐ کے اس فرمان واجب الاذعان کی تصدیق ہو گئی۔ بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا "اسلام ایک غربت اور کس مپرسی کی حالت میں ظاہر ہوا۔ اور عنقریب اسی حالت کی طرف لوٹ جائے گا"۔ جس قدر مبدء بعثت سے دور ہوتے گئے، دل سیاہ ہوتے گئے۔ اور قسی القلب بن گئے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اوّل ہی کے زمانے میں جب

یمن کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور قرآن ان کے سامنے تلاوت کیا گیا۔ تو وہ آیاتِ الٰہی سن کر
رونے لگے۔ کیونکہ اہل دل اور اہل ایمان کی یہی نشانی ہے۔ اِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّيَقُوْلُوْنَ
سُبْحَانَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا
"جب ان پر کتاب خدا پڑھی جاتی ہے۔ تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا پروردگار بیشک
اس کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ اور روتے ہوئے منہ کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اور ان کا خشوع و خضوع
اور بڑھ جاتا ہے۔" مگر حضرت خلیفہ صاحب کو اس وقت رونا نہ آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ كُنَّا كَذٰلِكَ ثُمَّ قَسَتِ
الْقُلُوْبُ۔ "کبھی ہم بھی ایسے ہی تھے۔ آیاتِ الٰہی سن کر نرم ہو جاتے تھے۔ خوفِ خدا طاری ہو جاتا
تھا۔ خشوع و خضوع بڑھ جاتا تھا۔ پھر اس کے بعد دل سخت ہو گئے۔ اور قسی القلب بن گئے۔ انتہیٰ" وقال
عزّوجلّ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ
لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ
خَشْيَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ بقرہ ع ۹ یعنی بعد انبیاء ماتقدم کے پھر تمہارے دل سخت ہو گئے۔ اور ان کا اثر جاتا
رہا۔ پس وہ مثل پتھر کے بے اثر ہو گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اور بے تاثر۔ اس لئے کہ پتھروں میں سے
تو بعض ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔ اور بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے
اور بعض وہ ہیں جو خوفِ خدا سے گر پڑتے ہیں۔ اور جب قلوب انسانی میں یہ بات نہ پائی جائے ایام اللہ کے ذکر
سے نہ پسیجیں۔ آیات الٰہی کے ڈر سے نرم نہ ہوں۔ متاثر نہ بنیں اور آنکھوں سے ایک قطرہ نہ ٹپکے۔ تو بیشک
وہ پتھروں سے سخت تر ہیں۔ تاآنکہ مسلمانوں نے اپنے اعمال کا وہی نتیجہ دیکھا جو بنی اسرائیل نے دیکھا تھا۔
شاہان جبار مسلط ہوئے۔ اور خلافت رسولؐ ملوک جبابرہ سے تبدیل ہو گئی۔ ایک نہیں بہت سے
بخت نصر پیدا ہوئے۔ ایک ایک یزید زماں نے بخت نصر کے نام کو بھلا دیا۔ ایک ایک دربار میں چار
چار سر قلم ہو کر آئے۔ ایک فرزند رسولؐ کے نسل سے مسلمانوں میں خونریزی کا بازار گرم ہو گیا! اور رہا اور ر
ہے گا اور پھر دوسرے لوگوں کو ان پر غلبہ دیا گیا۔ اور مسلمان اپنے اعمالوں کی کرتوت کو پہنچے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ
فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ پھر ان کا علو و عروج ہوا۔ اور ایک عالم پر غالب آ گئے۔ دنیا میں
فسادات برپا کئے۔ اور یہ وعدہ الٰہی بھی پورا ہوا۔ تاآنکہ پھر اسی نور محمدی کا صورت مہدیؑ میں ظہور ہو۔ اور
مشرق و مغرب تک اس کی شعاعیں پھیلیں۔ اور یہ وعدۂ الٰہی ہے۔ وہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ ضرور
ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔ اور اسی کا خدا ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي
الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَأَكْثَرَ نَفِيرًا إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا

بنی اسرائیل کی نسبت حکم لگا دیا تھا۔ کہ تم ضرور زمین میں دو مرتبہ فساد برپا کرو گے اور بہت علو و ترقی حاصل کرو گے۔ پھر جب پہلے وعدے کا وقت آیا اور فساد اوّلی برپا ہوا۔ تو ہم نے تم پر اپنے خاص قوت والے بندے بھیج دئے۔ جو ایک دفعہ تمام ملک میں گھس گئے۔ اور پہلا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے ان اپنے بندوں پر تم کو غلبہ دیا۔ اور مال و دولت و اولاد اور فوجوں اور جماعتوں سے تمہیں مدد دی۔ پس اگر تم نیکی کرو۔ تو تمہارے ہی لئے مفید ہے اور اگر تم بدی سے پیش آؤ۔ تو اس کا ضرر بھی تمہارے ہی لئے ہے۔ جب دوسرے وعدے کا وقت آئے گا۔ تو وہی لوگ پھر تمہارے منہ بگاڑ دیں گے۔ اور مسجد میں داخل ہو جائیں گے۔ جس طرح کہ پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے۔ اور اتنا قتل کریں گے جو حق کرنے کا ہے۔ یہ وعدہ بھی ضرور پورا ہونے والا ہے۔" اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ "خدا کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔" اور پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ اس آیت کا نزول بنی اسرائیل میں ہے اور تاویل اسلام کے فرقہ طغاۃ میں۔ جنہوں نے اوّل اوّل فساد برپا کیا۔ اور قتل و خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ اور لفظ مسجد بھی بظاہر اسی پر دال ہے۔ کہ اب اس کی تاویل اہل اسلام میں ظاہر ہو گی۔ اور جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے وہ اسلام میں ہو کر رہے گا۔ سُنَّةَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ۔ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ۞

بشارتِ محمدی

عبداللہ سلیمان سے جو کتب عہد عتیق و جدید توریت و انجیل وغیرہا کا عالم اور قاری تھا۔ روایت ہے۔ کہ اس نے کہا: "میں نے انجیل میں پڑھا ہے۔ کہ خدا حضرت عیسےٰ سے فرماتا ہے۔ اے عیسےٰ میرے امر میں سعی کر اور کمزور نہ بن۔ اے اس طاہر مطہر بتول عذرا کے بیٹے جو بلا شوہر ہوئی میری بات سن اور اطاعت کر۔ میں نے تجھے تمام لوگوں کے لئے اپنی آیت بنایا ہے پس میری ہی عبادت کر اور مجھی پر توکل کر۔ میری کتاب کو قوت کے ساتھ لے۔ اور اہل سوریا کے پاس جا اور میری طرف سے ان کو پیغام پہنچا دے۔ کہ میں ہی خدائے قدیم ازلی ہوں۔ اور ان کو کہو کہ نبیؐ اُمّی کی تصدیق کرو۔ جو صاحب جمل و صاحب زرہ و صاحب تاج (عمامہ) و صاحب نعلین و عصا ہے۔" اَلْاَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ الصَّلْتُ الْجَبِيْنِ الْوَاضِحُ الْخَدَّيْنِ الْاَقْنَى الْاَنْفِ مُفَلَّجُ الثَّنَايَا كَاَنَّ عُنُقَهُ اِبْرِيْقُ فِضَّةٍ كَاَنَّ الذَّهَبَ يَجْرِيْ فِيْ تَرَاقِيْهِ لَهُ شَعَرَاتٌ مِنْ صَدْرِهِ اِلٰى سُرَّتِهِ لَيْسَ عَلٰى بَطْنِهِ وَلَا عَلٰى صَدْرِهِ شَعْرٌ اَسْمَرُ اللَّوْنِ دَقِيْقُ الْمَسْرُبَةِ شَثْنُ الْكَفِّ وَالْقَدَمِ اِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا وَاِذَا مَشٰى فَكَاَنَّمَا يَتَقَلَّعُ مِنَ الصَّخْرِ وَيَنْحَدِرُ مِنَ الصَّبَبِ اِذَا جَاءَ مَعَ الْقَوْمِ بَذَّهُمْ عَرَقُهُ فِيْ وَجْهِهِ كَاللُّؤْلُؤِ لِرِيْحٍ كَرِيْمٍ

اَلْمِسْكِ يَنْفَعُ عَنْهُ لَمْ يُرَكَبْلَهُ مِثْلُهُ وَلَا بَعْدَهُ طَيِّبُ الرِّيْحِ نَكَّاحٌ لِلنِّسَاءِ ذُوْالنَّسْلِ الْقَلِيْلِ اِنَّمَا نَسْلُهُ
مِنْ مُبَارَكَةٍ لَهَا بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ فِيْهِ يَكْفُلُهَا فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ كَمَا كَفَلَ زَكَرِيَّا
اُمُّكَ لَهَا فَرْخَانِ مُسْتَشْهَدَانِ كَلَامُهُ الْقُرْاٰنُ وَدِيْنُهُ الْاِسْلَامُ وَاَنَا السَّلَامُ طُوْبٰى لِمَنْ اَدْرَكَ
زَمَانَهُ وَشَهِدَ اَيَّامَهُ وَسَمِعَ كَلَامَهُ یعنی وہ روشن آنکھوں والا۔ کھلی صاحب جبین والا۔ کھلے چمکتے رخساروں
والا۔ بلند بینی۔ کھلے دانت۔ گردن مثل ابریق نقرہ (چاندی کے لوٹے کی گردن کی طرح) گویا سونا اس کی ہنسلیوں
سے جاری ہوتا ہے (جلد باریک اور روشن اور خوبصورت ہونے کی علامت ہے کہ خون چلتا ہوا نظر
آنے لگتا ہے) سینے سے لے کر ناف تک بال ہیں۔ اور پیٹ اور سینے کے اوپر کوئی بال نہیں ہے۔ رنگ
گندمی، ہونٹ پتلے ہاتھ پیر بھرے ہوئے جب مڑتا ہے تو ایک دفعہ ہی مڑتا ہے۔ اور چلتا ہے تو جیسا
کہ پتھر پر سے اکھڑ گیا اور جیسے نشیب کو اترتا چلا جاتا ہے۔ یعنی بہت سبک رفتاری جلد اور چھریرے
بن سے۔ اور جب لوگوں کے ساتھ آتا ہے تو ان سے سبقت کر جاتا ہے۔ اس کے چہرے پر پسینہ کے
قطرے مثل تازہ موتیوں کے معلوم ہوتے ہیں، اور مشک کی خوشبو اس سے مہکتی ہے۔ اس کی مثل نہ اس
سے پہلے دیکھا گیا اور نہ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ اس کی بو پاکیزہ ہے۔ وہ عورتوں سے بہت نکاح کرنے
والا ہے (مثل تمہارے حضور ویسے زن نہ ہوگا)۔ اور قلیل نسل والا ہے۔ اور اس کی نسل ایک دختر مبارکہ سے
ہے۔ جس کے لئے بہشت میں گھر ہے جس میں کسی قسم کا شور و شغب اور رنج والم نہ ہوگا۔ ایک ماہ امامت
اس کی کفالت کرے گا جس طرح زکریا نے تمہاری والدہ کی کفالت کی۔ اس کے دو نیچے ہیں جو شہید ہوں گے۔
اس نبی کا کلام قرآن ہے، اور دین اسلام۔ اور میں سلام ہوں۔ طوبےٰ ہے، اس کے لئے جو اس کے زمانہ کو
پائے اور ایام کو دیکھے اور اس کے کلام کو سنے" حضرت عیسٰےؑ نے دریافت کیا۔ کہ "طوبےٰ کیا ہے" فرمایا "ایک
درخت ہے جس کو میں نے خود لگایا ہے۔ اصل اس کی رضوان سے ہے۔ اور پانی اس کا تسنیم سے ہے جس
نے اس چشمہ سے پانی پیا۔ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا" حضرت عیسٰےؑ کی خواہش پر فرمایا۔ کہ "جب تک وہ نبی اس سے
نہ پئے۔ کوئی نہیں پی سکتا۔ اور جب تک اس کی امت نہ پئے۔ کسی کی امت نہیں پی سکتی میں تجھے اپنے پاس
اٹھاؤں گا اور آخرالزماں میں تجھے اتاروں گا۔ تاکہ تو اس امت کے عجائبات دیکھے اور ان کی مدد کرے گا۔
اور دجال کو قتل کرے گا۔ میں تجھے نماز کے وقت اتاروں گا تاکہ تو ان کے ساتھ نماز پڑھے۔ کہ وہ امت مرحومہ
ہے" یہ پیشگوئی حضرت خاتمؐ کی انجیل میں تھی۔ اور حضرت عیسٰےؑ نے اسی کے اظہار میں فرمایا۔ کہ "میں بشارت
دینے والا ہوں ایک نبی کی جو میرے بعد آئے گا۔ اور اس کا نام احمدؐ ہے" اور اس کی تصریح آئندہ آئے گی حلیہ مبارک
دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ یہ حلیہ جناب مہدی آخرالزمانؑ سے بہت مشابہ ہے۔ اور اسی واسطے حضرت نے

فرمایا تھا کہ مہدی خلق اور خُلق میں میرا شبیہ ہے۔ اور اسی کی محققین علماء اہل سنّت اور شیعہ نے تصریح کی ہے۔

حضرت عیسٰے کی وفات سے جناب خاتم کے ظہور تک پانچ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ اس میں سے دو سو پچاس سال تک تو اوصیاء جناب عیسٰے کبھی کبھی ظاہر ہوتے رہے۔ اور لوگ ان سے احکام دین اخذ کرتے تھے اور معارف لیتے تھے۔ مگر آخری دو سو پچاس سال میں کوئی وصی عیسٰے اور عالم ربّانی ظاہر نہیں رہا۔ تمام غائب رہے۔ اور جو مومنین تھے وہ دین عیسوی پر قائم تھے۔ اور یہی ان کی تکلیف تھی۔ اور یہی زمانہ زمانۂ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانہ فترت میں وہ لوگ جو ایمان رکھتے تھے۔ برابر جناب محمد مصطفٰےؐ کے منتظر تھے۔ اور تلاش میں پھرتے تھے۔ جیسا کہ جناب سلمان فارسیؓ چار سو برس اس انتظار میں رہے۔ اور آخرکار زیارت سے فائز ہوئے۔ بحیرا راہب بھی قبل بعثت زیارت سے فائز ہوا۔ اور علائم معلومہ و مذکورہ سے حضرتؐ کو پہچان لیا۔ حق اور رحمتِ خدا کبھی اہل ایمان پر مشتبہ نہیں رہتے۔ الجنس یمیل الی الجنس ایمان ایمان کی طرف اور حق حق کی طرف بالفطرہ کشش رکھتا ہے۔ اور ہمیشہ ایک سلسلہ اتحاد روحانی باطنی اس میں قائم ہے۔ وکُلّ شیءٍ یرجع الی اصلہٖ ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کفار باوجود آیات بیّنات و معجزات باہرات دیکھنے کے کفر و کفار ہی کی طرف اور طاغوت ہی کی طرف جھکتے ہیں۔ جو لوگ پہلے سے حجج اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پہلے ہی سے نور ایمان روشن نہیں ہے۔ وہ بعد ظہور و بعد بعثت اور بعد خروج ہرگز اس پر ایمان نہیں لا سکتے اور ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔

سُنّتِ سابقہ و لاحقہ یہ مختصر حال غیبت حجج اللہ کا ہے۔ اور یہ مسلّم و محقق ہے۔ اور خدا صاف الفاظ میں فرماتا ہے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (بقرع ۲۶) کیا تمہارا یہ گمان ہے۔ کہ تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور تم میں ان لوگوں کی مثال نہ پائی جائے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ کہ ان کو سختیاں اور رنج پہنچیں اور وہ خوب ہلائے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور مومنین کہہ اٹھے۔ کہ کب نصرت خدا آئے گی آگاہ رہو کہ نصرت خدا قریب ہے۔ جب تک وہی حال اس امت میں نہ ہو گزرے جو پہلی امت میں ہو چکی ہے۔ اس وقت تک دخول بہشت محال ہے۔ ضرور اس امت میں بھی ہونا ہے جو پہلی امتوں میں ہوا ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا (کہف) اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (یہ منافقین جہاں کہیں ہاتھ آئیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے یہ سنت ہے

ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں۔ الغرض ہرگز سنتِ الٰہی میں تبدیلی نہ پاؤ گے)۔ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّةَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (پھر کیا یہ لوگ سوائے سنت اوّلین کے کچھ اور دیکھیں گے پس تو سنتِ خدائی میں تبدل نہ پائے گا۔ اور ہرگز سنتِ الٰہی میں تغیر نہ دیکھے گے۔) سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (یہ سنت ہے ان رسولوں کی جو تجھ سے پہلے بھیجے جا چکے ہیں، اور ہرگز ہماری سنت میں تغیر نہ پاؤ گے)۔ جو کچھ سنن انبیاءؑ ہیں۔ وہ سب ملتِ محمدیؐ میں پائی جائیں گی۔ وَقَالَ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا خلاصہ مطلب ان آیات کا ظاہر و ظاہر ہے۔ کہ جو کچھ اُمم انبیاءؑ و انبیاءؑ میں گزرا ہے۔ وہ اس امت اور اس رسولؐ کے ساتھ بھی ضرور ہونا ہے جو کافرین نے کیا اور کافرین کے ساتھ ہوا۔ وہ اس اُمت کے کافرین سے ہوگا۔ جو منافقین نے کیا اور منافقین کے ساتھ ہوا۔ وہ بھی ہونا ہے۔ اور جو مومنین نے کیا اور مومنین کے ساتھ ہوا۔ وہ بھی ضرور ہوتا ہے۔ خصوصاً امتحان و اختیار مومنین کہ اس سے کسی طرح مفر نہیں ہے فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں، کہ وہ صرف اس کہنے پر چھوڑ دئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اور ان کا امتحان نہ کیا جائے گا۔ حالانکہ ہم نے امتحان کیا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور ضرور جان لے گا اللہ ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور ان کو جو جھوٹے ہیں۔ اور کیا وہ لوگ جنہوں نے بدیاں کی ہیں۔ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے؟ (ہرگز نہیں)۔ بہت بُرا ہے جو یہ حکم لگاتے ہیں" صادق اور کاذب میں تمیز کر دینے کے لئے امتحان ضروری ہے اور تمام اُمم کا امتحان کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ہر زمانے میں غیبت حجت اللہؑ سے بھی سچے اور جھوٹے لوگوں میں تمیز کی گئی ہے۔ اور اس سے ان کے ایمان کا امتحان لیا گیا ہے۔ چنانچہ قصہ حضرت ادریسؑ و نوحؑ و صالحؑ وغیرہم سے ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ اس امتحان سے سچوں اور جھوٹوں میں تمیز ہوئی۔ جو سچے تھے زمانہ غیبت اور زمانہ شدائد میں بھی ویسے ہی مومن رہے۔ جیسے کہ زمانہ ظہور میں۔ اور جو منافق اور ضعیف الاعتقاد تھے۔ ان غیبات اور شدائد و مصائب کے زمانے میں مرتد ہو کر دین سے خارج اور مومنین سے جدا اور ممتاز ہو گئے۔ پس اس حالت اور اس امتحان اور اس غیبت کا وقوع اُمتِ محمدی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور یہ وہ سنتِ الٰہی ہے۔ جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ضرور اس امت میں بھی حجت اللہ کے لئے غیبت ہے چنانچہ بعض احادیث صحیحہ میں آچکا ہے اور حضرتؐ صاف فرما چکے ہیں۔ کہ اس امت کے امام دوازدہمؑ کے لئے

غیبت و حیرت ہے۔ جس میں بہت سے لوگ دین سے پھر جائیں گے۔ اور بطور تشبیہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کا حال ہوا۔ اسی طرح ان کا بھی ہوگا۔ اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے وہی اس امت میں بھی ہوگا۔ حذو النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ۔ بالکل برابر سرابر۔ اور اسی طرح ہوگا۔ وہ ساری باتیں ہونگی۔ فرق صرف تشخص زمانی میں ہوگا۔ نفس حقیقت میں۔ فتامل فیہ۔

یہ مسئلہ غیبت انبیاءؑ یہاں تک مشہور تھا۔ کہ حضرت عمرؓ بھی جناب رسول خداؐ کی وفات کے وقت فرمانے لگے۔ کہ "رسول اللہؐ نہیں مرے بلکہ وہ غائب ہو گئے ہیں۔ اور پھر غیبت سے ظہور فرمائیں گے اور لوٹیں گے۔ جو شخص کہے گا کہ رسول اللہ مر گئے ہیں۔ میں اس کی گردن ماروں گا" کہ جناب ابی بکرؓ آ گئے۔ اور آیۂ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔ تلاوت کی۔ تب آپ خاموش ہو گئے۔ علاوہ ازیں اس میں شک نہیں ہے۔ کہ شریعت محمدی جامع ہے۔ شرائع سابقہ کو مع شے زائد۔ کما قال عزوجل شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا اور کتاب محمدی مصدق جمیع کتب سابقہ ہے۔ اور محمد مصطفےٰ مصدق جمیع حجج اللہ سابقین۔ اور تصدیق صرف قولی نہیں ہے۔ بلکہ تصدیق فعلی بھی۔ اسی واسطے جتنے معجزات انبیاء سابقین رکھتے تھے سب کا نمونہ جناب رسول خداؐ رکھتے تھے۔ اور یہودیوں اور نصاریٰ کے سوالات پر کر کے دکھلائے ہیں۔ اور پھر آپؐ کے وصیؑ نے ان سب کی تصدیق قولی و فعلی کی ہے۔ پس تصدیق غیبت حجج اللہ قولاً و فعلاً اس امت میں ضروری ہے۔ اور جب غیبت حجج اللہ شرائع انبیاءؑ میں ثابت ہے۔ اور یہ شریعت ان تمام شرائع کو جامع ہے۔ تو ضرور اس شریعت میں غیبت مشروع رہے گی۔ اور ضرور اس کا وجود پایا جائے گا۔ رہا یہ امر کہ یہ غیبت کس حجت خداؑ کے لئے ہے۔ سو یہ دو دلیلوں سے ثابت ہے۔ کہ یہ غیبت صرف آخر خلفاء رسولؐ آخر اوصیاء کے لئے ہے۔ اوّل یہ کہ خلفاءؑ رسولؐ اور اوصیاء رسولؐ بارہ ہیں اور یقیناً ان میں گیارہ گزر چکے ہیں۔ اور اب صرف بارھواں باقی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ان گیارہ میں سے کسی کے لئے غیبت ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اسی سے مخصوص ہو گئی ہے جواب موجود ہے۔ دوم احادیث میں آ چکا ہے۔ اور تصریح ہو چکی ہے۔ کہ مہدی آخر الزمانؑ میں سنن انبیاءؑ ثابت ہیں۔ سنّت ادریسؑ۔ سنّت نوحؑ۔ سنّت ابراہیمؑ۔ سنّت موسےٰ۔ سنّت عیسےٰ۔ سنّت محمد مصطفےٰ۔ اور یہ مسلّم ہو چکا ہے۔ کہ ان انبیاءؑ میں سے اکثر کو غیبت حاصل ہوئی ہے۔ پس لابد جناب مہدی آخر الزمانؑ کے لئے غیبت ضرور ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح ابھی آ چکی ہے۔ پھر

خاص تشریح کے ساتھ اسلام میں بہت سی احادیث وروایات غیبت امام مہدی آخرالزمانؑ کے باب میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ابواب سابقہ میں وجود اور ولادت مہدی آخرالزمانؑ ثابت ہو چکی ہے اور یہ مشاہد و محسوس ہے۔ کہ آپ ظاہر نہیں ہیں۔ اور جب موجود ہیں اور ظاہر نہیں ہیں۔ تو لابد غائب موجود ہیں۔ اور غیبت ان کے لئے مسلم و محقق ہے۔ اور حدیث منقل یہودی میں مذکور ہو چکا ہے۔ کہ مہدی نسل لاوی بن یہ خیا غائب ہوگا۔ اور اسی طرح حدیث جندل میں کہ مہدیؑ غائب ہوگا۔ اور سعید ابن جبیر عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ میرا وصی ہے۔ اور اسی کی اولاد سے قائم مہدی منتظرؑ ہے۔ جو زمین کو عدل وداد سے پُر کرے گا بعد اس کے ظلم وجور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور مجھ کو قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔ کہ جو لوگ اس کے زمانۂ غیبت میں اس کی امامت کے قائل رہیں گے۔ وہ کبریت احمر سے زیادہ عزیز الوجود ہیں۔ اس وقت جابر بن عبداللہ الانصاری نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا مہدی قائمؑ کے لئے غیبت ہے۔ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم۔ تاکہ خدا مومنین کو چھانٹے اور کافرین کو ہلاک کرے۔ نیز رسول خداؐ نے فرمایا ہے۔ کہ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اس کے لئے غیبت ہے۔ جب وہ ظاہر ہوگا۔ تو زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا (دیکھو فرائد السمطین نیز حضرتؑ نے مہدی آخرالزمانؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ وہی وہ حجتِ خدا ہے۔ جس کی ولادت میں شک کیا جائے گا۔ اور وہ صاحبِ غیبت ہے (اور یہ آپ کے اسماء خاصہ سے ہے) جب وہ خروج کرے گا۔ تو زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور یہی امام شافعی حموینی جناب رضاؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ سے دعبل خزاعی نے روایت کیا ہے۔ کہ آپؑ نے مہدی آخرالزمانؑ کی تشخیص میں فرمایا۔ فرزند حسن عسکری حجتِ قائمؑ ہے۔ جو منتظر ہے اپنی غیبت میں اور مطاع ہے۔ اپنے ظہور کے وقت۔ اور مناقب میں اسی جنابؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے تاسف کرتے ہوئے فرمایا۔ سَیِّدِیْ غَیْبَتُکَ نَفَتْ رُقَادِیْ ح۔ اے میرے سردار تیری غیبت نے میری نیند کھو دی ہے۔ اور دل کا چین چھین لیا۔ راوی حدیث سدیر صیرفی فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے عرض کیا۔ خدا آپ کو کبھی نہ رلائے آپ کس کا ذکر فرما رہے ہیں۔ آپؑ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا۔ کہ میں نے آج ہی کتاب جفر جامع میں دیکھا۔ اور وہ وہ کتاب ہے۔ جو ہم اہل بیتؑ سے مخصوص ہے۔ میں نے اس میں مولد قائم مہدیؑ اور ان کی طول عمر اور طول غیبت اور لوگوں کے امتحان اور دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہونے اور بہت لوگوں کے مرتد ہو جانے کے حالات میں غور کیا۔ اور میں بے اختیار رونے لگا۔ اور فرمایا۔ کہ خدا نے ان کی ولادت کو نسل ولادت موسےٰ سے مقرر کیا ہے۔ اور غیبت غیبت عیسےٰ۔ اور تاخیر تاخیر نوحؑ اور عمر خضرؑ کو ان کی

طول عمر کی دلیل قرار دیا ہے۔ . . . . جس طرح فرعون قتل موسٰے کی تلاش میں تھا۔ تو خدا نے ان کے مولد کو پوشیدہ رکھا۔ اسی طرح بنی امیہ اور بنی عباس جب واقف ہوئے۔ کہ انقطاع ملک جبابرہ مہدی کے ہاتھ پر ہے۔ اس کے قتل کے درپے ہوئے۔ تو خدا نے مثل موسٰے ان کے مولد کو بھی پوشیدہ کر دیا۔ اور غیبت مثل غیبت حضرت عیسٰے ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ نے اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ حضرتؑ قتل ہو گئے۔ اور خدا ان کی تکذیب کرتا اور فرماتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ اسی طرح سے غیبت قائمؑ ہے۔ لوگ اس کو طول مدت کی وجہ سے منکر جانتے ہیں۔ پس بعض لوگ تو جہالت کی وجہ سے ولادت کا انکار کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ پیدا ہوا۔ اور مر گیا۔ اور بعض جہال کہتے ہیں۔ کہ ہمارے گیارھویں امام جناب امام حسنؑ عسکری عقیم تھے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ امامت بارہ سے تجاوز کر گئی ہے۔ اور بارہ میں منحصر نہیں ہے۔ وَقَائِلٌ يَقُوْلُ اِنَّ رُوْحَ الْقَائِمِ يَنْطِقُ فِيْ هَيْكَلِ غَيْرِهٖ وَكُلُّهَا بَاطِلٌ اور بعض یہ کہیں گے۔ کہ مہدی قائمؑ کی روح کسی دوسرے شخص کے جسم میں بولے گی اور بروز و ظہور کرے گی۔ اور یہ سب باتیں باطل ہیں۔ اور آپ کی تاخیر تاخیر حضرت نوحؑ ہے۔ کہ جب حضرتؑ نے چاہا۔ کہ طلب عذاب کریں۔ تو حکم باری ہوا۔ اور جبرئیلؑ نے آ کر عرض کیا۔ کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ کہ یہ میری مخلوق اور میرے بندے ہیں۔ اور میں ان کو ہلاک نہ کروں گا مگر بعد مکمل اور مؤکد دعوت اور اتمام حجت کے اور کھجوریں بونے کا حکم ہوا۔ . . . . . . الخ اس عرصے میں تمام ضعیف الایمان لوگ مرتد ہو گئے۔ اس طرح طول مدت غیبت مہدیؑ آخر الزمان میں ہو گا۔ اور عمر حضرت خضرؑ صرف طول عمر مہدی آخر الزمانؑ کے لئے دراز کی گئی ہے۔ اور کتاب غیبت ابی غانم انحادم میں مروی ہے۔ کہ امام حسن عسکریؑ نے اس مولود مسعود کو دکھلا کر فرمایا۔ کہ میرے بعد تمہارا امام اور میرا خلیفہ یہی مہدی قائمؑ ہے۔ جس کی انتظار میں آنکھیں لگی رہیں گی الخ؛

حدیث امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح ثبوت تشخیص مہدی اور غیبت مہدی کی بین دلیل ہے۔ اسی طرح یہ ان کے عالم علم لدنی ہونے اور ان کے اخبار بالغیب اور ان کی امامت کی نہایت روشن اور واضح دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں جو امام زمانؑ کے متعلق پیشگوئی فرمائی ہے۔ وہ حرف بحرف اس وقت مشاہدے میں آ رہی ہے۔ یعنی اس زمانے میں امام مہدیؑ کے متعلق یہ خیالات ہیں جو امامؑ نے فرمائے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ پیدا ہوئے تھے مگر مر گئے۔ اور بعض سلسلۂ امامت کو بارہ سے متجاوز قرار دیتے ہیں۔ اور برابر امام بنائے چلے جاتے ہیں اسمٰعیلیہ تو چالیس سے زائد امام ہو چکے ہیں۔ اور بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ امام مہدی کی روح نے ایک قادیانی میں

بروز کیا ہے اور وہی مہدی ہے۔ اور اب کوئی مہدی نہ آئے گا۔ اور یہ کل اعتقادات اور خیالات باطل محض ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ امام مہدی ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے۔ وہ بھی غلطی پر ہیں۔ چنانچہ ابواب سابقہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور جو کہتے ہیں۔ کہ پیدا ہو کر مر گئے۔ ان کا بھی محض قیاس فاسد ہے۔ کوئی دلیل اس پر نہیں ہے۔ محض لغو خیال ہے۔ جو سلسلۂ امامت کو بارہ سے متجاوز قرار دیتے ہیں۔ وہ صحیح مسلم اور متواتر احادیث نبویؐ کے منکر یا مکذب ہیں۔ حالانکہ یہ ضروریات دیانت اسلامیہ سے ہے۔ اور ظہور و بروز روح مہدوی کسی شخص میں تو یہ بھی البطلان ہے۔ اور عقلاً و نقلاً کتاب و سنت سے باطل ہے۔ اور امام ثامن سلسلۂ اہل البیتؑ نے ایک ہزار برس پہلے اس فتنہ اور ادعاء باطل کی خبر دے دی ہے۔ اور یہ پیشگوئی آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اور اگر انسان ذراسی عقل اور کچھ ایمان رکھتا ہو۔ تو اس مرزائیت کے بطلان کے لئے یہی کافی ہے۔ اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں نہ ہو۔ انہی کی شان میں تو رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کہ ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی جان لیتے ہیں۔ فاولئک ھم الصادقون - یہی سچے امامؑ ہیں۔ کونوا مع الصادقین ان سچوں کے ساتھ ہو جاؤ کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

جناب سید ابن محمد الحمیریؒ نے بعد رجوع از اعتقاد امامت محمد حنفیہ حضرت صادق آل محمدؐ سے غیبت کی بابت دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ غیبت میرے چھٹے بیٹے کو واقع ہو گی جو سلسلۂ ائمہ اثنا عشر میں بارھواں امامؑ ہے۔ جن کا اوّل امیر المومنینؑ ہیں۔ آخر وہی قائمؑ بالحق بقیۃ اللہ فی الارض و صاحب الزمانؑ ہے۔ واللہ لو بقی فی غیبتہ ما بقی نوحؑ فی قومہ لم یخرج من الدنیا حتی یظھر فیملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً خدا کی قسم اگر وہ اپنی غیبت میں اتنی مدت بھی باقی رہے جتنی مدت نوحؑ اپنی قوم میں رہے۔ تو بھی دنیا سے نہ جائے گا تا اینکہ وہ ظاہر ہو۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے جبکہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گی۔" سید موصوف نے یہ سن کر اپنے اعتقاد باطل سے توبہ کی۔ اور مہدی آخر الزمانؑ پر ایمان لائے۔ نیز حضرت رضا علیہ السلام اپنے سلسلہ ذہبیہ سے جناب رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ قسم ہے اس کی جس نے مجھے بشیر بنا کر بھیجا۔ کہ ضرور بالضرور میری اولاد میں سے امام قائم الزمانؑ غائب ہو گا۔ اور یہ میرا ایک عہد معہود ہے۔ یہاں تک کہ اکثر لوگ یہ کہیں گے۔ کہ خدا کو آل محمدؐ کے وجود کی ضرورت ہی نہیں۔ ہی ہے۔ اور بعض آدمی اس کی ولادت میں شک کریں گے۔ پس جو شخص اس کے زمانہ کو پالے۔ اس کو چاہئے کہ اس سے متمسک ہو

اور زمانہ غیبت میں ایمان لائے۔ اور اس میں شک و شبہ کی طرف شیطان کو راہ نہ دے۔ ورنہ بے شک اس کو میری ملت سے علیحدہ کر دے گا اور میرے دین سے خارج کر دے گا۔ پس تحقیق کہ اس نے تمہارے باپ و ماں آدمؑ و حواؑ کو جنت سے نکال دیا۔ اور خدا نے شیاطین کو ان لوگوں کا ولی قرار دیا ہے۔ جو ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ اور جابر بن عبداللہ الانصاریؓ جناب رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اس کا نام میرا نام ہے۔ اور اس کی کنیت میری کنیت۔ اور خلق و خلق بصورت و سیرت میں سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں بہت سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ مثل شہاب ثاقب آئے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ بعد اس کے کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور ابو حمزہ بحوالہ صادق آل محمدؐ جناب رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ خوشا حال اس شخص کا جو میرے قائم اہل بیتؑ کو پالے در آنحالیکہ زمانۂ غیبت میں اس کی امامت کا قائل ہو۔ اور اس کے دوستوں کو دوست رکھتا ہو۔ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہو۔ یہی لوگ میرے ساتھی ہیں اور یہی اہل مودت ہیں۔ اور یہی لوگ روز قیامت میرے نزدیک سب سے مکرم ہیں۔ اور ابو بصیر جناب صادق آل محمدؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اور میرا ہم نام اور ہم کنیت ہے اور سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں بہت سی مخلوق اپنے دین سے پھر جائے گی۔ پھر اس وقت مثل شہاب ثاقب آئے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور صالح بن عقبہ نے اپنے باپ سے اور اس نے جناب باقر العلومؑ سے بسلسلہ ذہبیہ جناب رسول خداؐ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اس کیلئے غیبت اور حیرت ہے۔ جس میں بہت سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے پھر وہ ذخیرہ انبیاءؑ کو لائے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ میرے بعد میری امت کا امام اور میرا خلیفہ ہے۔ اور اسی کی اولاد سے قائم منتظرؑ ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ اور بخدا اس کے زمانہ میں اس کی امامت پر ثابت رہنے والے کبریت احمر سے زیادہ نادر الوجود ہیں۔ اور اصبغ بن نباتہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرتؑ متفکر زمین کرید رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپؑ کو اس کی طرف رغبت ہے۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ اور نہ کبھی دُنیا کی طرف مجھے رغبت ہوئی۔ بلکہ میں ایک مولود کی بابت سوچ رہا ہوں۔ جو میری اولاد سے گیارھویں امام سے پیدا ہو گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور اس کے لئے غیبت ہے جس

میں کچھ لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور کچھ ہدایت پائیں گے۔ میں نے عرض کیا، یا امیرالمومنین کیا یہ ہونے والا ہے۔ فرمایا۔ کہ ہاں۔ گویا وہ مخلوق ہو چکا ہے۔ اور تمہیں اس امر کا کہاں علم ہے۔ بہترین امت محمدی نیک تریں اس امت کے ہمراہ ہوں گے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ خدا چاہے گا کرے گا۔ فَاِنَّ لَهٗ اِرَادَاتٍ وَّغَايَاتٍ وَّنِهَايَاتٍ۔ اور کمیل بن زیاد نے جناب امیرؑ سے ایک طولانی حدیث حجت خدا کی غیبت میں روایت کی ہے۔ اور محمد بن مسلم جناب باقر العلومؑ سے بسلسلہ ذہبیہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ کہ خدا نے چار چیزیں چار چیزوں میں پوشیدہ کی ہیں۔ اس نے اپنی رضا، کو اپنی طاعت میں پوشیدہ رکھا ہے پس اس کی کسی طاعت کو حقیر نہ جانو۔ نہ معلوم کس طاعت میں خوشنودی خدا ہے۔ اور اس نے اپنے غصہ اور غضب کو اپنی معصیت میں پوشیدہ رکھا ہے۔ پس اس کی کسی معصیت کو حقیر نہ جانو۔ ممکن ہے کہ وہ موافق غضب الٰہی ہو۔ اور اس نے اجابت کو دعا میں پوشیدہ رکھا ہے۔ پس دعا کو حقیر نہ جانو۔ نہ معلوم کس وقت قبول ہو جائے اور کونسی دعا قبول ہو جائے۔ اس سے طلب کئے جاؤ۔ اور اس نے اپنی حجت کو اپنے بندوں میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ پس اس کے بندۂ مومن کو حقیر نہ جانو۔ ممکن ہے۔ کہ وہ بندہ اس کا ولی ہو۔ اور تم نہ جانتے ہو۔ اور اصبغ بن نباتہ نے اس جنابؑ سے یہ بھی روایت کیا ہے۔ کہ آپؑ نے قائم آل محمدؐ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ وہ ضرور غائب ہو گا۔ یہاں تک کہ لوگ کہینگے۔ کہ خدا کو آل محمدؐ کے وجود کی کوئی حاجت نہیں رہی۔ اور روایت کیا ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ صاحب الامر شرید۔ طرید فرید و وحید ہے۔ اور عبد العظیمؒ سے بحوالہ محمد بن علی بن موسٰیؑ بسلسلہ ذہبیہ مروی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ہمارے قائمؑ کے لئے غیبت ہے۔ اور شیعوں کو دیکھتا ہوں۔ کہ اس کے زمانۂ غیبت میں چوپایوں کی طرح چراگاہ اور جائے پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اور نہیں پاتے مگر وہ لوگ جو اس کے دین پر قائم ہیں۔ اور طول غیبت سے ان کے دل سیاہ نہیں ہوئے۔ یہ لوگ روز قیامت میرے درجے میں ہوں گے۔ اور قائم آل محمدؐ جب خروج کرے گا۔ تو کسی کی بیعت اس کی گردن میں نہ ہو گی۔ اسی واسطے اس کی ولادت پوشیدہ رکھی گئی۔ اور وجود شخصی غائب ہوا۔ اور امام حسنؑ نے صلح معاویہ کے وقت فرمایا۔ کہ ہم میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی گردن میں کسی نہ کسی طاغیہ زماں کی بیعت ہے الّا ہمارا قائمؑ جس کے پیچھے عیسٰےؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ کیونکہ خدا اس کی ولادت کو پوشیدہ رکھے گا۔ اور اس کے وجود شخصی کو غائب۔ تاکہ کسی طاغیہ زماں کی بیعت اس کی گردن میں نہ ہو۔ اور یہ میرے بھائی امام حسینؑ کی اولاد سے نواں ہے جو سیدہ نساؑ ہے۔ خدا اس کی عمر طولانی کر دے گا۔ پھر اپنی قدرت سے چالیس سے کم نوجوان کی صورت میں ظاہر کرے گا۔ تاکہ لوگ جان لیں۔ کہ خدا ہر شے پر

قادر ہے۔ اور امام حسینؑ نے فرمایا ہے۔ کہ میری اولاد کے نویں امامؑ کو اس امت میں غیبت
ہے۔ اور وہی صاحب غیبت کہلاتا ہے۔ اور وہ وہ ہے جس کی میراث اس کی زندگی ہی میں تقسیم
ہو جائے گی (بسبب غائب ہونے کے اس کی میراث اور رشتہ دار تقسیم کریں گے۔ چنانچہ جعفر نے کی)۔
اور جناب علیؑ ابن الحسینؑ فرماتے ہیں۔ کہ بارھویں امامؑ کی غیبت طولانی ہو گی۔ اور اس زمانے میں
اس کی امامت کے قائل اور اس کے ظہور کے منتظر ہر ایک زمانے کے مومنین سے
افضل ہیں۔ اور حضرتؑ نے وجعلها کلمة باقیہ کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ ہماری شان میں
ہے۔ اور امامت عقب امام حسینؑ میں ہے قیامت تک۔ اور ہمارے قائمؑ کے لئے دو غیبتیں ہیں
اور دوسری کی مدت دراز ہو گی۔ کہ اس عرصے میں بہت سے وہ لوگ جو اس کے قائل ہیں پھر جائیں گے۔
اور نہیں باقی رہے گا دین پر مگر وہی جس کا یقین قوی ہو اور معرفت صحیح۔ اور ہمارے حکم سے
دل میں تنگی نہ پائے۔ اور ہم اہلبیتؑ کے امر کو تسلیم کرے۔ اور فرمایا۔ دین خدا عقول ناقصہ
آراء باطلہ اور قیاسات فاسدہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ تسلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ جس نے
ہم اہلبیتؑ کے امر اور حکم کو تسلیم کر لیا۔ نجات پا گیا۔ اور جس نے قیاس اور رائے پر عمل کیا۔ ہلاک ہو
گیا۔ اور جو ہمارے امر اور قضا سے تنگ دل ہو۔ وہ آیات قرآن سے کافر ہے در آنحالیکہ وہ
نہیں جانتا کہ وہ کافر ہو رہا ہے۔ حضرت باقرؑ نے ائمہ اہلبیتؑ میں سے تشخیص مہدیؑ کے باب میں
فرمایا ہے۔ کہ جس کی ولادت پوشیدہ ہو۔ وہی صاحب الغیبت ہے! اور "والخنس الجوار الکنس" کی تفسیر میں
فرمایا ہے۔ کہ اس سے مراد ایک بچہؑ ہے جو آخر الزمانؑ میں ہو گا۔ اور وہی مہدی عترت ہے۔ اس کے
لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں کچھ لوگ گمراہ ہوں گے اور کچھ ہدایت پائیں گے۔ خوشا حال اس کا
جو اس کو پا لے۔ صادق آل محمدؐ نے فرمایا۔ کہ قائم آخر الزمانؑ ساتویں امامؑ کا پانچواں فرزند ہے۔ جس کا
وجود شخصی غائب ہو گا۔ اور اس وقت اس کا نام لینا جائز نہ ہو گا۔ اور ابو بصیر روایت کرتے ہیں۔ کہ
حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ جمیع سنن انبیاءؑ مع غیبات ہمارے قائمؑ میں جاری ہیں۔ برابر برابر۔ بلا کم و کاست۔
عرض کیا۔ قائمؑ کون ہے۔ فرمایا۔ میرے بیٹے موسےٰ کی پانچویں اولاد فرزند سردار کنیزان۔ جس کا وجود
غائب ہو گا۔ اور مبطلین اس میں شک کریں گے۔ یہاں تک کہ خدا اس کو ظاہر کرے گا۔ اور اس کے
ہاتھ پر مشرق و مغرب عالم کو فتح کرے گا۔ اور عیسےٰ بن مریمؑ نازل ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے
اور زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور تمام روئے زمین پر خدا ہی کی عبادت ہو گی۔ جہاں
بت خانے ہیں مساجد ہوں گی۔ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ اور کل دین ہی دین رہ

جائے گا اگرچہ مشرکین کو ناگوار گزرے۔ اور محمد بن یمان روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ امامؑ کے لئے ایک دن غیبت ضرور ہے۔ اور اس زمانے میں دین پر ثابت رہنا نہایت دشوار ہے۔ ضرور امامؑ غائب ہوگا۔ خدا سے ڈرو۔ اور اس کے دین سے متمسک ہو۔ جناب موسےٰ بن جعفرؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ جب ساتویں امامؑ کا پانچواں فرزند گم اور غائب ہو جائے۔ خدا سے پناہ مانگو اپنے دینوں میں کہ کوئی ان سے پھیر نہ دے۔ کیونکہ ضرور اس کے لئے غیبت ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے معتقد لوگ اس اعتقاد سے پھر جائیں۔ یہ خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے۔ جس سے اپنی مخلوق کو آزمایا ہے۔ اگر تمہارے آباؤ اجداد اس سے بہتر کوئی دین رکھتے تو اس کی پیروی کرتے۔ دین و مذہب حق یہی ہے۔ علی بن جعفرؑ نے عرض کیا۔ کہ وہ کون ہے۔ فرمایا۔ تمہاری عقلیں اس سے عاجز ہیں۔ اور تمہارے اخلاق اس کے تحمل سے تنگ ہیں۔ لیکن اگر زندہ ہے۔ تو اس کو پالو گے۔ حسین بن خالد روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب امام رضاؑ نے فرمایا۔ جس میں ورع نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ اور جس میں تقیہ نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔ اور خدا کے نزدیک سب سے نیک وہ ہیں۔ جو تقیہ پر عمل کرتے ہیں۔ عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ! کب تک؟ فرمایا۔ اِلیٰ یَومِ الوَقتِ المَعلُومِ اور وہ ہمارے قائمؑ کے خروج کا دن ہے۔ پس جو شخص خروج حضرت قائم آل محمدؐ سے پہلے تقیہ ترک کرے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ! قائمؑ کون ہے؟ فرمایا۔ میری اولاد میں سے چوتھا فرزند سردار کنیزاں۔ جس کے ذریعہ سے خدا زمین کو جور سے پاک کرے گا اور ہر ایک ظلم سے طاہر بنائے گا۔ اور وہی ہے جس کی ولادت میں لوگ شک کریں گے اور وہی صاحب غیبت ہے۔ جب وہ خروج کرے گا۔ تو زمین اس کے نور سے چمک اٹھے گی۔ اور لوگوں کے درمیان میزان عدل نصب کرے گا پس کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اسی کے لیے طے الارض ہوگا۔ زمین لپیٹ جائے گی۔ اس کا سایہ نہ ہوگا (جس طرح رسول اللہؐ کا سایہ نہ تھا) اس کی دعوت کے لئے منادی آسمان سے ندا کرے گا۔ اور کہے گا۔ کہ حجت اللہ ظاہر ہو گیا خانہ خدا کے پاس پس سب اس کا اتباع کرو۔ کیونکہ حق اس کے ساتھ اور اسی میں ہے۔ اور سب لوگ اس کو سنیں گے۔ اور یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا۔ ان نشاء ننزل علیھم من السماء اٰیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین ۔ "اگر ہم چاہیں۔ تو ان پر ایک آسمانی نشانی نازل کریں۔ کہ سب گردنیں اس کے آگے خم ہو جائیں۔ اور سب تسلیم کرلیں۔" واقعی حجت خدا کی شناخت کے لئے ایسی ہی خدائی اور آسمانی نشانی ہونی چاہئے۔ جس کے سامنے سب سر تسلیم خم کر دیں۔ اور چون و چرا کا

موقع نہ رہے۔ اور تمام اہتمام خدائی ہو۔ جھوٹے مدعیوں کی طرح اخبار واشتہار بازی سے لوگوں کو بہکانا نہ پڑے
بلکہ حق خود روشن ہو جائے۔ اور جناب امام محمد تقیؑ نے فرمایا ہے۔ کہ قائم آل محمدؐ وہ مہدی ہے۔ کہ
واجب ہے اس کی غیبت میں انتظار کیا جائے اور وقت ظہور اس کی اطاعت کی جائے۔ اور
ایک روایت میں حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک قائم بامر اللہ ہے۔ لیکن وہ مہدی و قائم ہم
جس کے ذریعہ خدا زمین کو اہل کفر و جحود سے پاک کرے گا۔ وہ ہے جس کی ولادت پوشیدہ ہو گی۔ اور اس
کا وجود شخصی پوشیدہ رہے گا۔ اور لوگوں پر اس کا نام لینا زمانہ غیبت میں حرام ہو گا۔ اور وہ ہم نام و
ہم کنیت رسول اللہؐ ہے۔ اس کے لئے زمین لپیٹی جائے گی۔ اور ہر ایک دشواری اس کے لئے آسان
ہو جائے گی۔ اور اس کے پاس اس کے اصحاب جو بقدر اصحاب بدر تین سو تیرہ ہیں اقصاء ارض سے جمع
ہو جائیں گے۔ اور یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا۔ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ جب یہ اصحاب جمع ہو جائیں گے تو خدا ان کے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب دس ہزار جمعیت
ہو جائے گی۔ تو وہ خروج کریں گے۔ اور برابر دشمنان خدا کو قتل کریں گے تا اینکہ خدا ان سے خوش ہو جائے۔ جب
خدا خوش ہو جائے گا۔ تو ان کے دل میں رحم ڈال کرے گا۔ مدینہ منورہ میں داخل ہوں گے۔ اور لات و عزیٰ کو نکال کر
جلا دیں گے۔ اور امام علی نقیؑ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد امام میرا بیٹا ہے۔ اور کیا حال ہو گا تمہارا اس کے
فرزند کے ساتھ۔ کیونکہ اس کا وجود جسمانی غائب ہو گا۔ اور اس کا نام لینا حرام ہو گا۔ اور اس کو
الحجۃ کہہ کر پکاریں گے۔ اور ایک روایت میں فرمایا ہے۔ کہ مہدی قائمؑ اور صاحب الامر وہ ہے جس کی
بابت لوگ کہیں گے۔ کہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ اے احمد
بن اسحاق اس میرے فرزند کی مثال خضر اور ذوالقرنین کی سی ہے۔ واللہ وہ ضرور غائب ہو گا۔ اور غیبت
میں ہلاکت سے صرف وہی لوگ بچیں گے۔ جن کو خدا اس کی امامت کے اعتقاد پر ثابت
رکھے گا اور تعجیل فرج کی دعا کی توفیق عطا فرمائے گا۔ احادیث غیبت بیشمار ہیں۔ مگر اہل
ایمان و ایقان کے نور ایمان کے بڑھنے اور ثابت رہنے کے لئے ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اور ان سے
بیان سابق کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اور ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ حجت اللہ کے لئے اس امت
میں غیبت ضروری ہے۔ اور وہ امام ثانی عشر الحجۃ ابن الحسنؑ مہدی آخر الزمانؑ ہی کے لئے ہے۔ پس
غیبت امام مہدی آخر الزمانؑ پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور کوئی مومن مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس جناب
پر زمانہ غیبت میں ایمان نہ لائے۔ نجات صرف انہی کے لئے ہے جو مومنین بالغیب ہیں۔ وَاُولٰٓئِکَ
ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہ احادیث بالکل عموم آیات اور دلائل و براہین سابق الذکر ہیں۔ اس لئے ان کے

صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا۔ اور مومنین کا یہ عین ایمان ہے۔ اور جب یہ غیبت حضرت امام مہدیؑ بنص احادیث و بدلائل و نصوص آیات ثابت اور مسلّم ہے۔ تو اس کا انکار انکار نبوت حضرت خاتم النبیینؐ اور ان کی تکذیب ہے۔ وَمَنْ كَذَّبَهٗ فِيْ شَيْءٍ فَقَدْ اَنْكَرَ نُبُوَّتَهٗ ۔ جس نے کسی امر میں آنحضرتؐ کی تکذیب کی۔ اس نے آنحضرتؐ کی نبوت کا انکار کیا۔ وَمَنْ اَنْكَرَ نُبُوَّتَهٗ فَقَدْ كَفَرَ۔ جس نے آپؐ کی نبوت کا انکار کیا۔ وہ کافر ہو گیا۔ اور چونکہ وہ غایت ختم نبوت و وصایت ہے۔ اور ظہور نبوت فعلاً اور اسی طرح کمال ظہور امامت و وصایت اور ظہور دین اسلام اسی جناب پر موقوف ہے۔ اس لئے اس جناب اور اس کی غیبت کا انکار کرنا جملہ اوصیاء رسولؐ اور ائمہ امت کا انکار کرنا ہے۔ وَقَالَ نُعَالِهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اَنْكَرَ وَاحِدًا مِنَ الْاَحْيَاءِ فَقَدْ اَنْكَرَ الْاَمْوَاتَ جس نے کسی زندہ امام کا انکار کیا اس نے تمام گزشتہ اماموں کا انکار کیا۔ اور فرمایا جس نے میرے آباء و اولاد میں سے ہر ایک امام کا اقرار کیا اور مہدیؑ کا انکار کیا۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جس نے سارے انبیاء کا اقرار کیا۔ اور جناب محمد مصطفےٰ کا انکار کیا۔ جو ساتویں امامؑ کی پانچویں نسل سے ہے۔ جس کا وجود شخصی غائب ہو گا۔ اور اس کا نام لینا حرام ہو گا۔ اور یہی جناب رسول خداؐ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے۔ چنانچہ ہشام بن سالم صادق آل محمدؐ سے بسلسلہ اہل البیتؑ جناب رسولؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ "مہدیؑ میری اولاد سے ہے۔ اور وہ میرا ہم نام و ہم کنیت ہے۔ اس کی شمائل میری شمائل ہیں۔ اس کی سنت میری سنت ہے۔ وہ لوگوں کو میری ملت و شریعت پر قائم کرے گا۔ اور میرے پروردگار کی کتاب کی دعوت دے گا۔ جس نے اس کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اور جس نے اس کی غیبت کے زمانے میں اس کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا۔ اور جس نے اس کی تکذیب کی اس نے میری تکذیب کی۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی اس نے میری تصدیق کی۔ میں خدا سے شکایت کرتا ہوں اُن لوگوں کی جو اُس کے باب میں میرے امر کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور اس کی شان میں میرے قول کے منکر ہیں۔ اور میری امت کو اس کے طریق سے گمراہ کرتے ہیں۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ یقیناً حضرت امام آخر الزمانؑ مہدیؑ امت اور قائم آل محمدؐ کا منکر و مکذب رسول خداؐ ہے۔ اس حدیث نبویؐ میں اس کی بھی تصریح و تصدیق ہے۔ جو کہ محی الدین العربی نے جناب مہدیؑ آل محمدؐ کے باب میں لکھا ہے۔ کہ جس طرح سے جناب رسول خداؐ نے مہدیؑ آخر الزمان حجۃ ابن الحسنؑ قائم آل محمدؐ کی عصمت پر نص کی ہے۔

اور کسی امام و خلیفہ کی عصمت پر ایسی نص نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے اس میں فرمایا ہے۔ کہ اس کی سنت عین میری سنت ہے۔ اور وہ میری ملت و شریعت پر لوگوں کو قائم کرے گا۔ اور اس کی اطاعت میری اطاعت اور اس کی معصیت میری معصیت ہے۔ اور عصمت جناب رسول خدا پر دلیل نقلی کے ساتھ دلیل عقلی بھی قائم ہے پس جناب مہدی آخر الزمان کی عصمت میں کسی اہل السنت کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔ اور اہل تشیع کے نزدیک تو جملہ ائمہ کی عصمت محقق و مسلم ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اس امت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو مہدی آخر الزمان کے باب میں جناب رسول خدا کے منکر اور مکذب ہیں۔ اور اس وقت میں اس کا بہترین مصداق قادیانی نبوت و مہدویت کے قائل ہیں۔ اور اسی وجہ سے اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ یہ حضرات منکر نبوت حضرت خاتم النبیین ہیں۔ اور غیاث بن ابراہیم سے اسی سلسلہ کی روایت ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ مَنْ اَنْكَرَ الْقَائِمَ مِنْ وُلْدِيْ فَقَدْ اَنْكَرَنِيْ۔ ابی ذر۔ مقداد اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ لَهٗ اِمَامٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔ سلمان فارسی نے عرض کیا۔ وہ امام کون ہے۔ فرمایا۔ میرے اوصیاء میں سے۔ اے سلمان جو مر جائے۔ اور ان ائمہ میں سے امام نہ رکھتا ہو۔ اور نہ پہچانتا ہو۔ وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ فَاِنْ جَهِلَهٗ وَعَادَاهُ فَهُوَ مُشْرِكٌ وَاِنْ جَهِلَهٗ وَلَمْ يُعَادِهٖ وَلَمْ يُوَالِ لَهٗ عَدُوًّا فَهُوَ جَاهِلٌ لَيْسَ بِمُشْرِكٍ۔ پس اگر وہ اس امام سے جاہل ہو اور اس کا دشمن۔ تو وہ مشرک ہے (جیسا کہ حضرات قادیانی اس کے ضمن میں ہیں)۔ اور جو جاہل ہو۔ اور اس سے دشمنی نہ رکھے۔ اور اس کے دشمن کو دوست نہ رکھے۔ تو وہ جاہل ہے۔ مشرک نہیں ہے۔ وَيَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔

قرآن شریف اور مسئلہ غیبت

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ فَقَالُوْا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ۔ (سبا) اور ہم نے ان کے اور ان قریوں کے مابین جن کو ہم نے مبارک بنایا ہے کچھ ظاہری قریے بنا دیئے ہیں۔ اور ان دونوں قسم کے قریوں میں سیر و آمد و رفت مقدر و مقرر کر دی ہے۔ پس ان میں رات اور دن امن میں سیر کرو۔ لوگ اس کے شکر گزار نہ ہوئے۔ اور کفران نعمت کیا۔ اور اپنی زبان حال سے کہا۔ ہمارے ان سفروں میں دوری پیدا کر دی جائے

اور اس کہنے سے انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ اور ہم نے ان کو بعد میں رہ جانے والی باتیں بنا دیا۔ اور
بالکل جدا جدا اور پارہ پارہ کر دیا۔ اور متفرق و متشتت بنا دیا۔ اور بیشک اس میں ہر ایک صابر و شکر گزار کے
لئے نصیحت و عبرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور بیشک شیطان نے ان کے باب میں اپنا گمان سچ
کر دکھایا پس سب نے اس کی پیروی کر لی سوائے مومنین کی ایک جماعت کے۔ حالانکہ اس کو ان
پر کوئی غلبہ حاصل نہ تھا۔ لیکن صرف اس لئے کہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ کون روز آخرت پر کامل یقین رکھتا
ہے۔ اور کون اس سے شک میں پڑا ہوا ہے۔ اور ضرور تیرا پروردگار ہر ایک شے پر حفیظ ہے۔ کوئی
شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور کوئی شے اس سے فوت نہیں ہو سکتی ہے" اس آیۂ مبارکہ
میں یہ امر غور طلب ہے کہ خداوند عالم اس میں دو قسم کے قریوں کا ذکر کرتا ہے۔ ایک مبارک
قریے ہیں۔ اور دوسرے اور قریے ہیں۔ جن کو ظاہری قریے کہا گیا ہے۔ لیکن بظاہر ان قریوں کا پتہ
نہیں لگتا۔ اور کہیں ایسے گاؤں نہیں معلوم ہوتے۔ کہ جو مبارک قریے ہوں۔ اور ان کے درمیان
اور ظاہری قریے بنائے گئے ہوں۔ اور ان کے درمیان آمد و رفت ہو۔ اور پھر ان لوگوں نے کہا ہو۔
کہ خدا ہمارے سفروں کو بعید کر دے۔ اور دور دراز قریے بنا دے۔ کہیں قرآن یا حدیث یا تاریخ و بائبت
یا تاریخ دول میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں بعض مفسرین وغیرہ اپنے قیاس
سے یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ قریے مکہ اور شام کے درمیان تھے۔ جو برباد کر دئے گئے۔ لیکن کوئی دلیل اس پر قائم نہیں
کی گئی۔ یہ ظاہر ہے کہ دلیل عقلی یہاں قائم نہیں ہو سکتی۔ صرف دلیل نقلی قائم ہو سکتی ہے۔ اور دلیل نقلی
تاریخ و قرآن و حدیث ہے۔ اگرچہ سند ہمارے لئے یقیناً قرآن یا حدیث ہی ہے۔ اور کسی مفسر کا
قول تب ہی سند ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ کوئی دلیل عقلی یا نقلی کتاب و سنت سے رکھتا ہو۔ ورنہ تفسیر بالرائے
میں ہر ایک عالم مساوی ہے۔ بلا دلیل اور مرجح ایک کے قول کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں ہو سکتی۔ اور
جب مفسرین کے ان قریوں کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ تو ان کا قول ہرگز سند نہیں ہو سکتا۔
پھر آیہ مجیدہ میں غور کیا جائے۔ تو ایک بات اور نظر آتی ہے۔ اور صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ان گاؤں کا
کوئی وجود ظاہری نہیں ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ کہ ایک قسم قریہ ظاہریہ ہم نے ان کے درمیان بنا دئے
ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک قسم قریے جو ان کے مقابل ہیں وہ ظاہری نہیں ہیں۔ اور
جب ظاہری نہیں ہیں۔ تو پھر ضروری وہ باطنی ہوں گے۔ کیونکہ ظاہر و باطن کے درمیان کوئی تیسری صورت
واسطہ نہیں معلوم ہوتی۔ ورنہ ظاہرہ کی قید بالکل بے فائدہ ہو گی۔ اور کلام خدا اس سے کہیں ارفع و اعلےٰ ہے۔
ضرور قرائے ظاہرہ مقابل قرائے باطنیہ ہیں۔ اور وہ مبارکہ ہیں۔ اور ان قرائے ظاہریہ اور قرائے باطنیہ کے

درمیان سیر وفاد اور فت مقرر و مقدر کی گئی ہے۔ اور حکم ہے۔ کہ راتوں دنوں ان میں بلا خوف و خطر امن و امان سے سیر و
سفر کریں۔ اور قریٰ سے باطنیہ یا تو عالم دہری و سرمدی میں ہو سکتے ہیں یا اگر عالم زمانی ہی میں ہوں۔ تو پھر زمین
کے نیچے اور آسمان کے اوپر یا سمندروں کی تہ میں ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے قریوں کا ثبوت جو زمین کے اندر یا آسمان
کے اوپر یا سمندروں کی تہ میں ہوں اور پھر ان کے اور ظاہری قریوں کے درمیان سیر و سلوک بھی جاری ہو۔
کہیں نہیں ملتا۔ اور کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہے۔ پھر لفظاً سنین اور شب و روز کی سیر و سفر صاف دلالت
کرتے ہیں کہ یہ ہمارے معروف گاؤں نہیں ہیں۔ اور مکہ اور شام کے درمیان کے گاؤں میں یہ بات
ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اور جس نے ملک عرب کو دیکھا ہے یا اس کے حالات سے واقف ہے۔ وہ جانتا
ہے کہ عرب میں آج تک بھی کہیں یہ بات ممکن نہیں ہوئی۔ کہ انسان بالکل امن و امان سے سیر و سفر کریں
پھر فقط سیر و امن حیث الظاہر دال ہے۔ کہ ہم بھی اس حکم کے مکلف ہیں۔ کیونکہ اوامر قرآنی جب منسوخ
ثابت نہ ہو جائیں قیامت تک نافذ ہیں۔ اور جب وہ قریے شام اور مکہ کے درمیان نیست و نابود کر دیئے
گئے۔ تو اب ہم کس طرح ان کی سیر پر مامور ہو سکتے ہیں۔ فرض یقینی طور پر کوئی شخص ایسے قریوں کا پتہ اور
ثبوت نہیں دے سکتا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں دکھلائے۔ یا اب ان کا پتہ جغرافیہ میں دے دے۔ بلکہ ہم صرف
کتاب و سنت سے ثبوت چاہتے ہیں۔ قیاسات اور تفسیر بالرائے کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اور جب
یہ صورت ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم حقیقی مفسرین قرآن اور مبین قرآن اور خدا کی بولتی ہوئی کتاب
اور رسالت کی طرف رجوع کریں۔ اور اس کی تاویل معلوم کریں پس یہ امر تو خود قرآن شریف سے معلوم ہے
کہ ان گاؤں سے گاؤں مراد نہیں ہیں بلکہ لوگ مراد ہیں۔ چنانچہ اسی آیہ مبارکہ میں ان کی نسبت خدا فرماتا ہے
وَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا۔ انہوں نے کہا۔ کہ پروردگار ہمارے سفروں میں دوری ڈال
دے۔ یہ قول لوگوں کا ہے۔ اور قرآن شریف میں ایسا کئی مقام پر ہے۔ کہ قریہ سے اہل قریہ اور لوگ مراد
لئے گئے ہیں چنانچہ سورہ یوسف میں ہے۔ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا۔ پوچھ لو اس قریہ سے جس
میں ہم تھے۔ اور سورہ یونس میں ہے۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً
اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ہم جب چاہتے ہیں کہ کسی
قریہ کو ہلاک کریں۔ تو اول دولت سے اپنی توفیقات خیر سلب کر لیتے ہیں پس وہ اس میں فسق و فجور کرنا شروع
کر دیتے ہیں پس ان پر عذاب ثابت ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہم ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ
اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا۔ ہم نے بہت سے قریے ہلاک کر دئیے۔
وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا کوئی قریہ

نہیں ہے۔ مگر یہ کہ ہم قبل یوم قیامم اس کو ہلاک کریں گے یا اس کو سخت تکلیف دیں گے۔ ان تمام آیات مبارکہ میں قریہ سے اہل قریہ اور لوگ ہیں۔ اور یہ مجاز تسمیۃ الشئ باسم محلہ وظرفہ مستعمل و معروف ہے۔ اور جب یہ ثابت ہے۔ کہ قریہ سے اہل قریہ یعنی کچھ اشخاص و وجود مراد ہیں۔ تو اب آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ظاہریہ اور وہ باطنیہ وجود کون ہیں۔ جن کے درمیان سیر قائم ہے۔ اور شب و روز امن سے گزرتے رہتے ہیں۔ یقیناً کچھ مبارک وجود ہیں۔ اور وہ باطنی اور پوشیدہ وجود ہیں۔ ہر شخص مبارک اور صاحب برکت ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن شریف سے جن صاحب برکت وجودوں کا پتہ لگتا ہے۔ وہ یہ بزرگوار ہیں۔ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ۔ اگر کسی کے صاحب برکت پاک، مطہر و مقدس ہونے پر نص ہے اور دلیل قائم ہے۔ وہ اہل بیت نبوت ہی ہیں۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا۔ کہ وہ مبارکہ قریہ اہل بیت نبوت ہیں۔ تو اب یہ دیکھنا ہو گا۔ کہ وہ ظاہری قریہ کون ہیں۔ قرآن شریف ان بابرکت اشخاص کو بیوت بھی کہتا ہے۔ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ یعنی نور خدا کچھ بیوت (گھر) میں ہے۔ جن میں خدا نے اذن دے دیا ہے۔ کہ وہ بلند کئے جائیں۔ اور ان میں خدا کا نام لیا جائے۔ ان میں صبح شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے۔ یہ کچھ مرد ہیں۔ جن کو ذکر خدا اور اقامہ صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت کوئی امر دنیاوی ان کے لئے دین میں حارج نہیں ہو سکتا۔ اور احادیث میں خود آنحضرتؐ نے اپنے کو مدینہ فرمایا ہے۔ انا مدینۃ العلم میں شہر علم ہوں۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قرآن شریف سے جن وجودوں کا مبارک ہونا ثابت ہے وہ وارثان نبوت و رسالت ہیں۔ اور شک نہیں۔ کہ باب النبوۃ علم ہے۔ چنانچہ الباب سابقہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ باب الامامت و باب النبوۃ ایک ہی ہے۔ اور اس امت آخری میں نبوت صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔ اور اہل بیت وارثان نبوت و رسالت امام ہیں۔ اور اس لئے باب المبارکیت اور باب الامامت ایک ہے۔ پس یہ قرائے مبارکہ ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ اور باب المبارکیت علم ہے۔ اور وہ حضرات علم الٰہی کے شہر و قریہ ہیں۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ قریہ اور مدینہ میں کوئی فرق دراصل نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے کلام اللہ میں تمام ایسے مقام پر خدا نے قریہ ہی استعمال کیا ہے۔ اور مکہ معظمہ کو اُم القریٰ فرمایا ہے۔ بنابریں یہ شہر ہائے علم الٰہی ہیں۔ مگر چونکہ انوار ائمہ طاہرین تمام وجود محمدی میں تھے۔ اس لئے بخیال آنحضرتؐ یہ حضرات قریے ہیں اور سب کا مجموعہ محمد مصطفےٰ شہر قائم اور

جب یہ شہرہائے علم الٰہی ہیں۔ تو معلوم ہوگیا۔ کہ وہ ظاہری قریے جن کے درمیان سیر قرار دی گئی ہے وہ وہ علماء ہیں جو علم خدا صرف ان قریوں سے لیتے ہیں۔ اور شب و روز دامن داماں سے فیض روحانی حاصل کرتے ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ یہ قرائے باطنیہ مبارکہ محال علوم خدا اور خزائن اسرار الٰہی ہیں۔ اور قرائے ظاہریہ جو اس کے ساتھ سیر و سلوک رکھتے ہیں طالبان علم خدا ہیں۔ اور پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ان خزائن علوم الٰہی اور ان محال مشیت اللہ اور ان شہر ہائے اسرار اللہ میں ایسا قریہ مبارکہ جس کے پاس علماء جا سکیں اور فیض حاصل کر سکیں وہی ہے جو اس وقت موجود ہے۔ کیونکہ نہ اس کا کوئی قائل ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ جو ائمہ اہل بیتؑ اس عالم سے دوسرے عالم میں جا چکے ہیں۔ ان کے پاس علماء جاتے ہیں۔ بلکہ یقیناً ایسا وجود وہی ہو سکتا ہے جو اس عالم میں موجود ہو۔ اور جو اس وقت صاحب الزمان ہو۔ اور ضرور چاہیئے کہ ایک فرد ان میں سے ایسا موجود ہو جس کے پاس طالبان علم خدا جا سکیں علم حاصل کر سکیں۔ اور جب وہ موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہے۔ تو ضرور موجود غائب ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ ایک امامؑ از اہل بیتؑ بدلیل قرآن مجید موجود غائب ہے۔ وھو المطلوب۔ اس مطلب کی آیت کے آخری حصے سے بھی تائید ہوتی ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہ نعمت ان کو دی۔ اور ان شہرہائے علم اور قرائے مبارکہ اور طالبان علم کے درمیان آمد و رفت قرار دے دی۔ مگر وہ ان کے شکر گزار نہ ہوئے۔ کفران نعمت کیا۔ ان کو جھٹلایا۔ اور ان پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ اور اس طرح سے انہوں نے گویا زبان حال سے کہا۔ کہ ہم ان شہروں میں جانا نہیں چاہتے ہمارے اور ان کے درمیان دوری ڈال دے۔ جب ان کی یہ حرکت دیکھی۔ تو ہم نے ان کے اس کفران نعمت کی وجہ سے اپنے شہر علم کو ان کی عام نظروں سے پوشیدہ کر دیا۔ اور اس عام سیر و سلوک کو بند کر دیا۔ اور ان کو بالکل جدا جدا کر دیا۔ اور وہ اس طرح سے علم خدا سے دور ہو کر دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر بیٹھے۔ اور ہر ایک جماعت متفرق اور پریشان ہوگئی۔ بیشک اس میں صابر و شکر گزاروں کے لئے خدا کی بڑی نشانیاں ہیں۔ الخ۔ بہتری اہل صبر و شکر ہی کے لئے ہے۔ اور آئندہ ثابت ہوگا۔ کہ ایک علت غیبت امام یہی ناشکر گزاری ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اس ناشکر گزاری کا اثر کلی انہی ناشکر گزاروں پر ہوگا۔ اور جو صابر و شاکر ہیں۔ وہ اس حالت میں بھی شہر علم سے فیض اُٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہے۔ علماء و عارفین کاملین سُنی و شیعہ نے اس زمانہ غیبت امام میں فیض اٹھایا ہے۔ اور اُٹھاتے ہیں۔ اور اس بیان سے وجود امامؑ۔ غیبت امامؑ۔ علت غیبت امامؑ ثابت ہوگئی۔ اور نیز یہ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو اب بھی امامؑ کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں اور صحبت سے فیضیاب ہوتے

ہیں۔ لہٰذا انکار غیبت امام یقیناً انکار نبوت خاتم النبیینؐ ہے۔ جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اور یہی مضمون معادن علوم الٰہی سے مروی ہے۔ چنانچہ عالم اہل البیتؑ فرماتے ہیں۔ عبداللہ الرمانی نے جناب علیؑ بن موسٰیؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک مفسر میرے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس سے پوچھا۔ تو فلاں ہے۔ کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تو قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ اس آیت کی کیا تفسیر کرتا ہے۔ وجعلنا بینھم وبین القریٰ التی بارکنا الخ کہا۔ یہ مکہ اور منیٰ کے درمیان گاؤں ہیں۔ فرمایا۔ کیا ان مقامات میں خوف نہیں ہے اور ڈاکہ نہیں پڑتا ہے اور راہ زنی نہیں ہوتی ہے؟ کہا۔ کیوں نہیں۔ فرمایا۔ پھر آمنین کے کیا معنی ہیں۔ خدا جس کو جائے امن فرمائے اس میں خوف ہو؟ کہا۔ تو پھر اس کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا۔ ذالک نحن اھل البیت یہ ہم اہل بیت ہیں۔ اللہ نے تم کو اناس کہا ہے اور ہم کو قریے کہا ہے۔ عرض کیا۔ کیا قرآن میں اس کا ذکر ہے۔ کہ قریے کچھ مرد ہیں؟ فرمایا۔ اللہ نے تم کو اناس کہا ہے۔ اور ان کو قریے۔ کیا خدا نہیں فرماتا ہے۔ واسئل القریۃ التی کنا فیھا اس گاؤں سے پوچھ لو جس میں ہم تھے۔ کیا یہ سوال دیواروں سے ہوگا۔ یا لوگوں سے۔ اور خدا فرماتا ہے۔ ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا الخ ہم ایک قریہ کو ہلاک کر دیں گے۔ کیا دیواریں ہلاک اور عذاب کی جائیں گی یا لوگ؟ قریب قریب یہی سوال قتادہ سے اس آیت کی تفسیر کی بابت ہوا ہے۔ اور حضرتؑ ہی نے کیا۔ پھر یہی سوال حسن بصری سے بھی ہوا ہے جب وہ جواب نہ دے سکے۔ اور اس آیت کی صحیح تفسیر نہ کر سکے۔ تو فرمایا۔ کہ قرائے باطنیہ مبارکہ ہم ہیں۔ اور قرائے ظاہرہ شیعہ عالم ہیں جو ہمارے پاس آکر علم حاصل کرتے ہیں۔ اور ابو بکرؓ سے فرمایا۔ کہ ان کے ساتھ ہمارے قائمؑ کے پاس جاؤ گے۔ اور علم سیکھو گے۔ اور اسی مضمون کی اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور صاف فرمایا ہے۔ کہ خدا نے ہمیں بطور تمثیل یہاں ذکر کیا ہے۔ اور اس کی تاویل ہم ہی اہل بیتؑ ہیں اور ہر زمانے میں ایسے قریہ اور علم کے شہر موجود رہتے ہیں۔

بہرکیف ان بیانات اور ان دلائل و براہین سے بخوبی واضح ہو گیا۔ کہ غیبت حجج اللہ حضرت آدمؑ سے ثابت ہے۔ اور سنت انبیاءؑ و اوصیاءؑ ہے۔ اور یہی سنت اس امت میں یقیناً جاری ہے۔ ہرگز اس میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ اور غیبت امام مہدی آخر الزمانؑ بنص آیات واحادیث محقق و مسلم ہے۔ اور اس کا انکار انکار قرآن و حدیث ہے۔ اور غیبت پر ایمان لانا ضروریات دین سے ہے۔ ہمیشہ مومنین غیبت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور بہترین ایمان و افضل ترین

ایمان ایمان بالغیب ہی ہے۔ اور قرآن سے ہدایت پانے والے صرف وہی لوگ ہیں۔ جو مومنین بالغیب ہیں۔ اور انہی کے لئے نجات ہے۔ اور غیب سے مراد اس آیہ مبارکہ میں ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ۔ حجت خدا ہے۔ اور اس وقت حجت غائب امام مہدی آخرالزمانؑ ہے۔ اور وہی غیب کا مصداق ہے۔ اور اسی جناب کا نام غیب ہے اور اس سے معلوم ہو گیا۔ جو لوگ غیبت حجت خدا کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے انکار کی وجہ یا محض جہالت ہے اور دیانت اسلام اور تاریخ دیانت قرآن و حدیث سے لاعلمی اور ناواقفیت ہے۔ یا عداوت و عصبیت۔ ورنہ عالم شریعت اسلامیہ سے محال ہے۔ غیبت حجت خدا کا انکار کرنا حضرت آدم سے لے کر تا خاتم دیانت اسلامیہ کا انکار اور انبیاء اللہ و حجج اللہ کی تکذیب ہے۔ اور یہ سچ ہے بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ جس چیز پر لوگوں کا علم محیط نہیں ہوتا۔ وہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بہترین شے وافضل ترین اور حقیقت دیانت اسلامیہ یعنی غیبت حجۃ اللہ سے انکار کرتے ہیں۔ اور اس پر مذاق اُڑاتے ہیں۔ یستھزؤن اللہ واللہ یستھزء بھم یہ لوگ خدا سے مذاق کرتے ہیں۔ اور ٹھٹھا اُڑاتے ہیں۔ اور خدا ان کی اس حالت پر ہنستا ہے۔ اور اس کی ذات ہنسی سے بری ہے۔ وہی خود اس استہزاء کے وبال کو بھگتتے ہیں۔ اور اس کی جزا دیکھتے ہیں۔ اور خدا ان کی طرف نظر رحمت نہیں کرتا۔ اور اگر غور کیا جائے۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان منکرین کا انکار انکار جحودی ہے۔ وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم دل ان کے یقین کرتے ہیں۔ مگر وہ دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہیں۔ قاتلھم اللہ انی یؤفکون ۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر ان کے قفل لگے ہوئے ہیں۔ اتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کیا بعض آیات قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض پر نہیں رکھتے وما اللہ بغافل عما یعملون خدا ان کے عملوں سے غافل نہیں ہے۔ آیا تم خدا کو یاد کرو۔ اور ان سے غافل نہ ہو۔ ان ربی لبالمرصاد ۔

حالِ غیبت امام مہدی آخرالزمان علیہ السلام عجل اللہ فرجہ

حالات ولادت باسعادت سے بعض حالات مرقوم ہو چکے جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک غیبت عمومی جناب مہدی آخرالزمانؑ کے لئے ہمیشہ سے ثابت ہے چنانچہ وقت ولادت کے بعد ہی حضرت روح القدس کے سپرد ہوئے جس طرح کہ حضرت موسیٰ نے تحت عرش الٰہی پرورش پائی۔ روایت جناب حکیمہ خاتون بدا کثر

اہل سنت اور اہل تشیع علماء سے نقل ہو چکی ہے۔ اسی میں مذکور ہے۔ کہ فرماتی ہیں۔ ولادت کے تیسرے روز میں پھر آئی۔ اور نرجس کے کمرے میں گئی۔ مولود مسعود کا کوئی اثر و نشان نہ دیکھا اور کوئی ذکر نہ تھا تعجب ہوئی اور شرم کی وجہ سے تفحص احوال نہ کر سکی۔ اور حاضر خدمت امام حسن عسکریؑ ہوئی۔ حضرتؑ نے خود ابتدا کی اور فرمایا۔ اے پھوپھی ولی خدا حفظ و امان خدا میں ہے۔ جس وقت دیکھو کہ میرے وجود کو خدا نے دنیا سے غائب کر دیا۔ اور میری اجل آ گئی۔ لوگ اختلاف کریں گے۔ کوئی کچھ کہے گا اور کوئی کچھ۔ اس وقت معتمدین و موثقین کو خبر دینا۔ اور امر ولی خدا کو اپنے اور ان کے درمیان راز مخفی رکھنا۔ کیونکہ خدا اپنے ولی کو غائب رکھے گا۔ اور نظروں سے پوشیدہ کر دے گا۔ جب تک جبرئیلؑ اسے کر حاضر خدمت ولی خدا ہوں۔ احمد بن حسن بن اسحاق قمی نے روایت کی ہے۔ کہ میرے دادا اسحاق کے پاس جناب امام حسن عسکریؑ کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط پہنچا۔ اور اس میں حضرتؑ نے لکھا تھا "میرے ایک فرزند پیدا ہوا ہے۔ اس امر کو پوشیدہ رکھنا۔ میں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی اطلاع نہیں دی ہے۔ اور تجھے اس لئے اطلاع دی ہے۔ کہ تو اس خبر سے خوش ہو جائے جس طرح کہ خدا نے مجھ کو خوش کیا ہے۔" شیخ صدوقؒ یعقوب بن منقوش سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دن جناب امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اپنے گھر میں ایک دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے دائیں جانب ایک مکان تھا۔ جس پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ صاحب الامر (امامؑ) کون ہے؟ فرمایا۔ یہ پردہ اٹھا میں نے پردہ اٹھایا۔ تو ایک لڑکا جس کا کوئی پانچ بالشت قد ہو گا نکلا۔ جو آٹھ دس سال یا اس کے قریب عمر کا ہو گا۔ سفید چہرہ۔ کھلی جبیں۔ روشن آنکھیں۔ بھری ہتھیلیاں۔ مڑے ہوئے گھٹنے۔ دائیں رخسار میں تل اور سر پہ زلفیں۔ اور وہ امام حسن عسکریؑ کی ران پر بیٹھ گیا! اور امامؑ نے فرمایا۔ صاحب الامر یہی ہیں۔ پھر حضرتؑ سے ہٹا دئے۔ اور فرمایا اے بیٹے وقت معلوم تک کے لئے اندر داخل ہو جاؤ۔ وہ گھر میں داخل ہو گیا۔ اور میں دیکھتا رہا۔ اور پھر حضرتؑ نے فرمایا۔ اے یعقوب دیکھو۔ اندر کون ہے۔ میں اندر گیا۔ تو کچھ نہ دیکھا۔ ان روایات۔ حالات ولادت اور نیز اسی قسم کی اور روایات و احادیث سے جو باب شہادات میں مذکور ہوں گی ثابت ہے۔ کہ غیبت حضرتؑ کے لئے روز اول سے ثابت ہے۔ اور حیات جناب امام حسن عسکریؑ میں بھی خاص معتمدین و موثقین ہی نے دیکھا تھا۔ اور ان سب کو کتمان امر کا حکم تھا۔ اور حضرتؑ کو پوشیدہ ہی رکھا جاتا تھا۔ بلکہ حالات امام حسن عسکریؑ دیکھنے سے معلوم ہو گا۔ کہ حضرتؑ ہی نے مومنین کو غیبت کا عادی بنانا شروع کر دیا تھا۔ اور حضرتؑ اکثر خود بھی محجوب رہنے لگے تھے۔

۲۶۰ سنہ ہجری نبویؐ میں امام حسن عسکریؑ نے وفات پائی۔ اور یہ آٹھویں ربیع الاوّل تھی۔ لہذا جناب صاحب العصر علیہ الصلوٰۃ والسلام ۹ ربیع الاوّل ۲۶۰ سنہ ہجری کو امام ناطق قرار پائے اور ظاہری خلافت الٰہیہ پر مسند نشین ہوئے۔ اور اس وقت روایات مشہورہ کے موافق جناب کی عمر پانچ سال چھ مہینے تیئس دن کی تھی۔ اسی وجہ سے کہ ۹ ربیع الاوّل کو جناب صاحب الامر علیہ السلام مسند نشین خلافت الٰہیہ ہوئے۔ یہ دن امامیہ اثنا عشری فرقے میں بہت بڑی عید اور خوشی کا دن شمار ہوتا ہے۔ اور خوشی کی جاتی ہے۔ مجالس جشن منعقد ہوتی ہیں۔ اور چونکہ اسی دن سردار لشکر یزید قاتل امام حسینؑ و فرزندان حسینؑ و دیگر ذریت رسولؐ و اصحاب حسینؑ عمر فی النار ہوا ہے۔ اس دن کی مسرت دوچند ہو جاتی ہے۔ اور امام حسین علیہ السلام پر یکم محرم الحرام سے آٹھ ربیع الاوّل تک رونے والے اس دن جشن کرتے ہیں۔ لباس سوگ اُتار دیتے ہیں۔ اور یہ ان تمام اہل اسلام کے لئے نہایت مسرت کا دن ہے۔ اور جو شخص امام حسینؑ سے ذرا بھی قلبی محبت رکھتا ہے۔ وہ ضرور اس دن خوش ہوگا۔ جہال نے اس دن کو عمر بن الخطاب کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اور اس وجہ سے اہل سنت بلا تحقیق شیعوں کو سرزنش کرتے ہیں اور اس خوشی کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں اور طعن و تشنیع سے پیش آتے ہیں۔ یہ صرف دُنیا طلب مُلّاؤں نے شیعہ سنیوں میں نفرت پیدا کرنے کے لئے مشہور کیا ہے۔ اور طرح طرح کی جھوٹی باتیں منسوب کر دی ہیں جیسا کہ بعض اور اعیادِ شیعہ کے موقع پر طرح طرح کی ناشائستہ اور ناگفتہ بہ باتیں یہ حضرات مُلّا شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور عوام و جہال کو نفرت دلاتے ہیں۔ اور اتفاق و معاشرت اسلامی میں حارج ہو کر فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ جیسا کہ عید غدیر۔ حالانکہ واقعہ خم غدیر مسلم واقعۂ اسلام ہے۔ اور احادیث و روایات سے کتب اہل اسلام سُنّی اور شیعہ پُر ہیں۔ اور یقیناً وہ اہل اسلام کی خوشی اور بڑی خوشی کا دن ہے۔ احادیث یوم الغدیر ابواب سابقہ خصوصاً فصل اہل البیتؑ میں مذکور ہو چکی ہیں۔ اور انہی واقعات سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ جناب رسول خداؐ کے اس جلسہ خم غدیر اور اعلان ولایت جناب امیر علیؑ بن ابی طالبؑ بقول من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ الخ پر مومنین حاضرین نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے سب سے پہلے بخٍ بخٍ لک یا علی فقد اصبحت مولای و مولیٰ کل مومن و مومنۃ کہہ کر مبارکباد دی تھی۔ تہنیت میں قصیدے لکھے گئے جن سے تواریخ و سیر و کتب احادیث پُر ہیں۔ بنا بریں اس دن کی عید اور خوشی اور جلسہائے مسرت و جشنہائے سرور برپا کرنا جناب امیرؑ اور رسولؐ کی تعریف میں قصائد پڑھنا سنّتِ رسولؐ و اصحاب رسولؐ ہے اسی سنت کے

موافق شیعہ بالکل ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور جشن و قصیدہ خوانی کے جلسے مقرر کرتے ہیں۔ مگر جہال نے ان کو شیعوں سے مخصوص کر دیا ہے۔ اور حضرات مُلّا طرح طرح کی نفرت آمیز باتیں ان کی بابت مشہور کرتے ہیں۔ اور یہی حال اور امور شیعہ میں ہے۔ خدا انہیں ہدایت دے۔ جہالت کی وجہ سے بعض شیعہ بھی نویں ربیع الاوّل کو عید اور خوشی کی اصلی علت سے غافل اور بے خبر ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دونوں فرقوں میں انتہائی تنافر کا سبب صرف جہالت اور مُلّاؤں کی بددیانتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں اتنی نفرت فی مابین نہیں ہوتی ہے۔ اور جتنی جہالت دور ہوتی جائے گی۔ اتنا ہی اتفاق و اتحاد اہل سنت اور اہل تشیع میں بڑھتا جائے گا۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ ہماری یہ کتاب بھی بعض اختلافات کے دور کرنے کا قوی سبب ثابت ہو گی بشرطیکہ رُوح دیانتی رکھتے ہوں۔ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

بہرحال یہ جملہ معترضہ تھا۔ جناب صاحب الامر علیہ السلام ۹ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ ہجری کو مسند نشین خلافت ہوئے۔ اور اسی دن سے غیبت صغریٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ یہاں سے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ زمانہ غیبت صغریٰ اس دن سے اسی وجہ سے شمار کیا جاتا ہے۔ کہ آج ہی سے آپؑ صاحب حکم اور امام ناطق اور ظاہری خلیفۃ اللہ و خلیفۂ رسولؐ قرار پائے۔ گویا بزبانِ عام یہ آپ کی زمانۂ امامت کی پہلی اور چھوٹی غیبت کا زمانہ ہے۔ اور تا غیبت کبریٰ غیبت صغریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اور زمانہ وجود امام حسن عسکری علیہ السلام کی غیبت کی مثال جناب موسیٰ کی وہ غیبت ہے۔ جس میں وہ صندوق اور دریا میں رہے ہیں۔ اور خانۂ فرعون میں پرورش پائی ہے۔ اور اس کے بعد غیبت صغریٰ و کبریٰ ہیں۔ اسی طرح صاحب الامر علیہ السلام ہیں۔ اس زمانۂ غیبت صغریٰ میں حضرتؑ کا ظہور معاشرت یہ رہا۔ کہ عام لوگوں بلکہ خواص میں بھی ظاہر نہیں ہوتے تھے اور خاص خواص اصحاب میں سے کسی ایک شخص کو اپنے امور کا متولی و قیم قرار دیتے تھے۔ اور یہی وکلاء امام زمانؑ کہلاتے تھے۔ یہ وکلاء مومنین کے مسائل میں وکیل ہوتے تھے۔ لوگ ان کے پاس مسائل لاتے۔ اور یہ امامؑ سے جواب لے کر دے دیتے تھے۔ بعض تحریراً بعض تقریراً۔ اور یہی لوگ وجوہات خمس و زکوٰۃ لوگوں سے لیتے اور امام علیہ السلام کو پہنچا دیتے تھے۔ اکثر یہ لوگ جناب صاحب الامرؑ سے بالمشافہ جواب لیتے تھے۔ اور بعض اوقات تحریراً بھی۔ جناب حکیمہ خاتون بھی اپنی حیات میں واسطۂ مسائل رہیں۔ چنانچہ حالات ولادت میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اور باب شہادت میں اور مذکور ہو گا۔ لیکن وکلاء مخصوصین جن کو نوابِ خاص امام زمانؑ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے چار بزرگوار

ہیں۔ اوّل عثمان بن سعید۔ دوم ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعید۔ سوم ابوالقاسم الحسین بن روح۔ پھر حسین بن روح نے ابوالحسن علی بن محمد السمری کو وصیت وکالت کی اور وہ وکیل چہارم ہیں۔ اور ان سے جب سوال کیا۔ کہ اب کس کو وصایت وکالت دی جائے گی۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔ اللہ امر ھو بالغہ۔ اور ان کے بعد غیبت تامہ کبریٰ واقع ہوئی۔ اور بنا بر روایات صحیحہ مشہورہ ۳۲۹ھ ہجری سے غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اور اس لئے ۱۳۲۹ھ میں پورے ایک ہزار سال غیبت کبریٰ کو ہو جاتے ہیں۔ اور معلوم ہے۔ کہ ایام ربوبیتی میں ایک دن ہزار سال کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ (سجدہ ۵) "پھر اس کی طرف رجوع کرتا ہے ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے حساب سے ایک ہزار سال کی ہے" اور ۱۳۲۹ھ کے بعد دوسرا دن شروع ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا دن کچھ اور آثار اور واقعات و حوادث طلوع کرتا ہے۔ ولا يخفى على المتامل یہ وکالت و نیابت خاصہ امام زمان علیہ السلام محض دعوے سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ نص صریح امام علیہ السلام سے ثابت ہوتی ہے۔ جناب علامہ مجلسی سیزدہم بحار میں لکھتے ہیں۔ کہ محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری اپنے باپ سے اور وہ محمد بن صالح ہمدانی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے جناب صاحب الزمان علیہ السلام کی خدمت میں لکھا۔ کہ میرے کنبے والے مجھے اذیت دیتے ہیں۔ اور اس حدیث سے جو آپ کے اجداد طاہرین سے مروی ہے خُدَّامُنَا وَقُوَّامُنَا شِرَارُ خَلْقِ اللهِ "ہمارے خادم اور ہمارے امور کے متولی بدترین مخلوقات ہیں" مجھے طعن کرتے ہیں۔ جواب میں فرمایا۔ کہ تم ان لوگوں میں داخل نہیں ہو۔ خدا تمہیں خیر دے۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ وجعلنا بينهم وبين القرى التي باركنا فيها قرى ظاهرة وقدرنا فيها السير۔ خدا کی قسم قریہ ہائے برکت و رحمت ہم ہیں۔ ہم پر خدا نے اپنی برکت و رحمت نازل کی ہے۔ اور تم لوگ قریہ ہائے ظاہری ہو۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ امامؑ کے درمیان سیر و سلوک و سلسلہ سفارت نص قرآنی ہے۔ اور اسی آیہ مبارکہ سے ثابت ہے۔ مگر تصریح امامؑ بھی ضروری ہے۔ چنانچہ عثمان بن سعید عمری جناب امام علی النقیؑ و امام حسن عسکریؑ کے منسوبین معتمدین وکلاء میں سے تھے۔ اور بعد امام حسن عسکریؑ وہی وکیل صاحب الزمانؑ مقرر ہوئے۔ یہ طائفہ بنی اسد سے ہیں۔ آپ کا نام عثمان بن سعید عمری ہے اور کنیت ابو عمر۔ اور اپنے دادا جعفر بن عمری کی طرف منسوب ہو کر اسدی سے عمری مشہور ہوئے۔ اور عسکری بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قریہ عسکر سر من رائے

کے رہنے والے تھے۔ اور چونکہ بغرض اخفاء امر روغن فروشی کی دکان کر لی تھی۔ سمان بھی کہے جاتے تھے چنانچہ جو مال شیعہ لاتے تھے وہ روغن کے مشک میں رکھ کر حضرت خفیہ جناب امام حسن عسکریؑ کو پہنچاتے تھے۔ بحار میں احمد بن اسحاق بن سعد قمی کی روایت ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں امام علی النقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ اے مولا میں کبھی یہاں ہوتا ہوں اور کبھی یہاں نہیں ہوتا۔ اور جب یہاں ہوتا ہوں۔ پھر بھی اکثر شرف خدمت نصیب نہیں ہوتا۔ پس ایسی صورت میں کس کی بات مانیں اور کس کی اطاعت کریں۔ آپؑ نے فرمایا۔ کہ یہ **ابو عمر ثقہ و امین** ہے۔ جو کچھ تم سے کہتا ہے اور جو کچھ تم کو پہنچاتا ہے میری طرف سے پہنچاتا ہے۔ آنحضرتؑ کے بعد میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہی سوال اس جنابؑ سے کیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ یہ شخص معتمد و امین ہے میری زندگی میں بھی اور میرے بعد بھی۔ جو کچھ یہ کہے ہماری طرف سے کہتا ہے۔ اور چند حدیثیں ان کی امانت و ثقاہت و وکالت امامؑ کے باب میں محقق و مسلم ہیں۔ اور تمام شیعوں میں ان کی جلالت قدر مشہور و معروف تھی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا۔ کہ یہ ہمارا ثقہ اور امین اور وکیل ہے۔ اور اس کا فرزند بھی میرے بیٹے کا وکیل ہوگا۔ عثمان بن سعید عمری کی قبر بغداد میں دروازہ جبلہ کے نزدیک مسجد میں دائیں جانب کو واقع ہے۔ ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد سے مروی ہے۔ اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ سنہ [illegible]ھ میں میں نے اس قبر کی زیارت کی۔ وہیں پائی جہاں ابو نصر نے بیان کی ہے۔ اور تقریباً چالیس سال تک ہم زیارت کرتے رہے۔ اور اکثر اہل محلہ اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور ایک مرد صالح جانتے تھے۔ اب اس کی اصل حالت سابقہ باقی نہیں رہی ہے۔ عثمان بن عمری کی وفات کے بعد ان کے فرزند **محمد بن عثمان** بن سعید عمری حضرت امام حسن عسکریؑ اور توقیع امام زمانؑ سے نائب خاص اور وکیل مقرر ہوئے۔ چنانچہ امام زمانؑ کی تصریح باب شہادات و توقیعات میں آئے گی۔ چنانچہ اس جنابؑ نے توقیع تعزیت عثمان بن سعید عمری میں فرمایا ہے اور ایک توقیع میں یوں ہے۔ وفات ابو عمرؒ کے بعد خدا اس کے پسر کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ وہ لیث باپ کی زندگی میں بھی ہمارا معتمد تھا۔ خدا اس کے باپ سے خوش ہو اور اس کو خوش کرے اس کا فرزند ہمارے نزدیک مثل اپنے باپ کے ہے اور اسی کی جگہ اور اس کا قائم مقام ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے ہماری طرف سے کہتا ہے۔ اور جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔ خدا اس کا صاحب ہو اور مدد کرے۔ اس کی بات کو قبول کرو۔ ہماری لغزش سے بچاؤ۔ ابو نصر روایت کرتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید عمری نے سنہ ۳۰۴ھ یا ۳۰۵ھ میں وفات پائی۔ اور تقریباً پچاس سال

وکالت امامت میں رہے دچند سال زمانہ امام حسن عسکری علیہ السلام اور باقی زمانہ امام صاحب الزمانؑ ۔
اور ان کی قبر سرِ راہ دروازہ کوفہ میں اپنی مادر گرامی کے پاس اپنے ہی مکان میں ہے ۔ ان کی وفات کے
بعد ابوالقاسم الحسین بن روحؒ قائم مقام اور وکیل امام ہوئے ۔ چنانچہ جعفر بن محمد مدائنی سے مروی
ہے ۔ کہ میں اموال خدمت ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید کی خدمت میں لے جایا کرتا تھا ۔ اور عرض کرتا تھا ۔ کہ
یہ مال امام علیہ السلام ہے ۔ وہ کہتا ۔ ہاں ۔ اور ان کو رکھ لیتا ۔ ایک مرتبہ میں مال لے کر حاضر ہوا ۔ اور میں نے
مال امام پیش کیا ۔ تو کہا ۔ حسین بن روح کے پاس لے جا اور اس کے سپرد کر دے ۔ میں نے کچھ اصرار کیا ۔
تو کہا ۔ جو کچھ کہا گیا ہے اس پر عمل کر ۔ پھر باہر گیا ۔ مگر دل میں شک رہا ۔ آخر پھر واپس آیا ۔ نہایت غضبناک
صورت میں فرمایا ۔ کہ میں نے حسین بن روح کو اپنی جگہ مقرر کیا ہے ۔ اور اپنے منصب پر قائم کیا ہے ۔ عرض
کیا ۔ کیا حکم امامؑ سے ایسا کیا ہے ۔ فرمایا ۔ جو کچھ میں کہتا ہوں ٹھیک ہے ۔ خدا تجھے سلامت رکھے ۔ چلا
میں حسین بن روح کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور ماجرا سنایا ۔ حسین بن روح نے سجدۂ شکر ادا کیا ۔
اور مال کو وصول کیا ۔ یہ بزرگوار زمانہ ابو جعفر میں ان کے اصحاب خاص میں سے مشہور و معروف تھے
اور وہ انہی پر اعتماد رکھتے تھے ۔ اور یہی ابو جعفر محمد بن علی اسود سے مروی ہے ۔ اور ان سے ابو جعفر
محمد بن عثمان نے فرمایا ۔ کہ مال ابوالقاسم کے سپرد کرو ۔ جو ان سے پہنچا وہ مجھے پہنچ گیا ۔ اور جعفر بن احمد
بن متیل سے مروی ہے ۔ کہ بوقتِ احتضار ابو جعفر میں حاضر تھا ۔ اور ابوالقاسم حسین بن روح پائنتی
بیٹھے ہوئے تھے ۔ مجھ سے مخاطب ہو کر ابو جعفر نے فرمایا ۔ کہ میں مامور ہوا ہوں کہ ابوالقاسم حسین بن
روح نوبختی کو وصیت کروں اور معاملات کو اس کے سپرد کروں ۔ میں یہ سن کر اٹھا ۔ اور ان کو اپنی جگہ
بٹھایا اور خود پائنتی بیٹھ گیا ۔ اور اسی قسم کی روایات ابو ابراہیم جعفر بن احمد نوبختی وغیرہ سے مروی ہیں
اور ان میں یہ بھی تصریح ہے ۔ کہ ابوالقاسم الحسین بن روح نوبختی میرا قائم مقام ہے ۔ اور تمہارے اور
امامؑ کے درمیان واسطہ اور ایلچی اور ثقہ و امین ہے ۔ اور اسی کی تصدیق دختر ابو جعفر سے بھی ہوئی ہے
اور اس لئے حسین بن روح کے وکیل امامؑ ہونے میں شک نہیں ۔ اور یہ جناب بطور تقیہ سیر کرتے تھے ۔
اور اہل سنت و شیعہ دونوں کے نزدیک معتمد و ثقہ و صالح مشہور تھے ۔ اور لوگ ان کی بڑی تعظیم کرتے
تھے ۔ شعبان ۳۲۶ھ میں وفات پائی ۔ اور بغداد کے محلہ نوبخت میں دفن ہوئے ؛

حسین بن روحؒ کے بعد **ابوالحسن علی بن محمد سمری** وکیل امامؑ و باب صاحب العصرؑ قرار پائے ۔
چنانچہ احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد صفوانی سے مروی ہے ۔ کہ ابوالحسن علی بن محمد سمری نے امورات ابوالقاسم
پر اقدام کیا اور ان کے قائم مقام ہوئے ۔ جس وقت ان کی وفات کا وقت قریب آیا ۔ تو لوگوں نے خواہش

کی کہ کسی کو اپنا قائم مقام در باب صاحب الزمانؑ مقرر کرو۔ فرمایا۔ خدا کا ایک امر ہے جو بالغ ہے۔ میں مامور نہیں ہوں کہ کسی کو مقرر کروں۔ اور ابو محمد حسن بن مکتب کہتے ہیں۔ کہ میں بغداد میں سمری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک توقیع نکال کر لوگوں کو دکھلا رہے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا عَلِیَّ ابْنَ مُحَمَّدٍ السَّمُرِیْ اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَ اِخْوَانِكَ فِیْكَ فَاِنَّكَ مَیِّتٌ بَیْنَ سِتَّۃِ اَیَّامٍ فَاجْمَعْ اَمْرَكَ وَلَا تُوْصِ اِلٰی اَحَدٍ یَقُوْمُ مَقَامَكَ بَعْدَ وَفَاتِكَ فَقَدْ وَقَعَتِ الْغَیْبَۃُ التَّامَّۃُ فَلَا ظُهُوْرَ اِلَّا بَعْدَ اِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی ذِکْرُہٗ وَذٰلِكَ بَعْدَ طُوْلِ الْاَمَدِ وَقَسْوَۃِ الْقُلُوْبِ وَامْتِلَاءِ الْاَرْضِ جَوْرًا وَسَیَاْتِیْ مِنْ شِیْعَتِیْ مَنْ یَدَّعِی الْمُشَاهَدَۃَ اَلَا فَمَنِ ادَّعَی الْمُشَاهَدَۃَ قَبْلَ خُرُوْجِ السُّفْیَانِیْ وَالصَّیْحَۃِ فَهُوَ کَذَّابٌ مُفْتَرٍ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

یعنی اے علی بن محمد سمری تیرے بھائیوں کو تیری مصیبت میں خدا اجر عظیم عطا فرمائے کیونکہ تو چھ دن کے اندر اندر مرنے والا ہے بس تیار ہو جا۔ اور کسی کو اب وصیت نہ کر کہ وہ تیرا قائم مقام ہو۔ کیونکہ غیبت تامہ کبریٰ واقع ہو گئی۔ پس اب میں ظاہر نہ ہوں گا۔ مگر بعد اذن خدا۔ اور یہ ایک طولانی مدت کے بعد ہو گا۔ جبکہ لوگ قسی القلب ہو جائیں گے اور زمین جور سے بھر جائے گی۔ اور عنقریب بعض شیعہ مشاہدہ کا دعوےٰ کریں گے۔ آگاہ ہو کہ جو خروج سفیانی اور صیحہ آسمانی سے پہلے مشاہدہ کا مدعی ہو۔ وہ کاذب و مفتری ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور آخری الفاظ وکیل موصوف یہ ہیں۔ "للہ امر ھو بالغہ" اور ابوالحسن علی بن محمد سمری نے ۳۲۹ھ ہجری میں ۱۵ ماہ شعبان کو وفات پائی۔ اور یہی ابتداء غیبت کبریٰ ہے اور اس لحاظ سے اس وقت غیبت عمر آنجناب ۴، برس ہوتی ہے۔ اور زمانہ غیبت صغرےٰ تقریباً ۶۹ برس۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْمُتَامِّلِ باقی حالات باب توقیعات وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔

تبصرہ

(در دفع بعض شبہات)

ناظرین کتاب سے مخفی نہیں ہے۔ کہ بیان ابواب سابقہ و حاضرہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ وجود امامؑ ہمیشہ اور ہر زمانے میں عقلاً و نقلاً ضروری ہے۔ اور ضرورت امامؑ و ضرورت نبیؐ ایک ہی ہے۔ کہ وہ تو حجت اللہ

وتعلیفہ خدا ہیں۔ اور علت وجود و بقاء حجت و خلافت الٰہیہ یکساں ہے۔ اور اسی لئے وجود امامؑ سے انکار
نفس نبوت کا انکار اور وجود نبوات کی تکذیب ہے۔ اور یہ کہ اوصاف امامت صرف ذریت پیغمبرؐ میں ثابت
ہیں۔ اور مہدی آخر الزمانؑ عترت و ذریت نبویؐ سے ہے۔ اس لئے نہیں ہے امامؑ موجود مگر از عترت و
ذریت رسولؐ و اولاد علیؑ و بتولؑ سے۔ اور یہ کہ امامؑ از ذریت رسولؐ و عترت رسولؐ و اہل بیت نبوت و رسالت
غیر از حجۃ ابن الحسن العسکری اور کوئی نہیں۔ پھر باحادیث کثیرہ متواترہ اہل سنت و شیعہ ثابت ہو چکا ہے کہ
مہدیؑ موعود یہی حجتؑ ابن الحسنؑ ہیں۔ اور یہ بھی تصدیق و تحقیق فریقین سے ثابت ہے۔ کہ وہ جنابؑ پیدا ہو چکے ہیں۔
اور یہ کہ غیبت ان کے لئے مسلم ہے۔ لہٰذا ان براہین عقلیہ و نقلیہ اور ان تفصیلات و تشریحات کے بعد
کسی مسلمان اہل دیانت کو اس کے قبول کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا۔ کہ مہدی موعود آخر الزمانؑ جس کے
ہاتھ پہ نور محمدیؐ کا ظہور ہوگا اور تمام روئے زمین عدل و داد سے پُر ہو جائے گی وہی ہیں جس کے امامیہ قائل ہیں
اور علماء محققین اہل سنت تائید و تصدیق فرماتے ہیں۔ خصوصاً بہت سے صوفیائے کرام اور کسی اہل علم
کو ان کے قبول کئے بغیر چارہ کار نہیں۔ مہدی آخر الزمانؑ از اولاد رسولؐ کا آنا اہل اسلام میں مسلم ہے اور
ان کے اوصاف احادیث میں مروی و مذکور ہیں۔ اور وہ اوصاف سوائے اس جنابؑ کے اور کسی پہ بھی صادق
نہیں۔ اور غیبت اس جنابؑ کی مثل غیبات حجج اللہ امم سابقہ آیات و احادیث سے مبرہن و محقق و مسلم ہے
اور اگر باوجود اس قدر دلائل و براہین قاطعہ امامت و مہدویت جناب م ح م د ابن الحسنؑ العسکری اہل اسلام
کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ تو پھر کوئی امر دین بھی ان کے نزدیک محقق و مسلم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر
یہ دلائل اثبات امامت مہدی میں کافی نہیں ہیں۔ تو کوئی دلیل اثبات نبوت خاتم النبیینؐ میں یہود و
نصاریٰ و مشرکین کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔ اگر باوجود ان دلائل و براہین معاذ اللہ بقول ابن حجر وغیرہ
امامت حجتؑ ابن الحسنؑ باطل ہے۔ تو نہ صرف نبوت خاتمؐ بلکہ جمیع نبوات باطل ٹھہرتی ہیں۔ کیوں کہ
طریق اثبات ایک ہی ہے۔ اور اس کے تسلیم کرنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ عند التحقیق مسئلہ
جناب مہدی آخر الزمانؑ مع جمیع جزئیات متفق علیہ اہل اسلام ہے۔ اور بعض بعض جزئیات میں اختلاف
مشہور ہے مبنی بر جہالت بعض اصول و احادیث و روایات و عدم دیانت دیانت اسلامیہ ہے۔ پس جب
ان دلائل و براہین سے وجود و بقا و ضرورت و غیبت و ظہور و خروج امام مہدی آخر الزمانؑ محقق ہے۔
تو کسی شبہ یا کسی استبعاد عقلی یا قیاسات سے اس میں مومنین کو شک نہیں ہو سکتا۔ یہ یقینی نقلی مسئلہ قیاسات
سے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ اور مسلم ہے۔ کہ کسی امر کی علت کا نہ جاننا یا بعض مصالح الٰہی کا نہ پہچاننا اس کے
عدم اور نفی کی دلیل نہیں ہے۔ تو غیبت امام مہدیؑ کی علت کو نہ پہچاننا ان کے وجود کے منافی نہیں ہو سکتا۔

فان عدم الوجدان لیس بدلیل العدم۔ کسی امر کو نہ پہنچنا یا نہ جاننا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے۔ مسلم ہے۔ کہ ہم بہت سے احکام عبادتی وغیرہ کی علت کا علم نہیں رکھتے۔ اور اکثر امور میں مصالح الٰہیہ کو نہیں پہچانتے۔ پس اگر علت و مصلحت کا نہ جاننا اس کے نہ ہونے اور اس پر اعتقاد نہ رکھنے اور اس پر عمل نہ کرنے کی دلیل ہو۔ تو اکثر و بیشتر بلکہ تمام عبادات کا انکار لازم آئے گا۔ اور اگر مکلف علت معلوم کرنے پر مامور ہو۔ تو عبادات و تکلیفات الٰہیہ کا تعطل لازم آئے گا۔ اور نیز و تیکہ علت کا علم نہ ہو۔ کسی حکم کی تعمیل نہ ہوگی۔ اور اس صورت میں نہ صرف تعطل عبادات بلکہ تعطل نظام عالم لازم آئے گا۔ اور نظام تمدن و تدین دونو بیکار و درہم و برہم ہو جائیں گے۔ درآنحالیکہ یہ ممکن بلکہ یقینی ہے۔ کہ اگر ہم ایک امر کی علت و مصلحت کو نہ جانتے ہوں۔ تو یہ ضروری نہیں کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ اور اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ صاحب حکم اس کی علت سے عالم ہو۔ یا واسطہ علم و حکم اس کے واقف ہوں نہ ممکن بلکہ یقینی اور محقق ہے۔ اور ہر حکم خدا اور رسول مبنی بر حکمت و مصلحت ہے۔ کیوں کہ وہ حکیم ہے۔ وفعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ وہ علیم ازلی اور علیم بالذات ہے۔ اور علیم بالذات عالم جمیع کلیات و جزئیات ہے۔ فھو عالم لا یجھل۔ پس ہماری تکلیف حکم کا علم حاصل کرنا ہے نہ مصلحت و علت حکم کا۔ علت و مصلحت حاکم و آمر سے متعلق ہے۔ نہ محکوم و مامور و مکلف سے۔

پس جس وقت یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ خدا موجود اور وجود نبی برحق ہے۔ اور محمد مصطفٰےؐ سچے پیغمبر خدا ہیں۔ اور قرآن کتاب خدا ہے۔ تو تمام احکام کا ماننا ہم پر واجب ہے۔ اور جو کچھ پیغمبرؐ فرمائے۔ اس کا تسلیم کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور یہی اسلام و ایمان ہے۔ وَکَذَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ اے مسلمانو! ایمان لاؤ خدا پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اس پر نازل کی ہے۔ اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی ہے۔ وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر صلوات بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! اس پر درود بھیجو۔ اور اس کو تسلیم کر لو جو حق تسلیم کرنے کا ہے۔ اور جو کچھ وہ کہے اس کو سے لو۔ کیونکہ وہ لَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ہے۔ قول رسولؐ قول خدا ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ رسولؐ کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے وَقَالَ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا جو کچھ رسولؐ تمہیں کہے اس کو لے لو۔ اور جس سے روکے اس سے باز رہو۔ پس جب وجود مہدی آخر الزمانؑ کی پیغمبرؐ نے خبر دے دی۔ اور بہت سے مطلع فرمایا۔ اور یہ

ثابت و محقق ہے۔ تو پھر علت غیبت وغیرہ نہ جاننے سے وجود امام باطل نہیں ہو سکتا۔ اور کسی مسلمان اور مومن متدین کو حق نہیں ہے کہ اس کے متعلق سوال کرے ؛

مگر چونکہ تقلید نے عوام کی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ (حب الشئی یعمی ویصم۔ اور ہواجس طبعیہ ووساوس العادات و تقلید نوامیس الامثال سے دل سیاہ ہو گئے ہیں۔ اور بہت سے لوگ بل طبع اللہ علیٰ قلوبہم کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ یہاں بعض شبہات کا جواب دیں۔ جو اس بات سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاکہ جاحدین و منکرین پر حجت تمام ہو۔ اور شاکین کے شکوک رفع اور اہل ایمان کے یقین اطمینان سے مبدل ہو جائیں ؛

شبہ اوّل۔ عوام کے خیال میں اہم شبہ امام مہدی آخر الزمانؑ کے متعلق طول عمر آنجنابؑ ہے۔ اور وہ اس کو خلاف عادت بلکہ اپنے زعم میں محال جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر مہدی آخر الزمانؑ حجۃ ابن الحسن العسکری ہیں اور وہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ تو اس وقت ان کی عمر ہزار سال سے بھی زیادہ ہو تی ہے۔ اور آج مثلاً ۱۳۳۵ھ میں تقریباً ایک ہزار اسّی سال ہو جاتی ہے۔ اور اتنی عمر تک کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور نہ اس کے قوئے و جوارح کام دے سکتے ہیں۔ پس بقائے مہدی اتنی مدت تک محال ہے۔ اور اس لئے حجت ابن الحسن علیہ السلام کا مہدی موعود ہونا محال ہے لاکن اہل عقل و اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ شبہ اور استبعاد اور یہ استحالہ وہی شخص پیدا کر سکتا ہے۔ جو موجودات میں کسی خارجی قوت کا قائل نہیں ہے۔ اور ممکنات کے وجود اور بقاء میں کسی علت واجبہ کو مؤثر نہیں جانتا ہے۔ یا اگر جانتا ہے تو اس علت کو قادر مطلق نہیں جانتا ہے۔ بلکہ عاجز قصور کرتا ہے۔ ورنہ جو شخص قائل ہے۔ اور اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (بیشک خدا ہر ایک شے ہر ایک امر پر قادر ہے)۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ شبہ اور یہ اعتراض نہیں آسکتا۔ اس طرف کبھی اس کا ذہن و تصور بھی نہیں جا سکتا چہ جائیکہ اس پر یقین ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہنا اور اعتقاد رکھنا اور یہ کہنا کہ ایک وجود کا ہزار سال باقی رہنا محال ہے خدا کسی وجود کو اتنی مدت باقی نہیں رکھ سکتا۔ ایک دوسرے کے بالکل متناقض ہے خدا ایک وجود کو لاکھ برس تک باقی رکھ سکتا ہے۔ اور وہ قادر ہے۔ کہ ایک لاکھ بلکہ ایک کروڑ برس بلکہ کروڑہا برس ایک وجود کو ایک ہی حالت پر باقی رکھے اور رکھتا ہے۔ اور وجود ملائکہ اس کی حسی دلیل ہے۔ اور پھر جس کو جس حالت میں پیدا کیا ہے اُسی حالت پر باقی ہے۔ جو رکوع میں ہے۔ وہ رکوع میں ہے۔ جو سجود میں ہے وہ سجود میں ہے۔ جو قیام میں ہے وہ قیام میں ہے۔ اور ان کے لئے قطعاً

ترقی طولی نہیں ہے جس فطرت پر خلق ہوئے ہیں اسی پر باقی ہیں۔ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ان کا مقولہ قرآن میں مذکور ہے۔ اور اسی کی تعبیر میں سر اللہ فی العالمین امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں۔ فَفَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ الْعُلٰى فَمَلَأَهُنَّ أَطْوَارًا مِنْ مَلَائِكَتِهِ مِنْهُمْ سُجُودٌ لَا يَرْكَعُونَ وَرُكُوعٌ لَا يَنْتَصِبُونَ وَصَافُّونَ لَا يَتَزَايَلُونَ وَمُسَبِّحُونَ لَا يَسْأَمُونَ لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعُيُونِ وَلَا سَهْوُ الْعُقُولِ وَلَا فَتْرَةُ الْأَبْدَانِ وَلَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ الخ۔ پھر خدا نے بلند آسمانوں کو چیر اور ان کو بدرجاتِ مختلفہ ملائکہ سے پُر کر دیا۔ پس بعض فرشتے تو سجدے میں ہیں، کبھی رکوع نہیں کرتے۔ اور بعض رکوع میں ہیں۔ کبھی سیدھے نہیں ہوتے۔ اور بعض صف بستہ برابر کھڑے ہوتے ہیں۔ ذرا جنبش نہیں کرتے اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔ اور بعض ہمیشہ تسبیح خدا میں مشغول ہیں۔ کبھی تنگ دل اور ملول نہیں ہوتے۔ نہ ان کو نیند آتی ہے اور نہ کبھی ان کی عقول کو سہو عارض ہوتا ہے۔ نہ ان کے بدن کبھی سُست اور ضعیف ہوتے ہیں۔ اور نہ انہیں غفلت نسیان عارض ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایک ہی حالت میں ہیں۔ اور جب تک خدا چاہے گا رہیں گے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ وقال اللہ تبارک وتعالیٰ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ اگر یہ لوگ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں۔ تو کریں۔ پس وہ لوگ جو تیرے پروردگار کے پاس ہیں۔ وہ رات اور دن اس کی تسبیح کئے جاتے ہیں۔ اور تنگ نہیں ہوتے ہیں۔ جس وقت سے پیدا ہوئے ہیں آج تک باقی ہیں۔ اور ان کے قوتے میں کوئی فرق نہیں۔ جن ابوالبشر سے پہلے سے موجود ہیں۔ اور ابلیس حضرت آدمؑ سے ہزاروں برس پہلے خلق ہوا ہے۔ اور قرآن شریف میں اہل بہشت و دوزخ کا ذکر ہے۔ اور بہشتی ایک حالت میں ہمیشہ ہمیشہ بہشت میں زندہ و سلامت رہیں گے۔ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وَلَهُمْ فِيهَا مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ وہ اپنی تمام خواہشات اور نعمتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کوئی چیز متغیر اور متبدل نہ ہوگی۔ جب ایک انسان لاکھوں برس بلکہ کروڑوں برس باقی رہ سکتا ہے تو ہزار دو ہزار برس باقی رہنا کیا مشکل ہے۔ اور کونسی عقل اس کو مستبعد جان سکتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم خدا کی قدرت میں شک نہیں کرتے۔ وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ بلکہ بقاء وجود انسانی کو بعید از عقل سمجھتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے۔ ہم کب اس کے قائل ہیں۔ کہ وہ وجود خود بخود بنفسہ باقی ہے۔ بلکہ

باقی بہ ابقاء اللہ ہے۔ خدا اس کو اپنی قدرت کاملہ سے باقی رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ بقاء اہل بہشت اور ہے اور بقاء اہل دنیا اور۔ اور ایک کا دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم اہل بہشت کا اہل دنیا پر قیاس نہیں کر رہے۔ بلکہ ذکر قدرت خدا کا ہے۔ کہ وہ ہر شے پر قادر ہے اور ایک وجود کو لاکھوں برس زندہ رکھ سکتا ہے۔ اور اہل بہشت کی مثال محض خصم کے مشاہدے کے لئے دی ہے۔ نہ بغرض قیاس بر اہل دنیا۔ اور قدرت من حیث ہر قدرت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ثبوت یہیں یہاں صرف اس کا دینا ہے۔ کہ ایک وجود کا لاکھوں برس زندہ رہنا ممکن ہے۔ ایک انسان لاکھوں برس زندہ رہ سکتا ہے۔ اور خدا قادر ہے۔ کہ ایک وجود کو کروڑوں برس زندہ رکھے اور ایک ہی حالت میں رکھے۔ اور اس لئے اس لحاظ سے بقاء وجود امام مہدی میں اہل ایمان کے نزدیک کوئی استحالہ نہیں ہے۔ اور ہرگز قابل ایراد و اعتراض نہیں ہے۔ اور وقوع کے لئے دلائل آچکی ہیں۔ اور آئندہ آتی ہے۔ اور نظائر پیش نظر مشاہد و محسوس ہیں۔ اور خلاصہ یہ ہے۔ کہ خدا کی قدرت مطلقہ تامہ کاملہ کا قائل کبھی یہ اعتراض نہیں کر سکتا۔ اور اب ہم بدلائل عقلیہ اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ اوّل اگر موجودات و مکونات عالم میں غور کیا جائے اور دیکھا جائے۔ کہ بعض اجسام تو یہ ایسے نظر آتے اور پائے جاتے ہیں۔ کہ وہ بہت تھوڑے دنوں میں فناء ہو جاتے ہیں۔ اور بعض بظاہر نازک و ضعیف جسم دیر تک باقی رہتے ہیں۔ بڑی بڑی پتھر کی سلیں گھس کر کچھ عرصے میں نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ اور ذرا ذرا سے الماس کے ٹکڑے مدتہا باقی رہتے ہیں۔ وعلٰے ہذا القیاس۔ پھر ہم نباتات میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ بعض نازک اور ضعیف الخلقت پودے اور بوٹے شدید سردی کی برداشت کر لیتے ہیں۔ اور بعض جسیم اور قوی بوٹے سردی میں جل جاتے ہیں۔ بعض اوقات بڑے بڑے آم کے بوٹے برف سے جل جاتے ہیں۔ اور بعض نازک زراعتیں برف کے نیچے سبز رہتی ہیں اور پرورش پاتی ہیں۔ و بالعکس نباتات میں بعض کی عمر چند دن کی اور بعض کی چند ماہ کی اور بعض کی برسوں کی اور بعض کی ہزار برس کی ہوتی ہے۔ بعض درخت ہزارہا برس باقی رہتے ہیں۔ جیسے برگد وغیرہ۔ اور بعض دوسرے اسی جسامت و قد و قامت کے تھوڑے عرصے میں فناء ہو جاتے ہیں۔ یہی حال حیوانات کا ہے۔ اور ان تمام مکونات میں غور کرنے سے ایک عاقل اس میں شک نہیں کر سکتا۔ کہ بقاء اشیاء صورت جسمانی ظاہری پر موقوف نہیں ہے۔ اگر جسمانیت ظاہری اور صورت ظاہری پر دارو مدار حیات و بقا ہوتا۔ تو چاہیے تھا۔ کہ ہر ایک وجود جو بظاہر قوی الجثہ ہو دیر تک باقی رہے۔ اور ہر ایک جسیم آدمی کی عمر زیادہ ہو۔ حالانکہ مشاہدہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ پس یقیناً بقا و حیات اشیاء قوت باطنی

پر موقوف ہے۔ اور ہم باب معیار امامت اور معجزات میں ذکر کر چکے ہیں۔ کہ ہر ایک شے ایک قوتِ باطنی ملکوتی رکھتی ہے۔ وَبِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ اور ما بہ القوام و ما بہ الوجود وہی قوتِ ملکوتی باطنی ہے۔ اور جب ما بہ القوام اور ما بہ الحیات والبقاء قوتِ باطنی ملکوتی ہے۔ تو جس شے میں قوتِ ملکوتی قوی تر اور اشد و اکد ہو گی۔ وہ زیادہ دیرپا اور قائم و باقی ہو گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض نباتات ضعیفہ دیر تک باقی رہتی ہیں۔ اور سردی و گرمی کی متحمل ہوتی ہیں۔ اور بعض بڑے بڑے درخت اس کے متحمل نہیں ہو سکتے اسی طرح حیوانات میں بس ممکن ہے۔ کہ ایک انسان کی قوتِ ملکوتی بہ نسبت دوسرے انسان کے قوی ہو اور بہت ممکن ہے۔ کہ نبی اور امام حجتِ خدا اور خلیفہ کی قوت ملکوتی دوسرے انسانوں سے بڑھی ہوئی ہو۔ اور جب اس کی قوتِ ملکوتی باطنی جو ما بہ الحیات اور ما بہ البقاء اور ما بہ القوام والقیام ہے دوسرے انسانوں سے بڑھی ہوئی ہو۔ تو تمام دوسرے انسانوں سے اس کی عمر کا زیادہ ہونا اور دیر تک باقی رہنا بھی ممکن ہے۔ اور جب ہم باب مذکور میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قوتِ ملکوتی نبی و امام تمام بنی نوع انسان سے اقوےٰ و اکمل ہوتی ہے۔ بلکہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قوتِ ملکوتی خاتم النبیینؐ اور امام مطلق تمام مخلوقات سے اقوےٰ و اکمل و اشد و اکد ہے۔ بلکہ مظہرِ قدرت و مرکزِ قوتِ ملکوتی باطنی یہی ہیں۔ تو ان کی بقاء اور ان کے قوام و قیام میں شک و شبہ محض جہالت ہے۔ وہ تمام افرادِ امت سے زیادہ عمر پا سکتے ہیں۔ بلکہ تمام موجودات سے زیادہ عمر تک باقی رہ سکتے ہیں۔ اور عوام سے خواص کا قیاس نہیں ہو سکتا ہے۔ اور عام کا ہر ایک حکم ہر خاص کو شامل نہیں ہے۔ اور نہ ہر خاص کا ہر ایک حکم عام کے لئے ثابت ہے۔ فافہم۔ اور مسلم ہے اور ہم ثابت بھی کر چکے ہیں۔ کہ حجج اللہ اور خلفاء اللہ و اولیاء کا دوسرے لوگوں پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ دارائے روح قدس نبوتی ہیں جو فوق ارواح ہے۔ اور بقاء و حیات ان کی غیر بقاء و حیات عامۂ ناس ہے۔ خصوصاً حجت مطلق و خلیفہ مطلق و ولی مطلق کا قیاس کسی دوسرے شخص پر نہیں ہو سکتا۔ ع

این زمین را آسمانے دیگر است

خصوصاً جبکہ وہ وجہ اللہ و جنب اللہ و ید اللہ و عین اللہ و نفس اللہ و روح اللہ ہوں۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ "ہر ایک شے جو زمین پر ہے وہ فنا ہونے والی ہے مگر وجہ اللہ کہ صاحب جلال و بزرگی ہے" وجہ اللہ کو فناء نہیں ہے۔ اور یہاں سے واضح ہے۔ کہ یہاں خدا موجوداتِ ارضی کا ذکر فرماتا ہے کہ فناء ہو جانے والی ہیں۔ اور پھر ان تمام موجودات ارضی میں سے وجہ اللہ کو مستثنےٰ فرماتا ہے۔ پس ضرور یہ وجہ اللہ انہی موجودات

ارض سے ہے۔ ورنہ کوئی وجہ صحیح استثناء کی نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ غیر ارضی اس حکم میں پہلے ہی داخل نہیں
ہیں۔ ان کو مستثنیٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور کلام حکیم میں کوئی لفظ بلا علت نہیں ہو سکتا۔ اور
یقیناً ذات خدا کی شان اس سے بزرگ و برتر ہے۔ وہ نہ ارضی ہے نہ سماوی۔ وہ "مَنْ عَلَيْهَا" میں
داخل نہیں ہے۔ اور جب وہ "مَنْ عَلَيْهَا وَمَنْ عَلَى الْاَرْضِ" میں داخل نہیں ہے۔ تو اس کا استثناء
محض بے فائدہ اور لغو ہے۔ اور کلامِ خدا اس سے ارفع ہے۔ پس لابدیہ وجہ اللہ موجودات ارضی سے
ہے۔ اور اس کو فناء نہیں ہے۔ اور فناء تفرق اجزاء مادیہ کا نام ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ وجہ اللہ تفرق اجزاء
مادیہ سے مستثنیٰ ہے۔ اور یہ وجہ اللہ وہ وجود مبارک ہیں۔ جو مابہ التوجہ الی اللہ ہیں۔ جن کے ذریعہ سے
اور جن کی وجہ سے خدا تک پہنچا جاتا ہے۔ اور جن کی طرف توجہ کرنا خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اور ایسے وجود
محمد و آل محمد ہیں۔ کہ واسطہ مطلقہ ہیں۔ پس وہ وجہ اللہ ہیں۔ اور اسی لئے فرماتے ہیں۔ نَحْنُ وَجْهُ اللّٰهِ الْبَاقِيْ
بَعْدَ فَنَاءِ كُلِّ شَيْءٍ۔ ہم ہی وہ وجہ اللہ ہیں۔ جو تمام اشیاء کی فناء کے بعد بھی باقی رہنے والے ہیں۔
اور امام زمانؑ کے لئے زیارت میں آیا ہے۔ وَجْهُ اللّٰهِ الَّذِيْ يَتَوَجَّهُ اِلَيْهِ الْاَوْلِيَاءُ۔ وہ وجہ خدا
ہے جس کی طرف اولیاء اللہ متوجہ ہوتے ہیں۔ تاکہ خدا تک پہنچیں اور قرب خدا حاصل کریں۔ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ ہر ایک شے ہلاک ہونے والی ہے مگر وجہ اللہ کو ہلاکت
نہیں ہے۔ اور وجود وجہ اللہ بعدِ فناء و ہلاکت اشیاء ضروری ہے۔ کیونکہ اسی کے ساتھ حشر و نشر ہونا
ہے۔ وَيَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ اور اسی
واسطے فرمایا ہے۔ کہ حجتِ خدا وہ ہے۔ جو قبل خلق بھی موجود ہو۔ اور بعد خلق بھی موجود رہے۔ اور خلق کے
ساتھ بھی موجود ہو۔ پس ان وجودوں کا قیاس جو وجہ اللہ ہوں اور جو فناء ہلاکت سے مستثنیٰ ہوں دوسرے
لوگوں پر کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور ان کی بابت ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ بصورتِ ظاہری جسمانی اتنی مدت
ہزار سال یا دو ہزار سال زندہ نہیں رہ سکتے۔ بلکہ جب تک بھی خدا چاہے اسی صورت میں باقی اور زندہ رہیں
گے۔ ورنہ تخالیکہ ان کے قوئے میں بھی فرق نہ آئے۔ وهو الحق۔ ثانیاً علم مافوق الطبیعہ و فلسفہ
الٰہیہ میں ثابت ہے۔ کہ ممکن من حیث ہو ممکن کا عدم و وجود مساوی ہے۔ اور احد الطرفین کو
دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔ اور اس لئے اپنے وجود میں محتاج علت موجدہ ہے۔ اور جس طرح وہ اپنے
وجود میں محتاج علت ہے۔ اسی طرح اپنی بقاء میں محتاج علت ہے۔ اور یہ بھی مسلم و محقق ہے۔ کہ
علتِ موجدہ اور علتِ مبقیہ واجب الوجود ہے۔ اور بقاء جمیع ممکنات معیتِ قیومیہ سے وابستہ ہے۔
واجب حی قیوم تمام ممکنات کو باقی و قائم رکھنے والا ہے۔ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ھُوَ۔ واجب ہے کہ

مقام ممکن اور مبع معیت واجب قیوم۔ اگر ایک چشم زدن کے واسطے معیت قیومیہ ممکن کے ساتھ نہ رہے ممکن فناء ہو جائے۔ پس جب بقاء و قیام ممکنات نہ بنفس وجود اشیاء ہے بلکہ بمعیت واجب قیوم تو یہ ممکن ہے۔ کہ جب تک معیت قیومیہ کا اس سے تعلق رہے۔ وہ شے باقی رہ سکتی ہے۔ اور ہرگز فناء نہیں ہو سکتی۔ اور ثابت ہے۔ کہ جس شے کا ملکوت اشد و اقوے و اکد ہو۔ اسی قدر معیت قیومیہ اشد و اقویٰ و اکد ہو گی۔ اور وجود حجج اللہ ایسا ہی ہے۔ لہٰذا جو معیت قیومیہ حجت اللہ سے ہے وہ کسی سے نہیں ہے اور اس لئے ان کی بقاء سب سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اور در باب نبوت قول حکماء ہے۔ کہ عَنَايَةُ اللهِ بِهِ اَكْثَرُ توجہ و عنایت الٰہی اس کے ساتھ سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ وجود جن کے اور خدا کے درمیان میں کوئی اور واسطہ نہ ہو۔ اور وہی درمیان خالق و مخلوق واسطہ ہوں۔ ان کی معیت قیومیہ کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے ان کی بقاء اور قیام اور قوام کا بھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اور خصوصاً جب کہ ثابت ہو۔ کہ وہ موجود مقام امکان ذاتی سے گزر کر مقام وجوب غیری پر پہنچا ہوا ہو۔ اس صورت میں کیوں کر ممکن ہے۔ کہ اس کی بقاء و فناء کا دوسرے وجودوں سے قیاس کیا جائے۔ درآنحالیکہ ثابت ہو۔ کہ ان کا وجود بنفسہ ولنفسہ نہیں ہے۔ بلکہ وجود لغیرہ ہے۔ اور وجود حجج اللہ وجود لنفسہ ہے نہ لغیرہ۔ اس لئے کہ اصل غرض و غایت وہی ہیں نہ مخلوق۔ وہی خلیفہ مظہر کمال صانع ہیں۔ اور غایت ذی الغایت سے افضل ہے۔ اور موجود لنفسہ کا قیاس موجود لغیرہ پر باطل۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ ایسے وجود محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ اور وہی غرض و غایت خلقت ہیں۔ و لولاك لما خلقت الافلاك۔ وہ بقاء کے واسطے خلق کئے ہیں نہ فناء کے واسطے۔ اور ان کی فناء ظاہری بھی دوسروں کے وجود و بقاء سے بہتر ہے۔ ان کی حیات غیر حیات عامہ ناس ہے۔ ان کی بقاء غیر بقاء عامہ ناس ہے۔ اور تعلق صانع و خالق چشم زدن کے واسطے ان سے منقطع نہیں ہے۔ بلکہ رشتہ حیات عالم وہی ہیں۔ اور شیرازہ عالم انہی سے وابستہ ہے۔ اگر وہ زمین سے اُٹھ جائیں۔ زمین درہم و برہم ہو جائے۔ بلکہ زمین مع اہل زمین نیست و نابود ہو جائے۔ ان کے لئے ہزار سال اور دو ہزار سال زندہ رہنا مساوی ہے۔ بہرحال بقاء و قیام اشیاء ممکنہ معیت قیومیہ پر ہے۔ اور معیت قیومیہ کے تعلق کے لئے کوئی حد اور کوئی وقت ہم مقرر نہیں کر سکتے۔ اور ہرگز نہیں بتلا سکتے۔ کہ فلاں وجود سے کب معیت قیوم جدا ہو جائے گی۔ اور فلاں وجود سے کب تک باقی رہیں گی۔ جب تک وہ باقی رہے۔ وہ باقی رہ سکتا ہے۔ اور یہ کہنا محض نادانی اور علوم عقلیہ و اصول فطریہ و مقام و مرتبہ حجت اللہ و خلافت الٰہیہ سے ناواقفیت پر موقوف و مبنی ہے۔ کہ ایک وجود کا ایک ہزار سال یا اس سے کم و زیادہ مدت تک باقی رہنا محال ہے۔ اور اس لئے امام مہدی

اتنی مدت زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسی وجہ سے اوّل معرفت امام واجب ہے۔ اور صرف علم اجمالی۔ اور صرف اس کا نام جان لینا کافی نہیں ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيتَةً الْجَاهِلِيَّةِ مِيتَۃ كُفْرٍ وَشِرْكٍ وَنِفَاقٍ ؎

ثالثاً۔ اس میں شک نہیں کہ اجسام و ابدان مرکب ہیں عناصر اربعہ آب و آتش و خاک و باد سے اور ان سے جو کیفیت اتحادیہ پیدا ہوتی ہے۔ اس کو اصطلاح میں مزاج کہتے ہیں۔ یعنی ہر ایک دوسرے کی سورت اور تیزی کو توڑ دیتا ہے۔ یعنی پانی آگ کی تیزی۔ خاک کی یبوست اور ہوا کی حرارت کو توڑتا اور کم کرتا ہے۔ آگ پانی کی برودت کو اور خاک اس کی رطوبت کو۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور اسی طرح سے پانی کی برودت و رطوبت ہوا کی حرارت خاک کی یبوست اور آگ کی سوزش کم ہو کر سب میں ایک حالت امتزاجی اتحادی اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حکمانے مزاج کی یہ تعریف کی ہے کہ اَلْبَسَائِطُ اِذَا تَصَغَّرَتْ وَاجْتَمَعَتْ فِي الْمُرَكَّبِ وَفَعَلَ بَعْضُهَا فِيْ بَعْضٍ بِقُوَاهَا وَكَسَرَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهَا سُوْرَةَ كَيْفِيَّةِ الْاُخْرٰى فَتَحْصُلُ كَيْفِيَّةٌ مُتَوَسِّطَةٌ تَوَسُّطًا مَا بَيْنَ الْكَيْفِيَّاتِ الْمُتَضَادَّةِ الْاَرْبَعِ یعنی بسائط اربعہ پانی۔ ہوا۔ آگ اور خاک جب چھوٹے چھوٹے ہو جائیں۔ اور کسی مرکب میں جمع ہو جائیں جیسے جسم انسان مثلاً۔ اور ہر ایک دوسرے میں اپنی طبعی قوتوں سے اثر کرے اور ہر ایک دوسرے کی کیفیت کی تیزی کو توڑ دے۔ اور کم کر دے۔ مثلاً پانی آگ کی سوزش کو اور آگ پانی کی برودت کو جیسا کہ گزرا۔ تو ان کیفیات متضادہ کے درمیان ایک کیفیت متوسطہ (درمیانی درجہ) پیدا ہو جائے گی اس کا نام مزاج ہے۔ جیسے مزاج حیوان و مزاج نبات وغیرہ۔ اور شیخ ابو علی ابن سینا شیخ الرئیس نے کلیات قانون میں یہ تعریف کی ہے۔ المزاج كيفية تحدث من تقابل كيفيات متضادة موجودة في عناصر مصغرة الاجزاء لتماس اكثر كل واحد منها اكثر الاخر اذا تفاعلت بقواها بعضها في بعض حدث عن جملتها كيفية متشابهة في جميعها هو المزاج ولان القوى الاولية في الاركان المذكورة اربع هي الحرارة والبرودة والرطوبة واليبوسة فتبين ان المزاجات في الاجسام الكائنة الفاسدة انما يكون عنها یعنی مزاج ایک کیفیت ہے۔ جو کیفیات متضادہ موجودہ عناصر مصغرۃ الاجزاء کے تقابل سے پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح پر کہ اکثر حصہ ہر ایک کیفیت کا دوسرے سے مماس ہو جائے اور مل جائے۔ کہ جب وہ ایک دوسرے میں اپنے قوٰے سے اثر کریں۔ ان سب سے ایک کیفیت امتزاجیہ متشابہ پیدا ہو جائے یہی مزاج ہے۔ اور چونکہ قوائے ارکان اربعہ (خاک و آب و آتش باد) چار ہیں۔ حرارت۔ برودت۔ رطوبت اور یبوست۔ اس سے ظاہر ہوا۔ کہ مزاج

ان اجسام کائنہ فاسدہ ارضیہ میں انہی قوتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی مزاج حرارت۔ برودت۔ رطوبت اور یبوست کے تماس و تفاعل یکدیگر سے پیدا ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ شیخ نے جو یہاں مزاج کی تعریف اور اس کی بحث کی ہے۔ وہ بلحاظ بدن انسانی اور انسانی مزاج کے ہے۔ کیوں کہ موضوع طب بدن انسان ہی ہے بحیثیت صحت و سقم۔ جیسا کہ آئندہ عبارت شیخ سے اس کی تصریح ہوتی ہے۔ لیکن صدق مطلق تعریف مطلق مزاج پر مخفی نہیں ہے۔ اور صاحب شرح الموجز تعریف مزاج میں فرماتے ہیں۔

المزاج هو کیفیة متوسطة بین الکیفیات الاربع توسطا ملحادثة عن العناصر اذا تصغرت اجزائها وتماست حصل بینها فعل وانفعال اور حکماء و اطباء کے نزدیک بقاء طبعی جسم و بدن کی اس وقت تک ہے جب تک یہ مزاج اپنے حد اعتدال میں باقی ہے۔ جہاں احد القوی کا غلبہ ہوا۔ موت طبعی واقع ہو جائے گی۔ اور جسم باقی نہ رہے گا۔ اگر حرارت باقی قوی پر غالب ہو جائے۔ تو موت واقع ہو جائے گی۔ اگر یبوست غالب ہو جائے۔ تب موت واقع ہو جائے گی۔ اگر رطوبت غالب آجائے تب موت واقع ہو جائے گی۔ اور اکثر حرارت کے کم ہونے اور دیگر قوی کے غالب آجانے سے موت و فناء واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی عبارت شیخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ جہاں کہ لکھتے ہیں ثم

یجب ان یعلم ان الحارة بعد مدة من الوقوف تاخذ فی الانتقاص لانتشاف الهواء المحیط مادتها التی هی الرطوبة ولمعاونة الحرارة الغریزیة التی هی ایضا من داخل و معاضدة الحرکات البدنیه والنفسانیة الضروریة فی المعیشة له وعجز الطبیعة عن مقاومة ذلک دائما فان جمیع القوی الجسمانیة متناهیة وبین ذلک فی العلم الطبعی فلا یکون فعلها فی ایراد المواد دائما ولو کانت هذه القوی ایضا غیر متناهیة وکانت دائمة الایراد لبدل ما یتحلل علی السواء بمقدار واحد ولکن کان التحلیل لیس بمقدار واحد بل یزداد دائما کل یوم لما کان البدل یقادم التحلل ولکان التحلل یفنی الرطوبة فکیف والامران کلاهما متظاهران علی هیئة النقصان والتراجع

پھر یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ بعد سن وقوف قوت حرارت کم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہوائے محیط اس کے مادہ یعنی رطوبت کو خشک اور جذب کرتی ہے۔ اور حرارت غریزیہ اس کی داخل جسم سے معین ہوتی ہے۔ اور حرکات بدنیہ و نفسانیہ ضروریہ اس کی معاضد اور طبیعت اس کے مقابلہ اور مقاومت سے عاجز۔ کیونکہ تمام قوائے جسمانیہ متناہی ہیں۔ اور علم طبعی میں یہ بیان ہے۔ پس ان کا فعل ایراد مواد میں دائمی نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ غیر متناہی بھی ہوتیں۔ اور بدل ما یتحلل بمقدار مساوی برابر وارد کرتی

رہتیں۔ لیکن تحلیل بدنی ہمیشہ ایک مقدار میں نہیں ہے۔ بلکہ روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ تو بدل تحلل کا مقابلہ ومقاومت نہ کر سکتا۔ اور تحلل رطوبت کو فنا کر دیتا کیونکہ سن شیخوخیت کی جانب تحلل بدنی بڑھتا ہے۔ اور جسم گھلتا جاتا ہے۔ اور اس کی تلافی نہیں ہوتی) پھر جب یہ دو لوازم بھی تھیہ نقصان پر معاون ہوں۔ کیوں کہ بدل وتحلل مساوی رہے گا اور رطوبت قائم رہے گی۔ و اذا کان کذالک وجب ضرورۃ ان تفنی المادۃ فتنطفی الحرارۃ خصوصاً اذا بعین علی انطفائھا بسبب عون المادۃ سبب اخرو الرطوبۃ الغریبۃ التی تحدث دائما لعدم الغذاء الھضم فتعین علی اطفائھا من وجہین احدھما بالخنق والغمر والاخر بمضادۃ الکیفیۃ لان تلک الرطوبۃ تکون بلغمیہ باردۃ وھذا ھو الموت الطبعی المؤجل لکل شخص بحسب مزاجہ الاول الی تضمن القوۃ فی حفظ الرطوبۃ ولکل واحد منھم اجل مسمی وھو مختلف فی الاشخاص لاختلاف الامزجۃ فھذہ ھی الاجال الطبیعۃ) رہیب ایسا ہی ہے۔ تو یہ ضروری ہوا۔ کہ حرارت بجھ جائے۔ خصوصاً جبکہ اس کے انطفاء پر سوائے مادہ اور کوئی دوسرا سبب بھی معین ہو۔ اور وہ رطوبت غریبہ ہے۔ جو غذا کے خوب ہضم نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ رطوبت دو طرح سے اس کے اطفاء پر مدد دیتی ہے۔ ایک تو اس طرح پر کہ غالب آکر اس پر محیط ہو جاتی ہے۔ اور اس کو اپنے میں جذب و غرق کر لیتی ہے۔ اور دوسرے اس طرح پر کہ کیفیت متضادہ پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ یہ رطوبت سرد بلغمی ہوتی ہے۔ اور یہی موت طبعی ہے۔ جو ہر شخص کے لئے مقرر ہے۔ بلحاظ مزاج اوّل اس حد تک جہاں تک کہ قوت حفظ رطوبت کو متضمن ہے۔ اور ہر ایک شخص کی ایک اجل معین ہے۔ اور وہ ہر ایک شخص کے مزاج کے موافق مختلف ہے۔ (کسی کی ایک دن۔ کسی کی ایک سال۔ کسی کی دس اور کسی کی بیس۔ کسی کی سو سال اور کسی کی دو سو اور کسی کی تین سو اور کسی کی ہزار سال وغیر ذالک) ہمیں یہاں مسائل طب پر بحث منظور نہیں۔ اور نہ یہاں ہمارا یہ منصب ہے۔ یہاں صرف یہی دکھلانا ہے۔ کہ اسٹے طب بقاء اجسام وابدان بقاء مزاج پر موقوف ہے۔ اور حسب اختلافات امزجہ اجل ہر ایک انسان کی جداگانہ ہے۔ اور زیادتی کا ہر ایک میں امکان ہے۔ اور اصول وقوانین حکمیہ ہرگز اس کے امکان کی حد معین نہیں کر سکتے۔ اور جو عمر طبعی انسانی ہر زمانے میں قرار دی گئی ہے۔ وہ محض استقرائی ہے نہ برہانی نہ لمی نہ انی۔ پس بیشک ہر ایک کے لئے ایک علیحدہ اجل مسمٰے ہے۔ مگر کوئی شخص کسی کی بابت اس کی اجل اور عمر کی حد مقرر نہیں کر سکتا کیونکہ اجل مسمٰے ضرور ہے اور وہ مختلف ہے۔ اور ہمارا علم اس کو محیط نہیں۔ بلکہ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَہٗ اجل مسمٰے عنداللہ اور علم خدا میں ہے۔ و قَالَ الْمُتَکَلِّمُوْنَ اَجَلُ الْحَیَوَانِ ھُوَ الْوَقْتُ الَّذِیْ عَلِمَ اللّٰہُ تَعَالٰی بُطْلَانَ

حَيَاتِهٖ فِيْهِ اجل ہر ایک ذی حیات کی وہ وقت ہے جس میں خدا کے نزدیک اور خدا کے علم میں اس کی حیات باطل ہونے والی ہے۔ وَلَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا ھُوَ۔ للذا یہ کہنا کہ کوئی انسان اتنی مدت زندہ نہیں رہ سکتا اور اس قدر طول عمر جو صاحب الزمانؑ کے لئے ثابت کی جاتی ہے محال ہے محض جہالت پر مبنی ہے اور اصول سے نا واقفیت کا نتیجہ ہے۔

اب یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حکماء و اطباء جو اجسام میں درمیان عناصر متضادہ و قوائے متباینہ ایک کیفیت اتحادیہ اعتدالیہ کے قائل ہیں اور اس کو مزاج کہتے ہیں۔ اس اعتدال سے مراد ان کی اعتدال حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ اعتدال اضافی ہے۔ بلکہ تمام اطباء اعتدال حقیقی کے وجود کے قائل نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خارج میں اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ چنانچہ عبارت نفیسی یہ ہے۔ وَذَالِكَ الْعِتْدَالُ الْحَقِيْقِيُّ لَا وُجُوْدَ لَہٗ فِي الْخَارِجِ الخ اور اس معتدل یعنی معتدل حقیقی کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔ اور کوئی موجود ایسا نہیں ہے جو مزاج معتدل حقیقی رکھتا ہو۔ اور شیخ کا بیان یہ ہے جو مزاج کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وذالک اما بحسب ما یوجبہ القسمة العقلیة بالنظر المطلق غیر مضاف الی شیٔ فھو علی وجھین فی احد الوجھین ان یکون المزاج معتدلا علی ان یکون المقادیر من الکیفیات المتضادة فی الممتزج متساویة متقاومة و یکون المزاج کیفیة متوسطة بینھا بالتحقیق والوجہ الثانی ان لا یکون المزاج بین الکیفیات المتضادة وسطا مطلقا و لکن یکون امیل علی احد الطرفین اما فی احد المتضادتین ھی البرودة والحرارة والرطوبة والیبوسة واما فی کلتیھما لکن المعتبر فی صناعة الطب بالاعتدال والخروج عن الاعتدال لیس ھذا ولا ذلک بل یجب ان یتسلم الطبیب من الطبیعی ان المعتدل علی ھذا المعنی المحال لا یجوز ان یوجد اصلا فضلا ان یکون مزاج انسان او عضو انسان و ان تعلم ان المعتدل الذی یستعملہ الاطباء فی مباحثھم ھو مشتق لا من التعادل الذی ھو التوازن بالسویة بل من العدل فی القسمة و ھو ان یکون قد توفر فیہ علی الممتزج بدنا کان بتمامہ او عضوا من العناصر بکمیاتھا و کیفیاتھا القسط الذی ینبغی لہ فی المزاج الانسانی علی اعدل قسمة و نسبة لکنہ قد یعرض لہ ان یکون ھذہ القسمة التی یتوفر علی الانسان قریبة جدا من المعتدل الحقیقی الاول و ھذا الاعتدال المعتبر بحسب ابدان الناس۔ انتھی

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ معتدل حقیقی کا وجود ہی نہیں۔ بلکہ شیخ کے قول سے ثابت ہے کہ اس کے

نزدیک کوئی معتدل حقیقی موجود ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اسی بیان سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ علم طب میں اعتدال اضافی معتبر ہے۔ اور اضافت کے لحاظ سے اس کے بہت سے درجات ہو سکتے ہیں۔ اور اس لئے جو مزاج جس قدر اعتدال حقیقی سے قریب تر ہوگا۔ اسی قدر وہ معتدل تر ہوگا۔ اور وہ اشرف واعلے اور اکمل ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ انسان آخر درجہ تکونات ہے۔ اور درجہ ششم تکونات میں واقع ہے۔ اور وہ اشرف مخلوقات شمار ہوتا ہے۔ پس مزاج انسان یا اعتدال مزاجی انسانی سب سے اشرف ہوگا۔ وَلِذَا قَالَ الْحُكَمَاءُ اَعْدَلُ الْاَمْزِجَةِ اَيْ اَقْرَبُهَا اِلَى الْاِعْتِدَالِ الْحَقِيْقِيِّ مِزَاجُ الْاِنْسَانِ فَاِنَّ مِزَاجَ كُلِّ نَوْعٍ مُعْتَدِلٌ بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ لٰكِنْ اِذَا اعْتُبِرَتْ اَمْزِجَةُ الْاَنْوَاعِ كَانَ اَقْرَبُهَا اِلَى الْاِعْتِدَالِ الْحَقِيْقِيِّ مِزَاجُ الْاِنْسَانِ لِاَنَّ النَّفْسَ النَّاطِقَةَ الَّتِيْ تَتَعَلَّقُ بِهٖ اَشْرَفُ وَاَكْمَلُ وَلَا بُخْلَ فِيْ اِفَاضَةِ الْمَبْدَءِ بَلْ هِيَ بِحَسْبِ اِسْتِعْدَادِ الْقَوَابِلِ فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَنَّ اِسْتِعْدَادَ الْاِنْسَانِ بِحَسْبِ مِزَاجِهٖ اَشَدُّ فَيَكُوْنُ مِزَاجُهٗ اِلَى الْاِعْتِدَالِ الْحَقِيْقِيِّ اَقْرَبُ لِاَنَّ اَشْرَفَ الْاَمْزِجَةِ مَا كَانَتْ فِيْهِ الْاَضْدَادُ مُتَبَاطِلَةً عَلَى السَّوِيَّةِ وَهُوَ الْمُعْتَدِلُ الْحَقِيْقِيُّ لٰكِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ مَوْجُوْدًا فَاِنَّ الْاَشْرَفَ مَا يَكُوْنُ اَقْرَبُ مِنْهُ فَمِزَاجُ الْمَعْدَنِ لِبُعْدِهٖ عَنِ الْاِعْتِدَالِ تَفِيْضُ عَلَيْهِ صُوْرَةٌ تَحْفَظُ عَنَاصِرَهٗ مِنَ الْاِنْفِكَاكِ وَمِزَاجُ النَّبَاتِ بِكَوْنِهٖ قَرِيْبًا مِنَ الْاِعْتِدَالِ الْحَقِيْقِيِّ قَرِيْبًا مَا تَفِيْضُ عَلَيْهِ نَفْسٌ هِيَ مَبْدَءٌ لِحِفْظِ الْعَنَاصِرِ وَالْاِحْتِرَازِ وَالنَّشْوِ وَالنَّمَاءِ وَتَوْلِيْدِ الْمِثْلِ وَمِزَاجُ الْحَيَوَانِ بِكَوْنِهٖ اَقْرَبُ اِلَى الْاِعْتِدَالِ مِنْهُ تَفِيْضُ عَلَيْهِ نَفْسٌ هِيَ مَبْدَءٌ لِمَا ذُكِرَ مِنَ النَّبَاتِ وَالْحِسِّ وَالْحَرَكَةِ الْاِرَادِيَّةِ وَمِزَاجُ الْاِنْسَانِ بِكَوْنِهٖ اَقْرَبُ اِلَى الْاِعْتِدَالِ الْحَقِيْقِيِّ مِنَ الْكُلِّ تَفِيْضُ عَلَيْهِ نَفْسٌ هِيَ مَبْدَءٌ لِمَا ذُكِرَ فِي الْحَيَوَانِ وَلِلتَّعَقُّلَاتِ وَاَعْدَلُ اَصْنَافِهٖ سُكَّانُ خَطِّ الْاِسْتِوَاءِ الخ یعنی معتدل ترین مزاج یعنی اقرب الی الاعتدال حقیقی مزاج انسان ہے۔ اس لئے کہ ہر نوع کا مزاج بالنسبۃ اپنے معتدل ہے۔ لیکن جب تمام انواع کے مزاجوں کا اعتبار اور لحاظ کیا جائے۔ اور ان کا مقابلہ کیا جائے۔ تو سب سے زیادہ اعتدال حقیقی سے قریب مزاج انسان ہے۔ کیونکہ نفس ناطقہ جو اس انسان سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ سب سے اشرف واکمل ہے۔ اور مبدء فیاض میں بخل نہیں۔ خالق وصانع عالم فیاض مطلق وجواد مطلق وغنی مطلق ہے۔ اس کی طرف سے سب کے لئے فیض موجود ہے۔ لیکن استعداد اور قابلیت کی ضرورت ہے۔ اور اسی لئے حسب استعداد وقابلیت فیضان ہوتا ہے۔ اور یہ بات دلالت کرتی ہے۔ کہ انسان کی استعداد اپنے مزاج کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہے۔ پس اس کا مزاج اعتدال حقیقی سے قریب تر ہوگا کیونکہ

شریف ترین مزاج وہ ہے۔ جس میں تکافوء اضداد ہو جائے۔ اور ہر ایک کا استقلال مساوی حالت میں باطل ہو جائے۔ اور حکم استقلال کسی کا باقی نہ رہے۔ نہ آگ کی حرارت اپنی اصلیت پر باقی رہے۔ اور نہ پانی کی برودت و رطوبت وغیر ذالک۔ اور یہی اعتدال حقیقی ہے لیکن چونکہ وہ موجود نہیں ہے۔ تو اس صورت میں اشرف امزجہ وہی ہے۔ جو اس سے قریب تر ہو۔ پس مزاج معدن (جماد) چونکہ اعتدال سے بعید ہے۔ اس پر صرف ایک ایسی صورت کا فیضان ہوتا ہے۔ جو عناصر کو انفکاک سے محفوظ رکھتی ہے (اور اس کو نفس جمادی کہتے ہیں)۔ اور مزاج نبات چونکہ کچھ اعتدال سے قریب تر ہے اس پر ایسے نفس نباتی کا فیضان ہوتا ہے جو حفظ عناصر کے ساتھ اغتذا اور نشوونما اور تولید مثل کا مبدء ہے۔ اور مزاج حیوان چونکہ اس سے بھی زیادہ اعتدال سے قریب تر ہے۔ اس پر ایسے نفس کا فیضان ہوتا ہے۔ جو ان امور کے علاوہ حس و حرکت ارادی کا بھی مبدء ہے۔ اور مزاج انسان چونکہ سب سے زیادہ اعتدال حقیقی سے قریب ہے۔ اس پر ایسے نفس کا فیضان ہوتا ہے۔ جو ان اوصاف کے علاوہ تعقلات کا بھی مبدء ہے معتدل ترین اصناف انسانی خط استوا کے رہنے والے ہیں۔ اس سے واضح ہوا۔ کہ فیضان الٰہی حسب استعداد اور اشرف امزجہ مزاج انسان ہے۔ اور وہی اقرب لی الاعتدال الحقیقی ہے۔ اور تمام موجودات ارضی کے مقابلہ میں معتدل تر ہے۔ اور ہر نوع کا مزاج جدا جدا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتدال مزاج قوائے باطنیہ اشیاء پر موجود ہے۔ نفس جمادی کے لئے اور مزاج ہے۔ اور نفس نباتی کے لئے اور۔ اور نفس حیوانی کے لئے اور۔ اور نفس انسان کے لئے اور ہے۔ یا یوں کہئے۔ کہ جیسا مزاج ہے ویسا ہی اس کے لئے قوائے باطنیہ کا فیضان ہے۔ اور چونکہ مزاج انسان معتدل تر ہے۔ اس لئے نفس انسانی سب سے افضل ہے جو اس کو عطا ہوا ہے۔ لیکن حقیقت الامر صورت اول ہے۔ کیونکہ اصل اشیاء میں قوت باطنی ہے۔ مثلاً انسان کی انسانیت روح انسانی یا باصطلاح عام نفس ناطقہ انسانی پر ہے۔ بلکہ نفس ناطقہ انسانی ہی دراصل انسان ہے۔ اور جسم اس کے لئے ظرف و مکان ہے۔ اور اس لئے وہ عوارض سے ہے۔ ذات انسان نفس ناطقہ انسانی ہے۔ اور اس کو تقدم ذاتی یقیناً حاصل ہے۔ پس چونکہ نفس ناطقہ انسانی تمام ماتحت نفوس و ارواح مثل نفس جمادی یا روح جمادی و نفس نباتی و نفس حیوانی سے اشرف و اکمل ہے۔ اس کے لئے حسب استعداد معتدل ترین امزجہ مزاج عطا کیا گیا اور جب یہ ثابت ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ مبدء فیاض میں بخل نہیں ہے۔ بلکہ فیض حسب استعداد مستفیض ہے پس اگر کسی وجود میں عام نفس ناطقہ انسانی سے بھی زیادہ استعداد ہو۔ تو یقیناً فیض مبدء فیاض اس پر اس سے زیادہ ہوگا۔ اور پھر اس کا مزاج عامۃ الناس سے زیادہ معتدل تر ہوگا۔ اور جب وہ عامۃ الناس سے زیادہ

معتدل تر ہوگا۔ اور اعتدال حقیقی سے اور زیادہ قریب۔ تو یقیناً اس کی بقاء وحیات عامۃ الناس سے بہت زیادہ ہوگی۔ اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے۔ اور ابواب سابقہ میں آچکا ہے۔ کہ روح ونفس حجت اللہ وخلیفہ خدا نفوس عامہ کی صنف سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ عالم ارواح سے کہیں افضل واشرف واکمل ہے۔ تو یقیناً مزاج نبی وامام تمام انسانوں سے بہت زیادہ معتدل تر ہوگا۔ اور جب اس کا مزاج تمام لوگوں سے زیادہ معتدل تر ہوگا۔ تو یقیناً اس کی بقاء اور حیات عامۃ الناس سے کہیں زیادہ اور کامل ہوگی۔ اور اس کی حیات وبقاء کا عامۃ الناس پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔ خصوصاً جبکہ ایک روح ایسی ہو۔ کہ فوق مخلوق وتحت خالق ہو۔ اور اس کے اور خالق کے درمیان میں کوئی مخلوق فاصلہ نہ ہو۔ تو پھر اس کا مزاج وجود تمام مخلوقات سے اعدل اور اقرب بمبدء عدل وعدل مطلق ہوگا۔ بلکہ وہ بحد اعتدال حقیقی ہوگا۔ اور روح نورانی اولیاء مطلق محمدؐ وآل محمدؐ ایسی ہی ہے۔ **اور جب مزاج اعتدال حقیقی کے درجہ میں ہوا۔ تو پھر یقیناً فناء طبعی اس کے لئے محال ہوگی۔** کیونکہ اعتدال حقیقی یہی ہے کہ جس میں چاروں قوتیں درجہ مساوی میں متباطل ہو جائیں۔ اور کوئی عنصر کوئی قوت اپنے درجہ استقلال میں باقی نہ ہے۔ اور کوئی حکم استقلالی اس کے لئے حاصل نہ ہو۔ بلکہ سب مل کر ایک حالت اتحادی اعتدال حقیقی میں ممتزج ہو جائیں اور جب یہ حالت اتحادی اعتدالی پیدا ہو جائے۔ تو پھر جملہ متنوعے واحد الارکان واحد الاخلاط کو دوسرے پر غلبہ نا ممکن ہوگا۔ کیونکہ دوئی ہی نہیں رہی ہے۔ یعنی حکم استقلالی ہر فرد کے لئے باقی نہیں رہا ہے۔ اور جب حکم استقلالی اور آثار استقلالی کسی فرد کے لئے باقی نہیں ہے۔ تو اس کو دوسرے پر غلبہ یقیناً محال ہے الا بالقسر۔ اور جب یہ نہیں۔ تو پھر فناء طبعی اس کے لئے محال۔ **اور فی الحقیقت یہی وجہ ہے۔ کہ حکماء نے معتدل حقیقی کے وجود کا انکار کیا ہے۔ کیوں کہ اگر معتدل حقیقی کا وجود پایا جائے۔ تو ضرور اس کے لئے فناء طبعی محال ہوگی۔** اور ان کے خیال واعتقاد اور مشاہدے میں ایسا وجود نہ تھا۔ بلکہ سب فانی ہیں۔ اور فناء طبعی اور اجل طبعی رکھتے ہیں۔ اور وہ حقیقت خلافت الٰہیہ وحجت خدا سے واقف نہ تھے۔ اس لئے انہوں نے حکم کر دیا۔ کہ معتدل حقیقی کا وجود جائز ہی نہیں ہے۔ اور اطباء نے جو معتدل حقیقی کے موجود ہونے پر دلیل دی ہے وہ برہانی نہیں ہے۔ اور قابل اعتماد و اعتبار نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ لِاَنَّ الْعَنَاصِرَ الْمُتَضَادَّةَ فِي الصُّوَرِ اِنْ يَكُنْ كَيْفِيَاتُهَا قَاسِرَةً يَمْنَعُهَا عَنْ مَيْلِهَا اِلٰى اَحْيَازِهَا لَمْ يَحْصُلْ مِنْهَا تَرْكِيْبٌ لِاَنَّهَا بِالطَّبْعِ يَمِيْلُ اِلٰى اَحْيَازِهَا وَاِنْ لَمْ تَمِلْ اِلٰى اَحْيَازِهَا لَزِمَ اَنْ يَكُوْنَ الْمُضْطَرِبُ بِالطَّبْعِ مُتَحَرِّكًا بِالطَّبْعِ وَهُوَ مُحَالٌ وَاِمْكَانُ

لَهَا قَاسِرٌ فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يُمْسِكَهُ فِيْ مَكَانِ اَحَدِ الْبَسَائِطِ وَذَالِكَ تَرْجِيْحٌ بِلَا مُرَجِّحٍ اَوْ فِيْ مَكَانٍ اٰخَرَ غَيْرِ مَكَانِ الْبَسَائِطِ وَذَالِكَ يُوْجِبُ الْخَلَاءَ قَبْلَ وُجُوْدِ ذٰلِكَ الْمُرَكَّبِ یعنی اس لئے کہ اگر عناصر متساویہ فی الصور کے لئے اگر کوئی قاسر اور مانع جو ان کو اپنے حیز (مکان وجود) کی طرف مائل ہونے سے روکے۔ تو ان سے ترکیب ہی حاصل نہ ہوگی اور جسم ہی نہ بنے گا۔ کیونکہ وہ بالطبع اپنے حیز کی طرف میل رکھتے ہیں۔ اور اگر ان میں باوجود قاسر نہ ہونے کے ان میں اپنے حیز کی طرف میلان نہ ہو۔ تو خلاف فرض لازم آئے گا۔ اور انقلاب طبیعت ہو جائے گا۔ اور شے مطلوب بالطبع متروک بالطبع ہو جائے گی۔ اور یہ محال ہے۔ اور اگر کوئی قاسر ہے۔ تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا وہ قاسر اسے کو کسی عنصر کے حیز میں رکھے گا۔ تو یہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ اور اگر کسی اور مکان میں رکھے۔ تو قبل وجودِ مرکب خلاء لازم آئے گا۔ اور یہ بھی محال ہے۔ کیوں کہ اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ یہی اعتراض وجود معتدل اضافی پر بھی لازم آ سکتا ہے۔ اور اگر احد البسائط کے حیز میں روکنے کے لئے غلبۂ احد الارکان کو مرجح قرار دیا جائے۔ تو کیوں نہیں ممکن ہے۔ کہ معتدل حقیقی احد الارکان کی طبیعت میں متحد الارکان و متحد الصورہ ہو کر تحقق پیدا کرے۔ اور یہی مرجح اس کے حیز میں ہونے کے لئے کافی ہے۔ فتامل فیہ۔ اور ایراد وجود خلاء قبل وجود مرکب بھی دفع ہو جاتا ہے۔ اگر کسی موجود کی خلقت آنی فرض کی جائے۔ اور بسائط کو مرکب پر تقدم زمانی حاصل نہ ہو۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ عالم دو قسم پر منقسم ہے۔ ایک عالم خلقی اور ایک عالم امری آنی۔ وَلَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَاِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ دیکھو باب حقیقت امامت۔ وجود خلقت آنی بنص آیاتِ قرآنی محقق و مسلم ہے۔ فافہم وتدبر۔ فانہ دقیق وبالاعتقاد حقیق؛

پس یہ محقق و مبرہن نہیں ہے۔ کہ وجود اعتدال حقیقی قطعاً محال ہے۔ بلکہ حقیقت امر یہی ہے۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور جس کا مدرک علم لدنی اور عقل کل ہے۔ نہ قیاسات رکیکہ اور توہمات فلاسفہ جن میں سے اکثر خدا کے بھی منکر ہیں۔ چہ جائیکہ وجود حجت اللہ و خلیفہ کے معتقد اور اس کی حقیقت سے واقف ہوں۔ اور اگر انسان تقلید کو چھوڑ کر عقل سے کام لے۔ تو یقین کرے گا۔ کہ اگر دنیا میں کوئی معتدل حقیقی موجود ہو۔ تو وہ فناء طبعی سے مستثنیٰ ہو گا۔ اور یہ کہ مبدء فیاض میں بخل نہیں ہے۔ اور فیض الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور عدم الوجدان دلیل عدم نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے۔ کہ دنیا میں کچھ نفوس ایسے ہوں۔ جو از روئے خلقت و باستعداد کمال روحانیت و نفسانیت درجۂ اعتدال میں خلق کئے گئے ہوں اور اس لئے ان پر حوادث طبیعہ و عوارض مادیہ اثر نہ کر سکتے ہوں۔ بلکہ نصوص قرآنی یہ بات

محقق و مبرہن ہے نہ محض قیاس۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ
الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ... اے انسان
تجھے کس چیز نے تیرے اس پروردگار کی بابت دھوکہ دے دیا ہے اور مغرور کر دیا ہے۔ جس نے تجھے خلق
کیا۔ پھر تیرا تسویہ کیا۔ اور پھر تیری تعدیل کی۔ اور حد اعتدال میں بنایا۔ اور پھر جس صورت میں چاہا مرکب کر
دیا۔ اوّل مرتبہ خلق کیا۔ دوم مرتبہ تسویہ۔ سوم مرتبہ تعدیل۔ چہارم مرتبہ ترکیب صورت ظاہری پس خدا نے
انسان کو حالت عدل میں خلق کیا ہے۔ اور ہر فرد اس کی تعدیل کی گئی ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ
تعدیل کامل تعدیل حقیقی ہے۔ اور یہ محقق ہے۔ کہ صانع مطلق کامل مطلق ہے۔ اور کمال مصنوع دلیل
کمال صانع۔ اور نقص مصنوع دلیل نقص صانع۔ پس اگر کوئی موجود ان انسانوں میں سے حد اعتدال
حقیقی اور تعدیل کامل حقیقی میں نہ ہو۔ یہ خلقت ناقص ہے۔ اور نقص مخلوق دلیل نقص خالق۔ اور اس کی
شان اس سے ارفع و اعلےٰ ہے۔ پھر اگر کوئی وجود تعدیل حقیقی میں نہ ہو۔ تو آیت اپنے حقیقی معنی میں صحیح نہ
ہوگی۔ کیونکہ تعدیل اصلی تعدیل کامل و تعدیل حقیقی ہے۔ اور انصراف مطلق کا فرد کامل کی طرف ہوتا ہے۔
اور تبادر ذہن ہمیشہ فرد کامل کی طرف ہے۔ پس لابُد تبادر ذہن فرد کامل تعدیل کی طرف ہوگا۔ اور فرد
کامل تعدیل حقیقی ہے۔ اور اسی کی طرف مطلق منصرف ہوگا۔ لہٰذا اگر کوئی موجود نہیں۔ کوئی انسان معتدل
حقیقی نہ ہو۔ تو ہرگز معنی حقیقی میں آیت صحیح نہ ہوگی۔ وَلَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ ۔ لہٰذا ضرور چاہیے کہ
دُنیا میں کوئی انسان حد اعتدال حقیقی میں ہو۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مصنوع اوّل کامل
ترین مصنوعات ہوتا ہے۔ اور اس لئے ضروری ہوا۔ کہ مصنوع اوّل معتدل حقیقی ہو۔ ورنہ ناقص ہوگا۔
اور نقص مصنوع اوّل دلیل نقص صانع۔ اور بنا بریں کہ ضرور مخلوق اوّل محمد و آل محمد ہیں۔ اور نوران
سب کا ایک ہی ہے۔ چاہئے کہ وہ مقام اعتدال حقیقی اور عین حد وسط میں خلق ہوئے ہوں۔ اور
افراط و تفریط سے بالکلیہ مبرا ہوں۔ اور غلبہ احد الارکان ان میں ہرگز نہ پایا جائے۔ چنانچہ اسی کی طرف
اشارہ کرتے خدا فرماتا ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ
وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا یہی امت وسط ہیں۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور یہی
عین وسط خلقی و تحققی میں خلق ہوئے ہیں۔ اور اس لئے مخلوق پر شہید اور خالق و مخلوق کے درمیان
واسطہ ہیں۔ اور عین وسط اور حد اعتدال حقیقی میں خلق ہوئے ہیں۔ اور یہی معنی فی الحقیقت وجہ اللہ
کے ہیں۔ اور جب وہ اعتدال حقیقی میں خلق ہوئے۔ تو ضرور فناء طبعی ان کے لئے
نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے خود بالتصریح فرمایا ہے۔ مَا مِنَّآ اِلَّا مَسْمُوْمٌ اَوْ مَقْتُوْلٌ

مَقْتُولٌ ، ہم فنا طبعی جسمانی سے مبرا ہیں ۔ ہم میں ہر ایک یا زہر سے مارا جاتا ہے یا قتل کیا جاتا ہے ۔ ان کی حیات جسمانی باطل کرنے کے لئے علاوہ طبیعت مادیہ و طبیعت ارکان و عناصر و قوائے عناصر کسی سبب خارجی کی ضرورت ہے ۔ اور اسی واسطے احادیث میں آیا ہے اور ان حضراتؑ نے فرمایا ہے ۔ إِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ إِلَّا بِاخْتِيَارِهِمْ ۔ یہ نہیں مرتے ہیں مگر اپنے اختیار سے ۔ طبیعت و حوادث و عوارض طبیعہ ان میں مؤثر نہیں ہو سکتے ۔ اور سبب خارجی بھی ان میں جب تک اثر نہیں کر سکتا جب تک وہ خود نہ چاہیں ۔ خاصان خدا خلفاء اللہ اور حجج اللہ کی شان کچھ اور ہی ہے ۔ ع

این زمین را آسمانے دیگر است

اور یہ سابقاً ثابت کیا جا چکا ہے ۔ کہ مہدی آخر الزمانؑ جزو نور محمدی ولی خدا خلیفہ خدا و حجت اللہ و وجہ اللہ ہیں ۔ اور ان کی اصلیت و حقیقت اصلیت و حقیقت محمدی ہے ۔ اور وہ یقیناً اسی امت وسط میں سے ہیں پس وہ اعتدال حقیقی جسمانی رکھتے ہیں ۔ اور جب وہ اعتدال حقیقی جسمانی رکھتے ہیں ۔ اور پھر روح ان کی فوق ارواح ہے ۔ اور فوق عالم حوادث ہے ۔ تو پھر فنا طبعی ان کے لئے کیوں کر ہو سکتی ہے ۔ اور کیوں کر ان میں تغیر طبعی واقع ہو سکتا ہے ۔ اور کیوں کر ان کی حیات طولانی اور بقا میں شک و شبہ کیا جا سکتا ہے کس طرح اس جزو نور محمدی کو عامۃ الناس پر قیاس کیا جا سکتا ہے ۔ اس کے لئے بلا شبہ ہزار سال اور دس ہزار اور ایک لاکھ سال بقا کے لئے مساوی ہیں ۔ ہرگز اتنی طولانی عمر محال نہیں ہے ۔ اور اصول حکمیہ و طبیہ ہرگز اس کی نفی نہیں کر سکتے ۔ بلکہ تماماً مؤید ہیں ۔ پھر آیات قرآنی میں عام انسانوں اور خلیفۂ خدا کی خلقت کا فرق بیّن و واضح ہے ۔ کیوں کہ خدا نے جہاں عام انسانوں کی خلقت کا ذکر کیا ہے وہاں فرمایا ہے ۔ خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ ۔ اور چار درجے خلقت کے قرار دئے ہیں ۔ اور جہاں خلیفۂ خدا کی خلقت کا ذکر ہے وہاں یوں ہے ۔ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ یہاں نہ تعدیل کا ذکر ہے نہ ترکیب کا نہ خلق کا ۔ بلکہ صرف تسویہ ہے ۔ اور تسویہ کے ساتھ نفخ روح ہے ۔ اسی نفخ روح پر خلقت کے چاروں درجے خود مکمل ہو جاتے ہیں ۔ جن سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ تعدیل ارکان و اخلاط و قوائے کی علیحدہ ضرورت نہیں ہے ۔ نفس روح نبوی خود معتدل ہے ۔ اور جب خود معتدل قوئے و ارکان و اخلاط ہے ۔ تو اعتدال قوئے و مزاج سب تابع روح ہو گا نہ تابع جسم طبعی ۔ اور اس لئے اس کی فنا و بقاء میں عامۃ الناس کی فنا کا حکم جاری

نہیں ہو سکتا۔ ان کے لئے فناء طبعی نہیں ہے۔ طبیعت وہاں مؤثر نہیں ہے۔ بلکہ خود مؤثر ہے۔ اور
وہی معتدل ہے۔ اور اسی پر اعتدال موقوف ہے۔ اور یہ خلقت عام حجج اللہ کے لئے ہے۔ بلکہ روح
ولی مطلق خلفاء جزئی سے کہیں افضل ہے۔ اور اس لئے اس میں عوارض و حوادث طبعیہ مؤثر نہیں ہو
سکتے۔ آدم اگر دو ہزار برس زندہ رہے۔ تو ولی عالم دس ہزار برس زندہ رہ سکتا ہے ایضاً ہم ثابت
کر چکے ہیں۔ کہ نفس مادۂ جسمانی انبیاء و حجج اللہ مادۂ عرشی ہے نہ مادۂ جسمانی ظلمانی ارضی۔ اور یہ جو کچھ حکماء
واطباء کی تحقیق ہے۔ اور ان کے احکام ہیں۔ یہ مادۂ جسمانی ارضی اور اس کے خواص کے متعلق ہیں
نہ مادۂ سماوی عرشی کے متعلق۔ اس کا حکم اس سے جدا ہے۔ مادۂ سماوی عرشی میں یہ حوادث
مادیہ ارضیہ کب مؤثر ہو سکتے ہیں۔ اور وجود عرشی کو وجود ارضی پر کیوں کر قیاس کیا جا سکتا ہے
وہ یقیناً تاثرات ارضی و مواد ارضی سے بالا ہے اور ان سے مبرّا۔ اس کے لئے فناء طبعی نہیں
ہو سکتی۔ چونکہ یہ وجود وجود عرشی تھا۔ اور تاثرات ارضی و موجودات سے بالا و مبرّا تھا۔ تمام کرّات
ارضی کرۂ نار و زمہریر وغیرہا سے گزر گیا۔ اور عرش تک جا پہنچا اور یہ اشیاء اس میں اثر نہ کر سکیں۔ اور
اسی طرح زمانۂ ظہور میں مہدی آخر الزمانؑ مع بعض اصحاب معراج کو تشریف لے جائیں گے۔ اور عرش
تک پہنچیں گے۔ اللھم عجل فرجہ وارزقنا معیتہ؛

رابعاً۔ یہ جو کچھ بیان ہوا۔ عام طور پر اس کے اعتقاد کے لئے جو خداوند عالم کے وجود کے قائل
ہیں۔ اب ان حکماء کے اصول مسلمہ سے ثابت کرتے ہیں۔ جو وجود خدا کے بھی قائل ہیں۔ اور تمام
انواع و موجودات کو اثرات مادیہ بتلاتے ہیں۔ کہ ایک انسان کا ہزار دو ہزار سال باقی رہنا ہرگز
محال یا خرق عادت نہیں ہے۔ چنانچہ ان کے اول چار اصول ہیں۔ جن کو نوامیس اربعہ کہتے
ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ خلاء اجزاء فردیہ مادیہ سے پُر تھا۔ اور ان اجزاء مادیہ میں چار باتیں پائی جاتی ہیں۔
اوّل وہ متحد الذات و مختلف الصفات ہیں۔ دوسرے وہ ایک حرکت و کشش طبعی رکھتے ہیں۔ تیسرے
وہ حرارت طبعی رکھتے ہیں۔ چوتھے ان میں سے ہر ایک، قوی جزو ضعیف کو فنا و مضمحل کرتا جاتا ہے۔
اور اسی کو تنازع لبقاء کہتے ہیں۔ ان چاروں اصولوں کی بناء پر ترکیب عالم ہوتی ہے۔ اور تنوع انواع
عالم انہی پر موقوف ہے۔ اور ان میں سے بعض کی رائے ہے۔ کہ اوّل اوّل حرکت و تجاذب طبعی و
تنازع لبقاء سے اجزاء مادیہ جمع ہونے شروع ہوئے۔ تو جوں جوں اجزاء جمع ہوتے گئے۔ حرکت
بڑھتی گئی۔ اور ایک کروی شکل میں حرکت کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ایک بہت بڑا کرہ بن گیا۔ اور
چونکہ حرکت سے حرارت بڑھتی ہے۔ تو جب حرکت اس کرہ کی بہت زیادہ بڑھی۔ تو حرارت زیادہ

ہو کر مشتعل ہو گئی۔ اور وہ کرہ روشن ہو گیا اور چمک اُٹھا۔ اور یہ پہلا کرہ آفتاب ہے۔ پھر اس میں سے اجزاء کثیفہ ثقیلہ جن میں رطوبت تھی علیحدہ ہو کر اس کے گرد گھومنے لگے۔ اور اسی طرح زمین میں۔ قِس عَلٰی ہٰذا القیاس۔ اور چونکہ ان اجزاء مادیہ میں ایک خاصیت یہ ہے۔ کہ وہ سب متحد الذات مختلف الصفات ہیں۔ ان کی حرکت و تجاذب و اضمحلال اجزاء ضعیفہ سے وقتاً فوقتاً مختلف زمیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اب جو کچھ عالم میں موجودات با انواع مختلفہ متفاوتہ نظر آ رہے ہیں۔ یہ سب انہی خاصیات مادہ کا نتیجہ ہیں سب (پراپرٹیز آف میٹر) ہیں۔ اور کوئی قوتِ خارجی ان میں مؤثر نہیں ہے۔ وجود انسان وجود حیوان و وجود نبات ان کی نشوونمو ان کے نتائج و اثرات سب خاصیاتِ مادہ ہیں۔ اور جب یہ سب خاصیاتِ مادہ ہیں۔ اور کوئی خارجی علت اور مؤثر نہیں ہے۔ تو پھر ضرور ان کی بقا میں بھی کوئی علت خارجی مؤثر نہیں ہے۔ جب تک بھی ان اجزاء فردیہ مادیہ کی صورت ترکیبی و امتزاجی باقی رہے۔ ایک جسم خواہ جسم نبات ہو یا حیوان یا انسان باقی رہ سکتا ہے۔ جب تک کسی جسم کے اجزاء فردیہ مادیہ میں تجاذب اور کشش باقی ہے موجود اور زندہ رہ سکتا ہے۔ خواہ ہزار برس رہے یا دو ہزار برس یا لاکھ برس۔ خود یہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور خود ہی جب تک ان میں یہ ترکیب یہ صورت اور یہ جذب رہے باقی رہتے ہیں۔ اور اصول فلسفہ جدیدیہ کے موافق کسی جسم نباتی، حیوانی اور انسانی کی عمر معین اور محدود نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ان کے ان اصول کے موافق اگر ایک انسان ہزار برس یا دو ہزار برس یا دس ہزار برس زندہ رہے۔ تو ان کو تعجب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک کوئی شے اس امتزاج جسمانی کو توڑنے والی نہیں ہے۔ کوئی فرد اس کو مارنے والا نہیں ہے۔ عالم میں مشاہدہ ہے۔ کہ بعض اجسام نباتی وغیرہ ہزاروں برس باقی رہتے ہیں اور ہیں۔ خود یہ کرات عالم ہی اجسام ہیں۔ اور اسی طرح بنتے ہیں۔ اور ہزاروں برس سے چلے آ رہے ہیں۔ اور جسم بحیثیت جسم ایک ہی حکم رکھتا ہے۔ اور اس لئے بہت ممکن ہے۔ کہ ایک انسان ہزار برس یا دو ہزار برس باقی رہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ استقراء کے طور پر بہت سے یا کچھ وجودوں کو دیکھ کر یہ کہہ دیا جائے۔ کہ یہ وجود عام طور پر اتنے دنوں باقی رہتے ہیں۔ لیکن یہ کہ کوئی خاص وجود اس سے زائد عرصے تک باقی نہیں رہ سکتا۔ ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ سنا کسی وجود انسانی کا ہزار برس باقی رہنا فلسفہ دان حکماء کے نزدیک بھی محال نہیں ہے۔ جو خدا کے وجود کے بھی قائل نہیں ہیں۔ نہ وہ کسی طرح اس کو محال جان سکتے ہیں چہ جائیکہ خدائے قادر مطلق کے وجود کے قائل اور معتقد۔ حالانکہ قادرِ مطلق وہ ہے۔ اگر چاہے کروڑ برس ایک جسم کو ایک ہی حالت میں رکھے۔ کیا نہیں سُنا قول خدائے تعالٰے فرعون کے باب میں۔ کہ

جب وہ غرق ہونے لگا اور ایمان کا اقرار کیا۔ تو فرمایا۔ فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیۃ وان کثیرا من الناس عن اٰیٰتنا لغافلون یونس۔ غرض پس آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے اور سالم رکھیں گے۔ تاکہ تیرے پیچھے آنے والوں کے لئے یہ ہماری آیت اور نشانی ہو۔ اور بیشک بہت سے آدمی ہماری آیات سے غافل ہیں" اس وعدے کو پورا کیا۔ اور ہزاروں برس ایک مردہ لاش کو اسی حال میں باقی اور سالم رکھا۔ اہرام مصر میں رہی۔ اور اب حال میں نکالی گئی۔ اور عجائب خانہ مصر میں اسی طرح موجود ہے۔ خدا ایک دشمن کی لاش مردہ ہزاروں برس ایک حال میں صحیح و سالم باقی رکھ سکتا ہے۔ اور ایک اپنے ولی کی صورت جسمانی کو ایک ہزار برس باقی نہیں رکھ سکتا۔ جس کا باقی رکھنا اس کی مصلحت میں ضروری ہے۔ اور بقاء عالم اسی پہ موقوف ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ نہ معلوم یہ استحالہ طول عمر ولی زمانؑ کے سوال کس جہالت خانہ سے نکلے ہیں۔ مسلمان اور ایسے سوال۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

خامسًا۔ حکماء قدیم یونان قائل تھے۔ اور اب بھی بعض اس خیال کے حکماء ہیں خصوصًا حکمائے منجمین۔ کہ عالم جسمانی زمانی تمامًا حرکات وادوار واطوار وقرانات افلاک اور سیارات وکواکب ونجوم کا اثر ہیں۔ ہر ایک شے جو اس عالم زمانی میں ہوتی ہے ہر ایک موجود جو وجود میں آتا ہے۔ وہ خاص اوضاع افلاک وسیارات وغیرہ پہ موقوف ہے۔ اور ہر وضع فلکی ایک خاص وجود کو چاہتی ہے۔ بعض اوضاع فلکی ایک وقت میں وجود پیغمبر کو چاہتی ہیں۔ اور بعض اوضاع وجود ولی خدا غیر پیغمبر کو۔ بعض اوضاع وجود کاہن و ساحر کو۔ بعض وجود کاذب کو۔ بعض اوضاع وجود صادق کو۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ قبل ظہور نبوت جب تک وہ وضع فلکی جو وجود پیغمبر کو چاہتی ہے پوری مکمل نہ ہو۔ تو کوئی جھوٹا مدعی پیدا ہوگا۔ اور اس لئے نبوت کے ظہور سے پہلے جھوٹے نبی ضرور ہوتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے بھی اس کا اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے بہرحال جو کچھ یہاں ہوتا ہے۔ ستاروں کے قران اور آپس میں ملنے اور قریب ہونے آسمان کی وضع اور کواکب ونجوم کی حرکات اور ان کے اطوار وادوار پر موقوف ہے۔ اور خدا نے انہی کو اسباب قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح بقاء عمر بھی انہی کا اثر ہے۔ اور انہی اوضاع فلکی وغیرہ پہ موقوف ہے۔ بعض قرانات اور اوضاع ایسے ہیں۔ کہ وہ طول عمر کو چاہتے ہیں۔ اس میں جو بچہ پیدا ہوگا۔ بہت دیر تک باقی رہے گا۔ اور بعض قصر عمر کو چاہتے ہیں۔ اور اس اقتضا کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اور بعض علمائے علم نجوم و ہیئت بچے کی ولادت اور اس کے طالع اور اس کو دیکھ کر بتلا دیتے ہیں۔ کہ یہ اتنے عرصے تک زندہ رہے گا۔ اور بعض اوقات یہ باتیں صحیح بھی ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ فی الحقیقت علم نجوم کے عالم نہیں ہیں۔ صرف بعض باتیں جانتے ہیں خصوصًا ان کے یومیہ تغیرات سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ حقیقت اس علم کی

انہی لوگوں کے پاس ہے۔ جو صاحب علم لدنی ہوا۔ چنانچہ شریعت محمدیؐ میں اس کے بہت سے اصول لئے ہوئے ہیں۔ اور بہت سے قواعد موجود ہیں۔ اور یہ بھی احادیث میں موجود ہے۔ کہ ان حرکات اور اوضاع کو اس عالم کے موجودات میں ضرور دخل ہے۔ اور اسی واسطے مجامعت عورت و مرد کے لئے اوقات خاصہ مقرر کئے گئے ہیں۔ اور ساعات کے ملاحظہ کا حکم دیا گیا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ اس حصہ کتاب کے طول ہو جانے کا خوف ہے۔ ورنہ یہاں اس میں سے چند باتوں کا ذکر کرتے۔ اور بعض لطائف دکھلاتے۔ یہاں صرف اتنا ہی کہتے ہیں۔ کہ ان حکماء کے نزدیک بھی کسی وجود انسانی کا ہزار یا دو ہزار برس زندہ رہنا محال نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ ایسا جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک ممکن ہے۔ کہ کوئی بچہ ایسے وقت اور ایسی ساعت اور ایسی وضع فلکی میں پیدا ہو۔ جس کا اقتضاء طول عمر ہو۔ اور جس میں وہ بچہ ہزار سال زندہ رہ سکے۔ ان اصول کے موافق کوئی دلیل اس کے خلاف پر قائم نہیں ہو سکتی۔ در آنحالیکہ یہاں ہر امر خرق عادت رکھتا ہے۔ اور ہر ایک امر عالت اعجازی ہے۔ اور خاصان خدا کی شان ہی نرالی ہے۔ طالع محمدی کو دیکھو۔ کیا ہے اور ان کی عمر اور بناء اور بقاء دین کو۔ تواریخ و سیر میں مذکور ہے۔ کہ بعض علماء علم نجوم آئے۔ اور اس پیغمبرؐ کا حال دریافت کیا۔ وقت اور ساعت ولادت دریافت کیا۔ جو ساعت بتلائی گئی۔ اس کو سن کر کہنے لگے۔ کہ جو بچہ اس ساعت میں پیدا ہو۔ وہ ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا اور تم مسلمان کہتے ہو کہ وہ موجود رہا۔ جب ان کو یقین دلایا گیا۔ کہ ضرور یہ بچہ اسی ساعت میں پیدا ہوا اور زندہ رہا۔ تو انہوں نے کہا۔ وہ ضرور کوئی پیغمبر ہے ورنہ ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور بعض ان نجومیوں سے مسلمان ہو گئے۔ کیونکہ یہ جناب محمد مصطفےٰؐ کا کھلم کھلا معجزہ تھا۔ اور جب ان خاصان خدا کی یہ حالت ہو کہ طالع ان کے خلاف پر مؤثر ہو اور ان کی ہلاکت پر دال۔ پھر بھی یہ زندہ رہتے ہیں۔ اور یہ تاثیرات ان میں اثر نہیں کر سکتیں۔ پھر جب طالع بھی موافق اور اوضاع فلکی کے اقتضاءات بھی موافق ہوں۔ تو پھر ان صاحبان اعجاز کے ہزاروں برس زندہ اور موجود رہنے میں کیا منافات کو شبہ ہو سکتا ہے۔ اگر ممکن ہوا۔ تو طالع حضرت آخرالزمان ابواب آئندہ میں کہیں ذکر کریں گے اور نیز طالع حجتؑ بھی ؛

شبہ دوم یہ ہے۔ کہ جب وجود امامؑ اور حجت خدا ضروری ہے اور کبھی اس سے زمین خالی نہیں ہو سکتی۔ اور اب بھی امامؑ موجود ہے اور وہ باقی و زندہ ہے۔ اور یہ بھی مان لیا۔ کہ ایک وجود ہزاروں برس زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن ایسا ضروری وجود لوگوں سے غائب کیوں ہے۔ جس کے وجود پہ دار و مدار دین ہو۔ وہ غائب رہے۔ اس کی کیا علت ہے؟ ہم اس شبہ کے جواب میں **اول** یہ کہتے ہیں۔ کہ جب ثابت ہے کہ وجود امامؑ ہمیشہ ضروری ہے اور زمین اس سے خالی نہیں ہے۔ اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں۔ کہ بہت سے

حجج اللہؑ و انبیاءؑ اللہ غائب رہے ہیں۔ اور نیز آیات اور احادیث نبویہ سے ضرورتِ غیبت امام مہدی آخر الزمانؑ ثابت ہو چکی ہے۔ تو اعتقاد کے لئے صرف یہی کافی ہے۔ اور اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ کیوں؟ ورنہ آسمان لیکہ مسلم ہے۔ اور ہم مکرر ذکر کر چکے ہیں۔ کہ کسی حکم کی علت کا نہ جاننا اس کے عدم تعمیل کی علت نہیں ہے۔ اور کسی شے کو نہ سمجھنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ مکلف کا فرض حکم حاصل کرنا ہے نہ علت معلوم کرنا۔ قرآن میں مومنین کی صفت میں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ آیا ہے۔ نہ یَعْلَمُوْنَ عِلَّتَہٗ۔ اور اگر کوئی قائل امام غائبؑ علتِ غیبت نہ بتلا سکے۔ تو اس سے وجودِ امام پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کون شخص ہے جو تمام حکم و مصالح الٰہیہ کو جان سکے؟ اور اس لئے یہ شبہ محض بیجا ہے ثانیاً ہم اجمالاً کہتے ہیں۔ کہ علتِ غیبت امام آخر الزمانؑ وہی ہے۔ جو علتِ غیبتِ حجج اللہ سابقین ہے وہی علت ہے جس کی وجہ سے حضرت ادریسؑ غائب ہوئے۔ جس کی وجہ سے حضرت صالحؑ پوشیدہ ہوئے۔ جس کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ نے اعتزال اور لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی۔ جس کے باعث حضرت موسٰیؑ ایک مدت غائب رہے۔ جو علتِ غیبت وہاں تجویز کی جائے۔ وہی یہاں ہے۔ کیونکہ منہاج حجج اللہ ایک ہی ہے۔ ثالثاً ہم کہتے ہیں۔ کہ بلا شک و شبہ وجودِ امامؑ اور حجتِ خدا ایک نعمتِ خدا ہے۔ اور ایک لطف و کرم و تفضیلِ الٰہی ہے۔ اور ثابت بھی کر چکے ہیں۔ کہ امامؑ نعمت بلکہ عظیم ترین نعیم الٰہی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ اور تمام نعم اس کے تحت اور اس کے تابع اور طفیل میں ہیں۔ پس لابد علتِ غیبت خدا کی طرف عائد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا جواد و کریم و غنی و سخی۔ لطیف اور رؤف و رحیم ہے۔ اس کے لطف و کرم اور جود و سخا اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت کے یہ بالکل خلاف ہے۔ کہ وہ ایک نعمت دے کر بلا وجہ خود ہی چھین لے۔ ایسا تو کوئی سخی انسان بھی نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ خدائے رحمان۔ ورنہ آنجا لیکہ خود فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ خدا کسی قوم کی کسی حالت کو تغیر نہیں دیتا۔ تاوقتیکہ وہ خود اپنی حالت اپنے افعال و اعمال و کردار سے نہ تغیر کر دیں۔ اور فرماتا ہے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَہَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ یہ اس لئے کہ خدا ہرگز ایسا نہیں ہے۔ کہ کسی قوم سے اپنی دی ہوئی نعمت بدل دے۔ تاوقتیکہ وہ خود اپنی حالت کو بدلیں۔ اور اپنے افعال سے کفرانِ نعمت کر کے اس کو ضائع کر دیں۔ یہ کفرانِ نعمت ہی کا اثر ہے۔ کہ خداوند بروز نعم دنیا کو کم کرتا جاتا ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُہَا مِنْ اَطْرَافِہَا (رعد ع ۶) کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ کہ ہم اطراف و آفاق زمین سے اپنی نعمتوں کو کم کرتے جاتے ہیں۔" اور نہ یہ علت خود امامؑ کی طرف عائد ہو سکتی ہے

کہ وہ خود بخود و بلا وجہ غائب ہو گیا ہو۔ اور تبلیغ دین اور اقامہ حدود و اجراء احکام اور ہدایت خلق سے اعراض کرتا ہو۔ اور خدائی فرض کو ادا نہ کرتا ہو۔ اور یہ محال ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو خدا اس کو امام ہی نہ بنائے گا۔ خدا اس کو اپنے اسرار کا امین قرار نہ دے گا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ امام معصوم مطلق ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ تابع مشیت الٰہی ہے۔ بلکہ محل مشیت الٰہی ہے۔ ممکن نہیں، کہ وہ حکم خدا اور مشیت خدا سے ایک ذرہ برابر تخطی کرے۔ پس ضرور علت غیبت مخلوق کی طرف عائد ہوتی ہے۔ اور خود انسان اس غیبت کا سبب ہیں۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ جو کچھ تم پر مصیبت پڑی ہے۔ یہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کرتوت کا نتیجہ ہے۔ اور خدا بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔ (اگر معاف نہ کرتا۔ تو روئے زمین پر ایک متنفس نظر نہ آتا) تو سبب غیبت امام وہی لوگوں کی سرکشی۔ ظلم و جور و فسق و فجور اور کفران نعمت الٰہی و تکذیب آیات خداوندی حجج اللہ اور ان کفار کا غلبہ ہے۔ چنانچہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ تمام حجج اللہ جو غائب ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہوئے ہیں۔ جہاں لوگوں کا کفران نعمت اور تکذیب آیات الٰہی اور ظلم و جور اور عدوان و طغیان حد سے بڑھا۔ خدا نے ان کو یہ سزا دی۔ کہ اپنے ولی اور اپنی حجت کو ان سے غائب کر دیا۔ اور شاہان جابرہ ان پر مسلط ہوئے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے۔ کہ خدا نے آفتاب عالمتاب کو روئے زمین روشن کرنے اور فیض پہنچانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو کبھی تو اس کی غیبت کا باعث یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک قطعۂ زمین سے گزرتا ہوا دوسرے قطعۂ زمین پہنچ جاتا ہے۔ اور ہمارے افق سے گذر جاتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں، کہ وہ ہم سے غائب ہے۔ حالانکہ وہ موجود ہے۔ اپنے کام میں مشغول ہے۔ اور برابر حرکت کرتا ہے۔ جس کے لئے وہ خلق کیا گیا ہے۔ اور بعض اوقات اس طرح سے ہم سے غائب ہو جاتا ہے۔ کہ زمین کا دھواں۔ غبار اور بخار اٹھ کر بادل بن جاتا ہے۔ اور آفتاب کو حائل ہو جاتا ہے اور ہمیں نظر نہیں آتا۔ اور یہ بخار تربیت عالم کے لئے ضروری ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ ہم خود ایک غبار فتنہ و فساد برپا کر کے ایک حجاب اپنے اور آفتاب عالمتاب کے درمیان حائل کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر اپنے شاعرانہ لہجے میں اس کو ظاہر کرتا ہے۔ ؎

زسُمِ ستوراں دراں پہن دشت زمیں شش شد و آسماں ہشت گشت

گھوڑوں کی ٹاپوں سے میدان جنگ کا غبار اتنا اٹھا۔ کہ ایک طبق زمین اڑ کر ساتوں آسمانوں کے نیچے ایک اور آٹھواں آسمان گرد و غبار بن گیا۔ کبھی خود ایک تنگ تاریک جگہ میں چھپ کر اور مکان کے ایک گوشۂ تاریک میں بیٹھ کر فیض آفتاب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ہماری ضعف بصارت ہمیں نور آفتاب

دیکھنے سے مانع ہوتی ہے۔ اور جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ علت غیبت امامؑ خلق کی طرف عائد ہے نہ خالق کی طرف اور نہ واسطۂ فیضان خلق امامؑ کی طرف۔ تو معلوم ہوگیا۔ کہ لوگوں کے اوہام باطلہ۔ عقائد فاسدہ اور ان کے اعمال۔ فسق و فجور۔ اور کفران نعمت اور تکذیب آیات اللہ کے بادل ان کے اور اس آفتاب امامت کے درمیان حائل ہیں۔ لوگ ان کر توتوں سے اس کے فیض سے محروم ہیں۔ اپنے ضعف بصیرت اور نقص نور عقل اور نور ایمان کی وجہ سے اس آفتاب ولایت و خلافت کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور اپنے نقص ایمان اور ضعف عقیدہ کی وجہ سے مثل اس جاہل کے جو ابر میں آفتاب کے وجود کا منکر ہو۔ وجود امامؑ سے انکار کرتے ہیں۔ "از ماست کہ بر ماست" ؎

ہر چہ ہست از قامت ناساز بے اندام ماست ۔۔۔ ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

نہ خدا کا قصور ہے نہ حجتِ خدا کا۔ بلکہ کفران نعمت خدا کا۔ اگر اس کے شکر گزار رہتے۔ برابر فیض پہنچتا رہتا۔ یعنی فیض ظاہری۔ ورنہ فیض باطنی سے تو کبھی خالی نہیں۔ ولئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر گزار ہو گے۔ تو ہم اپنے انعامات اور احسانات کو اور زیادہ کر دیں گے۔ " وقلیل من عبادی الشکور " شکر گزار بندے تو بہت ہی کم ہیں"۔

صریح الفاظ میں خصوصیت کے ساتھ غیبت امام زمانؑ کو یوں سمجھئے۔ کہ امامؑ سلسلہ مقدسہ مطہرہ میں گیارہ حجت اللہ ظاہر ہوئے۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ ظاہر رہے۔ ان کے ساتھ کیا کیا۔ کہاں تک لوگوں نے ان سے فیض اٹھایا۔ کتنے علوم و فنون عام مسلمانوں نے ان سے سیکھے۔ کس نے ان کی اطاعت کی۔ اور وصیتِ رسولؐ گران گزرے اور ان کی اہلبیتؑ کے باب میں پورا کیا ہمیشہ جنگ و جدال سے مسلمانوں نے مہلت نہ دی۔ اور آخر کار شہید کر دیا۔ پھر حسنؑ بن علیؑ ظاہر ہوئے۔ تبلیغ کی ہدایت کی۔ نصیحت کی۔ کس نے سنی؟ اور کس طرح اس نعمت الٰہی کا شکر کیا؟ مجبور ہو کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور آخر کار زہر سے شہید کر دئے گئے۔ حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ظاہر ہوئے۔ خیر خواہی اور نصیحت قوم میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ گوشہ نشینی میں بھی چین نہ دیا۔ حرم خدا میں پناہ نہ لینے دی۔ اور آخر کار مسلمانوں نے اس نعمت عظمائے الٰہی اور اس حجتِ خدا فرزند رسولؐ اور جگر گوشۂ بتولؑ کے ساتھ وہ کیا۔ جو کبھی کسی قوم نے نہ کیا تھا۔ اور جس روسیاہی کا داغ مسلمانوں کی پیشانی سے تا قیامت نہ جائے گا۔ علیؑ ابن الحسینؑ کے ساتھ کیا کیا کیسے کیسے ظلم انہوں نے سہے۔ کیسی کیسی قید کی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور آخر شہید کر دیے گئے و علیٰ ہذا القیاس کسی حجتِ خدا اور فرزند رسول اللہ کو ہدایت کا امن و امان کے ساتھ موقع نہ دیا۔ جب تک زندہ رکھا۔ قید اور ذلت و خواری میں رکھا۔ اور جب مصلحتِ حکومت مقتضی قتل و ہلاکت ہوئی۔ زہر دے دیا۔ یا

قتل کر دیا۔کبھی ان سے فیض نہ اٹھایا اور کبھی اس نعمتِ خدا کا شکریہ نہ کیا۔ نہ عملاً بلکہ قولاً بھی ان کی بنا پر تکذیب
کرتے رہے۔ اب اگر یہ ظاہر ہوتے۔ تو ان کے ساتھ کیا کرتے؟ وہی کرتے جو ان کے آباء و اجداد
اور نیز دیگر حجج اللہؑ کے ساتھ ہمیشہ کیا گیا۔ بلکہ اوروں کو تو کچھ عرصہ مہلت بھی دی۔ اور قتل نہ کیا
تو قید ہی کر دیا۔ حضرت مہدی آخر الزمانؑ اگر ظاہر ہوتے ایک دن بلکہ ایک منٹ زندہ نہ چھوڑے
جاتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو خوف طاغیانِ زمانہ اور شاہانِ وقت اور ملوک جبابرہ یا خلفائے جور
کو ان سے تھا کسی سے نہ تھا۔ اس واسطے کہ سُن چکے تھے۔ احادیث موجود تھیں۔ کہ ان جبابرہ اور ان کی
سلطنت کا قلع قمع اسی مہدی آخر الزمانؑ امام دوازدہمؑ کے ہاتھ پر ہے۔ وہ زمین کو عدل و داد سے پُر
اور ظلم و جور سے پاک اور صاف کرے گا۔ اور یہ پیشگوئی کسی اور امامؑ کی بابت نہ تھی۔ اور اس لئے ان سے
اتنا خوف نہ تھا۔ مہدی آخر الزمانؑ سے ان شاہانِ جبار اور سفا کانِ روزگار کو وہی خوف تھا۔ جو نمرود کو
حضرت ابراہیمؑ سے اور فرعون کو حضرت موسٰےؑ بن عمرانؑ سے۔ چنانچہ ذکر آئے گا۔ بادشاہ وقت اس
مولود کی تلاش اور فکر میں تھا۔ جاسوس بھیجے ہوئے تھے۔ مگر خدا نے ابراہیمؑ اور موسٰےؑ کی طرح اس
کے امر کو پوشیدہ رکھا۔ اور اس کے شر سے محفوظ۔ اور اسی وجہ سے علل غیبت میں یہ مذکور ہوا۔
ہے۔ کہ خوفِ قتل سے وہ جناب غائب کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ زرارہ بن اعین سے حضرت صادقؑ نے
فرمایا۔ اور یہی حضرت باقر العلومؑ سے مروی ہے۔ اور یہ امر محتاج بیان اور دلیل نہیں ہے۔ سامنے
مثال موجود ہے۔ گیارہ امامؑ از آباء و اجداد مہدی آخر الزمانؑ شہید کئے گئے۔ پس ضرور اس کے
قتل کے درپے ہوئے اور تھے۔ اور جب سنیں گے اور معلوم کریں گے۔ سب سے پہلے مسلمان ہی اس کے
قتل کے درپے ہوں گے۔ علماء اس کے قتل کے فتوے دیں گے۔ پس ان لوگوں کے ظلم و جور نے امامؑ
کو غائب کیا ہے۔ "خود کردہ را علاجے نیست"۔ لیکن یہاں یہ سوال بعض جہال کو پیدا ہوتا ہے۔
کہ یہ مانا۔ کہ لوگ اور خصوصاً شاہانِ اسلام اس کے دشمن تھے یا ہیں۔ لیکن وہ خلیفۂ خداؑ ہے۔ حجت
خدا ہے۔ ولی خداؑ ہے۔ اور خدا قادر مطلق ہے۔ وہ ظاہر رکھ کر بھی اس کی حفاظت کر سکتا ہے۔
اور اگر وہ چاہے تو کسی کو اس پہ قدرت قتل نہ دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا بھی ان سفاک
اور جبار بادشاہانِ اسلام بنی امیہ اور بنی عباس سے ڈر گیا۔ اور اپنے ولیؑ اور حجت کو غائب کر دیا۔ ہم
کہتے ہیں۔ "سخن شناس نۂ دلبرا خطا ایں است"۔ خدائی مصلحت اور خدائی احکام اور لوگوں کے
قیاسات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ۔ اور لوگ اس کی تکذیب
کرتے ہیں جس پر ان کا علم محیط نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ خدا ظاہر رکھ کر ان کو قتل سے نہیں

بچا سکتا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ بچانے کی یہی صورت ہے۔ کہ کسی ظالم اور جابر کو اس پر قدرت نہ دے۔ اگر کوئی قتل کرنے آئے۔ تو اس کو قبل از ارتکاب قتل ہلاک کر دے۔ اور خدا ایسا نہیں کرتا۔ کیونکہ اس نے انسان کو اپنے افعال میں فاعل مختار بنایا ہے۔ وہ اس طرح مجبور نہیں کرتا۔ اگر ایسا کرتا۔ تو دنیا میں کوئی کافر و مشرک نہ ہوتا۔ جو کفر کرتا۔ اس کو ہلاک کر دیتا۔ یا اس کو اسباب ہی نہ دیتا۔ موقع ہی نہ دیتا۔ اور اس صورت میں صریح جبر لازم آتا۔ حالانکہ وہ فرماتا ہے۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔ ہم اپنی عطا سے ہر ایک کی مدد کرتے ہیں۔ ان کی بھی اور ان کی بھی۔ اور تیرے پروردگار کی عطا کسی کے لئے ممنوع نہیں ہے۔ اگر ایک کو نہ دیں اور اسباب سلب کر لیں قوت سلب کر لیں۔ تو وہ مجبور ہو جائے گا اور حق و باطل میں تمیز نہ رہے گی۔ مستحق اور غیر مستحق ثواب و عقاب معلوم نہ ہوگا۔ مومن خالص اور منافق میں تمیز نہ ہو گی۔ شکر گزار اور کافرین نعمت نہ پہچانے جائیں گے اور وہ فرماتا ہے۔ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ خدا نے دو نوں راستے دکھلا دیئے ہیں۔ اور لوگوں کو اختیار ہے کہ راہ حق پر چل کر شکریہ اس نعمت خدا کا قولاً و فعلاً ادا کریں۔ یا راہ ناحق اختیار کر کے کفران نعمت خدا کر کے کافر بنیں۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔ اس لئے اگر خدا جبر کر کے ان کے ظلم و جور مہدی آخر الزمانؑ سے روکتا۔ تو اپنے وعدے کے خلاف کرتا۔ اور خدا کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا خدا یہ نہیں کرتا۔ کہ ظاہر رکھ کر ان کو محفوظ رکھے۔ اور کسی کو ظلم نہ کرنے دے۔ علاوہ ازیں اگر وہ ہر ایک ظالم و جابر کو ہلاک کر دیتا۔ تو بہت سے مومن بھی ضائع ہوتے۔ کیونکہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔ خدا کافر سے مومن پیدا کرتا ہے۔ اور مومن کے صلب سے بعض کافر پیدا کرتا ہے۔ اگر ان تمام کفار اور ظالمین کو ہلاک کر دیتا۔ تو ہزاروں مومنین جو اس وقت ان کے صلب سے پیدا ہوئے ہلاک کر دیتا۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ تب تک کفار کو مہلت دیتا ہے۔ جب تک کہ مومن و کافر جدا نہ ہو جائیں۔ اور اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ اور اگر یہ کرتا کہ ان کو ظلم کرنے دیتا جو قتل کو آتا۔ اس کو نہ روکتا۔ جو زہر دیتا اس کو ہلاک نہ کرتا۔ لیکن زہر کی تاثیر بدل دیتا اور تلوار کا اثر معدوم کر دیتا۔ اس صورت میں ایک اور بہت بڑی خرابی لازم آتی۔ وہ یہ کہ لاکھوں آدمی اس جرم کے مرتکب ہو کر حجت اللہ کو زہر دے کر اس پر تلوار چلا کر یقیناً عذاب میں گرفتار ہوتے۔ اور اس کے وبال میں وہ اور ان کے لاکھوں اتباع اور اشیاع اور انصار پھنستے۔ اور یہی سلسلہ جاری رہتا۔ کروڑوں آدمی اس طرح سے ہلاک ہوتے۔ اس لئے خدا نے اپنے حجت کو غائب کر کے رحمۃ للعالمین کی امت پر لطف کیا۔ اور ان کو اس ارتکاب سے ایک زمانہ تک کے لئے بچا دیا۔ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ وَمَا كَانَ

اللہ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ جب پیغمبر یا جزو پیغمبر اور نفس پیغمبر یہاں موجود ہے۔ ان کو عذاب نہیں کرسکتا۔ اور اگر امامؑ کو یہ حکم دے دیتا۔ کہ وہ ظالموں اور کاذبوں سے لڑیں اور مقابلہ کریں اور سب کو قتل کر دیا کریں۔ تو تمام عالم میں ہمیشہ معرکہ صفین و نہروان جاری رہتا اور مقصد ہدایت خلق پر بھی پورا نہ ہوتا۔ جیسا کہ سابقہ حوالات سے ظاہر ہے۔ حق و باطل میں تمیز بیّن نہ ہوتی۔ اور اگر امامؑ کو مثل حسینؑ شہید ہو جانے دیتا۔ تو حجتِ خدا سے زمین خالی ہو جاتی۔ اور عالم تباہ۔ کیونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ آخری حجتِ خدا ہے۔ اور اگر زمین حجتِ خدا سے خالی ہو جائے۔ اور امام زمین سے بالکلیہ اُٹھ جائے تو زمین مع اہل زمین منخسف ہو جائے۔ پس ایسی حالت میں کوئی صورت ممکن نہیں تھی الا یہ کہ موافق سنتِ قدیمہ اپنے حجت اور امامؑ کو نظروں سے غائب کر دے اور امامؑ کو قتل اور ظلم سے اور ان لوگوں کو فوری عذاب سے بچائے۔ وَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَھُوَ لِمَا یَشَآءُ لَطِیْفٌ نیز اگر خدا اپنے حجتِ آخری کو ظاہر رکھتا۔ تو لابُد اس کو مثل جناب امیرؑ و جناب امام حسنؑ و مثل امام حسینؑ تا واقعہ کربلاء وغیرہم من الائمۃ المعصومینؑ کسی نہ کسی طاغیہ زمان کی حکومت میں دینا پڑتا۔ اور چونکہ تا انقضاء اجل مسمّٰے مقابلہ و جہاد نہیں کر سکتے۔ ضرور ان سے معاہدہ صلح کرنا پڑتا۔ کہ ہم تمہاری مخالفت نہ کریں گے اور تم سے نہ لڑیں گے۔ تم پہ خروج نہ کریں گے۔ اور اسی معاہدے کو بیعت کہا گیا ہے۔ اور بیعت بیع سے ہے۔ اور ایک معاہدۂ خاص ہی کا نام ہے۔ اور ایسے معاہدے سے اطاعتِ مطلقہ یا اس کی حقیقت لازم نہیں آتی۔ جس کی ایسی بیعت کی گئی ہے۔ لیکن حضرت حجت عجل اللہ فرجہ مہدی آخر الزمانؑ کو ضرور ایک دن ان جملہ خلفاء جور پر خروج کرنا ہے۔ اور ان کے مقابلہ پر آنا ہے۔ لہٰذا خدا نے اس وجود مقدس کو نظروں سے غائب کر دیا۔ تاکہ کسی طاغیہ زمان کی بیعت آپ کی گردن میں نہ ہو۔ تاکہ وقتِ خروج خلاف معاہدہ لازم نہ آئے۔ اور یہ خصوصیات امام زمانؑ سے ہے۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے۔ اور جمیل بن صالح حضرت صادق آل محمدؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا یُبْعَثُ الْقَآئِمُ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ لِاَحَدٍ۔ حضرت قائمؑ آل محمدؐ اس حال میں مبعوث ہوں گے۔ کہ کسی کی بیعت ان کی گردن میں نہ ہوگی۔ اور یہی ہشام بن سالم نے بیان کیا ہے۔ اور علی بن فضال نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت علی بن موسی الرضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا۔ میں اپنے تیسرے فرزند کے بیٹے کے غائب ہونے کے وقت شیعوں کو دیکھتا ہوں۔ کہ وہ چوپایوں کی طرح حیران پھرتے ہوں گے۔ اور کہیں ٹھکانا اور آرام نہ پائیں گے۔ کیونکہ ان کا امامؑ ان سے غائب ہوگا۔ راوی نے عرض کیا۔ کیوں؟ فرمایا۔ اس لئے کہ

جس وقت تلوار سے خروج کرے۔ تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو (کہ امامؑ کبھی خلافِ معاہدہ نہیں کرتا)۔ اور حنان بن سدیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوعبداللہؑ نے فرمایا۔ کہ ہمارے قائمؑ کے لئے غیبت ضرور ہے۔ جس کی مدت دراز ہوگی۔ اور علت کے سوال پر فرمایا۔ تاکہ خدا اس میں باب غیبات تمام سنن انبیاء کو جاری کرے۔ اور اس کے لئے انتہاء مدت غیبات ضروری ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔ اَیْ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔ یعنی پہلوں کی سنتیں حذو النعل بالنعل اس میں ضرور واقع ہوں گی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ علتِ مطلق غیبت اور علت مستقلہ وہی ہے۔ جو تمام انبیاء میں ہے۔ نیز خداوند عالم نے اپنے اس ولی کو معاشرتِ عوام سے پاک وصاف اور علیحدہ رکھا ہے۔ اگر ظاہر رکھتا۔ اور ان سے میل جول اور معاشرت کرنے دیتا۔ لوگ ان کو برا بھلا کہتے۔ اور یہ صبر پر مامور ہوتے۔ لوگ انہیں ستاتے۔ اور یہ بوجہ نہ ہونے حکم خدا کچھ نہ کہتے۔ تو ان کی ہیبت جاتی رہتی اور دلوں سے عزت کم ہوجاتی۔ اور وقتِ ظہور خاص رعب نہ ہوتا۔ اور اس طرح سے لوگ ظہور کے مشتاق بھی نہ ہوتے اس لئے ان کو عوام کی صحبت اور معاشرت سے علیحدہ رکھا گیا۔ کما سیجیئ۔ اور تفاصیل اور جزئیات جمیع علل ومصالح الٰہیہ کو کوئی شخص احاطہ نہیں کرسکتا۔ ممکن ہے۔ کہ اور بہت سی علتیں غیبت امامؑ میں ہوں۔ چنانچہ اس امر کی طرف بھی حضرت ابوعبداللہؑ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور عبداللہ بن الفضل الہاشمی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرتؑ کو فرماتے سنا۔ کہ صاحب الامرؑ کی غیبت ضروری ہے۔ جس میں باطل پرست تنگ کرنے لگیں گے۔ میں نے عرض کیا۔ میں آپ پر فدا ہوں۔ کیوں ایسا ہوگا؟ فرمایا۔ لِاَمْرٍ لَمْ یُؤْذَنْ لَنَا فِیْ كَشْفِهٖ لَكُمْ۔ ایک ایسے امر کی وجہ سے جس کے انکشاف کی تمہارے لئے اجازت نہیں دی گئی ہے (اجمالی علل بیان کردی گئی ہیں۔ جن کو عام لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ مگر خاص اسرارِ الٰہی جو اس غیبت ولی زمانؑ میں پوشیدہ ہیں۔ ان کی پوری پوری تشریح اور توضیح اور انکشاف کی اجازت نہیں دی گئی) میں نے (راوی) سوال کیا۔ حضرتؑ پھر کیا حکمت ہے غیبت امامؑ میں؟ فرمایا۔ وہی حکمت ہے جو دیگر حجج اللہ وانبیاء اللہ سابقین کی غیبت میں ہے (علت مستقلہ عمومی ایک ہی ہے۔ اس میں فرق نہیں)۔ اور جو اصل وجہ حکمت ہے۔ وہ بعد ظہور ہی منکشف ہوگی۔ جس طرح کہ حضرت خضرؑ کے کشتی توڑنے۔ بچے کو قتل کرنے اور دیوار کو کھڑا کرنے کی علت حضرت موسےؑ کو نہ معلوم ہوئی۔ مگر اس وقت جب وہ جدا ہونے لگے اور ہو گئے (یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ اس کی حقیقت پر چونکہ ہمارا علم محیط نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس کے انکشاف پر صبر نہیں کرسکتے۔ جیسا کہ حضرت موسےؑ ان اسرار پر صبر نہیں کرسکتے تھے۔ اور حضرت خضرؑ ان سے فرماتے تھے۔ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم میرے ساتھ رہنے اور

اسرارالٰہی دیکھنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتے ہو۔ اور حضرت موسٰی کے اصرار پر فرمایا۔ کَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔ تم کس طرح اس شے پر صبر کر سکتے ہو جس پر تمہارا علم محیط نہیں ہے۔ اور تم اس کو نہیں جانتے ہو جب تک ہم ان حقائق و اسرار پر احاطہ علمی پیدا نہ کرلیں۔ اسرار علت غیبت امامؑ کو کما حقہٗ ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ فَلَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔ اے مفضل۔ هٰذَا الْاَمْرُ اَمْرٌ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ سِرٌّ مِنْ سِرِّ اللّٰهِ وَغَیْبٌ مِنْ غَیْبِ اللّٰهِ۔ یہ امر خدا کے امر میں سے ایک امر ہے۔ اور اس کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ اور اس کے غیب میں سے غیب ہے۔ وَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔۔۔۔ اس اپنے غیب پر سوائے اپنے مرتضائے رسولؐ اور کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اور جب ہم نے یہ جان لیا۔ کہ خدا حکیم ہے۔ اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ تو اتنا ہی ایمان اور اعتقاد کافی ہے۔ کہ اس غیبت میں بھی ضرور کوئی حکمت اور مصلحت ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اے ایمان والو! اس نبیؐ پر حق کے لئے رحمت طلب کرو۔ اور اس کے ہر ایک حکم کو مان لو۔ جو حق ماننے کا ہے۔ اور غیبت پر بحکم آیات واحادیث نبویؐ ایمان لاؤ۔ وذالك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب ۔۔۔۔۔۔ واولئك هم المفلحون ۞

شبہ سوم یہ ہے۔ کہ یہ مان لیا۔ کہ امام کا وجود ضروری ہے۔ اور اس کی غیبت بھی ضروری۔ اور اس پر دلائل قائم ہو سکتی ہیں اور قائم ہیں۔ لیکن ایسے امام غائبؑ کے وجود سے مخلوقات کو کیا فائدہ ہے۔ جس کو نہ ہم دیکھ سکتے ہیں۔ نہ جس کے پاس جا سکتے ہیں۔ اور نہ جس سے مسائل پوچھ سکتے ہیں۔ اور نہ اپنی حاجت روائی کرا سکتے ہیں۔ اور نہ نصرت وامداد لے سکتے ہیں؟ پس ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ **اوّل** جب ثابت ہو گیا۔ کہ زمین کبھی حجت خداؑ سے خالی نہیں رہتی۔ اور امام مہدی آخرالزمانؑ بنص آیات واحادیث موجود ہیں۔ اور ضرور وہ غائب ہیں۔ اور اس کا اقرار عین ایمان ہے۔ تو پھر اگر ہمیں اس کے فوائد کا علم نہ ہو۔ تو اس کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔ در آنحالیکہ حکماء کے نزدیک محقق اور مسلم ہے۔ اور کلام حمید مجید بھی اس پر شاہد ہے۔ کہ نفس وجود شے خیر ہے اور عدم شر۔ وجود نور ہے اور عدم ظلمت۔ اور بعض موجود مقصود بالذات ہوتے ہیں نفس وجود ان کا مقصود بالذات ہوتا ہے۔ ان سے کسی دوسرے کو فائدہ مقصود نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو بالعرض نہ بالذات۔ اور در آنحالیکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ بہت سے انبیاء ایسے گذرے ہیں۔ جو کسی مخلوق اور کسی قوم پر مبعوث نہ ہوئے تھے۔ بلکہ محض اپنے ہی نفس پر نبی تھے۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ نفس غایت خلقت انبیاءؑ

ہدایت اور تبلیغ نہیں ہے۔ بلکہ غایت بعثت انبیاء ہدایت اور تبلیغ ہے۔ اور غایت خلقت انبیاء نفس اظہار کمال کامل مطلق۔ وَقَالَ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي اے موسیٰ میں نے تجھے اپنے لئے بنایا ہے۔ حجت خدا نبی اور امام نمونۂ کمالات خالق وصانع ہوتا ہے۔ نہ کہ محض دوسروں ہی کے لئے خلق کیا جاتا ہے۔ پس ممکن ہے کہ نفس وجود مہدی آخرالزمان مقصود بالذات ہو۔ نہ کہ ہدایت خلق بمعنی عام جیسا کہ وہ انبیاء اللہ جو کسی قوم پر مبعوث نہیں ہوئے تھے اور پوشیدہ جزیروں میں عبادت خدا کرتے تھے۔ ثانیاً فائدہ امام غائبؑ کا وہی ہے۔ جو حضرت آدمؑ کی خلافت کا ملائکہ کے سامنے۔ اور امام غائبؑ کے وجود کا وہی فائدہ مخلوق کے لئے ہے۔ جو حضرت ادریسؑ کے وجود کا زمانۂ غیبت میں۔ اور حضرت صالحؑ کے وجود کا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے وجود کا۔ اور حضرت موسیٰؑ کے وجود کا اپنے اپنے زمانۂ غیبت میں تھا۔ اور جو فائدہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے وجود کا تھا۔ جب کہ آپ شعب ابی طالبؑ میں چھپے ہوئے تھے یا اسی چالیس برس کی عمر کے عرصے میں تھا۔ جس میں آپ نے اظہار نبوت نہیں کیا تھا۔ اور اپنے کو نبی نہ کہا تھا۔ اور لوگوں کو دعوت حق نہ دی تھی۔ تبلیغ نہ کی تھی۔ وہ فائدہ ہے۔ جو حضرت آدمؑ کے وجود سے اس وقت تھا۔ جبکہ کوئی مخلوق ہدایت کے لئے نہ تھی اور آدمؑ کے اولاد بھی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور وجود امام غائبؑ سے وہ فائدہ ہے۔ جو اولاد حضرت آدمؑ کے ان اوصیاء کے وجود کا تھا۔ جو تا زمانہ حضرت ادریسؑ اور پھر تا زمانہ حضرت نوحؑ ظاہر نہ ہوئے تھے۔ اور کسی قوم کو تبلیغ نہ کرتے تھے۔ اور پوشیدہ جزیروں میں رہتے تھے۔ ثالثاً امام کا فرض صرف ہمیں مسئلے مسائل بتانا اور نہ ہماری اپنی دل بخواہانہ حاجتیں علی الظاہر بوجود شخصی پوری کرنا۔ لوگوں سے ملنا اور اپنی صورت دکھانا اور ان کی دیکھنا یا مریدوں کے یہاں دعوتیں کھانا اور ان کے لئے علی الظاہر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ باب اول میں مفصل ثابت ہو چکا ہے کہ امام مربی عالم ہے۔ اور تدبیر امور الٰہی ولی زمانؑ ہی سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تربیت عالم اور تدبیر امور الٰہی از قسم تصرفات عالم امور خلق و رزق و حفاظت و حمایت خلق میں اس وجود ظاہری جسمانی اور اس کے ظہور پر موقوف نہیں ہے۔ اس پر مبنی نہیں ہے کہ ہم بھی اس کو دیکھتے ہوں۔ اول مؤید عالم اور مربی کل عالمین خدائے رب العالمین ہے۔ جو نہ یہاں بصورت ظاہری موجود ہے اور نہ وہاں۔ اور وہ اپنی قدرت کاملہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور تربیت عالم کرتا ہے۔ حالانکہ نہ یہاں ہماری آنکھیں اس کو دیکھ سکتی ہیں اور نہ وہاں۔ صرف دل کی آنکھوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اور پہچان کر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔ اور کسی شے سے اس کو مشابہت نہیں دے سکتے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ مگر وہ وہ

ذات ہے۔ جو سب کی سنتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ اور ایک ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ آنکھ اس کو ہرگز نہیں دیکھ سکتی مگر وہ ہر ایک نظر کو دیکھتا ہے۔ اور بہت ہی باریک بین اور باخبر عالم ہے۔ امام اس کا خلیفہ اور جانشین اور اس کی ولایت مطلقہ کا مظہر کامل متصرف فی العالم ہوتا ہے۔ اور عین اللہ و اذن اللہ و ید اللہ و جنب اللہ و وجہ اللہ و لسان اللہ اس کے خطاب اور القاب ہیں۔ اور شہید علی الناس اس کی صفت ہے۔ وہ چشم الٰہی سے دیکھتا ہے۔ اور اسی کان سے سنتا ہے اور اسی زبان سے بولتا ہے۔ اور دست قدرت سے عالم میں تصرف حاصل کرتا ہے۔ اور دنیا اس نورانی آنکھ کے سامنے مثل ہاتھ کی ہتیلی کے ہے۔ کمالات خدائی اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ ہی ان سب کا مظہر ہے۔ اس کے لئے وجود شخصی کسی تصرف میں شرط نہیں ہوسکتا۔ اس کا فائدہ ہمارے علم اور احاطہ پر موقوف نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ کار خدائی انجام دیتا ہے۔ خواہ ہم اس کو دیکھیں یا نہ دیکھیں اور اس کے کام کو جانیں یا نہ جانیں۔ عدم الوجدان لیس بدلیل العدم۔ رابعاً امام غائب کے وجود کا یہ فائدہ ہے جو ہم کو پہنچ رہا ہے۔ کہ ہم اس کی طفیل زندہ اور روزی پا رہے ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ دنیا اصلاً ان کے لئے خلق ہوئی ہے۔ اور ہم سب اس کے طفیلی ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے۔ دوسرے اس لئے کہ ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ وہ واسطہ فیضان الٰہی ہے۔ جو فیض مخلوق کو خالق کی طرف سے پہنچتا ہے۔ وہ بواسطہ خلیفہ خدا و ولی خدا پہنچتا ہے۔ پس اس وقت بھی ہم اس واسطہ فیض کے سبب سے فیض الٰہی سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اور یہ جو کچھ ہم کھا پی رہے ہیں اسی کا چشمہ فیض ہے۔ جو جاری ہے۔ کیونکہ رب العالمین کا مظہر اور رحمۃ للعالمین کا جانشین ہے۔ حتے کہ فیض وجود بھی اس کے واسطہ اور وسیلہ سے ہم کو پہنچتا ہے۔ اگر یہ واسطۂ فیض ہمارے اور واجب الوجود کے درمیان نہ ہو۔ تو انقطاع فیض جاری لازم آئے۔ خامساً خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ اگر خدا لوگوں کے گناہوں اور ان کے ظلم کا مواخذہ اور بازپرس کرتا۔ تو ان کے گناہ اور ظلم اتنے ہیں کہ ان کی سزا میں ان کو بالکل تباہ و برباد کر دیتا۔ اور ایک متحرک زمین پر باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ ایک میعاد معین تک کے لئے ان کو مہلت دیتا ہے۔ جس وقت وہ مہلت کی میعاد پوری ہو جائے گی اس وقت وہ ان سے مواخذہ کرے گا۔ اور پھر وہ ایک گھڑی اس سے آگے پیچھے نہ ہوسکیں گے۔ اور فرماتا ہے۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ

لَنْ یَجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (کہف ع ۸) اگر خدا ان کی کرتوتوں کا مواخذہ کرتا۔ تو ابھی ابھی ان پر عذاب نازل کرتا۔ لیکن ان کے لئے ایک وقت موعود مقرر ہے۔ اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکیں گے۔ ان آیات سے ثابت ہے۔ کہ لوگوں کا ظلم اور ان کے گناہ اور ان کا فسق و فجور اور کفران و طغیان حد درجہ اتنا بڑھ گیا ہے۔ کہ اگر ان کے اعمال کی باز پرس اب کی جائے۔ تو فوراً عذاب نازل ہو۔ اور ایک متحرک ایک متنفس زمین پر زندہ نہ چھوڑا جائے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کسی پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ سب عیش و راحت میں بسر کر رہے ہیں۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ وہ وعدۂ خدا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ اے پیغمبر ہم اس وقت تک ان پر عذاب عمومی نہ بھیجیں گے جب تک تو ان میں ہے۔ اب اگرچہ خود رسولؐ نہیں ہے مگر نفس رسولؐ اور جزو رسول اور جانشین رسول اور عترت رسول موجود ہے۔ اور اسی کے طفیل عذاب مرتفع ہے۔ سزائے دنیا سے محفوظ ہیں۔ اور مہلت ملی ہوئی ہے۔ اور یہ اجل مسمّٰی اسی کا وقتِ ظہور ہے۔ وہ خود انہیں سزا دے گا اور عذاب کرے گا۔ اور تیغ کے گھاٹ اتارے گا۔ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ وہ روز فتح ایسا ہوگا۔ کہ اس دن کسی کافر کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ بخشے گا۔ اور نہ اس وقت ان کو مہلت دی جائے گی۔ مہلت کا وقت ختم ہو جائے گا۔ اب اس امام معصومؑ کے طفیل گناہگار بھی عذاب دنیا سے بچے ہوئے ہیں۔ اور عذاب اسی کے ہاتھ پر موقوف ہے۔ اور یہ امام غائبؑ کے وجود کا فائدہ ہے جو سب کو پہنچ رہا ہے۔ ورنہ زمین تباہ ہو جاتی۔ اور اسی طرف اشارہ کر کے خدا فرماتا ہے۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ اگر خدا بعض وجودوں کی طفیل دوسرے لوگوں سے عذاب دفع نہ کرتا۔ تو کلیسے۔ گرجے۔ مندر اور یہودیوں کے عالموں کی عبادت گاہیں اور مساجد جن میں ذکر خدا ہوتا ہے سب منہدم ہو جاتیں۔ سماوسما زمین و آسمان وجود حجت اللہؑ اور خلیفۂ خداؑ اور وجہ اللہؑ سے قائم ہیں۔ اور احادیث امان میں آچکا ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ میرے اہل بیتؑ زمین کے لئے امان ہیں جس طرح ستارے آسمان کے لئے امان ہیں۔ اور یقیناً مہدی آخر الزمانؑ اہل بیت نبوت و رسالت سے ہیں۔ اور وہ امان زمین ہیں۔ وَلَوْلَا دَفْعُ الْاِمَامِ لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا ... اگر امامؑ زمین سے اٹھ جائے تو زمین مع اہل زمین دھنس جائے اور منخسف ہو جائے۔ اور اس لئے خود وہ جنابؑ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ لَاَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ كَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَآءِ اور اشارہ ہو چکا ہے۔ اور خطبہ جناب امیرؑ میں ذکر ہے۔ کہ بقائے ارض و سماء وجود امام ہی سے ہے۔ اور یہی وجہ اللہ وہ عمود آسمان ہیں۔ جو دکھلائی نہیں دیتے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں پر قائم کیا ہوا ہے۔ جن کو تم نہیں دیکھتے ہو۔ کیونکہ یا وہ غائب ہوئے ہیں۔ یا اگر ظاہر بھی ہوئے ہیں قرآن کا تصرف دراصل تصرف رُوحانی ہے نہ تصرف جسمانی ظاہری۔ اور خلافت الٰہیہ روح نبی و امام پر موقوف ہے نہ جسم پر۔ بلکہ درحقیقت امام اور خلیفہ اور ولی وہی روح ہے نہ جسم۔ پس اس وجود مقدس سے بقاء زمین و آسمان ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو نہ زمین ہو اور نہ آسمان۔ پھر وجود اور حیات انسان کہاں۔ فَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ وَلَا تَکْفُرُوْھَا سابقًا جب یہ ثابت ہے۔ کہ فیض امام موقوف جسم پر نہیں ہے۔ اور نیز یہ محقق اور مسلم عقلاء ہے۔ کہ فیض دو قسم پر ہے۔ ایک جسمانی دوسرا رُوحانی۔ تو حالتِ غیبت امامؑ میں اگر لوگ فیض جسمانی سے محروم ہو سکتے ہیں تو فیض رُوحانی سے محروم ہونا ضروری نہیں ہے۔ فیض رُوحانی ان کو پہنچ سکتا ہے خواہ امام کہیں ہوں۔ مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ لیکن چشم بصیرت وا ہو۔ نور عقل موجود ہو اور دل میں شمع ایمان روشن۔ وہ ضرور اپنے دوستوں کو فیض رُوحانی پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور ایک بڑا فیض یہ ہے۔ کہ وہ مظہر خدا۔ مومنین کے دلوں سے وساوس شیطانی اپنی قوتِ تصرف سے دفع کرتے رہتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ بیشک خدا مومن اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اور وساوس اور اغوا شیطان کو داخل نہیں ہونے دیتا۔ اس تصرف کا ظہور ولی متصرف اور ولی زمانؑ سے ہوتا ہے۔ اور مہدی آخر الزمانؑ ہی مومنین کے دلوں سے وساوس کو دور کر کے روح ایمان کو تازہ کرتے رہتے ہیں۔ ورنہ نہایت دشوار تھا۔ کہ اس زمانہ غیبت میں باوجود دشمنان خدا کی کثرت کے ان کے حملوں اور اغواء اور اضلال سے مومنین محفوظ رہتے۔ اگر کوئی مومن کامل ہے تو انشاءاللہ کبھی کسی اعتقاد باطل اور وسوسۂ شیطانی کو اس کے دل میں دخل نہ ہوگا۔ اور اگر کبھی کسی فعل کے اثر سے کوئی وسوسہ پیدا بھی ہوگا۔ تو جس وقت اس ولی زمانؑ کی طرف رجوع کرے گا۔ فوراً رفع ہو جائے گا۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس مُغوی اور مُضل شیطان کے مقابل ایسے متصرف امام اور حجتِ خدا اور ولی زمانؑ کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔ جو ان شبہات اور وساوس کو دفع کرتا ہے۔ پس یہ اس کا رُوحانی فیض ہمیشہ جاری ہے۔ خواہ اس کو کوئی سمجھے۔ یا نہ سمجھے۔ جس طرح کہ جب آفتاب کے نیچے ابر آ جائے۔ تو آفتاب غائب ہو جاتا ہے۔ اور نظر نہیں آتا۔ مگر جو اس کا کام ہے یعنی اپنی حرارت سے اور روشنی سے تربیت عالم کرنا۔ مواد کو پکانا اور پختہ کرنا اور اشیاء کو نشو و نما دینا۔ اس میں وہ ہمیشہ مصروف ہے۔ وہ آفتاب امامت

اس حالتِ غیبت میں بھی اپنا کام کر رہا ہے۔ اور اس کا فیض پہنچ رہا ہے۔ خواہ کوئی جاہل اس کو محسوس کرے یا نہ کرے۔ اس طرح اس امام برحق کا فیض رُوحانی قلوب مومنین کو پہنچ رہا ہے۔ وہ ان کی رُوح کی رُوحانی پرورش کر رہے ہیں۔ خواہ ان کو کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔ اور اس فیض اور اس فائدہ کا احساس کرے یا نہ کرے۔ چنانچہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں۔ وَاَمَّا الْاِنْتِفَاعُ بِیْ كَالْاِنْتِفَاعِ بِالشَّمْسِ اِذَا غَیَّبَتْهَا السَّحَابُ۔ یعنی حالتِ غیبت میں مجھ سے انتفاع اور فائدہ اُٹھانا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ لوگ ابر کی حالت میں آفتاب سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ورنہ جو عالم ہوتے ہیں۔ اور اس کو جانتے ہیں۔ وہ اس فائدہ کو محسوس کرتے اور اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح جو فیض امام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واقف ہیں۔ علم رکھتے ہیں۔ اور ان کی رُوحانیت اور نورانیت قلب اس کے احساس کے قابل ہو چکی ہے۔ وہ اس کا احساس کرتے ہیں۔ اور اقرار رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ ثبوت بھی دیں گے۔ اور علماء عارفین کے اقوال دکھلائیں گے۔ ثانیاً اس سے مسئلے مسائل کا دریافت کرنا اور علم حاصل کرنا۔ یہ بھی۔ وجود ظاہری پر موقوف نہیں ہے کیونکہ علم کا تعلق رُوح اور نفس ناطقہ انسانی سے ہے۔ اور عالم رُوحانی اور نفسانی غیر عالم جسمانی زمانی ہے۔ اور تحصیل علم صرف کان اور آنکھ پر موقوف نہیں ہے۔ کہ کسی کتاب یا تحریر میں دیکھ کر یا کسی زبان سے سُن کر ہی حاصل کریں۔ بلکہ تعلیم قلبی و رُوحانی بھی ہوتی ہے۔ اور نیز ظاہری بھی صرف وجود ظاہری جسمانی پر موقوف نہیں ہے بلکہ معلّم بھی رُوح ہے۔ اور متعلّم بھی رُوح۔ پھر بلا ظہور جسمانی بھی یہ تعلیم ممکن ہے اور اس طرح مومنین امام غائب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلیم رُوحانی پا سکتے ہیں۔ علم حاصل کر سکتے ہیں۔ اور مسائل لے سکتے ہیں۔ ہاں معرفت اور نور ایمان کی ضرورت ہے چنانچہ بعض عارفین نے اس زمانۂ غیبت کبریٰ ہی میں اس جناب سے تعلیم پائی ہے اور علوم حاصل کئے ہیں۔ معرفت تحصیل کی ہے۔ جیسے کہ قطب مدار وغیرہ عارفین سے اور ان کا انشاء اللہ باب ہشتم میں ذکر کیا جائے گا۔ اور کتنے معصوم اہل اسلام سُنّی عارفین اور شیعوں میں گزرے ہیں۔ جنہوں نے امام غائب علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ سے فیض حاصل کیا ہے۔ کیونکہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ دراصل غائب نہیں ہے۔ دُنیا سے معدوم نہیں ہے۔ لوگوں نے خود اعتقاداتِ باطلہ

اور اوہام فاسدہ اور فسق و فجور کے پردے اپنے نور بصیرت و بصارت پر ڈال لئے ہیں۔ اور خود اس کے فیض سے محروم ہو گئے ہیں۔ اور اس لئے جو شخص اس سے مستثنا ہو۔ اور یہ حجاب اس پر نہ پڑے ہوں۔ معرفت اور دل میں نور رکھتا ہو۔ اور گناہوں کی آلودگی سے پاک ہو۔ تا کہ ساحت قدس امام علیہ السلام سے تعلق پیدا کر سکے۔ خانۂ ظاہر میں جا سکے مقدسین سے مل سکے۔ وہ خدمت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچ سکتا ہے۔ امام علیہ السلام کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ سوال کر سکتا ہے۔ مسائل پوچھ سکتا ہے۔ اور بہت سے مومن ہیں۔ جو بصورت جسمانی خدمت امام علیہ السلام میں پہنچے ہیں۔ زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور فیض پایا ہے۔ اور اب بھی جو شخص چاہے۔ کوشش کرے۔ باشرائط اس کا امتحان کر سکتا ہے۔ اور خدمت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچ سکتا ہے۔ اور ان شرائط میں اوّل صدق دل سے اس پر ایمان لانا اور فسق و فجور کا ترک کرنا اور اس کی فی الجملہ معرفت حاصل کرنا ہے۔ باب شہادات میں ان لوگوں کی ایک فہرست آئے گی۔ جو خدمت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچے ہیں۔ اور ایسے ہی نصرت امام علیہ السلام بھی ظہور جسمانی پر موقوف نہیں ہے۔ وہ متصرف روحانی ہیں۔ اور برابر مومنین کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ فریاد کو پہنچتے ہیں۔ اور حفظ ثغور و نصرت ظاہری اور اجرائے بعض حدود ساقط ہے۔ تو یہ ہمارا قصور ہے۔ یہ گناہ ہمارا ہے۔ کہ ہم نے اپنے افعال سے اس نعمت کو کھو دیا ہے۔ "ناصحًا حجت خدا پیغمبرؐ یا امامؑ سے ہدایت پانا۔ احکام سیکھنا اور علم نبی حاصل کرنا۔ معرفت خدا حاصل کرنا حضوری پر موقوف نہیں ہے۔ کہ بالمشافہہ ہی حاصل ہوتے ہیں۔ نہ یہ پیغمبرؐ کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر ہر شخص کے گھر جائے۔ اور مسائل بیان کرے۔ اور نہ ہر ہر فرد انسان کا یہ فرض ہے۔ کہ مقام اور مرکز نبوت پر پہنچ کر بالمشافہہ احکام حاصل کرے۔ بلکہ علم ان احکام پیغمبرؐ ہی کا ضروری ہے۔ جن کی تبلیغ پر وہ مامور ہے۔ اور وہ بلا واسطہ و بالواسطہ دونوں طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر ممکن ہے خود انسان جائے۔ اور پوچھے اور سنے۔ ورنہ اس سے دریافت کر سکتا ہے۔ جو جانتا ہو۔ اور جس کو اس کا علم ہو۔ اور اسی طرح معرفت پیغمبرؐ اور اس پر ایمان لانا اس پر مبنی نہیں ہے۔ کہ انسان پیغمبرؐ کو آنکھ ہی سے دیکھے۔ بلکہ معرفت قلب سے حاصل ہوتی ہے۔ اور احکام سماع سے تحصیل کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانے

میں نہ خود سب کے گھر جاتے تھے۔ اور نہ تمام رُوئے زمین پر پھرتے تھے۔ اور نہ ہر قطعۂ زمین سے ہر ایک شخص حاضر خدمت ہونے پر مامور تھا۔ بلکہ بہت سے لوگ دور دراز کے ملکوں میں رہتے تھے۔ اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ اور معرفت رکھتے تھے۔ اور حضرتؐ جب کوئی بات بیان فرماتے تھے۔ تو اکثر فرمادیا کرتے تھے کہ حاضرین غائبین کو پہنچا دیں۔ اگر تحصیلِ احکام نبوتی فرض ہے۔ تو فرض کفائی ہے۔ کہ ہر شہر یا ہر قوم میں سے ایک جماعت جائے۔ اور احکام سیکھ آئے۔ دین حاصل کرکے واپس ہوئے پر دوسرے بھائیوں کو بتلائے اور تبلیغ کرے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ لَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ۔ ہر ایک فرقے سے کیوں ایک جماعت نہیں جاتی۔ جو دین کو سیکھے اور واپس ہوکر اپنی قوم کو ہدایت کرے۔ پس ہر شخص حضوری حجت اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مامور نہیں ہے۔ بلکہ ہر حال میں عوام کو ان علماء کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ جو احکام دین سے واقف ہوں۔ آج اس وقت میں بھی ہم پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ ان کی معرفت حاصل کی ہے۔ ان کے احکام سیکھے ہیں۔ حالانکہ ہم میں سے ایک نے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود نہیں دیکھا۔ ہاں تعلیم حضرتؐ حاصل کی ہے۔ جو قرآن اور احادیث میں موجود ہے۔ اور علماء سمجھانے والے ہیں۔ اسی طرح امام غائبؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا حاصل کرنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے نہ حضوری۔ اور یہ تعلیم بذریعہ علما حاصل ہو سکتی ہے۔ اور تعلیم امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام وہی ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے گیارہ آباء طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام بیان فرما گئے ہیں۔ وہی ہم علماء سے حاصل کریں۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو۔ جس کی اصل بالفرض علماء کو نہ ملے۔ تو ان علماء میں بعض ممکن ہے کہ ایسے ہوں۔ کہ وہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع کریں۔ اور ظاہراً حاضر خدمت ہوکر یا باطناً اس جنابؑ سے اس مسئلہ یا کہ اس اصل کو حاصل کریں۔ اور ہمیں بتلا دیں۔ اور یہی فائدہ امام غائب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کا ہوگا۔ اور حوادث یومیہ کے لئے خود حضرتؑ نے دستور العمل دے دیا ہے۔ کہ ہماری احادیث کے رواۃ کی طرف رجوع کریں۔ اور اس زمانۂ غیبت کی تکلیف خود بیان فرما دی ہے۔ کہ اس وقت کیا کرنا چاہئے۔ اور اس لئے ہمیں اس جنابؑ کا دیکھنا ضروری نہیں ہے

غرض وجود امام غائبؑ ہرگز فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اور ہم پر فرض معرفت اور ایمان و اعتقاد ہے
تعطیل احکام ہرگز لازم نہ آئے گی۔ چنانچہ مشاہد ہے۔ عاشراً۔ وجود امام غائبؑ اور اس پر
ایمان لانے کا عظیم الشان فائدہ یہ ہے۔ کہ جو شخص امام برحق امام غائب پر ایمان رکھتا ہوگا۔ وہ
اپنے ایمان میں اُن لوگوں سے پختہ اور مستقیم ہوگا۔ جو کسی پر ایمان نہیں رکھتے اور کسی پر اعتقاد نہیں
رکھتے۔ وہ شک وشبہ میں نہ پڑے گا۔ اور وہ ہرگز کسی جھوٹے مدعی نبوت اور امامت کا قائل نہ
ہوگا۔ اور وہ کسی فرضی عیلے۔ مُوسے۔ کرشن پر ایمان نہ لائے گا۔ اور معجونِ مرکب مہدویت اور عیسویت
پر معتقد نہ ہوگا۔ وہ مسئلہ امامت میں ہرگز گمراہ نہ ہوگا۔ کسی کے بہکانے سے نہ بہکے گا۔ تا ایں کہ
اس کے ایمان میں ضعف نہ آجائے۔ یا وہ اوصاف امامؑ سے بالکل بے خبر اور جاہل ہو۔ جیسا
کہ بعض جہال ایران باب کے دام تزویر میں آگئے تھے۔ اور علماء اور سلطنت نے ان کو
قتل کرا کر قلع قمع کر دیا۔ چنانچہ یہاں دیکھو کہ جو لوگ امام غائبؑ پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں
اور اس کے عارف ہیں۔ وہ ہرگز کسی جھوٹے نبی یا امام یا عیلے یا مہدی کے پیچھے نہیں ہو گئے
امام غائبؑ کا قائل اگرچہ کوئی اس کو اور فائدہ نہ پہنچتا ہو مگر یہ ضرور پہنچے گا۔ کہ وہ حیرانی میں نہ ہوگا۔
اس کے قلب کو ایک اطمینان اور استقلال حاصل ہوگا۔ اس کے دل کو ایک قسم کی تسلی ہوگی۔ کہ
اس کا حامی اور پیشوا موجود ہے جو اس کے حال سے بےخبر نہیں ہے۔ اور دُنیا و عقبےٰ میں کام آئے گا۔
جیسا کہ وہ شخص جو اس خدائے قادر مطلق پر ایمان رکھتا ہے۔ جو نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ دیکھنے کے
قابل ہے۔ اور نہ جس کی ذات کا ادراک ہو سکتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا کہ اس خدا سے اس کو کیا
فائدہ پہنچ رہا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی تربیت کر رہا ہے۔ کیونکہ اس کو علم و معرفت عطا کرتا ہے۔ اور
ایمان کا فیض پہنچاتا ہے۔ خدائے غائب اور غیر مرئی پر ایمان لانے سے ایک اطمینان قلب رہتا ہے
بھروسہ ہوتا ہے۔ اور کہیں ایسا شخص حیران اور مضطرب نہیں ہوتا کٹھن سے کٹھن مصیبت میں اس
پر توکل کر کے صابر اور ثابت قدم اور مستقیم و مستقل القلب رہتا ہے۔ بخلاف اس کے جو خدا کا
قائل نہیں اور دہریہ ہے۔ وہ ہمیشہ حیرت میں رہے گا۔ اور کبھی اس کو اطمینان قلب اور استقلال حاصل
نہ ہوگا۔ اور بلاء و مصیبت کے وقت کسی چیز پر بھروسہ نہ کر سکے گا۔ اور یہ ایک بہت ہی بڑا فائدہ امام غائبؑ
کے وجود اور اس پر ایمان لانے کا ان لوگوں کو حاصل ہے جو خدائے غائب و حاضر و ناظر پہ ایمان رکھتے ہیں۔
یہ جو روز بروز نئے نئے مذہب نکل رہے ہیں اور مہدی اور امام پیدا ہو رہے ہیں۔ امام غائبؑ پر ایمان
نہ لانے کا نتیجہ ہیں۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ و ابشر

امامِ غائبؑ پر ایمان لانے اور اس کے وجود کا یہ فائدہ ہے۔ کہ یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ کسی بڑے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ اور ایک بادشاہ اور جائے پناہ چاہتا ہے۔ ضرور کسی کو خلیفہ اور اولی الامر مانتا اور اس کی بیعت کرتا ہے اور اس کی تلاش میں رہتا ہے۔ اور جب اس اولی الامر کی بیعت کر لیتا اور اس کو خلیفہ یا اولی الامر مان لیتا ہے۔ تو اس کے حکم اور فتوے پر چلتا ہے۔ اور اگر وہ بادشاہ اسلام یا اولی الامر یا خلیفہ اس کو حکم دے۔ تو لڑنے اور جہاد کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص امامِ غائبؑ پر ایمان رکھتا ہے اور ہر ایک امر میں اسی امامِ غائبؑ کے حکم کو واجب التعمیل جانتا ہے۔ وہ ہرگز کسی کی بیعت نہیں کر سکتا اور کسی کو دینی بادشاہ اسلام نہیں مان سکتا۔ اور کسی کے فتوے پر جہاد کے لئے بھی شریک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بلا حکم امامؑ اس کا مجاز نہیں ہے۔ اور امامؑ اس کا غائبؑ ہے۔ اور اس لئے ایسا شخص جو امامِ غائبؑ پر صدقِ دل سے ایمان رکھتا ہو، کبھی کسی فتنہ و فساد اور جنگ و جدال میں شریک نہ ہو گا۔ بغاوت نہ کرے گا۔ کیونکہ اس کے امامِ غائبؑ کا حکم نہیں ہے۔ کسی جنگ کو دینی جنگ نہ سمجھے گا۔ کیونکہ امامِ غائبؑ کے حکم سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ ضرور امن پسند ہو گا۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے اور ہمیں مشاہدے میں آ رہا ہے۔ **ثانی عشر**۔ امامِ غائبؑ کے وجود کا ایک اہتم بالشان فائدہ یہ ہے۔ کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا۔ وہ جملہ انبیاءؑ و اولیاءؑ و حجج اللہ، اور پیغمبرِ آخر الزمانؐ اور اس کے اوصیاء کرامؑ پر ایمان لائے گا۔ کیونکہ یہ تمام سلسلہ ذریتِ انبیاء متصل ہے۔ اور امام مہدیؑ آخر الزمان سب کی علتِ غائی ہیں۔ اس لئے وہ شخص کامل الایمان ہو گا۔ اور ایسے اشخاص میں جو امام آخر الزمانؑ کے قائل ہوں کبھی اختلاف نہ ہو گا۔ جو اس کے قائل نہ ہوں ان میں اوپر ہر ایک امامؑ کے ساتھ اختلاف ہو سکتا ہے۔ اور فرقے پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر جو بارھویں امامؑ کے قائل ہوں گے اور اثنا عشری ہوں گے۔ ان میں ایک ہی فرقہ پیدا ہو گا۔ کیونکہ انہوں نے اس سلسلے کی آخری لڑی کو پکڑ لیا ہے جو تا حضرت آدم علیہ السلام متصل ہے۔ اور اس لئے فرقۂ اثنا عشری صرف ایک ہی ہے۔ اور بالفرض محال کوئی فائدہ بھی وجودِ امامِ غائبؑ کا نہ ہو۔ تو یہ فائدہ ضرور ہے۔ کہ وہ وقتِ ظہور اس سے انتفاع حاصل کرے گا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا۔ جس وقت بعض آیاتِ الٰہی ظاہر ہوں گی۔ اس وقت کسی ایسے شخص کو ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔ جو اس سے پہلے ایمان لایا ہوا نہیں ہے۔ یا اس نے اپنے ایمان میں کسبِ خیر نہیں کیا ہے۔" یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ یہ بعض آیات بھی آیۂ عظمیٰ مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ اس کے ظہور کے وقت انہی لوگوں کو فائدہ ہے جو پہلے سے اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہی فوراً اطاعت کریں گے

اور تعمیل حکم بجالائیں گے۔ جس طرح ملائکہ جو قبل خلقت حضرت آدم علیہ السلام ایمان لاتے ہوئے تھے۔ پس اگر کسی بدنصیب کو اس وقت فائدہ نہ بھی پہنچے جو محال ہے۔ تو اگر ایمان رکھتا ہے تو وقتِ بعثت اور ظہور امام علیہ السلام تو ضرور اس ایمان کا فائدہ اُٹھائے گا۔ ورنہ محروم ہی رہے گا۔ نجات انہی کے لئے ہے جو پہلے سے ایمان لاتے ہیں۔ اور "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" ہیں۔ اور اگر انتظار ظہور میں مرگیا۔ تو بھی مثل ان مومنین کے ہوگا۔ جو قبل ظہور ابراہیمؑ و موسٰیؑ و جناب محمد مصطفٰےؐ انتظار میں مرگئے۔ وہ ضرور نجات پائیں گے۔ کیونکہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ تھے۔ یہ ہیں بارہ فائدے وجود امام دوازدہمؑ اہل بیتؑ و امام غائبؑ کے۔ جس میں تمام دُنیا بلکہ تمام عوالم من حیث المجموع شریک ہیں۔ اور اگر غور کیا جائے۔ تو اور بہت سے فوائد مل سکتے ہیں۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔

اب ہم اس حصّے کو ختم کرتے ہیں۔ اور باقی شبہات انشاء اللہ باب شبہات میں ذکر کریں گے۔ یعنی جلدِ دُوُم میں۔ جس میں **باب اوّل** شہادات وجود امامؑ میں ہوگا۔ اور **باب دُوُم** علائم آخر الزمان و علائم ظہور امامؑ میں۔ **باب سُوُم** حالات ظہور امامؑ میں۔ **باب چہارُم** خصائص امام زمانؑ میں۔ **باب پنجُم** دفع شبہات میں۔ **باب ششم** تکالیف اہل اسلام در زمانِ غیبت اور اعمالِ مخصوصہ کے بیان میں۔ خدا اسی طرح سے اس دوسرے حصّے کے اختتام کی بھی توفیق و فیق عطا فرمائے۔ اور مومنین کو اس کے مطالعہ کی۔ آمین وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔ لَاسِیَّمَا خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعِتْرَتِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؎

۲۶ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۵ھ ہجری

احقر الفقر سیّد محمد سبطین سرسوی عفی عنہ

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب کا نہایت سلیس عام فہم اردو ترجمہ
حیات القلوب جلد دوم
مترجمہ جناب مولوی سید بشارت حسین صاحب کامل مرزا پوری
جس میں حضرت خاتم الانبیاءؐ اور ان کے اہلبیتؑ کے فضائل۔ آنحضرتؐ کے جمادات و نباتات و حیوانات و جن و انس اور ارضی و سماوی سے متعلق بے شمار معجزات۔ تمام غزوات و سرایا مفصل ذکر معراج و مباہلہ۔ مباہلہ سے قبل علمائے نصاریٰ کا آنحضرتؐ کی رسالت پر مناظرہ۔ فتح مکہ۔ حجۃ الوداع۔ مقام غدیر میں حضرت علی مرتضیٰؑ کی ولیعہدی آں حضرتؐ کا مفصل خطبہ۔ مختصر یہ کہ ابتدائے خلقت نور سے آنحضرتؐ کی ولادت تا وفات کے تمام صحیح واقعات اور آپ کے اصحاب خاص جناب سلمان مقداد و ابوذر و عمار یاسر رضوان اللہ علیہم کے ایمان افروز حالات بالتفصیل درج ہیں۔ ایسی جامع کتاب کہ اس کے بعد آنحضرتؐ کے حالات میں کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی ترجمہ نہایت سلیس۔ عبارت عام فہم جس کو عورتیں بچے سب ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اتنی ضخیم کتاب کی اس قدر کم قیمت اس لئے رکھی گئی ہے کہ عام مومنین بآسانی خرید کر مستفید ہو سکیں۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ حجم ۱۰۴۰ صفحات۔
قیمت قسم اول سفید کاغذ مجلد بیس۲۰ روپے۔ قسم دوم اخباری کاغذ مجلد ۱۵ روپے۔
ملنے کا پتہ
امامیہ کتب خانہ مغل حویلی موچی دروازہ حلقہ ۷۲ لاہور ۸